صلی اللہ علیہ وسلم

# جمالِ محمدی

## جبلِ نور پر


مجموعۂ ارشادات

شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا حفظہ اللہ

نام کتاب : جمالِ محمدی ﷺ جبلِ نور پر

افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا حفظہ اللہ

صفحات : ۹۰۲

سن اشاعت : ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء

ناشر : ازہر اکیڈمی، لندن، برطانیہ

## ملنے کے پتے:

### ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یو پی۔

جامعۃ الزہراء، ملا محلّہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔ ۳۹۴ ۱۱۰

### پاکستان:

دارالاشاعت، اردو بازار، ایم۔اے۔ جناح روڈ، کراچی۔ ۱

### جنوبی افریقہ:

**Jamiatul Ulama South Africa**
P.O.Box. 42863, Fordsburg, 2033, Johannesburg

**JUT Publishing,** 32 Dolly Rathebe Road, Fordsburg, 2033
**Tel:** (+27) 11373 8000 | **E:** Tasheel@islamsa.org.za

### برطانیہ:

**Azhar Academy Ltd**
54-68 Little Ilford Lane, Manor Park,
London E12 5QA | **Tel:** (+44) 208 911 9797
**E:** sales@azharacademy.com | **W:** www.azharacademy.com

# فہرست

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم :

## رحمۃ و رافۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے بڑے منصف اور سب سے زیادہ شفیق تھے۔ اور تمام انسانوں میں سے زیادہ حلیم تھے اور تمام لوگوں میں سب زیادہ مہربان تھے۔

## عصمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو چھویا تک بھی نہیں، جس باندی کے آپ مالک نہ ہوں یا جو آپ کے عقدِ نکاح میں نہ ہو یا وہ خاتون آپ کی محرم نہ ہو۔

## جود وسخا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شریف تھے۔

## زہد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک دینار، ایک درہم بھی، ایک رات بھی ٹھہرتا نہیں تھا۔ کوئی چیز بچ جاتی اور آپ ایسا شخص نہ پاتے جسے آپ عنایت فرمائیں اور رات آجاتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک میں تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کہ محتاج تک اس چیز کو پہنچا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ نہ ہو جاتے۔

## ترک تنعم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالی شانہ جو اموال عطا فرماتے اس میں سے صرف سال بھر کے کھانے کا ذخیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے، وہ بھی عام میسر آنے والی چیزوں میں سے ہوتا یا کھجوریں ہوتیں اور جَو ہوتے۔ اور اس کے علاوہ جو بچ جاتا وہ اللہ کے راستہ میں خرچ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کا کبھی سوال نہیں کیا جاتا تھا جو آپ عطا نہ فرماتے ہوں۔

## ترک تعریض

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص سے تکلیف دہ چیز کے ساتھ پیش نہ آتے اور نہ آپ کے وعظ میں کسی مُعَیَّن شخص پر ایسی چوٹ ہوتی کہ قرینہ سے معلوم کیا جا سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی مراد یہ شخص ہے۔

## ہر دلعزیزی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بشاشت سے پیش آتے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتا کہ وہ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز

ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپل کو گانٹھتے اور کپڑے پر پیوند لگاتے اور اپنے گھر والوں کا گھریلو امور میں ہاتھ بٹاتے اور ان کے ساتھ گوشت کاٹتے گویا کہ آپ ان میں سے ایک ہیں۔

## حیاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ، بہت ہی باحیاء تھے۔ اتنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ اقدس کسی کے چہرے پر کبھی جمتی نہیں تھی۔

## ہدیہ وصدقہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آزاد اور غلام کی دعوت قبول فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے اگر چہ وہ دودھ کا ایک گھونٹ ہو، یا خرگوش کی ایک ران ہو، اور اس پر بدلہ عطا فرماتے اور اسے نوش فرماتے، لیکن صدقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوش نہیں فرماتے تھے۔

## عیادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں میں سے بیماروں کی عیادت فرماتے جن کی کوئی پوچھ لوگوں میں نہیں ہوتی تھی اور بذاتِ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت انجام دیتے تھے۔

## اصحاب کی خبر گیری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے دلوں کے حال پر مُطّلَع ہو کر لطیف انداز میں انہیں تنبیہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے کوئی صحابی غائب رہتے، تو ملاقات پر ان سے فرماتے اے ہمارے بھائی! شاید کہ آپ ہم سے ناراض ہو گئے یا ہمارے بھائیوں میں سے کسی کی حرکت کی وجہ سے ناراض ہو گئے؟

## شیرینی کلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع تھے اور تکبر کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سب سے زیادہ سکوت فرمانے والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام طوالت کے بغیر سب سے زیادہ بلیغ ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے زیادہ ہنس مکھ چہرے کے ساتھ ان سے ملنے والے تھے۔ دنیوی امور میں سے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین نہیں کر سکتی تھی۔

## لباس میں سادگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو پاتے اسے پہن لیتے۔ کبھی شملہ، کبھی بردہ، حبرۂ یمانیہ، اور کبھی اون کا جبہ پہنتے۔ مباح لباس میں سے جو پاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے پہنتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے اپنے غلام کو یا اس کے علاوہ کو ردیف بناتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور پیچھے بھی ردیف ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں ہوتے۔

## معاشرت میں سادگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو سواری میسر ہوتی اس پر سوار ہوتے، کبھی گھوڑے پر، کبھی اونٹ پر، کبھی خچر پر، کبھی دراز گوش پر۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے پیر پیدل چلتے، بغیر چادر اور بغیر ٹوپی کے بیماروں کی عیادت فرماتے۔ مدینہ منورہ کے دور دور علاقوں میں بھی اس انداز میں تشریف لے جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو پسند تھی اور بدبو ناپسند تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء اور مساکین کے ساتھ کھانا نوش فرماتے اور ان کے ساتھ مجلس فرماتے اور ان کے کپڑوں کی جُوں وغیرہ صاف فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل فضیلت کا اکرام فرماتے، اور شرافت والوں کی طرف احسان فرما کر شفقت فرماتے۔

## صلہ رحمی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رشتہ داروں کا اکرام فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ صلہ رحمی فرماتے اس کے بغیر کہ انہیں ترجیح دیں ان پر جو ان میں سے افضل ہوں۔

## وفا بر جفا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر جفا، خلافِ امید برتاؤ نہیں فرماتے تھے اگر چہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی حرکت کرے جو موجبِ جفا ہو۔

## معافی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذر پیش کرنے والے کی معذرت کو قبول فرماتے اگر چہ اس نے کچھ بھی حرکت کی ہو۔

## مزاح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین اور بچوں وغیرہ کے ساتھ مزاح فرماتے لیکن مزاح میں بھی حق بات ارشاد فرماتے۔

## تبسم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی قہقہہ کے بغیر تبسم ہوتا۔

## مباح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مباح کھیل کو ملاحظہ فرماتے، اس پر نکیر نہیں فرماتے تھے۔

## صبر وضبط

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سخت کلام کی آوازیں پہنچتیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر فرماتے اور مواخذہ نہیں فرماتے تھے۔

## اہل خانہ کے لئے انتظام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں دودھ والی اونٹنیاں اور دودھ والی بکریاں تھیں جن کے دودھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے غذا حاصل کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے جن کے یہاں منیحہ کے طور پر ہدیہ کیئے ہوئے جانور تھے جن کا دودھ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھاتے اور نوش فرماتے۔

## دستر خوان پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے اور کبھی خِوَان پر کھانا نوش نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ولیمہ کی دعوت کو قبول فرماتے اور بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں تشریف لے جاتے، اپنے صحابہ کرام کا خیال رکھتے جب وہ آپ کی مجلس سے غائب ہوں، اور پوچھتے کہ فلاں کا کیا حال ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تولیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا تلْوَہ ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیہوں کی روٹی اور جَو کی روٹی لگاتار تین دن سیر ہو کر کبھی نوش نہیں فرمائی یہاں تک کہ اللہ عز وجل کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے۔ یہ مجاہدہ اپنے نفس پر ایثار کی وجہ سے تھا، نہ پانے کی وجہ سے اور بخل کی وجہ سے نہیں تھا۔

## مساوات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں غلام بھی تھے باندیاں بھی تھیں، کھانے میں اورلباس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے برتری نہیں فرماتے تھے۔

## مصروفیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وقت اللہ عزوجل کے لئے عمل اوراپنی ذاتی مشغولی کے علاوہ میں نہیں گزرتا تھا۔

## جنگل میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے باغات کی طرف نکلتے، وہاں سے کھاتے اور لکڑیاں اٹھا کر لاتے۔

## سلطان وگدا برابر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسکین کواس کے فقر کی وجہ سے اوراس کی معذوری کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھتے تھے اورکسی بادشاہ سے اس کی سلطنت کی وجہ سے ڈرتے نہیں تھے، اِسے اور اُسے دونوں کواللہ عزوجل کی طرف ایک ہی انداز میں دعوت دیتے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین میں سے کسی کے لئے بُرا کلمہ نہیں فرماتے تھے مگر اللہ عز و جل اس کلمہ کواس مؤمن کے لئے کفارہ اور رحمت بنا دیتے۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاتون پراور نہ کبھی کسی خادم پرلعنت فرماتے۔

## دعا ہی دعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا جاتا کہ کسی پرآپ بددعا فرمائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بددعا کے بجائے اس کے لئے دعا فرماتے۔ اوراپنے دست مبارک سے نہ

کسی خاتون کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹا اور نہ کبھی کسی خادم کو پیٹا۔

## اعانت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آزاد یا غلام یا باندی میں سے کوئی نہ پہنچتا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔

## فرشِ زمین ہی بستر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بستر کو عیب دار نہیں بتایا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انہوں نے بستر بچھا دیا تو اس پر لیٹ گئے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بستر بچھا ہوا نہیں ہے، تو زمین پر بیٹھ جاتے اور زمین پر لیٹ جاتے۔

## اوصاف جمیلہ تورات اور انجیل میں

اللہ نے تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف بیان فرمائے، پھر فرمایا کہ محمد رسول اللہ میرے مختار بندے ہیں، نہ وہ سخت ہیں، نہ سخت کلام کرنے والے ہیں، نہ بازار میں شور مچانے والے ہیں، اور برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش مکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی جگہ طابہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت شام میں ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم کے درمیان پر لنگی باندھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی قرآن اور علم کی طرف دعوت دینے والے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اطراف ہاتھ، پیر، منہ کو وضوء میں دھونے والے ہوں گے۔ اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف انجیل میں بیان کیئے گئے ہیں۔

## دل جوئی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے ملتے، سلام میں ابتداء فرماتے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی ضرورت کی وجہ سے کھڑا ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ کھڑے رہتے یہاں تک کہ وہی لوٹ جاتا۔

## پیار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام میں سے جب کسی سے ملتے تو اس سے مصافحہ فرماتے، پھر اس کا ہاتھ پکڑ لیتے، اپنی انگلیاں مبارک اس کی انگلیوں میں ڈالتے، پھر اپنی مٹھی سے اس کا ہاتھ زور سے پکڑتے۔

## ذکر اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور قعود نہ ہوتا مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔

## حاجت مندوں سے کتنا پیار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی کوئی شخص آ کر بیٹھا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو مختصر فرما دیتے اور اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے اور پوچھتے کہ کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ پھر جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو کر چلا جاتا تو دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں مشغول ہو جاتے۔

## متواضعانہ ہیئت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر بیٹھنے کا انداز یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دونوں پنڈلیاں کھڑی کر دیتے اور ان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیتے، جس کو عربی میں 'حبوہ باندھنا' کہا جاتا ہے۔

## مجلس میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھنے کی جگہ صحابہ کرام کی مجلس میں کوئی معروف نہیں تھی، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں پیر لمبے کئے ہوئے دیکھا نہیں گیا جس سے اپنے صحابہ کرام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنگی فرما رہے ہوں، سوائے اس کے کہ جگہ کشادہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر بیٹھنا قبلہ رو ہوتا تھا۔

## آنے والے کا اکرام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنے والے کا اکرام فرماتے یہاں تک کہ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دیتے، ایسے شخص کے لئے بھی کہ جس کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی قرابت نہ ہوتی، نہ رضاعت کی رشتہ داری ہوتی، اس کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنے والے پر تکیہ کا ایثار فرماتے جو آپ کے نیچے ہوتا تھا، پھر اگر وہ اس کو قبول کرنے سے انکار بھی کرتا تو آپ اس پر اصرار فرماتے یہاں تک کہ وہ اس کو قبول کر لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والے میں سے ہر شخص کو پوری پوری بشاشت عطا فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ سمجھتا کہ تمام لوگوں میں وہ سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں معزز ہے۔

## بلانے کا انداز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو کنیت سے یاد فرماتے، اور ان کے اکرام کے لئے اور ان کے دل کھینچنے کے لئے کنیت کے ساتھ انہیں بلاتے۔ اور جن کی کنیت نہ ہوتی انہیں اپنی

طرف سے کنیت عطا فرماتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان خواتین کو بھی جن کی اولاد نہ ہوتی انہیں بھی اپنی طرف سے کنیت عطا فرماتے اور جن کی اولاد ہوتی انہیں کنیت سے یاد فرماتے اور بچوں بچیوں کی دل جوئی کے لئے اور ان کا دل لبھانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنیت کے ساتھ انہیں خطاب فرماتے۔

## رضا و غضب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ غصہ سے دور، اور ان میں سب سے جلد راضی ہو جانے والے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شفیق تھے اور سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے تھے اور سب سے زیادہ خیر اور بھلائی کا برتاؤ فرمانے والے تھے۔

## اختتام مجلس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک**، پھر فرماتے کہ یہ کلمات جبرئیل امین نے مجھے سکھلائے ہیں۔

## انداز تخاطب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختصر کلام فرماتے، آسان کلام فرماتے، کلام کو دو دفعہ یا اس سے بھی زیادہ دہراتے تا کہ سننے والا سمجھ سکے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر برے کلام سے اعراض فرماتے، اور ان سے بھی جو عرف میں بری سمجھی جاتی ہیں، جب وہ اثنائے کلام میں آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنایہ کے انداز میں اس کا ذکر فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔

## روتے ہی رہتے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک بکثرت آنسوؤں سے تر رہتی اور بہتی رہتی۔

ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں روتے رہے،، ہچکیاں لیتے رہے، اور پڑھتے رہے یارب! تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو انہیں عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ میں ان میں ہوں اور اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں؟ اور یا رب! ہم تجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی ہنسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تبسم ہوتی آواز کے بغیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں۔ اور صحابہ کرام جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے تو گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔

## تبسم زیادہ سنجیدگی کم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ تبسم فرمانے والے تھے جب تک کہ قرآن نازل نہ ہو رہا ہو، یا قیامت کا ذکر نہ فرما رہے ہوں یا وعظ اور نصیحت کا خطبہ نہ دے رہے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی حادثہ پیش آتا، تو اس امر کو اللہ عز وجل کے سپرد فرما دیتے اور لا حول و لا قوۃ الا باللہ سے براءت فرماتے اور اللہ تعالی سے ہدایت پر چلنے کا سوال فرماتے اور ضلالت اور گمراہی سے دور رہنے کا اللہ سے سوال فرماتے۔

## بڑے طبق میں سب مل کر اکھٹے کھاؤ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کھانا وہ ہوتا جس پر بہت سے ہاتھ پڑ رہے

ہوں۔

## متواضعانہ جلوس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے لئے بیٹھنے کا اکثر انداز یہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم اپنے دونوں گھٹنے مبارک اپنے دونوں قدم کے درمیان جمع فرما دیتے جس طرح کہ قعدہ میں مصلی بیٹھتا ہے، لیکن فرق یہ ہوتا کہ گھٹنا گھٹنے کے اوپر ہوتا اور قدم قدم کے اوپر ہوتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میں تو صرف اللہ کا عاجز بندہ ہوں، جیسا غلام کھاتا ہے اس طرح میں کھاتا ہوں۔

## گرم کھانا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانا نوش نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں برکت نہیں، تم اسے ٹھنڈا کر لیا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالی آگ نہیں کھلا رہے ہیں۔

## لقمہ کیسے لیتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے سے کھاتے اور اپنی تین انگلیاں مبارک سے کھاتے اور کبھی چوتھی سے بھی مدد لیتے۔ دو انگلیوں سے کبھی کھانا نوش نہیں فرماتے تھے اور فرماتے کہ یہ دو انگلیوں سے کھانا شیطانی حرکت ہے۔

## جو کی روٹی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی نوش فرماتے اور وہ کبھی حلق مبارک میں اٹک جاتی تو پانی کے ایک گھونٹ سے حلق سے نیچے اتارتے۔

## ککڑی۔ کھجور۔ انگور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو رطب کے ساتھ نوش فرماتے اور ککڑی کو نمک کے ساتھ نوش

فرماتے اور تمام پھلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تازہ کھجوریں اور انگور تھا۔

## روٹی اور خربوزہ یا تازہ کھجور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خِربِز خربوزہ کو روٹی کے ساتھ اور میٹھی چیز کے ساتھ نوش فرماتے اور کبھی اسے رطب تازہ کھجور کے ساتھ نوش فرماتے اور دونوں ہاتھ استعمال فرماتے۔

## انگور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگور کا کنارہ توڑ کر پھر اسے نوش فرماتے جس سے اس کے پانی کے قطرے داڑھی مبارک پر گرتے جو موتی کی طرح چمکتے۔

## اسودین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر کھانا کھجور اور پانی ہوتا۔

## کھجور اور دودھ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کو دودھ کے ساتھ جمع فرماتے اور ان دونوں کا نام 'اطیبان' رکھتے، دو عمدہ چیزیں۔

## گوشت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پسندیدہ کھانا گوشت تھا اور فرماتے کہ یہ سماعت کو بڑھاتا ہے، اور یہ گوشت دنیا اور آخرت میں تمام کھانوں سے بڑھا ہوا ہے، سید الطعام ہے۔

## غرباء کی دعوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی باندی اور غریب کی دعوت قبول کرنے سے انکار نہیں فرماتے

تھے۔

## کُلُّہٗ للہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے لئے غصہ فرماتے، اپنی ذات کے لئے غصہ نہیں فرماتے تھے۔

## حق کا نفاذ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کو نافذ فرماتے اگر چہ اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو ضرر پہنچ رہا ہو۔

## کدو اور گوشت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت اور آ لکدو کا ثرید نوش فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آ لکدو پسند فرماتے، اور فرماتے یہ یونس علیہ السلام کا درخت ہے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے عائشہ! جب تم دیگچی پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈال دیا کرو اس لئے کہ یہ پریشان دل کو قوت پہنچاتا ہے۔

## فاقہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیٹ مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتے تھے اور اپنے صحابہ کرام سے اس کو چھپاتے تھے۔

## جو آ گیا نوش فرمالیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ما حضر کو نوش فرماتے اور جو ملتا، جو سامنے آتا، اسے رد نہیں فرماتے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی حلال چیز کے کھانے سے پرہیز نہیں فرماتے تھے۔ اگر کھجور

پاتے روٹی کے بغیر تو نوش فرماتے۔ اور اگر بھنا ہوا گوشت پاتے تو کھا لیتے۔ اور اگر گیہوں کی روٹی ملتی تو کھا لیتے یا جَو ملتا اسے نوش فرماتے۔ اور اگر حلوہ یا کوئی میٹھی چیز یا شہد پاتے تو نوش فرماتے۔ اور اگر روٹی کے بغیر دودھ ملتا تو نوش فرما لیتے اور اسی پر اکتفاء فرماتے اور اگر خربزیا تازہ کھجور پاتے تو اسے نوش فرماتے۔

## پرندے اور مرغی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کا گوشت کھاتے، اور شکار کئے ہوئے پرندے کا گوشت کھاتے، لیکن اسے خریدتے نہیں تھے اور خود شکار نہیں فرماتے تھے، لیکن یہ پسند فرماتے تھے کہ کوئی شکار کرے اور آپ کے پاس لایا جائے اور آپ نوش فرمائیں۔ اور جب گوشت کھاتے تو اپنے سر مبارک کو اس کی طرف نیچے جھکاتے نہیں تھے، بلکہ اس کو اپنے منہ کی طرف اونچا کرتے پھر اسے دانتوں سے توڑتے۔

## گھی اور پنیر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پنیر اور گھی نوش فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری میں سے اس کا شانہ اور دستہ پسند فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستہ کا گوشت تمام گوشتوں میں زیادہ محبوب تو نہیں تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کبھی کبھار میسر آتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ جلدی لایا جاتا تھا اس لئے کہ یہ آسانی سے پک جاتا تھا۔

## عجوہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکی ہوئی دیگچی میں سے کدو پسند فرماتے اور کھجور میں سے عجوہ پسند فرماتے۔ اور عجوہ کے بارے میں برکت کی دعا فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عجوہ جنت میں سے ہے اور یہ زہر اور جادو سے شفا دینے والا ہے۔

## سبزیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبزیوں میں سے ھِندباء اور شُمرہ اور دِجلہ کو پسند فرماتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری میں سے سات چیزیں نوش نہیں فرماتے تھے۔ نر کا ذکر اور خصیے اور حیا یعنی مادہ کی شرمگاہ، اور خون اور مثانہ اور پِتّہ اور غدود۔ اور اپنے علاوہ کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا کھانا ناپسند فرماتے تھے۔

## بدبودار غذائیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لہسن نہیں کھاتے تھے اور نہ پیاز اور گندنا کھاتے، لیکن کسی کھانے کی چیز کو برا نہیں بتلاتے تھے۔

## متاع دنیا میں سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ’غراء‘ نامی ایک بڑا پیالہ تھا جس کے چار کڑے تھے جس کو چار آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ اور اناج ناپنے کا صاع تھا، اور اسی کام کے لئے ایک مد تھا، اور چار پائی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک چوکور کھلا ہوا برتن تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ اور کنگھی اور دو قینچیاں اور مسواک رکھتے تھے۔

## حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور بکریاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلک میں استعمال کے لئے دی ہوئی بکریاں تھیں جنہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ چرایا کرتی تھیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلی اور گوہ ناپسند تھا لیکن اسے بھی حرام نہیں فرماتے تھے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کو اپنی انگلی مبارک سے چاٹ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ

کھانے میں سے جو آخری حصہ رہ جائے وہ سب سے زیادہ برکت والا ہوتا ہے۔

## انگلیاں چاٹنا سنت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں مبارک اتنی چاٹتے کہ وہ سرخ ہو جاتیں۔

## چاٹنے میں حکمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ تولیہ سے نہیں پونچھتے تھے جب تک کہ اپنی انگلیاں ایک ایک کر کے چاٹ نہ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کونسی انگلی میں برکت ہے۔

## گوشت کی بو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گوشت اور روٹی کھاتے تو اسی موقع پر اچھی طرح ہاتھ دھوتے، پھر بقیہ پانی سے اپنے چہرہ انور کو پونچھ لیتے۔

## مفردات پسند تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں سانس نہیں لیتے تھے بلکہ اسے تھوڑا دور فرما دیتے، پھر سانس لیتے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں دودھ اور شہد ملا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پینے سے انکار فرمایا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزیں ایک ہی پینے کی چیز میں ملا دیں اور دو سالن ایک ہی برتن میں ملا دئے؟ پھر فرمایا کہ میں اسے حرام نہیں کہتا لیکن مجھے فخر ناپسند ہے اور زائد دنیا کا حساب ناپسند ہے۔ اور میں میرے رب عز و جل کے سامنے تواضع کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ 'من تواضع للّٰہ رفعه' جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے، اللہ اسے بلند فرماتے ہیں۔

## کس درجہ باحیاء!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوان لڑکی سے بھی زیادہ اپنے گھر میں حیاء کے ساتھ رہتے تھے، نہ ان سے کسی کھانے کی چیز کا سوال فرماتے، نہ ان کے سامنے کسی کھانے کی چیز کی اشتہاء جتاتے۔ وہ آپ کو کھلاتے تو آپ کھالیتے، جو آپ کو دیتے آپ قبول فرماتے اگر چہ وہ معمولی سی چیز ہو۔

## اپنی خدمت آپ

اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس خود کھڑے ہوکر کھانے اور پینے کی چیزیں لیتے۔

## عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اپنا عمامہ اپنے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے، کبھی دونوں کناروں کو ملا کر جوڑ دیتے تھے، کبھی شملہ نہ چھوڑتے۔

## جبہ وقبا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین پہنچے تک ہوتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا بھی پہنی، اور اپنے سفر میں تنگ آستین والا جبہ بھی پہنا۔

## چادر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کی لمبائی چھ ذراع، چھ ہاتھ لمبی، اور تین ذراع اور ایک بالشت چوڑی ہوتی تھی۔

## لنگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی تھی۔

## سرخ لکیریں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چادر پہنی ہے کہ جس میں سرخ دھاری، سرخ خطوط، سرخ لکیر، سرخ دھاریاں تھیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو خالص سرخ رنگ کا کپڑا پہننے سے منع فرماتے تھے۔

## پائجامہ۔ چپل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پائجامے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چپل پہنی ہے جس کا نام 'طاسومہ' تھا۔

## سبز چادریں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو سبز چادریں تھیں جن میں سرخ لکیریں تھیں۔

## انگوٹھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنتے اور اس کا نگ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

## طیلسان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی چادر کو سر پر ڈال لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے اور یہ وہی ہے جسے عرف میں طیلسان کہا جاتا ہے۔

## سوتی لباس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس اور آپ کے صحابہ کرام کا لباس اکثر قطن کا ہوتا تھا۔

## عمامہ محنکہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات عمامہ کو گردن کے نیچے سے اوپر لے جا کر باندھتے تھے۔

## کالی کملی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کی کالے رنگ کی کملی بھی اوڑھی ہے۔ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوف کی چادر جسم پر ڈالی، لیکن بھیڑ کی بدبو محسوس فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسے ہٹا دیا۔

## خوشبو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمدہ خوشبو پسند تھی۔

## کلیجی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلیجی جو بھنی ہوئی ہوتی، اسے نوش فرماتے تھے۔

## ایک سو بکریاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ کی بکریاں تھیں جس کا دودھ کھانے میں استعمال فرماتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں ایک سو سے زیادہ ہوں، اور ایک سو سے زائد ہو جاتیں تو زائد کو ذبح کروا لیتے۔

## خرید و فروخت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیچتے بھی تھے اور خریدتے بھی تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

خریدنا زیادہ رہا۔

## بکریاں چَرائی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے بکریاں چَرانے کی مزدوری بھی فرمائی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کے لئے اجرت پر سفر بھی فرمایا۔

## قرض

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہن رکھ کر بھی قرض لیا اور رہن رکھے بغیر بھی قرض لیا۔

## عاریۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاریۃً مانگی ہوئی چیزیں لے کر بھی استعمال فرماتے۔

## ضمانت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے ضامن بھی ہوئے۔

## وقف زمین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں جو زمین تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف فرمائی۔

## سفارش

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا کے شوہر مغیث رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے سفارش بھی فرمائی تا کہ وہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے پاس واپس چلی جائیں، لیکن حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول نہیں فرمائی، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ان پر ناراض ہوئے نہ ان پر عتاب فرمایا۔

## قسم کھانا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَسّی (۸۰) سے زیادہ مواقع میں حلف اٹھائی اور قسم کھائی، اور تین آیتوں میں اللہ تبارک وتعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھانے کا حکم فرمایا۔ ارشادِ باری تعالی ہے 'قل ای و ربی' ۔اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! یوں فرمادیجئے جی ہاں! میرے رب کی قسم ۔ایک آیت میں ارشاد فرمایا 'قل بلیٰ و ربی لتأتینّکم' میرے محبوب! فرمادیجئے کہ کیوں نہیں میرے رب کی قسم! وہ تم پر ضرور آئے گی۔ اور ایک آیت میں حق تعالی کا ارشاد ہے 'قل بلیٰ و ربی لتُبْعَثُنّ' فرمادیجئے کہ کیوں نہیں میرے رب کی قسم! تم ضرور قبروں سے زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے۔

## قسم کا کفارہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قسم میں کبھی استثناء فرماتے، کبھی اس کا کفارہ اداء فرماتے، اور کبھی اس میں چلتے رہتے۔

## شعراء کو انعام

بعض شعراء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس پر بدلہ عطا فرمایا، لیکن دوسروں کو بدلہ دینے سے ایسے موقعہ پر منع فرمایا، بلکہ حکم فرمایا کہ تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ماردو۔

## پہلوان سے مقابلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُکانہ پہلوان کو پچھاڑ دیا۔

## جوؤں کی صفائی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں میں بذات خود جوئیں تلاش فرماتے۔

## چلنے کا انداز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے اچھی چال والے تھے اور ان میں سب سے زیادہ تیز چلنے والے تھے گویا کہ تیزی کئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں۔

## میرے ساتھ چلو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے چلتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے پیچھے رہتے اور فرماتے کہ میرے پیچھے کی جگہ ملائکہ کے لئے چھوڑ دو۔

## ساقہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کوئی ساقہ پر ہوتا، کسی وجہ سے سفر میں جو پیچھے رہ گئے ہوں، ان کو اپنا ردیف بنا کر لاتے۔

## گورے بدن پر سبز لباس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سندس اُخضر کی سبز قبا تھی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے تھے، پھر اس کا سبز رنگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گورے گورے رنگ کے ساتھ بڑا بھلا معلوم ہوتا تھا۔

## لنگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام لباس دونوں ٹخنوں سے اوپر رہتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک اس سے بھی اوپر نصف ساق پر رہتی۔

## کرتہ کے بٹن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے بٹن بند رہتے اور کبھی نماز وغیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم اسے کھلا بھی رکھتے۔

## چادر میں نماز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زعفران سے رنگی ہوئی ایک چادر تھی۔کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کبھی اس بڑی چادر میں نماز پڑھاتے اور کبھی کساء اونی چادر میں نماز پڑھاتے اس حال میں کہ اس کے علاوہ اور کوئی لباس آپ پر نہیں ہوتا تھا۔

## چادر میں پیوند

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیوند لگی ہوئی اونی چادر تھی جسے آپ پہنتے اور فرماتے کہ میں تو صرف خدا کا عاجز بندہ ہوں۔

## زائد جوڑا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (جمعہ کی نماز کے لئے) دوسرے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے تھے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا لنگی پہنتے، اس لنگی کے علاوہ کوئی چیز آپ پر نہیں ہوتی تھی۔ اس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم باندھ لیتے، گرہ لگا لیتے۔اسی انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازوں پر امامت فرمائی ہے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لنگی میں نماز پڑھاتے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے مباشرت فرمائی ہو۔

## چادر آدھی آدھی

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی ازار میں رات کو نماز پڑھتے اس طرح کہ اس چادر کا کچھ

حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر ہوتا اور بقیہ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی پر اوڑھائے رکھتے۔

## کالی کملی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کالی اونی چادر تھی۔ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب فرمائی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عنایت فرمادی۔

## مہر والی انگوٹھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے ذریعہ خطوط پر مہر لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ '**الختم علی الکتاب خیر من التھمۃ**' کہ کتاب پر مہر لگا کر بھیجنا یہ تہمت سے بہتر ہے۔

## یاد دلانے والی گرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات نکلتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں کسی چیز کو یاد رکھنے کی نشانی کے طور پر دھاگہ بندھا ہوا ہوتا۔

## ٹوپیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپیاں پہنتے،عمامہ کے نیچے اور عمامہ کے بغیر بھی،اور کبھی اپنے سر سے ٹوپی اتارتے، پھر اسے اپنے سامنے سترہ کے طور پر رکھ لیتے، پھر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

## عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمامہ تھا جس کا نام 'سحاب' تھا، وہ عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمادیا تھا،تو کبھی کبھی وہ پہن کر حضرت علی کرم

اللہ وجہہ باہر نکلتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ **اتاکم علی فی السحاب** کہ علی سحاب عمامہ میں سج کر تمہارے سامنے آ گئے۔

## چمڑے کا بستر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چمڑے کا بستر تھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، جس کی لمبائی دو ذراع یا اس کے قریب تھی اور اس کی چوڑائی ایک ہاتھ اور ایک بالشت یا اس کے مانند تھی۔

## عباء ہی بستر بھی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عباء تھی جو آپ کے نیچے بچھائی جاتی تھی، جہاں آپ تشریف لے جاتے اسے آپ کے نیچے دوہرا بچھا دیا جاتا تھا۔ اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا چٹائی پر سو جاتے، چٹائی کے علاوہ کوئی چیز آپ کے نیچے نہیں ہوتی تھی۔

## مٹی کا برتن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضوء کے پانی کے لئے مٹی کا ایک برتن تھا جس میں آپ وضوء فرماتے تھے اور جس سے پیتے تھے اور صحابۂ کرام اپنے سمجھدار چھوٹے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتے تھے، پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پہنچتے تو انہیں دھکا دے کر واپس نہیں کیا جاتا تھا۔ پھر وہ بچے وضوء کے اس برتن میں پانی پاتے تو اس میں سے پی لیتے اور اپنے چہروں پر اور اپنے بدن پر برکت کے طور پر یہ پانی مَل دیتے۔

## برکت والا پانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھتے تو مدینہ منورہ کے گھروں سے خادم، اپنے برتن میں پانی لے کر حاضر ہوتے، تو جو برتن بھی وہ لے کر آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا

دست مبارک اس میں ڈبوتے۔ کبھی وہ سخت ٹھنڈی والی صبح میں آتے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس میں برکت کے لئے ڈبوتے۔

## لعاب مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے نہیں تھے مگر وہ آپ کے صحابۂ کرام میں سے کسی کے ہاتھ میں پہنچ جاتا، پھر اسے وہ اپنے چہرے اور اپنے بدن پر مل لیتا۔

## وضوء کا پانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء فرماتے تو ایسا منظر ہوتا کہ شاید صحابہ کرام آپ کے وضوء کے پانی پر لڑ پڑیں گے، اور جب آپ بولتے تو آپ کے سامنے صحابۂ کرام اپنی آوازیں پست کردیتے، اور صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نظر اٹھا کر دیکھتے نہیں تھے۔

## موذی کے لئے دعاء رحمت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی ایذاء پہنچاتا تو آپ اس سے اعراض فرماتے اور فرماتے کہ میرے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) پر اللہ رحم فرمائے کہ اس سے زیادہ انہیں ایذاء پہنچائی گئی تھی، پھر بھی انہوں نے صبر کیا۔

## قلب نازک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات فرماتے کہ تم میرے صحابہ کے متعلق مجھ تک صرف اچھی باتیں پہنچاؤ، اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان کی طرف سے سلیم الصدر ہونے کی حالت میں نکلوں۔

## عفو در گذر

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو دیکھتے کہ وہ کوئی نالائقی کی حرکت کر رہا ہے جو کسی کے بھی شایان شان نہیں ہے، تو فوراً اس پر نکیر فرماتے اور نہایت نرمی سے اسے ادب سکھاتے۔

ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوئے، مسجد میں پیشاب کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے اس کی طرف لپکنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا پیشاب بند مت کرو، پھر اس اعرابی سے فرمایا کہ یہ مسجدیں گندگی اور پیشاب اور استنجاء میں سے کسی کے مناسب نہیں۔

## بغیر زین کے سواری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زین لگے ہوئے دراز گوش پر سواری فرماتے، اس حال میں کہ اس پر گدڑی پڑی ہوئی ہوتی۔

## بچوں کے ساتھ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر گزرتے انہیں سلام فرماتے، پھر ان کے ساتھ ہنسی مذاق فرماتے۔

## آمنہ کا لال صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے ڈرنے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اطمینان رکھو، میں کوئی بادشاہ نہیں، میں تو صرف قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سکھایا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

## چبوترہ پھر منبر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرماتے گویا کہ آپ ان میں سے ایک ہیں، پھر اجنبی آدمی آتا تو اسے معلوم نہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونسے ہیں جب تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال نہ کرتا۔

اسی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے درخواست کی کہ آپ ایسی جگہ پر تشریف فرما ہوں کہ اجنبی آپ کو پہچان سکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو تم چاہو کرلو، پھر انہوں نے ایک مٹی کا چبوترا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔

## سادگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوان پر نہیں کھاتے تھے اور نہ چھوٹے چھوٹے خوشنما برتنوں میں کھاتے تھے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔

## صحابہ کے درمیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صحابۂ کرام میں سے کوئی بھی بلاتا تو آپ فرماتے لبّیک۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو ان میں سے ایک کی طرح ہوتے۔ پھر اگر وہ آخرت کے بارے میں کلام کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شریک کلام ہوجاتے، اور اگر وہ کسی کھانے پینے کی چیز کے بارے میں گفتگو کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ شریکِ گفتگو ہوتے، اور اگر وہ دنیوی امور کی باتیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر شفقت فرماتے ہوئے اور ان کے ساتھ تواضع فرماتے ہوئے ان کا ساتھ دیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام اشعار گاتے

اور جاہلیت کے امور میں سے کسی چیز کا تذکرہ فرماتے اور وہ ہنستے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسّم فرماتے جب وہ ہنستے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سوائے حرام کے کسی چیز پر ڈانٹتے نہیں تھے۔

## ازواج مطہرات کے درمیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہترین تھی، بہت اچھی معاشرت اور بہت اچھے عمدہ اخلاق سے بھر پور ہوتی تھی۔

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کی خواہش کرتیں جس میں ممانعت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس خواہش کو پورا فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ساتھ دیتے تھے۔

## برتن اور ہڈی میں ہونٹ کہاں رکھے تھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی برتن میں سے پیتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لیتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جہاں منہ رکھا ہوتا اسی جگہ پر اپنا منہ مبارک رکھ کر پیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی چوسی ہوئی ہڈّی کو لے کر اسی جگہ سے چوستے۔

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ٹیک لگاتے اور قرآن پڑھتے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک ان کی گود میں ہوتا ایسے وقت میں کہ وہ حیض کے ایام میں ہوتیں۔

## میں پہلے۔۔۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ سے باہر نکلنے کے لئے ایک مرتبہ ایک دوسرے کو دھکا دے رہے تھے۔

## روزانہ زیارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھتے تو اپنی ازواج مطہرات کے یہاں ایک چکر لگاتے، پھر انہیں چھوئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قریب ہو کر تشریف فرما ہوتے اور ان کے احوال معلوم فرماتے۔ پھر جب رات آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اُم المؤمنین کے یہاں جن کی باری ہوتی تشریف لے جاتے اور ان کے یہاں رات گزارتے۔

## غسل کب؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج مطہرات سے شروع رات میں یا آخری رات میں جماع فرماتے تو کبھی غسل فرما کر پھر سوتے اور کبھی وضوء فرما کر سوتے۔ اور جب اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے یہاں جماع کے لئے تشریف لے جاتے تو ان تمام سے جماع کے بعد ایک ہی غسل پر اکتفاء فرماتے۔

## واپسی از سفر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو اچانک اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت نہ پہنچ جاتے۔

## ردیف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسفار میں اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو اپنے پیچھے ردیف بناتے تھے۔

## زعفرانی چادر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک زعفران سے رنگی ہوئی چادر تھی جو آپ کے ساتھ لے جائی جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے حجروں میں، پھر جن ام المؤمنین کی باری ہوتی وہ اس پر پانی چھڑکتیں جس سے زعفران کی خوشبو پھوٹنے لگتی، پھر اسی چادر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ام المؤمنین کے ساتھ استراحت فرماتے۔

## ازواج مطہرات کا فکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے فرماتے تھے کہ میرے بعد تمہارا معاملہ مجھے غمگین کرنے والی چیزوں میں سے ہے اور تم پر صبر کرنے والوں کے سوا ہرگز کوئی صبر نہیں کرے گا۔

## ازواج مطہرات آپس میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کی تعریف فرماتے اس کی سوکنوں کی موجودگی میں، تو جب کوئی ام المؤمنین اپنی سوکن کو برائی کے ساتھ یاد فرماتیں، تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غصہ ہوجاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے بال غصہ کی وجہ سے حرکت کرنے لگتے، اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوکن سے فرماتے کہ تم بھی جیسا اس نے تمہیں برا بھلا کہا ہے تم بھی بدلہ لے لو، اور بسا اوقات انہیں صبر کا حکم فر ماتے۔

## سبحان اللہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کی طرف سے بہت زیادہ غیرت محسوس فرماتے تو ارشاد فرماتے 'سبحان اللّٰہ! ان الغیرۃ لا تبصر اسفل الوادی

من أعلی، سبحان اللہ! غیرت وادی کا اونچ نیچ نہیں دیکھتی۔

## ہنسی دل لگی چھیڑ چھاڑ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے کے ساتھ دل لگی فرماتیں یہاں تک کہ ان میں سے ایک دوسرے کے چہرے پر کھانا مل دیتی تھیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ منظر دیکھ کر مسکراتے۔

## غیرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو ان کی غیرت کے بارے میں معذور قرار دیتے۔
(حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا لایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئیں اور برتن توڑ دیا جس کی وجہ سے کھانا فرش پر پھیل گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر برتن میں کھانا جمع فرمانے لگے اور فرمانے لگے کہ **غارت أمکم** تمہاری ماں کو غیرت آگئی۔ دو مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کا برتن لے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں لے جانے کے لئے عنایت فرمادیا۔)
غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ **لا تعد و لا تحصیٰ** ہیں اور ہم اسی قدر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

## حلیہ شریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ بلند قامت تھے اور نہ بالکل پستہ قد تھے بلکہ اونچے ہونے کی طرف آپ کو منسوب کیا جاتا ہے جب آپ تنہا چلتے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اونچے آدمی کے ساتھ چلتے تھے تو اس کے برابر معلوم ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ساری خیر درمیانی قامت میں رکھی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشنما رنگ والے تھے، گندم گوں رنگ نہیں تھا، نہ بہت زیادہ سفید رنگ والے تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشنما رنگ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفیدی کے ساتھ سرخی ملی ہوئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک پھوٹنے والے مشک سے بھی زیادہ، خالص مشک سے بھی زیادہ عمدہ خوشبو والا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں تک لٹکتے تھے اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں کی لَو تک ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے سفید بال سر مبارک میں اور داڑھی مبارک میں سترہ یا اس کے قریب تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور ناراضگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورتی کی وجہ سے چہرۂ انور میں معلوم ہو جایا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر تین شکنیں تھیں، ان میں سے ایک کو لنگی مبارک ڈھانپ لیا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو ایسی تھی جیسا کے عطّار کے ہاتھ کی خوشبو ہو، چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔ مصافحہ کرنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست مبارک کی خوشبو سارا دن اپنے ہاتھ میں پاتا۔ اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بچے کے ہاتھ پر اپنا دست مبارک رکھتے یا اس کے سر پر رکھتے تو اس خوشبو کی وجہ سے وہ بچہ تمام بچوں میں پہچان لیا جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم موٹاپے میں معتدل جسم والے تھے، لیکن آخر عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک تھوڑا سا بڑھ گیا تھا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت آپس

میں اچھی طرح گٹھا ہوا تھا، پہلی جسامت پر یہ موٹاپا مؤثر ہونے کے قریب بھی نہیں پہنچا تھا۔

**صلی اللّٰہ علیہ و سلم و علی آلہ و اصحابہ و ذریتہ و التابعین لھم باحسان اِلی یوم الدین و الحمد للّٰہ رب العالمین۔**

# آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات

## اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ مطہرۃ اُم المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس برس کی عمر میں ان سے نکاح فرمایا اور ہجرت سے تین سال قبل آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح میں آنے سے پہلے عتیق بن عابد بن عبد اللہ کے نکاح میں تھیں جن سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت عبد اللہ ہیں۔

عتیق بن عابد کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو ہالہ سے ہوا جن کا نام ہند بن زرارہ تھا۔ ان سے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی، ایک بیٹے کا نام ہند اور دوسرے کا حارث اور بیٹی کا نام زینب تھا۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہ احد میں شریک ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بصرہ میں سکونت پذیر تھے، جن سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ دوسرے بیٹے حارث کو رکن یمانی کے پاس کسی کافر نے قتل کردیا تھا۔

## اُم المؤمنین حضرت سودۃ رضی اللہ تعالی عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنے چچا زاد بھائی سکران ابن عمرو کے نکاح میں تھیں اور سکران کی وفات کے بعد حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح فرمایا۔

## اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واحد زوجہ مطہرہ ہیں کہ جو کنواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی ہیں، ورنہ ان کے سوا بقیہ ازواج مطہرات میں کسی باکرہ کنواری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ان کی عمر چھ برس تھی اور ہجرت کے سات مہینے کے بعد شوال میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی جب کہ ان کی عمر نو برس تھی۔

اور نو برس اور پانچ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ رہ سکیں پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم اس جہاں سے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سن اٹھاون ہجری ۵۸ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہے۔

## ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دو سال اور چند ماہ

بعد نکاح فرمایا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خنیس بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ جب سابق شوہر کی وفات ہوگئی اس کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن پینتالیس ہجری ۴۵ھ میں ہے۔ امیرِ مدینہ مروان نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

## ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالی عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبیدۃ بن حارث بن عبد المطلب کے نکاح میں تھیں، جو بدر میں شہید ہوئے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں شامل ہونے کے دو ماہ کے بعد ہی ہوگئی تھی۔

## ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا

آپ کا نام ہند بنت اُمیۃ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آنے سے پہلے ابو سلمہ عبد اللہ مخزومی کے نکاح میں تھیں، جن سے کئی ایک اولاد ان کو ہوئیں: عمر، سلمہ، درہ اور زینب۔

تمام ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سب سے آخر میں ہے۔ سن انسٹھ ہجری ۵۹ھ میں ام سلمہ کی وفات ہے۔

## ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالی عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہوئی،

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ خلافت میں وفات ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح خود حق تعالی نے عرش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور قرآن کریم میں آیت اتاری 'فلما قضیٰ زید منها وطرًا زوّجنا کها'۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ خلافت میں جب فتوحات ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حصہ ان کے یہاں بھیجا، تو یہ مال دولت دیکھ کر رونے لگیں اور چیخ اور پکار کے ساتھ آہ وواویلا کر رہی تھیں، اور اسی آہ و بکا میں حق تعالی شانہ سے یہ دعا کی کہ اے خدا! تو مجھے اپنے پاس بلا لے کہ میں آئندہ سال تک زندہ نہ رہوں تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلیل دنیا پر جس طرح میں نے گزارہ کیا، اسی حال میں میں زندگی گزار کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں۔ چنانچہ وہ سال پورا ہونے سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔

## ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے پہلے وہ اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن جحش اسدی کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الأول سن چھپن ہجری ۵۶ھ میں ہے اور مروان نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی ہے۔

## ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا

آپ کا اسم گرامی رملہ ہے۔ بعضوں نے ہند بتایا ہے۔ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔

صلح حدیبیہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عبید اللہ بن جحش اسدی کے نکاح میں تھیں۔ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے، پھر وہیں مرتد ہو کر مر گئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ کے قیام

میں نجاشی کی وکالت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور نجاشی نے مہر اپنی طرف سے چار سو دینار سونا ادا فرمایا، اور اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ خلافت میں سن چوالیس ہجری ۴۴ھ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہے۔

## ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

بنو النضیر میں سے ہیں اور اللہ کے پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ نکاح میں آنے سے پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں۔ اور سن پچاس ۵۰ھ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی ہے۔

## ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

آپ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابوہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حویطب بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں۔

امہات المؤمنین میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ عمرۃ القضاء میں مکہ مکرمہ میں احرام سے حلال ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور سَرِف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ زفاف میں قیام فرمایا۔ اور سَرف ہی میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں آپ کی قبر ہے۔

## (۲)

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

**قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق، وقال تعالیٰ وانہ لتنزیل رب العالمین، نزل بہ الروح الامین، وقال تعالیٰ 'انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین'، وقال تعالیٰ 'شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن'، وقال تعالیٰ'انا انزلناہ فی لیلۃ القدر'۔**

# امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآن کریم کی دولت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت کے مطابق وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان سے بڑھ کر کوئی نعمت امت محمدیہ کو اور انسانیت کو نہیں دی گئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی اور قرآن عظیم کی نعمت۔ یہ دو سب سے بڑی نعمتیں اس امت کو عطا کی گئیں۔

## نزول قرآن

اورقرآن عظیم حق تعالیٰ شانہ نے ماہ مبارک میں ہمیں دیا۔ اسی لئے ارشادفرمایا ہے کہ 'شھر رمضان الذی انز ل فیہ القرآن ' اوردوسری جگہ ارشادفرمایا'انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ'، تیسری جگہ فرمایا کہ 'انا انزلناہ فی لیلۃ القدر'۔شھر رمضان الذی میں مہینہ بیان کیا گیا۔

اور باقی دونوں آیتوں میں بتایا گیا کہ یہ قرآن کریم رات میں نازل ہوا اور رات بھی کونسی؟ بڑی مبارک، لیلۃ القدر کی رات۔ شب قدر میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا، پھر بتدریج آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا ۲۳؍سال میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل کیا گیا۔

حدیث پاک میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے تمام صحیفے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ اور حضرت عیسیٰ پر انجیل اور حضرت داؤدعلیہ الصلوۃ والسلام پر زبور، ان تمام کا نزول ماہ مبارک میں ہوا۔

یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ یہ چوبیسویں شب تھی کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر مکمل قرآن ایک ساتھ اتارا گیا کہ شب قدر میں ایک مرتبہ سارا کا سارا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک ساتھ اتارا گیا، پھر اسی شب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا نزول شروع ہوا اور تئیس سال کی مدت میں تمام ہوا۔

## قرآن کی سند

یہ قرآن کریم جبرائیل امین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر آتے رہے اس کو یہاں فرمایا کہ 'قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق'۔ کہ یہ کلام جبرئیل امین حق تعالیٰ کی طرف سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر آتے ہیں۔ اسی کو بطور سند کے کئی واسطوں کو

ایک آیت میں بیان کیا گیا۔ **وانہ لتنزیل رب العالمین، نزل به الروح الامین علی قلبک** ‘ کہ یہ کلام حق تعالیٰ شانہ کا ہے اور حق تعالیٰ شانہ سے جبرئیل لیتے ہیں اور وہاں سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب تک پہنچاتے ہیں۔

اسی لئے جب جبرئیل امین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر اس کو دہرانے کی کوشش فرماتے تاکہ بھول نہ جائیں، اس پر ارشاد فرمایا۔ ’**لاتحرک به لسانک لتعجل به، ان علینا جمعه وقرانه**‘ کہ اللہ کے پیغمبر! آپ اس کو دہرانے میں جلدی نہ کریں۔ ’**ان علینا جمعه وقرانه**‘۔ ہم اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اتارتے ہیں وہاں یہ جمع رہے گا پھر آپ اس کو ہمیشہ پڑھتے رہیں گے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا یہاں بھی ذکر۔ **وانه لتنزیل رب العالمین علیٰ قلبک** ‘ کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے روح الامین آپ کے قلب پر اس کو نازل فرماتے ہیں۔

اور جبرئیل امین کون ہیں؟ اس کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ ’**انه لقول رسول کریم، ذی قوۃ عند ذی العرش مکین، مطاع ثم امین**‘۔ کہ یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے جو فرشتہ قوت والا ہے، مالکِ عرش کے نزدیک مرتبہ والا ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس کا کہا مانا جاتا ہے، امانت دار ہے۔ **مطاع ثم امین**۔ کہ وہاں اس کا کہا مانا جاتا ہے کہ تمام فرشتے اس کی اطاعت کے تحت میں ہیں اور اس کا کہا ماننا ان پر فرض ہے۔

اور یہ فرشتہ جبرئیل کون ہے؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کسی طرح کی کوئی پہچاننے میں غلطی کا امکان نہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ’**ولقد راٰه بالافق المبین**‘ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ جبرئیل امین اپنی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے، اس وقت آسمان ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک ان کے

وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ منظر غیر معمولی تھا، انتہائی مہیب منظر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بشریت کی بنا پر گھبراہٹ اور خوف طاری ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا کہ 'یآ ایھا المدثر قم فأنذر وربک فکبر' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھ کر سو گئے، لیٹ گئے، تو فرمایا گیا کہ نہیں آپ اٹھ جائیں، گھبرائیں نہیں۔

اس طرح جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن لے کر آتے رہیں۔ **انانحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا** ۔ کہ ہم نے قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے آپ پر اتارا ہے۔ **وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلا**۔ اس مصلحت سے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ٹھہر ٹھہر کر تھوڑا تھوڑا انہیں سنائیں تا کہ انہیں بھی یاد رہے۔ یہ اس طرح ۲۳ رتیئس برس کی مدت میں آقائے نامدار، فخر کائنات سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن مکمل ہوا۔

مکہ والوں کو اس کا پتہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں ایک حرف نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا جانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا فصیح و بلیغ کلام ہمیں سنا رہے ہیں، جو بھی اس قرآن کو سنتا، چاہے وہ کتنا کس طرح کا وہ معاند نہ رہا ہو ہر ایک پر اس کا اثر ہوتا۔

## تلاوت کا اثر

خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی قرآن کریم کا اثر کس طرح ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اچھا مجھے قرآن سناؤ۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! آپ پر تو قرآن نازل ہوا میں آپ کو سناؤں؟ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا سننے کو دل چاہتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ نساء پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے جب آپ رضی اللہ عنہ اس آیت پر پہنچتے ہیں '**فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی**

**ھٰؤلاء شھیدا** ' کہ اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت میں سے گواہ کو حاضر کریں گے اور ان لوگوں پر گواہی کے لئے آپ کو ہم بلائیں گے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کا اشارہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو مسلسل رواں ہیں اور رو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ٹھہرنے کا، تلاوت موقوف کرنے کا اشارہ فرما رہے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت سریلی آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرأت سن کر فرمانے لگے '**لقد أعطیت مزمارا من مزامیر آل داؤد** ' کہ ابوموسیٰ! جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت فرماتے تھے اس میں جس قدر تاثیر تھی کہ آپ کے ساتھ پہاڑ تلاوت کرنے لگتے، پرندے تلاوت کرنے لگتے، اس طرح کی قوت تاثیر والی سریلی آواز تمہیں عطا کی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت سالم کی قرأت سن کر دیر تک کھڑے سنتے رہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ضعفائے مہاجرین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اس جماعت کا حال یہ تھا کہ بدن ڈھانپنے کیلئے ان کے پاس کپڑا تک نہیں تھا اور اپنا ستر چھپانے کیلئے ہر شخص دوسرے کی اوٹ لینے کی کوشش کرتا تاکہ اس کا ستر کوئی نہ دیکھ پائے اور یہ ساری جماعت بیٹھی ہوئی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے قرآن سن رہی تھی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور صحابی رضی اللہ عنہ نے تلاوت موقوف کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل قریب تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا کہ قرآن سن رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کی ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تلاوت سننے کیلئے تشریف فرما ہوگئے۔

## کلام اللہ کا اثر ملائکہ پر

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ خوف والے، سب سے زیادہ قوی دل رکھنے والے، تو جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا اثر ہوتا تھا تو اور مخلوق کا کیا پوچھنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فی من عنده'۔ کوئی بھی جماعت اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی، اللہ کے کلام کی تلاوت کرتی ہو، اس کا آپس میں ورد کرتی ہو تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، رحمت نازل ہوتی ہے اور ملائکہ اس تلاوت سے اتنا متأثر ہوتے ہیں کہ 'حفتهم الملائکة' ملائکہ آسمانوں سے اتر پڑتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور پھر اس مجلس کا اور مجلس والوں کا تذکرہ عرش پر ہوتا ہے۔ وذکرهم الله فیمن عنده ۔ کہ حق تعالیٰ شانہ جو عرش کے اٹھانے والے ملائکہ تو ان کے سامنے اس جماعت کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

## گھوڑے پر اثر

ملائکہ کا یہ حال ہے تو دیگر مخلوق پر کتنا اثر ہوگا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک رات سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا۔ قریب ہی میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا میں تو پڑھے جا رہا ہوں، اچانک دیکھا کہ وہ اچھل رہا ہے کود رہا ہے۔ میں نے یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یہ کیوں اچھل رہا ہے تلاوت موقوف کر دی۔ اب اس کا پیروں کو پٹخنا، اچھلنا، کودنا بند ہوگیا۔ پھر پڑھنا شروع کر دیا تو پھر گھوڑے کی وہی حالت ہوگئی۔ کہنے

لگے کہ گھوڑے کے قریب میرا بیٹا یحییٰ لیٹا ہوا تھا، اس کو چوٹ نہ لگ جائے تو میں نے اس خیال سے تلاوت موقوف کر دی۔ اسکے بعد جب میری نگاہ آسمان کی طرف گئی تو مجھے ابر کا ایک ٹکڑا نظر آیا اس ابر کے ٹکڑے میں دیکھ رہا ہوں کہ جس طرح جھومر لٹکا ہوا ہو جس میں قمقمے اور چراغ جلے ہوئے ہیں۔

## ملائکہ پر قرآن کا اثر

میں نے صبح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آج اس طرح کا منظر دیکھا، یہ سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتے تھے جو تمہاری قرأت سننے کیلئے تمہارے قریب آ گئے تھے، ان کو دیکھ کر گھوڑا بدک رہا تھا، اچھل رہا تھا۔ اگر تم اسی طرح پڑھتے رہتے اور صبح ہو جاتی تب بھی ملائکہ تلاوت کو اسی طرح سنتے رہتے اور دنیا دیکھتی کہ ملائکہ آپ کا قرآن سن رہے ہیں۔ یہ تو تلاوت کلام اللہ کا اثر ملائکہ پر ہے۔

## جنات پر کلام اللہ کا اثر

دوسری مخلوقات پر قرآن کریم کا اثر؟ جنات کتنے متاثر ہوتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت سن کر۔ قرآن کریم میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ جن میں جنات کے قرآن سننے کا ذکر ہے اور ایک دوسری سورت (سورۃ احقاف) میں بھی 'واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا أنصتوا فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین'۔ کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس واقعہ کو بیان کیجئے کہ جب ہم نے جناتوں کی ایک جماعت کو آپ کی جانب بھیجا اور وہ قرآن سننے لگے۔ جب وہ قرآن کی تلاوت آپ کے پاس سن رہے تھے تو آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ! خاموشی کے ساتھ اسے سنتے رہے۔ جب تلاوت ختم ہوئی تو جلدی سے بھاگ کر اپنی قوم کو جا کر

بتلانے لگے کہ ہم نے آج اس طرح کا عجیب وغریب قرآن سنا۔

سورۃ جن میں ہے **'انا سمعنا قرآنا عجبا، یهدی الی الرشد'**۔ان سے جا کر کر کہتے ہیں کہ ہم نے آج بڑا عجیب وغریب قرآن سنا۔فآمنا بہ۔اوراس قرآن نے ان جناتوں پر اتنا اثر کیا کہ جیسے ہی سنا، آقا کی زبان پاک سے **'فآمنا به'** کہ ہم اس قرآن کوسن کراس کلام پر ایمان لے آئے۔قرآن جنات پر اثر دکھاتا ہے، گھوڑوں پر اثر کرتا ہے، فرشتوں پر اثرانداز ہے۔

## نجاشی کے دربار میں

اب انسانوں کے متعلق سنئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوحبشہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا اور وہ ہجرت کر کے حبشہ پہنچے ہیں تو اب شاہِ حبشہ نجاشی اس جماعت سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری جماعت میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کون ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی یہ عرض کرتے ہیں کہ 'میں ہوں'۔ میں ان کا ابن عم ہوں، چچا زاد بھائی ہوں۔ چنانچہ انہیں اپنے قریب کر کے سوال کرتے ہیں کہ تمہارے نبی پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہے؟ عرض کیا جی ہاں، کتاب نازل ہوئی ہے۔

نجاشی نے عرض کیا صحابی رضی اللہ عنہ سے کہ اچھا ہمیں اس کا کوئی حصہ سناؤ۔چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سورہ مریم کی آیات تلاوت فرماتے رہے۔اس وقت سننے والوں کا عجیب حال ہوگیا، سورۃ مریم سن کر نجاشی کے دربار میں عجیب سماں بن گیا کہ ساری جماعت زاروقطار رونے لگی اور اُدھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی کہ **'واذا سمعوا ما أنزل الى الرسول ترىٰ أعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق'** کہ رسول پر جوقرآن اترا جب شاہ حبشہ اوراس کی جماعت نے

قرآن سنا تو آپ ان کی آنکھوں کو دیکھیں گے کہ آنسو بہارہی تھیں کہ انہیں حق تعالیٰ کی معرفت اور عرفان مل گیا اور وہ کہہ رہے تھے 'یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین'۔ اے خدا! ہم ایمان لے آئے، ہمیں تصدیق کرنے والوں میں سے آپ لکھ دیجئے، ہمارا نام بھی ایمان والوں کے رجسٹر میں شامل فرمادیجئے۔

جس طرح یہ ساری عیسائی جماعت وہاں اسلام قبول کرتی ہے، اسی طرح یہود کے سب سے بڑے عالم حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں کام میں مصروف تھے کہ اتنے میں انہوں نے سنا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوگئے ہیں، تشریف لے آئے ہیں۔ تو دوڑے ہوئے فوراً حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حاضری دیتے ہیں، بھاگ کر آتے ہیں صرف زیارت ہوتی ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی، آقا پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دیکھ کر ہی دل فیصلہ کرتا ہے کہ 'ان ھذا الوجہ لیس بوجہ کاذب'۔ کہ یہ چہرۂ انور! ان کی باتوں کو مکہ والے جھٹلاتے رہے؟ اوہو! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے ہی قرآن سنا تو فوراً کلمہ شہادت پڑھا اشھد ان لا الہ الا اللہ وأنک رسول اللہ، وہ ایمان لے آئے۔

## نصرانی عالم پر قرآن کا اثر

اسی طرح بکثرت اہل کتاب کے علماء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن چھپ چھپ کر سنا کرتے تھے، اپنی جماعت کے خوف کی وجہ سے علانیہ وہ حاضر نہیں ہوسکتے تھے تو وہ چھپ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سننے کی کوشش کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نصرانی عالم کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں بلند آواز سے کلمہ پڑھ رہا ہے 'أشھد أن لا الہ الا اللہ وأشھد أن محمدا رسول اللہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دیکھتے ہیں کہ کوئی نو وارد شخص ہے اور ایمان قبول کر رہا ہے تو پوچھا کہ آپ کون؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ میں نصاریٰ کا سب سے بڑا عالم ہوں۔ میں عربی زبان سے واقف ہوں، میں نے ایک

مسلمان قیدی کی زبانی قرآن کریم کی یہ آیت سنی **ومن یطع الله ورسوله ویخش الله ویتقه فأولئک هم الفائزون** ' کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانیوں سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

یہ چھوٹی سے ایک آیت انہوں نے سنی تو وہ فرماتے ہیں کہ میں کتب سماویہ کا سب سے بڑا عالم ہوں کہ جو علوم حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہوئے وہ تمام علوم اتنی سی جامع آیت میں بیان کردیئے گئے ہیں میرے دل نے فیصلہ کیا کہ یہ نبی سچے نبی ہیں اور یہ اللہ کا کلام یقیناً سچا ہے جس میں اس درجہ کی جامعیت ہے۔

## مشرکین کی قرآن کے خلاف کوششیں

اور یہ قرآن اتنا اثر کرتا تھا کہ کبھی ایک ٹکڑا کسی نے سن لیا تیر بہدف وہ اثر کرتا تھا۔ اسی لئے مکہ مکرمہ کے معاندین، مشرکین، اعدائے مسلمین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے بیٹھ کر آپس میں ایک فیصلہ کیا کہ یہ قرآن لوگ سنتے رہتے ہیں اور اس سے متاثر ہوکر ایمان لے آتے ہیں اس لئے اس کے روکنے کا کوئی طریقہ اختیار کیا جائے۔ تب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جہاں کہیں تم دیکھو کہ ان مسلمانوں میں سے کوئی قرآن پڑھ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی خادم پڑھ رہے ہوں، صحابی پڑھ رہے ہوں، اس وقت خوب شور وغل مچاؤ' **وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون** ' کہ وہ ان کی آواز کوئی سننے نہ پائے، سمجھنے نہ پائے تو وہاں خوب شور مچاؤ، ہنگامہ کرو، بک بک کرو، زور زور سے آوازیں بلند کرو کہ کہیں کوئی اسے سنے گا تو ایمان لے آئے گا۔

## سری و جہری نماز میں

روایات میں آتا ہے کہ اسی بنا پر دن کی نمازیں سری رکھی گئیں، اور مشرکین جب رات کو

اپنے گھروں میں ہوتے ہیں سوجاتے ہیں اس وقت جونمازیں آتی ہیں، مغرب، عشاء، فجر تو ان نمازوں میں قرأت جہراً کی جائے اور قرآن کریم آواز سے پڑھا جائے۔ کیونکہ دن کی نمازوں میں پڑھنے پر لوگوں کو سننے سے روکنے کیلئے مشرکین تماشا کرتے ہیں اور شور کرتے ہیں، اس لئے وہاں قرأت آہستہ کی جائے اور قرآن کریم آہستہ پڑھا جائے۔

## سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ

حق تعالیٰ شانہ کا یہ کلام ہے اور اس میں حق تعالیٰ شانہ نے کتنی تاثیر رکھی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا یہ قرآن سبب بنا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ان کیلئے ایمان مقدر ہوگیا اور انہوں نے قرآن کا کوئی حصہ سنا اور سونتی ہوئی تلوار ان کے ہاتھوں سے گر جاتی ہے اور ان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے رہے کہ یہ مشرکینِ مکہ کسی طرح اپنے عناد سے اور ظلم سے باز نہیں آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ جماعت میں سب سے بڑے دو آدمی ہیں۔ ایک عمر فاروق ہے، عمر بن خطاب ہے اور دوسرا عمرو بن ہشام ابوجہل ہے۔ عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام ابوجہل، ان دو کا مکہ میں سب سے زیادہ اثر ہے۔ ان کی دھاک ہے۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا شروع فرمائی کہ اے خدا! دو عمرو میں سے ایک کو تو ہدایت دے دے۔ ’**اللھم أعز الاسلام باحد العمرین**‘۔ عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب دو میں سے ایک کو تو ہدایت عطا فرما۔

اِدھر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے ہیں اور اُدھر عمر بن خطاب کا حال یہ ہے کہ قریش نے اپنی میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قتل کردے اسے ہم سو اونٹ دیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ سو اونٹ کی لالچ میں ننگی تلوار لے کر اپنے گھر سے نکلتے ہیں۔ رستہ میں ایک صحابی نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ پوچھتے ہیں

کہ عمر! کدھر چلے؟ عمر نے صاف صاف کہا کہ آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کرنے جا رہا ہوں۔ **نعوذ باللہ**۔ حضرت نعیم نے سوچا کہ اللہ! یہ عمر کس ارادہ سے کہاں جا رہے ہیں تو اپنا رستہ بدل لیں عمر، اس کے لئے انہوں نے ایک تدبیر سوچی اور کہا کہ عمر پہلے جا کر اپنے گھر کی بھی تو خبر لو، تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

اب غصہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بجائے اُدھر کے، اپنی بہن کے گھر کا رستہ لیتے ہیں۔ اتفاق کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ادھر پہنچتے ہیں اس وقت حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ گھر میں قرآن کریم کی تعلیم میں مشغول ہوتے ہیں۔

یہاں میری زبان سے نکل گیا 'اتفاقاً' مجھے یاد آیا، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اتفاق پر میرا ایمان نہیں۔ سب کچھ لکھا لکھایا حق تعالیٰ شانہ نے جو قوموں کی، افراد کی، امتوں کی تقدیریں جو لکھی ہوئی ہیں اس کے مطابق دنیا چلتی ہے۔ وہ فرماتے تھے اتفاق پر میں ایمان نہیں رکھتا۔

یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت کہ اس گھڑی اللہ عز وجل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچایا کہ بہنوئی قرآن کریم سیکھنے میں مشغول ہیں اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہنچتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے دیکھا کہ بھائی ننگی تلوار لے کر آئے ہیں، اللہ خیر کرے تو وہ قرآن پاک کے اوراق ان سے چھپا دیتی ہیں، مگر اتنے میں تو شروع ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، بہنوئی کو مار مار کر انہیں لہولہان کر دیا، انتہائی زخمی کر ڈالا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، وہ اس منظر کو دیکھ کر وہ بھاگی نہیں، ڈری نہیں، کسی طرح کوئی خوف، کوئی خطرہ جان کا محسوس نہیں کیا بلکہ سینہ تان کر اپنے بھائی سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتی ہیں کہ تجھے جو چاہے کرنا ہو کر لے ہم تو دونوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کلام پر ایمان لا چکے ہیں۔

بہن کے اس کلمہ کا بھائی پر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہوا کہ کہنے لگے اچھا بتاؤ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن عرض کرتی ہے کہ تم ان اوراق کو ہاتھ نہیں لگا سکتے کہ ہمارے ان اوراق کے متعلق قرآن کہتا ہے **'لایمسه الا المطهرون'** ناپاک ہاتھ اسے چھو نہیں سکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عقلمند ترین، نہایت سمجھدار انسان تھے فوراً بھاگے ہوئے گئے، انہیں کے یہاں پردہ کر کے پانی ڈالا، غسل کیا، جسم دھویا، واپس آئے تب بہن نے وہ اوراق دیئے۔ جیسے ہی ان اوراق میں سورۂ طٰہٰ کی آیات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑتی ہے تو ان آیات کو پڑھ کر جیسے ہی نگاہ پڑی اور وہ دل میں اترتے چلے گئے۔ اور پڑھ رہے ہیں اور قرآن دل میں اتر رہا ہے۔

یہ منظر دیکھ کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ جو استاذ تھے، پڑھانے کیلئے آئے تھے، چھپے ہوئے تھے، وہ بھی باہر نکلتے ہیں اور خوشی کے مارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بشارت دے رہے ہیں کہ عمر! مبارک ہو، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے خدا! یہ ابوجہل اور ابن خطاب، دو میں سے ایک کو تو ہدایت دے دے۔ یہ دعا تمہارے حق میں آج قبول ہوگئی۔

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہیں سے ان کا دل مسلمان ہوجاتا ہے۔ بھاگے ہوئے وہاں سے چلتے ہیں چونکہ تلوار جب گھر سے نکلے تھے ہاتھ میں تھی، اسی کو لے کر جب دارِ ارقم میں پہنچتے ہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صحابۂ کرام کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے، وہ گھبراتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دروازہ کھول دو۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر کو آنے دو۔ یہ تلوار، اگر وہ برے ارادے سے آئے ہیں تو میری تلوار ان کا فیصلہ کرے گی، عمر کا فیصلہ کرے گی۔ حضرت عمر جیسے ہی پہنچتے ہیں اور داخل ہوتے ہیں، کہتے ہیں **أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمدا رسول الله**۔

ہم بھی قرآن کریم پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی کایا پلٹ دے۔ ہمارے دل بھی مسلمان ہوجائیں اور ہم مکمل طور پر قرآن کریم کے احکام کی بجا آوری کرنے والے بن

جائیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت ہم میں پیدا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت ہمارے دلوں کو رنگ دے۔

## حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

قرآن کریم کے دلوں پر اثر کرنے کے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح بے شمار واقعات آپ کو ملیں گے۔ حضرت جبیر بن مطعم بن عدی گرفتار ہوکر قیدی بنتے ہیں، جنگ بدر کے قیدیوں میں سے ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں قیدی بنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے میں نے اس کو شرک کی حالت میں یہ آیات سنیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ طور کی تلاوت فرماتے ہوئے یہاں پہنچے 'أم خلقوا من غير شئ أم هم الخالقون، أم خلقوا السمٰوات والارض بل لا يوقنون، أم عندهم خزائن ربک أم هم المصيطرون'۔

حضرت جبیر فرماتے ہیں کہ یہ آیات جب میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا تو میرے دل کا اس وقت یہ حال تھا کہ یہ اب اڑا، تب اڑا، اب پھٹا، تب پھٹا۔ اتنا اثر ہوا۔ فرماتے ہیں کہ میرا جی تو اسی وقت چاہتا تھا کہ میں ابھی کلمہ پڑھ لوں اور ایمان لے آؤں۔ بعد میں وہ مسلمان ہوئے۔

## ولید ابن مغیرہ

ولید ابن مغیرہ، یہ ابوجہل کے بھتیجے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جب یہ آیات سنیں جو جمعہ کے خطبہ میں پڑھی جاتی ہیں 'ان الله يأمر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربىٰ وينهىٰ عن الفحشاء والمنكر والبغي يعظكم لعلكم تذكرون' وہ سن کر کہنے لگے 'خدا کی قسم! اس کلام میں بڑی عجیب وغریب کشش اور شیرینی ہے' یہ کہتے جاتے ہیں اور ان پر رقت طاری ہے اور رو رہے ہیں۔ ابوجہل نے بھتیجے کا حال

بدلا ہوا دیکھا تو وہ ابوجہل ان کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے، سمجھاتا ہے کہ نہیں یہ تو شاعرانہ کلام ہے، اس کا تم پر اثر ہوگیا۔ مگر ولید بن مغیرہ نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ کلام شعر نہیں ہے، اس کلام کو شعر سے کوئی ادنیٰ مناسبت بھی نہیں، اس لئے کہ میں سب سے بڑا نظم وشعر کا عالم ہوں۔

اسی طرح یہ بڑے بڑے مکہ مکرمہ کے گرو، ایک کے بعد ایک بھیجے جاتے تھے اور وہ قرآن کریم سن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوجاتے ہیں۔

## ازدی صحابی رضی اللہ عنہ

ایک ازدی صحابی رضی اللہ عنہ وہ مکہ مکرمہ میں جھاڑ پھونک کیلئے لوگوں کے یہاں جایا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ والوں نے کہا کہ تم سب کا علاج کرتے ہو؟ ان کا بھی علاج کرو۔ یہ ازدی بارگاہِ نبوی میں پہنچتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کی وجہ دریافت کی تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا جھاڑ پھونک سے علاج کروں۔ ان کا یہ ارادہ اور آنے کا سبب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں، سن کر ان کے اوپر ایک سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ چلانے لگے کہ 'اوہو! کتنا فصیح وبلیغ کلام ہے۔ کتنی معقول باتیں ہیں، کتنا مدلل کلام ہے۔ اور یہ کلام بھی ایک اُمّی کی زبان سے میں سن رہا ہوں، اب وہ کہتے ہیں کہ پھر یہ آیت مجھے آپ سنایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراًو ہی کلمات دہراتے ہیں، وہ کہتے ہیں پھر ہمیں سنائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کاہنوں کا کلام سنا۔ جادوگروں کے منتر سنے، بڑے بڑے خطباء شعراء کے اشعار وقصائد سنے اوران کا کلام سنا، جادوگروں کے منتر سنے، بڑے بڑے خطباء، اورشعراء کے اشعار وخطاب و قصیدہ سنے اوران کا کلام سنا مگر یہ تو کوئی انوکھا کلام ہے

وہ کہتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کلام تو ایسا ہے کہ سمندر بھی اس سے متاثر ہوئے

بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ ساکن ہے تو اس میں طغیانی آجائے گی، طغیانی ہے تو وہ ساکن ہو جائے گا، اس کا رنگ بدل جائے گا، قرآن کریم میں یہ تاثیر کہ بڑے بڑے شعراء خطباء اس کلام کو سن کر اس سے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

## شاعر ولید

مکہ مکرمہ میں اسلام کے خلاف ظلم و بربریت کا دور چل رہا ہے۔ صحابۂ کرام چھپ چھپ کر اپنا کام کر رہے ہیں مگر پھر بھی جوش و جذبہ ان میں اتنا تھا کہ مظالم ان کو روک نہیں سکتے تھے۔ ادھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت اترتی ہے: **'بسم اللہ الرحمن الرحیم، اناأعطیناک الکوثر، فصل لربک وانحر، ان شانئک ھو الابتر'**۔ اب کہاں مکہ والوں کے مظالم مگر ایک صحابی چپکے سے اس آیت کو کسی ٹکڑے پر لکھ کر خانہ کعبہ کے دروازہ پر لے جا کر چپکا دیتے ہیں تاکہ ان ظالموں کو اللہ اس آیت کے ذریعہ، اس سورۃ کے ذریعہ ہدایت دے دے اس لئے سورہ کوثر وہاں لٹکا دی۔

عرب کا اس زمانہ کا سب سے بڑا شاعر لبید تھا، سبعہ معلقہ میں اس کا قصیدہ ہے، سارا عرب اس کا لوہا مانتے تھے، وہ زندہ تھا، اس نے جب یہ آیت کعبہ کے دروازے پر دیکھی اور پڑھی تو اس نے اسی وقت فیصلہ کیا۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں یہ تو خدا ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ قرآن سنا اور فوراً ہدایت مل گئی۔ قرآن سنا اور فوراً ایمان لے آئے۔ اس طرح بکثرت واقعات ہیں۔

## طفیل بن عمرو دوسی

کفار مکہ اس کی کوشش کرتے تھے کہ جب کوئی نو وارد مکہ مکرمہ پہنچتے تو اسے گھیر لیتے تھے اور اس کو 'سمجھانے' کی کوشش کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق طرح طرح کے الزامات گھڑتے اور اسے سمجھاتے کہ یہ جادوگر ہے، یہ مجنون ہے۔

طفیل بن عمرو دوسی مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں، عمرہ کی ادائیگی کیلئے ان کا یہ سفر تھا۔ اللہ کے گھر پہنچتے ہیں، یہ بڑے زبردست فصیح اللسان خطیب، بڑے عقلمند انسان تھے، اب مکہ والوں نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ ہمارے یہاں ایک شخص ہے اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے اور ہم میں اس نے تفرقہ ڈالا ہے۔ باپ کو بیٹے سے، خاندان کو خاندان سے اور خاندان کے افراد کو جدا کرتا ہے۔ میاں بیوی میں اختلاف ڈالتا ہے۔ ہمارے ہر گھر میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور ایسا اس کے کلام میں، اس کی باتوں میں اثر ہے کہ جو متاثر ہوتا ہے وہ بد دین ہو جاتا ہے۔

یہ ساری کہانیاں سن کر چونکہ سمجھدار انسان تھے طفیل ابن عمرو تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے تو پھر ان سے ضرور ملنا چاہئے دیکھیں تو سہی کہ کون ہے؟۔ اس ڈر کے ساتھ جو مکہ والوں نے کہا تھا کہ جو کوئی بات سن لیتا ہے وہ فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔

لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کیلئے نکلے تو کانوں میں روئی ٹھونس لی اور اس کے بعد پہنچے۔ پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں ہیں، حرم میں ہیں، مسجد حرام میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے۔ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک کے ساتھ مناجات میں مشغول ہیں، نماز میں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہے۔

جب قریب گئے تو جیسے وہاں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا تھا **'ان ھذا الوجہ لیس بوجہ الکاذب '** اسی طرح قریب پہنچے، یہ سوچ کر کہ کیا پڑھ رہے ہیں سنوں تو سہی، اس لئے روئی اپنے کانوں سے نکالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو تلاوت فرما رہے تھے اسے سنا۔

چونکہ عقلمند تھے، خود بہت بڑے خطیب بھی تھے، فصاحت و بلاغت کے امام تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی زبان سے قرآن کریم سنا، مجھے بڑا پسند آیا اور میں آپ کی غلامی میں داخل ہونا چاہتا ہوں، مجھے دین اسلام کے اصول و ارکان آپ بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصول و ارکان بتا رہے ہیں اور

قرآن کریم سنا رہے ہیں سن کر وہ ایک حال ان پر طاری ہے اور وہ کہتے جا رہے ہیں 'انت رسول الله حقا والقرآن کلام الله'۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے بند دلوں کو بھی قرآن کریم کی تاثیر سے وافر مادیں، گمراہی کے دروازے قرآن کے ذریعہ بند ہوجائیں اور ہمارے دل حق تعالیٰ شانہ کی اطاعت کیلئے کھل جائیں اور جو قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے ان احکام کی کی عملی طور پر پیروی کرنے والے بن جائیں۔

## غیر اولی الضرر کا ثقل

غرض یہ کہ تاثیر کے واقعات آپ تلاش کریں گے تو ایک ضخیم کتاب پائیں گے کہ کس طرح قرآن کریم کے، ایک ایک کلمہ سے انہوں نے اثر لیا ہے کہ قرآن کریم جو تھوڑا تھوڑا نازل ہوا وہ بھی اسی لئے، چوں کہ اس کے ایک ایک کلمہ سے اثر ہوتا تھا۔ اسی لئے کبھی کبھی ایک کلمہ نازل ہوا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'غیر اولی الضرر' ایک کلمہ نازل ہوا اور جس وقت نازل ہو رہا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ران مبارک، گھٹنا مبارک میری ران وگھٹنا پر رکھے ہوئے تھے، تو نازل ہو رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور یہ سن بھی نہیں پارہے ہیں اس وقت کہ کیا کلام ہے، مگر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی کا ثقل اور اثر ہوتا تھا کہ آپ پسینہ میں شرابور ہوجاتے اور جسم بالکل ڈھیلا ڈھالا اس وقت ہوجاتا تھا تو وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک، گھٹنا مبارک کا کچھ حصہ میری ران پر تھا تو اس پر میں اتنا بوجھ محسوس کر رہا تھا جس طرح کہ پہاڑ کے ذریعہ میری ران کو کُچلہ جا رہا ہو۔

اسی لئے کبھی ایک کلمہ نازل ہوا، کبھی چھوٹی ایک سورت نازل ہوئی، چھوٹی کوئی ایک آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح ۲۳؍ برس میں قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

نازل ہوا۔

مگر جب یہ قرآن کریم نازل ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کو بلا کر اس وقت لکھوا لیتے تھے کہ اس کلمہ کو فلاں آیت کے بعد لکھو۔ اس سورت کو فلاں سورۃ کے پہلے رکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ترتیب سے ان کو لکھواتے تھے۔ یہ قرآن کریم خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا اپنی زندگی ہی میں صحابہ کو مرتب فرما کر کے عطا فرما دیا تھا۔

## وحی قرآنی کے کاتب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کاتبین وحی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے اربعہ ہیں، خلفائے اربعہ کے بعد، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ سب صحابہ کرام سب کاتبین وحی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے لکھواتے تھے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے تھے کہ اس سورت کو کس جگہ رکھنا ہے۔ چنانچہ وہ صحابی اس کو اسی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔

جمعِ اول یوں ہے کہ پہلی مرتبہ قرآن کریم مکمل طور پر اس طرح جمع کیا گیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں پورا مکمل ہوا۔ اور قرآن کے بہت سے صحابۂ کرام حافظ تھے اور حفاظ کی ایک بہت بڑی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تیار ہوگئی تھی۔

اب وہ آگے امت تک یہ قرآن کریم پھیلاتے ہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ لکھنے کا دستور عام نہیں تھا مگر ان کے حافظے ایسے تھے کہ جو وہ سنتے تھے وہ **کالنقش علی الحجر** ہو جاتا تھا کہ ان کے دلوں میں دماغ میں بالکل محفوظ ہو جاتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو لکھواتے تھے وہ مختلف ٹکڑوں پر تھا، کبھی درخت کے چھالوں پر، کھجور کے پتوں پر، کپڑوں کے ٹکڑوں پر، ہڈیوں کے ٹکڑوں پر اور مختلف چیزوں پر لکھا جاتا تھا۔

## دورصدیقی رضی اللہ عنہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے۔ مسیلمۃ الکذاب جھوٹے مدعی نبوت سے جنگ ہورہی ہے جس جنگ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوجاتے ہیں جن میں بڑے بڑے قراء وحفاظ بھی تھے جن کی تعداد چالیس کے قریب بیان کی گئی ہے وہ بھی اسی میں شہید ہوجاتے ہیں۔

اس عظیم سانحہ سے متاثر ہوکر حضرت عمر فاروق، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جو قرآن کریم مختلف چیزوں پر لکھا ہوا ہے، اس کو کیوں نہ ہم ایک جگہ مکمل طور پر لکھ کر محفوظ کرلیں؟

مگر چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حیات طیبہ میں یہ کام انجام نہیں دیا تھا اس لئے انہیں تردد ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے رہے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر ہوگیا، اطمینان ہوگیا۔

اس کے بعد پھر صحابہ کرام کو مشورہ کیلئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا اور مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور خاص اکٹھا کیا گیا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی

اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت سالم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ سارے کے سارے بلائے گئے اور ان کے مشورہ سے جب یہ طے ہوا کہ اب اس قرآن کو ایک جگہ جمع کرلینا چاہئے تو پھر کاتب وحی جو حضرات تھے، ان میں سے سب سے مشہور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، ان کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ تم قرآن کو ایک جگہ پر اکٹھا کرلو اور پورا قرآن لکھ کر ایک جگہ کرلو۔

چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اجماع کے بعد اور امیر المؤمنین کے حکم کے بعد انہوں نے یہ کام شروع کیا اور صحابۂ کرام کے پاس جو پورا قرآن مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا اسے اکٹھا کیا گیا اور حفاظ قرآن کے حافظہ سے ملایا گیا، اس طرح کلام اللہ کو ایک جگہ لکھا گیا۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو منتخب کیا گیا وہ اس لئے کہ وہ کاتب وحی تھے اور بہت ذہین وذکی، نہایت قوی الحافظہ تھے، اور انہوں نے نزول قرآن کے مدنی زندگی کے تمام ادوار دیکھے تھے، اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور فرمایا کرتے تھے جبرئیل علیہ السلام سے، جو دور ہوتا تھا وہ بھی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے تھا، کیوں کہ جو جبرائیل امین سے دور ہوا جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس آخری رمضان میں جبرئیل امین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ دور فرمایا ہے۔ یہ بالکل فائنل وآخری قرآن کریم کے بارے میں فیصلہ کیلئے کہ اب قرآن مکمل ہوگیا یہ بھی جو دو دفعہ دور ہوا آخری مرتبہ قرآن کریم کا اس کا بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو علم تھا۔

اس لئے حضرت زید بن ثابت کو یہ خدمت سونپی گئی اور سب سے بڑی خصوصیت ان کی

یہ بھی تھی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خود پورا قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی سے کوئی ایک آیت سنی، کسی سے کوئی سورت سنی، ان کے خصائص میں سے یہ ہے کہ انہوں نے پورا قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تھا اس لئے بھی انہیں منتخب کیا گیا۔ اور انہوں نے پھر مرتب کر کے وہ قرآن کریم ان حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر امہات المومنین کے پاس وہ قرآن کریم رکھا رہا۔

## دورِ فاروقی

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی قرآن کریم کی تحفیظ کے ذریعہ خوب اشاعت ہوئی، لیکن کتابت سے جو ایک نسخہ تیار ہوا تھا وہ ایک ہی رہا۔ قرآن کریم کی خدمت خوب ہو رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور اس قدر کام ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے والوں کیلئے مختلف جگہوں پر، مختلف ملکوں میں مختلف شہروں میں مکاتب قائم فرمائے اور جو اساتذہ قرآن کریم کی تدریس میں مشغول ہوتے تھے ان کو ۱۵/، ۱۵/ درہم ماہوار تنخواہ دی جاتی تھی جو اس زمانہ کے اعتبار سے بہت بڑی تنخواہ شمار ہوتی تھی۔

## شام کے قرآنی مکاتب

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، ان جلیل القدر صحابہ کرام کو مدینہ منورہ سے شام بھیجا اور فرمایا کہ تمہاری وہاں اس کام کے لئے بڑی ضرورت ہے۔ آپ حضرات وہاں جائیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیں۔ باقی تمام حضرات سوائے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے سب تشریف لے گئے اور یہ دونوں حضرات اپنی بیماری کی وجہ سے، اپنی

معذوری کی وجہ سے اور اپنی کمزوری کی وجہ سے سفر نہیں کر سکے۔

باقی سب حضرات وہاں شام پہنچے، اِس وقت شام میں جو قیامت ہے حق تعالیٰ شانہ شام والوں کو اس سے نجات دیں، بالخصوص حمص والوں پر رحم فرمائیں، انہیں نجات دیں۔

غرض یہ تینوں حضرات جو وہاں پہنچے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یہ سب سے پہلے حمص پہنچے اور تینوں نے اکٹھے مل کر قرآن کی اشاعت کا سلسلہ شروع فرمایا۔

جب وہاں کام مکمل کیا، اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ ایک ہم میں سے یہاں حمص میں ٹھہر جائے، ایک دمشق چلا جائے، ایک فلسطین جائے۔

اور حضرت ابوالدرداء کے لئے جو شام کا دارالسلطنت دمشق تھا وہاں پر ان کی تجویز ہوئی، وہاں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھتے اور مسجد میں تحفیظ کا کام شروع فرماتے۔

## حفظ کی کلاس میں دس طلبہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ طلباء کا زیادہ ہجوم ہے تو طلبہ کی دس ۱۰ر، دس ۱۰ر کی جماعت اور فصل اور کلاس بناتے، اسی لئے جن مدارس میں تحفیظ کا نظام ہے، انہیں چاہئے کہ ایک جماعت میں ایک استاد کے پاس دس ۱۰ر طلبہ سے زائد نہ ہوں۔ یہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، ان کا تجربہ ہے، انہوں نے ۱۰ر طلبہ پر ایک استاذ کو متعین فرمایا جو انہیں قرآن کریم کی تعلیم دے۔

جب حافظ تیار ہو جاتے تو حضرت ابوالدرداء خود انہیں سنبھالتے اور قرآن ان سے سنتے، حضرت ابوالدرداء کے اس مدرسہ میں، دمشق میں جنہوں نے تعلیم پائی اور جو ان کے سامنے حافظ بنے، ان کی تعداد ۱۶۰۰ر سولہ سو اُس وقت کی بیان کی جاتی ہے۔ اللہ کرے کہ ہمارے

مدارس میں تحفیظ کا رواج عام ہو، ہماری مساجد میں درجہ حفظ کے شعبہ عام ہوں، ہر گھر میں حفاظ ہوں، بچوں میں، بچیوں میں حق تعالیٰ شانہٗ حفاظ پیدا فرمائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بڑی زبردست توجہ تھی حفظ قرآن کی طرف، اتنی زیادہ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ تمہارے پاس جو حفاظ ہوں اور وہ فوجی افسر بھی ہوں تو انہیں میرے پاس بھیج دو۔

## فوج میں حفاظ کرام

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ میرے پاس فوج میں ۳۰۰/حفاظ موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں فوجی افسروں سے ہر سال فارغ ہونے والے حفاظ کی فہرست مانگا کرتے تھے کہ اس سال کتنے حفاظ تیار ہوئے اور کون کون حافظ ہوئے۔

## دس ہزار حفاظ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی طرح کی یہ خدمت بصریٰ میں انجام دے رہے ہیں، ان کا مدرسہ کتنا عظیم ہوگا، کتنی برکت اللہ نے دی کہ ایک سال میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بصریٰ کے مدرسہ میں حفظ کرنے والے طلبہ کی تعداد ۱۰۰۰۰/دس ہزار تھی۔ جب یہ فہرست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو نہایت خوش ہوئے اور وہاں والوں کے وظیفے میں اور اضافہ فرمادیا۔

## تراویح میں قرآن

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خصوصیت قرآن کے عام کرنے کے سلسلہ میں یہ تراویح بھی ہے کہ ۱۴ھ میں آپ نے حکم جاری فرمایا کہ رمضان المبارک میں باقاعدہ امام کی اقتداء میں تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جائے اور اس میں قرآن کریم پڑھا جائے، اس کے لئے تمام صوبوں میں اپنی طرف سے فرامین بھیج دیئے اور خود مدینہ منورہ میں مسجد نبوی

میں تراویح کے لئے مستقل امام متعین فرمایا، کیونکہ تراویح اور قرآن کا خاص جوڑ ہے۔

یہ قرآن کریم کی اشاعت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو منتخب فرمایا، اسی لئے آپ دنیا میں جگہ جگہ دیکھتے ہیں، ہمارے یہاں دارالعلوم سے ہر سال کتنے مختلف ملکوں میں طلبہ، ادھر مشرق کے ملکوں جاپان، کتنے ملکوں مشرق کے، اور ادھر امریکہ، کینیڈا (Canada) افریقہ، یورپ کے ملکوں میں تراویح میں قرآن سنانے جاتے ہیں، ہمارے ایک چھوٹے سے دارالعلوم کے فارغ حفاظ ہر سال تراویح کے لئے دور دور جاتے ہیں۔

## ایک لاکھ حفاظ کرام

حضرت عمر کی یہ ترتیب اتنی کامیاب رہی کہ حضرت عمر کی وفات ہوئی، اس وقت تک ان مدارس سے کتنے حفاظ تیار ہوئے؟ آپ سن کر حیران ہوں گے، لکھا ہے کہ ایک لاکھ حفاظ تیار ہوئے۔ جب ایک شہر عراق کا بصریٰ، وہاں سے ایک دفعہ کی فہرست جو پہنچی اس میں دس ہزار حفاظ کے نام تھے۔ اس لئے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اس وقت ایک لاکھ سے زائد حفاظ تیار ہو چکے تھے۔ یہ جمع قرآن اور پھر آگے اس کی حفاظت کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جس طرح دین کے دیگر تمام شعبوں میں نمایاں خدمات ہیں، اسی طرح قرآن کریم کے سلسلہ کی خدمت بھی زبردست ہے، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں بڑے منفرد ہیں۔

## دور عثمانی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد دور آتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ شغف قرآن سے تھا، ہر وقت آپ کی زبان پر قرآن رہتا۔ اکثر ایک رات میں ختم آپ کا معمول تھا، رات میں ہمیشہ قرآن شریف پڑھتے، وہ بھی قائم

اللیل رہ کر قیامِ نماز میں قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے اور دن میں بھی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی لئے آپ شہادت کے وقت بھی تلاوت میں مصروف تھے، اور شہادت کے وقت آپ کا خون جن کلمات پر گرا ہے، وہ فسیکفیکھم اللہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمع قرآن کی بہت بڑی خدمت لی۔ ہوا یوں کہ جب قرآن کریم دور دراز ملکوں میں پہنچ گیا اور جو تلفظ کا طریقہ تھا وہ مختلف قبیلوں کے لوگوں میں مختلف طریقوں کے ساتھ پہنچا، ان میں اس سے کہیں کسی آیت کے تلفظ کے بارے میں، کسی کلمہ کے تلفظ کے بارے میں اختلاف ہونے لگا۔ بالخصوص حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ نے آرمینیا اور آذربائیجان کا حال لکھ کر بھیجا، وہاں کے آپس کے اختلافات کو دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کو لکھا کہ یہاں عراق والے حضرات اپنی قرائت میں پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اہل شام کی قرائت ان سے مختلف ہے، اس لئے آپ اس کا سدِ باب کیجئے۔

یہ اطلاع پا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ بہت متأثر ہوئے اور صحابہ کرام سے مشورہ میں طے پایا کہ قرآن کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات قرائت میں نازل ہوا ہے، اس کو سبعۃ احرف میں سے ایک حرف پر ایک قرائت پر لکھا جائے۔ چنانچہ جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کے پاس ایک نسخہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ والا قرآن موجود تھا، وہ ان کے پاس سے منگوایا گیا اور چار حضرات کے ذمہ یہ کام کیا گیا کہ جو لغتِ قریش ہے صرف اسی پر اس قرآن کے مختلف نسخے تیار کئے جائیں کہ سب میں ایک ہی قرائت پر قرآن لکھا ہوا ہو۔

یہ چار صحابہ کرام، جن کے ذمہ یہ کام تھا ان میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہٗ ہیں جنہوں نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کے دور میں یہ خدمت انجام دی تھی، اور سعید ابن العاص رضی اللہ عنہٗ، عبدالرحمن ابن الحارث رضی اللہ عنہٗ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہٗ ہیں، ان چاروں کے ذمہ یہ کام کیا گیا کہ لغتِ قریش پر قرآن کریم کو آپ حضرات لکھ دیں۔

مختلف نسخے لکھوا کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ نے تیار کروائے تا کہ یہ قرائت کا مختلف قبائل کا جو اختلاف ہے یہ ختم ہو جائے، اور ایک لغت قریش ہی پر قرآن کریم پڑھا جائے۔ چنانچہ کئی ایک نسخے تیار ہوئے، اور ایک نسخہ مکہ مکرمہ بھیجا گیا، ایک بصریٰ بھیجا گیا، ایک کوفہ بھیجا گیا، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین بھیجا گیا، اور ساتواں ایک نسخہ مدینہ منورہ میں رکھا گیا۔ خود اس قرآن کریم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ تلاوت کیا کرتے تھے۔

## 'امام' پر امت کے امام کا خون

صحابہ کرام میں اس قرآن کا مستقل نام تھا 'اِمام'۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شہادت کے وقت بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کی گود میں جو قرآن کریم کھلا ہوا تھا، جو مصحف وہ یہی 'اِمام'، اسی سے آپ تلاوت فرمارہے تھے اور شہادت کے وقت اسی قرآن کی آیت **فسیکفیکھم اللہ** ان کلمات پر آپ کا خون گرا ہے۔

پھر یہ شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کا یہ خون آلود قرآن حضرت معاویہ کے پاس بھیجا گیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کی ظالموں نے انگلیاں کاٹ دی تھیں، تلوار ماری انگلیاں کاٹتی ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی شہادت پر منتج ہوئی۔ یہ انگلیاں حضرت معاویہ کے پاس بھیجی گئیں اور خون آلود قرآن بھیجا گیا۔

یہ مصحف، جس کا نام تھا 'اِمام' یہ دمشق میں خلفاء بنو امیہ کے پاس رہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کے پاس رہا، پھر دمشق کے بعد یہ مراکش کا اُس وقت دارالخلافہ تیونس تھا وہاں کافی عرصہ تک رہا۔

## 'امام' کا سفر

ابن بطوطہ لکھتے ہیں کہ یہ آٹھویں صدی ہجری تک جامع بصریٰ میں تھا اور کہتے ہیں کہ خون کے دھبے اس پر نظر آتے تھے۔ اس کے بعد کسی طرح سے ۱۹۰۴ء میں یہ روس کے دارالخلافہ

ماسکو(Moscow) پہنچا ہے، پھر وہاں سے بخارا پہنچا۔ جب ۱۳۲۳ھ میں روسیوں نے ترکستان پر قبضہ کیا، اس کے بعد روسی دوبارہ اس کو Moscow لے گئے پھر اس کے بعد وہ تاشقند میں رہا۔

یہ قرآن کریم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پورا ہوا، مرتب موجود تھا، حفاظ کے حافظہ میں محفوظ تھا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اوراق پر ایک نسخہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تیار کروایا۔

دوسری مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کے سات نسخے تیار ہوئے اور چھ نسخے مختلف ملکوں میں اور ایک مدینہ منورہ میں رہا۔ مدینہ منورہ والا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ نسخہ جو تاشقند میں آج تک محفوظ بتایا جاتا ہے۔

اس طرح یہ قرآن کریم کی عظیم خدمت یہ خلفاء انجام دے کر گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم کی دولت سے ہمیں مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے، ہر وقت پڑھتے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم جب اس جہاں سے جائیں تو اس وقت بھی قرآن ہماری زبانوں پر ہو اور ہم اس کو پڑھ رہے ہوں۔

## دنیا سے کوچ کے وقت زبان پر قرآن ہو

جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا آخری وقت تھا اور اس وقت آپ کی زبان پر جو آیات ہیں **تلک الدار الآخرۃ نجعلھا**۔ تو یہ آیات تلاوت فرما رہے ہیں پڑھتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اس جہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔

حضرت ابراھیم ابن ھانی کے سامنے جب ملأ اعلیٰ مکشوف ہو جاتا ہے، ملک الموت اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ پہنچتے ہیں اور سامنے جنت، پھر وہاں کی نعمتیں، وہ ملاحظہ فرما رہے ہوتے ہیں اس وقت خوشی کے مارے وہ پڑھ رہے ہوتے ہیں **لمثل ذٰلک فلیعمل العاملون**۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم ہمارے دل و دماغ میں اسی طرح بسا دے کہ ہم قرآن کریم ہی کو ہر وقت پڑھتے رہیں اور یا تو اس کے کلام میں ہم تدبّر کررہے ہوں، اس کی تلاوت میں ہماری زبان مصروف ہو یا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف، آپ کے ذکر وتذکرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ہماری زبانوں پر ہو، اس کے نبی کے یاد میں ہم مشغول ہوں۔

یہی دو نعمتیں اس امت کو سب سے بڑی دی گئیں، قرآن کریم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی۔ اس لئے اس رمضان المبارک میں ہر روز، میں یہی عرض کرتا رہا کہ ہمارے اکابر جو قرآن کی، حدیث کی خدمت میں مشغول رہے، یہی ان کے دل ودماغ میں بسا ہوا تھا کہ ہر وقت ہم آقا کی مجلس میں، آقا کے تذکرہ میں، آقا کے اسم گرامی کے لکھنے پڑھنے میں مشغول رہیں۔

## گورا اور فقیرا

اسم گرامی پر مجھے یاد آیا کہ ہر ایک کا کوئی نہ کوئی تکیہ کلام ہوتا ہے، جس وقت دارالعلوم میں میں رہا کرتا تھا، اس وقت حافظہ اچھا تھا، تمام طلبہ کے نام، ان کے کام، ہر ایک کا مزاج سب کچھ مستحضر رہتا تھا، پھر بھی کسی کو بلاتا تو نام کے بجائے کہتا 'گورا' ۔ گورا ادھر آؤ، میں سمجھتا کہ میں تو دل کا بھی کالا، صورت بھی کالی مگر یہ شخص گورا، یہ اُجلا ہے، تو میں اس کو کہتا کہ گورا ادھر آؤ۔

ویسے حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو صحت دے، زندگی دے۔ تو یہ تیس چالیس برس سے وہاں حدیث پاک کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ آخری دم تک انہیں وہاں رکھے، وہ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی کے متعلق سنایا کرتے تھے جو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے کہ ان کا

تکیہ کلام تھا' فقیرا' جس طالبِ علم کو دیکھتے اس کو' فقیرا' کہہ کر مخاطب ہوتے، قرآن میں ہے **للفقرآء الذین أحصروا** یہ نام طلبہ کو قرآن نے دیا ہے کہ یہ فقراء ہیں۔ وہ اسی نام سے ان کو پکارا کرتے تھے،' اوہ فقیرا ادھر آجا'۔

' فقیرا' ان کے یہاں اتنا عام ہوگیا تھا کہ ایک مرتبہ کہیں جانا تھا تو حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے لئے اپنی جیپ (Jeep) لاؤں گا، اسی میں آپ کو لے جاؤں گا، مگر حضرت نے منع فرمایا۔ جب یہ جیپ (Jeep) لے کر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت گمانوی اپنے گدھے پر سوار ہوکر تشریف لے گئے، اب وہاں جلسہ سے فارغ ہوکر منہ بنا کر مولانا سیف الرحمٰن صاحب شکوہ کرنے لگے کہ حضرت میں تو جیپ لے کر پہنچا تھا، اور پھر رونے لگے، کہ اب آپ کو میں اپنی جیپ میں لے جاؤں گا۔ جس گدھے پر سوار ہوکر حضرت گمانوی آئے تھے، اُس کی طرف اشارہ فرما کر حضرتِ گمانوی فرمارہے ہیں کہ یہ ' فقیرا' بھی اسی جیپ میں جائے گا تو حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ ٹھیک وہ بھی جائے گا۔ ان کے نزدیک ' فقیرا' ہر ایک کے لئے تھا۔

**للفقرآء الذین** پر عرض کرنے لگا تھا، جس پر مجھے یہ' گورا' ' فقیرا' یاد آیا، وہاں حرمین میں بھی دیکھا کہ جو شخص کسی اجنبی کو جانتا نہ ہو تو باہر والوں کو مکہ اور جدہ والے کہیں گے' حاجی' حاجی کہیں گے۔

مگر اہل مدینہ اور خاص مدنی لوگ وہ عرب کہ پشتوں سے، جن کی مدینہ منورہ میں رہائش ہے، وہ ایسی عامی زبان استعمال نہیں کریں گے، ان کا رنگ دوسرا ہے، مدینہ منورہ والا رنگ ہے، وہاں کے آداب میں رنگے ہوئے ہیں۔

## محمد محمد محمد

میں جب مدینہ منورہ میں رہتا تھا تو محلّہ والے مجھے نام سے جانتے نہیں تھے، تو بڑے

بوڑھے مجھے دیکھتے اور دور سے بُلا نا ہوتا تو آواز دیتے 'محمدؐ'! صرف مجھے نہیں، بلکہ وہاں روڈ پر بنگلا دیشی جو کوڑا کرکٹ وغیرہ صاف کرتے ہیں، ڈسٹ بن (dustbin) وغیرہ اُٹھا کر لے جاتے ہیں، ان کو بھی اگر بُلا نا ہو تو اسے حاجی نہیں کہیں گے، اسے کہیں گے 'محمد محمد'! کاش کہ ہمیں ہر شخص میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئیں، جس کو بھی دیکھیں۔

## لیلیٰ لیلیٰ

جس طرح مجنوں کو اپنی لیلیٰ ہی ہر ایک میں نظر آتی تھی، لکھیں گے تب بھی لیلیٰ۔ جس کے متعلق لکھا ہے کہ

دید مجنون را یکے صحراء نورد — در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود وانگشتاں قلم — می نو مید بہرکس نامہ رقم
گفت اے مجنون شیداچستی — ایں نامہ بہر کے می نویستی
گفت مشق نامہ لیلیٰ می کنم — وخاطر خود را تسلی می دھم

کہ ایک رستہ گزر رہا تھا، ایک شخص نے مجنون کو دیکھا کہ اکیلا بیٹھا ہے ریگستان میں، اور وہاں پر ریت پر اپنی انگلیوں سے کچھ لکھ رہا ہے 'ریگ کاغذ بود وانگشتہ قلم' کہ اپنی انگلیوں کو قلم بنا کر وہ کچھ لکھ رہا ہے، وہ صحراء نورد، مسافر، رستہ پر چلنے والا قریب جا کر دیکھتا ہے کہ کیا لکھ رہا ہے دیکھا کہ وہ انگلیوں کو قلم بنا کر ریت کو کاغذ بنا کر لکھ رہا ہے لیلیٰ لیلیٰ۔ لکھتا چلا جا رہا ہے لیلیٰ لیلیٰ، اس نے مجنوں سے پوچھا کہ 'ایں نامہ بہر کے می نوستی' یہ خط جو تم لکھ رہے ہو کس کے نام لکھ رہے ہو، کون اس کو یہاں ڈاک میں سے، اس ریت کو اُٹھا کر لے جا کر پہنچائے گا۔

مجنوں جواب دیتا ہے مجھے نہیں معلوم، لیکن وہ کہتا ہے کہ میں اپنے دل کی تسلی کے لئے، آنکھوں کی، دل ودماغ کی تسلی کے لئے، میں لیلیٰ لیلیٰ لکھتا ہوں اور اس کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح انہیں مدینہ منورہ والوں کے ہر شخص میں محمد محمد ہی نظر آتے ہیں۔

کاش کہ ہم کسی چھوٹے بچے کو دیکھیں تو مکہ مدینہ کے درمیان بیچ صحراء میں، جنگل میں، ایک خاتون امّ ایمن کے ساتھ ایک چھوٹے چھ سالہ یتیم کو سوچیں۔ چھ سالہ بچے کو دیکھ کر ہمارا ذہن اس یتیم کی طرف جائے۔

جب کسی جوان کو دیکھیں تو مکہ مکرمہ کے حسین جوان کو دیکھیں،
جب کسی مبلغ کو دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیجئے۔

مبلّغ تو آرام سے تخت پر بیٹھ کر تقریریں کرتے ہیں اور ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں منیٰ پہنچا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل ہے، اس کے کلمات کتنے حسین ہیں؟ اور وہ لوگوں کو نصیحت فرما رہے ہیں، اب کوئی گذرنے والا اس پر پتھر اُٹھا کر پھینکتا ہے، کسی کو پتھر نہیں ملتا تو تھوک کر چلا جاتا ہے۔ کسی سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ پتھر مارنے والا ان کا چچا ہے، اور یہ ان کے بھتیجے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔

اب اِس تخت پر اور منبر پر بیٹھ کر، آرام سے بیٹھے ہوئے خطیب کو سوچ کر، آپ کا دماغ جائے، اُس منیٰ کے خطیب اور مبلّغ اور خدا کی طرف بُلانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

حق تعالیٰ شانہٗ ہر وقت ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوچتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھنا ہمارے لئے آسان فرمائے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے یہاں سوا لاکھ کے معمول والے کئی حضرت کے مریدین تھے کہ جو سوا لاکھ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ہر وقت آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کے ساتھ اپنی زبانوں کو تروتازہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس پیغام کو چلانے کی توفیق دے کہ ہم لوگوں کی خوشامد کرتے رہیں کہ درود شریف پڑھو۔ درود شریف پڑھو!

حق تعالیٰ شانہٗ اب تک جو ہماری طرف سے کوتاہی ہوتی رہی، ان کوتاہیوں کو معاف فرمادے، امت مسلمہ جن قیامتوں سے گزر رہی ہے حق تعالیٰ شانہٗ امت پر رحم فرمائے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہدایت کو عام فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں دعا فرمالیں۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔**

## (۳)

**نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم،**
**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الٓمٓ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔**

اللہ تبارک وتعالیٰ ان حفاظ طلبہ کو قبول فرمائے، ان کے اساتذہ، مدرسے کے بانیوں اور محسنین کو بے حد جزائے خیر دے، انکے حفظ قرآن کے ختم کی ان دعاؤں کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ امتِ اسلامیہ جو چاروں طرف سے فتنوں میں، مصیبتوں میں گھری ہوئی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان دعاؤں کے ذریعہ ان بلاؤں کو ٹال دے۔ بالخصوص اہلِ سنت کو دنیا بھر میں چاروں طرف سے گھیرا جا رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شیعیت کے اس فتنے سے امتِ اسلامیہ کی حفاظت فرمائے، حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے۔

دوستو! قرآن کریم کے پہلے پارہ کی ابتدا ہوتی ہے الٓمٓ یہ انسانیت کو بتلانے کے لئے کہ اے قاری! اے قرآن کے پڑھنے والو! جس طرح تم کسی بھی طریقے سے، کسی بھی وسیلے سے، نہ کسی ڈکشنری سے، لغت سے، نہ کسی سے پوچھ کر، اصحاب علم سے پوچھ کر اس کے معنیٰ تم نہیں بتا سکتے۔ جس طرح تم ان حروفِ مقطعات الٓمٓ، حٰمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ اس کے معنیٰ سمجھنے

سے اور کسی کو بتانے سے عاجز ہو۔ اسی طرح یہ پورا قرآنِ کریم جس محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے نازل فرمایا، وہ اُمّی محض تھے۔ اسی لئے قرآنِ کریم میں اس کو دہرایا گیا کہ نبی امی پر ہم نے یہ قرآن کریم اتارا اور اہل کتاب اسی لئے کہا کرتے تھے **لیس علینا فی الأمیین سبیل** کہ یہ پورا علاقہ امیوں کا، ان میں سے ایک امی نے کھڑے ہو کر دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، اللہ کو نبی ہوں۔ تو ان کو ہم کیسے نبی مانیں؟ علم تو ہمارے پاس ہے۔ مگر قرآن کریم جو نبی امی کی زبانِ اقدس سے حق تعالیٰ شانہ نے جاری فرمایا اسکے علوم قیامت تک کے لئے بیان ہوتے رہینگے مگر پھر بھی ناتمام رہینگے۔

## حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا اسماعیل واڈی والا صاحب دامت برکاتھم کے صاحبزادوں میں سے مولانا فضلِ حق صاحب یا مولانا ثناء اللہ کی حفظِ قرآن کے ختم کی تقریب پر بیان فرمایا تھا، ان کے بیان بہت سنے مگر ایسا زبردست قرآن اور عربی زبان کی خوبیوں پر بیان تھا کہ کسی مقرر کی زبان سے کبھی ہم نے ایسا بیان سنا نہیں، جو حضرت مولانا نے وہاں بلیکبرن (Blackburn) میں بیان فرمایا تھا۔ تو قرآن نے بھی دہرایا کہ یہ نبیِ امی ہیں مگر کیسے نبی امی ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یمن بھیج رہے ہیں اور یمن کے حاکم اور قاضی اور وہاں کے منتظم اعلیٰ بنا کر انہیں بھیجا جا رہا ہے۔ وہاں کی ذمہ داریوں میں سے ایک بڑی ذمہ داری قضا کی ذمہ داری تھی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں **کیف تقضی یا معاذ** ؟ تمہارے سامنے کیس پیش ہونگے لوگ آپس کے باہم جھگڑوں کے لئے تمہارے پاس آئیں گے تم کیسے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! پہلے قرآن کریم کی طرف نگاہ کروں گا اگر اس مقدمے کا جواب مجھے قرآنِ کریم سے ملتا ہے تو میں قرآن کریم کے ذریعے فیصلہ

کروں گا۔اور اگر قرآن کریم میں نہ ملے؟ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نظر کروں گا، اگر وہاں سے اس کا جواب مل گیا اس کے مطابق میں فیصلہ کروں گا، اور اگر دونوں طرف سے مجھے مایوسی ہوئی تو **اجتهد برأى** پھر میں اللہ عزوجل نے آپ کی صحبت کی برکت سے مجھے جو عقل دی ہے علم دیا ہے اسکی روشنی میں میں فیصلہ کروں گا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے فرمایا **الحمد لله الذى وفّق رسولَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم** کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ جس کو میں بھیج رہا ہوں صحیح آدمی کو بھیج رہا ہوں اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک ان کے سینے پر رکھا، یہ نبی امی کہ وہ صرف دستِ مبارک انکے سینے سے مَس ہوگیا تو وہ معاذ جو ایک بچے ہیں نوجوان ہیں ان کا مقام یہ ہوگیا **أعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل** کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر قیامت تک جتنے علماء اور اہلِ علم ہونگے وہ سب میدانِ محشر میں ان کے پیچھے پیچھے، اہلِ علم کا جھنڈا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا اور سب ان کے پیچھے ہونگے۔ یہ نبیِ امی کہ جن کے دستِ اقدس کے حضرت معاذ کے سینے سے مس کر جانے سے اللہ عزوجل نے وہ علوم ان پر کھول دئے کہ قیامت میں سب سے آگے آگے ہونگے۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھیج رہے ہیں یمن، ان سے بھی یہی سوال فرمایا کہ علی ! تمہیں وہاں مقدمات کا سامنا ہوگا لوگ اپنے cases اور مقدمات لیکر آئیں گے تو تم کیسے فیصلہ کروگے؟ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! **لا علم لى بالقضاء** صاف عرض کیا کہ یارسول اللہ میں تو فیصلہ کیسے کرنے ہیں، میں جانتا نہیں قضاء کا مجھے علم نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ **ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم**

علیٰ صدرہ ایک دھکا سینے پر۔

فرماتے ہیں کہ وہ علی جو سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا خود اقرار فرما رہے ہیں کہ مجھے قضاء کا علم نہیں مگر آپ جمعہ کی نماز میں خطبے میں سنتے ہیں **وأقضا هم علی رضی الله عنه** امتِ محمدیہ میں سب سے بڑا انسان جس کو فیصلہ کی اور تحکیم کی قدرت عطا کی گئی **وأقضاهم علی رضی الله عنه** سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلوں پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ ہمارے یہاں پاکستان سے جو علماء تشریف لاتے ہیں ان میں ایک مولانا محمد اجمل خان صاحب تشریف لاتے تھے جو سیکرٹری جنرل بھی رہے جمیعت علماء اسلام کے، وہ کئی جگہ اپنی تقریروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے سنایا کرتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مشکل ترین مسئلہ بھی ان کے سامنے پیش ہوا جس کو دنیا کا کوئی جج، کوئی حاکم اس کی گتھی سلجھا نہیں سکتا، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کا فیصلہ فرمایا، اور مشکل ترین فیصلوں کو عوامی انداز میں اپنی تقریر میں نہایت آسان فرما کر وہ پیش کیا کرتے تھے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جو ایک مُکا ان کے سینے پر لگا اور حق تعالی شانہ نے جس کی انہیں شکایت ہے کہ **لا علم لی بالقضاء یارسول الله** میں تو قضاء کو جانتا نہیں لیکن سب سے بڑا قاضی ان کو حق تعالیٰ شانہ نے بنادیا۔

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسی **لا علم لی بالقضاء** کو دیکھ کر کے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو نوجوان ہیں اور سیدنا امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کا عمل انہوں نے دیکھا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلاتے ہیں اور ایک کام سپرد فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کو ایک منصب سونپنا ہے قضاء کا منصب، حضرت عبد

اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما عرض کرتے ہیں کہ کیا امیر المومنین مجھے معاف رکھو گے؟ میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔ مگر اور سخت تاکیدی الفاظ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **عزمت علیک** کہ میں آپ کو تاکیدی حکم دیتا ہوں، قسم دیتا ہوں کہ آپ کو یہ ذمہ داری سنبھالنی ہوگی۔

جب یہ اتنے تاکیدی الفاظ میں حکم سنا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپ میرے بارے میں عجلت سے کام نہ لیجئے، ایک بات میں عرض کر رہا ہوں آپ نے بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہوگی کہ **من عاذ باالله فقد عاذ با لمعاذ** کہ جس نے اللہ کی پناہ مانگ لی تو اس نے پناہ دینے والے کی پناہ میں، وہ چلا گیا۔ میں آپ کے سامنے اب کلمات اپنے دہرا رہا ہوں **أعوذ باللہ ان اکون قاضیاً** کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھے قاضی بنایا جائے۔ انہوں نے، چونکہ وہ بھاگتے تھے اس منصب سے۔

حالانکہ منصب کے لئے دنیا میں تو ہر ادارے میں، ہر حکومت میں، ہر جگہ، گھر میں، ہر جگہ اس کے لئے لڑائیاں ہوتی ہیں مگر یہ حضرات بھاگتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے پہلے حدیث سنائی اور اس کے بعد وہ کلمات دہرائے **اعوذ بالله ان اکون قاضیاً**۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ابا جان یہ کام کرتے رہے ان کے سامنے ساری عمر لوگ فیصلے کئے حاضر ہوتے تھے وہ فیصلے کیا کرتے تھے، تم کیوں اس سے بھاگتے ہو؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے بڑا پیارا جواب دیا، انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! **لستُ کأبی** میں میرے ابّا کی حرص کہاں کر سکتا ہوں؟ میں ان تک کہاں پہنچ سکتا ہوں؟ ان کے علم اجتہاد۔ جب حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو صحابہ کرام اس وقت رو رہے تھے کہ ان کے ساتھ قرآنی علم چلا گیا تو میرے پاس وہ علم کہاں؟ جو میرے ابّا کے پاس تھا۔ **ولستَ کا**

**الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں ہو۔ میرے ابّا کو کوئی تکلیف اور کوئی الجھن پیش آتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشفی فرماتے اور اگر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں آگے جبرئیلِ امین کے واسطے سے اللہ عزوجل سے پوچھ لیتے۔ یہ سلسلہ تو ختم ہو گیا اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ اس سے معذور رکھیں۔ پھر بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصرار کرتے رہے تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے بہت ڈر لگتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ **القضاۃ ثلاثۃ واحد فی الجنۃ اثنان فی النار** کہ تین قسم کے قاضی ہوتے ہیں ایک جنت میں، جو حق کو معلوم کر کے چھوڑے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے تو یہ تو ہے جنت میں۔ اور جو **من قضیٰ علی جھل فھو فی النار** کہ جو case کو سمجھ نہ سکے حق کس کا ہے اسکو معلوم نہ کر سکے اور اندازے سے فیصلہ کر دے تو فرمایا کہ وہ بھی جہنم میں، کہ جب اس میں استعداد نہیں تھی، وہ حق کو معلوم نہیں کر سکتا تھا، اس کی صلاحیت نہیں تھی تو اس منصب پر بیٹھا کیوں؟۔ اور تیسرا کہ جو جان بوجھ کر ظلم کے ارادے سے کسی کو نقصان پہنچان کے ارادے سے غلط فیصلہ دے وہ تو ہے ہی جہنم میں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو معذرت کرتے رہے وہ اسی لئے کہ یہ سب حضرات جس طرح کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کر دیا **لا علم لی بالقضاء یارسول اللہ**۔

## امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ سارے سلسلے کی داستانیں سن رکھی تھیں، تو خلیفہ ابوجعفر منصور جب آپ کو بلاتا ہے۔ پہلے ابن ہبیرہ بلاتا ہے ابن ہبیرہ کے بعد ابوجعفر منصور خود بلاتا ہے اور منصب قضاء پیش کرتا ہے کہ ہم آپ کو چیف جسٹس کا منصب

پیش کرر ہے ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **لا أصلح** میرے اندر اس کی صلاحیت نہیں کہ میں اس منصب پر، اس کرسی پر بیٹھوں۔ تو اس پر خلیفہ کہتا ہے کہ تم، اتنے سارے تمہارے فلاں فلاں شاگرد، انکو ہم نے دیکھا انکی علمی صلاحیت، قضاء کی صلاحیت، ان میں مرتبہ اجتہاد کی صلاحیت ہمیں معلوم، ان طالب علموں کو آپ نے تیار کیا، آپ ان کے استاد، کہتے ہو کہ مجھ میں صلاحیت نہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اب آپ کے سامنے جو میں نے عرض کیا کہ میں اس کے لائق نہیں اگر میں سچا ہوں تو مان لو اور اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو جو شخص جھوٹ بولتا ہو وہ قاضی کب بنایا جا سکتا ہے؟ اور پھر آگے انہوں نے اپنی طرف سے ایک رائے ضمناً پیش کر دی کہ بہتر یہ ہے کہ کوئی عربی آدمی اس منصب پر ہونا چاہئے۔

اس زمانے میں بھی یہ باتیں اس قسم کی چلنی شروع ہو چکی تھیں اس لئے انہوں نے صحیح رائے دی کہ میں تو عربی نہیں ہوں میری اصل فارس سے ہے اس لئے کوئی اس منصب کے لائق ایسا شخص ہونا چاہئے کہ جو عربی النسل ہو۔ خلیفہ کہتا ہے کہ قرآن اس کے خلاف کہتا ہے **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم** کہ عرب اور عجم کی اس تفریق کو قرآن ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ قرآن نے ایک اور معیار بتایا **ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم**۔ دیکھئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے خلیفہ براہ راست گفتگو کر رہا ہے، اس کا لہجہ، اس کی زبان سخت سے سخت تر ہوتی چلی جا رہی ہے اس کے باوجود منصب قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ اخیر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھئے یا تو میری گلو خلاصی کر دیجئے، اس منصب سے میری معذرت قبول کر دیجئے ورنہ پھر میں ابھی **لبیک اللھم لبیک** عمرہ حج کے احرام کی نیت کر لیتا ہوں۔ اللہ عزوجل نے دنیا میں جو ذہین ترین انسان پیدا کئے ان میں سے ایک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ اسکو شرعی مسئلہ بتا کر اسکو روکنا چاہتے ہیں اور خلیفہ سے فرماتے ہیں کہ دیکھئے اب میں اسی جگہ اگر تم نے مجھ پر زیادہ اصرار کیا تو میں

احرام کی اور مکہ مکرمہ محرم بن کر عمرہ کے لئے یا حج کے لئے جانے کی میں نیت کرلوں گا، اور جو اللہ کے راستے کے لئے اللہ کے گھر کی طرف چل پڑا ہو، اسکو روکنا حکومتِ اسلامیہ کے لئے اور اسلامی حاکم اور امیر المؤمنین کے لئے کب زیب دیتا ہے؟ اس لئے اگر آپ مجھے نہیں چھوڑتے تو میں ابھی لبیک پڑھ کر محرم بن جاتا ہوں۔ لیکن وہ حکومتیں کب چھوڑتی تھیں۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی لمبی آگے داستان ہے، آپ پر اصرار کیا گیا، سو کوڑے آپ کے لئے تجویز کئے گئے، جیل تجویز کی گئی، جیل ہی میں دیکھا کہ اب حکومت نے دیکھا کہ یہ ساری امتِ اسلامیہ اس طرف متوجہ ہے کہ انکا کیا بنتا ہے وہ ہماری مخالف بنتی جارہی ہے تو انکو جیل میں زہر دیا گیا اور اسی کے نتیجے میں آپ نے شہادت پائی۔

دوستو! یہ جو الٓمّٓ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّیت کا ایک نمونہ پیش کرنے کے لئے یہ کلمات حروفِ مقطعات کے طور پر رکھے گئے کہ آگے اس قرآنِ کریم کو جب تم پڑھو گے تو تمہیں قدر ہوگی کہ اس کے لانے والے نبیِ امی ہیں اور ہم نے ان پر یہ کیسا قرآن نازل کیا۔ کیسا قرآن نازل کیا؟ **ذلک الکتاب** ایسا قرآن ہم نے نازل کیا کہ جو کتابیں آسمانی چلی آرہی تھیں توریت انجیل زبور آسمانی تمام کتابیں قرآن نے کہا کہ **الکتاب** بس ان کا نام لینا بھی آج سے چھوڑ دو۔ ان تمام کتابوں کو ہم نے اس میں کرلیا ہے۔ اور ان تمام کتابوں کو ہم نے اس کے ذریعے منسوخ کردیا ہے اب کتاب تو صرف یہی ایک کتاب ہے۔

## ابنِ جَنی

ابنِ جَنِی یا ابنِ جِنی جن کے نام میں اختلاف بتلایا جاتا ہے کہ انکا نام ابنِ جِنّی یا ابنِ جَنِی ہے تو وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو **الکتاب** یہاں لایا گیا ہے تو اسمِ جنس کس جگہ بولا جاتا ہے کہ انسان تو یہ ہے۔ تم نے انسان دیکھا تو یہ انسان تو اسمِ جنس ہے جس شخص کا نام لئے بغیر اس کو کہا جائے کہ یہ انسان ہے تو یہ اسمِ جنس کے ذریعہ انتہائی درجہ مبالغہ کا ہوتا ہے اس کی

تعریف کا۔تو یہ قرآنِ کریم کی انتہائی تعریف اس جگہ الکتاب لا کر کی گئی ہے۔

## زمخشری

جیسا کہ ادب میں سب سے عظیم ترین کتاب جولکھی سیبویہ نے، اس کا نام ہی الکتاب ہے۔زمخشری معتزلہ کے امام بلکہ اعتزال کے بانی وہی ہیں انہوں نے خوارزم سے اس زمانے میں مکہ مکرمہ کا سفرکیا اور یہی الکتاب پڑھنے کے لئے جو ابنِ سیبویہ نے لکھی تھی۔ جب چھوٹے سے طالب علم نہیں تھے۔

لکھا ہے کہ اس وقت زمخشری کی عمر پچاس برس تھی اور اپنے وقت کے سب سے بڑے دنیا کے ادباء میں ان کا شمار۔مگر انہوں نے سنا کہ سیبویہ کی الکتاب پڑھانے والا ایک شخص مکہ مکرمہ میں ہےتو ہزاروں میل کا سفرکر کے وہ مکہ مکرمہ پہنچے، اس وقت مکہ مکرمہ میں اس کتاب کے سب سے بڑے عالم تھے وہ آپ کے یورپ سے وہاں پہنچے ہوئے تھے اندلس مرحوم اسپین سے وہاں مکہ مکرمہ میں تشریف رکھتے تھے۔ان کے پاس ابوبکر اندلسی کے پاس الکتاب پڑھنے کے لئے گئے پھرطویل عرصہ انکی خدمت میں رہے۔ وہ کتاب ان سے پڑھی زمخشری نے، اور پھرآگے خودبھی انہوں نے قرآنی علوم پر بڑی کتابیں لکھیں۔ مفتاح القرآن، التفسیر کئی انکی کتابیں ہیں۔مگرعلم اور چیز ہےاور ہدایت اور چیز ہے۔اتنا بڑاانسان زمخشری! کہا گیا ہے کہ **لو لا الأعرج و الكوسج لَظَلَّ القرآنُ بِكْرا** کہ دوانسان اگر دنیا میں پیدا نہ ہوئے ہوتے ایک لنگڑا اورایک کوسج، کوسج کہ وہ مرد کہ جس کے چہرے پر بال نہ آئے ہوں اسکو کہتے ہیں کوسج۔ یہ سکاکی کوسج تھے رخسار پر بال نہیں تھے کہتے ہیں کہ اگر یہ دوانسان پیدا ہوئے نہ ہوتے تو قرآن جیسا نازل ہوا تھاتھوڑی سی جو بکور کے وقت علی الصباح پو پھٹنے کے وقت جوتھوڑی سی روشنی ہوتی ہے اتنی قرآن کی روشنی دنیا کو مل پاتی۔انہوں نے قرآنی علوم کو اتنا کھولا کہ پھراس کی روشنی بڑھتے بڑھتے ضُحیٰ چاشت کا وقت اور زوال اورسورج کی روشنی

جس طرح بڑھتی رہے اس طرح قرآنی علوم کو مکمل طور پر انہوں نے کھول کر پیش کیا ان دونوں حضرات نے۔

مگر میں نے عرض کیا کہ علم کتنا ہی مل جائے مگر اللہ عزوجل نے ہدایت اپنے قبضۂ قدرت میں رکھی ہے۔ جس نے ساری دنیا کو قرآن سمجھایا مگر وہ شخص معتزلہ کا سب سے بڑا امام۔ اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ابن ابی جمرۃ اندلسی وہ بھی اندلس کے ہیں آپ کے یہاں اسپین میں اندلس میں بڑے بڑے محدثین، بڑے بڑے مفسر پیدا ہوئے۔ ابن ابی جمرہ نے زمخشری کی کتابوں پر بہت طویل تبصرے فرمائے ہیں، کہ فلاں کتاب میں اس نے یہ لکھا فلاں میں یہ لکھا۔

میں نے ایک دفعہ ایک مضمون جونپور ریاض الجنۃ والوں کو لکھا۔ میں نے ان کو لکھا کہ آپ کے رسالہ ریاض الجنۃ میں فلاں صاحب کی ملتِ اسلامیہ کی خدمات پر جو مضمون آرہا تھا وہ تو اپنی حد تک انکی خدمات کے شکر کے سلسلے میں بجا تھا مگر آپ نے انکے علمی تفسیری مقام کو کھولنا شروع کیا ہے تو جو آپ لکھ چکے اسی پر اللہ عزوجل سے معافی طلب کرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے اس سلسلے کو بند کریں تو بہتر ہے اور میں نے پھر انکے اعتزال کے متعلق لکھا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں فلاں جگہ اعتزال اختیار کیا ہے، فلاں جگہ اپنی عقل چلائی ہے۔ جنگِ بدر کے متعلق یہ لکھا کہ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے فتح عطا فرمائی کہ ملائکہ کو صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے اترتے ہوئے دیکھا اور وہ لکھتے ہیں کہ جو جنگِ بدر میں فتح ہوئی مسلمانوں کو، وہ ایک بارش ہوئی رات کو اس سے مسلمان بچ گئے ورنہ کافروں کو فتح ہونے والی تھی۔ اگر بارش فلاں جنگِ عظیم فلاں موقع پر، فلاں میدان میں، جس طرح بارش نے پانسا پلٹ دیا تھا بالکل ہو بہو جنگ بدر میں ایسا ہی ہوا۔ ہر جگہ جو روحانیت کا انکار کرکے، ملائکہ کا انکار کرکے، وہ عقل کے مطابق سمجھانے کی کوشش کرتے رہے، ایسی بہت سی مثالیں میں نے انکو پیش کیں۔

---

اسی لئے یہ زمخشری کے متعلق ابنِ ابی جمرۃ اندلسی نے جگہ جگہ انکی کتابوں پر قلم چلایا ہے کہ فلاں جگہ اس نے یہ اعتزال اختیار کیا، فلاں جگہ اس نے عقل چلائی ہے۔ وہ کسی حد تک اس سے معافی بھی ہوسکتی تھی، اسکی کوئی تاویل بھی کی جاسکتی تھی کہ اس نے دوسری کسی اور جگہ لکھ کر اس سے توبہ کر لی ہوگی۔ مگر ایک اور بیماری جو اس میں بتائی گئی یہ کہ وہ سب سے بڑا شیعہ تھا، جگہ جگہ اشعار میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی تنقیص کی ہے۔ غرض اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہدایت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنی علوم سے ہمیں بہرہ ور فرمائے، غوایت اور ضلالت سے ہماری حفاظت فرمائے، اس مدرسے کو قبول فرمائے، اس کے بانیوں کو قبول فرمائے، ان طلبہ کو، انکے خاندانوں کو قبول فرمائے۔ ہم سب کے لئے اس مجلس میں ہماری مغفرت کا اللہ عزوجل ذریعہ فرمائے۔ جس طرح میں نے عرض کیا کہ امتِ اسلامیہ کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں اہل شام کے لئے۔

**اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا مولانا محمد و بارک وسلم...وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔**

(۴)

**الحمد لله، الحمد لله كفیٰ و سلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ، اما بعد**

**فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم، بسم الله الرحمٰن الرحیم،**

**الٓمّ، ذلک الکتاب لا ریب فیه، هدی للمتقین، الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوة ومما رزقنٰهم ینفقون۔**

درود شریف پڑھ لیں۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا و نبیناوشفیعنا و حبیبنا وسندنا و مولانا محمد و بارک وسلم۔**

حضرت مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادے کی حفظ قرآن کے ختم کی تقریب میں ہم شریک ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سلسلے کو امت میں ہر جگہ عام فرمائے۔ حفظ کی برکات سے امت کے ہر اُسرہ اور خاندان کو اس نعمت سے نوازے اور ہمارے مدارس، مساجد، تعلیمی اداروں کی ہر جگہ حق تعالیٰ شانہ حفاظت فرمائے، سب کو ترقیات کی راہ پر گامزن فرمائے۔ نظر بد سے، حاسدین کے شر سے ان اداروں کی حفاظت فرمائے۔

روزانہ کہیں نہ کہیں حفظ قرآن کی تقریب ہوتی ہوگی اور دنیا کے کونہ کونہ میں جگہ جگہ مدارس

اور مکاتب سے بچے حفظ قرآن سے فراغت پاتے ہونگے۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کا ایک عطیہ ہے اس امت کے لئے۔ اور قرآن پاک کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ دنیا کے کونہ کونہ میں ہزاروں زبانیں الگ ہیں، جن کا عربی زبان سے قریب کا کوئی واسطہ نہیں، مگر وہ بچے بلا سمجھے اس خالص فصیح عربی قرآن کو حفظ کر لیتے ہیں۔ اور جہاں صحت کا اہتمام ہے وہاں تو آپ آواز سن کر یہ نہیں بتا پائینگے کہ یہ کوئی عرب بچہ پڑھ رہا ہے یا عجم کا رہنے والا پڑھ رہا ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ جس زبان کو آپ نہیں جانتے، پشتو میں نہیں جاتا تو اگر مجھے لکھ کر دے دی جائے، میں اس کو رٹوں رٹوں تو بھی نہیں پڑھ سکونگا اور اگر پڑھونگا تو پشتو بولنے والے ہنسیں گے۔ کہ تحریر دیکھ کر بھی پڑھوں گا تو بھی جگہ جگہ وہ کہیں گے کہ یہ لفظ ایسا نہیں ہے جس طرح تم بول رہے ہو، لیکن قرآن ان بچوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتنا آسان فرما دیا۔

## بھائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

افریقہ میں آپ چلے جائیں، چپاٹا (زامبیا) بھائی صاحب کا دارالعلوم ہے وہاں سے افریقن بچے کتنی صحت و تجوید سے پڑھتے ہیں پرتگال میں لزبن میں ابھی کچھ عرصہ سے ہم نے سلسلہ شروع کیا وہاں ہمارے دارالعلوم کے ایک فارغ مولانا بلال صاحب ناخدا تشریف لے جاتے ہیں، اور ابھی تو راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اِن مختصر راتوں میں یورپ میں آسانی سے ان کے پیچھے کئی سو، سات سو، آٹھ سو نمازی جمع ہو جاتے ہیں اور ایک دو رات میں آرام سے قرآن شریف پورا پڑھ لیتے ہیں۔ تو ہمارے بھائی صاحب نے جب یہ سنا تو بتایا گذشتہ سال چپاٹا میں ایک افریقی طالب علم نے ایک رات میں پورا قرآن شریف ایسی روانی سے پڑھا کہ نہ کہیں غلطی نہ کہیں اٹکنا نہ رکنا، جیسے کوئی عرب بچہ پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی زبان کے علاوہ اور کوئی دوسری زبان نہیں جانتے۔ تو یہ کسی کا کمال نہیں، نہ بچوں کا کمال، نہ اساتذہ کا کمال۔

یہ قرآن پاک کا، سرکار دوعلم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

الٓمٓ سے اس کا پہلا پارہ شروع ہوتا ہے قرآن کریم کی ترتیب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل امین بتاتے رہے، نازل تو اقرء کی سورت پہلے ہوئی ہے، **اقرء باسم ربک الذی خلق** مگر اس کو شروع میں نہیں رکھا گیا۔ لیکن جو قرآن پاک کو مرتب کیا گیا تو آیات کے لئے، سورتوں کے لئے کہ کونسی سورت پہلے ہوگی کونسی بعد میں ہوگی۔ سورت کی آیات کی ترتیب وہ سب حضرت جبرئیل بتاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ آیت، سورت فلاں جگہ رکھی جائے گی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والے خادم کو، صحابی کو بلا کر فرماتے کہ اس کو لکھو اور اس کو فلاں جگہ فلاں سورت میں رکھو۔

ابھی جو آیات آپ کے سامنے پڑھی گئیں یہ قرآن کریم کی ابتدائی آیات ہیں، جہاں سے قرآن کا پہلا پارہ شروع ہوتا ہے، سورہ بقرہ کی پہلی اور دوسری آیت میں نے پڑھی جس میں حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں **الٓمٓ ذالک الکتاب**۔

الٓمٓ سے چیلنج ہے کہ بتاؤ اس کے کیا معنیٰ ؟ یہاں تک کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کے معنیٰ نہیں بتائے گئے، آخرت میں سب کو بتائے جائینگے۔ یا یہ بھی کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے گئے مگر ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے معنیٰ نہیں بتائے گئے کہ امت کو آخرت میں اس کے معنیٰ معلوم ہونگے۔ بتانا چاہتے ہیں حق تعالیٰ شانہ پڑھنے والوں کو الٓمٓ کا کلمہ دیکر، کہ جیسے یہ الٓمٓ کے معنیٰ کوئی نہیں جانتا تم میں سے اسی طرح میرا نبی ایک کلمہ نہیں جانتا تھا۔ میرا نبی نبیِ امی اس نے کوئی ایک کلمہ نہیں پڑھا، کسی سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔ تو یہ الٓمٓ بالکل شروع میں اسی لئے لایا گیا چیلنج کے لئے کہ میرا نبی نبیِ امی ہے اور یہ کیسی عظیم کتاب لیکر آیا ہے اس کو آپ آگے دیکھیں گے۔ جیسے آپ سب لوگ الٓمٓ کے معنیٰ سمجھنے سے عاجز، اسی طرح میرا نبی نبی امی ہے اس نے کسی سے کچھ پڑھا نہیں مگر آگے کلمات آپ دیکھیں گے اتنے فصیح اور بلیغ، عربی کا یہ کلام اور کیسا معجزانہ کلام، میں میرے

نبی کو دیتا ہوں۔تو یہ کیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو امیِ محض اور کیسے علوم حق تعالیٰ شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ یہ میں نے علمِ غیب، جو میری ذاتی صفت ہے، اسی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ علوم عطا فرمائے۔ **الذین یؤمنون بالغیب** مغیبات کے علوم سے میں نے میرے نبی کو نوازا۔ یہ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس امت پر حق تعالیٰ شانہ کا فضل ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ حشر میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر قیامت تک کے آخری آنے والے انسان تک جہاں سب جمع ہونگے اسی میدانِ محشر میں سب کے سامنے رسوائی سے حق تعالیٰ شانہ ہماری حفاظت فرمائے۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس امت کے ساتھ خصوصی معاملہ ہے ورنہ پہلے پچھلی امتوں میں ہر چیز میں روز رسوائی ہوتی تھی ان امتوں کی۔ابھی مغرب کی نماز آپ نے مسجد میں پڑھی، بریڈفورڈ میں کتنی بڑی آبادی، ایک ایک علاقہ میں ہزار ہا اہلِ ایمان بستے ہیں مگر مسجد میں نمازی کتنے؟ بہت ہی کم تو اس کی بھی رسوائی ہوتی تھی کہ آج اس نے مغرب کی نماز نہیں پڑھی۔

آیا ہے روایات میں کہ بنی اسرائیل میں سے جو کوئی گناہ کرتا تھا صبح ہونے سے پہلے پہلے اس کے دروازہ پر گناہ لکھ دیا جاتا تھا۔ ہر گذرنے والا دیکھتا کہ اس مکان میں بسنے والوں نے آج یہ حرکتیں کیں، حق تعالیٰ شانہ کی یہ نافرمانی کی ہے، وہ لکھ دیا جاتا اور سارے گذرنے والے پڑھتے، گناہوں کا یہ حال تھا۔

جو زکوٰۃ کی ادائیگی ہے وہ اکٹھی کی جاتی ساری زکوٰۃ، اور نبی یا ان کی طرف سے اس خدمت پر مأمور جو ہوتے وہ آتے اور دعا کرتے، اگر وہ زکوٰۃ پوری پوری ادا کر دی گئی ہے تب تو آسمان سے آگ آتی اور اس کو اٹھا کر لے جاتی اور ان کا صدقہ قبول ہوتا۔لیکن اگر تھوڑی سی بھی خیانت کی ہے۔جیسا میں نے عرض کیا نماز کا حال، زکوٰۃ کا حال بھی یہی ہے۔

بے حساب دولت مگر بخل کا یہ حال کہ کوئی ہزارواں لاکھواں حصہ بھی اس میں سے ادا نہیں ہوتا ہوگا تو پچھلی امتوں میں یہ رسوائی ہوتی تھی زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر یا کم دینے پر، سب کو پتہ چل جاتا تھا کہ اس نے اپنی زکوٰۃ پوری پوری ادا نہیں کی۔ جس کے طویل قصے بھی روایات میں ذکر کیئے گئے۔

یہ جتنی چیزیں اس طرح رسوائی کی تھیں حق تعالیٰ شانہ نے اس کو بھی غیب میں شامل کر دیا کہ یہ نماز اس نے نہیں پڑھی یہ بندہ کا اور میرا معاملہ ہے، میرا اور اس کا آپس کا معاملہ ہے۔ کل قیامت میں میں چاہے اسے بخش دوں چاہوں اسے سزا دوں۔ اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی دنیا میں۔ دنیا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی میں ہم چھپے ہوئے ہیں، پردہ ہمارے گناہوں پر ڈال دیا گیا کہ یہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، دنیا میں رسوائی نہیں ہوتی، حق تعالیٰ شانہ نے اس کو بھی آخرت پر رکھا، وہاں آخرت میں فیصلہ ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ وہاں ہماری ستاری فرمائے، رسوائی سے جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرمائے۔

تو یہ جتنی چیزیں ہیں ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہمارے ساتھ یہ ستاری ہے ورنہ ہم عبادات کے معاملے میں جس طرح میں نے عرض کیا نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ہماری طرف سے کس قدر کوتاہی ادائیگی میں ہوتی ہے اور ادا کرنے کے بعد بھی حفاظت نہیں کر پاتے او ہو!! ہمارے یہاں صرف ایک باب اسلام میں صرف عبادات کا نہیں ہے۔ عبادات، معاملات ہر چیز میں ہم شریعت کے پابند ہیں۔

## حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھے ہمارے مرحوم دوست حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے۔ سب سے پہلے اس ملک میں آنے کے بعد اہلِ علم علماء میں سے جن سے تعلق ہوا جن سے دوستی ہوئی، اور الحمدللہ ساری عمر تک انہوں نے میرے جیسے بدخلق کو نبھایا بھی، اللہ تعالیٰ جنت

میں بھی رفاقت عطا فرمائے۔ ابھی گذشتہ ہفتہ ان کو خواب میں دیکھا بہت اچھے حال میں۔ ہر ہفتہ تقریباً وہ تشریف لے آتے تھے یا میں یہاں آپ کے ہاؤرڈ سٹریٹ( Howard Street ) میں آ جاتا تھا، وہ وہاں کے سہارنپور کے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات پوچھتے، خطوط وغیرہ اور وہاں کی سب داستانیں میں سناتا، پھر کبھی کوئی علمی گفتگو ہوتی۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ہمارے یہاں ایک مسئلہ پیش آیا ہے کہ ایک دوست نے کسی اپنی جائیداد یا مکان کے سلسلے میں دوسرے دوست کو زبانی طور پر کہہ دیا کہ یہ مکان میں نے آپ کو فروخت کیا، اس نے کہا ہوگا کہ اتنے میں مجھے فروخت کردو، انہوں نے ہاں کرلی۔ تو یہ جو زبانی انکی طرف سے پیش کش اور دوسرے ساتھی نے اپنی طرف سے ہاں میں جواب دیا تو یہ سودا غیر منقول چیز کا ہے، منقول اور غیر منقول چیزوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ سگریٹ کی مثال تو نہیں دینی چاہیے سویٹ کی مثال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سگریٹ کی اور ان جیسی چیزوں کی لعنت سے ہمارے نوجوانوں کی، بڑے بوڑھوں، سب کی حفاظت فرمائے۔ ایک سویٹ معمولی سی بھی خریدنے کے لئے بھی جائیں وہاں اگر کوئی کہہ دے کہ یہ میں نے آپ کو بیچ دی آپ کے ہاتھ میں تھما دے آپ رقم دے دیں، تو یہ منقول چیز پر قبضہ ہوا، اب یہ جائیداد یہ تو سویٹ کی طرح سے ہاتھ میں تھمائی نہیں جاسکتی، تو یہ غیر منقول چیزیں جن کو وہاں سے اٹھایا نہیں جاسکتا، زمین جائیداد تو ان کے مسائل اس سے مختلف ہیں منقول چیزوں سے۔

حضرت مولانا پوچھنے لگے کہ اب ان ساتھی کا ارادہ بعد میں بدل گیا تو میرے پاس آئے دونوں کہ سودا ہوا یا نہیں ہوا؟ یہ بیع ہوگئی؟ یا صرف وعدہِ بیع ہے؟ اگر بیع کا وعدہ ہے کہ وعدہ پورا ہوتا ہے کاغذات وغیرہ کی تکمیل اور سائن (دستخط) کے بعد اور رقم وغیرہ کی ادائیگی اور سب مراحل سے گذرنے کے بعد۔ اس میں حق تعالیٰ شانہ نے قدم قدم پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں رستہ بتایا، ان معاملات میں بھی کہ کوئی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ مکان ہے یہ صاحب خرید رہے ہیں اور ان کا سودا آپس میں

چل رہا ہے، ابھی اگر چہ انہوں نے ہاں نہیں کی یا نہ ہی نہیں کی، سودے کی بات چل رہی ہے تو فرمایا کہ اپنے بھائی کے بھاؤ پر تم بھاؤ نہ کرو۔

اسی طرح نکاح کے باب میں فرمایا کہ اپنے بھائی کے خِطبہ اور منگنی پر تم منگنی نہ کرو۔ ایک نوجوان کسی جگہ کوشش کر رہا ہے اس کی بات چل رہی ہے تو جب تک لڑکے والوں سے اور لڑکی والوں کی طرف سے، دونوں کی طرف سے آپ کو یہ واضح خبر نہ ملے کہ ان کی آپس کی بات چیت ختم ہوگئی، کسی نتیجہ پرنہیں پہنچ سکے۔ اسکے بعد پھر آپ شروع کر سکتے ہیں۔ اگر کسی کی منگنی ہو چکی اس کو توڑنا تو اور بھی برا ہے۔ تو یہ عبادات کے باب میں اور یہ عقود بیع وشراء کے معاملے میں، نکاح اور منگنی کے معاملے میں ہر چیز میں ہمیں پابند کیا گیا منگنی پر منگنی، سودے پر سودا کرنا برا ہے کہ دوسرے کا حق غصب کرنا ہے۔ جس طرح کوئی چور چوری کرتا ہے کسی جگہ تو وہ اپنے دل میں سوچتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اور اس مالدار کے پاس اتنی دولت ہے تو وہ جا کر چپ چاپ سے لینے کی کوشش کرتا ہے اور ڈاکو اس سے بھی آگے کہ سامنے بندوق دکھا کر لینے کی کوشش کرتا ہے کہ میرے پاس نہیں ہے اس کے پاس ہے اس سے چوری یا ڈکیتی سے میں لے لوں۔ تو ہماری شریعتِ مطہرہ ہمیں کہتی ہے کہ اس بھائی کی اس مکان پر نظر ہے اور وہ لینے کی کوشش کر رہا ہے تو ہمیں پابند کر دیا گیا کہ نہیں اب تم اس پر نظر بھی مت کرو جب تک ان کا معاملہ آپس میں ہاں یا نہ میں ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ کہیں نکاح کا، اسی طرح منگنی کا معاملہ ہے تو وہاں جب تک دونوں جماعتوں کی طرف سے آپ کو واضح اطلاع نہ ملے وہاں تک تم اس کو سوچنا ختم کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ سوچنا چھوڑ دو۔ آگے پلان بنا کر ان کو، اس کو توڑا جائے اور آپ کوشش کریں کہ ہم سودا کر لیں آپ کوشش کریں کہ ہماری منگنی ہو جائے ایسا نہ کرو۔ تو یہ ہماری شریعت کتنی پاکیزہ کہ سوچ سے بھی ہمیں روکا گیا۔

## حضرت تھانوی قدس سرہ

ایک مسئلہ مجھے یاد آیا، حضرت تھانوی قدس سرہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت! یہ جو کسی کے متعلق، کسی کے ذہن میں، کسی کو آپ نے دیکھا، اس کا دماغ میں فوٹو ہے تو اس کا تصور قائم کرنا کیسا ہے؟ جس طرح کسی نامحرم کو دیکھنا جائز نہیں تو ہماری شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ ہے کہ اس خاتون یا اس مرد کا نوجوان کا تصور دماغ میں قائم کرنا یہ بھی ناجائز ہے اور اس تصور کے ذریعہ، آگے اس تصور کو جمانا اور اس کو سوچتے رہنا، فرمایا کہ یہ بھی ناجائز۔ پھر پوچھنے والے نے پوچھا کہ حضرت! یہ تو اس وقت ہے جبکہ ایک انسان ہے کوئی نوجوان ہے کوئی خاتون ہے کسی کو دیکھا اور اس کا فوٹو جسے وہ جانتا ہے دماغ میں ہے تو اس کے تصور کو ناجائز کہا گیا لیکن اگر ایک فرضی تصور ہو، دماغ میں فرضی فوٹو قائم کیا جائے کہ جس کو دیکھا نہیں، جس طرح بناتے رہتے ہیں تصویریں۔ تو فرضی تصویر دماغ میں قائم کر کے جس کا کوئی مسمیٰ موجود نہیں ہے اس کو سوچا جائے تو اس کا کیا حکم؟

تو حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی ناجائز۔ فرمایا کہ دماغ میں کوئی تصور بنتا نہیں جب تک کہ کسی کی دیکھی ہوئی آنکھ اس میں نہ ڈالی جائے، کسی کی ناک نہ ڈالی جائے، کسی کے بال نہ ڈالے جائیں۔ فرمایا کہ وہ جو فرضی تصویر ہوگی وہ بھی اسی کا حصہ ہوگی جو آپ نے دیکھا ہے۔ کتنا مقدس مذہب! کہ آگے عمل جو زنا کی طرف لے جانے والے ہیں وہ تو بہت دور، ایک تصور سے جب ہمیں اس قدر روکا گیا حق تعالیٰ شانہ ایسی تصورات کی پاکیزگی ہمیں عطا فرمائے۔

یہ جو سارے مراقبات ہیں ہر وقت سوچتے رہنا صوفیوں کے یہاں وہ گندے تصورات سے نجات کے لئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان کے بتائے ہوئے تصورات اور مراقبات کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شیطانی مراقبات اور شیطان کے ڈالے ہوئے غلط

تصورات سے ہماری حفاظت فرمائے، کیونکہ کوئی جس طرح چور چوری کرتا ہے، ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے تو وہ کسی دوسرے کی ملک میں تصرف کرتا ہے تو اسی طرح سوچ میں کسی کو لانا یہ بھی کسی کی ماں، کسی کی بہن، کسی کا بیٹا، کسی کا باپ، اس کے تصور سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اس سے بھی شریعت میں منع کیا گیا کہ جس طرح ہم نے تمہیں پابند بنایا ہے دیکھنے میں اس ظاہری نگاہ سے، تو دل کی نگاہ سے بھی اس تصور کو ختم کیا جائے تا کہ تمہارا دل پاکیزہ رہے ورنہ آخرت میں یہ چوریاں ساری کی ساری پکڑی جائیں گی۔ دنیا میں تو کسی کو پتہ نہیں ہے کہ دماغ میں یہ شخص سونے سے پہلے کیا کیا تصورات لاتا ہے جیسے اب ایک شخص ہے جس نے نماز پڑھی اب آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ اتنے دور سے گیا، یہاں نماز پڑھی، یہاں سے سفر کر کے گیا مکہ شریف وہاں نماز پڑھی، مسجد نبوی میں نماز پڑھی، مگر وہاں بھی نمازیں بہت ساری ایسی ہوتی ہونگی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسے ہی وہ نماز سے فارغ ہوا کہ اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ کیوں؟ کہ وہ چوریاں پکڑی جاتی ہیں۔ دیکھنے والے، اور مخلوق تو دیکھ رہی ہے کہ اوہ!! یہ تو خدا کے حضور میں کھڑا ہوا ہے قیام میں ہے رکوع میں ہے سجدہ میں ہے قعدہ میں ہے دعا میں ہے مگر مالک جو اس کے دل کی طرف دیکھ رہا ہے اس کے تصورات اس کو معلوم ہیں کہاں کہاں دل اس کا جا رہا ہے نماز میں۔ تو فارغ ہوتے ہی فرشتے منہ پر مار دیتے ہیں، ہمیں ضرورت نہیں اس نماز کی۔ یہ نماز کا حال ہے، یہ زکوٰۃ کا حال ہے۔

سنئے قرآنِ پاک میں حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ جب تم کسی کو کوئی چیز دینا چاہو تو کسی کی دکان ہے سبزی کی، اب کوئی باہر آواز صدا لگا رہا ہے کوئی فقیر آواز دے رہا ہے کہ بھائی اللہ کے واسطے کچھ دے دو، تو دو چار فروٹ میں سے، سیب جس پر کوئی دھبے شروع ہونے والے ہیں، سڑنا شروع ہونے والا ہے، کیلے خراب ہو جائینگے، خراب ہونے کے قریب ہیں، دھبے شروع ہو گئے اس کے اوپر، تو دکاندار اس کو اٹھا کر اس فقیر کو دے دیتا ہے۔ وہ تو شکریہ ادا کر کے وہ شخص چلا جاتا ہے مگر قرآنی حکم کے خلاف ہے یہ۔ قرآن کہتا ہے کہ تم بالقصد ارادہ

کر کے اس میں سے چن کر جو چیزیں تم خود پسند نہیں کرتے کہ تمہیں کوئی دے۔ قرآن نے کتنا عمدہ پیرایہ استعمال فرمایا اس سے جب روکا کہ ایسی چیزیں تم ان کو مت دو۔ کیوں؟ فرمایا کہ تمہیں اگر دیا جائے تو تم اس کو قبول کروگے اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ کہ تم دکھے دل کے ساتھ چشم پوشی کر کے اس کو زبردستی گویا تم قبول کرلو گے تمہارا دل نہیں چاہیگا۔ تو یہی حال اس لینے والے کا ہے جسکو تم دے رہے ہو تو فرمایا کہ بالقصد تم ایسی چیزیں ان فقراء کو بھی مت دو۔

## حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں دولت آتی تھی ہر چیز فراوانی کے ساتھ۔ حضرت کو آم بہت مرغوب تھے، تو حضرت فرماتے اچھا بھائی پیٹی کھولو، اس کے بعد فرماتے اچھے اچھے سب الگ کر دو جو ابھی خراب ہونے لگے ہیں اس کو ایک طرف نکالو جو جتنے اچھے نکالے فرماتے اچھا یہ ناظم صاحب کے یہاں یہ فلاں گھر میں یہ فلاں گھر میں سارے اب جو خراب ہونے شروع ہو چکے ہیں جس پر دھبے ہیں وہ فرماتے اچھا بھائی اس کو دھولو، عمدہ دوسروں کے لئے اور کمتر درجہ کے اپنے لئے رکھے۔ یہ دینے کا انداز کہ قرآنِ پاک میں اس سے منع فرمایا اور قرآن پاک کا انداز کتنا عمدہ کہ یہ ایسی چیزیں اس میں شامل ہو کر اچھی چیزوں کے ساتھ چلی جائیں تب کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس سے تم چن کر کے جو اچھی چیزیں گھر کے لئے رکھ لو اور دوسری چیزیں پڑوسی کے یہاں اس میں سے چن کر بھیج دو کہ یہ گھر میں سڑ جائیں گیں تو اس سے قرآن نے منع کیا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا اس پر عمل تھا کہ اچھی چیزیں کسی کے یہاں بھیجنے کے لئے اور جو سڑنے لگی ہیں وہ اپنے لئے۔ آخرت میں اسی کو دیکھا جائیگا۔ اسی طرح یہ میں نے عرض کیا کہ یہ سب چوری پکڑ لی جاتی ہے جو دینے والا دیتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ میں تو **علام الغیوب** دلوں کی حالت کو جاننے والا ہوں کہ تم نے کس ارادے سے کسی کے یہاں کیا

چیز بھیجی اور تم نے اس میں ارادہ کیا کیا تھا۔ اسی لئے نماز روزہ زکوٰۃ ہر چیز میں چوری پکڑ لی جاتی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں روزوں میں کچھ مستورات آئیں تو عجیب وغریب حکم ان کو ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ بھیجوایا خالی پیالہ فرمایا کہ ان سے کہو کہ ذرا اس میں قئے کریں کہ منہ میں انگلی ڈال کر قئے کرو تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو ان کو قئے کرنی پڑی تو جب وہ انگلی ڈالی اور زبردستی قئے کی تو روزہ دار کے پیٹ میں کیا ہوگا جو نکلے گا مگر انہوں نے جب قئے کی اس میں گوشت نکلا پیالے میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ دیکھا تم نے انہوں نے روزہ رکھا اور ابھی غیبت کی اور یہ جو میں نے قئے کروائی تو اس میں یہ گوشت نکلا۔

یہ میں نے عرض کیا اس پر کہ بنی اسرائیل کے یہاں یہ تمام رسوائیاں ہوتی تھیں تو ان سب پر پردہ ڈال دیا گیا۔ یہ **علام الغیوب** مالک اوپر سے دیکھ رہا ہے اسی لئے یہ سب روایات میں قصے آئے تا کہ ہم لوگ ڈرتے رہیں کہ نماز بھی اگر ہم نے جتنے آداب کا حکم ہے اس طرح پڑھی تو قبول ورنہ منہ پر ماردی جائیگی، زکوٰۃ بھی پھینک دی جائیگی کیونکہ تم نے فقیر کو اس طرح گندی چیزیں چن کر دی تھیں۔

## صفیہ بنت شیبہ

جیسا کہ ایک خاتون صفیہ بنت شیبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی خدمت میں پہنچی تو سب خواتین مستورات انہیں جانتی تھیں تو دیکھ رہی ہیں کہ ایک ہاتھ انہوں نے دبا کر رکھا ہوا ہے ہاتھ نہیں نکال رہی تو اس سے وہ تمام خواتین کہنے لگیں کہ یہ تم نے ہاتھ اپنا کیوں چھپا رکھا ہے۔ وہ روکر کہنے لگی کہ میں اس کی وجہ سے تو آتی ہوں' کہ ہاتھ چھپا رکھا ہے اس وجہ سے آئی ہوں' کیا قصہ ہے؟

اس نے کہا کہ آج میں نے ایک خواب دیکھا اور خواب میں میرے ابا مرحوم کو میں نے دیکھا، وہ خاتون کہتی ہے کہ میرے ابا بہت سخی تھے اور بڑے نیک آدمی تھے ان کا اتنا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا تو آج میں نے انکو خواب میں دیکھا۔ تو ان کے ساتھ دیکھا کہ بہت سارا مجمع ہے بہت سارے لوگ ہیں اور بڑے بڑے حوض ہیں اور وہاں حوض میں سے پانی نکالنے کے لئے برتن ہیں، اور کچھ لوگ حوض میں سے پانی جگ میں، گلاس میں لیتے ہیں اور پلا رہے ہیں۔

یہ منظر جب میں نے دیکھا تو میں نے ابا سے پوچھا کہ ابا امی کدھر ہے؟ کہ ماں کہاں ہے؟ اس کا بھی انتقال ہو چکا تھا تو ابا نے فرمایا کہ اچھا اوپر دیکھو۔ تو میں نے اوپر نگاہ کی تو اوپر ماں کو دیکھا اس حال میں کہ اس کا سارا جسم برہنہ صرف ایک چھوٹا سا رومال کی طرح سے چھوٹا سا چیتھڑا، ٹکڑا کپڑے کا، وہ اس کے جسم پر ہے۔ میں دیکھ کر بہت افسوس کرنے لگی کہ یا اللہ ماں کو میں اس حال میں دیکھ رہی ہوں! اور پھر دیکھا اتنے میں کہ جس طرح بچے کو کریم لگائی جاتی ہے تو اس طرح کوئی چربی ہے اور وہ پگھلائی جاتی ہے اور اس کے جسم پر لگائی جاتی ہے۔ ایک چھوٹا سا کپڑے کا ٹکڑا دیکھا اس کے جسم پر اور یہ چربی پگھلا کر جو اس کے جسم پر مالش کی جاتی تھی۔ تو حیرانی کے ساتھ بیٹی دیکھ رہی ہے اپنی ماں کا حال، افسوس کر رہی ہے اور ماں اس حال میں چلائے جا رہی ہے **واعطشاہ! واعطشاہ! واعطشاہ!** کوئی پانی پلا دو ہائے پیاس۔ پیاس کے مارے وہ چلا رہی ہے اور وہاں سب لوگ دوسروں کو پلا رہے ہیں اس کو کوئی پلا نہیں رہا۔

وہ بیٹی کہتی ہے کہ مجھ سے تو نہیں رہا گیا تو میں جلدی سے آگے بڑھی اور میں نے خود بڑھ کر ایک گلاس میں وہاں سے، حوض میں سے، پانی لیا اور میری ماں کو دیا اور اس نے پی لیا۔ اتنے میں ایک آواز آئی کہ جس ہاتھ نے یہ اس خاتون کو پانی پلایا ہے وہ شل ہو جائے اور ساتھ وجہ بھی بتائی کہ یہ جو تیری ماں پر تجھے رحم آیا اور اسکی یہ ہیئت دیکھ کر تجھے تکلیف ہو رہی ہے کہ اس کا سارا جسم برہنہ ہے ایک چیتھڑا اس کے جسم پر ہے تو ساری عمر میں یہ تیری ماں اس

قدر بخیل تھی کہ اس نے ساری عمر میں یہ ایک ہی ٹکڑا راہ للہ دیا تھا وہ آج ہم نے اسکو پہنایا ہے۔اور یہ جوتو دیکھ رہی ہے کہ یہ چربی اس کے جسم پر لگائی جاتی ہے تو فلاں دن فلاں وقت تمہارے یہاں ایک گائے ذبح ہوئی تھی تو اس میں سے جو چربی نکال کر پھینک دی جاتی ہے، تو اس نے کسی غریب کو بلاکر یہ چربی راہِ للہ دی تھی تو آج یہ ہم چربی اس کو دے رہے ہیں۔اور یہ سارے حوض اور پانی جولوگ پی رہے ہیں تو تیرا باپ بڑا سخی تھا تو اسکی سخاوت کا اجراسے آخرت میں یہ مل رہا ہےاور تیری ماں کا یہ حال اس کے بخل کی وجہ سے ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ باطنی امراض، جو دل کے ہیں، ان میں سے ہے یہ بخل، یہ باطنی امراض میں سے ہے جس طرح کہ یہ سارے امراض حسد، تکبر، کینہ، عداوت، یہ سب دل سے تعلق رکھتے ہیں کسی کے دل میں بڑائی ہے، کہ یہ لوگ سب میری نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہیں تو ایسے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے،تو سب لوگ میں اور آپ تو معلوم نہیں کر سکتے کہ اس کے دل میں کسی درجہ کی بڑائی اس کے دل میں ہے۔لیکن مالک جو غیب کا علم اس کو معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے دل میں دوسروں کی طرف سے کتنا کبر ہے، کتنی عداوت ہے، کتنا بغض ہے۔تو یہ بخل اس کا بھی تعلق دل سے ہے۔تو وہاں سب آشکارا ہے۔ جس طرح سود کے متعلق میں نے عرض کیا، منگنی کے متعلق میں نے عرض کیا،نماز کے متعلق، زکوٰۃ کے متعلق۔ اوراس قصہ میں آپ نے سنا سخاوت کے متعلق اور بخل کے متعلق، اب دیکھا تو صرف اس خاتون نے خواب، مگر وہ فرماتی ہیں کہ جب میری آنکھ کھلی تو وہ جو خواب میں مجھ سے کہا گیا کہ جس ہاتھ نے یہ پانی پلایا ہے وہ شل ہو جائے۔ کہتی ہے میں اس وقت سے اٹھی ہوں تو میرا ہاتھ شل ہے کام نہیں کرسکتا تو خواب حقیقت بن گیا۔

اسی طرح ایک اور خاتون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو ہمیشہ کی سہیلیاں اور پہچاننے والی خواتین تو انہوں نے کہا کہ بھائی یہاں تو کوئی غیر مرد تو ہے نہیں تو تم نے اپنا چہرہ اب تک چھپا رکھا ہے برقع اتار دو تو وہ روتی ہے اور کہتی ہے کہ

میری زبان سے کچھ کلمات نکل گئے۔ حق تعالیٰ شانہ زبان کی حفاظت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ہر وقت ہم بولتے رہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سر نیچے اور پیر اوپر کر کے فرشتے جہنم میں جنکو پھینکتے ہیں سب سے زیادہ کن کو؟ وہ زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں جن کی تیار ہوتی ہیں ان کو الا **حصائد السنتهم** کہ اوندھے منہ جہنم میں ان کو ڈالا جاتا ہے جن کی زبان سے کاٹی ہوئی کھیتیاں اکٹھی کی ہوئی ہوتی ہیں۔

وہ خاتون کہتی ہے کہ تذکرہ کرتے ہوئے میری زبان سے نکل گیا اور بالکل سچی بات کوئی ہماری طرح سے گناہ کی بات نہیں، جو ایک واقعہ تھا حقیقت تھی۔ وہ اس نے بیان کیا اس خاتون نے۔ کہتی ہے بیٹھے ہوئے میری زبان سے نکل گیا، میں نے کہہ دیا کہ ہم نے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی ہے کہ **لا نشرک بالله شئیا** کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے **وان لا نسرق** ہم چوری نہیں کریں گے، جو بیعت میں کلمات دہرائے جاتے ہیں **وان لا تزنی** ہم زنا نہیں کریں گے **ولا نعصیک** حق تعالیٰ شانہ اے خداوندا تیری نافرمانی نہیں کریں گیں، کسی پر بہتان نہیں باندھیں گیں۔ تو یہ جو میں نے بیعت کی تھی تو عمر بھر اب تک میری ساری زندگی گزری تو میں، یہ اپنے اس عہد پر قائم ہوں، تو جیسے میں نے اس عہد کو پورا کیا **فوفی الله** اللہ نے بھی اس کو میرے لئے پورا کیا ہے، اور ہم تو ان شاء اللہ سیدھے جنت میں ہوں گے۔ بتایئے اس میں کہیں آپ کو کوئی خرابی نظر آئی؟ جو کلمات سچ مچ اس نے بیعت کی تھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اور ساری عمر پابندی بھی اسی طرح کی جس کی وجہ سے وہ یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم سیدھی جنت میں جائیں گی۔ کوئی غلطی ہمیں نظر نہیں آتی۔ تو وہ خاتون کہتی ہے کہ یہ تو میں نے بیداری میں کسی کے سامنے کہا تھا، تو میں نے آج خواب دیکھا کہ خواب میں مجھ سے کہا گیا کہ تم نے یہ آج زبان سے کلمات نکالے تھے؟ میں نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے کہا تھا اور یہ سچا اقرار تھا یہی کلمات اس نے کہے تھے۔ تو کہنے والے نے کہا کہ **کلا** تم کہتی ہو کہ ہم سیدھی جنت میں

جائینگی کــــلا ہرگزنہیں۔صحابیہ! حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر جنہوں نے بیعت کی، ان سے کہا گیا کلا ہرگزنہیں کیوں ہرگزنہیں؟

دلیل کے طور پر پھر کہا گیا کہ تم باہر نکلنے سے پہلے پہلے سنورتی ہوا پنے آپ کا بناؤ سنگھار کرتی ہو کہ مجھے باہر نکلنا ہے، یہ ایک تمھاری غلطی۔ دوسرے فرمایا کہ باہر نکلنے کے بعد تمھاری کوشش ہوتی ہے وہ ذرا سا نقاب کھل جائے اور لوگ اس کو دیکھ لیں، یہ دوسری غلطی۔ اور پھر فرمایا کہ تم پڑوسی کو تکلیف دیتی ہو،اور شوہر کی نافرمان ہو پانچ میری حرکتیں گنوا کر، کہتی ہیں کہ جس طرح تھپڑ مارتے ہیں، میرے گال پر تھپڑ مارا۔ اتنا سنا کر کے سسکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اس خاتون نے نقاب ہٹایا تو سب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سمیت سب دیکھ رہی ہیں کہ اوہ! پانچ انگلیاں گال پر پڑی ہوئی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ پچھلی امتوں کی طرح سے رسوائی سے حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں بچالیا۔ ورنہ جس طرح گھروں پر لکھا جاتا تھا، پیشانیوں پر لکھا جاتا تھا،جسم پر لکھا جاتا تھا ان کا کیا ہوا گناہ۔تو یہ صحابہ کرام میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس طرح واقعات امت کو بتائے گئے کہ پہلے ایسا ہی ہوتا تھا،اور یہ ہماری شریعت میں سرکار دو عالم کی رحمت سے اس کی ستاری فرمائی گئی پردہ ڈالا ہوا ہے، یہ کبھی کبھار سب کو متنبہ کرنے کے لئے ایسے واقعات بتائے جاتے ہیں اور ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور یہ خاتون کہتی ہے کہ مجھے تھپڑ مار کر کہا کہ خمسٌ بخمسٍ پانچ کلمات تم نے اس میں دعوے کئے تھے کہ ہم نے ایسا ایسا کیا اور ہم نے پانچ گنوائے کہ پانچ کوتاہیاں تمہاری، تو یہ پانچ انگلیاں تمہارے چہرے پر تا حیات اسی طرح نشانی کے طور پر باقی رہینگی۔ دنیا میں بھی حق تعالیٰ شانہ ہمیں رسوائی سے بچائے اور آخرت میں بھی رسوائی سے بچائے، اور رسوائی جن چیزوں سے ہوتی ہے ان اعمال سے ہماری حفاظت فرمائے، ان تصورات سے ہماری حفاظت فرمائے، دل و دماغ میں ہر وقت حق تعالیٰ شانہ اپنی ذاتِ پاک کو، اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو

بسانے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ، یہ میں نے عرض کیا یؤمنون بالغیب غیب پر کہ یہ سب چیزیں ابھی ہماری حرکات اور ہماری سیئات اس پر پردہ حق تعالیٰ شانہ نے ڈال رکھا ہے ورنہ کتنی رسوائی ہوتی دنیا میں بھی اور آخرت کی رسوائی سے حق تعالیٰ شانہ حفاظت فرمائے۔

## یعقوب الاشج

اور سنئے آگے کہ یہ ہمیں تو بظاہر کچھ چیزیں نظر نہیں آتیں جیسے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک راوی ہیں حدیث کے یعقوب الاشج۔ صحیح بخاری میں ان کی روایت آتی ہے، ان کا لقب ہے الاشج۔ اشج سر میں کہیں کوئی زخم کا نشان ہوگا، اس لئے ان کا لقب پڑ گیا تھا الاشج۔ تو وہ ان کی حضرتِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ بڑے بزرگ آدمی ہیں اور واقعی بزرگ تھے، بہت بڑے بزرگ محدث یعقوب الاشج، اور انکی بزرگی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ وہ کشتی میں سفر فرما رہے ہیں، تو کشتیاں ایسی ہوتی تھیں جیسے آجکل ایک آدمی، دو چار آدمی جو، فشنگ کے لئے جس کشتی میں سمندر میں جاتے ہیں اس طرح کی کشتیاں ہوتی تھیں چھوٹی چھوٹی۔

یہ جو بڑا بحری جہاز زمین سے ٹکرا کر کے ٹوٹ گیا وہاں اٹلی میں، جس میں چار پانچ ہزار نفر سوار تھے، ایسی بڑی بڑی کشتیاں نہیں ہوتیں تھیں، تو چھوٹی سی کشتی تو اس میں سامان کتنا رہ سکتا ہے اور کتنا سامان اس پر لادا جا سکتا ہے، اور دودھ تو سب سے زیادہ جلدی خراب ہونے والی چیز ہے، خشک میوے خشک چیزیں تو کچھ دن تک رہ بھی سکتی ہیں لیکن یہ دودھ تو رہ بھی نہیں سکتا۔ ان کے ساتھیوں کا بیان ہے کہ ہم کشتی میں سفر کر رہے تھے، اتنی مدت سے کشتی میں تھے، تو ایک دفعہ یہ ہمارے ساتھی یعقوب الاشج نیند میں سے اُٹھ کر فرمانے لگے کہ میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا اور خواب میں یہ دیکھا کہ میرا تو اس وقت روزہ ہے، تو روزہ کی حالت ہے، مگر حق تعالیٰ شانہ نے اپنا فضل فرمایا کہ روزہ کی تکلیف کم کرنے کے لئے مجھے

خواب دیکھایا گیا۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میں دودھ پی رہا ہوں۔

ایک دفعہ وہاں گرمیوں میں، جب ہم رمضان گذارا کرتے تھے مدینہ شریف میں، تو مولانا مقصود گنگات سے میں نے کہا تھا، روز ہمارا معمول تھا کہ ان کو عصر کی نماز کے بعد، میں تین یا چار پارے سناتا تھا، تو گرمیوں کے لمبے روزے، مدینہ شریف کی گرمی اور یہ جتنا ابھی انتظام ہے حرم میں یہ ایئر کنڈیشن وغیرہ کا، وہ انتظام بھی نہیں تھا، تو کئی پارے سنا کر کے جب تھک جاتے تو میں ان سے کہتا کہ چلو کوئی جگہ دیکھو کھڑے ہو کر کہ جہاں جا کر ذرا تھوڑی دیر کے لئے دراز ہو جائیں۔ سارے حرم میں تو مصلی ہوتے، کوئی قرآن شریف پڑھ رہا ہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے، اپنی اپنی مصروفیات میں ہوتے تھے۔

کچھ جگہیں ایسی ہوتی تھیں جہاں فقراء پارٹی جمع رہتی تھی تاکہ جو تقسیم کرنے والے آئیں وہ ایک ہی جگہ پر آکر سب کو تقسیم کر دیں تو وہاں جگہ مل جاتی تھی، تو میں اور مولانا مقصود صاحب وہاں چلے جاتے۔ کبھی وہ فقراء کو تقسیم کرتے ہوئے ہمیں بھی نوٹ تھما دیتے تھے، تو میں نے ان (مولانا مقصود گنگات صاحب) سے کہہ رکھا تھا، کہ کبھی واپس مت کرنا، یہ تو بہت بڑا اشرف ہے کہ ہمیں فقرائے مدینہ میں انہوں نے شمار کیا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو ہم نے اسی حال میں دیکھا، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اقدامِ عالیہ میں جہاں تشریف رکھتے تھے بالکل جالی مبارک کے متصل تو وہاں وہ کبھی تقسیم کرنے والے آتے تھے تو اکثر فقراء ہی وہاں بیٹھے رہتے تھے خاص طور پر نابینا حضرات بیٹھے رہتے وہ دینے والے دیتے ہوئے چلے آتے تھے تو حضرت تو مصروف ہوتے تھے تو وہ حضرت کی گود میں وہ نوٹ پھینک دیتے تھے، حضرت نے فرما رکھا تھا کہ کبھی ان کو یہ نہ کہا جائے کہ ہمیں نہیں چاہئے لیکر دوسرے فقراء کو دیدو، یہ بہت بڑا اشرف ہے۔ حضرت پھر لیکر جب وہاں سے نکلتے تو فرماتے کہ یہ ان کو دے دو، کسی کو تقسیم فرما دیتے تھے۔

وہاں میں ایک دفعہ جا کر لیٹا تو کافی وقت تھا ابھی افطاری میں، ڈیڑھ گھنٹہ دو گھنٹے باقی

ہو نگے تو آنکھ لگ گئی تو میں نے اُٹھ کر مولانا مقصود صاحب کو بتایا کہ اوہ! میں نے اتنا اچھا مشروب پیا کہ ساری دن بھر کی پیاس اور تھکان سب چلا گیا۔

اسی طرح یعقوب الاشج وہ فرماتے ہیں کہ میں تو روزہ سے تھا اور میں نے خواب دیکھا کہ مجھے دودھ پلایا گیا۔اب ساتھی بھی مولوی مقصود تو بیچارے میری بات انہوں نے مان لی مجھے انہوں نے حکم نہیں کیا کہ تم اس کو ثابت کرو کہ واقعی تم نے مشروب پیا ہے۔مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے جو ساتھی تھے تو انہوں نے کہا کہ بھائی ! آپ کہتے ہیں کہ آپ نے خواب دیکھا اور خواب میں دودھ پیا اور اگر آپ نے دودھ پیا ہے سچ مچ تو قئی کر کے دیکھاؤ تب ہم سمجھیں کہ واقعی آپ کا خواب سچا ہے۔تو ان کو بھی جوش آیا تو انہوں نے انگلی ڈالی، زبردستی قئی کی،تو ساتھی دیکھ رہے ہیں کہ اس قئے میں تو دودھ نکل رہا ہے۔ کہنے لگے کہ جب سے ہم سوار ہوئے تھے تو اتنے دن گذر گئے تھے نہ ہمارے پاس دودھ تھا ہم میں سے کسی نے پیا تھا نہ ہمارے پاس بکری تھی، نہ دودھ تھا کہ یہ پی لیتے۔ کہتے ہیں بعد میں قریب موت میں انکی شہادت واقع ہوئی یعقوب الاشج کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان اللہ والوں کی طرح ہمیں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسے اعمال سے ہماری حفاظت فرمائے کہ جس سے دنیا یا آخرت میں ہماری رسوائی ہو، اور یہ رسوائی بھی کیسی خمسٌ بخمسِ پانچ نشان پڑ گئے ساری عمر کے لئے گال پر، ہاتھ ساری عمر کے لئے شل ہو گیا۔تو چوری پکڑ لی جاتی ہے۔

## علی بن موفّق

علی بن موفّق بہت بڑے محدث جس طرح میں نے بتایا کہ وہ نماز کے بارہ میں چوری پکڑ لی جاتی ہے، منہ پر ماردی جاتی ہے، زکوٰۃ پکڑ لی جاتی ہے کہ تم کس نیت سے کیسا مال دوسروں کو دے رہے ہو، تصور کی ایک فرضی تصور کہ جس شکل کا دنیا میں کوئی انسان نہیں ہے اس کو بھی

ناجائز کہا گیا کہ وہ بھی جائز نہیں۔ تو یہ تصورات کی پاکیزگی، عمل کی پاکیزگی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔ علی بن موفّق بہت بڑے محدثین میں سے ہیں۔

لکھا ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کیے، فرماتے ہیں کہ انسٹھویں حج تک تو میں، جب حج سے فارغ ہوتا تو دعا کرتا کہ الٰہی یہ جو میں نے حج کیا اس کا ثواب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے اربعہ کو، عشرہ مبشرہ کو، بدریین کو، اور تمام صحابہ کرام کو اس کا ثواب میری طرف سے تو پہنچا دے۔ کہتے ہیں جب ساٹھواں حج میں نے کیا تو اس سے فارغ ہوکر میں نے سوچا کہ میں کس کو دوں؟ میں دعا کرنے لگا، تو میں نے دعا کی کہ الٰہی ! یہ جو میں نے حج کیا، یہ حج عرفات میں جتنے لاکھوں حاجی جمع ہوئے ہیں ان میں سے جس کسی کا بھی حج مردود ہوا ہو، قبول نہ ہوا ہو، یہ میرا حج اس کو عطا فرما۔

کتنی پیاری دعا اور کتنا بڑا تحفہ کسی کے لئے اور کتنا بڑا ایثار کہ حج کر کے اپنا حج دوسرے کو دے رہے ہیں۔ اس دعا میں آپ کو کوئی خرابی نظر آرہی ہے؟ جس طرح میں نے پہلے بتایا، اس طرح اس میں بھی کوئی خرابی نظر نہیں آتی، یہ تو بڑا اچھا کام۔ دعا کی عرفات سے چلے، مزدلفہ پہنچے تھکے ہارے وہاں مغرب وعشاء پڑھ کر کہتے ہیں، میں لیٹا تو میں نے خواب دیکھا۔ حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوا۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ **یا علِیُّ! اعلیَّ تتسخّیٰ** اے علی! تم نے آج جو دعا کی کہ الٰہی! یہ جو میرا حج ہے میں اس کو دینا چاہتا ہوں کہ عرفات والوں میں سے جس کا حج مردود ہوا ہو اور قبول نہ ہوا ہو، میری طرف سے میں اس کو ہدیہ دینا چاہتا ہوں، تو کیا تو مجھ سے بھی بڑا سخی بننا چاہتا ہے؟ کہ میں تو رد کردوں اور اسکی نیکی قبول نہ کروں اور تو اس کو نواز دے تیری طرف سے۔

میں نے ان تمام، عرفات میں جتنے جمع ہیں ان کا حج بھی قبول کیا اور جتنے یہاں جمع ہیں، انہوں نے جن جن کے لئے دعائیں کی ہیں ان سب کے لئے حج کا ثواب میری طرف سے عطا فرما رہا ہوں۔ تو یہ نیکیوں میں بھی، عبادات میں بھی، سودوں میں بھی، ہر چیز میں چوری

پکڑ لی جاتی ہے اُدھر۔ کیونکہ وہ اللہ، مالک، خالق و مالک ہر چیز اس نے پیدا کی ہے، اس نے بنائی ہے۔ تو ایک ایک ذرے کو اس کی خاصیت کو اور اس کے نتائج ہر چیز کو وہ جانتا ہے اس کو معلوم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حق تعالیٰ شانہ جیسی مخلوق سے زندگی گذروانا چاہتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ ہمیں ایسی پاکیزہ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی آج کل جگہ جگہ تقاریب شروع ہونگی۔ ہمارے طالبِ علم نے ابھی نعت پڑھی

| | |
|---|---|
| بلغ العلیٰ بکمالہ | کشف الدجیٰ بجمالہ |
| حسنت جمیع خصالہ | صلوا علیہ وآلہ |

یہ ہمارے حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ جب وعظ شروع فرماتے تھے تو سب سے پہلے جو یہ اشعار ہیں اس پر انکی ایک تضمین تھی، اردو اشعار شامل کر کے انہوں نے اس پر تضمین بنائی تھی۔

جیسے ہمارے مرحوم دوست حضرت مولانا عبدالمنان دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ کی تضمین فرمائی تھی، کتنا لمبا کام! اور وہ پاکستان تشریف لے گئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں حضرت مفتی شاہد صاحب کراچوی، ان کو ہدیہ کردی وہ تضمین۔ مگر ان سے شاید وہ ضائع ہوگئی، بہت بڑی دولت تھی وہ۔ اب یہ ماہ ربیع الاول کی نسبت سے جگہ جگہ سیرتِ پاک کے جلسے ہونگے، نعتوں کے جلسے ہونگے، حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا فرمائے اور نظم اور نثر کے ذریعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ یاد کیا جائیگا اور امت کو اس کی طرف متوجہ کیا جائیگا۔ حق تعالیٰ شانہ امت کو اس طرف دل و جان سے متوجہ فرمائے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جو قصیدہ بردہ، یہ بڑا اعظیم الشان قصیدہ، اسکی لمبی داستان ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کبھی فرماتے کہ پیارے آج قصیدہ بردہ سناؤ، تو میں وہ قصیدہ بردہ دیکھ کر حضرت

کو سنایا کرتا تھا اور وہاں مدینہ شریف میں تو ہر عشاء کی نماز کے بعد حضرت سونے سے پہلے مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ بہاریہ، یہ سنا کرتے تھے۔ اس سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا مقام کس قدر اونچا، یہ اشعار سننا اور پڑھنا گویا معمولات میں تھا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں قصیدہ بردہ ہے حضرت کو سناتے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں بیان فرمائی، اسکو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سنا کرتے تھے، کیونکہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نفسِ اشعار سے خود بڑا اشغف تھا، بہت تعلق تھا۔ چاہے اس میں حق تعالیٰ شانہ کی توحید اور آخرت کا کوئی ذکر نہ ہو۔ نفسِ اشعار حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے۔

## حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

اسی لئے ایک دفعہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ حسان ! سناؤ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں منبر پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر وہاں ان سے سنتے تھے۔ حضرت حسان فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اَنۡشِدۡنِی یا حسان** ! کہ حسان سناؤ! اور عرض کیا کہ سناؤں؟ ارشاد فرمایا کہ جو جاہلیت کے زمانے کے شعراء کے قصائد ہیں، ان میں سے سناؤ۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو کافر مشرک شعراء، ان کے کلام میں کیا رکھا ؟ اور ان کے کلام میں اور کیا کیا چیزیں ہونگیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان فرمائی **فـاِن الله قَـدۡ وَضَـعَ عَنّا اٰثا مَها فِی روایتها** کہ یہ جو ہم ان کے قصائد اوران کے اشعار سنیں گے تو حق تعالیٰ شانہ نے اس کی روایت کا جو گناہ ہے، کفریہ کلام ان کا تو اس میں کبھی تشبیہ کہ یہ

عشقیہ اشعار بھی، تو فرمایا اس کا گناہ حق تعالیٰ شانہ نے ہم سے **قد وضع عنا** اس لئے تم سناؤ۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سناؤ تو میں نے وہ قصیدہ سنانا شروع کیا تو ابھی میں سنا رہا تھا کہ بیچ میں ایک شعر آیا کہ جس شعر میں شاعر نے کسی کی، دوسرے کی، برائی بیان کی تھی۔ یہ قصیدہ جو حضرت حسان سنا رہے تھے یہ اعشیٰ کا، اعشیٰ ایک بہت بڑا شاعر عرب کا، اس کا قصیدہ اور اسی قصیدہ میں اس نے برائی کی تھی علقمہ کی۔ تو، ایک شاعر نے دوسرے کی برائی کی ہے اور برائی بیان کر کے اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، تو وہ قصیدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں۔ جب میں ایک شعر پر میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوہو! یہ تو اعشیٰ اسکی، علقمہ کی بُرائی بیان کرنا چاہتا ہے اس لئے فرمایا کہ ابھی اس کو بند کر دو، بس، اور آگے فرمایا کہ **لا تَعُدُ تنشدنی** کہ آئندہ بھی عمر بھر بھی کبھی بھی یہ قصیدہ جب بھی میں تجھ سے کہوں تو یہ قصیدہ مجھے نہ سنانا۔

حضرت حسان عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ایک مشرک کی برائی بیان کی گئی ہے اور وہ مشرک بھی ایسا کہ جو قیصر کے پاس جا کر بیٹھا ہوا ہے اور اسکی برائی اگر اس میں کی گئی ہے تو آپ اس کے سننے سے گریز فرما رہے ہیں، کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ میں اس لئے سننا نہیں چاہتا کہ اگرچہ علقمہ کافر ہے جو قیصر کے پاس جا کر بیٹھا ہے مگر اس کا ہم پر ایک احسان ہے اور احسان کیا ہے؟ احسان یہ ہے کہ قیصر کے یہاں جب ابوسفیان کا قافلہ پہنچا، آپ کو یاد ہوگا، آپ سنتے رہتے ہیں کہ ابوسفیان خود بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں اپنے وفد کے ساتھ تھا اور قیصر نے اعلان کیا کہ کسی کو تلاش کر کے لاؤ جو حجاز سے یہاں تجارت کے لئے آئے ہوں۔ ہمیں لے جایا گیا۔

## قیصر

قیصر نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابو سفیان سے سوالات کئے کہ تم ان کو پہنچانتے ہو؟ اور سارے سوالات کئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے جو جواب، اسے صحیح جواب دینا چاہئے تھا وہ جواب وہاں نہیں دیا، حق کو چھپانے کی کوشش کی۔ اور اس کے برعکس قیصر نے جب اس قصیدہ میں جس کی برائی کی گئی ہے علقمہ، کو جب بلایا اپنے یہاں اور اس کو پوچھا کہ اچھا تم وہاں سے آئے ہو تو بتاؤ ان کا کیا حال؟ تو اس نے، فرماتے ہیں کہ حق صاف صاف بیان کردیا اگرچہ وہ کافر ہے، اسی لئے آگے ارشاد فرمایا کہ **مَنْ نَالَتْکَ یَدُہٗ وَجَبَ عَلَیْکَ شُکْرُہٗ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا بھی تیرے اوپر کوئی احسان ہو تو اس کا شکریہ تیرے اوپر واجب ہے۔ تو اس کے اس احسان کا شکریہ یہ ہے کہ ہم اس کی برائی نہ سنیں۔ اللہ اکبر! دیکھئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کس قدر اونچے! کہ ایک کافر جس کی برائی اشعار میں ہو رہی ہے وہ اشعار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سننا نہیں چاہتے کہ اس کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمارے متعلق ایک بھلی بات قیصر کے سامنے کہی اور ہماری تعریف کی اور اسلام اور ایمان اور اہلِ ایمان کی اس نے تعریف کی۔

## حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اسی لئے جس طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ **اُنْشُدِی یَا حَسَّانُ !** کہ حسان کچھ سناؤ۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صرف ایک کلمہ فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہیں تو فرماتے **عائشہ اَبْیَاتُکِ**، جیسے حضرت فرماتے تھے بھائی تیرا قصیدہ لا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم **اَبْیَاتُک** کہ تیرے شعر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مجھے ہزاروں اشعار یاد تھے، ایک ایک شاعر کے متعلق فرماتی ہیں کہ فلاں شاعر کے مجھے اتنے ہزار یاد تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں یارسول اللہ! میں کونسے سناؤں؟ جو ایک دوسرے قبیلے کے ساتھ لڑائی میں جو کہے گئے، تو تفاخر کے طور پر دوسرے قبیلے کی برائی اور انکی بے عزتی کے لئے کہے گئے وہ سناؤں؟ یا کسی فرد نے دوسرے فرد کی ھجو بیان کی برائی، وہ میں سناؤں؟ یا کسی کی تعریف میں کہے گئے وہ سناؤں؟ یا تغزل، جو عشقیہ انداز کے ہیں، وہ سناؤں؟ یا فرماتی ہیں جو یہ مرنے والوں پر مراثی کہے گئے ہیں، مرثیے، وہ سناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فرماتے کہ اچھا فلاں شاعر کے سناؤ، تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سنانا شروع کرتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہ **ابیــاتک** 'اچھا تیرے شعر سنا'۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اشعار سنانے شروع کئے، تو جب سناتے ہوئے یہاں پہنچیں کہ **مـن اَثـنیٰ علی الخیر فقد جزیٰ** یہ ایک مصرع آیا اس میں کہ **من اَثنیٰ علی الخیر فقد جزیٰ** کہ جو بھی کسی خیر اور احسان میں، اسکے جواب میں، کسی نے آپ کو ایک انگور کی پیٹی دی تو آپ اس کے بدلے میں اس کو سیب کی پیٹی دیں بسکٹ پیش کریں بسکٹ کا ڈبہ اس کو پیش کریں یہ تو عملی بدلہ ہوا لیکن کم از کم اگر آپ نہ دے سکیں تو اتنا کہہ دیں کہ آپ کا بہت شکریہ، تو فرمایا کہ **فـقـد جـزی** یہ جو شکریہ ادا کیا یا اس کو دعا دی اس سے بھی اس نے اپنا بدلہ اپنی طرف سے چکا دیا۔

**مـن اَثـنـیٰ عـلی الخیر فقد جزیٰ** اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ آخرت میں اللہ عزوجل ایک بندہ سے پوچھینگے کہ میں نے دنیا میں، تیری زندگی میں۔ فلاں آدمی کے دل میں ڈالا تھا اور اس نے تیرے ساتھ یہ بھلائی کی تھی اور تیرے ساتھ اس نے احسان کیا تھا تو تو نے اس کا بدلہ دیا تھا؟ حق تعالیٰ شانہ پوچھیں گے کہ میں نے فلاں کے ذریعے، فلاں نے آکر یہ ہدیہ دیا تھا، فلاں چیز پیش کی تھی، تجھے دی تھی۔ تو تو نے اس کا بدلہ دیا

تھا؟ تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی جب اس نے مجھے وہ چیز پیش کی تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اپنے آپ تو دنیا میں کوئی چیز واقع نہیں ہوسکتی، نہ پتہ گر سکتا ہے نہ کسی کو خیال آسکتا ہے، کوئی کسی کو کہیں کا حاکم بنادے، کسی کو قتل کردے، کسی کے ساتھ احسان کرے، کسی کے ساتھ برائی کرے، اچھائی یا برائی، یہ جتنی چیزیں واقع ہوتی ہیں اپنے آپ نہیں ہوتیں، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انتظام ہوتا ہے۔ جتنی بھلائیاں واقع ہوتی ہیں، وہ بھی اور جتنی برائیاں عذاب پھیلتے ہیں دنیا میں وہ بھی۔

حق تعالیٰ شانہ اس سے پوچھیں گے کہ اے بندے! تیرے ساتھ فلاں شخص نے تیرے اوپر احسان کیا تھا تو تو نے اس کو بدلہ دیا تھا؟ تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی! میں نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ اپنے آپ تو کچھ نہیں کرسکتا جب تک تو اس کے دل میں نہ ڈالے، تو میں نے اس کا تو شکریہ ادا نہیں کیا، تیرا شکریہ ادا کیا تھا کہ الٰہی! تیرا میں شکرگذار ہوں کہ تو نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی اور اس نے مجھے یہ ہدیہ دیا، میرے ساتھ اس نے یہ احسان کیا۔ تو حق تعالیٰ شانہ اس بندہ پر ناراض ہونگے، یہ شکریہ نہیں ہوا۔ کیوں؟ **اشکر الناس اکثرھم للناس** فرمایا کہ جس کو میں نے واسطہ بنایا اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری تھا، تو نے میرا شکریہ ادا کیا، اگر تو اس کا شکریہ ادا کرتا تو میرا شکریہ ادا ہوجاتا لیکن تو نے میرا شکریہ ادا کیا اس کی وجہ سے اس کا شکریہ ادا نہیں ہوا۔ تو نے اس کا شکریہ کیوں ادا نہیں کیا؟

اسی لئے قاعدہ بنالیا گیا کہ **اشکر الناس** لوگوں میں سب سے زیادہ شکرگذار کون ہے؟ **اکثرھم للناس** جو لوگوں کا سب سے زیادہ شکریہ ادا کرے۔ اس شعر میں تو نے پڑھا ابھی **من اَثنیٰ علی الخیر فقد جزیٰ** کہ جو کسی بھلائی اور احسان کے اوپر کسی کا شکریہ ادا کرے تو اس نے گویا اس کا بدلہ چکا دیا تو اس آدمی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشعار سنتے بھی تھے اور اس میں جو اس طرح کی باریکیاں ہوتی تھیں اس کی طرف متوجہ بھی فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنھا ہیں اور کوئی زوجہ مطہرہ، کوئی شعر پڑھا گیا تو آپس میں ایک کا قبیلہ کسی کے ساتھ رشتہ داری ملتی تھی دوسری ام المومنین کی رشتہ داری کسی کے ساتھ ملتی تھی، ایک کی تیم کے ساتھ، ایک کی عدی کے ساتھ، تو جھگڑا شروع ہوگیا کہ یہ تو ان کی ہمارے رشتہ دار کی برائی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے اپنے تیم اور عدی کے بارے میں جھگڑ رہی ہو حالانکہ یہ جو شاعر جس نے برائی کی ہے تیم اور عدی کی، یہ تمھارے تیم اور عدی نہیں ہیں، یہ تو فلاں قبیلے کے تیم اور عدی تھے ان کی برائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشعار کو بھی سمجھتے تھے۔ اشعار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت انس تھا۔

اسی لئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ ساتھ سوار ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا! فلاں شاعر کے اشعار سناؤ، تو انہوں نے وہ سنانے شروع کئے، تو وہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دیر پڑھتا رہا پھر میں چپ ہوگیا۔ فرمایا ھیہ اور سناؤ۔ فرماتے ہیں میں اور تھوڑا سا پڑھ کر پھر چپ ہوا فرمایا ھیہ، فرمایا یہاں تک کہ اس شاعر کے سو اشعار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے۔ تو اسی لئے یہ ہمارے یہاں یہ جو اس کے ساتھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتِ پاک پڑھنے اور سننے کے ساتھ جو شغف ہے یہ اللہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اجاگر کرنے کا اور پیدا کرنے کا اس کو ذریعہ بنائے اور سب سے۔

جس طرح میں نے عرض کیا کہ یہ صاحبِ بردہ بوصیری کا قصیدہ اس میں بہت مشہور ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ بار بار سنتے تھے انھی، جو وہ ہیں بوصیری، ایک ہیں صرصری، جمال الدین صرصری۔ جب یہ تاتاریوں کی قیامتیں دنیا میں شروع ہوئیں تو اس زمانے کے ہیں۔ اس وقت، ۶۵۶ھ میں انکی شہادت واقع ہوئی ہے، جمال الدین صرصری، اور وہ بھی کہ ان کی عمر تھی اس وقت ۱۳۰/ برس کی، ان کو شہید کیا گیا۔

تاتاریوں کے ہاتھوں وہ شہید ہوئے اور یہ تاتاریوں کی ایک مصیبت نہیں، قیامت!

پوری دنیا میں یعنی آپ کے یورپ میں یہاں آئس لینڈ Iceland وغیرہ کی طرف، یہاں تک دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ لوگ کانپتے تھے کہ اگر کوئی ویسے ہی کہہ دیتا کہ تاتاری یہاں بھی آنے والے ہیں تو اوسان خطا ہوجاتے تھے، کہتے ہیں مستورات گھر میں سے نکلنا، وہ اسی پر گذارا تھا ان کا یہ فشنگ کرتے تھے اور پیٹ بھرتے تھے، تو مستورات گھر کی عورتیں جانے نہیں دیتی تھیں فشنگ کرنے کے لئے۔ ارے تم جاؤ گے فشنگ کرنے تاتاری یہاں آجائیں گے، یہاں یورپ کے ایک تہائی بلکہ آدھے حصہ کو انہوں نے تہہ و بالا کیا تھا۔ صرف کہتے ہیں کہ پورے کرہِ ارض پر دو ملک اس سے محفوظ رہے تاتاریوں کی قیامت سے۔ وہ ایک ہندوستان ہے اور ایک مصر ہے۔

## سلطان التمش

ہندوستان میں بھی بار بار حملے تو ان کے ہوئے لیکن چھوٹے حملے۔ جس پیمانہ پر بغداد کی ہلاکت واقع ہوئی کہ گیارہ ملین، بغداد میں گیارہ ملین مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ اور ہندوستان پر چھوٹے بڑے حملے وہ کرتے رہے۔ اب جس طرح یہ ایک پورا ملک اور اس کا ہر فرد اس سے متاثر ہوتا ہے اس طرح کی تباہی وہاں نہیں آسکی۔ تاتاریوں نے دیکھا کہ یہ ہمیں ہر جگہ فتح ہوتی ہے اور یہ شکست دے دیتے ہیں ہندوستان والے، کیا وجہ ہے اسکی؟ تو اس نے، ہلاکو خان نے اپنے پوتے کو بھیجا، دیکھنے کے لئے کہ وہاں جا کر دیکھ کر آؤ۔ تو بطورِ سفیر کے، بتا کر گئے کہ ہم تاتاریوں کی طرف سے آئے ہیں، تم سے بات کرنے کے لئے تو اس زمانے میں جو بادشاہ تھا ہندوستان کا، اس کا نام تھا سلطان التمش۔ اِن کا جو تلفظ ہے، ہمارے اردو کے استاد ہوتے تھے تاریخ اور جغرافیہ جن سے ہم نے پڑھا مولانا ابوالحسن، تو وہ تلفظ سکھاتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اَلْتُوْ تَمِشْ دو تاء بولی جائیں۔

تو میں نے، جب میں مشایخ احمد آباد کا مسودہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو

مدینہ پاک کے ہوٹل میں سنا رہا تھا تو سناتے ہوئے جب یہ میں نے دو تاء پڑھیں التوتمش ،تو انہوں نے فرمایا پھر پڑھو،تو میں نے اسی طرح پھر التو تمش پڑھا تو انہوں نے فرمایا التمش ۔تو یہ عام تلفظ یہی ہے التمش ۔ واللہ اعلم دونوں میں سے صحیح کونسا ہے؟

سلطان التمش کی حکومت تھی تو جب وہ سفیر آیا ہے تا تاریوں کا،تو انہوں نے اس کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ اور اہتمام کر کے کہتے ہیں کہ پچاس ہزار سوار فوج نمائش کے طور پر ان کی گذرگاہ جہاں سے ان کو گذارا گیا۔ انکو اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے دکھانے کیلئے، یہ کہتے ہیں کہ پچاس ہزار سوار فوج اور پھر اس کے بعد پیادہ فوج کوارٹر ملین دو لاکھ پچاس ہزار اپنے اسلحہ سمیت، اور پھر لکھا ہے کہ کوئی تیس چالیس ہزار ہاتھی اور اس کے بعد پھر جب دربار میں پہنچے،تو پہنچنے سے پہلے تمام جو دولت تھی جس کی وجہ سے، دولت کی خاطر حملے کئے جاتے تھے لوٹنے کے لئے، وہ بھی سامنے وہاں سے ان کو گذارا گیا کہ یہ ہمارے پاس اتنا سونا اتنے ہیرے جواہرات، اتنی دولت ہمارے پاس ہے۔ اور جب آگے اور پہنچے تو جو اس زمانے کے علماء اور مشائخ تھے ان کو اکٹھا کیا گیا تھا کہ یہ ہمارے یہاں کے علماء اور مشائخ ہیں، وہاں سے، اور وہ بہت بڑی تعداد ان کی لکھی ہے۔ اور جن ملکوں میں قیامت برپا کر کے جن کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا تا تاریوں نے، ان ملکوں کے شاہی خاندان کے لوگ چالیس کے قریب، ان کو وہاں اکٹھا کیا گیا تھا کہ آپ نے جن کا ملک برباد کیا تھا، یہ فلاں جگہ کے، یہ فلاں جگہ کے، وہ ان کو بٹھایا گیا اور اس کے بعد پھر اخیر میں وہاں کے ہندو اور برہمن وغیرہ، وہ بٹھائے گئے تھے، راجہ وغیرہ۔ تو وہ قاصد سفیر آئے اور دیکھ کر یہاں سے واپس چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی ہندوستان پر چھوٹے سے حملے کو سوچا تک ہی نہیں، تو یہ کوئی بڑی طاقت دیکھ کر نہیں۔

مئورخین کی ہر چیز پر نظر ہوتی ہے کہ ان کے لئے یہ جو تمام اسلحہ دکھایا گیا اور سوار اور فوج اور ہاتھی دکھائے گئے اس سے کیا ڈر جاتے وہ لوگ؟ کہتے ہیں کہ یہ جو ہندوستان محفوظ رہا اور

مصر محفوظ رہا، صرف یہ بچے نے آج قرآنِ پاک ختم کیا، اس قرآنِ کریم کی خدمت کی دولت، اس کی برکت سے محفاظ رہا۔ کہتے ہیں دونوں جگہ جو حکومتیں تھیں وہ ہندوستان میں بھی یہ غلام حکومت تھی، غلاموں کی، اور اُدھر جو مصر میں تھی وہ بھی غلاموں کی حکومت تھی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت جتنی دینداری ہوسکتی تھی روئے زمین پر سب سے زیادہ مثالی ان میں دینداری تھی ان میں۔ اور خاص طور پر قرآنِ پاک کا شغف۔

اسی لئے سلطان التتمش کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا جو گذارا تھا، بادشاہ پورے ہندوستان کا، اور کتنی بڑی سلطنت، کہ جس کے اب آدھے درجن اس موجودہ ملک اس میں شامل ہونگے۔ اتنی بڑی سلطنت کا وہ مالک، مگر کہتے ہیں کہ کوئی وظیفہ خزانے سے کبھی اس نے نہیں لیا۔

سال بھر میں اس کا معمول تھا کہ دو قرآن شریف وہ لکھتا اپنے ہاتھ سے اور اسکو فروخت کر کے جو اس کی آمدنی آتی تھی اس سے اپنا اور بچوں کا گذارا کھانا پینا کرتا۔

ایک دفعہ اس کی بیگم نے کہا کہ اتنے بڑے ملک کے تم بادشاہ ہو اور ہم اس حال میں رہ رہے ہیں؟ تو وہ سنتا رہا اور اخیر میں اس نے کہا کہ یہ اتنا بڑا ملک ہے تو ملک والوں کا ہے، ان کا ہے، یہ خزانہ جو سارا بھرا ہوا ہے وہ تو یہ اس ملک والوں کا ہے، رعایا کا ہے ہمارا اس سے کیا تعلق؟ ہمارا تو یہ جو ہمارے کام سے ہماری آمدنی ہے اسی سے ہمارا گذارہ ہونا چاہئے۔

یہی اسی مزاج کی حکومت مصر میں تھی۔ تو اسی کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں ملکوں کو اتنی بڑی قیامت سے محفوظ رکھا۔ بہت اچھا، اب دعا کر لیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ پاک سے ہمیں محبت عطا فرمائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے محبت عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیں قدردانی کی توفیق عطا فرمائے، ہر وقت ہم چلتے پھرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، درود پڑھتے ہوئے اشعار گنگناتے ہوئے یاد کرتے رہیں، اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

**وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔**

## (۵)

**نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد**

**فاعوذ با للہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،**

**الٓمٓ، ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔**

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارہ کو ترقیات سے مالا مال فرمائے، اس ادارہ کے بانی مبانی حضرت مولانا اسمٰعیل واڈی والا صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا فضلِ حق صاحب دام مجدہم، اوراس ادارہ کے معاونین، اساتذہ، طلبہ، محبت رکھنے والوں سب کو قبول فرمائے، اور سب کو ہم سب کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ جس طرح شعیب بھائی کے بیٹے نے قرآنِ کریم یہاں حفظ ختم کیا، یہ فیض قرآنی علوم کا تا قیامِ قیامت یہاں سے جاری اور ساری رہے۔

یہ دو نعمتیں حق تعالیٰ شانہ کی اس امت پر تمام نعمتوں سے بالا اور بڑی اور عظیم ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی اور قرآنِ کریم۔ حفاظ سارے کے یہ سارے معجزات ہیں، جو ہر محلّہ میں مساجد اور مکاتب میں قرآنِ کریم حفظ ختم کرتے ہیں۔ یہ سارے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قرآن کریم کے معجزات ہیں۔

یہ قرآنِ کریم کی پہلے پارے کی، پہلی آیت، آپ کے سامنے پڑھی، جس کی ابتدا ہے الٓمّٓ۔ یہ حروفِ مقطعات کہلاتے ہیں۔ الٓمّٓ، حٰمٓ، طٰس، یٰس۔ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے عرب نے، پہلے آپ کے زبانی اس کا تلفظ سنا۔ بڑے بڑے شعراء، بڑے بڑے خطباء، عربی زبان کے ماہرین ہزاروں گذر چکے تھے، مگر کسی نے ان حروفِ مقطعات کو، جس طرح قرآنِ کریم نے استعمال کیا اسکا اب تک استعمال نہیں ہوا تھا۔ یہ سب سے پہلے قرآنِ کریم نے حروفِ مقطعات کو سورتوں کے شروع میں استعمال فرمایا اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلامِ پاک کا ایک جزء بنایا۔ اور دوسری سب سے بڑی ان حروفِ مقطعات کی خوبی یہ ہے کہ اس کے معنیٰ کسی کو بھی نہیں معلوم۔

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے یہ معنیٰ، اس کے معنیٰ نہیں بتائے گئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معنیٰ بتائے گئے لیکن امت کو نہیں بتائے گئے۔ آخرت میں جہاں قرآنِ کریم کے علوم اہلِ علم پر کھولے جائیں گے اس وقت اس کے معانی ایک نعمت کے طور پر کھولے اور پیش کئے جائیں گے۔

اور یہ قرآنِ کریم کی ترتیب میں سب سے پہلا کلمہ الٓمّٓ جس کے معنیٰ کوئی جانتا نہیں، یہ انسانیت کو بتلانے کے لئے، یہ جتانے کے لئے کہ میرا نبی نبیِ امی ہے، جس طرح ساری انسانیت اس الٓمّٓ کے معنیٰ جاننے سے امی ہے اوران پڑھ ہے تو اسی طرح یہ میرا نبی نبیِ امی ہے اور اس کے دل میں، میں اپنے قرآن کو، کلام کو ڈال رہا ہوں۔ جس طرح تم اس کو الٓمّٓ کو سمجھنے سے عاجز، اسی طرح باقی کلام اللہ، اس کے سمجھنے سے انسانیت عاجز ہوتی اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تشریح نہ کی گئی ہوتی۔ اور اتنی تشریح کی گئی، اتنی تشریح کی گئی کہ مکمل قرآنِ کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ایک ایک آیت

کا ترجمہ، اس کا مطلب، اس کی تشریح اور تفسیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل فرمائی۔

اسی لئے روایات میں ہے کہ سب سے بڑے مفسر خلفائے اربعہ۔ اور یہ جو تفسیر قرآن مفسرین پیش کرتے ہیں اس کا اصل منبع یہ خلفائے اربعہ ہیں۔ اور پھر اس کے بعد باقی صحابہ کرام، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ سب سے پہلا کلمہ الٓمٓ لا کر اہلِ علم کو جھنجوڑا گیا۔

یہ آپ کی ابرار اکیڈیمی پہنچ کر اور ہمارے دوست حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے کہ جب حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو یہ سہارنپور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں غالبًا ایک مہینہ یا زیادہ چلہ بھر رہے ہونگے، اور حاضری کا مقصد بیعت ہونا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی عادتِ شریفہ تھی کہ اگر کسی کا تعلق حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا ہے تو حضرت انہیں سمجھاتے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں فلاں فلاں آپ سے نزدیک ہیں، آپ سے قریب ہیں۔ اب تمام خلفاء میں جس کی طرف میلان ہوان سے بیعت ہو جائیں۔

حضرت تھانوی قدس سرہ کے سلسلے سے منسلک کوئی حاضر ہوتا تو حضرت ان کو حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجتے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجتے۔

ہمارے استاذ محترم، جامعہ حسینیہ کے مہتمم حضرت مولانا سعید صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے وہاں قیام کے زمانے میں تشریف لائے اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! میں آپ سے بیعت کی تمنا لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضرت نے بیعت نہیں فرمایا۔ حضرت نے بھیجا حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، اور پھر وہاں وہ بیعت ہوئے اور

حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب کی طرف سے خلافت بھی پائی۔ اسی طرح حضرت مولانا ابرار صاحب اتنے دن حضرت کی خدمت میں رہے، بار بار اصرار بھی ہوا مگر حضرت نے فرمایا کہ تم یا جلال آباد یا دیوبند قاری طیب صاحب سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت قاری طیب صاحب سے بیعت ہوئے اور حضرت قاری صاحب کی طرف سے مجاز بھی ہوئے۔

## حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

وہاں سہارنپور میں جب حضرت مولانا ابرار صاحب کا قیام تھا تو ایک دن دفتر کے اوپر جو مہمان خانہ ہے اس مہمان خانہ میں وہ فرمانے لگے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ نقل اتارا کرتے تھے، فرمانے لگے کہ حضرت کبھی علماء پر ناراض ہوتے، تو فرماتے کہ اپنے آپ کو کیا سمجھ رکھا ہے؟ تم لوگوں نے۔ اتنا علم بھی تو نہیں اس طرح اشارہ فرمایا اور اس پر اتنا غرور اور اتنا پندار اور اپنے علم پر اتنا وثوق اور اعتماد اور بھروسہ، وہ ان کے سارے جملے نقل فرماتے۔ علماء کو یہاں جھنجھوڑا گیا قرآن میں جو کسی درجے میں علم رکھتے ہیں، ہمارے پاس تو علم ہے ہی نہیں۔ جس طرح حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹتے تھے، ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے سوائے جھوٹ اور جھوٹے دعوؤں کے۔ ہمارے نصاب میں، یہاں تو نہیں پڑھائی جاتی **شرح مائۃ عامل**۔

**شرحِ مائۃ عامل** اس میں سو عامل، تعویذات کے عامل نہیں، نحو کے عامل۔ تو سو عامل اس میں اکٹھے کئے گئے اور پوری کتاب ہے نحو کی، مگر جنہوں نے نصاب بنایا، تو انہوں نے اس کو نحو سے زیادہ نحو کی ایک خاص لائن ترکیب کے لئے اس کو استعمال فرمایا۔ مجھے یاد ہے کہ یہ کتاب آدھی کے قریب ہم پہنچے تو ایک کے بعد میں ساتھیوں سے کہتا کہ ساری کتاب کی اسی طرح ترکیب کر سکتا ہوں اور پھر اس کی **ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً** اس کی ترکیب ایک سانس میں کوئی کر دے، لیکن وہ جو کتاب ہے پچاس ساٹھ صفحات کی کتاب ہو گی تو شرحِ مائۃ عامل تو

اتنی لمبی کتاب کہ **بسم اللہ** سے لے کر اس کے اختتام تک اس پوری کتاب کی ایک ترکیب ہوتی ہے۔ ایک ایک جملہ کی نہیں، ایک ایک باب کی نہیں، پوری کتاب کی مسلسل ترکیب ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہ ترکیب ان کو بار بار رٹنے، اور یہ اسم ہے، یہ فعل ہے، یہ جملہ خبریہ ہوا، یہ جملہ فعلیہ ہوا تو اس کے تلفظ سے **ذالک الکتاب لاریب فیه** کی طرح سے دس دس نیکیاں تو نہیں ملتیں۔ یہ جو یہ پوری ترکیب کتاب کی کرائی جاتی تھی اور یہ پوری نحوی ترکیب سکھائی جاتی تھی تو یہ علم کو جِلا دینے کے لئے ہے تاکہ یہ سوئے ہوئے دماغ ان میں صلاحیت و استعداد پیدا ہو جائے۔ تو یہ ایک کتاب ہے جو ترکیب پڑھانے کے لئے سکھائی جاتی تھی۔

## شیخ علی مہائمی

اس وقت میں نے جو پہلی آیت پڑھی **الٓمٓ ذٰلک الکتاب لا ریب فیه ھدًی للمتقین** ان تین سطروں کی ترکیب کتنی کی گئی۔ جو بمبئی سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا شیخ علی مہائمی۔ تو ان کی ایک کتاب ہے دو جلدوں میں۔ اس میں انہوں نے اس کی ترکیبیں بیان فرمائی ہیں۔ کتنی ؟ دس، سو، ہزار، لاکھ، ملین ! کتنی ؟ تیرہ کروڑ اٹھاسی لاکھ سے زیادہ ترکیبیں انہوں نے کی ہیں۔

اب تعجب ہوگا کہ بھائی انہوں نے کس طرح ترکیب کی ہوگی کہ اتنی ساری تیرہ کروڑ تک لکھتے چلے گئے؟ اس وقت علوم چونکہ ختم ہو گئے، اس لئے سمجھنا مشکل ہے۔ اب جنہوں نے **شرحِ مائۃ عامل** نہیں پڑھی ہوگی تو ان کو نہیں پتہ کہ اس طرح پچاس صفحہ کی جو عبارت ہے ساری کو **ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً** کی طرح سے ایک جملہ بنا کر اس کی ترکیب کی جاتی ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ ہم تو اسی کو جھوٹ سمجھیں گے کہ یہ پتہ نہیں ایسے ہی لکھ مارا ہوگا اور اس کو نام دے دیا تیرہ کروڑ! کون کر سکتا ہے؟ تو اس کو سمجھنے کے

لئے دو تین کتابیں ہیں، ان کو دیکھئے۔

## حضرت شیخ سبیل

جب حضرت شیخ سبیل مکہ مکرمہ کے مسجد حرام کے بڑے امام صاحب یہاں تشریف لائے تھے، تو کتب خانہ دیکھتے ہوئے ہاتھ میں کتاب اٹھا کر کہا کہ ہاں اس کا مخطوطہ بھی دیکھا تھا مطبوعہ بھی دیکھی ہے، پھر انہوں نے دو نام اور لئے کہ اس طرح فلاں فلاں کی کتاب ہے تو اس وقت یہ لکھا نہیں تو وہ بھول گئے۔ تو اس کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ وہ کتاب بھی دارالعلوم میں ہے اور اسی طرح ستر ۷۰ ر، اسی ۸۰ رصفحات کی کتاب ہوگی، پہلا ایک ورق کھولیں گے۔

فضائلِ صدقات میں بھی پڑھتے ہیں تو اس میں ایک، یہ ایک اسٹوری، حکایاتِ صحابہ کھولیں گے تو اس میں ایک صحابی کا ایک قصہ ہوگا۔ لیکن یہ جو کتاب ہے دارالعلوم میں اس کا صفحہ آپ کھولیں گے تو اس کو صفحہ میں سیدھا جس طرح پڑھتے ہیں دائیں سے بائیں طرف پڑھتے آپ چلے جائیں ایک دفعہ تو ایک مضمون ہوا۔ یہ سیرت مثال کے طور پر سیرت پر لکھی گئی، سیرت کا بیان ہوا، پھر اوپر سے نیچے اسکو پڑھتے جائیں گے تو دوسرا فن ہوگا۔ پھر اس کو ٹیڑھا پڑھیں گے تو یہ تیسرا۔ اس طرح بارہ، چودہ علوم اس ایک کتاب میں ہیں۔ کتاب ایک ہی ہے اس کو ایسا سیدھا پڑھیں، ٹیڑھا پڑھیں۔

## حریری

جس طرح میں نے بتایا تھا رمضان میں، کہ حریری کا ایک مقامہ ہے، عربی کی کتاب ہے مقاماتِ حریری، تو اس میں ایک مقامہ ہے کئی صفحے کا، آپ پڑھتے چلے جائیں کہیں آپ رکیں گے نہیں۔ اسی طرح جہاں آپ نے ختم کیا یاء سے لے کر پھر آپ پڑھنا شروع کریں تو الف تک پھر واپس پہنچیں گے پوری مسلسل عبارت ہے۔ اور یہ وہ جو جملے ہوتے ہیں یہ چھومنتر

والوں کے یہاں بے معنی الکلمات ہوتے ہیں ایسا نہیں بلکہ واضح معنی کے ساتھ۔ آپ پوری کتاب الٹی پڑھ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں عجیب وغریب علوم تھے!

اسی طرح میں نے کہا کہ یہ ان کی کتاب جو ہے اس میں تیرہ کروڑ سے زیادہ ترکیبیں کی گئیں ہیں۔ انہوں نے **الٓمٓ** سے لے کر **ھدًی للمتقین** تک کی اتنی ترکیب کی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ علوم ہمیں بھی عطا فرمائے۔ آپ یہاں موجود ہیں اور سن رہے ہیں اور اللہ کے کلام کو سن کر انسان روحانی طور پر لطف محسوس کرتا ہے مگر میں سوچتا ہوں اس کو کہ تیرہ کروڑ سے زیادہ ترکیبیں وہ لکھ کر چلے گئے جس میں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا کوئی بیان ہے نہ صحابہ کرام کی زندگی کا اس میں بیان ہے، علم تو ہے مگر ہمیں بے لذت معلوم ہوتا ہے لیکن انہیں قرآن کے ساتھ، الفاظ کے ساتھ، ان کو کتنی محبت ہوگی! اس میں کتنا طویل عرصہ لگا ہوگا؟ ایسی اللہ عزوجل اپنے کلامِ پاک سے، حدیثِ پاک سے ہمیں بھی محبت عطا فرمائے کہ ہم اس کے لئے جانفشانی کرنے والے بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں میں ایسے علماء اور اللہ عزوجل کے کلام سے محبت کرنے والے پیدا فرمائے۔

دوستو یہ جو پندار وغرور ہے جس پر حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوتے تھے، **شرحِ مائۃ عامل** کی جو ترکیب نہیں کر سکے۔ اور **الٓمٓ** سے لیکر **ھدًی للمتقین** تک کی ایک ترکیب نہیں کر سکتے، وہ پھر کیوں اپنے متعلق سوچیں کہ میں بھی عالم ہوں اور میں بھی فلاں مسئلے میں کوئی رائے زنی کر سکتا ہوں۔ ہمیں تو ہر وقت جب کبھی بھی یہ تصور آئے تو سوائے **لاحول** کے اور کسی سے مدد نہیں لینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ایسی بیماریوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

تو یہ شروع میں **الٓمٓ** اسی لئے لایا گیا تا کہ اپنے تمام علوم کو ایک طرف رکھ کر اس علم کی طرف توجہ دلانے کے لئے ان کو جھنجھوڑا گیا کہ جس طرح تم اس کو نہیں سمجھ سکے تو باقی کلام کو بھی تم نہیں سمجھ سکتے تھے اور نہیں سمجھ پاؤ گے جب تک کہ میرے پیغمبر کی زبانی اس کی تشریح جو

انہوں نے فرمائی اس کو نہیں حاصل کروگے۔ اسی لئے جو اپنے طور پر اس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در سے ہٹ کر اسکو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے گمراہ ہوئے۔

جنرل ایوب کے زمانہ میں پاکستان میں ایک شخص کو تفسیر کا شوق ہوا۔ اس نے الحمد شریف کی تفسیر کی **اھدنا الصراط المستقیم** اے اللہ! سیدھی، صراطِ مستقیم کی ہدایت دے یعنی ایٹم بم کے رستہ کی ہمیں ہدایت دے یعنی با قاعدہ اس نے صراطِ مستقیم کے ذیل میں قوسین میں لکھا کہ اسکے معنیٰ یہ ہیں کہ ایٹم بم بنانے کی راہ۔ اسی لئے قرآنِ کریم نے پہلے اس سے روکا کہ یہ قرآنِ کریم اسی وقت تم سمجھ پاؤگے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف رجوع کروگے صحابہ کرام نہیں سمجھ پائے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ ہے۔ شفقِ احمر اور شفقِ ابیض عشاء کے ٹائم اور فجر کے ٹائم کا مسئلہ یہاں بڑا مشہور ہے۔ اسی کے متعلق **اتموا الصیام الی الیل** اس میں جو **من الخیط الاسود** یہاں **خیط الاسود** اور **خیط الابیض** سے مراد کیا ہے اسکو وہ نہیں سمجھ سکے۔ انہوں نے تکیہ کے نیچے دو دھاگے رکھے، اسی کو دیکھتے رہے۔

## حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **انک لعریض القفا** کہ عدی! یہ تو یہ سفید اور سیاہ دھاگا اسکے معنیٰ نہیں ہیں اس کے معنیٰ تو شفقِ ابیض اور شفق اسود کے ہیں تمہاری گدی کے نیچے مشرق اور مغرب کیسے پہنچ گئے۔ اسی طرح حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کلمہ پر منبر پر رک جاتے ہیں۔ آپ پڑھتے ہیں **او یا خذھم علی تخوّف** اب ہم میں سے کوئی ہوگا تو کہے گا اچھا او یاخذھم اور تخوّف دونوں کے معنیٰ ڈکشنری سے دیکھ لو۔ قرآنِ کریم ڈکشنری سے حل نہیں ہوسکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر پوچھا مجمع سے پوچھا کہ **ما التخوّف**؟ یہ تخوف کیا ہے؟

تو یہ تخوف کوئی بچہ بھی عربی اول پڑھنے والا کہے گا کہ یہ بابِ تفعّل کا صیغہ ہے۔ خوف سے ہے۔ تو اتنا نہیں سمجھ سکے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تخوف کا معنیٰ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع سے پوچھا کہ جانتے ہو، ماالتخوّف؟

ایک بدو کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ التخوّف التنقص۔ اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطمینان ہو گیا۔ چونکہ قرآنِ کریم میں سات بڑی لغات کا لحاظ رکھا گیا ہے جو الفاظ ان کے یہاں استعمال میں تھے ان کو قرآنِ کریم میں لایا گیا۔ اسی لئے وہ بڑے میاں کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ اس کے معنیٰ ہمارے یہاں التخوّف کے التنقص کے ہیں۔

اور سنئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہاں پہنچتے ہیں وفاکھۃ وابّا تو فرمایا کہ یہ فاکھۃ تو سمجھ میں آیا لیکن ابّاً کیا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی عربی زبان کا جاننے والا ہو سکتا ہے؟۔ جاہلیت کے زمانے میں قبائل کے درمیان سفارت کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کام لیا جاتا تھا، ان کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا، بڑے بڑے مقابلے جو شعراء کے ہوتے تھے، خطباء کے ہوتے تھے اس میں یہ حَکَم بنے ہیں اور خود بہت بڑے شاعر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مگر وہ اٹک گئے کہ اس کے معنیٰ کیا ہونگے؟ وفاکھۃ وابّاً؟

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

دوستو! یہ قرآنِ کریم ایک ایسا سمندر ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ اب خود جنہیں سمندر کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لقب ہی بحر الامۃ، حبر الامۃ اور انہیں علوم کا سمندر کہا گیا اور اس امت کا سب سے بڑا عالم کہا گیا۔

مگر ان سے جب پوچھا جاتا تھا روح کے متعلق، فرماتے تھے لا ادری ما الروح کہ ہمیں نہیں معلوم کہ روح کیا ہے؟۔ اب روح آپ سے کوئی پوچھے گا تو آپ تشریح کرنا

شروع کریں گے کہ روح کیا ہے کہ جس کے نکلنے سے انسان مرجاتا ہے، جب ماں کے پیٹ میں پڑے تو اس کے بعد بچہ حرکت شروع کرتا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہماری طرح سے اسکو اتنا آسان نہیں سمجھا۔ انہوں نے فرمایا کہ **لا ادری** مجھے نہیں معلوم۔ اسی طرح ان سے پوچھا جاتا کہ جو قرآنِ کریم میں قصہ ہے **ا صحاب الکهف والرقیم** کا جو **سورۃ کهف** میں **الرقیم** کا کلمہ آیا ہے اس کے معنیٰ کیا؟ تو فرماتے **لا ادری ما الرقیم** کہ رقیم کیا ہے مجھے نہیں معلوم۔ حتیٰ کہ یہ تو کچھ تحقیق طلب **کلمات** معلوم ہوتے ہیں لیکن جس طرح **تخوّف** کو ہم بہت آسان سا سمجھ لیتے ہیں اس طرح **غسلین** کے متعلق جو **غسلین لا یاکله الا الخا طئون** قرآن میں آیا۔ اس کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب یہاں پہنچتے تو فرماتے کہ **لا ادری ما غسلین أظنه الزقوم** پہلے تو کہا کہ مجھے اس کے معنیٰ معلوم نہیں لیکن اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ شاید ہوسکتا ہے کہ زقوم ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قرآنِ کریم کے معنیٰ میں احتیاط برتتے تھے۔ ہم دین کے مسائل میں دین کی چیزوں میں جرأت اور اپنے غرور اور پندار سے کام لیتے ہیں تو وہ اس سے بہت دور تھے، بہت زیادہ متنفر تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی۔

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حالانکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، اللہ سے مانگا تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی **اللهم اعز الاسلام بأحد العمرین** کہ دو عمرو میں سے ایک سے اسلام کو قوت دے، ایک ابوجہل کہ اس کا نام بھی عمرو بن ہشام، اور ان کو بھی عمر بن خطاب، اللہ عزوجل سے درخواست کی کہ الٰہی! ان دو میں سے ایک کو تو ہدایت

دے کر اسلام کو قوت عطا فرما۔ تو یہ مانگے ہوئے حاضر ہوئے تھے۔

اسی وجہ سے ایک دفعہ ایک صحابی عوف بن اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ آج میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا مجمع جا رہا ہے تو اس مجمع میں، میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ سب سے اونچے بلند قامت ہیں۔ اور انہوں نے خواب میں ناپ تک، اس کو یاد بھی رکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجمع میں سب سے اونچے شخص ہیں، وہ عام مجمع سے تین ہاتھ اونچے ہیں۔ میں نے دیکھنے کی کوشش کی، پہنچاننے کی کوشش کی، تو پتہ چلا کہ اوہو! یہ تو عمر بن الخطاب ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ یہ سب سے مجمع سے اتنے اونچے کیوں ہیں؟ اور تین ہاتھ اونچے؟ کہتے ہیں مجھے اس کی وجہ بتائی گئی اور مجھے کہا گیا کہ اس لئے کہ **انہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم** ایک خوبی تو ان میں یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی وہ پرواہ نہیں کرتے۔ اور دوسری، تو ایک ہاتھ ہوا اتنے اونچے۔

پھر آگے فرمایا **وانہ خلیفۃ مستخلف** کہ یہ خلیفہ بنائے جائیں گے اور اپنی طلب اور اپنی تمنا سے نہیں بنیں گے بلکہ زبردستی انہیں **مستخلف** خلیفہ بنایا جائے گا۔

**و شھید مُستَشھد** تیسری ان کی خصوصیت بیان فرمائی کہ اس لئے کہ یہ شہید ہونگے اور یہ شہادت خود انکی طلب کردہ ہوگی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جب یہ خواب حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سناتے ہیں تو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جاؤ انکو بلا کر لاؤ۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں، انہوں نے حضرت عوف سے سے فرمایا کہ اچھا اب آپ اپنا خواب سناؤ۔

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنا خواب بیان فرمانا شروع کیا۔ جب

انہوں نے پہلی بات کہی **انہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم** تو اس پر تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چپ رہے۔ جب یہاں پہنچے کہ **انہ خلیفۃ مستخلف** کہ یہ خلیفہ بنائے جائیں گے، حضرت عوف فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اشارہ کیا اور آنکھیں نکالیں میری طرف اور مجھے ڈانٹا کہ تو یہ ہمارے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کی زندگی میں یہ کلمات کہہ رہا ہے انہوں نے کہا حضرت! میں نے تو خواب دیکھا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے **انہ خلیفۃ مستخلف** اور پھر انہوں نے آگے تیسری بات فرمائی کہ **شہید مستشہد**۔ خواب دیکھ لیا، بیان کر دیا، سن لیا۔ پھر وہ اس کی تعبیر بھی پوری ہوئی۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال سے پہلے ان کو بلایا وصیت فرمائی اور اپنا خلیفہ انکو مقرر فرمایا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو حضرت عوف فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجدِ نبوی میں گذر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما ہیں اور مجھے دور سے دیکھ کر اشارہ فرمایا کہ ادھر آؤ۔ میں پہنچا تو فرمایا کہ اچھا اب وہ خواب سناؤ۔ انہوں نے پھر وہ خواب سنانا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے تو جب پہلی بات بیان فرمائی **اِنہ لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تم دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے ان **یجعلنی اللہ منہم** کہ اللہ مجھے ان میں فرمادے کہ جو اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے نہ ہوں۔

جب انہوں نے دوسری خوبی سنائی **انہ خلیفۃ مستخلف** اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب تو اللہ نے مجھے بنا دیا تو تم دعا سے میری اعانت کرو، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق پر قائم رکھے اور حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی مجھے ہمت اور قوت عطا فرمائے۔

جب تیسری بات انہوں نے بیان کی کہ **وشہید مستشہد** پہلے تو فرمایا کہ **اَنّی لی**

**الشھادۃ** ؟ مجھے شہادت کیسے مل سکتی ہے؟ مگر دوسرے جملے میں پھر کہتے ہیں کہ **بلٰی** کیوں نہیں ملے گی؟ ان شاء اللہ فرماتے ہیں کہ ضرور ملے گی۔ اتنا وثوق اور اعتماد تھا اپنی دعا پر کہ خود دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! تیرے حبیب کے شہر میں ہی مجھے موت دے اور شہادت کی موت دے۔

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے ذریعے مانگا تھا۔ اسی لئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادیِ ضجنان سے گذرتے ہیں تو وہاں رو رہے ہیں اور روتے ہوئے پڑھ رہے ہیں **الحمد لله لا اله الا الله يعطى من يشآء ما يشآء** تو رو رہے ہیں۔ جب حال ٹھیک ہوا تو غلام نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا کہ مجھے میرا بچپن یاد آیا کہ اسی وادیِ ضجنان میں میرا باپ اونٹ چرانے کے لئے مجھے بھیجا کرتا تھا اور پھر میری خبر گیری کے لئے یہاں وہ پہنچتا اور مجھے کہیں سویا ہوا پاتا تو مجھے مار پڑتی تھی اور وہ کہتا کہ اے عمر! تو دنیا میں کیا کر کے کھائے گا؟ تو وہ عمر جسے اونٹ چرانے نہیں آتے تھے تو **يعطى من يشآء ما يشآء** حق تعالیٰ جسے جو دینا چاہے کوئی روکنے والا نہیں **لا مانع لما أعطيت** ۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے مجھے یہاں تک پہنچایا کہ میں ساری دنیا کو چرا رہا ہوں اور یہ کلمات فرمائے کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو میرے، میرا ہم پلہ ہو، میرا مقابلہ کرے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے جب دعا فرمائی تھی اس وقت تو وہ کفر وشرک کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے مگر وہاں سے کھینچ کر کہاں تک لے آئے؟ یہ نورِ نبوت نورِ قرآن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پھیلا۔ جگہ جگہ اسی نور کو آپ دیکھ پائیں گے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت نے انکو کھینچا۔

## علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں انکے متعلق لکھا ہے کہ انکے دو ہم عصر، ایک کا نام حسن اور ایک ابوالحسن تھے۔ ہمارے بھائی ساؤتھ افریقہ میں مولانا حسن بھورات ہیں وہ اپنی روئیداد بیان فرماتے تھے کہ میں کس طرح دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر رائے پور گیا اور پھر شاہ صاحب کے یہاں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی تو وہاں وہ فرماتے تھے کہ ایک چلہ میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ پورا چلہ کہتے ہیں کہ ایک بستر تھا حسن کا اور ایک تھا ابوالحسن کا، کہ ایک خود انکا مولانا حسن بھورات کا اور دوسرے ابوالحسن حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بستر تھا۔ فرماتے ہیں کہ پورا چلہ ہم وہاں ساتھ رہے۔ اور حضرت رائے پوری قدس سرہ سے اجازتِ بیعت اور خلافت پائی۔ پھر حضرت علی میاں صاحب ان کی تشکیل سے وہ لاہور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تفسیر پڑھنے کے لئے وہاں لاہور گئے اور حضرت رائے پوری سے آپ نے تفسیر پڑھی۔

اس طرح یہ دو بزرگ حسن اور ابو الحسن دونوں جا رہے ہیں علامہ مناوی کی زیارت کرنے۔ بہت اونچے بزرگوں میں حضرت علامہ مناوی۔ علمِ ظاھر اور علمِ باطن علمِ شریعت اور علم طریقت دونوں کے ماہر۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے انکے گھر میں داخل ہونے سے پہلے دیکھا کہ کوئی سبزی فروش ہے فروٹ بیچنے والا تو اس سے انہوں نے سیب خریدے کہ بیمار کو یہ جا کر پیش کریں گے۔ لیتے ہوئے دیکھا ہوگا کہ ابھی اس وقت تو جیب خالی ہے پھر اس سے سبزی فروش سے کہا ہوگا کہ پیسے بعد میں دے دینگے اور ہمیں یہ سیب دے دو۔ لیکر چلے گئے۔

دنیا میں معمول ہے، میں اور آپ بھی شاپ (shop) پر جاتے ہیں ادھار لے آتے

ہیں۔ جیسے ہی دروازہ سے داخل ہوئے تو حضرت مناوی ان کو دیکھتے ہی فرماتے ہیں کہ اوہو!
**ما هٰذه الظُلمة ؟** تم کیا ظلمت اور تاریکی لیکر آ رہے ہو؟ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے قصے آپ کو سنائے تھے رمضان میں کہ کیسے حضرت کی نگاہ کہاں پڑتی تھی تو وہ دودھ میں دیکھ لیا اور گھی کو دیکھ لیا، پھلوں کو دیکھ لیا کہ یہ فلاں تاریخ کو تم نے نہر کے لئے پانی book کروایا تھا اور پھر اس کے پیسے ادا کئے تھے مگر وہ پانی جتنے گھنٹے book کروائے تھے اس سے زیادہ گھنٹے پانی چلا اور یہ پھل اس پانی سے پک گئے جس کے پیسے تم نے ادا نہیں کئے۔

اسی طرح یہ حسن اور ابو الحسن پھل لے کر پہنچ رہے ہیں حضرت مناوی فرما رہے ہیں کہ یہ کیا ظلمت لیکر تم آ گئے ہو ہمارے یہاں ؟ بیچارے بھاگے واپس، انکے کشف و کشوف بھی بڑے مشہور تھے علامہ مناوی کے۔ باہر آ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ سیب لئے اس کا بھی بھانڈا پھوٹ گیا اور پتہ چل گیا حضرت کو، تو جلدی سے باہر آ کر انتظام کیا، کسی طرح سے وہ پیسے اسکو ادا کئے۔ کچھ پوچھا نہیں تھا حضرت نے ان سے، نہ کچھ کہا کہ یہ کیا تمہارے پاس ہے تمہارے ہاتھ میں؟ جب دوبارہ داخل ہو رہے ہیں اب پھر فرماتے ہیں، مناوی فرماتے ہیں کہ اوہو! اتنی جلدی بھی اتنی ظلمت و تاریکی رفع ہو سکتی ہے اور نور آ سکتا ہے؟ پھر انہوں نے جا کر وضاحت کی کہ حضرت یہاں پہنچے ہم نے سوچا کہ سیب لیجائیں ادھار ہم نے لے لیا ہم سے غلطی ہوئی واپس جا کر ہم نے اس کو ادا کر دیا۔ یہ ہے علم اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے یہ نور پھیلا۔

یہ نورِ قرآن اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ محمدی کی برکات جگہ جگہ آپ دیکھیں گے، کہیں مناوی کے یہاں دیکھیں گے اور کہیں کس کے پاس دیکھیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پڑھیں گے اس میں دیکھیں گے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے حالات پڑھیں گے اس میں دیکھیں گے۔ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کا نور ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کلمہ پڑھ لیتے اور نگاہ نگاہ سے مل جاتی تو

ہمیشہ کے لئے منبعِ نور بن جاتے ۔اس طرح کے نور، شمس وقمران کو مل جاتے بعد میں بزرگوں کی تاریخ میں جگہ جگہ آپ پڑھتے ہیں تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کا ایمان کی حالت میں دیکھنا اور چہرہ انور کی طرف نگاہ کرنے سے کس طرح وہ اپنے جسموں میں یہ نور جذب کرتے ہونگے ؟

## سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے کرتے ہونگے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں حجرہ شریفہ میں اپنے کمرہ میں تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے حجرہ میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم **کان یخسف نعلہ** چپل درست فرمارہے تھے۔ میں جب پڑھاتا تھا تو اس وقت طلبہ سے کہا کرتا تھا کہ **نعل** کا ترجمہ عام طور پر جوتا آسانی سے کر دیتے ہیں یہ کبھی نہ کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں کہیں بھی آئے ، اس لئے کہ وہاں جوتا استعمال میں نہیں تھا چپل ہوتی تھی اس لئے اس کے تسمے اسکی پٹیوں کا ذکر آتا ہے تو **کان یخسف نعلہ** ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چپل کی پٹی درست فرما رہے تھے۔

مکہ مکرمہ فتح فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مکہ مکرمہ پر قبضہ ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام سے نکل رہے ہیں فاتحِ عرب ہیں اب تو پورا عرب زیرِ نگیں۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف سے بیت اللہ سے باہر نکلنے لگے تو چند قدم چلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چپل کی پٹی ٹوٹ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ملاحظہ فرمارہے تھے، ایک صحابی نے دیکھا کہ یہ ٹوٹ گئی تو انہوں نے جلدی سے اپنے چپل نکالے، پیش کیئے۔ اور ہم تو، جس طرح کہتے ہیں اوپر نیچے اترنا اور سرکنا۔ ہم تو بہت جلدی ایسی چیزوں میں شکریہ ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ابھی دو تین سال پہلے بابِ ملک فہد سے میں نکل رہا تھا تو چپل تلاش کر کے کہیں مل نہیں رہے تھے تو ایک دوست جو مکہ سے زمزم یہاں بھیجنے کا انتظام کرتے ہیں، ان سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے چپل دی میں نے کہا کہ نہیں، ہوٹل سامنے ہے مجھے ضرورت نہیں۔ زبردستی انھوں نے پہنا دی۔ ہم کر نہیں سکتے یہ اخلاق ہم سیکھ نہیں سکتے واللہ نہیں سیکھ سکتے بہت فرق ہے ہم لوگوں میں یعنی جس طرح میں نے بتایا کہ یہ علوم کیا چودہ ترکیبیں وہ کیا علوم اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انکو کتنا نوازا تھا کیا کیا ان کے پاس تھا اور ہمارے پاس کیا ہے خالی ہاتھ ہیں کچھ بھی نہیں۔ اس طرح میں نے ان کے اصرار پر پہن لئے اور وہاں تک ہوٹل کے دروازہ تک پہنچ کر پھر میں نے انکو واپس دے دئے۔

مگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وہ صحابی پیش فرمارہے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چپل آپ پہن لیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میری وجہ سے آپ ننگے پیر چلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم **كان يخسف نعله** آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپل درست فرمارہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم **كثير العرق** تھے پسینہ بہت آتا تھا۔ ہم نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو دیکھا زندگی میں کسی کو نہیں دیکھا جن کو اتنا پسینہ آتا ہو جتنا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو۔ اسی لئے میں نے قصہ سنایا تھا کہ وہاں جب تصنیف فرماتے تھے تو وہاں تصنیف گاہ میں حضرت شیخ یونس صاحب فرماتے ہیں کہ کبھی حضرت اپنی کمری دیتے، ہم کرتے کے نیچے جیسے بنیان پہنتے ہیں تو حضرت کی وہ کمری ہوتی تھی، فرماتے ہیں کہ وہ حضرت دیتے تھے کہ جاؤ ذرا اسکو نچوڑ کر دھوپ میں ڈال دو۔ اتنا پسینہ، اس کو نچوڑ کر ڈالا جاتا تھا۔ آپ میں سے کسی کو اتنا پسینہ آتا ہوگا؟ کہ جس کو نچوڑ کر ڈالا جاسکتا ہو؟، اتنے کثیر العرق حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ۔ آپ حضرات نے بھی دیکھا ہوگا کہ حضرت کا جسم بھی بھاری تھا مگر میں حلفیہ کہتا ہوں دوستو! حلفیہ، کہ زندگی میں سالہا سال حضرت کو

ہر وقت اٹھاتے رہتے تھے مگر ذرہ برابر بھی پسینہ کی بو اس میں کبھی آئی نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسینہ آتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چپل درست فرما ہیں **کان یخسف نعله و کنتُ اغزل** ۔ **اغزل** کے یہاں دو ترجمے ہیں ایک تو یہ کہ میں گنگنا رہی تھی اپنے اشعار، اور دوسرا ترجمہ اس کا یہ ہے کہ میں یہ اون سے صوف سے wool سے سویٹر (sweater) بناتے ہیں اس طرح wool سے کچھ بنا رہی تھی۔ وہ بھی یہ اون سے دستانے بناتے تھے (socks) بناتے تھے۔ یہ چیزیں بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ھدیہ کی جاتیں، چادریں پیش کی جاتی تھیں اون کی بنی ہوئی۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ **کان النبی صلی الله علیه وسلم یخسف وأنا أغزل، وکنتُ أغزل،** تو اتنے میں میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنا شروع ہوا۔ تو ہمیشہ پسینہ ٹپکتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھتی تھیں تو میں وہ پسینہ ٹپکتا ہوا دیکھ رہی ہوں۔

مگر میں نے اس پسینہ کے جو قطرے ٹپک رہے تھے اس میں اتنا نور دیکھا کہ **فَبُهِتّ** اتنا نور میں نے دیکھا کہ میں مبہوت رہ گئی اور میں ڈر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ مبارک فرمائی اور پوچھا **یا عائشه ! لم بُهِتّ ِ ؟** تو اتنی پریشان اور مبہوت کیوں؟ ہکا بکا کیوں ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ جو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرات ٹپک رہے ہیں اس میں سے نور اتنا پھیل رہا ہے کہ اس کو دیکھ کر مجھ پر یہ حال طاری ہوا اور میں اس طرح مبہوت ہوگئی۔

اب اس کا جواب کیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی جواب دیا، پہلے عملی جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چپل درست فرما رہے تھے اسکو ایک طرف رکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُٹھ کر میرے پاس تشریف لائے و **قبّل بین عینَیّ** کہ میری دونوں آنکھوں کے بیچ میں مجھے ایک بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے عائشہ! جتنی اس وقت تجھے خوشی

ہو رہی ہے اُس سے زیادہ میں تجھ سے مسرور ہوں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ یہ جو اس وقت تو نے نور دیکھا اس سے یقیناً تجھے خوشی حاصل ہوئی ہوگی مگر یہ جو تو نے اس وقت جو مجھے اس حال میں دیکھا اور تجھ پر حال طاری ہوا اس کی وجہ سے مجھے اور زیادہ خوشی ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! یہ جو منظر میں نے دیکھا اگر یہ **ھُذَلِی** ایک شاعر گزرا تو اس نے ایک شعر کہا ہے، **واذا نظرت الی أسِرَّةِ وَجھِہ** کہ آپ کے چہرہ انور کے خطوط، اپنے محبوب کے متعلق وہ کہتا ہے کہ اگر غور سے دیکھے تو کہتے ہیں کہ اس میں ایک نور چمکتا ہوا تو دیکھے گا۔ اگر وہ شاعر آپ کو اس حال میں دیکھتا تو وہ یقیناً ان اشعار کا مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتا جو اس نے اپنے کسی محبوب اور معشوق کے متعلق پہلے کہے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کچھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے پایا تو کس چیز کی وجہ سے پایا؟ اور بھی ازواجِ مطہرات تھیں انہیں بھی اتنا موقع ملا جتنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملا، مگر یہ اپنے علم کی وجہ سے زیادہ حاصل کر پائیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ کو جتنے اس وقت کے مروجہ اشعار تھے سارے یاد تھے، اور اتنے یاد تھے کہ ایک شاعر بڑا مشہور لبید، اس کے اشعار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے ہیں کہ بارہ ہزار یاد تھے، ایک شاعر کے اشعار یاد تھے بارہ ہزار اشعار! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خلوت میں ہر جگہ اشعار بہت پسند فرماتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے اچھا تمہارے اشعار سناؤ، پھر وہ اشعار سنانا شروع کرتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پھر تشریح فرماتے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے۔ تو یہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی گفتگو سمجھنے کے موقع بہت میسر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوش کر سکیں اس میں بڑا حصہ علم کا ہے۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا عراق، تو انکو فرمایا کہ **مُر مِن قِبلَکَ ان یتعلموا الشعر** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینی امور میں سخت تھے مگر وہ فرماتے ہیں جو لوگ آپ کے پاس آتے جاتے ہیں ان سے تم کہو کہ **ان یتعلموا الشعر** کیوں؟

پھر آگے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ ان کے لئے قرآن کا سمجھنا آسان ہوگا۔ انساب کو وہ سمجھ پائیں گے اور ان کی عقل وفہم میں اضافہ ہوگا۔ تین وجوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعر سیکھنے کے متعلق بیان فرمائیں۔ اسی لئے آپ نے خطوط لکھے اپنے حکام کو، تو اس میں جگہ جگہ لکھا **عـلـمـوا اولادکـم** کہ اپنے بچوں کو تم سکھاؤ، علم دو کس چیز کا علم؟ فرمایا کہ **الـعَـوم** تیراکی سکھاؤ۔ ہمارے یہاں اسکول میں بچے swimming کے لئے جاتے ہیں فرمایا تیراکی سکھاؤ، تیرنا وہ سیکھیں۔

دوسرا فرمایا **الرِما یَة** نشانہ بازی سکھاؤ۔

تیسرے فرمایا کہ **والـفُـروسیة** گھوڑ سواری انکو سکھاؤ۔ اور گھوڑے پر سوار ہونا۔ جو ہندوستان، پاکستان سے آئے یہاں، انکو اپنا وہاں کا دور یاد ہوگا، وہاں کے گھوڑے اور سواری بھی یاد ہوگی، مگر جس طرح کہ میں نے کہا کہ یہ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کا مقولہ آپ یاد رکھیں کہ ہر چیز میں ایسا ہی ہے۔ انکا مقولہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی بھی فن میں کسی چیز میں غرور اور پندار کہ میں اس فن کا بڑا ماہر ہوں، اس چیز کو، سواری کو گھڑ سواری کو جانتا ہوں۔ یہ پندار نہ ہونا چاہئیے۔

ہمارے ایک پھوپھا ہوا کرتے تھے، ہمارے والد صاحب کی چچازاد بہن تھی انکے نکاح میں، تو وہ ہمارے پھوپھا، وہ اتنے ماہر تھے کہ کوئی دس بارہ قسم کی چال گھوڑے کی، گھوڑوں کو

سکھاتے۔لوگ ان کے یہاں گھوڑا چھوڑ کر آتے تھے کہ اس گھوڑے کو یہ چال آپ سکھائیں، اور وہ چند دن میں سکھا دیتے، وہ گھوڑا اس طرح چلنے لگ جاتا۔

ایک چال انکی ایسی بھی ہوتی تھی، ہم نے دو تین ایسے گھوڑوں پر سواری بھی کی، کہ ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر بیٹھ جاؤ تو پانی نہ گرنے پائے، کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں، تو یہ جتنے سواری کے جاننے والے ہیں وہ بھی سن لیں کہ وہ اس فن میں بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ نہیں سکتے۔ کیونکہ آگے فرماتے ہیں کہ **علموا اولادکم العَوم و الرماية والفروسيّة** اور فروسیہ کے متعلق کہ گھڑ سواری ان کو سکھاؤ۔

اس کی تشریح آگے فرماتے ہیں **وان يثبوا الخيل وثباً** فرماتے ہیں کہ رکاب کے اوپر پیر رکھ کر بیٹھنا یہ تو عورتوں کا کام ہے کیا مرد اس طرح بیٹھے گا ؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے اونچے گھوڑے پر صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ کس طرح بیٹھتے تھے کہ جب آپ کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر گھوڑے کی آدھے پیٹ تک نہیں پہنچتا تھا، اتنا اونچا گھوڑا۔اور اس پر سوار ہونے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکاب پکڑ کر سوار نہیں ہوتے تھے۔کس طرح سوار ہوتے تھے؟ یہ بچے یہ مقابلہ کرنے والے جو آپ نے ان کو دیکھا ہوگا کہ ذرا تیار ہو جائیں۔ one,two,three اس وقت تک اتنی دیر میں اپنی ساری توانائی طاقت اکٹھی کر لیتے ہیں۔صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ گھوڑے کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور چند لمحے کے لئے پانچ دس سیکنڈ کے لئے اور پوری طرح اپنی طاقت اکٹھی کر لی، پھر ایک جس طرح اسپرنگ (spring) ہوتی ہے تو جو پیر ہیں اس کو اسپرنگ کی طرح بنا لیتے، ایک جھٹکا مارتے اور گھوڑے کی پیٹھ، پشت کے اوپر پہنچ جاتے اسی ایک جمپ (jump) کے ساتھ۔تو فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ رکاب کے بغیر میں جس طرح گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں اس طرح گھوڑوں پر سوار ہونا بچوں کو آپ سکھاؤ، ایسا ان کو سوار بناؤ۔

پھر آگے فرمایا کہ **وان يتعلموا الشعر** کہ بچوں کو روایتِ شعر سکھاؤ کہ اس سے قرآنِ

کریم کے سمجھنے میں ان کو مدد ملے گی، اور مدد کیسے ملے گی؟ اب وہ تخوّف کس کس جگہ کون کون سے شاعر نے استعمال کیا ہے؟ کس کس موقعہ پر استعمال کیا ہے؟ وہ جو الفاظ اس میں گذریں گے تب اس کو پتہ چلے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآنِ کریم سے محبت دے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے محبت دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو نورِ نبوت لے کر تشریف لائے اسکی طرف ہر وقت ہمیں متوجہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارہ کو ترقیات سے مالا مال فرمائے۔ جس بچے نے قرآنِ کریم حفظ ختم کیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی نسلوں میں اس دولت کو باقی رکھے۔

**و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔**

## (٦)

**الحمد لله و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد**

اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کرام کو قبول فرمائے ان کے خاندانوں اور ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ایسے مکاتب اور حفظ قرآن کے اور تجوید کے مدارس اللہ تبارک وتعالی دنیا کے کونے کونے میں جہاں کہیں مسلمان آباد ہیں انکے ہر محلے میں قائم فرمائے۔اورقرآنی ذوق کو امت مسلمہ میں عام فرمائے۔قرآن کریم ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی اور قرآن کریم بھی۔ اللہ تبارک وتعالی ان دونوں نعمتوں کو پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ان دونوں نعمتوں کی قدرومنزلت کہ کیا یہ نعمتیں ہیں؟اللہ تعالی ہمیں اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی آپ نے قرآن کریم کی تلاوت سنی۔ ہر تلاوت سے پہلے قرآن ہمیں حکم دیتا ہے **فاذا قرأت القران فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم** کہ جب بھی آپ قرآن کریم کی تلاوت کریں تو قرآن کا ہمیں یہ حکم ہے امر ہے **فاستعذ** کہ شیطان مردود سے اللہ تبارک و تعالی کی پناہ مانگو اور اس کے بعد پھر قرآن کریم کی تلاوت تم شروع کرو۔اسی لئے آپ سنتے ہیں ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، استعيذ**

**بـالـلـه السـمـيـع العليم من الشيطان الرجيم**. اللہ کی پناہ طلب کی جاتی ہے۔ یہ **اعوذ بـالله من الشيطان الرجيم** یہ ایک دعا ہے۔ اور بہت بڑی عظیم دعا ہے کیونکہ اسکے معنی 'اعوذ باللہ' میں اے خدا! تیری پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ قرآن کریم آپ کھولیں گے، سورہ فاتحہ سے بھی پہلے کیا آپ کو لکھا ہوا ملے گا؟ **اعـوذ بـالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم**۔

جیسے **بسم الله الرحمن الرحيم** اعوذ کے بعد آپ سنتے ہیں، **بسمله** کے، **بسم الله الرحمن الرحيم** کے مستقل احکام ہیں۔ جیسے آپ نے سنا کہ **اعـوذ بالله من الشيطان الـرجيم** یہ ایک دعا ہے، اور بڑی عظیم دعا اسی طرح **بسـم الـلـه الـرحمن الرحيم** یہ بھی ہے۔ اسکا، **بسـم الـلــه الـرحمن الرحيم** کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ میں اے خدا! تیری ذات سے جو اللہ رحمٰن اور رحیم ہے اس سے میں استعانت اور مدد طلب کرتا ہوں۔ '**نستعين بسم الله الرحمن الرحيم**' کہ میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں جو بڑا رحمٰن اور رحیم ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے ہم یہ دونوں دعائیں مانگتے ہیں اور کیوں مانگتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ قرآن خود کہتا ہے کہ **فـاسـتـعـذ بالله من الشيطان الرجيم** یہ حکم ہے کہ اللہ کی پناہ مانگو اس لئے ہم **اعـوذ بـالله** پڑھتے ہیں۔ دونوں میں بسم اللہ میں اعوذ باللہ میں تھوڑا سا شرعی لحاظ سے احکام کے اعتبار سے فرق آپ پائیں گے۔

آپ کتب خانہ میں کمپیوٹر پر **بسم الله الرحمن الرحيم** پر کتابیں تلاش کریں تو آپ کو کئی ایک کتابیں ملیں گی۔ بہت پرانی صدیوں پہلے **إحكام القنطرة على أحكام البسملة** کہ **بسم الله الرحمن الرحيم** کے احکام کتنے ہیں؟ وہ سب اس میں اکٹھے کئے گئے ہیں۔

مگر **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم** پر مستقل کتابیں آپ کو نہیں ملیں گی، اگر ملیں گی تو بہت کم شاذ و نادر۔ آپ کو دعاؤں کی کتابیں ان میں **نـعـوذ** ملے گا کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں، سب سے زیادہ دعائیں جو شروع ہوتی ہیں حق تعالیٰ شانہ

کی نصرت مدد دشمنوں سے طلب کرنے کے لئے تو وہ **اعوذ** اور **نعوذ** سے شروع ہوتی ہیں۔
جتنے دشمن ہیں خارجی اور اندرونی، جو ہمارے خارجی دشمن ہیں ان کے بھی نام لے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کلمات سے پناہ مانگی۔ خارجی دشمنوں سے بھی، جتنے خارجی مصائب ہیں ان سے بھی، اور جو خود ہمارے اندر ہیں کینہ، بغض، حسد، جھوٹ، غیبت ان تمام سے خدا کی پناہ مانگی ہے۔ امام صاحب آپ کے، سمجھا رہے تھے زبان کی حفاظت تو یہ جتنے گناہ ہو سکتے ہیں زبانوں سے اور ہمارے اندر جو عیوب ہیں ان تمام عیوب سے پناہ مانگی گئی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کلماتِ تعوذ کو استعمال فرماتے ہیں کہ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کیا اس دنیا میں دشمن، انسانوں میں سے، حیوانات میں سے، اس دنیا کے بعد والی زندگی کے مصائب ہولناک مصائب **اللھم انا نعوذ بک من عذاب جھنم و نعوذ بک من عذاب القبر و نعوذ بک من فتنة المسیح الدجال۔**
تو یہ چھوٹے بڑے جتنے فتنے ہیں، کاش انسان ان فتنوں کو سمجھتا! کہ جب سمجھے گا جب ہی تو وہ اس کی دعا خدا سے مانگے گا۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ ہم قرآن کھولتے ہیں اور شروع کرتے ہیں **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** لیکن ہمارا ذہن نہیں جاتا کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں حالانکہ یہ ایک دعا ہے اور یہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کیسی عظیم الشان دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کو شروع کروایا **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** سے اور ختم بھی کیا **اعوذ برب الناس** پر جو ایک دعا ہے۔
**اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** یہیں سے آپ شروع کرینگے اور جب ختم کرینگے تو وہاں **قل أعوذ برب الناس ملک الناس اله الناس** جیسے یہاں **اعوذ باللہ** تو وہاں اللہ کے بجائے **برب الناس** ۔**توحید فی الالوھیة** پہلے ہے اور **توحید فی الربوبیة** پر اختتام ہے کہ ایک ہی ذات عبادت کے لائق ہے اور **برب الناس** میں **توحید فی الربوبیة** ہے کہ ہمارے بقاء کی ہر ضرورت وہی رب پوری کرتا ہے اور دوسرا کوئی نہیں۔

تو معنیٰ یہ ہوا کہ میں پناہ مانگتا ہوں تمام انسانوں کے رب کی، جو 'الـــہ' ہے، بادشاہ ہے ہمارا، وہی ایک ذات عبادت کے لائق ہے، اسکی پناہ مانگتا ہوں۔ کس سے پناہ مانگتا ہوں؟ جو یہاں شروع میں ہم نے کہا تھا **اعـوذ بـالـلہ من الشیطان الرجیم** وہی دعا وہاں اخیر میں بھی ہے **من شر الوسواس الخناس۔**

اب جب قرآن شروع ہو رہا ہے تو اسی شیطانی ابلیسی بلا سے حفاظت کی دعا کا حکم ہے اور جب قرآن ختم ہو رہا ہے تو اسی دعا پر ختم ہو رہا ہے۔ کہ اے اللہ! اے ہمارے مالک! اے ہمارے معبود! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں **مـن شـر الوسواس الخناس، الذی یوسوس فی صـدور الناس من الجنۃ و الناس** ۔ کہ شیطان مردود سے جو ہر وقت وسوسے دل میں ڈالتا رہتا ہے **من شر الوسواس الخناس۔**

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ ہر وقت جو ہمارا دل دماغ ہے، اس کے گناہ بہت خطرناک ہیں۔ اگرچہ دیگر اعضاء سے ہاتھ پیر سے صادر ہونے والے بھی کبائر ہیں مگر دونوں میں فرق ہے۔

ایک دفعہ انسان شراب پی لیتا ہے گلاس اٹھالیا پی لیا، زنا کرلیا چلا گیا، بعد میں ندامت بھی ہوئی، جوا کھیلا ہار گیا جیتا اس پر ندامت اس کو ہوسکتی ہے جتنے چھوٹے بڑے سارے گناہ ہیں وہ تھوڑی دیر کے لئے ہوئے ختم ہوگئے۔ لیکن یہ جو دل و دماغ کا تصور ہے کتنا بڑا عالم ہے اس تصور کا کہ ہر وقت ہمارا دماغ چلتا رہتا ہے۔ تو گناہ کا تصور ہو تو گناہ میں چلے گا، خدا کا تصور سیکھا ہے، خدا کی ذات کا اگر کسی بزرگ نے سکھایا کہ تم مراقبہ معیت کرو کہ ہر وقت خدا میرے ساتھ ہے۔ میری شہ رگ سے زیادہ قریب **اللہ معی۔**

## حضرت حافظ الحدیث شیخ عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ

جیسے حضرت محدث حافظ الحدیث شیخ عبداللہ درخواستی نوراللہ مرقدہ نے مراقبہ ہمیں تعلیم فرمایا تھا مسجد نبوی میں کہ **الـلـہ معی۔** تو یہ اگر اس ذات کا تصور ہے تو یہ چلے گا اور یہ تصور چلا

چلا چلا تو پھر انسان یہاں بیٹھا ہے معهد الشہداء میں اور اس مراقبہ میں کہاں سے کہاں پہنچے گا عالم بالا اس پر آشکارا ہوگا، جنت، وہاں کی نعمتیں، عرش معلیٰ، خدا کا عرش، خدا کا دیدار، اسکے ملائکہ، عالم ملکوت۔ اگر چہ وہ جو کچھ نظر آئے گا وہ مقصود نہیں مقصود تو صرف اسکی ایک ذات ہے۔ اس میں اگر آپ ان تصورات کو چلائیں گے تو وہاں پہنچیں گے۔

لیکن ہمارے جو تصورات ہر وقت غلط چلتے رہتے ہیں ان کا آپ حساب بھی نہیں کر سکتے دوسری چیزیں تو مثلاً چھوٹے گناہ، بڑے بڑے گناہ لکھ کر انسان حساب بھی کر سکتا ہے۔ اس طرح کیا تصورات کا آپ حساب کر سکتے ہیں؟ ابھی ایک گھنٹہ پہلے نماز سے پہلے کے چند منٹ کا آپ حساب نہیں کر سکتے، بے حساب یہ تصورات کی طاقت ہم ضائع کر رہے ہیں حالانکہ مراقبہ سے آپ اس کو ضائع ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

خدا کہتا ہے کہ اے انسانو! یہ جو میں نے تمہیں دل دماغ دیا تو اس نعمت کو تم نے کاہے میں ضائع کیا؟ اگر خدا کی یاد دل میں بسی تو اسکا تصور رہے گا، اسکے حبیب کی یاد دل میں بسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہر وقت دماغ میں رہے گا۔ **تعوذ** میں گناہوں سے اور تصور کے ضیاع سے بھی پناہ مانگی گئی۔ کہ اے خدا! یہ تیری دی ہوئی اتنی بڑی عظیم الشان نعمت ہمارا دماغ جس سے ہم تجھے سوچ سکتے ہیں مگر ہماری کمزوری یہ ہے کہ وہ گناہ میں ضائع ہو رہا ہے۔ جتنی دیر انسان سوتا ہے وہ بڑی عافیت میں رہتا ہے، سویا رہے دن رات تو وہ بچا رہے گا کہ تصورات کے ذریعہ گناہ نہیں کریگا۔ سویا رہے گا تو اعضاء اور جوارح کے ذریعہ نہیں کریگا لیکن لامتناھی گناہ جو تصور سے ہوتے ہیں اس سے بھی بچا رہے گا۔ نیند اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

اسی **تعوذ** کے مضمون پر قرآن کریم شروع ہوتا ہے اور اسی پر قرآن کریم کا اختتام ہوتا ہے۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد ہم پڑھتے ہیں **بسم الله الرحمن الرحيم** یہ بھی قرآن کریم نے سکھایا کہ **انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم**۔ سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ کہ جو کام بھی بسم اللہ سے شروع نہ ہو تو وہ ناقص، آدھا رہتا ہے۔

لیکن بسملہ اور تعوذ دونوں میں آپ فرق دیکھیں گے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے لئے قرآن امر کرتا ہے حکم دیتا ہے لیکن کسی فتوے میں آپ نے نہیں دیکھا ہو گا کہ فلاں جگہ اعوذ باللہ پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے، واجب قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ بسم اللہ کا تو امر نہیں ہے قرآن کی آیت میں نص مقروء کے ذریعہ، نص متلوّ کے ذریعہ، لیکن اعوذ باللہ کا تو حکم ہے۔ اب اسکے متعلق تو کہتے ہیں کہ مستحب ہے پڑھ لو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سنت ہے پڑھ لو اور بسم اللہ کے لئے تو جگہ جگہ مستقل احکام ہیں۔ اسی لئے میں نے کہا کہ مستقل کتابیں اس پر لکھی گئیں۔

مثلاً ذبیحہ کے لئے حکم ہے کہ اگر وہاں بسم اللہ نہیں پڑھی گئی تو۔۔۔ تحقیق کرنے والے روز تحقیق کر کے بتاتے ہیں کہ فلاں دکان والے حلال سپلائی کرتے ہیں فلاں جگہ مشکوک ہے۔ یہ ساری کاوشیں اسی لئے ہوتی ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو وہاں ضروری قرار دیا گیا۔ اسکے برعکس کچھ جگہوں میں بسم اللہ نہیں پڑھ سکتے، علماء نے لکھا ہے کہ کوئی معصیت اور گناہ کا کام شروع کرنے سے پہلے اگر بسم اللہ پڑھے تو کہتے ہیں ایمان سے نکل جاتا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بارے میں اتنا نازک مسئلہ ہے۔

بسم اللہ میں توحد اور تفرد ہے تعوذ میں تنوع ہے۔

جن چیزوں سے ہم ہر وقت پریشان رہتے ہیں تو ان سب کے نام لے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پناہ مانگی اللھم انی اعوذ بک من الھم و الحزن واعوذ بک من العجز و الکسل و اعوذ بک من الجبن و البخل و اعوذ بک من غلبة الدین و قھر الرجال۔ تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تو قرآن نے حکم دیا اس لئے ہم پڑھتے ہیں اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے یہ تعوذ کے صیغے ہیں جن

میں پناہ مانگی گئی ان کو بھی ہم سرسری پڑھ جاتے ہیں۔ اب یہ جو میں نے دعا پڑھی تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ چیزوں سے پناہ مانگی۔

اور قرآن کریم کہتا ہے اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی امی تمہاری طرف بھیجا انہیں نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ مگر خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام بھی ایسا معجز کلام ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا خطیب بڑے سے بڑا شاعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک اور قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کلام نہیں لاسکتا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں خوبیاں ہیں وہ کسی کے کلام میں نہیں۔

چھوٹی سی دعا ہے **اللھم انی اعوذ بک من الھم و الحزن** ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں بیان فرمائیں۔ یہاں فرمایا 'ھم' اور 'حزن'۔ جو چیز واقع ہو چکی اس کی پریشانی۔ کسی کا ایکسڈینٹ (accident) ہو گیا کوئی حادثہ ہو گیا کوئی بیمار ہو گیا تو اس کی پریشانی دماغ پر لاحق ہوتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں 'حزن'۔ جو مصیبت آ چکی اس کی پریشانی کو کہا جاتا ہے حزن۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بعد میں ذکر فرمایا' پہلے جس کو ذکر فرمایا وہ 'ھم' ہے کہ جو مصیبت ابھی نہیں آئی اس کے متعلق سوچنا کہ اچھا یہ کام اگر میرا چھوٹ گیا تو کیا ہو گا؟ بیٹا گیا ہے اب کہیں یہ ایکسیڈینٹ (accident) کر کے نہ آئے۔

یہ جو اپنی اولاد کے بارے میں فکر کرتا ہے او ہوا! ان کے لئے اکٹھا کرتا ہے حلال حرام جس طرح چاہے رات دن محنت کر کے سوچ کر کے کہ میں ان کے لئے چھوڑ کر جاؤں۔ آگے پھر نواسے اور پوتے پوتیاں وہ آئیں تو ان کے لئے کوشش کرے گا، سوچے گا کہ ان کا میرے بعد کیا ہو گا؟ ان کے بارے میں جو تصور ہے اور جو مصیبت ابھی نہیں آئی جو تکلیف نہیں آئی اس کے متعلق دل میں سوچنا 'ھم' کہلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے پناہ مانگی کہ اے خدا! میری اس سے حفاظت کیجئے۔ ہم سب بھی دعا کرتے ہیں اے اللہ! 'ھم' سے ہماری حفاظت کیجئے۔

کیونکہ ہماری عادت ہو گئی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالی شانہ کی طرف سے مثبت پہلو کو ہم نہیں سوچتے۔ ہر جگہ منفی پہلو الٹا سوچیں گے کہ اگر ایسا ہو گیا تو؟ حالانکہ خدا کے یہاں کا قاعدہ کیا ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے یہاں ایک قاعدہ بنا رکھا ہے۔ وہ قاعدہ کیا ہے؟ **أنا عند ظن عبد ی بی** کہ میرا بندہ میرے متعلق جو گمان رکھے گا میں اسکے مطابق معاملہ کروں گا۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آٹھ چیزوں میں سے پہلے اس 'ھم' سے پناہ مانگی کہ اے خدا! جو مصیبت ہم پر نہیں نازل ہوئی اس سے ہم ڈرتے رہتے ہیں اس 'ھم' سے تو میری حفاظت فرما۔ ہاں جو آچکی اس کے متعلق افسوس منانا، آپ کے امام صاحب جمعہ پر خود بھی روئے سب کو رلایا کہ اے خدا! کتنی بڑی مصیبت وہاں والوں پر نازل ہوئی ہے شام میں کتنا قتل عام ہو رہا ہے اسکو کہتے ہیں 'حزن'۔ اس پر افسوس منانا اور افسوس کرنا یہ تو کرنا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں اور بھی توفیق عطا فرمائے اور یہ تو کتنی زبردست مصیبت ہے۔

عربی کی ایک جگہ کہاوت اور وہ جگہ بھی کہاں؟ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے بزرگ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن کو پیرو مرشد کی طرح مانتے تھے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا جب انتقال ہوا تو ان کے جنازے کی کیفیت بیان کی گئی ہے لمبی تفصیل ہے کہ ان کا جنازہ صبح فجر کی نماز کے فوراً بعد اٹھایا گیا اور جہاں منٹوں میں ہمیشہ جنازہ پہنچا کر لوگ فارغ ہو جایا کرتے تھے قبرستان میں، تو وہ جنازہ فجر کی نماز پڑھ کر اٹھایا گیا اور عشاء کی نماز کے وقت قبر پر پہنچا۔

وہاں ایک جملہ انہوں نے لکھا ہے اس جنازہ میں آنے والوں کے متعلق کہ، **جآوا علی بکرۃ ابیھم** جس طرح کہاوتیں اردو میں بھی ہیں، گجراتی، ہر زبان میں کہاوتیں استعمال کی جاتی ہیں بول چال میں، تو یہ ایک عرب کہاوت ہے کہ '**جآوا علی بکرۃ ابیھم**' اس کا ترجمہ تو ہے وہ آئے **علی بکرۃ ابیھم**۔ ان کے باپ کے اونٹ پر سوار ہو کر آئے۔ جتنی

کہاوتیں ہیں ہر ایک کی کوئی نہ کوئی اصلیت ہوتی ہے کہ یہ کہاوت کہاں سے شروع ہوئی۔

ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے انہی کہاوتوں کے سلسلے میں ایک جگہ تشریح فرمائی کہ یہ کہاوت جانو کہ کس طرح ہو؟ پھر فرمایا کہ ایک کہاوت ہے فارسی کی 'ایں ہم بالائے علم' کہ ایک کام پورا نہ ہوا ہو اسی جیسی دوسری مصیبت آ گئی کام اور بڑھ گیا تو ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ 'ایں ہم بالائے علم'۔ ایک آدمی آپ سے قرض مانگ رہا ہے اور اس نے کہا کہ بھائی! ہمارے ہزار پاؤنڈ آپ دے دو مجھے ضرورت ہے۔ وہ ابھی بیٹھا ہوا ہے اور ایک دوسرے صاحب کا ٹیلی فون آ گیا کہ وہ آپ کو جو رقم دی تھی وہ واپس دو۔ اللہ تبارک وتعالی اس قرض کی مصیبت سے بھی ہمیں پناہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی پناہ مانگی ہے۔ تو اب یہ جو دوسرا فون والا مطالبہ ایک آدمی مانگ رہا ہے ایک ٹیلی فون آیا ہے وہ مانگ رہا ہے تو اب جو ٹیلیفون آیا ہے اس موقع پر کہیں گے 'ایں ہم بالائے علم'۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ یہ کہاوت ایسے شروع ہوئی کہ ایک درزی تھا وہ کپڑے سیتا تھا۔ لوگ کپڑے دے جاتے تھے۔ اللہ اس کو معاف کرے کہ اس کو عادت پڑ گئی تھی خیانت کرنے کی، کپڑے کاٹ کر رکھ لیتا تھا۔ کسی جگہ وعظ ہوا اس نے جا کر سنا کہ خیانت پر اور کسی حرام کمائی پر اور کسی کو مالی نقصان پہنچانے پر یہ یہ وعیدیں ہیں اور یہ یہ اس پر عذاب ہوگا۔

اور عذاب بتاتے ہوئے مولانا صاحب نے حدیث سنائی کہ **لکل غادر لواء یوم القیامة** کہ یہ جتنا خیانت کریں گے، مسجد کے مال میں، مدرسے کے مال میں خیانت، اور چندے کے مال میں، اپنے گھریلو ذاتی اخراجات میں، دوسروں کے اہل حقوق سے چھپا کر چاہے آپس کی رشتے داری میں ہو، خدا کے مال میں ہو، دوسروں کے مال میں، کسی طرح کی بھی خیانت کہ یہ جتنی خیانتیں کی جاتی ہیں غدر اور دھوکہ دے کر دوسرے کا مال ہڑپ کیا جاتا ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کا آخرت میں عذاب ہوگا۔

وہ عذاب کیسے شروع ہوگا؟ کہ جب یہ شخص میدان محشر میں اٹھے گا تو جتنے ہزار لاکھوں

پاؤنڈکسی کے چرالئے ہیں وہ سب اسکی چوتڑ پر چپکائے جائیں گے جس طرح بندر کی دم ہوتی ہے وہ دم بنتی چلی جائیگی۔ یہ پاؤنڈ ہیں یہ مکانات ہیں یہ زمین ہے تمام خیانت کے مال جتنے ہیں۔میدان حشر میں یہ اٹھے گا تو اس کی دم بنی ہوئی ہوگی اور ساری مخلوق اس کو دیکھے گی کہ یہ تو دنیا میں خیانت کرتا تھا۔ جب یہ حدیث سنی تو اسے بڑی عبرت ہوئی کہ **انا للہ**! یہ تو بڑی رسوائی ہوگی آخرت میں۔ جو میں لوگوں کے کپڑے کاٹ کر رکھ لیا کرتا ہوں۔

لیکن یہ تھوڑی دیر کا تائثر ہوتا ہے وہ مسجد سے باہر نکلنے کے ساتھ ختم بھی ہو جاتا ہے۔اس نے ایک دو کپڑے بنائے اس پر صبر کیا لیکن پھر دل میں سوچنے لگا کہ اب جو پہلے بن چکا ہے علَم اور دُم تو بن چکی ہے۔ جہالت،اس کو کہتے ہیں جہالت۔وہ اگر جا کر توبہ کرتا، مولانا صاحب سے دوبارہ ملتا اور پوچھتا کہ حضور والا یہ مجھ سے غلطی ساری عمر ہوتی رہی اب میں کیا کروں؟ وہ بتا دیتے کہ بھائی، جتنے لوگ تجھے معلوم ہیں جو زندہ ہوں ان کو ان کا کپڑا جا کر دے دو،ان کو پیسے دے دو،نہیں ہیں پیسے تو جا کر ان سے معافی مانگ لو حلال کرلو، اگر وہ معاف کریں گے وہ حلال ہو جائے گا۔

جو جو جا چکے ان کی طرف سے صدقہ کرلو اور آئندہ کے لئے اللہ تبارک وتعالی سے دل میں پختہ عزم کر کے توبہ کرلو کہ الٰہی ! اب میں نہیں کروں گا۔ ایسا کرنے سے جو دم بن چکی ہے پہاڑ بن چکا ہے تو وہ بھی ٹل جائے گا اور آئندہ کے لئے تمہیں نیک توفیق ملتی رہے گی۔ اس کے بجائے اس نے یہاں بھی منفی سوچا، میں نے کہا نا! کہ ہر چیز میں مثبت نہیں سوچتے خدا کی رحمت کو سامنے رکھ کر۔ اس نے بھی منفی سوچا۔اس نے سوچا یہ تو پہلے بن چکا ہے میرا علم پیچھے لگا ہوا ہے اب جب بھی کوئی کپڑا لاتا وہ اس میں سے کاٹ کر اپنے لئے رکھ لیتا اور باقی کپڑے میں سے تنگ سی کر کے دے دیتا اور وہ کپڑا رکھتے ہوئے بولتا 'ایں ھم بالائے علم' کہ وہ جو علَم بن چکا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی۔

# حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

جیسے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اس کہاوت کی تشریح فرمائی اسی طرح یہ **جآوا علی بکرۃ ابیھم** یہ عربوں کے یہاں یہ کہاوت ایسے شروع ہوئی کہ ایک شخص تھا اس کے دس بیٹے تھے۔ بیٹوں نے کہا ابا جان! ہمیں جانا ہے شکار کے لئے۔ شکار تو حلال ہے، اللہ تبارک وتعالی نے جو چیزیں انسانوں کی تفریح کے لئے انسانوں کی منفعت کے لئے حلال کیں ان میں سے شکار بھی ہے، بشرطیکہ ویسے ہی جانور کو ستانے کے لئے تیر اور بندوق نہ چلاتا رہے، اس کو حلال کر کے گوشت اس کا استعمال کرے۔ جن جانوروں کی اجازت ہو ان کے چمڑے اور ان کے دانت اور ان کے کھال اور بال اس کے استعمال کے لئے شکار کیا جائے تب تو شریعت میں اس کی اجازت ہے۔

اپنے شکار کے لئے ابا سے اجازت لے کر چلے گئے دس بیٹے۔ اب شام ہوگئی باپ پریشان کہ بیٹے ابھی گھر پہنچے نہیں، شکار سے واپس نہیں آئے بہت پریشان ہوئے۔ یہاں تو قوانین ہیں باقاعدہ شکار کی جگہیں بنی ہوئی ہیں اس لئے لوگ زیادہ اس میں مبتلا نہیں ہیں شکار وغیرہ کے مسئلے میں۔

یاد آیا، شکار کے شوقین ایک جگہ تالاب پر تھے بط، بطخ، کے شکار کے لئے گولی ماری، چونکہ حلال کرنا اس کا ضروری ہے۔ پہلے کسی کو، مزدور کو بھیجا ہوگا، کسی ساتھی کو بھیجا ہوگا تو وہ نشانہ بن گیا، پہلے جو بزرگ ہوا کرتے تھے ان کے نشانے کے واقعات آپ سنیں تو آپ حیران ہو جائینگے، اوہ! تو کیا آج کل کی بندوق اور آج کل کے چلانے والے اور ان کے کیا نشانے۔ بچاری بطخ تو زندہ رہ گئی اور وہ جو ذبح کرنے کے لئے پانی میں گیا اسی کے سر کو گولی لگی اور وہ شہید ہوگیا۔ اس طرح کے بہت سارے جنگل کے بھی واقعات ہیں۔

اور باپ سوچ رہا ہے تو رات ہوگئی اور ابھی بیٹے آئے نہیں۔ اتنے میں دیکھا کہ اوہ! ایک

اونٹ باپ کے جو اونٹ تھے، ایک اونٹ ان میں سے آیا۔ اور اس طرح آیا کہ جانور کے لئے جو چیزیں چارے کے علاوہ اناج وغیرہ اور خاص چیزیں کھلائی جاتی ہیں اس کے لئے ایک تو بڑا رکھا جاتا ہے چمڑے کا۔ اسی کے اندر ڈال دیتے ہیں تا کہ زمین پر گر کے وہ قیمتی چیز خراب نہ ہو۔ تو وہ چمڑے کا بہت بڑا تو بڑا وہ اس کی گردن میں لٹکا ہوا ہے، اب باپ دیکھ کر خوش ہو گیا کہ اوہ! بیٹوں نے شترمرغ کے انڈے کہیں سے پائے ہوں گے وہ اس اونٹ کے گلے میں تو بڑے میں ڈال کر کے اونٹ کو بھیج دیا۔

بہت سارے علوم قرآن کریم میں ہیں۔ امثال اور جو کہاوتیں ہیں یہ بھی قرآن میں ہیں یہ ابتدائی طور پر ہی ہیں کہ قرآن سے وہ مثل آگے چلی یا عربوں میں پہلے تھی یہ ایک مستقبل بحث ہے۔ جیسے **ان هم الا كالانعام** کہ یہ مشرک نہیں سمجھتے **ان هم الا كالانعام بل هم أضل** کہ ان کی طرح سے ہیں۔ تو ان کو، جانوروں کو حق تعالی شانہ نے سمجھ بھی دی ہے۔

## مولانا یعقوب صاحب

جیسے قصہ سنایا تھا کہ بولٹن میں شاپ والے مولانا یعقوب صاحب کی بیٹی کی سمندر سے لاش ملی تھی پھر کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس وقت میرے پاس آکر وہ رو رہے ہیں کہ بیٹی گئی ابھی واپس نہیں آئی۔ تین دن کے بعد بیٹی کی لاش ملی آئل آف مین(Isle of Man) میں۔ کیسے ملی؟ اخبار میں آیا تھا کہ فلاں شخص کا بیان ہے کہ میں وہاں آئل آف مین روز صبح کنارے پر سیر کے لئے جاتا ہوں تو جب میں کنارے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ یہ تو کوئی لاش ہے کنارے پر لیکن ابھی تو یہ بھرتی کا وقت ہے تو پانی یہاں تک ہے اور یہ بھرتی ختم ہو جائیگی ایک دو گھنٹے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ پانی یہاں کے بجائے کنارہ سے ایک دو میل دور چلا جائے گا۔ پانی موج کے ساتھ لاش کو پھر واپس لے جائے گا، یہاں نہیں رہے گی۔ اس نے ساتھ جو کتا تھا تو اس کے گلے میں پیغام لکھ کر چٹھی لٹکائی اور اس کو کہہ دیا کہ پولیس سٹیشن چلے

جاؤ۔اس نے کہا کہ اتنا وقت نہیں تھا کہ میں خود جاسکوں۔ وہ کتا جس طرح اس نے کہا اس طرح وہاں پولیس سٹیشن پر پہنچا، پولیس نے دیکھا کہ اس کے گلے میں چٹھی ہے اوراس پر یہ لکھا ہوا کہ جلدی سے آجاؤ یہاں یہ لاش ہے۔چنانچہ پولیس پہنچ گئی اور بچی کی لاش کو نکال دیا۔

آپ کے یہاں گلاں اور ویرپور کے حضرات بھی آپ کے مصلی ہیں، بچپن میں ہمارے یہاں نرولی وہاں ویرپور سے ایک حاجی صاحب گھوڑے پر تشریف لایا کرتے تھے بہت شاندار گھوڑا تھا، اطلاع آئی ایک دفعہ کہ ان کو تو کسی نے شہید کر دیا کہ وہ کہیں گلاں وغیرہ گئے ہوئے تھے تو واپس وہ نہیں آئے تنہا گھوڑا پہنچا۔تو گھر والوں نے دیکھا کہ وہ کدھر ہیں، پھر آدمی دوڑائے دیکھا کہ جہاں کھاڑی ہے وہاں کسی نے ان کو شہید کر کے پھینک دیا تھا۔ یہاں گھوڑے نے آکر اطلاع دی، وہاں کتے نے آکر اطلاع دی۔

**جاؤا علی بکرۃ ابیھم** جب وہ اونٹ پہنچا تو باپ خوش کہ بیٹوں نے شترمرغ کا شکار کیا ہوگا تو انہوں نے گھر والوں کے لئے انڈے بھیجے کہ وہ جلدی سے پکانا شروع کریں شترمرغ کے انڈے اس توبڑے میں رکھے ہوئے ہوں گے۔ باپ جلدی سے بھاگا اور جا کر دیکھا، جا کر دیکھا تو قیامت آگئی۔سوچا تو یہ تھا کہ شترمرغ کے انڈے ہوں گے۔ دیکھا کہ دس بیٹوں کے سر اس توبڑے میں ہیں۔

جب، یہ آپ کے امام صاحب رو رہے تھے اور آپ سب کو رلا رہے تھے تو میں سوچ رہا تھا کہ الٰہی!ان بیٹوں کی لاشیں کیسے شام والوں نے دیکھی ہوں گی؟ چھوٹے چھوٹے شیرخوار دودھ پیتے چند ماہ کے بچوں کی لاشیں؟۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ قیامتیں ختم فرمائے۔ ایسے حالات جو اس وقت دنیا میں ہیں اللہ ان سے اپنی پناہ میں رکھے، ان تمام فتن سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگ چکے ہیں۔

**تعوذ میں اللھم انا نعوذ بک من الفتن ما ظھر منھا و ما بطن** آتا ہے یہ تمام فتنے جو اس وقت تک چھپے ہوئے تھے اب ظاہر ہو رہے ہیں ان تمام سے سرکار دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے انہی کلمات کے ذریعہ پناہ مانگی۔ **اللھم انا نعوذ بک من الھم والحزن** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی کہ الٰہی! جو مصیبتیں ابھی آئی نہیں اور بلا وجہ تیری ذات پر بدگمانی کر کے ہم اس کو الٹا سوچتے ہیں کہ اگر ڈاکٹر کے پاس، جائیں گے تو اگر کینسر نکلا تو کیا ہوگا؟ ارے جو مصیبت ابھی نہیں آئی تم کیوں سوچتے ہو خدا کے بارے میں۔

خدا تو اپنا اصول بتاتا ہے کہ **انا عند ظن عبدی بی** کہ میرا بندہ میرے ساتھ اچھا گمان رکھے گا کہ اے خدا! مجھے کچھ بھی نہیں ہے میں جاؤں گا تو کیا ہوگا؟ تب اس طرح نتیجہ نکلے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی **و أعوذ بک من العجز والکسل** جو کام درپیش ہیں جن کے لئے مجھے محنت کرنی ہے اور میں محنت نہیں کرسکتا، اس **عجز** سے تو بچا۔

اب کسی کے پاس کام نہیں ہے اب وہ اخراجات کے بارے میں فکر مند ہوتا ہے کہ الٰہی! میرا کام نہیں ہے، مکان کا کرایہ دینا ہے، کار کا انشورنس ہے، پیٹرول ہے، یہ تمام اخراجات سوچ کر وہ اپنی مجبوری کا احساس کرتا ہے اس کو کہتے ہیں '**عجز**'، جس کے کرنے سے وہ عاجز ہے۔ اور '**کسل**' یہ کہ جو کام وہ آسانی سے کرسکتا ہے، جیسے کہ نماز پڑھنا، اس کے بارے میں جو طبیعت کی سستی ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی **اللھم انی اعوذ بک من العجز و الکسل**۔

**و اعوذ بک من الجبن و البخل** کتنا دونوں میں ربط ہے؟ **ھم** اور **حزن**، اور **عجز** اور **کسل**، اور یہاں فرمایا **جبن و البخل** کہ جہاں جان کھپانے کی ضرورت ہے، وہاں جاں کھپانے سے عاجز رہوں اے خدا! اس طرح بزدل بننے سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **و البخل** کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے، اس کمزوری کی ابتداء؟ کہ جو مال جہاں خرچ کرنا ضروری ہے، مال ہے اس کے پاس، خرچ کرسکتا ہے اس پر فرض کیا گیا زکوٰۃ فرض ہے یہ سوچتا ہے کہ او ہو! یہ تو میرے پاس تو اتنے ملین ہیں اور اس کی زکوٰۃ تو اتنے لاکھ ہو جائے گی اس میں سے تھوڑا صدقہ نکالتے

رہیں گے صدقہ کے نام سے۔

حساب کر کے پوری زکوٰۃ نکالنے کے بجائے اس میں وہ خیانت کرے گا خدا کے ساتھ بھی جس نے یہ دولت دی ہے۔تو جو مال جو اس پر فرض ہے اس کو نہیں خرچ کر سکے گا اور جو اس پر مطالبہ ہے اس میں بخل کرے گا اور خرچ نہیں کرے گا تو پھر جان کو کیا خرچ کرے گا؟ جان کیسے کھپائے گا وہ؟ جان کھپانا کتنا عظیم کام ہے اس کے مقابلہ میں مال خرچ کرنا آسان ہے۔ایک، **المال ظل زائل** کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک سایہ ہے، ابھی ہے کل نہیں ہے۔تو اس کے بارے میں جو ہمت نہیں کر سکتا وہ جان کے بارے میں کیا کرے گا؟

اسی طرح آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **و أعوذ بک من الجبن و البخل و أعوذ بک من غلبة الدين و قهر الرجال** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح سے یہاں پناہ مانگی۔ مال کے بارے میں کہ اے خدا! قرض لیا تھا اب قرض خواہ مجھ سے مانگ رہے ہیں اور میں اس کے دینے سے عاجز ہوں اس میں تو میری مدد فرما۔تو یہ تو ایک مصیبت ہے، جو قرض لے لیا تھا اور ادا نہیں کر سکتا اس کے لئے خدا کی پناہ مانگ رہا ہے۔اس کے بعد پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **و قهر الرجال** کہ جو، کچھ تو ہیں کہ جن سے میں نے وصول کیا تھا اور کچھ مطالبے ایسے آ گئے کہ جو واقعتاً بے گناہ ہے، اس نے کوئی جرم نہیں کیا اور اس کے نام نوٹس آ گیا کہ تم اتنے ادا کرو۔تو اس کو کہتے ہیں کہ جو **قهر الرجال** انسانوں کی طرف سے اس پر بیکار ناحق ظلم ہو رہا ہے اس سے خدا کی پناہ مانگی گئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں سے **اللهم انی اعوذ بک من عذاب جهنم و اعوذ بک من عذاب القبر** جو چیزیں پیش آتی ہیں ان سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی اور جو چیزیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ دیکھی ہیں قیامت تک کے لئے جتنے مصائب آنے والے ہیں ان سے پناہ مانگی۔

اسی طرح **بسم الله الرحمن الرحيم** ہم پڑھتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی سنایا تھا کہ جب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں زخمی ہو کر عتبہ اور شیبہ کے باغ میں تشریف لے گئے کہ وہ جو پتھر پھینکنے والے تھے ان سے چھپنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو باغ میں بیل چڑھانے کے لئے جو لکڑیاں اوپر لگائی جاتی ہیں ان پر رسیاں باندھی جاتی ہیں تو ایک ہلکے سے ٹینٹ کی طرح وہ جگہ ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ تو وہ دیکھ رہے ہیں عتبہ اور شیبہ۔ انہوں نے بھیجا اپنے غلام عداس کو کہ ان کو یہ انگور دے کر آؤ۔ تو یہ لے کر پہنچے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی وہ دانہ اٹھایا فرمایا **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔

حضرت عداس پوچھتے ہیں یہ کلمہ میں نے یہاں تو طائف، مکہ میں، حجاز میں، کسی سے نہیں سنا **بسم اللہ**۔ یہ آپ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ تو عرض کیا کہ میں نینوا سے ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا میرے بھائی یونس کے شہر سے ہو۔ عداس پوچھتے ہیں کہ یونس علیہ السلام اللہ کے پیغمبر وہ آپ کے بھائی کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بھی خدا کا پیغمبر اور وہ بھی خدا کے پیغمبر۔ پیغمبر ہونے کے ناتے میں وہ میرے بھائی ہیں۔ چنانچہ عداس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چوم لئے۔ اتنے میں یہ منظر دیکھ کر عتبہ اور شیبہ نے غصے میں بلایا کہ واپس ادھر آؤ۔ ہم نے تمہیں دینے کے لئے بھیجا اور تم ان کے پیر چوم رہے ہو! عداس نے کہا یہ تو خدا کے پیغمبر ہیں، اللہ کے نبی ہیں۔

جن چیزوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ان تمام چیزوں سے حق تعالیٰ شانہ ہمیں پناہ نصیب فرمائے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** سے اس کام کو شروع کرنے کی ترغیب فرمائی اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں **بسم اللہ** پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہر جگہ **بسم اللہ**، **بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا** کہ وہاں بھی شیطان پہنچتا ہے، کہ آپ نے **بسم اللہ** نہیں پڑھی اب جو اولاد ہوگی اس میں شیطان کا اثر ہوگا ساری عمر کے لئے، اب کیسی نازک جگہ ہم **بسم اللہ**

بھول جاتے ہیں کہ وہاں دعا ہے **بسم الله اللهم جنبنا الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا** بچہ ابھی لانے کی کوشش ہو رہی ہے فرمایا کہ وہاں بھی اسی وقت سے پناہ مانگو۔ یہ اتنی بڑی مصیبت ہے یہ **شیطان رجیم** اسی نے **من شر الوسواس الخناس** وسوسوں کے ذریعہ ہمارا تصورات کا سوچنے کا عالم خراب کر رکھا ہے۔ ہاتھ پیر زبان تمام اعضاء سے تو وہ گناہ ہم سے کرواتا ہی ہے مگر سب سے بڑا گناہ، جو ہم سے کرواتا ہے۔ یہ عالم تصور، سوچ کا ہے۔ اس لئے وہاں پناہ مانگی **من شر الوسواس الخناس**۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں شیطان مردود سے اپنی پناہ میں رکھے اور وہ جتنا بڑا ہمارا دشمن ہے اس دشمن کو اس طرح پہچان کر اس سے بچنے کی حق تعالی شانہ توفیق عطا فرمائے اور ہم بچ سکتے ہیں اسی سے مانگ کر بچ سکتے ہیں۔ تو جب یہ **أعوذ بالله من الشيطان الرجيم** پڑھیں تو یہ سوچ کر پڑھیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس کو یوں سمجھیں کہ جس طرح کوئی بہت بڑی آفت چھوٹے سے بچے پر آگئی ہو، اس نے دیکھا کہ کتا ہے تو باپ سے لپٹ جائے گا ماں سے لپٹ جائے گا، تو اس کو کہتے ہیں پناہ۔ اللہ تعالی سے جب مانگیں آپ **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم** تو اس بچے کا تصور کریں کہ وہ کتنا ڈرا ہوا ہے کہ اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ میری ماں اور باپ گود میں لیکر مجھے بچا سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی تمام مصائب سے ہمیں پناہ نصیب فرمائے خاص طور پر مسلمان جہاں جہاں مظلوم ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ یہ شیعوں کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ کیا لبنان کیا سیریا (Syria) کیا پاکستان کیا افغانستان ہر جگہ۔ اللہ تبارک وتعالی اس مصیبت سے امت مسلمہ کو پناہ دے اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں مظلوم مسلمانوں کو یاد کیا کریں۔ جتنا آپ ان کے لئے روئیں گے دعا کریں گے، حق تعالی شانہ کی طرف سے جو فرشتے متعین ہیں تو ہزاروں گنا بدلہ آپ کو ان کے آمین کہنے پر ملے گا۔

**و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين**

---

## (۷)

**الحمد لله کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد**

دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی حضرت مولانا کے پوتے نے جو قرآن کریم حفظ کیا ہے تا دم آخر سینہ میں اسے محفوظ رکھے۔ ہر وقت پڑھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اسکی ہمت اور قوت عطا فرمائے۔ قرآنی علوم کی نشر واشاعت کی حق تعالی شانہ خدمت اس خاندان سے لیتا رہے۔ بچے نے جو ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی کہ جس میں قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے **وبشر الصابر ین الذین اذااصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون** ۔ ذرا سا پیر پھسلا اور زبان سے نکلتا ہے **انا للہ و انا الیہ راجعون** کوئی حادثہ پیش آیا کوئی خبر دل کو تکلیف دینے والی پہنچی اور آپ کی زبان سے نکلا **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی خصوصیات پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس امت کو بہت ساری خصوصیات عطا کی گئیں جن میں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت شریفہ کو بھی قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو میری امت کسی تکلیف دہ امر کے پیش آنے پر جو **انا للہ**

و انا الیہ راجعون کہتی ہے یہ پچھلی امتوں میں سے کسی کو یہ نعمت عطا نہیں کی گئی یہ اس امت کی خصوصیت ہے اس لئے یہ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیمات عطا فرمائیں ان میں سے ایک ایک چیز کو نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا کریں۔

یہاں چونکہ اس دنیا میں رہ کر مادیت کے پردے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ہم اپنے دنیاوی دھندوں سے فارغ ہو کر دینی علوم کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے اس لئے اپنی جہالت کی وجہ سے ہمیں اسکی قدر و منزلت معلوم نہیں، ورنہ ایک ایک کلمہ کیا طاقت رکھتا ہے کیا پاور رکھتا ہے؟ اسکا ہمیں اندازہ نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تشریف رکھتے ہیں اور تبوک کا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر، اس غزوہ کو کہا ہی جاتا ہے عسر اور تنگی کا غزوہ، جس میں ایک ایک اونٹ پر سواری کے لئے چھ چھ آدمی نامزد کئے گئے تھے اور تین سوار ہوتے تین پیدل چلتے، یہ جب تھک جاتے تو یہ سوار ہوتے وہ پیدل چلتے۔ اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبوک کا سفر بڑا معرکۃ الاراء مگر صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم کو اللہ تعالی نے وہ فدائیت عطا فرمائی تھی کہ یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے اور ان صحابہ کرام کی خصوصیت ہے۔

## حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

اسی لئے ایک عراقی شخص حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ سوالات کرتا ہے پوچھتا ہے اور اسکے بعد وہ کہتا ہے کہ کاش کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوتے اور ہم آپ کی خدمت میں ہوتے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو روئے زمین پر چلنے کی تکلیف نہ ہوتی ہم اپنے سروں پر اٹھاتے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اس طرح قربانی انجام دیتے اس طرح قربان ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوتے۔ اسکے یہ کلمات ابن عمر رضی اللہ عنھما سنتے رہے اور اس کے بعد فرمانے لگے کہ وہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی جماعت ایک منتخب جماعت تھی۔ اگر اس جماعت کی جگہ پر تم لوگ ہوتے تو ایمان پر بھی قائم نہیں رہ سکتے تھے کہ جن حالات سے گزر کر صحابہ رضی اللہ عنھم نے نہ صرف اپنے ایمان کو باقی رکھا بلکہ دوسروں کے ایمان لانے کا وہ سبب بنے اور انکو ایمان کی طرف بلاتے رہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما نے اسکو ڈانٹا کہ تم تو ایمان بھی کھو بیٹھتے، ایسے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر پیش آئے ہیں۔ اس طرح کے حالات سے غزوہ تبوک اور تبوک کا سفر بالخصوص بھرا ہوا ہے عجیب عجیب واقعات عجیب عجیب حالات اس میں پیش آئے ہیں۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ صحابہ کرام کی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ہزار سے زیادہ تھی۔ اب آپ سوچیں کہ تین ہزار افراد کی نماز وضوء اور استعمال کے پانی کے لئے کتنی ضرورت ہوتی ہوگی؟ ڈیڑھ ہزار برس کے گزرنے پر ساری دنیا آباد ہوگئی، اس وقت اگر آپ وہاں مدینہ منورہ سے تبوک کا ایر کنڈیشن کار میں بھی سفر کریں تو بیمار ہو جائیں گے۔ اور اتنی حکومتیں آئیں اور گئیں اور انہوں نے کتنی سہولتیں رستے میں پیدا کی ہوں گی؟ بالخصوص ترکی حکومت نے تو پورے رستے میں شام سے لے کر مدینہ منورہ تک مسافروں کے لئے جگہ جگہ سہولتیں پیدا فرمائی تھیں لیکن اس وقت بھی آپ وہاں جائیں گے تو پچاسوں اور سینکڑوں میل آپ سفر کریں گے وہاں پچاسوں میل تک پینے کو ایک گھونٹ پانی نہ ملے گا۔ اب کتنا آدمی اپنے ساتھ پانی اٹھا سکتا ہے؟

اسی لئے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ دیکھو تلاش کرو یہاں کہیں پانی ہے چشمہ ہے لیکن خبردار جو پہلے پہونچ جائیں تو اس پانی میں ہاتھ نہ ڈالیں، صحابہ کرام چاروں طرف تلاش کرتے رہے ایک جماعت نے آکر بتایا کہ یا رسول اللہ! ہم فلاں جگہ گئے تو آپ کے فرمان کے مطابق وہاں چشمہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو دور سے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ کوئی شخص پانی سے کھیل رہا ہے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ نہیں سنا تھا جو میں نے حکم دیا تھا کہ پانی میں ہاتھ نہ ڈالیں، انہوں نے معافی چاہی یا رسول اللہ! مجھ سے غلطی ہوگئی۔

اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن لیا اور تھوڑا تھوڑا پانی اس میں سے چلّو بھر کر ڈالا، بہت تھوڑا سا پانی چشمہ میں تھا اس لئے چلّو سے بھر کر اس میں ڈالتے رہے اور تھوڑا پانی جب جمع ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وہ پانی چشمہ میں ڈال دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ اطراف میں بہت سارے باغات ہوں گے اور دور دور تک جتنے باغات ہوں گے سب کو یہ چشمہ سیراب کرتا رہے گا۔ چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک وہ چشمہ اسی طرح موجود ہے اور وہاں بکثرت باغات کو اس چشمہ کا پانی سیراب کر رہا ہے۔

قرآن کریم کے متعلق جس طرح میں نے بتایا کہ **انا للہ و انا الیہ راجعون** یہ اس امت کے خصائص میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ نعمت اسی امت کو عطا کی گئی ہے۔ اسی طرح یہ جتنی نعمتیں ہیں ہم ان کلمات کو ہر وقت اپنی زبان سے ادا کرتے رہنے کی وجہ سے اسکی عظمت کو نہ بھولیں اسکی عظمت کا دل میں خیال رہے۔

## معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

اس پر میں نے عرض کرنا شروع کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی تبوک کے سفر میں ہیں جبرائیل امین حاضر خدمت ہوتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں آپ کے ایک خادم صحابی کا وصال ہوگیا اور آپ انکی نماز جنازہ پڑھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی تبوک میں نماز کے لئے قبلہ رو ہوتے ہیں کہ تبوک سے لے کر مدینہ طیبہ تک جتنے پہاڑ درخت اور چیزیں اس جنازے تک میں حائل ہیں ایک ہاتھ اس طرف اور ایک ہاتھ اس طرف کر کے سب کو ہٹا دیا جاتا ہے اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا جنازہ سامنے ہے کتنا بابرکت جنازہ!

## اصحمہ

حبشہ کے بادشہ اصحمہ جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جانے والوں کی امداد فرمائی انہیں بطور مہمان اپنے یہاں رکھا اور ہر طرح ان کی خاطر مدارات فرمائی اور اسلام قبول کیا تو انکے جنازہ پر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی نماز جنازہ پڑھی اور یہ جنازہ کتنا مبارک جنازہ، کہ میں نے ختم بخاری کے جلسے میں بیان بھی کیا تھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قبر کی مٹی سے جسطرح خوشبو عرصہ تک آتی رہی۔ اسی طرح وہاں ایک دوسری کرامت تھی کہ وہاں ایک نور کا ستون کھڑا کر دیا گیا کہ دور سے سینکڑوں میل دور سے نظر آتا تھا جس طرح آپ یہاں نیچے سے ستاروں کو دیکھ سکتے ہیں اس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو دور سے لوگ دیکھ سکتے تھے ایک عرصہ تک، اور زمانہ تک یہ ستون نظر آتا رہا۔

یہی خصوصیت شاہ حبشہ کو عطا کی گئی کہ انکی قبر پر سواری من نور نور کے کئی ستون کی لائٹیں کھڑی کی گئیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی کے جنازہ پر نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور تبوک سے لے کر مدینہ منورۃ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سارا راستہ صاف کر دیا جاتا ہے اور اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکا جنازہ دیکھ رہے ہیں

مگر ساتھ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ان کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں مگر دیکھا کہ صحابہ کرام دیکھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ملائکہ کی صفیں لگی ہوئی ہیں اور کتنے ملائکہ؟ ستر ہزار ملائکہ انکی نماز

جنازہ کے لئے اترے ہیں۔

نماز جنازہ سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین سے پوچھا کہ جبرائیل! یہ اتنا بڑا اعزاز معاویہ بن معاویہ کو جو دیا گیا کہ ستر ہزار فرشتے انکی نماز جنازہ کے لئے صفیں بنائے ہوئے تھے تو یہ کاہے پر؟

جبرائیل امین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! انھیں سورۃ اخلاص **قل ھو اللہ احد** سے محبت تھی تو قرآن کریم کی یہ چھوٹی سی سورت **قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد و لم یولد، و لم یکن لہ کفوا احد** اسکا پڑھنا کتنا آسان تو اسکی محبت کی وجہ سے معاویہ بن معاویہ لیثی کے لئے ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں اور انکی نماز جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔ حق تعالی شانہ ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق دے، قرآن کریم کی عظمت ہمارے دل میں ہو اور قرآن کریم کی عظمت کے ساتھ ہم تلاوت کرتے ہوں۔

دو چیزیں ہیں دوستو! دنیا میں جو ہر وقت ہمارے دلوں میں بسی ہوئی رہنی چاہئے ایک قرآن کریم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لئے یہ مولانا مسیح اللہ نے جو آپ کے سامنے نظم پڑھی، اس میں انہوں نے حضرت ثاقب صدیق حضرت مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تمنا دہرائی ہے بار بار وہ یہی کہے جارہے تھے کہ ہم اکیلے میں ہوتے اور یاد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں بسائے ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک امیر المؤمنین فی الحدیث مرو میں ہیں بہت عظیم الشان کام اللہ تعالی ان سے لے رہے تھے ہر وقت ہزاروں انسانوں کا ہجوم رہتا تھا۔ کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آرہا ہے، طلبہ اپنا حلقہ بنا کر منتظر ہیں کہ استاذ کب ہمارے پاس تشریف لائیں اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنائیں تصوف، تدریس حدیث اور تدریس شریعت ہر باب میں انکی خدمت خدمت نمایاں ہے مگر اچانک ایک ہوک اٹھی اکیلے رہنے کی۔

# حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب سہارنپور میں تھے تو بار بار حضرت یہ فرماتے تھے کہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے

اب جا کر رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیمار دار

یہ اشعار پڑھتے جاتے اور روتے جاتے۔کس چیز کی کمی تھی وہاں سہارنپور میں؟ کتنی عظیم الشان خانقاہ کتنا خلقت کا رجوع۔ ساری دنیا سے اعتکاف میں حضرت کے یہاں آنے والے کوئی پچیس ملکوں کے حضرات وہاں جمع ہوتے تھے سہارنپور میں، اوران سب کے باجود حضرت کو ایک ہوک اٹھی۔

اسی طرح یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اٹھی ہے وہ بھی سب چھوڑ چھاڑ کر بیت المقدس جا کر وہاں معتکف ہو گئے، وہاں دمشق کی جامع بیضاء کے مینارے پر چڑھ کر وہاں معتکف ہو گئے۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے برسہا برس تک صحراء نوردی کی۔ اسی میں وہ سارے واقعات پیش آئے، شیطان سامنے آتا ہے اُسے فرماتے ہیں اخسأ وہ سارے اس صحراء کے واقعات ہیں۔ ان سب کے یہاں ایک ہوک اٹھتی ہے کہ یہ ہم جس میں لگے ہوئے ہیں اگر چہ دنیا اسکو بڑا دینی کام سمجھتی ہے بڑی دینی خدمت سمجھ رہی ہے بہت بڑی عبادت اسکو سمجھا جاتا ہے مگر نہیں اس سے انھیں تسلی نہیں انکی روح کو سیرابی نہیں ہوتی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سب چھوڑ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، پھر تمام مراحل آسان ہوتے چلے گئے پہلے اقامہ ملا اور پھر تابعیہ کیسے ملا؟ آج تک کسی کو نہیں معلوم۔صرف ایک دفعہ مغرب کی نماز کے بعد ہم وہاں حضرت کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں تو دو عرب افسران سی

آئی ڈی کی طرف سے وہاں پہنچے حضرت اپنے مراقبہ میں ہیں تو ہم سے وہ کہنے لگے کہ یہ ہم سرکاری انتظامیہ کی طرف سے حکومت کی طرف سے آئے ہیں اور حضرت کو ہمیں سلام کرنا ہے۔ہم نے حضرت کو اطلاع کی اور وہ کُل دو تین منٹ کے لئے حضرت سے تخلیہ میں وہیں حضرت کے بالکل قریب ہو کر گفتگو کرتے رہے، کیا انہوں نے گفتگو کی ؟ کسی کو نہیں معلوم سوائے اِن حکومتی افسران کے۔ کسی اور نے نہ حضرت کے کمرے میں کبھی ملاقات کی نہ حضرت کا کوئی پاسپورٹ منگوایا، نہ کوئی فارم آیا کہ اسپر دستخط کی جائے اور اسی پر چند روز میں حکومت کی طرف سے آرڈر آیا کہ آپ کو یہاں کی نیشنلٹی دی جاتی ہے اور جو ایک خانہ ہوتا ہے جس میں لکھا جاتا ہے کہ کیوں دی جاتی ہے تو اسکی جگہ پر لکھا گیا کہ مملکہ کو ان کے قیام سے فائدہ ہے۔تو یہ اس ہوک کا نتیجہ تھا جو بار بار دل میں اٹھتی تھی جس نے تمام مصنوعی حِسی جتنی رکاوٹیں ہوتی تھیں وہ سب اس سے ختم ہو گئیں۔

## حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ بن مبارک مرو میں ہیں سارے دینی کام انجام دے رہے ہیں مگر یہاں سے وہ بھاگ کر کے عراق پہنچے۔ ساری دنیا وہاں تلاش کر رہی ہے کہ حضرت کہاں تشریف لے گئے ؟ آج کل کی طرح سے دنیا منظّم نہیں تھی کہ اطلاع پہنچ جاتی کہ وہ فلاں جگہ پر ہیں۔ کافی طویل عرصہ کے بعد ایک شخص وہاں کوفہ پہنچتا ہے مرو کا اور اس نے کسی سے پوچھا تو بتایا گیا حضرت عبداللہ بن مبارک کا قیام اس جگہ ہے۔ وہ شخص وہاں پہنچتا ہے اکیلے ایک جھونپڑی میں پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھ کر اسے رونا آ جاتا ہے اور وہ ساری داستان سناتا ہے پیچھے کی مرو کی۔ کہ حضرت آپ وہاں تشریف رکھتے تھے اتنے ہزاروں علماء نے آپ سے احادیث سنیں اور آپ کا حلقہ درس ایشیا کا سب سے بڑا حلقہ، یہ مشرق کا سب سے بڑا حلقہ آپ کا تھا اور فلاں دینی کام وہ اس میں اصلاح پذیر ہوا فلاں دینی کام میں یہ تنزل آ گیا آپ

کے مرو کو چھوڑنے کی وجہ سے۔تو یہ ساری باتیں ایک طرف مگر آپ ساری عمر وہاں یہ تمام امورانجام دیتے رہے اور ہر وقت آپ کے چاروں طرف ہزاروں کا مجمع لگا رہتا تھا ہر وقت قرآن و حدیث کا شور تھا ذکراللہ کی صدائیں تھیں اور آپ اکیلے اس جھونپڑی میں یہاں پڑے ہوئے ہیں۔

اس نے ایک سوال کیا کہ آپ کو یہاں اس طرح کی زندگی سے اکیلے رہنے سے وحشت نہیں آتی اکیلا پن نہیں محسوس ہوتا؟ جو شخص ساری عمر اس طرح علمی مجلس میں رہا ہو ساری عمر اس طرح علماء کے بیچ میں انکا محبوب بن کر جس نے گزاری ہو تو وہ اب اکیلا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا میں جواب آپ کو سنا رہا ہوں کہ جس طرح حضرت ثاقب صدیق مولانا صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمنا کی اپنے لئے کہ کاش کہ وہ کوئی ایک جگہ ہوتی جہاں میں تنہائی میں ہوتا اور وہ محبوب دل میں بسا ہوتا۔

عبداللہ بن مبارک اسکے سارے اشکالات سن کر کے فرماتے ہیں کیف کہ میں کیسے وحشت محسوس کروں گا؟ **وانا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم** کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ہر وقت رہتا ہوں۔

اب وہاں جب ہر وقت حدیث پاک کا درس ہوتا تھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابھی بیان ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت کے لئے کیسے تشریف لے جاتے تھے؟ دستر خوان پر کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جہاد میں کس طرح تشریف لے جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے گھروں میں ہیں تو وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولی کس طرح کی ہے؟۔تو وہ وہاں بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

مگر عبداللہ بن مبارک نے ان تمام خدمات کو رکاوٹ سمجھا کہ خلوت ہو بس میں ہوں اور وہ محبوب ہو۔اس لئے عبداللہ بن مبارک نے اس سائل سے کہا میں کیسے وحشت محسوس کروں

گا و **انا مع النبی صلی الله علیه وسلم** ؟ کہ مجھے آپ دیکھ رہے ہو اکیلا لیکن میں اکیلا نہیں ہوں۔

## حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ

اسی لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جب یہاں کا سفر ہوا ہے تو میں نے ۹ے ء کے پہلے سفر میں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! آپ یہاں سے مدینہ طیبہ سے براہ پاکستان تشریف لے جاتے ہیں کہ کراچی میں فلائٹ اترتی ہے اور وہاں قیام ہوتا ہے اور اسکے بعد دہلی تشریف لے جاتے ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ آپ اس مرتبہ جدہ سے انگلینڈ اور انگلینڈ سے ہندوستان تشریف لے جائیں۔ تو حضرت نے مسکراتے ہوئے ابوالحسن سے فرمایا کہ یوسف کہتا ہے لندن بھی ہندوستان کے راستہ میں ہے، اس وقت تو مسکراتے رہے اسکے بعد روتے ہوئے ارشاد فرمایا میرے پیارے تجھے تو معلوم ہے میرا معمول کہ میں اپنی طرف سے کسی چیز کا فیصلہ نہبں کرتا وہ جو کچھ عرض کرنا ہو وہاں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف پر عرض کرو وہاں سے جیسا حکم ہوگا۔ اسکے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت ملی اور اس میں یہ بھی فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ساتھ ساتھ ہوں چنانچہ کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ ہیں اس کا مشاہدہ سفر میں ہوتا رہا۔

کہ جب وہاں سے جس رات کو حضرت کا سفر شروع ہو رہا ہے، کسی نے [ خواب ] دیکھا کہ اس طرح کی بڑی عمارت ہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرش پر تشریف رکھتے ہیں تو جیسے یہ جو اوپر والی منزل ہے تو اس پر سب کے چلنے کی، دوڑنے کی، بھاگنے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ تو جن کو دکھایا جا رہا ہے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ معلوم ہے کہ اوپر کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے تو نہیں معلوم کیا ہے؟ فرمایا کہ ملأ اعلی میں حضرت شیخ کے برطانیہ کے سفر کا شور ہے۔

اور یہ شور کیسا ؟ کہ جب یہاں پہنچے تو روز عجیب وغریب مبشرات۔ ہمارے بھائی انور صاحب اس وقت سے دارالعلوم میں خدمت انجام دے رہے ہیں ۹ےء میں بھی تھے ابھی بھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔تو انہوں نے مجھے رقعہ لکھ کر دیا کہ انہوں نے دیکھا کہ جس جگہ پر جلسہ اور نماز وغیرہ کے لئے خیمہ لگا ہوا تھا حضرت کے کمرے کے سامنے، تو وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ وہاں پر چار خیمے لگے ہوئے ہیں ایک بڑا خیمہ ہے اور تین چھوٹے خیمے ہیں۔ اتنے میں وہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک خیمہ سے حضرت داود علیہ السلام باہر تشریف لائے دوسرے خیمہ میں سے حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام تشریف لائے تیسرے میں سے حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے ہیں اور کیا دیکھا؟ کہ چوتھے بڑے خیمہ میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور یہ چاروں انبیاء کرام علیھم الصلاۃ والسلام کافی دیر تک کسی چیز پر گفتگو فرماتے رہے۔

یہاں سے جب ہم سہارنپور پہنچے تو حضرت جب اپنے سفر کی روئداد تاریخ کبیر میں اور روزنامچہ میں لکھوانے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ پیارے! وہ تیرے مرید کا وہ خواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء ثلاثہ والا اس میں لکھوادے، چنانچہ وہ حضرت کے یہاں اس میں وہ رجسٹر میں لکھا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا تھا اس سفر میں ساتھ ہوں تو وہاں دارالعلوم میں بھی ساتھ ساتھ ہیں اور آپ کے یہاں باٹلی تشریف آوری میں بھی ساتھ ہی ہیں، یہاں والے نوجوان شاید آپکی ان مساجد کی تاریخ نہیں جانتے ہوں گے جتنی شاید میں جانتا ہوں۔ ابھی گزشتہ پندرہ بیس برس کی تو شاید نہیں لیکن اس سے پہلے کی خوب جانتا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے بھائی احمد گل صاحب کہاں ہیں ؟ ہمارے بھائی احمد گل صاحب نے شکوہ کیا اپنی کتاب میں، واقعی شکوہ تو ان کا بجا ہے۔

آپ کی یہ مسجد جسے پہلے کسی زمانے میں اسے سردار مل کہا جاتا تھا، تو مجھ سے کمیٹی والوں

نے پوچھا، ڈاکٹر صاحب بھی یہاں ہیں، بھائی احمد صاحب بھی یہاں ہیں، تو پھر میں نے مشورہ دیا اور کوئی ساٹھ پینسٹھ ہزار پاؤنڈ میں۔ اگر میرا حافظہ غلط نہ ہو تو اتنی آفر دی گئی تھی۔ پھر جب میں اگلے ہفتے واپس آیا تو وہ مجھے لفافہ دیا کہ یہ جواب آیا ہے آپ ہی کھولیں۔ اور انہوں نے وہ آفر منظور کی تھی اور یہ جگہ اس وقت خریدی گئی تھی۔

تو دوسری یہ آپ کی جو نیچے والی مسجد ہے جامع مسجد۔ اس میں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے تھے تو ایسے ہی وہ چھوٹی سی جگہ تھی تنگ ہو جاتی تھی تو اسکی تنگی اس وقت بھی معلوم ہوئی جب حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو رہا تھا کہ لوگ وہاں فٹ پاتھ(footpath) تک بیٹھے ہوئے تھے اور کیسا عظیم الشان حضرت کا بیان حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا!

اوہو! آپ میں سے بہت سوں کو یاد ہو گا کہ اسباب محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سارے کے سارے اسباب محبت پائے جاتے ہیں کس طرح پائے جاتے ہیں؟ اس پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تقریر تھی، اس طرح لمبی تقریر کی عادت نہیں تھی مگر ڈیڑھ پونے دو گھنٹے کا بیان حضرت کا وہاں ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل میں بساؤ کہ کتنے احسانات ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

اسی طرح مدینہ مسجد کی جو جگہ جو پرانی مسجد تھی چرچ نما عمارت تھی اس مسجد میں ہمارے شہداء میں سے حضرت مولانا ابراھیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایکسیڈنٹ سے چند ہفتے پہلے آخری بیان وہاں ہوا تھا اور اس آخری بیان کے بعد اس وقت اس جگہ کے پریزیڈنٹ(president) تھے احمد بھائی۔ انکے یہاں جب ہم کھانے کے لئے پہنچے اور فارغ ہو کر جب نکل رہے ہیں میں جوتے تلاش کرنے لگا، مجھے کسی نے پوچھا کہ آپ کے جوتے کہاں ہیں؟ انہوں نے پوچھا کیسے ہیں؟ میں نے کہا ذرا یہ رنگ ہے اور ذرا سے پھٹے ہوئے ہیں۔

یہ سن کر حضرت مولانا ابراھیم ڈیسائی صاحب جوتے پہننے کے بعد جب دروازے سے باہر نکلے تو کھڑے ہو گئے اور انہوں نے لطیفہ سنایا۔ کہ ایک بانگی صاحب تھے وہ نماز سے فارغ ہو کر نکلنے لگے تو فرمانے لگے ارے بھائی! میں غریب آدمی ہوں اور کوئی میرے جوتے لے گیا پھر کسی نے خدمت کی ہوگی تو پھر دوسری نماز پر بھی نماز کے بعد بھی بانگی صاحب کا اعلان جاری رہا کہ لوگ جوتے لے جاتے ہیں میرے بھی جوتے کوئی لے گیا تو ایک جوتے کے بدلے دس جوتے کا انتظام ہو گیا اللہ کی طرف سے ان کے لئے۔

تو میں نے جو جملہ کہا تھا کہ ذرا سے پھٹے ہوئے ہیں اس پر مولانا ابراھیم ڈیسائی رحمۃ اللہ علیہ نے گویا اس پر تنبیہ فرمائی۔ تو یہ اسی مسجد کے بیان سے فارغ ہو کر احمد بھائی کی مسجد سے فارغ ہو کر نکلے تو اس وقت انہوں نے یہ لطیفہ سنایا تھا۔

یہی مسجد تھی جہاں آپ کی مدینہ مسجد بنائی گئی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جو پہلا سفر ہوا تھا تو اس سفر میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو ہم صبح دس گیارہ بجے کے قریب بیعت کا وہاں پروگرام تھا وہاں لے کر پہنچے۔ حضرت کی طبیعت میں عجلت تھی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے فیصلہ میں دیر لگی کہ کہاں بیٹھنا ہے، حضرت نے دروازہ میں داخل ہونے کے ساتھ ہی وہ صوفہ کی طرح سے وہ جگہ بنی ہوئی تھی جہاں آدمی بیٹھ سکتا تھا تو حضرت نے فرمایا یہیں بٹھا دو۔ حضرت کو ہم نے وہاں بٹھا دیا حضرت وہاں تشریف فرما ہوئے ابھی سب چپ چاپ ہیں اتنے میں پیچھے سے کسی نے مجھے لفافہ دیا۔

وہ لفافہ میں نے کھولا، انہوں نے لکھا تھا اسی مسجد کے متعلق کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور جہاں دروازہ کے ساتھ ہی آنے والے کے لئے، ذرا ستانے سانس لینے کے لئے، جوتے پہننے کے لئے، بیٹھنے کے لئے جو صوفہ کی طرح جگہ بنائی ہوئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اگر تھوڑی پانچ دس منٹ کے بعد کی بات ہوتی تو کسی کو یہ وھم ہوسکتا تھا کہ کسی نے حضرت شیخ کو

یہاں بیٹھا ہوا دیکھا اور خواب بنالیا۔ حالانکہ یہ تو رات سے لکھا ہوا لفافہ ان کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے دیا، اور میں نے کھولا حضرت بھی وہیں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انہوں نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف فرما ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ میں سفر میں ساتھ ساتھ ہوں تو یہ ان حضرات کو حق تعالی شانہ کی طرف سے، جن کو اصحاب حضوری میں شامل کیا جاتا ہے انکو یہ نعمت میسر آتی ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ہم حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر دبارہے ہیں اتنے میں حضرت فرمانے لگے کہ کون کون ہے؟ پہلے حاضری لی، دیکھا کہ خصوصی خدام ہیں اسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ وہ جو مدینہ طیبہ میں حضرت کا قیام کا ارادہ تھا کہ اب یہیں رہنا ہے اور یہاں سے واپس ہندوستان جانا نہیں ہے تو یہ سنا کر فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو یہ معیت کیسی ہے؟ فرماتے ہیں کہ جب بھی آنکھیں بند کر کے توجہ دل کی طرف میں کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں پاتا ہوں!

اسی لئے حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ جنت کو خطاب فرما کر فرماتے ہیں

جنت تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت! میرے دل کا طواف کر کہ اس میں حضور رہتے ہیں

تو یہ جو معیت حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ کو ملی، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ملی، حق تعالی شانہ ہم سب کو یہ نعمت عطا فرمائے۔ بس یہ گھر خالی کرنے کی ضرورت ہے اسکو کسی کو بسانے کے لئے، رکھنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ پہلے اسکو خالی کیا جائے لیکن ہم اپنے دل میں کتنے بتوں کو بسائے ہوئے ہیں! تو جب

تک ہم اس کو خالی نہیں کریں گے وہاں تک تو کسی کو بسایا نہیں جا سکتا۔

تو یہ جو دو نعمتیں ایک تو قرآن کریم اور ایک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی۔ حق تعالی شانہ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت یاد کرتے رہنے کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام اور درود شریف ہمارے لئے آسان فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو ہدایات فرمائیں جو راستہ ہمارے لئے متعین فرمایا اس پر چلنے کی حق تعالی شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

یہ بچہ جس نے قرآن کریم حفظ کیا، حق تعالی شانہ اسکے لئے مبارک فرمائے، اس مسجد والوں کے لئے مبارک فرمائے، انکے اساتذہ، اور خاندان والوں کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

**اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا مولانا محمد و بارک وسلم...وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین۔**

## (۸)

### نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد

جو طلبہ قرآن کریم آج حفظ ختم کر رہے ہیں اللہ تعالی اس ختم قرآن کو ان کیلئے مبارک فرمائے، انکے اساتذہ، انکے خاندان، مدرسہ کی منتظمہ، مدرسہ کے معاونین محسنین سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔

یہ دنیا یہ زندگی چند روزہ ہے عارضی ہے یہاں کی نجات اور فلاح کوئی معنیٰ نہیں رکھتی، یہاں کی کامیابی اور ناکامی کی زبان اصطلاح الگ ہے، آخرت کی نجات فلاح وہاں کی فوز اور کامیابی اصل اور حقیقی ہے۔ جو اسباب دنیا کی کامیابی اور فلاح کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں وہ الگ ہیں اور آخرت کی کامیابی اور وہاں کی نجات اور فلاح کا دارو مدار اور اسباب پر ہے اور دوسرے اعمال پر ہے۔ اور ہم یہ رمضان مبارک کے بعد دیکھ رہے ہیں مسلسل جنازے یہ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ یہ عارضی زندگی ہے تمہاری، تم غلط سوچ میں ہو۔ یہ ہمارے لئے ایک قسم کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے۔ اور تنبیہ بھی اسکے لئے ہے جو اسکو سمجھے اور اسے متنبہ ہو اور اثر لے۔

کسی کہنے والے نے مجلس میں کہا کہ بھائی دیکھو! آج کل اتنے جنازے جو عام کتنے سالوں سے ہم بستے ہیں نہیں دیکھ رہے تھے ایک دم کثرت کیسے ہوگئی اتنی اموات کی؟ تو لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے اسکو بھی مذاق میں اڑایا جاتا ہے یہ نہیں پہلے پیدائش کی قلت تھی ابھی بچوں کی پیدائش کثرت سے ہو رہی ہے شیطان کس طرح بہکاتا ہے سیدھی راہ سے۔تو یہ موت ایک اٹل حقیقت ہے کوئی اسے انکار نہیں کرسکتا نہ معلوم کس وقت آجائے۔

## الحاج سلیمان لمباڈا

ابھی گزشتہ کل اطلاع ملی، ہمارے قریبی عزیز، بچپن سے جب سے ہم نے ہوش سنبھالا، آنکھیں کھلیں اس وقت سے ہمارا ساتھ تھا، ہمارے خالہ زاد بھائی الحاج سلیمان لمباڈا کے وصال کی خبر آئی۔ ہم نے فون کیا انکے بڑے بھائی جو ریونین میں ہیں وہ کہنے لگے کہ میری تو ابھی گزشتہ کل ہی ان سے بات ہوئی تھی، کافی دیر مجھ سے بات کی۔ ہر طرح بالکل ٹھیک ٹھاک تھے کوئی بیماری کا اثر انکی گفتگو سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب سے بات کی، وہ فرمانے لگے کہ ایک دن پہلے ہی میں نے انکے بیٹے کو فون کیا میری ان سے بات ہوئی تو بالکل ٹھیک ٹھاک بتا رہے تھے۔

اس لئے نہ معلوم پیغامِ اجل کب آجائے، کس حال میں آجائے۔ مگر وہاں سے فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اور اس فیصلہ کی بھی خبر دی جاتی ہے جس طرح ہم خبر دیتے ہیں۔ جب مرحوم کے بیٹے کو ذامبیا میں جو بھائی صاحب کے مدرسہ میں استاذ ہیں، تعزیت کے لئے میں نے فون کیا، وہ کہنے لگے کہ رات ہی میں نے خواب دیکھا تھا۔ جمعہ کے دن وصال ہوا اور اس شب جمعہ میں انکا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنازہ ہے اور بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب کو وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ اس میت کو بھائی صاحب غسل دے رہے ہیں کفن پہنا رہے ہیں۔

خواب سن کر میں نے کہا کہ اوہو! یہ تو آپ کو خبر دی گئی تھی کہ یہ آپ کے باپ کا جنازہ ہے۔ اور ذرا سا جو بڑے لوگ ہوتے ہیں انکے لئے ذرا وہ جو خواب، انکو خفی دیکھا یا جاتا ہے کہ جو محتاجِ تعبیر ہوتے ہیں، وہ اپنے علم اور اپنی ذکاوت اور خدا کی دی ہوئی سمجھ کے ذریعہ اسکی سمجھ تک پہنچ آویں۔ مگر عوام کے لئے فرشتہ بھی انکو قریب تک لے جانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ بھی سمجھ جائیں۔ کیسے؟ کہ ادھر بیٹا دیکھ رہا ہے کہ کسی میت کو بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دام مجدھم غسل دے رہے ہیں کفن پہنا رہے ہیں اور ابھی چوبیس گھنٹے نہیں گزرتے کہ خواب دیکھنے والے کے باپ کا انتقال ہوتا ہے انڈیا میں۔ اپنے بڑے بھائی جنہوں نے غسل دیا انکا نام بھی مولانا عبد الرحیم صاحب۔ مرحوم کے دوسرے بیٹے جو ہندوستان میں جامعۃ الزہراء چلا رہے ہیں اسکے مہتمم ہیں انہوں نے غسل دیا۔ فرشتہ نے صرف نام وہ ہی رکھا کہ سمجھ پائینگے یہ کہ کس کی موت کی خبر۔ وہاں سے اطلاع بھی دی جاتی ہے اس طرح خواب کے ذریعہ اور چوبیس گھنٹے نہیں ہوئے کہ خواب واقع ہوگیا، باپ کا انتقال ہوگیا حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب متالا کے بجائے مولانا عبد الرحیم صاحب لمباڈا نے انکو غسل دیا۔

گزشتہ کل ہی ایک جنازہ ہم نے بولٹن میں پڑھا، وہاں کے امام صاحب مفتی فیاض صاحب مسلسل رو رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ مرحوم نے دس دن پہلے ان سے کہا کہ آپ آئیں میرے گھر ایک کام ہے، لے گئے اور وہ کہنے لگے موت حیات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ آ کر میری مملوکہ اشیاء میرے پاس کتنا مال ہے اسکا تخمینہ لگا کر جوڑ کر دیکھ لیں۔ گھر میں لے گئے، کہتے ہیں کہ کوئی چیز نظر نہیں آئی تو کہتے ہیں نہیں دیکھو تو ایک کہتے ہیں بہت پرانا سا بوائیلر (boiler)، پرانا سا ڈرائر (dryer) تھا کہ یہ یہ ہے اور دو چار جوڑے کپڑے۔

مفتی فیاض صاحب نے ایک ٹوٹل لگایا تمام چیزوں کا جو انہوں نے بتائیں، ان کی مالیت

بھی کتنی سکسٹی پونڈ (£60) اس پر انکو فکر تھا۔ پھر مرحوم پوچھتے ہیں کہ میں دنیا کی محبت میں گرفتار تو نہیں ہوں؟ مجھ سے سوال تو نہیں ہوگا؟ کتنی تیاری اور وہ دیکھ کر آئے اور وہ ابھی چند گھنٹے گزرے ہوں گے دو چار دن گزرے ہوں گے اور اطلاع آ گئی کہ مفتی صاحب وہ جو آپ کو جنہوں نے بلایا تھا اپنے گھر کی مالیت بتانے کے لئے بھائی صدیق صاحب، انکا تو انتقال ہوگیا۔

دوستو !اسطرح انکو کچھ نہ کچھ ہنٹ (hint) ملا ہوگا اللہ کی طرف سے, بڑے نیک آدمی تھے۔ اس موت کو جو ہم اپنی عقل سے سمجھتے ہیں اور سمجھنا پڑتا ہے ہمیں کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا صاحب علم، دنیوی علم رکھنے والا کوئی بڑا سائنٹسٹ (scientist) ہو، بڑا صاحبِ ثروت ہو، صاحبِ سیاست ہو، صاحبِ دماغ ہو، کسی درجہ کا دنیا دار کیوں نہ ہو مگر وہ انکار نہیں کرسکتا کہ مجھے مرنا نہیں ہے۔

یہ آدمی اسکے پاس کوئی طاقت، کوئی پاور (power)، کوئی راستہ نہیں کہ جس سے موت کو روک سکے۔ روکنا تو درکنار ایک سیکنڈ کے لئے ٹال بھی نہیں سکتا۔ مؤخر بھی نہیں کرسکتا ایسی اٹل حقیقت ہے۔ جس طرح انہوں نے صدیق صاحب نے خدا کی طرف سے کوئی انہیں بتایا گیا ہوگا، تو جس طرح انہوں نے بتانے کے بعد، اسکی اپنے بارے میں فکر کی کہ امام صاحب آئیں میرے گھر کی خبر لی جیئے۔ انہوں نے حساب لگایا تو اس طرح اللہ تبارک وتعالی ہمیں موت کے لئے تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کاش کہ ہم وہاں جائیں تو جانے سے پہلے ہمارے لئے وہاں استقبال کرنے والے ہوں۔

یہاں انگلینڈ میں، ہمارے خالہ زاد بھائی مرحوم کے اعزاء میں سے کسی نے ان کو دیکھا کہ یہاں انگلینڈ میں کوئی میت ہے جسے وین میں سے اتار رہے ہیں، انگلینڈ کے حساب سے بتایا انہوں نے، کہ کوئی مرنے والا ہے، کوئی جانے والا ہے، اس کے لئے تیاری کرو، وہ گھڑی آ گئی اور چند گھنٹوں میں اطلاع آ گئی کہ انکو لینے کے لئے مرحوم آئے تھے، مرحومین کو پتا ہوتا

ہے کہ لسٹ میں انکا نام آچکا ہے فلاں آدمی فلاں وقت میں اس لئے وہ آکر اپنے قریبی اعزاء کو جگاتے ہیں کہ کس دنیا میں تم لگے ہوئے ہو، موت تو تمہارے گھر پر منڈلا رہی ہے اور تم لوگ اس سے غافل ہو۔

میں بار بار آپ لوگوں کو قصے سناتا رہتا ہوں کہ فلاں کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم استقبال کے لئے تشریف فرما ہیں، کتنے قصے بزرگان دین کے۔ ہمارا تو منہ نہیں ہے کہ ہم یہ نعمت مانگیں، ہم تو کیسے! اب قبر میں بھی جہاں فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا کر پوچھا جائے گا **من ھذا الرجل**؟ یہ کون؟ اور کیسے وہ خوش قسمت کہ استقبال کے لئے خود تشریف لا رہے ہیں۔

## حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ۔ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ جب جوش میں ہوتے تھے تو یہ آئمہ کرام کے تذکرہ میں ان کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ، میں نے کہا اب یہ کتنا بڑا امام کہ اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کے لئے تشریف لا رہے ہیں! کون مفتی ہوگا جو کہے گا کہ یہاں تم نے رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے رضی اللہ عنہ کیوں کہا؟۔ اپنا ہی جن کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مانیں گے انہیں کے استقبال کے لئے تشریف لائیں گے۔ قریشی مطلبی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریبی عزیز۔

ایک بزرگ ہیں انکا نام ہی عزیزی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور اطلاع آئی کہ ادھر ہی خواب دیکھا بیان کیا۔ معبر نے کہا کہ اوہ! اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ **اعلم اھل الارض** زمین پر سب سے بڑے صاحب علم اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ چند گھنٹے نہیں گزرے کہ اطلاع آئی کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکا انتظار جب ہی تو بتا رہے ہیں۔

ایک اور بزرگ ہیں حرملہ، وہ فرماتے ہیں کہ جس دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا ہے، میں نے اس سے پہلے خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوگیا اور انکا جنازہ ہے۔

یہ اس طرح کے خواب بھی حق تعالیٰ شانہ الگ الگ دکھاتے ہیں اس میں دکھایا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے۔ اب کتنے زیادہ قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ کے اعتبار سے، کہ آپ کے اجداد میں سے چار ہیں کہ جنہیں شرف صحابیت حاصل تھا، چاروں اجداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد۔ اس لئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دکھایا گیا عزیزی کو، اور ادھر حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا وصال ہوگیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، کہ جنازہ کے متعلق کہا گیا تعبیر میں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی عزیز دنیا کے روئے زمین کے سب سے بڑے امام شافعی کا وصال ہوگا، حرملہ نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وصال یہاں **أعلم اهل الارض** تعبیر دی گئی۔

کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کہتا ہے **و علم ادم الاسماء کلها**۔
اللہ اکبر! کتنا بڑا اعلم! کتنا زبردست علم آدم علیہ السلام کو دیا گیا! **علم آدم الاسماء کلها**۔

یہ خبریں ادھر سے بھی دی جاتی ہیں اور یہ کیسے، کس طرح اور کس کے متعلق۔ آپ ان حضرات کی زندگیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پائیں گے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح زندگی، دیکھیں دنیا بھر کے ٹھکرائے ہوئے یتیم ہیں۔ یتیم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے دوسرے یتیم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی دیکھئے، بچارے یتیم ہیں، اکیلی ماں لئے لئے پھر رہی ہے غزّہ، عسقلان، مکہ، یمن کہاں کہاں لیکر پھرتی رہیں۔ ماں کوشش کرتی ہے بیٹے کے لئے کہ بھائی کس طرح میں اس کے لئے انتظام کروں پھر بہت سے مراحل سے گذرے، آپ کو کتنی کہانیاں سناتی رہیں؟۔

ایک دفعہ مکان سارا بیٹے کے لئے گروی رکھ دیا، کہ بھائی آسمان کے نیچے رہ لیں گے، مکان گروی رکھ دیا کسی کے پاس، بیٹے کے علم کی خاطر اور بیٹا بھی کیسا؟ معھد کے یہ دونوں حافظ ہوئے، یہ پندرہ برس کی عمر میں حافظ ہوئے اور حضرت امام شافعی نے سات برس کی عمر میں قرآن کریم ختم کیا، اور سات برس کی عمر میں حفظ ختم کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ سب سے پہلے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں عربی ادب پڑھ لوں، قرآن کیا کہتا ہے؟ کس لفظ کے کیا معنی ہیں؟ اسکو سمجھوں۔ اس زمانے میں ڈکشنریاں نہیں تھیں اور ویبسائٹ (website) نہیں تھیں، اس پر چلے جاؤ جس پر کوئی پتہ نہیں ہے کہ کون آپ کو کیا معنی بتا رہا ہے اور آپ خوش ہو رہے ہیں کہ معنی ہم کو مل گئے ہیں، اسکا مصدر، مخرج، کہاں سے آپ لے رہے ہیں مأخذ؟ کچھ پتہ نہیں آپ تو صرف بٹن دباتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی آپ کے سامنے آگئے اور جس کی طرف منسوب کر کے وہ معنی لکھے جاتے ہیں کہ لسان العرب یا فلاں کتاب میں ہے۔

کیا پتہ اس کتاب میں یہ معنی ہیں بھی یا نہیں؟ اس لئے کہ عربی سے اردو کی سب سے بڑی کتاب 'المنجد' سمجھی جاتی ہے اور اس کے متعلق ایک شامی عالم نے تحقیق کر کے کئی سو صفحات کی ایک مستقل کتاب لکھی، کسی زمانے میں میں نے خریدی تھی۔ جس میں انہوں نے ثابت کیا تھا کہ اس لغت میں یہ جتنے الفاظ میں نے اکٹھے کیئے ہیں، جو میں سمجھ سکا اور میں نے ثابت کیا یقینی طور پر کہ ان الفاظ کے معانی اسلام کو غلط سمجھانے کے لئے بدلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس 'منجد' کو سامنے رکھ کر جو قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ صراط مستقیم پائے گا یا ضلالت اور گمراہ کی راہ پائے گا؟ کون سا رستہ پائے گا وہ؟ صراط مستقیم تو کبھی پا نہیں سکتا جس کے متعلق انہوں نے ثابت کیا کہ اس میں اتنے ہزار الفاظ ایسے ہیں کہ جان بوجھ کر اس کے معنی غلط بیان کیئے گے ہیں۔

# حضرت شیخ قدس سرہ

اسی لئے میں ایک مرتبہ سہارن پور سے آرہا تھا، میرے ساتھ ہمارے سب سے بڑے محسن تھے جنہوں نے گجراتیوں کو خاص طور پر ہمارے علاقہ کے لوگوں کو حضرت شیخ قدس سرہ سے متعارف کرایا ورنہ جب ہم وہاں راندیر میں تھے، اس وقت طلبہ میں اور مدرسہ میں حضرت کا اسم گرامی ہم نے کسی سے نہیں سنا تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہم سے متعارف کرانے والے مولانا احمد ادا گودھروی تھے۔ تو انہوں نے اپنے متعلق بتایا کہ حضرت شیخ قدس سرہ سے میں بیعت ہوں اور مجھے سہارنپور جانا ہے پھر وہاں جاتے پھر وہاں سے خطوط لکھتے کہ حضرت ایسے ہیں پھر وہاں سے آکر پھر حالات سناتے۔

ایک سفر میں میں سہارنپور سے واپس ہورہا تھا، حضرت شیخ قدس سرہ نے ان سے فرمایا کہ آپ کا بھی سفر ہے تو آپ یوسف کو اس کے گھر تک چھوڑ کر جائیں۔ وہ وہاں سہارنپور سے ساتھ چلے، فرنٹیئر میل میں ہم لوگ آرہے تھے۔ میں وضوء کے لئے استنجے کے لئے ٹوائیلٹ میں گیا اور وہاں میں نے گھڑی کھولی کہ وضو کرلوں مگر ہاتھ سے گری تو ٹوائیلٹ کے سوراخ سے زمین پر چلی گئی آپ نے دیکھی ہوگی کہ نیچے سے پٹری وغیرہ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں، میں نے گھر پہنچ کر حضرت شیخ قدس سرہ کو عریضہ لکھا، سفر کا حال محبت نامے میں چھپا ہوا بھی ہے۔

میں نے لکھا کہ حضرت یہ اس طرح میرے ساتھ حادثہ ہوا جو تیسری مرتبہ پیش آیا ہے۔ اس سے پہلے مظاہر کے دفتر کے صحن میں گرمیوں میں آسمان کے نیچے مدرسہ میں کھلے صحن میں سوتے تھے کہ اوپر سامنے آسمان کو دیکھتے رہیں اور وہاں اس وقت دفتر کے کمروں میں لائٹیں بھی نہیں تھیں، ہم نے سکسٹی سکس ۱۹۶۶ء اور سکسٹی سون ۱۹۶۷ء میں میں نے وہاں پڑھا مدرسہ میں لائٹ بھی نہیں تھی۔

اور کیسے نہیں تھی کہ یہ سکسٹی سکس سے کوئی پچپیس برس پہلے برما رنگون سے بہت بڑی رقم بھیجی گئی تھی کہ تمام طلبہ کے لئے چار پائیاں ہوں، مدرسہ کی تمام کلاسوں میں، درسگاہوں میں، رہائش کے کمروں میں ہر جگہ بجلی لگائی جائے یہ ہماری طرف سے رقم پیش ہے۔ لیکن بزرگوں نے مشورہ کرکے وہ رقم واپس کردی تھی۔

آج کل ہم سنائیں گے تو ہنسیں گے، کہ اس میں کیا برائی تھی، کتنی راحت ملتی، کتنے آرام سے طلبہ مطالعہ رات دیر تک کر سکتے تھے۔ کتنی دیر وہ شمع جلائینگے، کتنی دیر موم بتی جلائیں گے، کتنی دیر لالٹین جلائیں گے، لائٹ ہوگی تو زیادہ راحت کے ساتھ علم حاصل کرسکیں گے، مگر انہوں نے وہ سوچا جو انکے مسترشد اور خادم اور شاگرد حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے سوچا اور سٹیج پر بیان فرمایا۔

## حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری دنیا کو دعوت دی اور بالخصوص عرب اسلامی ممالک کی تمام تنظیموں کو، کیوں کہ وہ ہر جگہ مشہور تھے، تعلقات تھے۔ انہوں نے سب کو دعوت دی حضرت مولانا علی میاں کی طرف سے جب دعوت نامہ جائے گا تو کون نہیں جائے گا چنانچہ ازہر اور رابطہ اور سعودیہ اور مصر اور شام ہر جگہ سے حکومتوں کے نمائندے بھی پہنچے۔

مخالفین سب کچھ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک گمنام اشتہار 'ملا واحدی' کے نام سے انکے خلاف نکلا تھا۔ اسی طرح وہاں کسی نے ندوہ کے خلاف، حضرت مولانا علی میاں کے خلاف اشتہار شائع کیا۔ اس میں یہ لکھا کہ یہ ساری دعوت سب کو جو دی ہے پیسے اکٹھے کرنے کے لئے دی، چندہ جمع کرنے کے لئے دی ہے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب بڑے حساس تھے، اشتہار ہاتھ میں لے کر سٹیج پر

تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ اشتہار ہے اور اس میں لکھا گیا ہے کہ ہم نے آپ لوگوں کو اور مہمانوں کو اس لئے دعوت دی ہے تاکہ ہم چندہ اکٹھا کریں پیسے اکٹھے کریں۔

قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میری اور میرے ساتھیوں کی جان اس طرح نکلے جس طرح دو جہاں کے سردار آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جہاں سے تشریف لے گئے تو اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ رو رہی تھیں اور چراغ لے کر پڑوسیوں میں گھوم رہیں تھیں کہ اس میں ذرا سا تیل ہو تو ڈال دو کہ آقا بیمار ہیں آخری وقت ہے اور گھر میں اندھیرا ہے۔ کہ ہماری جب موت آئے تو حضرت مولانا علی میاں صاحب نے فرمایا کہ اس حال میں آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے گھر میں اندھیرا ہو۔

بزرگوں نے بھی یہ سوچ کر کہ اندھیرا ہی بہتر ہے، وہی نور ہے، وہی رحمت ہے، وہی برکت ہے، اسی میں علم زیادہ ہے۔ ان حضرات کی سوچ ہی الگ۔ موجودہ زمانہ میں جو اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں وہ تو کہیں گے کہ یہ الٹی سوچ ہے کہ انہوں نے چندہ واپس کر دیا اور لائٹ نہیں لگوائی۔ حالانکہ قانونِ محبت کے اعتبار سے کتنی صحیح سوچ !جب محبت ہوگی تو وہ سوچے گا کہ مجھے انکی طرح رہنا ہے انکی طرح بننا ہے اور میں جتنا انکے قریب جا سکتا ہوں جو کر سکتا ہوں وہ اپنی طرف سے کروں۔

## حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

جیسا خود حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے یہاں بیٹا آیا، پوچھا گیا کیا نام رکھو گے؟ آپ نے فرمایا کہ **احب الاسماء الی محمد** فرمایا کہ تمام ناموں میں سب سے پیارا نام مجھے میرے نزدیک ہے محمد وہ رکھ لو۔ اب جب بھی کوئی پوچھتا ہے بھائی ہمارے ہاں بیٹا آیا ہے کیا نام رکھیں ؟ تو میں کہتا ہوں کہ پتہ چلے کہ اگر ان کے ہاں پہلا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ محمد نام رکھو۔

جب میں کہتا ہوں محمد نام رکھوتو وہ کہتے ہیں کہ گھر میں فلاں کا نام محمد ہے۔ ارے بھائی! گھر میں خالہ زاد بھائی محمد ہے یا پھوپی زاد بھائی محمد ہے اب دوسرے کا نام محمد ہو گا تو کیا تکلیف مصیبت آجائے گی۔ پھر میں کہتا اچھا پھر کوئی بھی نام رکھ لو۔ کیا کر سکتے ہیں ہم، حجت تو نہیں کر سکتے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ **احب الاسماء الی محمد** اسکا نام رکھ دیا پہلے بیٹے کا محمد، دوسرا بیٹا آیا کیا نام رکھیں، فرمایا کہ **احب الاسماء الی محمد** اسکو کہتے ہیں محبت۔

اسکو کہتے ہیں محبت۔ یہ دو ہی ہوئے دونوں کا نام محمد اگر دس بیٹے ہوتے تب بھی ہر ایک کا نام رکھتے محمد محمد۔ کاش کے اللہ تعالی ایسی محبت ہمیں بھی عطا فرمائے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی قدر و منزلت اس طرح ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے، دنیا چاہے پھر اسکو الگ کرتی رہے، کونسا محمد ہے، انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ دو تین بیٹے ہو گئے تو اب کون سا محمد؟ بعد والوں نے ایک کی کنیت ابو عثمان رکھ لی اور دوسرے کی کچھ اور۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ ختم کیا اور حفظ ختم کر کے انہوں نے ادب حاصل کیا کہ قرآن ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے، کیا کہتا ہے، اسکو سمجھنے کے لئے، اسکے معنی کیا ہیں اسکو سمجھنے کے لئے، انہوں نے ادب اور عربی زبان سمجھنے کی کوشش شروع کی۔ میں نے عرض کیا اس وقت یہ لغات نہیں تھیں اور ویبسائٹ (website) نہیں تھیں۔ اسی پر میں نے بتایا کہ '**منجد** کا حال بتایا کہ اس میں کیا کیا گیا ہے۔ جس طرح اس شامی عالم نے اپنے علم کے زور سے اس کمزوری کو پکڑا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا معاملہ حق تعالی شانہ کی ذات عالی کے ساتھ کچھ الگ ہی تھا کہ حق تعالی شانہ کے یہاں سے اوپر سے حفاظت ہوتی تھی۔

ابھی ایک مہمان تھے لندن سے ہمارے یوسف بھائی، وہ اپنے متعلق بتانے لگے کہ میں نے حضرت شیخ قدس سرہ کو تو نہیں دیکھا میں نے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی کو دیکھا۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب اتنے پیارے لگتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے تلاش کر کے پتہ لگایا کہ حج میں ہیں اور میں وہاں انکی قیام گاہ پر پہنچ جاتا۔ وہ اردو بولتے تھے میری سمجھ میں کچھ آتا نہیں تھا مگر میں صرف دیکھتا رہتا تھا اور میرا رؤاں رؤاں اسکی وجہ سے ہر وقت لذت محسوس کرتا تھا، جتنی دیر میں حضرت کی خدمت میں حاضر رہتا۔

میں نے حضرت شیخ قدس سرہ کے دو چار واقعات انکو سنائے۔ کہ حضرت کے ساتھ حق تعالی کا معاملہ جدا ہی تھا۔

حضرت فرماتے ہیں میرے خط کے جواب میں کہ تم نے لکھا کہ تمہاری گھڑی ٹرین میں گر گئی اس میں میں نے لکھا تھا کہ یہ تیسری دفعہ ہے کہ گھڑی کھوگئی یا چوری ہوگئی اور یہ تو ہاتھ سے گرگئی۔ اس سے سال بھر پہلے مظاہر علوم کے دفتر میں مدرسہ کے صحن میں آسمان کے نیچے کتاب دیکھتا رہا لالٹین رکھ کر کے، جب نیند کا غلبہ ہوا تو لالٹین بجھا دی اور اس کے بعد پھر میں سو گیا جس طرح سٹائل میں یہاں موبائل رکھ کر سو جاتے ہیں، گھڑی رکھ کر میں سو گیا، صبح اٹھا تو گھڑی غائب۔ اس سے پہلے جب میں قرآن کریم حفظ کر رہا تھا تو ساؤتھ افریقہ سے ایک گھڑی کسی عزیز نے بھیجی کہ حفظ کر رہے ہیں تو وہ بھی اسی طرح کہیں چوری ہوگئی۔

اسکے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ تم نے اپنی گھڑی کے تین قصے لکھے ہیں، اس پر مجھے اپنی '**المنجد**' یاد آئی کہ یہ کتاب میں نے تین دفعہ خریدی اور تین دفعہ چوری ہوگئی اور چھوٹی سی گھڑی کا چوری ہوجانا تو قابل فہم ہے مگر '**المنجد**' تو ضخامت میں ایسی کہ اس سے ضخامت والی کتابیں آپ نے کم دیکھی ہوں گی۔ اتنی موٹی '**المنجد**' حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خریدی کوئی چوری کر کے لے گیا، اٹھا کر لے گیا۔ دوسری دفعہ خریدی پھر کوئی لے گیا، تیسری دفعہ پھر خریدی پھر کوئی لے گیا حضرت نے پھر کوئی نتیجہ نکالا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھا ایک عیسائی کی لکھی ہوئی کتاب میری حق تعالی شانہ کی طرف سے

میرے لائق نہیں ہے اسی لئے میں نے آئندہ اس کے خریدنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

حضرت کی زندگی ہی میں شامی عالم کی کتاب ہمیں ملی تھی لیکن کبھی حضرت سے اسکا تذکرہ ہم نہیں کر سکے کہ حضرت وہ جومنجد آپکی تین دفعہ کھوگئی اس کی وجہ یہ ہوگی کہ شامی عالم نے اس پر تحقیق کر کے وہ الفاظ جمع کئے ہیں جس سے اسلام کو غلط سمجھا جائے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کے حصول کی خاطر سفر کیا، فرماتے ہیں کہ جن قبائل کے بارے میں پتہ تھا کہ یہ قبیلہ ہے ان کی عربی زبان سب سے خالص ہے کہ یہ اتنی صدیوں سے یہیں پر ہیں اور یہاں سے کہیں گئے نہیں ہیں انکی زبان خالص عربی ہے اور ان کا کہیں باہر آنا جانا نہیں اور باہر کے لوگ یہاں آکر بسے نہیں، وہاں جا کر میں رہا اور وہاں میں نے عربی ادب ان سے سیکھا۔ اور کیسے سیکھا؟ کیسے سیکھا؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے تمام کلمات کے معنی مجھے معلوم ہو گئے 'علمت کلھا' کہ تمام کلمات کے معنی مجھے معلوم ہو گئے 'ماخلا حرفین' سوائے دو کلموں کے۔ دو میں سے ایک کو امام شافعی نے بیان فرمایا کہ سورۃ والشمس میں وہ کلمہ آتا ہے 'من دسھا'۔ فرمایا کہ 'دسھا' اس کے معنی اب تک بھی میں نہیں سمجھ سکا، اور ایک دوسرا بھی کوئی کلمہ ہوگا۔ سوائے ان دو کلمات کے کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے تمام کلمات کے معنی مجھے معلوم ہو گئے۔ کتنا بڑا امام!

یہ سب بچپن میں ہو رہا ہے کیوں؟ کہ تیرہ برس کی عمر میں انکے متعلق ایک محدث فرماتے ہیں کہ جب انکی تیرہ برس کی عمر تھی تو وہ حرم مکی کے قاری صاحب تھے تیرہ برس کی عمر میں۔ اور حق تعالیٰ شانہ نے ایسی سریلی آواز عطا فرمائی تھی سریلی آواز تھی جس طرح آپ کوئی ایک چیز بجا رہے ہیں تو چھن چھن بجے تو اسکے چاروں طرف لگی ہوئی چیزیں بجتی ہیں اس طرح تھوڑی دیر میں آواز کی لہر کا بدلنا ایسا زبردست تھا انکی اس آواز میں، کہ ایک محدث فرماتے ہیں کہ ہم جب یہ چاہتے تھے کہ آج رونا چاہئے رونے کو جی چاہتا ہے تو ہم اکٹھے ہو کر جا کر ان سے

درخواست کرتے کہ حضرت آپ قرآن سنائیں، فرماتے ہیں کہ جب وہ قرآن پڑھنا شروع کرتے تو کوئی چپ نہیں رہ سکتا تھا، لوگ لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ پوری مجلس لوگ روتے روتے لوٹ پوٹ ہوتی تھی یہ اللہ نے انکی قراءت میں انکی سریلی آواز میں یہ اثر رکھا تھا۔

انکے ماننے والوں کو بھی، خدام کو بھی کس درجہ ان سے محبت ہوگی کہ ایک ایک چیز انہوں نے معلوم کی اور لکھی۔ فرمایا کہ یہ تو حق تعالی شانہ کی نعمت تھی حسن صوت دوسری نعمت حسن صورت بھی عطا کی گئی تھی۔

ایک دفعہ کسی میگزین میں چھپ کر آیا کہ فلاں بزرگ نے یہ فرمایا کہ جو کوئی جسمانی طور پر جس میں کوئی کجی کمی ہوتی ہے ایک آنکھ نہیں ہے ایک کان نہیں ہے جو طبعی طور پر کوئی عضو پیدائشی کام نہیں کرتا یا بدصورت ہے فرمایا کہ کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی کہ اس شخص میں کوئی کمی ہے۔ تو میں نے انہیں فون کروایا میں نے کہا کہ بھائی! اللہ کے واسطے آئندہ مہینہ کی معافی مانگیں معذرت کرلیں کہ یہ تو نبی بتا سکتا ہے۔ بزرگ کچھ اور کہنا چاہتے ہونگے یہ تو تعبیر میں غلطی ہوگئی۔ جو الفاظ تھے اس وقت وہ ادا نہیں کر سکے، اس سے تو غلط معنی لئے جا سکتے ہیں، ورنہ انکے دل کا حال، دل کی ہدایت اور ضلالت صورت کے ساتھ منطبق کرنا کہ اس کی عکاسی کے لئے خدا نے ایسی صورت بنائی۔ میں نے کہا یہ تو نبی کا کام ہے وہ بتا سکتے ہیں۔ اور یہ ایک آدھ شخص کے لئے کوئی گوارا کر لے مگر ساری دنیا میں اتنے سارے معذورین کے متعلق اتنا بڑا دعویٰ۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جو شاگرد ہیں انہوں نے اسکی وجہ بتائی کہ آپ کی آواز اتنی زیادہ سریلی کیوں تھی؟ بڑے بڑے محدثین اکٹھے ہو کر جا رہے ہیں اور ان سے قرآن پڑھوا رہے ہیں اور روئے جا رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں آپ کے شاگرد کہ حق تعالی شانہ نے جو عام طور پر جو سب کی زبانیں ہیں ان سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مختلف بنائی تھی

انکی زبان کی ساخت اور بناوٹ ایسی تھی۔کیسی تھی؟ آگے انہوں نے ہمیں سمجھانے کے لئے بتایا کہ وہ اپنی زبان نکالتے تو اوپر ناک کے کنارہ کے ساتھ ٹچ کر سکتے تھے۔اس وجہ سے یہ انکی آواز میں یہ سریلا پن تھا۔

یہ جب میں نے پڑھا تو ہمارے ایک رشتہ کے ماموں ہمیں یاد آئے کہ بچپن میں مجھے کہتے تھے آپ اپنے کان ہلا سکتے ہو تو میں ہاتھ سے ہلاتا تو کہتے نہیں ہاتھ سے نہیں ویسے ہی چھیڑے بغیر ہلاؤ، کون ہلا سکتا ہے؟ وہ کہتے کہ میں ہلاتا ہوں دونوں کان ہلاتے تھے۔

اس طرح یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے متعلق شاگرد بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنی زبان سے ناک کو ٹچ کر سکتے تھے، پھر دوسری بات انہوں نے فرمائی سوچئے اپنے امام کو کتنا یاد رکھا۔فرماتے ہیں کہ بچپن میں یہ چکن پوکس (chicken pox) ہوتے ہیں تو انکو کسی وقت یہ چکن پوکس (chicken pox) نکلے ہوگے یا اس طرح کی وبا کوئی بیماری ہوئی ہوگی تو پھوڑا ہوا ہوگا تو ناک پر جو اسکا اثر رہ گیا تھا ذرا سا ایک دھبہ کی شکل کا وہ بڑا پیارا معلوم ہوتا تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح قرآن کریم کو پڑھا، کس طرح سمجھا! پورے قرآن پر مجھے عبور کہ کوئی ایک کلمہ ایسا نہیں کہ جس کے معنی مجھے معلوم نہ ہوں سوائے دو کلمہ کے ایک 'دسّٰھا' اور وہ مختلف قبائل میں اس کے لئے رہے۔فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا قبیلہ جو مجھے ملا جس کی زبان سب سے زیادہ فصیح وہ ھذیل تھا۔

اور فرماتے ہیں کہ پھر میں اسی لغۃ کی تلاش کے کام میں لگا ہوا تھا، کام یہ کرتا رہتا تھا اتنے میں اللہ کی طرف سے اب ان کا رخ پھیرا جا رہا ہے جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق میں نے بتایا کہ انکا اوپر سے تحفظ کیا جاتا ہے۔تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں تو اسی میں لگا ہوا تھا کہ ایک دفعہ ایک بدوی نے آکر مجھ سے سوال کیا، مسئلہ پوچھا۔اس نے پوچھا کہ ایک مسئلہ بتائیے کہ ایک عورت ہے 'تحیض یوما و تطھر

یوما ' کہ ایک دن اسے حیض آتا ہے ایک دن پاک رہتی ہے وہ کیا کرے؟ کس وقت نماز پڑھے، کس وقت وہ نماز چھوڑے؟ کن ایام کو وہ پاکی کے ایام سمجھے کن ایام کو حیض کے ایام سمجھے؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہہ دیا 'لا ادری' مجھے نہیں معلوم تو میرے 'لا ادری' پر وہ اعرابی کہنے لگا کہ 'انت مشغول فی النافلہ و تترک الفریضہ' کہ تم نے فریضہ ہے اسے تو چھوڑ رکھا ہے اور نفل میں مشغول ہو، زبان اور ادب کے پیچھے پڑے ہوئے ہو، لغت کے پیچھے پڑے ہوئے ہو، اس کلمۃ کے معنی کیا ہیں؟ کتنے معانی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے؟ سالہا سال سے تمہاری کاوش ہے کہ ان میں بدوؤں میں رہنا اور زبان کو سمجھنا اور تم شریعت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، ایک مسئلہ کا تم جواب نہیں دے سکے اور تم اس کو چھوڑ کر کس میں مشغول ہو؟

فوراً تنبہ ہوا کہتے ہیں میں نے مکہ مکرمہ کی راہ لی اور میں مکہ مکرمہ پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر پھر تیرہ سال کی عمر میں وہاں قاری ہوا اب سب سے بڑے قاری بن گئے اور پڑھا رہے ہیں، سب انکی قراءت سن رہے ہیں ان سے استفادہ فرما رہے ہیں۔

سفیان ابن عیینہ کتنے بڑے محدث اور وہ فرماتے ہیں حضرت سفیان بن عیینہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حرم شریف مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے تھے بہت بڑا انکا حلقہ، ہزاروں انکے شاگرد، سب روایات سننے کے لئے، احادیث سننے کے لئے انکے پاس آتے ہیں، انکے پاس جب کبھی کوئی قرآن کریم کی آیت کے متعلق پوچھنے کے لئے آتا اور قرآن کریم کی تفسیر پوچھنے کے لئے آتا یا کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آتا اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھیجتے۔

ابھی تو وہاں اس میں جنگل میں رہتے تھے بدوؤں میں رہتے تھے اور ریگستان میں قبائل کے ساتھ رہتے تھے پھر مکہ مکرمہ آ کر انہوں نے فقہ اور شریعت کے مسائل کو حاصل کرنے اور روایات کو اخذ کرنے کی طرف محنت شروع کی مگر کتنا جلدی اسکو انہوں نے اکٹھا کر لیا۔

فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جہاں ہماری رہائش تھی وہاں میں محدثین سے روایات لیتا تھا اور کہیں سے کوئی ہڈی مل جاتی، چمڑے کا ٹکڑا مل جاتا اس کے اوپر میں روایات لکھ لیتا اور اس کے بعد اپنے گھر جا کر اسکو ایک بڑے مٹکے میں ڈال دیتا، جس طرح ہندستان میں دہی بنانے کے لئے اور گھی بنانے کے لئے اور وہ جس میں سارا دودھ ڈال کر کے دہی، پھر اس سے گھی بنایا جاتا تھا، مکھن بنایا جاتا تھا اس کے لئے بڑے بڑے مٹکے ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں ڈالنا شروع کیا۔ چمڑے پر لکھا ہوا ہے، ہڈیوں پر لکھا ہوا ہے، چھالوں پر لکھا ہوا ہے، اس کو لے آ کر آتا اور اس میں ڈالتا۔

فرماتے ہیں کہ بڑے ڈھیر بن گئے میرا گھر مٹکوں سے بھر گیا، محدثین سے روایات لے کر اس پر میں لکھ لکھ کر اس میں میں ڈال دیا کرتا تھا اور یہ سب کچھ انہوں نے کتنی دیر میں صرف دو تین سال میں مکمل کر لیا۔

فرماتے ہیں کہ جب پندرہ برس کی عمر ہوئی تو سفیان بن عیینہ کے پاس جو شخص بھی قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ '**سل ھذا الغلام**' نام نہیں لیتے اس لڑکے سے پوچھو، ابھی لڑکے ہی ہیں پندرہ برس کے، اتنے بڑے محدث سفیان کہتے کہ تفسیر میں نہیں بتاؤں گا '**سل ھذا الغلام**' اس لڑکے سے پوچھو۔

فرماتے ہیں اسی طرح کوئی فقہ، کوئی شریعت کا مسئلہ پوچھتا، تو ان کے پاس بھیجتے کہ تم ان سے پوچھو '**سل ھذا الغلام**'۔ جب انہوں نے مکہ مکرمہ کے قیام میں وہاں تمام محدثین سے روایات جمع کر لیں اسکے بعد وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دور تھا مدینہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے، آپ کے استاد مسلم ابن خالد زنجی نے مشورہ دیا کہ یہاں تو آپ نے تمام علوم کو اکٹھا کر لیا، ایسی محنت اور ایسی جد جہد کی حق تعالی شانہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

فرق اتنا ہی ہیں کہ آپ دیکھتے ہیں کہ انڈیا میں اور دنیا بھر میں ہر جگہ جو مزدور کام کرتے

ہیں خود آپ لوگ بھی یہاں والے آپ لوگ تو ما شاء اللہ بڑی راحت سے ہیں آپ کے والدین آپ کے دادا نانا یہاں کی فیکٹریوں میں بارہ بارہ گھنٹے بھی کام کرتے رہتے، وہ بارہ بارہ گھنٹے نہیں چوبیس چوبیس گھنٹے اسی میں لگے رہتے تھے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی کام ہے اور کوئی کام نہیں۔

جب یہاں دیکھا مسلم بن خالد زنجی نے، کہ انہیں بڑی طلب ہے اور یہاں کے تمام محدثین سے روایات یہ لے چکے تو مشورہ دیا کہ آپ مدینہ طیبہ امام مالک رحمۃ علیہ کے پاس جائیں، ان کے پاس بہت بڑا احادیث کا ذخیرہ ہے۔ انہوں نے خط لکھ دیا اور یہاں سے جانے کے لئے، آسانی کے لئے، پروانہ اجازت نامہ مکہ کے گورنر سے لکھوایا اور ان کے حوالے کیا، کہ وہاں جا کر پہلے آپ مدینہ منورہ کے گورنر سے ملیں اور یہ مکہ مکرمہ کے گورنر کا خط وہاں کے گورنر کو دے دیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں روانہ ہوا اور وہاں پہنچا۔ سفر کی داستان لمبی ہے کہ کس طرح مدینہ منورہ کا سفر فرمایا، وہاں جب پہنچے اور مدینہ منورہ کے گورنر سے جا کر اپنی داستان بیان کی کہ میں مطلبی ہوں قریشی ہوں اور میرا مقصد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھنا ہے اور اسکے لئے میں یہ مکہ مکرمہ کے گورنر کا خط آپ کے نام لے کر آیا ہوں۔ انہوں نے خط کھولا اور پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ حدیث کے طالب علم ہیں انکی مدد کی جائے، آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس انکو لے جائیں تا کہ وہ انکو پڑھائیں۔

کیسے بزرگ تھے وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ! کہ مدینہ منورہ کے گورنر نے جب خط کھولا تو کہنے لگے کہ آپ مجھ سے ابھی کہیں کہ تم یہاں سے اٹھ کر **'من جوف المدینه الی جوف مکه'** مدینہ منورہ کے بیچ سے لے کر مکہ مکرمہ تک کا سفر کرو **'راجلا حافیا'** کہ ننگے پیر پیدل سفر کرو یہاں سے وہاں تک یہ سفر کر سکتا ہوں، لیکن یہ جو آپ نے خط دیا کہ امام مالک کے یہاں جا کر میری سفارش کرو، یہ میرے لئے وہاں تک جانا مشکل ہے۔ اتنا رعب حق تعالی

شانہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کوعطا فرمایا تھا۔لیکن چونکہ گورنر کا خط تھا، اس لئے کہا کہ وہ خط ہے وہاں سے گورنر کا، اس لئے مجھے آپ کے ساتھ آنا پڑے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے قافلے کے ساتھ چلے، خدام کے ساتھ اور ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچے کسی آدمی کو خادم کو آگے بھیجا،اور اس نے دروازہ بجایا اندر سے باندی آئی اس سے کہا کہ ہم لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے آئے ہیں، باندی اندر گھر میں گئی پھر واپس جواب لے کر آئی، کہ امام فرما رہے ہیں کہ اگر پڑھنا ہے حصولِ روایات کے لئے آئے ہو،تو اس کا وقت حرم شریف کا مسجد کا متعین ہے، وہاں آؤ۔

اور اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو رقعے پر لکھ کر ہمیں دے جاؤ اسکا جواب تمہیں مل جائے گا۔ تب پھر باندی سے کہا گیا کہ یہ تو مدینہ منورہ کے گورنر ہیں اور وہ مکہ مکرمہ کے گورنر کا خط لے کر آئے ہیں جو امام مالک کے ہاتھ میں پہنچانا ہے۔چنانچہ دوبارہ وہ باندی کرسی لے کر آئی، کرسی اس نے رکھ دی، اتنے میں تھوڑی دیر میں پیچھے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور جیسے ہی بیٹھے کہ گورنر نے وہ خط پیش کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھا اور پڑھتے ہی پھینک دیا کرسی کے نیچے، ان کے خط پھینکنے کے ساتھ میں سمجھ گیا کہ یہ جو گورنر نے کہا تھا کہ میرے لئے یہاں سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک کا سفرُ راجلا حافیا ' پیدل اور ننگے پیر آسان ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سفارشی بن کر جانا مشکل ہے۔ ساتھ ہی غصہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی احادیث پڑھنے کا شوق بھی ہے اور اس طرح بادشاہوں کے اوامر اور ان کے خطوط کے ذریعہ اور سفارش کے ذریعہ پڑھنا ہے۔

امام مالک کے غصہ پر گورنر تو چپ رہے مگر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں آگے بڑھا پھر میں نے آگے بڑھ کر کے عرض کیا کہ حضرت! میں نے میرا اپنا تعارف کرایا

کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہوں 'شافع' کی نسل سے ہوں، سائب کی نسل سے ہوں اور سارا تعارف کرایا اور پھر میں نے اپنا مختصر تعارف پیش کیا کہ میں نے وہاں مکہ مکرمہ میں کچھ عرصہ رہ کر وہاں کے فلاں فلاں محدثین سے روایات جمع کی ہیں اور مجھے آگے آپ سے پڑھنے کا شوق ہے۔

کہتے اب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موڈ بالکل یکسر تبدیل ہوگیا اور فرمانے لگے کہ اچھا آپ سمجھ دار معلوم ہوتے ہو آپ سمجھ دار لڑکے معلوم ہوتے ہو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسکو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں زبردست فراست تھی ذکاوت تھی۔ وہ آدمی کو دیکھ لیتے تھے۔اور دیکھتے ہی انہوں نے فیصلہ کیا کہ اچھا پھر ایسا کریں، فرمایا کہ کل فلاں وقت میں حرم پہنچ جانا ہم کسی کو لے آئیں گے 'من یقرء لک' کہ جو تمہارے لئے موطا کی قرأت کرے گا۔

تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت 'انا اقرا' میں خود قراءت کروں گا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر کوئی قرأت نہیں کرسکتا تھا۔ چونکہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ نے یہاں کا ارادہ فرمایا تھا امام مالک کی خدمت میں حاضری کا، فرماتے ہیں کہ وہاں مکہ مکرمہ ہی میں کسی سے کتاب موطا عاریۃ لے لی تھی، اور فرماتے ہیں میں نے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی کتاب سات رات میں حفظ کر لی تھی۔

چنانچہ اگلے دن میں پہنچا، درس کے وقت میں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے جیسا عرض کیا تھا کہ میں قرأت کروں گا اب میں نے انکے احترام میں کتاب اپنے سامنے کھول لی مگر وہ مجھے دیکھ رہے تھے کہ میں کتاب میں دیکھ کر نہیں پڑھ رہا ہوں، حفظ پڑھ رہا ہوں، تو پھر میں پڑھتا تھا پڑھتا رہا پڑھتا رہا لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہاں کا نظام مجھے معلوم نہیں ہے، میں تو پہلی دفعہ پڑھ رہا ہوں، اس لئے میں اٹک جاتا تھا کہ ابھی شاید امام تھک چکے ہوں گے یا ان کا جو معمول ہے کتنے گھنٹے پڑھانے کا، وہ ختم ہو چکا ہوگا تو میں رک جاتا۔

تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'زد ایھا الغلام' پڑھو اور پڑھو اور پڑھو فرماتے ہیں کہ 'انتھیت من الموطا فی ایام یسیرۃ' چند دن میں میں نے موطا ان کے سامنے پڑھ لی، بلکہ موطا کیا پڑھ لی انکی تمام روایات ان سے اخذ کر لیں۔ وہ آئے تو تھے صرف امام مالک سے روایات کے لئے، لیکن مدینہ منورہ کے تمام محدثین سے روایات لیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب فراغت ملتی تو ان کے پاس جاتے اور ان سے احادیث کا ذخیرہ جمع فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ تقریبا نو یا دس برس جب تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہی رہ پڑے۔

**اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا مولانا محمد و بارک وسلم...وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین۔**

## (۹)

**نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد**

**اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**

**کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون۔**

اللہ تبارک وتعالیٰ اس حافظ کو قبول فرمائے، اس کے اقرباء، اساتذہ، مدرسہ کے محسنین منتظمین اور ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ میرے ذہن میں تو یہاں حاضری سے پہلے، یہ پروگرام تھا کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ جس طالب علم کا قرآن ختم ہو رہا ہے اس کے دادا جان حاجی یوسف صاحب بہت شدید بیمار ہیں، سوچا تھا کہ ان کے یہاں عیادت کے لئے حاضری دیں گے مگر اب جو اعلان ہوا ہے، اس سے پتہ چلا کہ وہ اُس عالم میں تشریف لے گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، ہمارے لئے بھی جب یہ مرحلہ آئے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے لئے، ہم سب کے لئے آسان بنائے۔ اور ہمارے لئے مقدر فرمائے کہ یہ قرآن کریم پڑھتے پڑھتے ہم رخصت ہوں۔

قرآن کریم کی حق تعالیٰ شانہٗ تلاوت ہمارے لئے آسان فرمائے بالخصوص ماہِ مبارک آ رہا

ہے، جس طرح اس کی ساعتوں، مبارک ساعتوں کو اہل اللہ نے وصول فرمایا ہمیں بھی اسی طرح وصول کرنے کی توفیق دیں اور ہمیں نفس وشیطان کے مکائد سے بچا کر حق تعالیٰ شانہٗ کمرِ ہمت باندھ کر ان اکابرین کی طرح سے ہر وقت ماہِ مبارک میں تلاوت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوستو! اگر ہم اس طرح کرتے رہیں گے تب جا کر یہ مرحلہ کہ آخری وقت بھی اس کا کلام ہماری زبانوں پر ہو تو یہ ہماری اپنی کوشش اور پابندی کرنے اور پڑھتے رہنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے۔

## حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ

جیسے حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے زندگی کے آخری ایام میں آپ سے قرآن وحدیث کے کلمات سنے گئے۔ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی فرماتے ہیں کہ میں صحن میں تھا اندر جو گفتگو ہو رہی تھی، میں سن رہا تھا حضرت گفتگو فرماتے ہوئے اپنی عادت شریفہ کے خلاف **ترنّم و تغنّم وغِنیٰ** اور قرآن پاک کو جس طرح لہجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے اس طرح ترنّم کے ساتھ پڑھ رہے ہیں '**وكان حقاً علينا نصر المؤمنين**'۔

چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر اس جماعت کی ہر جگہ اللہ کی طرف سے نصرت ہو رہی ہے، اور نصرت بھی ایسی کہ جس طرح آپ اللہ والوں کے واقعات میں سنتے و پڑھتے ہیں اس طرح کے واقعات پیش آئے ہیں۔ جماعت میں عام طور پر کم علم لوگ شامل ہوتے ہیں کوئی ایک آدھ مشکل سے امیر یا جماعت کا کوئی ایک فرد عالم ملتا ہوگا، مگر ان کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کی نصرت کے کتنے عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں۔ تو یہ جو ترنم کے ساتھ آخری لمحات میں پڑھ کر گئے حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ **وكان حقاً علينا نصر المؤمنين** اس کا فیض اب تک جاری ہے۔

## حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ

بنگلہ دیش کی ایک جماعت کوئی پینتیس ۳۵ برس پہلے دارالعلوم آئی تو اس کے امیر تھے ایک حضرت مولانا صاحب، وہ فرمانے لگے ہمیں بیلجیئم (Belgium) میں روکا گیا، امیگریشن (Immigration) والوں نے روک لیا، اب ہم لوگ پریشان ہیں، مصروفِ دعا ہیں سوچ رہے ہیں کہ آگے کیا کیا جائے، مولانا کا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت کا تعلق تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں، باتیں کر رہا ہوں، جس طرح میری آنکھ لگ گئی ہو تو اس طرح میں نے محسوس کیا اور میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ مجھے تسلی دے رہے ہیں کہ کوئی فکر کی بات نہیں ابھی تم نکل جاؤ گے۔ کہاں حضرت ہیں سہارنپور میں یا مدینہ طیبہ میں اور حضرت کا ایک خادم جماعت کے ساتھ کہاں پریشان ہے اسکی اطلاع پہنچ گئی۔ بے شمار حضرت کے اس طرح کے اس قسم کے واقعات، کاش کہ ہم اس وقت جمع کرنے کی کوشش کرتے اور لکھتے۔ اگرچہ بعض دفعہ ان اکابر کو پتہ بھی نہیں ہوتا، اللہ کی طرف سے کسی کی تسلی یا بشارت کا انتظام ہوتا ہے۔

یہیں آپ کے یہاں بھائی رشید صاحب مرحوم زمزم بیکری والوں نے ایک مرتبہ فون کیا (کہ جہاں مولانا شبیر گھاس والا کا مکان ہے اس علاقہ میں وہ مکان تھا) کسی کا نام لیا کہ فلاں کے یہاں جنات کی تکلیف ہے۔ میں آیا، اس وقت اتنی گاڑیاں لوگوں کے پاس نہیں تھیں، فراوانی نہیں تھی، اب تو اللہ نے بہت وسعت دے رکھی ہے۔ اکثر و بیشتر جو سفر ہوتا تھا تو وہ ٹرین (train) سے ہوتا۔ میں مانچسٹر (Manchester) جاتا اور مانچسٹر سے ڈیوزبری (Dewsbury) کی ٹرین لیتا۔

تو میں پہنچا اور عشاء کی نماز کے بعد جنات کے جلانے کا عمل کیا۔ اُس وقت سہارنپور میں، اتنا بڑا شہر ہے پھر بھی وہاں ایک درجن افراد بھی نہ ہوں گے جن کے یہاں ٹیلیفون ہو، ایک

حاجی صاحب تھے، جو وہاں کی تبلیغی جماعت کے امیر تھے بڑے اللہ والے تو ان کے یہاں فون ہوا کرتا تھا اور فون ملانا ہو تو اس میں دو تین دن لگ جاتے تھے۔ آپریٹر (operator) کے ساتھ وقت بُک کیا جائے، پھر اس وقت پر وہاں کا آپریٹر ملے۔ کبھی معذرت کر دیتے تھے کہ لائن نہیں مل سکی، بڑی مشکل سے ٹیلیفون پر بات ہو سکتی تھی۔ اسی لئے اس زمانہ میں سب سے آسان ذریعہ ٹیلیگرام (telegram) ہوا کرتا تھا جانے آنے کی اطلاع کے لئے۔

مگر میں یہاں سے علاج کر کے گیا اور ساتویں آٹھویں دن حضرت کا جو گرامی نامہ مجھے پہنچا، اس میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ ایک ضروری بات تمہیں لکھواتا ہوں کہ جنات کے جلانے یا ان کے نکالنے کا عمل ہرگز نہ کریں اس سے ان سے دشمنی ہو جاتی ہے اور وہ بدلہ لیتے ہیں۔ اب یہ یہاں میں نے جو جرأت کی، اس کی وہاں اطلاع ہوئی اور حضرت وہاں سے تحریر فرما رہے ہیں اور تنبیہ فرما رہے ہیں۔ ایسے بے شمار واقعات ہیں۔

یہ حضرت مولانا اپنی جماعت کے ساتھ پریشان اور حضرت نے انکو فرمایا کہ پریشان نہ ہوں، ابھی تھوڑی دیر میں آپ لوگ نکل جائیں گے۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ جیسے ہی مجھے تیقظ ہوا تو میں نے ساتھیوں کو خوشخبری سنائی اور ابھی سن کر خوش ہو رہے تھے کی اتنے میں افسر آیا اور کہا کہ جاؤ!

آپ کی اس مدینہ مسجد کے، مسجد بننے سے پہلے جو پرانی مسجد ہوا کرتی تھی، مجھے یاد نہیں پڑتا سوائے ایک مرتبہ کے اس مسجد میں میرا کبھی بیان ہوا ہو اس میں بھی اصل بیان حضرت مولانا ابراھیم ڈیسائی صاحب کا ہوا تھا۔ شیخ سبیّل کے پیچھے جمعہ بھی یہاں پڑھا، کئی ایک نکاح میں بھی شرکت ہوئی، نکاح کے موقع پر بیان کے لئے بھی ساتھی اصرار فرماتے رہے لیکن میں نے بیان نہیں کیا تھا۔ جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ یہاں باٹلی بیعت کے لئے تشریف لائے ہیں تو اس پرانی مسجد میں تشریف لائے تھے، مجمع اتنا تھا کہ ساتھیوں نے حضرت کے لئے مسجد کے منبر کے پاس انتظام فرمایا تھا لیکن مجمع اس قدر تھا کہ جب حضرت کو لیکر ہم اندر داخل

ہونے کی کوشش کر رہے تھے تو وہاں جگہ ہی نہیں آگے جانے کی، وہاں بڑا سا پرانی ٹائپ کا دروازہ ہوتا تھا اور دروازہ کے ساتھ جس طرح جوتا پہننے کے لئے کوئی بیٹھک ہوتی ہے وہاں حضرت کو بٹھا دیا، ہم نے دیکھا کہ اندر تو جا نہیں سکتے اور مجمع اس قدر تھا کہ ہٹانا مشکل ہے تو وہیں پر حضرت کو بٹھایا، کسی نے وہاں بیٹھنے کے بعد لفافہ دیا۔ اس میں خواب تحریر تھا، حضرت اتفاقیہ وہاں بیٹھ گئے تھے۔ وہ صاحب لکھ رہے ہیں کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف فرما ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو میں نے ایک دفعہ یہاں سے لکھا کہ میں باٹلی (Batley) حاضر ہوا تھا اور وہاں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی مجلس میں شرکت کے لئے حاضری ہوتی رہتی ہے، اور جہاں کہیں حضرت کا بیان ہوتا ہے تو وہاں بھی روز پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔

چنانچہ آج میں جب پہنچا تو حضرت کا قیام مولانا ایوب صاحب کھولوڈیا کے مکان کی تیسری منزل پر تھا، وہاں پر مجلس ہوتی رہی اور مجلس کے بعد میں نے حضرت سے جب اجازت چاہی واپسی کی، تو حضرت کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت تشریف رکھیں تو فرمایا کہ نہیں، کمرے سے باہر نکلے۔

مجھے پسینہ آرہا تھا کہ حضرت تکلیف فرما رہے ہیں۔ حضرت ایک منزل اترے، دوسری اترے، تیسری اترے۔ میں نے حضرت کو لکھا کہ مجھے بڑی ندامت ہوئی کہ حضرت کار تک، روڈ (road) تک تشریف لائے اور میں نے جس طرح جھوٹی بیان بازی ہوتی ہے، جھوٹی تحریر ہوتی ہے اُس طرح کی تحریر لکھی کہ مجھے تکلیف ہوئی اور افسوس ہوا۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ والوں کی ایسی شفقتوں سے کسی عجب و گھمنڈ میں مبتلاء نہیں ہونا چاہئے۔

اللہ رے! ان اللہ والوں کا تحمل کہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود صرفِ نظر فرما کر شفقت

فرماتے ہیں حالانکہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب، توسط درجات میں تھے جس وقت حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ حضرت مفتی محمود صاحب نوراللہ مرقدہٗ جب دارالعلوم دیوبند میں منتہی طلبہ میں ہوتے تھے اس وقت وہ متوسط کتابیں پڑھا کرتے تھے، مگر یہ کلمات دیکھیں، کتنا اونچا مقام حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا اور واقعی حضرت ایسے ہی تھے۔

میں جب حضرت شیخ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد پہلی مرتبہ حضرت سے ملا، جب حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہٗ باٹلی تشریف لائے ہوئے تھے، میں ابراھیم بھائی کے مکان پر پہنچا، مجلس رہی۔ جب اخیر میں کئی ایک مجالس کے بعد میں نے دارالعلوم واپس جانے کی اجازت چاہی اور حضرت مصافحہ، معانقہ کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے مصافحہ سے پہلے درخواست کی کہ حضرت ہمارے دارالعلوم کی مسجد کی تعمیر کی اجازت کا کام آخری مرحلہ میں ہے، اجازت نہیں مل رہی ہے۔ دارالعلوم میں درس گاہیں اور مسجد کی تعمیر کا جو نقشہ ہے وہ پلان (plan) منظور نہیں ہو رہا، اس کے لئے دعا کی درخواست ہے، حضرت نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور زور سے میرا مونڈھا ہلایا اور یہ شعر پڑھا، حالانکہ حضرت کے یہاں اشعار کا زیادہ دستور نہیں تھا۔ حضرت نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر زور سے ہلا کر کے فرمایا:

گرتے ہیں میداں میں شہسوار ہی      وہ طفل کیا گرے جو گھٹنے کے بَل چلے

دیکھو! کتنی قوت سے حضرت فرما رہے ہیں اور یعنی جس طرح ایک انجکشن دے رہے ہیں پاور (power) طاقت کا۔

یہاں کے آپ کی باٹلی سے اتنی ساری یادیں وابستہ ہیں کہ اس پر کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ اس مسجد کے متعلق، سامنے والے کار پارک (car park) کے ساتھ جو عمارت ہے اس کے

متعلق، اس طرح اس کے بالمقابل سامنے فیکٹری تھی جہاں آپ کا مکتب بنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

## والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ

جس طرح حاجی صاحب تشریف لے گئے، اسی طرح ہم سب کو جانا ہے **کل نفس ذائقة الموت ثمّ الینا ترجعون** ۔ یہ آیت میرے لئے خاص طور پر بڑی یادگار آیت ہے اس اعتبار سے کہ ہمارے والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ مغلوب الحال مجذوب تھے۔ ساری عمر میں کبھی ان سے قرآن پاک کا کوئی ایک کلمہ نہ ہم نے سنا نہ کوئی آیت۔ زندگی بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ ان سے ہم نے قرآن کی آیت سنی اور نہ انہوں نے ہم سے کبھی قرآن سنا۔ وہ بھی ایک مرتبہ سنا وصال سے دو تین گھنٹہ قبل سبق پڑھنے کا حکم فرمایا اسی طرح آیۃ ان سے اس طرح سنی، ہمارے وہاں گاؤں کی مسجد میں میرا اعتکاف تھا وہاں بیت الخلاء کا انتظام نہیں تھا۔

سامنے ہی ہمارا مکان تھا، تو میں استنجاء کے لئے اپنے گھر والد صاحب کے یہاں چلا جایا کرتا تھا۔ رات کو دو بجے میں استنجاء سے فارغ ہو کر جب گھر سے نکل رہا ہوں تو مجھے آواز دے رہے ہیں 'یوسف' 'جی ابّا' میں حاضر ہوا، فرمایا 'بیٹھ' فرمایا کہ 'للہ والے اللہ کی یاد میں، اس کی ملاقات اور رؤیت اور اس کی زیارت اور اس کے دیدار کی تمنا میں ساری عمر رو کر چلے گئے لیکن کسی کو وصال نصیب نہیں ہوا، ہاں! مرنے کے بعد ہر مؤمن کو نصیب ہو جائے گا' اور اس کے بعد آیت پڑھی **کل نفس ذائقة الموت ثمّ الینا ترجعون**۔

کتنی بہترین تفسیر والد صاحب سے معلوم ہوئی کہ **ثمّ الینا ترجعون** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم سب ہمارے پاس لوٹ کر آؤ گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اپنی رؤیت اور اپنی زیارت سے مشرف فرمائے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہی دعا فرماتے تھے **أسئلک لذة النظر الی وجهک والشوق الی لقائک** الٰہی میں تیرے وجہ انور کی زیارت کی

لذت تجھ سے مانگتا ہوں اور تجھ سے ملاقات کی لذت کا خواہش مند ہوں، الٰہی تو میرے لئے مقدر فرما۔

قرآن پاک میں بھی فرمایا گیا **وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ** کہ تروتازہ سرسبز وشاداب وہ چہرے ہونگے کہ جنہیں حق تعالیٰ شانہٗ کی وہاں رؤیت ہوگی۔حق تعالیٰ شانہ ہمارے لئے بھی یہ مقدر فرمائے، اور یہ مقدر ہوگی اس کے کلام کو پڑھتے رہنے سے اور اس کی اطاعت میں لگے رہنے سے۔

## حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ

جیسا میں نے عرض کیا کہ اس کو اتنا پڑھتے رہیں اتنا پڑھتے رہیں کہ مرتے وقت بھی زبان سے اس کا کلام ہی نقل رہا ہو۔ جیسا کہ حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال کے وقت صاحبزادے ہونٹوں کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کررہے ہیں کہ کچھ پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے سنا **وکأی من دابۃ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھو السمیع العلیم** پڑھ رہے ہیں۔اسی طرح جیسے میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ **وکان حقاً علینا نصر المؤمنین**، حضرت مولانا علی میاں صاحب نوراللہ مرقدہٗ 'یٰس' پڑھتے پڑھتے **فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم** پر اوپر پہنچ گئے۔

## حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام ہیں اور جسمانی قوت ختم ہوچکی ہے، بیٹھنے، اُٹھنے، قیام وقعود کی بالکل سکت نہیں، قرآن پڑھنا شروع کیا تو سب نے کہا کہ اس حال میں بھی اتنے اہتمام سے قرآن پاک آپ شروع کر رہے ہیں، تھوڑا آرام فرمالیں تو فرمایا کہ نہیں۔ لاؤ! قرآن پاک شروع کیا، پڑھتے چلے گئے پڑھتے چلے گئے، کتنا پڑھا اس آخری مجلس میں؟ کہتے ہیں کہ پورا قرآن کریم ختم کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی آسان فرمائے، اللہ نے ہمیں صحت دی ہے، قوت دی ہے، وقت دیا ہے، تمام اسباب ہمارے لئے مہیا ہیں۔ ہم نہیں کر سکتے **انا لله و انا اليه راجعون! انا لله وان اليه راجعون** ۔اور یہ حضرات ان کو اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا، یہی ان کی غذا تھی، اسی سے ان کے دل ٹھنڈے ہوتے تھے ورنہ بے چینی، بے قراری رہتی تھی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے پورا قرآن ختم کیا، ختم کرنے کے بعد حدیث میں آیا ہے کہ **الحال و المرتحل** کہ اس کو ختم کر کے منزل نہ کرلو بلکہ اور منزل آگے جاری رکھنے کے لئے **هم المفلحون** تک پڑھو۔ تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پھر الٓمٓ سے پڑھنا شروع کیا مگر **هم المفلحون** تک بھی نہیں رکے بلکہ اور پڑھتے رہے۔ کہتے ہیں کہ بیس آیات تک پڑھتے چلے گئے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے کچھ اور پڑھنا شروع کیا۔

اب تسبیح پڑھ رہے ہیں، گن رہے ہیں اور گنتے ہوئے ہم تو پوروں پر گنتے ہیں اور عربی میں انگلیاں بند کی جاتی ہیں جو مسنون گننے کا طریقہ ہے، اس میں چار تک انہوں نے گن کر اس طرح انگلیاں بند کرلیں اور اس کے بعد پھر سب دیکھ رہے ہیں کہ چار انگلیاں بند کیں اور ابھی کچھ توقف فرمایا اور اس کے بعد پھر اس طرح پوری آنکھیں کھول کر دیکھا اور زور سے فرمایا **بسم الله الرحمٰن الرحيم** ! اتنا کہنا تھا کہ روح پرواز کر گئی۔ کہا ہوگا اس فرشتہ کو، جو اجازت مانگ رہا ہوگا، کہہ دیا **بسم الله** کرو، **بسم الله الرحمٰن الرحيم** کے ساتھ پہنچ گئے۔

اب جس طرح جبڑا باندھتے ہیں، آنکھیں بند کرتے ہیں تو آنکھیں بند نہیں ہوتیں، کھلی ہوئی ہیں۔ تختہ پر غسل کے لئے لٹایا گیا تو اس وقت کان میں روئی رکھ دو اور ناک میں رکھ دو، پانی نہ جائے۔ انہوں نے سوچا ہوگا کہ پانی ڈال رہے ہیں آنکھیں ذرا ہاتھ سے بند کر دیں تو جیسے ہی وہ بند کرنے لگے تو جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین متحیّر کہ اب کیا کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا ہے یہ عامۃ

المسلمین کے غسل کی طرح ہم آپ کو غسل دیں یا کس طرح دیں، اب وہ پریشان ! کہ اتنے میں کونے میں سے آواز آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کپڑوں میں غسل دیا جائے۔

ایسے ہی حضرت جنید بغدادی کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، تو غسل دینے والے پانی ڈالتے ہوئے بند کرنے کی کوشش کررہے ہیں، تو غیب سے آواز آئی۔ کہا گیا کہ یہ بند نہیں ہونگیں آنکھیں! جس کی زیارت کے لئے کھلی ہیں اب کھلی ہی رہینگی۔ **اسئلک لذة النظر الی وجھک**۔ کیا ان کو لذت آتی ہوگی۔ یہ مؤمن، کافر ہر ایک کی آنکھیں پوری کھل جاتیں، زندگی میں جتنی وہ کبھی کھولتا نہیں تھا۔ وہاں کا منظر وہ دیکھتے ہیں مؤمن کے لئے فرشتوں کی قطار جنت کی نعمتیں لے کر وہ آتے ہیں، وہاں کی نعمتیں دکھاتے ہیں اس کو دیکھنے کے لئے کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں شامل فرمائے۔اور جو معذّب ہوتے ہیں کفار، تو وہ بھی کھول دیتے ہیں جب وہ وہاں کے بھیانک عذاب کو دیکھتے ہیں ڈر کے مارے بند نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اب آگے غسل دے رہے ہیں تو اب انگلیاں اس طرح مڑی ہوئی ہیں، انہوں نے اس طرح کھولنے کی کوشش کی تو پھر دوسری مرتبہ آواز آئی۔ میں نے کہیں یہ قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے آخری ایام میں وہاں مدرسہ علوم شرعیہ میں عجیب وغریب واقعات پیش آئے کہ حضرت نے استنجاء سے فراغت کا تقاضا فرمایا تو پیشاب دانی لے کر مولانا نجیب اللہ کھڑے ہوئے، اتنے میں زور کی آسمان سے آواز آئی، میں بھاگا ہوا دروازہ پر پہنچا، اب دروازہ سے باہر جا کر مدرسہ علوم شرعیہ کے مین گیٹ پر جا کر وہاں سے بابِ جبرئیل تک میں دیکھ رہا ہوں کہ نہ کوئی انسان ہے نہ کوئی آدم زاد۔ میں پریشان کہ یہ آواز کیسی تھی، اتنی زبردست آواز ! پھر مولوی نجیب اللہ صاحب حضرت کے استنجا سے فارغ ہوکر نکلے تو مجھے گھبرا کر کہنے لگے کہ یہ کیا آواز تھی ! اوپر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے گھر میں سے اماں جان اوپر تھیں تو وہ پریشان ہوگئیں کہ یہ کیا آواز ؟!۔

## حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے، رات کا وقت ہے، طلباء محوخواب ہیں سوئے ہوئے ہیں، وہاں نودرہ میں ہاتف غیبی نے ایک آواز دی اور فرمایا کہ مولانا انور شاہ صاحب کا ادھر آخری وقت ہے اور آپ لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ یہ آواز اتنے زور کی تھی کہ سب اپنے کمروں سے نکل کر باہر آ گئے۔

شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ اپنے کمرے سے باہر نکل کر قاری صاحب، قاری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ قاری صاحب یہ آواز تم نے سنی، تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا وصال ہوگیا۔ اس طرح یہ آواز آرہی ہے وہ انگلیاں کھولنے کی کوشش کررہے ہیں اور آواز آئی، کہا گیا کہ ان کی انگلیاں اسی طرح رہنے دو ! ہمارے پاس وہ پہنچیں گے ہم کھولیں گے، مصافحہ پر کھلیں گی۔

## حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے اور آخری وقت میں جیسے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری آنکھیں کھول دیں، دیکھ رہے ہیں، مسلسل دیکھ رہے ہیں۔ ادھر ابوعلی رودباری، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی طرح سے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی نے آخری وقت فرمایا کہ اوہو! دیکھو یہ بہشت ہے، یہ بہشت ہے، یہ رسول اللہ ہیں۔

حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جنت ہے، یہ جنت کی نعمتیں ہیں اور یہ مجھے کہا جارہا ہے کہ ہم نے آپ کے لئے یہ جنت تجویز کی ہے، آپ کو یہ مرتبہ ملے گا، یہ مرتبہ بھی ملے گا اور یہ مرتبہ بھی، ہمیں مراتب گنوائے جارہے ہیں اور کہا جارہا ہے کہ ہم اس مرتبہ پر آپ کو فائز فرمائیں گے جس کو آپ نے کبھی سوچا تک بھی نہیں، آپ کو جس کا وہم

وگمان بھی نہیں تھا، ہم آپ کو یہ مرتبہ بھی عطا فرمائیں گے۔

یہ حاضرین کو سنا کر کے حضرت ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بچوں کو کبھی ناراض ہو جائیں، ضد پر آجائیں تو جو چیز بھی پیش کریں کہ بھائی چلو یہ بسکٹ اس کو بہت پسند ہیں آپ نے اسکو پکڑوا دیئے، اسکو غصہ میں، وہ پھینک ماریں گے، سویٹ (sweet) پسند ہے وہ دی تو اس کو پھینک ماریں گے، چلو چابی سے کھیلتا تھا تو کہیں کسی کو چوٹ لگے اس طرح پھینکیں گے، فون ہے بہت کھیلتا تھا وہ پیش کریں گے، تو وہ کہیں فرش پر ٹوٹے اس طرح پھینک ماریں گے، ان کے ناز ونخرے اسطرح کہ کوئی چیز ہمیں نہیں چاہیئے۔

تو یہ سب سنا کر کے ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مجھے کہا جا رہا ہے کہ یہ جنت ہے، یہ مراتب ہیں اور ہم نے آپ کے لئے یہ مراتب تجویز کئے ہیں اور اس میں اتنا اونچا مرتبہ تجویز کیا ہے جس کو آپ نے کبھی سوچا تک بھی نہیں۔ پھر آگے حاضرین کو سناتے ہیں۔ لیکن میرے دل میں یہ آ رہا ہے کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ میں ان نعمتوں کو، اور اس جنت کو ایک نظر بھر کر دیکھوں بھی نہیں۔

اب بزرگوں کے واقعات میں جہاں کہیں ایسے واقعات ہم سناتے ہیں جیسے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

؎ نہ دنیا دوست می دارم نہ عقبیٰ را خریدارم　　مرا چیز نمی باید بجز دیدار یاللہ

وہ کہتے ہیں کہ الٰہی مجھے نہ دنیا چاہیئے نہ جنت چاہیئے نہ وہاں کی نعمتیں چاہیئے مجھے تو تو چاہیئے۔

اسی طرح شیخ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک نظر بھی ان کو نہیں دیکھوں گا۔ یہ جنتی نعمتیں سامنے کی جا رہی ہیں۔ آگے پھر اس کی دلیل دی اور فرماتے ہیں کہ ساری عمر روتے روتے گذاری جیسا کہ والد صاحب نے فرمایا کہ سارے اللہ والے روتے

روتے اس جہاں سے گئے، اس جہاں میں ساری عمر روتے رہے اور چلے گئے، وصالِ خدا ان کے لئے مقدر نہ ہوسکا۔ ساری عمر روتے روتے تیرے انتظار میں گزاری، اب آخری وقت میں یہ چیزیں دی جا رہی ہیں، اس سے ہمیں تسلی دی جا رہی ہے اور یہ چیزیں ہمیں دی جا رہی ہیں پھر اگر میں انکو قبول کرلوں تو میں ان کو قبول کر کے اس رشوت کو قبول کر کے لوٹ جاؤں۔ اس کو رشوت قرار دیا!

اور پھر جلال میں آ کر خطاب کر کے، اس خدا سے براہ راست ہوٹ لائن (hotline) جو ان کی ہوگی، کہتے ہیں الٰہی مجھے تو یہ کچھ نہیں چاہیئے، مجھے تو صرف تو چاہیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات پاک سے تعلق، ذات خداوندی سے تعلق ہمیں بھی ایسا نصیب فرمائے کہ ہم اسی کے طالب ہوں، اسی کی ذات میں محو ہوں۔ دوستو! یہ مرحلہ اب ان حضرات کے لئے کتنا آسان ہوگا جو اس طرح نخرے کر رہے ہوں۔

## حضرت عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے۔ آخری وقت میں چاروں طرف مجمع مشایخ کا بیٹھا ہوا ہے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک دم اچانک کوئی رجل غیبی پہنچ گئے، جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر کے خلیفہ حضرت عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر میں تشریف رکھتے ہیں، وہ تمام گھر والوں نے دیکھا کہ اب لکھنؤ ہے، اُس زمانہ کا لکھنؤ، اِس وقت کچھ نہ کچھ دنیا متغیر ہوگئی تو جلدی کوئی پہنچ بھی سکتا ہے، کہتے ہیں کہ یمنی لباس میں دو عرب داخل ہوئے اور انہوں نے عربی میں قصیدہ پڑھنا شروع کیا، حضرت عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنتے جاتے اور روتے جاتے لوٹتے رہے، تڑپتے رہے اور اسی میں جان مالک کو سونپ دی اسی میں روح پرواز کر گئی۔

## حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سب مجمع بیٹھا ہوا ہے اور وہ سب دیکھ رہے ہیں کہ ایک دم کوئی شخص نمودار ہوا اور اس نے ریشم پر لکھی ہوئی ایک تحریر پیش کی، حضرت نے اس کو لیا، پڑھا، روتے رہے، آنکھوں پر رکھا، چومتے رہے، دل پر رکھا اور اس کے ساتھ روح پرواز کر گئی۔ کتنے اعزاز کے ساتھ بلاوا؟ کتنے اعزاز کے ساتھ۔

اب کہتے ہیں کہ حضرت کے جنازہ کو لے کر جب نکلے ہیں کہ جلد جنازہ لے چلو کہ جا کر نماز پڑھتے ہیں۔

جیسا مولانا انور شاہ صاحب کی وفات پر ایک زور کی آواز آسمان سے نو درہ میں سارے دیو بند میں سنی گئی، جیسے علوم شرعیہ میں حضرت کے لئے آسمان سے ہاتف آواز دے رہا ہے، اسی طرح مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے لئے صفیں ابھی بن رہی ہیں، ابھی امام صاحب نے کوئی تکبیر کہی ہوگی نہیں کہی ہوگی، ان کی نماز ہوئی نہیں ہوئی اتنے میں زور سے آواز آئی کہ بھگدڑ مچ گئی۔

لوگ اپنی جان کی فکر میں مصروف ہو گئے کہ بھائی یہ کیا ہو گیا؟ مجمع کو اس میں مشغول کر دیا گیا، اب سارا مجمع دیکھ رہا ہے جیسے مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت وہ تحریر جو پیش کی جا رہی ہے ریشمی رومال پر لکھی ہوئی۔

جیسے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عائشہ! یہ جو میں نے تجھ سے عقد کیا تو جبرئیل امین نے ایک دفعہ ہتھیلی پر تیری تصویر بتلائی تھی کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہے عائشہ۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ریشم کے ٹکڑے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر جبرئیل امین نے بتلائی تھی۔

حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کی صفیں بنی ہوئی ہیں اور زور کی آواز ہوئی، وہ

اپنی فکر میں سب مصروف ہوئے اور اس کے ساتھ ہی وہ کیا دیکھ رہے ہیں کہ جنازہ کی جگہ لوگوں کے ہٹنے کی وجہ سے خالی ہوئی تو وہاں قطار اتر رہی ہے آسمان سے اور آپ کی نماز جنازہ وہ اوپر سے اترنے والے پڑھ رہے ہیں۔ ہمارے اکابرین کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسی کیسی کرامات عطا فرمائیں، کیسی کیسی دنیا کو بتانے کے لئے ان کی خوبیاں ظاہر کی گئیں کہ کس درجہ کے انسان تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسے کیسے واقعات دنیا کو دیکھائے۔

## حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ جا رہا ہے۔ جنازہ جا رہا تھا تو وہاں راستہ میں یہودیوں کا معبد تھا سینا گوگ (synagogue) وہاں سے جنازہ گزرا، ان کا ربائی (rabbi) دوڑتا ہوا جنازہ کے پاس پہنچا اور جنازہ کو پکڑ لیا اور وہ کہتا ہے جنازہ اُٹھانے والوں سے، کہ دیکھو دیکھو! پوچھا کیا دیکھیں؟ جنازہ ہے ہم اُٹھا کر، سب اُٹھائے ہوئے لے کر جا رہے ہیں۔ پھر وہ سمجھ گیا اور کہنے لگا 'اَرَیٰ مَـالَا تَرَون ' کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمان سے قطاریں لگی ہوئی ہیں فرشتوں کی جنازہ کے ساتھ، ان ملائکہ کو دیکھو۔ اسی کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

حق تعالیٰ شانہٗ ان اکابر اولیاء اللہ کے حالات کو پڑھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی یاد اپنے دل میں ہر وقت بسانے کی کوشش کرتے رہے، کتنے طریقوں سے ہمیں سکھاتے رہے کہ تم مراقبہ موت کیا کرو، مراقبہ معیت کیا کرو۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ **ان اللہ معنا وھو معکم این ما کنتم** ان آیتوں کو سوچ کر مراقبہ موت کیا کرو اور مراقبہ معیت کیا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے جسم میں کیا کیا نعمتیں رکھی ہیں؟ ایک ایک نعمت کو تم گھنٹوں سوچ سکتے ہو! تو یہ قسمہا قسم کے راستے اور علاج ہمارے لئے تجویز فرمائے تا کہ ہم کچھ تو آگے بڑھیں لیکن ہم ہیں کہ ہمیں فرصت نہیں، نہ ان کی سوانح عمری پڑھنے کی، نہ ان

کے حالات معلوم کرنے کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی ذات عالی کی طرف متوجہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ فلاں بزرگ کے جنازے میں شرکت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ کا تعلق جوان حضرات کے لئے مقدر تھا ہمیں بھی وہ عطا فرمائے۔

ابھی درود شریف پڑھ کر دعا کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حاجی صاحب کے درجات بلند فرمائے، اس بچے نے قرآن کریم حفظ ختم کیا اس طرح اللہ تعالیٰ ہر گھر میں سے حفاظ پیدا کرے اور جس طرح صحت کے ساتھ اس بچہ نے پڑھا ہے اس طرح صحت کے ساتھ ہم سب کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

**اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا مولانا محمد و بارک وسلم...وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔**

# (۱۰)

## نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد

حفظ قرآن کی تکمیل پر، اس بچے کو اور اس کے والدین اور خاندان، اساتذہ اور مسجد کی انتظامیہ سب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ آخری دم تک اس نعمت کو اسکے سینے میں محفوظ رکھے، قرآنی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالی اس نعمت کو، مسلمانوں کے ہر خاندان میں، ہر گھر میں عام فرمائے، اللہ تعالی قرآن کریم سے محبت دے، اسکی تلاوت ہمارے لئے آسان فرمائے۔

یہ جیسا کہ آپ نے ابھی سنا، کہ والدین کے لئے، خاندان کے دس افراد کے لئے، جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہوگی ان کے لئے یہ حافظ شفاعت کرے گا اور ان کی شفاعت حق تعالی شانہٗ قبول فرمائیں گے۔ بالخصوص والدین کے متعلق آپ نے سنا، بتایا گیا کہ ان کا اہل محشر کے سامنے بہت بڑا اعزاز ہو گا۔ ساری دنیا دیکھے گی کہ ان کے سروں پر تاج رکھے جائیں گے، کمر میں حق تعالی شانہٗ کی طرف سے پٹکے پہنائے جائیں گے، اور یہ والدین کے ساتھ جب یہ اعزاز ہے اور یہ انعامات ہیں، تو خود حافظ کے لئے کتنا بڑا اعزاز ہوگا، حق تعالی

شانہٗ کی طرف سے کتنی ساری نعمتیں اسکو عطا کی جائیں گی۔

اور مولانا نے ابھی عصر کے بعد جو دعا کی، اس میں خاص طور پر قرآن کریم کی دعا **رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا** وہ اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ وہ **رب الارباب** ہے مجازی طور پر جتنے تربیت میں حصہ لینے والے ہیں، انکی طرف تربیت کی نسبت کی گئی لیکن حقیقی رب تو وہ ایک ہی ذات ہے۔ فرعون اللہ کا منکر نہیں تھا جیسا کہ نمرود منکر تھا، نمرود تو خدا کے وجود کا ہی قائل نہیں تھا اسی لئے ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام دلائل سے اسے قائل کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ ایک دلیل دوسری دلیل اخیر میں فَبُھِتَ الَّذِی کَفَرَ۔

## فرعون

فرعون رب کے وجود کا قائل تھا اور رب بھی مانتا تھا مگر اسکے ذہن میں یہ تھا کہ خدا تو ان کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا اور اب یہ میرے ماتحت ہیں، میں چاہوں تو انہیں کھانا پینا دوں، چاہوں تو ان کے گھروں میں رہنے کی اجازت دوں اور آزادی دوں، چاہوں تو جیلوں میں رکھوں، میں چاہوں تو ان کا خاتمہ کر دوں، ان کو قتل کر دوں۔ تو یہ وہم اور یہ جنون اس پر یہاں تک سوار ہو گیا کہ وہ سچ مچ اپنے متعلق کہنے لگا 'انا **ربکم الاعلی**' کہ ربِ اعلیٰ تو میں ہوں۔

## حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام

جتنے تربیت کے نظام ہیں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے۔ اسکی وجہ سے اسے مغالطہ نہیں ہوا، بلکہ لوگوں کو اسکی وجہ سے اس نے دھوکا دینے کی کوشش کی، ورنہ وہ جو حقیقی رب ہے وہ تو کیسے تربیت کرتا ہے اس کی مثال حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی تربیت ہے کہ فرعون جس وقت اسے پتہ چلا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص پیدا ہو گا اور اسکے ہاتھوں تمہاری سلطنت چھن جائے گی تو اس نے پروگرام بنالیا کہ جو لڑکا پیدا ہو، اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ معلوم، کہ ایک بچے کو پیدا ہونے کے

بعد ماں سمندر کے حوالے کرتی ہے تو اسی طرح کا ایک دوسرا بچہ، اسکی ماں فرعون کے قتل کے خوف سے اسے غار کے حوالہ کرتی ہے، جنگل میں بیابان میں ایک غار میں لے جا کر چھوڑ کر آ جاتی ہے۔

ادھر حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اس بچے کے بارے میں انتظام ہوتا ہے کہ جبرئیل امین اسکی تربیت پر مأمور ہوتے ہیں اور جبرئیل امین غار میں پہنچتے ہیں اور بچہ کی تربیت براہ راست حضرت جبرئیل کے ہاتھوں ہو رہی ہے اور ادھر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی تربیت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ فرعون کا محل تجویز فرماتے ہیں اور وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت ہوتی ہے۔

ادھر دشمن خدا فرعون خود تربیت کر رہا ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی، اور ادھر غار میں جس بچے کو ماں چھوڑ کر آئی، تو اسکی تربیت حضرت جبرئیل امین فرما رہے ہیں، مگر دیکھئے نتیجہ دونوں کا کتنا مختلف **فموسیٰ الذی رباہ جبرئیل کافرُ وموسیٰ الذی رباہ فرعون مُرسَلُ** ادھر جبرئیل امین کے ہاتھوں جس بچہ کی تربیت ہوتی ہے وہ کفر پر مرتا ہے، اور فرعون دشمن خدا کے ہاتھوں جس کی تربیت ہوتی ہے اسے رسول اللہ کا درجہ ملتا ہے، اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی تربیت کے انتظامات ہیں۔

امام صاحب نے ابھی **رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا** جو آیت پڑھی اس سے ذہن اس طرف گیا کہ اللہ کس طرح تربیت کا انتظام فرماتے ہیں، نہ صرف انسانوں میں بلکہ آپ چرند، پرند، جانور ہر جگہ آپ دیکھیں گے تو حیران ہو جائیں گے کہ کیسے کس طریقہ سے کس کس جگہ پر حق تعالیٰ شانہٗ کی تربیت کا انتظام چلتا ہے۔

لکھا ہے کہ شام یا عراق میں کسی وقت ایک زبردست طاعون (plague) پھیلا اور اس پلیگ (plague) اور طاعون کے نتیجے میں ایک ساتھ سارے کے سارے خاندان رخصت

ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ درس میں فرمایا کرتے تھے درس بخاری میں، کہ فلاں سال میں جو یہاں اس طرح کا ایک پلیگ شروع ہوا تھا سہارنپور میں، تو فرماتے تھے کہ کتب خانے کی کھڑکی سے آواز آتی رہتی تھی، کہ کیا ہندو کیا مسلمان روز سینکڑوں کی تعداد میں انکے جنازے یہاں جا رہے ہیں۔ وہاں یہ طاعون پھیلا، خود صحابہ کرام کے دور میں بھی، طاعون عمواس، بہت زبردست طاعون، شام میں پھیلا جس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے۔ اس طاعون عمواس میں پینتیس ہزار اموات ہوئیں۔

اسی طرح کا بہت بڑا طاعون پھیلا تھا شام یا عراق میں۔ وہ اتنا خطرناک کہ کسی میت کی تجہیز و تکفین کے لئے بھی منتظم باقی نہیں رہے، تو کیا کر دیا جاتا تھا کہ جہاں دیکھا کہ اموات ہوئیں جو زندہ ہیں ان کو وہاں سے نکال لیتے تھے اور جتنے لوگ مر گئے ان سب کو مکان کے دروازے بند کر کے وہاں ہی چھوڑ دیتے تھے کہ بعد میں جب یہ طاعون ختم ہوگا لوگ صحت یاب ہوں گے، اس وقت پھر انکی تدفین کا ہم انتظام کریں گے۔

اس طرح کا قصہ انہوں نے ایک جگہ گھر والوں کا دیکھا کہ یہ تو سارا خاندان ختم ہو گیا، باپ یہاں پڑا ہوا ہے اور اسکی بیوی یہاں پڑی ہوئی ہے، بچے سب اُدھر ہیں تمام کنبہ قبیلہ سارا ختم، انہوں نے دیکھا کہ اس گھر میں اب کوئی زندہ نہیں ہے، انہوں نے دروازہ باہر سے مقفل کر دیا اور سب لوگ چلے گئے۔ جب حالات کچھ بہتر ہوئے اور تجہیز و تکفین کا انتظام انہوں نے شروع کیا، تمام گھروں کو کھولتے تھے اور تکفین تدفین کرتے چلے جاتے تھے۔

لکھا ہے جب ایک گھر کا دروازہ انہوں نے کھولا اور اموات کو اُٹھا رہے تھے تو انھیں بڑا تعجب ہوا کہ ایک بچہ کھیل رہا ہے، وہ سب حیران ہوگئے کہ اتنے دن ہوگئے اور یہ گھر باہر سے بند ہے، نہ کوئی یہاں آ سکتا ہے نہ یہاں کوئی زندہ انسان موجود ہے، یہ بچہ یہاں کیسے زندہ! اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کونے میں، ایک کتیا ہے جس نے بچے دے رکھے ہیں۔ تو

بچہ ان انسانوں کو دیکھ کر کے بھاگ کر اس کتیا کے پاس چلا گیا اور اس کتیا کا دودھ پینے لگا، اس بچے کو زندہ رکھنا تھا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اسے اسکی طاعون سے بھی حفاظت فرمائی، اور تربیت کا کیسا زبردست انتظام! کہ ماں کی جگہ کتیا کا پیار اُسے دے دیا۔

پہلے بھی میں بارہا اس موضوع پر کہتا رہتا ہوں کہ یہ جتنی بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی مخلوق ہے چرند، پرند انہیں بے عقل نہ سمجھو جس طرح حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں **یاایھا النمل ادخلوا** چیونٹی کی گفتگو انہوں نے سنی، اسکو قرآن پاک میں نقل کیا گیا۔ کہ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، ہر مخلوق اپنے مالک کو جانتی ہے، مالک کو جو محبوب ہیں انہیں جانتی ہے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کبھی کبھی انسانوں کو جتانے کے لئے بتانے کے لئے ایسے واقعات ظہور پذیر فرماتے ہیں کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ یہ عقل و دانش اللہ نے صرف ہمیں دی ہے، بلکہ یہ ہم سے زیادہ عقل مند ہیں۔

ہر باب میں انکے آپ کارنامے دیکھیں، اپنی رہائش کے بارے میں مثلاً آپ اگر صرف شہد کی مکھی پر ریسرچ شروع کریں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ کس طرح ایک مسدس قسم کے خاص قسم کے گھر لاکھوں، ملینوں کی تعداد میں وہ بناتی ہیں اور کتنا زبردست انکا انتظام ہے۔ تو جیسے یہ کتیا کے ذریعے بچہ کی تربیت ہے۔

خود ان کا آپس کا نظام بھی اس طرح زبردست ہے۔ مجال ہے کہ ایک مرغی ہے اسکے بچوں کو کوئی ستائے۔ جو ہندوستان پاکستان سے یہاں آئے ہیں وہاں انہوں نے مرغیاں بھی پالی ہونگی، دیکھی ہوں گی کہ کس طرح وہ اپنے بچوں کی وہ حفاظت کرتی ہیں۔

ہم دیکھتے بھی تھے بچپن میں کہ جو مرغ ہوتا ہے سب سے بڑا جو مرغ ہوگا، وہ اپنی ذمہ داری سمجھے گا کہ ان سب کو کھلانا پلانا میری ذمہ داری ہے کہ میں پہلے نہ کھاؤں پہلے ان کو کھلاؤں۔ یہ آپ دیکھیں گے کہ جو بڑا مرغ ہوگا وہ دور سے کوئی چیز منہ میں اٹھا کر چونچ میں اٹھا کر لے کر آئے گا اور سب کے بیچ میں اسکو توڑنا شروع کرے گا، اور جب سب کھا چکیں

گے تو اسکے بعد وہ کھائے گا جب تک پیٹ بھر کر یہ بچے اور مرغیاں نہ کھالیں وہاں تک وہ کھانا شروع نہیں کرے گا۔

## ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

ابن قیم نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے ان جانوروں پر مضمون لکھا اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک مرغ اپنی جماعت کو کھلانے سے پہلے کیوں کھا رہا ہے تو میں اس کو دیکھتا رہا کہ الگ سے اس نے جو چیز ملی وہ نگل لی، چونچ میں لی اور کھالی۔ میں نے اسکے مالک کے بارے میں پوچھا کہ بھائی یہ جو یہاں مرغ اور مرغیاں ہیں یہ کس کی ہیں؟ بتایا گیا فلاں گھر کی ہیں تو اس گھر میں میں پہنچا۔

بچپن میں ہمارے یہاں بھی اسکا انتظام تھا تو میں کبھی راندیر سے پہنچتا تو ہمارے گھر میں اور کوئی نہیں تھا ہماری خالہ مرحومہ تھیں، وہ کہتی بہت دنوں سے ہمارا مرغ کہیں چلا گیا ہے واپس نہیں آیا، تو پھر میں اسکو ڈھونڈنے کے لئے نکلتا۔ کئی دفعہ وہ مل جاتا، سب پہنچانتے تھے کہ یہ فلاں کا ہے۔

اسی طرح انہوں نے پوچھا یہ کس کا مرغ ہے؟ بتایا گیا فلاں کا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک چیز دیکھی جو دوسرے مرغ ہیں جو بڑے ہوتے ہیں تو وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور وہ توڑ کر سب کو کھلاتے ہیں، لیکن اسکو میں دیکھ رہا ہوں خود کھالیتا ہے۔ اسکی کیا وجہ؟ انہوں نے بتایا کہ یہ جس طرح آپ نے بتایا دیکھا اور آپ کے ذہن میں ہے وہ بالکل صحیح ہے، لیکن یہ اس وقت تک ہے جب تک یہ خود دوسروں کو کھلانے کی قدرت رکھتا ہو ورنہ جب یہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو پھر اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس طرح یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو یہ خود اپنا پیٹ بھرتا ہے۔

ابن قیم نے ایک پرندوں کا قصہ لکھا، چھوٹی چھوٹی چڑیاں ہیں 'الم تر کیف فعل

**ربک باصحاب الفیل** ' کہ وہاں وہ جو کعبہ شریف پر کہ آپ دیکھ رہے ہیں چھوٹی چھوٹی
چڑیاں اڑتی رہتی ہیں۔ تو ایسے جھنڈ کے جھنڈ اصحاب الفیل پر بھیجے گئے تھے۔ اسی طرح کا
انہوں نے ایک قصہ لکھا ابن قیم نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابن الاعرابی نے ایک قصہ لکھا ہے کہ
میں فلاں جگہ بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا کہ چڑیا کا گھونسلا ہے، سانپ وہاں گیا اور اس نے اس میں
جو چڑیا کے انڈے تھے وہ نگل لئے، تھوڑی دیر میں میں کیا دیکھتا ہوں پرندوں کا ایک جھنڈ
آ گیا۔

وطن میں گھروں میں کبوتر وغیرہ پالتے تھے تو وہاں سانپ بہت آتے تھے بچپن میں وہ ہم
دیکھتے تھے اڑوس پڑوس میں جنکے یہاں پرندوں کے گھونسلے ہوتے تو انڈوں کی وجہ سے سانپ
وہاں پہنچ جاتا تھا۔

ابن الاعرابی فرماتے ہیں، کہ میں دیکھتا رہا کہ سانپ نے جیسے ہی اسکا انڈہ نگل لیا کہ
تھوڑی دیر گزری کہ دو چار چڑیاں جمع ہوئیں، پھر پانچ دس جمع ہوئیں، پھر پورا جھنڈ جمع ہو گیا
اور سانپ کو چاروں طرف سے حلقہ بنا کر گھیر لیا اور گھیر کر اوپر اڑتی رہیں اور وہ سانپ بھی
ناگ سانپ ہو گا تو کھڑا ہو کر کے غصہ دکھا رہا ہے، تو وہ اور زیادہ نزدیک آ کر اس کو ستانے
لگیں۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک ستایا کہ ایک دفعہ سانپ نے اپنا زہر پھینکنے کے لئے منہ کھولا تو
ایک چڑیا نے جیسے ہی اسنے منہ کھولا کہ سیدھا اس کے منہ میں ایک تنکا پھینک دیا، وہ تنکا اس
کے منہ میں پہونچا کہ کانٹا ہے اب منہ بند نہیں ہو سکتا۔ وہ سانپ مر گیا، کس طرح انتقام لیا۔
حق تعالیٰ شانہٗ نے جو تربیت ان جانوروں کے ذمہ رکھی ہے اپنے بچوں کی، اور ان کی حفاظت
کی، ان کو کھلانے پلانے، تحفظ کی، ہر چیز کا زبردست ان کا انتظام ہے!

میں زامبیا کئی سال پہلے جب ایک دفعہ گیا، تو ہمارے پھوپھی زاد بھائی اور سارا خاندان
پانچ چھ گاڑیاں لے کر جنگل گئے جہاں کھلے عام ہاتھی سے لے کر شیر تک تمام قسم کے جانور
وہاں کھلے پھرتے ہیں۔ وہاں جنگل میں مہمانوں کو سیر کے لئے لے جاتے ہیں، ہم لوگ وہاں

جب ایک جگہ پہونچے تو ہمارے پھوپھی زاد بھائی مجھ سے کہنے لگے۔ انہوں نے گاڑی روکی اور مجھ سے کہنے لگے وہ جو درخت سامنے نظر آتا ہے تو اسکی اور اس جگہ کی بڑی تاریخ ہے ہمارے ساتھ۔

جس طرح ہم آپ کو لے کر آئے ہیں تو فلاں مہمان کو لے کر ہم یہاں پہونچے تھے اور وہ بارش کا موسم تھا، تو ہماری گاڑی جب یہاں اس جگہ پہونچی ہے تو اس درخت کے پاس سے ایک ہرن کودتا ہوا چھلانگ لگاتا ہوا یہاں پہونچا ہماری گاڑی کے بالکل سامنے۔ حالانکہ گاڑی چل رہی ہے آہستہ آہستہ، اور جانور دیکھنے کے لئے تیز نہیں چلاتے تاکہ اچھی طرح دیکھ سکیں کہ فلاں اس طرف شیر بیٹھا ہے اس طرف چھپا ہوا ہے، فلاں جانور اس طرف ہے۔ آہستہ آہستہ گاڑی چل رہی تھی تو وہ ہرنی سامنے آ کر کھڑی ہوگئی اور پھر تھوڑی دیر کے لئے ہٹتی، پھر سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی پھر جس طرح جانور رقص کرتے ہیں کودتے ہیں اس طرح تھوڑی دیر کرتی رہی، پھر وہ پانچ قدم دور جاتی پھر واپس آ جاتی۔ پھر سات قدم جاتی واپس آ جاتی، پھر دس قدم جاتی واپس آ جاتی۔ کہتے ہیں ہم سب لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ ہمیں کچھ سمجھانا چاہتی ہے اور کچھ کہنا چاہتی ہے۔

کہتے ہیں ہم ٹھہر گئے، دیکھتے رہے کہ کیا تماشا یہ دیکھاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بار بار وہ درخت کے پاس جاتی ہے پھر یہاں واپس آجاتی ہے کہ کہیں یہ گاڑی والے چلے نہ جائیں آگے۔ کہتے ہیں پھر ہم نے وہاں کیچڑ میں اور گھاس میں اندر جا کر کے درخت کے پاس جب دیکھا تو ایک کھڈا (گڑھا) سا تھا اس میں پانی جمع ہو گیا تھا اور اس ہرنی کا بچہ گڑھے میں گر گیا تھا۔ ہم وہاں پہنچے اور ہم نے بچہ کو وہاں سے ہٹایا اور محفوظ جگہ پر اسے رکھا، اور پھر جتنی دیر ہم وہاں رہے تو ہرنی ہم سے دور رہ کر ہماری طرف رہی۔ ہم سب نے کہا وہ ہمیں روک کر کے ہمیں پیغام دے رہی تھی کہ میری حفاظت کرو اور میرے بچے کو بچاؤ۔ جب ہم نے اسکو بچالیا اور ہم گاڑی کی طرف آئے، تو پھر اسی طرح جس طرح پہلے رقص کرتی تھی

اس سے کئی گنا زیادہ طاقت سے، وہ وہاں رقص کرنے لگی اور وہاں کودتی رہی گاڑی کے سامنے، پھر واپس چلی گئی اس طرح ان کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

## مولانا سرکار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دیکھیئے حق تعالیٰ شانہٗ نے، یہ جو رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا والدین کے متعلق جو مولانا نے دعا فرمائی، تو یہ تربیت کا جو نظام حق تعالیٰ شانہٗ نے بنایا ہے وہ ہر جگہ ملے گا۔ یہ جس طرح سانپ کے متعلق آپ نے سنا، سانپ کے کتنے اس طرح کے قصے ہیں۔ خیر مجھے ایک بے جوڑ قصہ سانپ کا اس وقت یاد آیا کہ ہمارے استاد تھے، ابھی اس بچے نے اس مسجد میں جس طرح حفظ کیا، تو ہمارے گاؤں میں ہمارے استاد مولانا سرکار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہم حفظ کیا کرتے تھے، تو بڑے اللہ والے سارے علاقے میں مشہور تھے، اور اللہ نے ان سے بڑی خدمت لی اور کوئی سو ڈیڑھ سو سے زیادہ اس جگہ پر حفاظ ان کی محنت سے تیار ہوئے۔

ان کے یہاں جب ہم پڑھنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے کبھی سال بھر میں ایک آدھ دفعہ اس طرح کا قصہ ہوتا تھا کہ مشہور تھا کہ یہ عملیات جانتے ہیں تعویذ دیتے ہیں۔ پانی لے کر کوئی آتا کہ دم فرمادیں۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ مغرب کی نماز کے بعد مطالعہ ہو رہا ہے۔ ہم یاد کر رہے ہیں، سبق کی تیاری ہو رہی ہے۔ اتنے میں ایک احمد بھائی بدات پہنچے، اور انہوں نے ہمارے استاد محترم سے کوئی کان میں بات کی۔ طلبہ زور سے پڑھ رہے تھے آواز نہیں پہنچ سکتی تو انھوں نے کان میں کچھ کہا ہوگا، بس وہ کہنا تھا کہ ہمارے استاد محترم نے اپنا وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ اب وہ پڑھ رہے ہیں پڑھ رہے ہیں جب وہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو مولانا سرکار صاحب نے احمد بھائی کو پوری طاقت سے، زور سے طمانچہ رسید کیا۔ اب جب پہلی دفعہ ہم نے دیکھا، تو ہم بہت حیران ہوئے کہ یا اللہ! یہ کیا ہوا۔ پرانے طلبہ نے بتایا کہ یہ

توکسی کو سانپ نے کاٹا اسکی آ کرانہوں نے اطلاع دی، اور انھوں نے یہاں جو تھپڑ مارا تو مریض اپنے گھر میں ٹھیک ہو جائے گا۔

کیسا ہاسپٹل ؟، کیسے ڈاکٹر؟، کیسا انجکشن؟، دیکھئے اللہ کا نظام دیکھئے ! کہ دنیا جیسے جیسے موڈرن (modern) ہو رہی ہے اور طرح طرح کے طریقے !۔ لیکن جب حق تعالیٰ شانہٗ مربی حقیقی ہے تو اسکے عجیب غریب قسم کے تربیت کے انتظامات ہیں۔

ہم عصر کی نماز کے بعد راندیر جامعہ حسینیہ میں کھانے سے فارغ ہو کر سیر پر جایا کرتے تھے آدھا پونا گھنٹہ سیر تفریح کے لئے، چلنے کے لئے کہیں نکل جاتے۔ ہم طلبہ جب مین روڈ پر پہونچے تو وہاں پر ایک سائیکل کی دوکان ہوا کرتی تھی، سائیکل رپیئر کرنے کے لئے لوگ اپنی سائیکل وہاں لے کر جایا کرتے تھے سکوٹر سائیکل وغیرہ، وہ دوکان ہندو کی تھی وہاں جب پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک شخص سانپ کی طرح سے رینگ رہا ہے، وہ بالکل اس طرح ہاتھ سے زمین پر لیٹا ہوا ہے سجدہ کی طرح سے پیر لمبے کر کے اور پیر اور ہاتھ دونوں کی قوت سے وہ آگے بڑھ رہا ہے۔ ہم وہاں ٹھہر گے اور وہاں جو لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے،تو ہم نے ان سے جا کر پوچھا کہ یہ آدمی ! اس طرح کیا ہوا اس کو، ایسا کیوں کر رہا ہے! کسی نے کہا کہ یہ ایک آدمی ایک بیٹھایا ہوا تھا اسکو دیکھا یا کہ یہ جو چیئر (کرسی) پر آدمی بیٹھا ہوا ہے اسکو سانپ نے کاٹا ہے۔ رینگنے والا یہ آدمی سانپ کے زہر کا عمل جانتا ہے انکے ہندوؤں کے طریق میں، تو وہ آ کر اس کو چوس لے گا۔ تو پہلے دیکھا کہ جو مریض تھا وہ حال سے بے حال چیخیں، زار و قطار رو رہا ہے، بیٹھا نہیں جاتا۔ وہ ہر تھوڑی دیر بعد اسکو پانی دیتے ہیں، اسکو تھپکی دیتے ہیں پھر جو رینگتا ہوا وہ آدمی پہونچا اور اس نے جس جگہ سانپ نے کاٹا تھا وہیں پر سے اس نے اسکو چوسنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گیا ! وہ آدمی جس کو وہ اُٹھا کر لائے تھے وہ چل کر جا رہا ہے۔

یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا انتظام ہے، کہ وہاں جنگل میں اب وہ کہاں جائیں گے؟ کس کے پاس

؟ کونسے ہاسپٹل میں؟ کونسے ڈاکٹر کے پاس وہ اس کو لے کر جائیں گے؟۔ جب اگلے دن صبح ، ہمارے استاد محترم تھے حضرت مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، بڑی عجیب غریب ان کی زندگی ! سواتی تھے سوات کے رہنے والے۔ اور انکا مقام یہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا گیا جامعہ حسینیہ کی طرف سے، کہ ہمیں ایک استاد کی ضرورت ہے تو حضرت مدنی نے انکو بھیجا تھا جامعہ میں تدریس کے لئے۔ تمام علوم میں، علوم عقلیہ، نقلیہ کا اللہ نے انہیں علم عطا فرمایا تھا۔

میں نے جب حضرت سے قصہ عرض کیا کہ کل ہم نے عجیب دیکھا کہ وہ ہندوؤں میں وہ سانپ کے زہر کے لئے اس طرح وہ عامل زمین پر رینگتے ہوئے آتے ہیں اور اس طرح چوس کر چوستے ہیں اور وہ آدمی ٹھیک ہو جاتا ہے تو حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بسانہیں مگر بندے کے پاس ایک عمل ہے کہ جہاں نہ مجھے جانے کی ضرورت، نہ اس مریض کو میرے پاس لانے کی ضرورت، بسانہیں مگر بندہ وہ عمل پڑھتا ہے اور جس سانپ نے اسے کاٹا ہے بسانہیں مگر جا کر خود چوس لیتا ہے۔ واقعتاً عجیب غریب انسان تھے، ان کے بڑے اس طرح کے واقعات ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ، کی طرف سے تربیت کا انتظام ہے۔ اب یہ دیکھیئے ، ہمارے گھر کے بھی کئی ایک قصے ہیں۔ ہمارے یہاں ایک بچے کی ولادت کے وقت ہسپتال سے مجھے کہا گیا کہ انکا تو آپریشن کرنا ہوگا، پوچھا کہ کیوں تو کہنے لگے کہ پلے زینٹا (placenta) اتنا نیچے ہے کہ اس پلے زینٹا (placenta) نے بچے کے نکلنے کا رستہ بند کر رکھا ہے، اور سوائے آپریشن کے اسکی کوئی سبیل نہیں۔

اور آپریشن بھی تین چار ہفتے پہلے، ہم کر لیں گے۔ اگر اس درمیان میں بھی ہمیں محسوس ہوا کسی طرح کی کوئی تکلیف ہے تو ہم فورا آپریشن سے بچے کو لے لیں گے۔ میں خود پریشان ہوا، کہ یا اللہ ! تو بہت تاکید بھی کی تو جس جگہ بھی ڈاکٹروں سے پوچھا، ماہرین سے پوچھا تو

سب نے کہا کہ اسکا تو سوائے آپریشن کے کوئی علاج نہیں ہے اور کوئی رستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالی زندہ سلامت رکھے وہاں باٹلی میں انیسہ آپا کو، جو مساج کرتی ہیں تو میں نے انکو فون کیا، اسکا کوئی علاج ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں اسکا بھی علاج ہے۔ تو وہ آپا آئی اور انھوں نے صرف پانچ منٹ یہ پیر کی آخری چھوٹی انگلی پر ذرا سا مساج کیا ہوگا اور ذرا سی سوئی چبھوئی ہوگی۔ پھر پوچھا اہلیہ سے کہ کوئی آپ کو حرکت اندر محسوس ہوئی، انہوں نے کہا نہیں کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو آج یا کل یا کسی وقت بھی تھوڑی یا زیادہ آپ تکلیف محسوس کریں گی، لیکن ان شاء اللہ اس میں خیر ہوگی۔ تو رات کو پھر وہ ہی مرحلہ آگیا، اہلیہ پریشان، اٹھ نہیں سکتی بیٹھ نہیں سکتی، پریشان جس طرح کہ آخری دردزہ کی تکلیف ہو، ولادت کی، اس طرح کی تکلیف محسوس ہونے لگی، میں تسلی دیتا رہا۔ کسی طرح سے پھر نیند آگئی۔ اور میں نے دیکھا کہ ٹھیک سے سوگئی۔ صبح آنکھ کھولی تو بہت خوش، میں نے کہا تکلیف تو نہیں کہا بالکل نہیں۔ لیکن وہ کہنے لگی کہ مجھے جہاں بچے کی جو ککنگ (kicking) جو بچہ لاتیں مارتا ہے تو وہ جہاں محسوس ہورہی تھی وہاں نہیں دوسری سائڈ میں محسوس کررہی ہوں۔ تو میں نے کہا کہ یہ تو اچھا سائن ہے۔

پھر یہاں ہاسپٹل والوں کو بتایا، انھوں نے فورا بلا لیا۔ انھوں نے کہہ رکھا تھا کہ ہم ذرا سی بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی آپ پائیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم وہاں پہونچے، انہوں نے فورا الٹراساؤنڈ پر دیکھنا شروع کیا۔ اور دیکھتے ہی نرس چلاّئی! وہ کہنے لگی سب ڈاکٹروں کو! ادھر آؤ ادھر آؤ ادھر آؤ اس نے بتایا کہ یہ پہلے کا فوٹو یہ ہے کہ جس میں بچہ بالکل اوپر ہے اور نیچے سارا پلے زینٹا (placenta) ہے۔ اور اب اس نے کہا کہ اب اس وقت جو موجودہ صورت حال ہے یہ فوٹو دیکھیئے۔ کہنے لگی کہ کیا کیا ہے آپ لوگوں نے! یہ تو ناممکن تھا ہمارے طبی لحاظ سے یہ ناممکنات میں سے ہے کہ اس پلے زینٹا (placenta) کو پوری دیواریں، جو چاروں طرف سے بچے کو گھیرے ہوئے ہوتی ہیں گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں، خون کی شکل میں تو

اس کو کوئی ہٹا ہی نہیں سکتا۔ مگر مساج ! اللہ نے کتنا زبردست یہ علم دیا ہے کہ ذرا سا اس خاتون نے مساج کیا پیر کی انگلی پر اور اس سے اندر کا پلے زینٹا (placenta) ہٹ گیا۔

اور یہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے جو اعضاء ہیں اب لیور (liver) ہے، ہارٹ (heart) ہے اور یہ تمام ہمارے اندرونی اعضاء ظاہری اعضاء جو ہمیں نظر آتے ہیں تو جس طرح اس کا نظام ہے اسی طرح ہے لیکن صرف ایسا نہیں ہے۔ اہلیہ کا قصہ سنایا اس سے ہم متاثر ہوئے، تو آگے ہم نے اس پر ریسرچ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جو سامنے چہرا ہے تو اس میں تمام اعضاء کی مین سوئچ (main switch) یہاں ہے۔ مثلا وہ لکھتے ہیں کہ جو ہماری دونوں طرف کی کڈنی (kidney) ہے وہ اس کی سوئچ یہاں ہے۔ جو قلب (heart) ہے وہ یہاں ہے۔ جو لیور ( liver) اور سٹمک (stomach) اور کڈنی (kidney) اسکی تین دونوں آنکھوں کے دونوں طرف یہاں۔ اس طرح مساج والوں کے اس طرح کے پوائنٹس (points) ہوتے ہیں۔

کس طرح اللہ تعالی نے یہ نظام رکھا ہے کہ آپ کو نہ کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہ کسی دوا کی ضرورت۔ انسان خود اپنے آپ علاج کرسکتا ہے۔ آپ کو درد ہوا اور آپ جانتے ہیں کہ اس کا پوائنٹ ادھر ہے اور آپ نے وہاں پر مساج شروع کیا اور درد چلا جائے گا۔ اسی طرح ہندوستان میں ایک کتاب ملتی ہے چھپی ہوئی ہے کہ 'آپ کی صحت آپ کے ہاتھ میں ہے' اس میں ہاتھ کے فوٹو دیئے ہوئے ہیں، اس میں بتایا ہوا ہے کہ اگر سر میں درد ہو اس جگہ مساج کریں، آپ کے پیٹ میں درد ہو تو اس جگہ مساج کریں، تمام اعضاء کا مین سوئچ (main switch) صرف ہاتھ میں ہے۔ ہماری اہلیہ محترمہ کے علاج کے لئے انیسہ آپا آئی تھیں، تو وہ ریفلیکسالوجی (reflexology) کی ماہر ہیں تو ان کے علم کے مطابق ساری مین سوئچ (main switch) پیر میں ہے۔

یہ کتنی خواتین کے بارے میں گھر والے رابطہ کرتے ہیں کہ دعا فرمائیں تکلیف ہو رہی ہے

آخری ایام چل رہے ہیں تو اس کے لئے تعویذ دیں، کوئی پانی دیں۔ جو کتاب ہندوستان والی ہے تو اسکو دیکھ کر اسکا فوٹو انکو میں دیا کرتا ہوں کہ یہ ہاتھ جس طرح یہ آپ ایسا اس کو ایسا کریں گے تو جو یہاں اوپر یہ ابھرا ہوا حصہ دونوں شہادت کی انگلی اور یہ انگوٹھے کے بیچ میں ابھرا ہوا حصہ ہوتا ہے تو انکو یہ اسکا فوٹو دیتے ہیں کہ اسکو وہ خاتون اپنے ہاتھ سے خود مساج کرے۔ تو جتنے آخری ایام میں لوگوں کو بتایا، سب کے یہاں بغیر کسی تکلیف کے، الحمد للہ ولادت ہوگئی۔

تو یہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا علوم انسانوں کو عطا فرمائے کہ بغیر کسی کی مدد کے اپنے تمام مسائل کو خود حل کر سکیں، تا کہ کسی کی مدد کے محتاج نہ ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ جو علوم سارے اب ناپید سے ہوتے چلے آ رہے ہیں اللہ تعالی پھر ان علوم کو زندہ فرمائے۔ تو یہ کوئی سحر اور جادو کی قسم کی چیزیں نہیں ہیں، یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی تربیت کا نظام ہے انسانوں کی راحت کے لئے انکی آسائش کے لئے دیا گیا تھا۔

ہمارے دوست تھے حضرت مولانا حکیم سعد رشید اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تو، وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جتنے طبی علوم ہیں چاہے ڈاکٹری کی ابتداء ہو، چاہے حکمت ہو، خود وہ حکیم تھے تو وہ بتایا کرتے تھے کہ یہ ہماری حکمت ہو تو یا جس طرح میں نے بتایا کہ یہ مساج reflexology کے ذریعہ جو علاج کیا جاتا ہے، یہ الھامی علوم میں سے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے الھامی اللہ تعالی کی طرف سے جو کتابیں پچھلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئیں، جس طرح ہمارے یہاں قرآن پاک میں شہد کو شفاء بتایا گیا، اس طرح ان کی کتابوں میں یہ تمام طریقے بتائے گئے تھے۔ پھر آگے انکی طرف نسبت ختم ہوگئی انسانوں میں، وہ علوم عام ہو گئے اور ان کے پاس انکی اسناد نہیں رہی۔

یہ تو اسلام کی خصوصیت ہے کہ ہمارے یہاں ہر چیز کی سند وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ یہ قرآن کریم حق تعالیٰ شانہٗ نے نازل فرمایا۔ کون لے کر آیا جبرئیل امین،

کہاں اتارا علــــی قــلبک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر۔تو یہ سند ہے پوری قرآن پاک کی، خود حق تعالیٰ شانہٗ نے بیان فرمائی۔ اس طرح ہمارے یہاں ہر چیز کی سند، ہمارے وضوء کی سند، اذان کی سند کے ساتھ اسکا ثبوت، نماز سے لے کر چھوٹا بڑا ہر عمل جو ہم کرتے ہیں، سند کے ساتھ آپکو اسکا ثبوت ملے گا۔حق تعالیٰ شانہٗ اس دین متین کی ہمیں قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم سے ہمیں وابسطہ رہنے کی،قرآنی احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ شانہ حفظ کو ہر گھر میں عام فرمائے۔اوراب یہ رمضان المبارک جس طرح بتایا کہ قریب ہے، رجب سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے استقبال کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے شروع ہوجاتے تھے خوشی میں، رمضان المبارک سے پہلے، اس طرح کی تیاری کی،حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائے، بالخصوص رمضان المبارک میں تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔ لمبے روزوں میں تلاوت کے ساتھ روزے ہمارے لئے آسان فرمائے۔

**اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا مولانا محمد و بارک وسلم...وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و آله واصحابه اجمعین۔**

## (۱۱)

### الحمد لله و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

یہ جو نعت آپ نے سنی، جی چاہتا ہے کہ وہ پڑھتے ہی رہیں۔ نعت کے معنیٰ دونوں جہاں کے سردار آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف نظم میں بیان کرنے کو نعت کہا جاتا ہے۔ کاش کہ ہم اپنی عمر کے ہر لمحے، ہر نفس، ہر سانس، ہر قدم، ہر نظر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف بڑھیں۔ آپ ہی کو دیکھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہی ہم سنتے رہیں اور ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی ہم پڑھیں، اور پڑھتے رہیں۔

گذشتہ کل زکریا مسجد میں، میں نے ان سے کہا کہ یہ جو حدیث کی کتابیں ہم پڑھاتے ہیں، بار بار یہ مضمون میں نے عرض کیا، ریاض الصالحین اس میں بھی ان ہی کتابوں کی حدیثیں ہیں، مشکوٰۃ اس کے بعد ہوتی ہے اس میں بھی انہی کتابوں سے منتخب احادیث ہیں، پھر یہ صحاح پڑھاتے ہیں، تو جو حدیث جو مضمون ایک دفعہ پڑھ لیا، تو پھر کیوں پڑھایا جاتا ہے۔

وہاں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یہ صرف پڑھنا مقصود نہیں ہے، علم مقصود نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہم سنتے رہیں، اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت۔ یہ تو صرف

تھوڑی سی چاشنی انکو دی جاتی ہے، اور ان کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ تم یہاں سے جانے کے بعد اپنی زندگی کے ہر لمحے میں کا ہی مراقبہ رکھو۔ چاہے وہ نماز ہو، چاہے وہ وضو ہو، چاہے آپ گھر میں اہل وعیال کے ساتھ ہوں، چاہے بازار میں ہوں، ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ آقائے پاک محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بسے ہوئے ہوں۔ کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس وقت بازار میں اگر ہوتے تو اس میری جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا ہوتا؟ گھر میں ہوتے تو گھر والوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ کیسا تھا؟

پھر میں نے ان سے کہا کہ دیکھئے! یہ تمام ہمارے اکابرین جو قریب میں گذرے وہ بھی، اور صدیوں پہلے گذرے وہ بھی، ہمیں یہ درس دے گئے، عملی طور پر وہ سکھا گئے کہ ان کا اوڑھنا بچھونا، چوبیس گھنٹے وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مشغول رہتے تھے۔

## عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے گذشتہ سال میں نے سنایا تھا کہ عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا کہ حضرت آپ کے پاس ہزاروں کی تعداد میں طلبہ آتے تھے، حدیث کی اجازت لیتے تھے، تو یہ سب چھوڑ چھاڑ کر آپ یہاں آکر ایک کمرے میں عرصے سے آپ بند ہیں؟ آپ کو وحشت نہیں ہوتی، کتنا پیارا جواب دیا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے کیا وحشت؟ **انا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔**

کیوں کہ وہ اس وقت بھی، ان کا دل ودماغ ہر وقت تنہائی میں اسی میں چلتا رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ مضمون ارشاد فرمایا، اس کے معنیٰ یہ ہیں، اس کی دلیل یہ ہے، اس کی شاہد یہ فلاں روایت ہے۔

## علامہ عزالدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی

پھر میں نے کہا کہ یہ طالبات کے ختم بخاری شریف کا جلسہ ہے، تو میں نے علامہ عزالدین

رحمۃ اللہ علیہ ابن عبد السلام کی پوتی، ان کے صاحبزادے تھی، ان کی بیٹی زینب کا قصہ سنایا۔ کہ بڑے بڑے علماء مشایخ، انکے پاس حدیث کی اجازت کے لئے جاتے اور پڑھتے رہتے اور وہ احادیث سن کر اجازت دیتی رہتیں۔ جب مرض الوفات میں ہیں، اس دنیا سے جارہی ہیں، اُس دن بھی متعدد حدیث کے اجزاء آپ کے سامنے پڑھے گئے، اس درس کی مجلس ہی میں وہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

## حضرت شیخ قدس سرہٗ

میں نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ سیدی ومولائی قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کا مرض الوفات شروع ہے، بیداری میں مَلَکُ الموت آچکے ہیں، صبح فجر کے لئے وضو کرانے مَیں کھڑا ہوا، تشلہ میرے ہاتھ میں، میرے پیچھے حکیم عبدالقدوس صاحب، پوچھا کون، عرض کیا یوسف، یہ کون، حکیم صاحب نے تعارف کروایا عبدالقدوس، فرمایا کہ ملک الموت آج پھر آگئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی خواب دیکھا، فرمایا کہ نہیں، آپ لوگوں نے مجھے لٹایا، آپ لوگ گئے اس کے بعد ملک الموت آگئے، دیر تک باتیں کرتے رہے۔

تو یہ مرض الموت شروع ہے اس کے باوجود حضرت نے اپنے داماد حضرت مولانا عاقل صاحب سے انہی دنوں فرمایا کہ 'عاقل وہ اجزاء لے آ' جو تصنیف چل رہی تھی وہ اجزاء سن رہے ہیں۔ نوے برس کے قریب عمر، اور دل ودماغ اتنے مُتَیَقِّظ، علم اتنا مُسْتَحْضَر، کہ مولانا عاقل صاحب نے پوچھا کہ حضرت یہ جو کذا فی تقریر مکی، تقریر مکی کا حوالہ جگہ جگہ ملتا ہے تو یہ کون ہیں مکی؟ حضرت نے فرمایا کہ مدرسہ صولتیہ میں مناسک پر ایک کتاب ہے، اس کتاب کے بالکل شروع میں اُن کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔

ان کے حالات وہ کون ہیں یہ بھی معلوم، اور اس کا حوالہ، چونکہ مرض الوفات میں ہیں، لمبی

تقریر نہیں کر سکتے، احوال بیان نہیں فرما سکتے، تو صحیح جگہ بتا دی۔ وہ کتاب حضرت کے وصال کے بعد مجھے ملی، گجرات ہی کے ایک عالم ہیں، انکی لکھی ہوئی مناسک پر کتاب ہے، یہ جب میرے ہاں پہنچی، تو میں نے کھولی تو مجھے رونا آ گیا، میں نے کہا دیکھو، کہ کھولتے ہی پہلے صفحہ پر ہی، مولانا مکی کے حالات ہیں۔

مرض الوفات میں حضرت نے فرمایا 'عاقل لے آ' اس پر میں نے سوال قائم کیا کہ کیا حضرت شیخ کو کوئی کتاب مکمل کرنی تھی ؟ کہ یہ کتاب ادھوری رہ جائے گی، یا کتاب چھپے گی، بکے گی، تو اولاد کو فائدہ ہوگا، کیا کتاب مکمل کرنی تھی؟ نہیں۔ ساری زندگی کی وہ ایک نعت کی مجلس چل رہی تھی، نعت کی، نثر کی، نظم کی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بسانے کے لئے، ہر وقت اُسی میں مشغول رہتے تھے، بیداری میں بھی، خواب میں بھی۔

ایک مرتبہ کا قصہ ہے حضرت کا سفر ہو رہا ہے، اس وقت تو یہ ٹیلیفون نہیں تھے کہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ ابھی کہاں ہیں، صرف اتنا معلوم تھا کہ حضرت عمرہ کے سفر پر تشریف لے جانے والے ہیں، ادھر بولٹن میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک مجلس ہے اور حضرت شیخ قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں اور اس میں نظم نعت پڑھی جا رہی ہے، (جو ہمارے یہاں گجرات کے مدارس میں، بالخصوص ہمارے جامعہ حسینیہ میں، اکثر جلسوں میں وہ پڑھی جاتی تھی، ایک احمد شیر پوری ہوا کرتے تھے، انکی آواز اچھی تھی، وہ پڑھا کرتے تھے)

باحُسنِ عقیدت جس میں بیان سرکار کی سیرت ہوتی ہے
اس بزم کے ذرہ ذرہ پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے

ابھی ابھی یہ نعت آپ نے سنی، کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے، اس طرح کوئی پچاس برس پہلے کی یہ نظم ہے، وہ پڑھی جا رہی ہے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ زار و قطار رو رہے ہیں۔ بعد میں جب حضرت پہنچے وہاں مدینہ شریف تو پتہ چلا کہ عین اسی وقت میں نے خواب دیکھا

کہ جب حضرت شیخ قدس سرہٗ عمرہ کے لئے احرام باندھ رہے تھے۔ بمبئی سے حضرت احرام جہاز میں بیٹھنے سے پہلے باندھ لیا کرتے تھے۔

حضرت نے مدینہ منورہ کے قیام میں ایک دفعہ مجھے گرامی نامہ تحریر فرمایا۔ اس میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ آج میں نے ایک خواب دیکھا، کہ تم آئے اور تم نے کہا کہ آج نعت کا جلسہ ہونا چاہیئے، میں چپکا رہا، اس کے بعد عبدالرحیم آئے، انہوں نے بھی یہی جملہ دہرایا، اس کے بعد مولوی نصیرالدین آئے، (حضرت کے کتب خانہ کے مینجر) جب انہوں نے یہ جملہ دہرایا تو میں نے نصیرالدین سے کہا کہ 'ارے تو گدھی کمہار کی تجھے رام سے کوت' ایک کہاوت حضرت نے ان سے جواب میں فرمائی، ان کے ساتھ ہمیشہ حضرت کی گفتگو انوکھے پیارے انداز میں ہوا کرتی تھی، کوئی نہ کوئی مزاح، دل لگی کی بات، ان کے لئے حضرت فرما دیا کرتے تھے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ لیکن اس کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا کہ یہ سب آ کر آج نعت کے لئے کہہ رہے ہیں، حضرت نے یہ خواب مجھے لکھا، حضرت مولانا عاقل صاحب کو سہارنپور تحریر فرمایا، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس خواب میں تذکرہ تھا، انہیں تحریر فرمایا۔

غرض یہ خواب اس کا مُظہِر کہ یہ حضرات بیداری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طریقوں سے بسانے کی کوشش کرتے ہیں کبھی کس طرح، کبھی نعت کے ذریعہ۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ عشاء کے بعد کبھی فرماتے کہ 'پیارے لا تیرا قصیدہ سنا' میں سنانا شروع کرتا یہاں سے **سریت من حرم لیلا الی حرم** یہ عربی کا قصیدہ پڑھتا، پھر قصیدہ مولانا عبدالرحیم جامی رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی میں ہے وہ پڑھتا، پھر قصیدہ بہاریہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا سناتا۔ غرض یہ صرف نعت سے نہیں، بلکہ میں نے عرض کیا کہ مختلف انداز ہوتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے اعمال اشغال کا موضوع رہیں تصنیف تالیف تو صرف ایک بہانہ ہوتی تھی، کتابیں مقصود نہیں تھیں، بذل المجہود لکھنا مقصود نہیں تھا، لامع

الدراری مقصود نہیں تھی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر وقت رہیں اور سرکار کی مجلس میں رہیں یہ مدنظر ہوتا اور اسی کے نتیجہ میں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کو کہاں سے کہاں پہنچایا، کہاں سے کہاں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے تو، میں آپ کو ہمیشہ واقعات سناتا ہی رہا کہ کس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کو شرف قبولیت سے نوزا۔ ہمارے تمام بزرگوں کا یہی حال ہے۔

## ابنِ شہناء رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ شہناء کا میں نے قصہ سنایا تھا کہ بہت بڑے محدث تھے، انہوں نے جس طرح یہاں حدیث کا درس ہوتا ہے، اس طرح باقاعدہ درس کے طور پر انہوں نے ساٹھ ۶۰/ یا ستر ۷۰/ دفعہ بخاری شریف پڑھائی۔ اب آخری ایام چل رہے ہیں، سب اعضاء نے جواب دے دیا ہے، سکت نہیں، مگر پھر بھی حدیث پاک کے اجزاء برابر سن رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ان کے انتقال سے ایک روز پہلے بخاری شریف شروع کی گئی، کل پڑھی گئی، آج صبح کی مجلس میں پڑھی گئی، ظہر کے بعد کی مجلس میں باقی حصہ بخاری شریف کا چل رہا تھا اور وہ اس جہاں سے اُس جہاں میں قدم رنجاں ہوگئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح کا تعلق ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے عطا فرمائے۔

اور یہ ہم مادی دنیا میں رہ کر ہر ایک سے ہمارا تعلق ہے، بھائی سے، باپ سے، دادا سے، نانا سے، بیوی سے، بچوں سے ہے، مگر سب سے زیادہ والہانہ، کہ دل تڑپ جائے نام سنتے ہی، اس طرح کا تعلق صرف اور صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہونا چاہئے اس طرح کا تعلق پیدا کرنے کے لئے ہی وہ اور کچھ سننا ہی نہیں چاہتے تھے، بچے آئیں گے ان کا درس چل رہا ہے تو انہوں نے کیا کہا۔

ایک محدث کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے حدیث کی نقل میں مشغول ہیں،لکھ رہے ہیں،تو شروع کرنے سے پہلے باندی سے کہا کہ ہمارا کھانا لے آؤ، ہم کام شروع کرنے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد لکھنا شروع کر دیا،کئی گھنٹوں کے بعد لکھنے سے فارغ ہوئے،تو اُس خادمہ کا نام لے کر فرماتے ہیں کہ ارے فلاں تو کھانا نہیں لائی،وہ کہنے لگی میں آپ کو کھلا کر تو گئی، یہ خالی برتن ہے، انہوں نے کھانا کھا لیا اور اتنے دل سے کہیں اور مشغول کہ کھانے کا پتہ بھی نہیں چلا۔

حدیث پاک لکھنے میں اس قدر مشغول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اس جہاں کو بھلائے ہوئے ہیں کہ سامنے کوئی خاتون ہے، خادمہ ہے، باندی ہے، کھانا کھلا رہی ہے، منہ میں جا رہا ہے، میں چبا رہا ہوں، کوئی پتہ نہیں۔ ایسی بے خودی پیدا کرنے والا تعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

اور یہ جو نعتیں آپ سنتے ہیں کہ یہ فلاں اچھی نعت ہے، فلاں اچھی ہے، ایک سے ایک بڑھ کر معلوم ہوتی ہے۔

## شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

میں کہا کرتا ہوں کہ صدیوں پہلے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں، جو ان کا منظوم کلام عربی کا ہے،اس کا بھی جواب نہیں،

شفیعٌ مطاعٌ نبیٌ کریم      حسیبٌ جسیمٌ نسیمٌ وسیم

اسی طرح جو

بلغ العلیٰ بکمالہ      کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع بخصالہ      صلوا علیہ وآلہ

آج تک جواب نہیں کہ کوئی اس طرح کی رباعی آپ نہیں پیش کر سکتے جس کی دنیا میں اس طرح کی خدمت کی گئی ہو، اوراس پر تضمین کی گئی ہو جتنی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام **بلغ العلیٰ بکماله** کی کی گئی۔

ہمارے یہاں حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ اپنا بیان شروع ہی فرماتے تھے اپنی اس تضمین سے جوانہوں **بلغ العلیٰ بکماله** پر کی تھی، اور مختلف تین چار طرح کی انہوں نے یہ تضمینیں فرمارکھی تھیں، کبھی یہ تضمین پڑھی، کبھی وہ تضمین پڑھی۔

اور جو شیخ سعدی کا فارسی کلام ہے اس میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں، دنیا کے انسانوں کو اور امتِ محمدیہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ بے شک تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت معجزات پڑھے، کسی نے بڑے بڑے معجزات سو ۱۰۰ ارکسی کتاب میں اکھٹے کیئے، کسی نے ہزار اکھٹے کیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، صرف معجزات ہی معجزات۔

مگر شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا ایک محدود عالم ہے چھوٹی سی دنیا ہے لیکن عالم آخرت اتنا بڑا ہے اتنا بڑا ہے کہ اُس عالم کے مقابلہ میں اِس عالم کی حیثیت ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں، کتنی چھوٹی؟

فرماتے ہیں کہ جب اُس عالم کے مقابلہ میں یہ عالم اتنا چھوٹا اور اتنا محدود ہے اس لئے یہاں کی ہر چیز محدود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تعریف کرے گا وہ بھی محدود ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؟ آپ کے اوصاف کیا ہیں؟ آپ کے کمالات کیا ہیں؟

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ یہ دیکھنا ہوتو وہ میدان محشر میں دیکھ لو کہ وہ عالم وسعت والا عالم ہے، بڑا وسیع عالم ہے، لا حد ونہایت والا عالم ہے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؟ ہمیں پتہ چلے گا۔ کاش کہ ہم اس دنیا میں جتنا ہمیں علم دیا گیا اُسی سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیں۔

پھر آگے وہ فرماتے ہیں کہ تم نے دیکھا نہیں، احادیث میں تم نے پڑھا نہیں کہ حضرت آدم

علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام، امت محمدیہ کی طرح سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کالی کملی کے سائے کے متلاشی ہونگے در ظلال محمد۔

انبیاء کرام چاہتے ہونگے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کملی کے سایہ میں چھپ جائیں۔

آگے انہوں نے ایک بڑی علمی بات بیان فرمائی بہت بڑی بہت بڑی علمی بات، جس سے بہت سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں جس طرح میں نے بتایا کہ ہمارا علم بہت ناقص بہت محدود، اسی لئے قدم قدم پر ہم رک جاتے ہیں اشکال ہو جاتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہوئی یا مبالغہ ہوا۔

اس کے بہت واقعات ہیں، یہ جو ہمارے بزرگوں کے متعلق مروی ہے کہ خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنت سے خطاب کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ

نہ دنیا دوست می دارم نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیز نمی باید بجز دیدار یااللہ

وہ ہر چیز کی، آخرت کی تمام نعمتوں کی نفی کر رہے ہیں کہ مجھے کوئی نعمت نہیں چاہیئے سوائے اس ذاتِ وحدہ لاشریک کی ذاتِ پاک کے، یہاں اہل سنت میں سے کوئی نہیں کہتا کہ انہوں نے آخرت کی نعمتوں کی نفی کر دی، کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار اتنی بڑی نعمت ہے اس کے مقابلہ میں یہ دنیا آخرت کی ہر نعمت ہیچ ہے مگر جن کے دل میں کچھ نقص ہوتا ہے کیڑا ہوتا ہے وہ یہاں بھی اٹک جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں تو جنت کی ترغیب دی گئی ہے یہ اخروی نعمتوں کی ترغیب دی گئی اور یہ تو کہتے ہیں مجھے جنت نہیں چاہیئے، انہیں اشکال پیدا ہوتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم نے حدیث میں پڑھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی بھی سیر کروائی گئی، حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس وقت جنت نے اپنے آپ کو مزین کر کے پیش کیا تو کس کے لئے؟ وہ جنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خوش ہوگئی کہ آپ تشریف لائے، اس لئے اس نے اپنی تمام نعمتوں کو کھول دیا؟ فرمایا نہیں نہیں۔ سیر کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے پھر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نے اپنے آپ کو مزین نہیں کیا تو کس کے لئے؟

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت بلال کے لئے جنت نے اپنے آپ کو مزین کیا تھا۔

اسی لئے شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ آپ نے حدیث میں پڑھا نہیں کہ بلال آگے آگے تھے۔ سرکار کو اُس جنت سے کیا لینا دینا، جنت تو مخلوق ہے، سرکار مخلوق کو طلب کریں گے؟ کتنا بڑا اشکال حل فرما دیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ہم پڑھتے ہیں، ابھی راستہ میں ذکر ہو رہا تھا، میں نے کہا تھا کہ دنیا بھر کی تمام دولتیں اکٹھی تھیں، دونوں جہاں کے سرکار کے یہاں سو۱۰۰ ار سو۱۰۰ ار بکریاں ایک وقت میں رہا کرتی تھیں، پچاسوں اونٹ سرکار رکھتے تھے، درجنوں گھوڑے ہمیشہ کے لئے رہے مدینہ منورہ میں، مدنی زندگی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو پیٹ مبارک پر پتھر بندھا ہے، جو دولت آتی تھی اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اپنی طرف کیسے اور کب مائل کر سکتی ہے؟۔ جنت تو اس دنیا میں بھی مزین ہو کر سامنے آگئی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو نماز میں دیکھا تھا۔ سعدی فرماتے ہیں کہ بلال محمد کے

لئے جنت نے اپنے آپ کو مزین کیا تھا۔ پھر اس سے آگے کتنا پیارا شعر انہوں نے کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

ہر کسے را وعدۂ قیامت

فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے دعا کی 'رب ارنی' کہ اے خدا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تیری زیارت کرلوں، مجھے دیکھا دے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے سب کے لئے، انبیاء اولیاء ہر کسے را وعدۂ قیامت کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دیدار کے لئے وہیں کا قیامت کا وعدہ ہے، ہاں کبھی کسی نے خواب میں دیکھ لیا، یہ ہوسکتا ہے۔

ابھی چند روز پہلے کسی نے سنایا تھا کینیڈا میں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار ہوا انسانی شکل میں۔ اس پر میں نے کہا کہ ہاں ہوتا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سو ۱۰۰ ر مرتبہ حق تعالیٰ شانہٗ کی زیارت ہوئی، فرماتے ہیں کہ سویں مرتبہ آخری مرتبہ میں جب زیارت ہوئی تو میں نے پوچھا کہ الٰہی تجھ سے قرب کن کلمات کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

ہمارے مدرسہ جامعہ حسینیہ راندیر والوں نے ایک لیفلٹ میں یہ دعا چھاپی تھی

**سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدُ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدُ، سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدُ، سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَآءِ بِغَیْرِ عَمَدُ، سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلیٰ مَآءٍ جَمَدُ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاهُمْ عَدَداً، سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَداً، سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَداً سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ کُفُوًا اَحَدٌ** سے شروع ہوتی تھی۔ یہ کلمات امام اعظم کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد فرمائے گئے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے تو وہاں کا وعدہ ہے کہ میری زیارت دنیا میں

نہیں ہو سکتی، یہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ جب وہاں تمہیں چشمہ ملے گا جس سے حق تعالیٰ شانہٗ کی زیارت اِس آنکھ سے ہو سکے،اور یہ آنکھیں بدل دی جائیں گی دوسری آنکھوں سے، تب جا کر وہاں تم زیارت کر پاؤ گے۔ اِن آنکھوں سے دنیا میں نہیں ہو سکتی **لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر** فرماتے ہیں کہ

ہر کسے را وعدۂ قیامت
ولیکن در معراج شد وصال محمد

فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں حیات طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر اسی لئے بلایا گیا۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ کوئی لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بغیر اُنہیں اچھا نہیں لگتا تھا۔

حضرت مولانا ہاشم صاحب کو بھی یاد ہوگا، وہ کتاب اب بھی میرے پاس ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ بری جنرل ہاسپٹل میں ہیں، جب ہاسپٹل جانے لگے تو فرمایا پیارے وہاں کے لئے کچھ ساتھ لے لے۔ کیا کچھ ساتھ لے لے؟ ڈرنک، فروٹ کھانے کی چیز؟ نہیں بلکہ میں سمجھ گیا کہ وہاں سننے کے لئے کتاب وغیرہ چاہئے، وہاں پہنچتے ہی فرمایا کہ لا بھائی کیا لایا؟ میں نے ایک دو کتابیں تھیں، ان میں سے ایک کتاب پیش کی 'صد میدان' سو میدان۔

حضرت نے اسے سننا شروع فرمایا، جب اس مضمون پر پہنچے، ایک بحث ہے **والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وماغوی وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ** تو اس میں آگے جا کر کے حق تعالیٰ شانہٗ کی رویت کا ذکر ہے، اس سے مراد کیا ہے؟ وہاں اختلاف ہے، صحابہ کرام میں بھی، مفسرین میں بھی۔ تو اس 'صد میدان' کتاب کے مصنف نے لکھا تھا کہ تمام اقوال نقل کر کے کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں

حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار ہوا، حق تعالیٰ شانہٗ کی رویت ہوئی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نجیب اللہ صاحب سے فرمایا کہ نجیب اللہ قلم ہے؟ عرض کیا جی حضرت فرمایا لکھو کہ میری رائے بھی یہی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں ہوا ہے۔ چنانچہ پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء اور تمام امتوں کے افراد ہر ایک کو یہ جواب ملا کہ زیارت وہاں ہوگی آخرت میں قیامت میں ہوگی لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص اسی زیارت کرانے ہی کے لئے وہاں معراج میں بلایا گیا۔

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ یہ نعت جس طرح پڑھی، پڑھتے ہی رہو ہر وقت۔ نعت پڑھتے رہو کتابیں پڑھتے رہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتے رہو، ٹیپ سنتے رہو، ہر وقت آپ کے کانوں میں آواز گونجے، تو یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہورہا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آپ سن رہے ہوں۔

حضرت شیخ یونس صاحب مدظلہم سے ناشتہ کے دسترخوان پر کسی چیز کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے وہ کتب خانہ پیش کیا، جو ٹیبلٹ ہوتی ہے کمپیوٹر کی، وہ ان کی خدمت میں لاکر پیش کیا، میں نے کہا کہ اس میں آپ کو بخاری شریف کے پرانے نسخے بھی بہت سارے ملیں گے، سینکڑوں، ہزاروں کتابیں اس میں ڈالی جاسکتی ہیں اور اِس میں اِس وقت بہت ساری کتابیں موجود بھی ہیں۔ اُس وقت انہوں نے کتنی پیاری بات فرمائی، فرمانے لگے کہ میں سوائے عربی کتابوں کے اور کوئی چیز نہیں پڑھتا۔

حالانکہ جب وہاں میں پڑھتا تھا مشکوٰۃ اور دورہ کے سال میں، وہاں ہم دیکھتے تھے کہ اخبار تو نہیں دیکھتے تھے مگر اردو کتابیں اور اردو جرائد وغیرہ پڑھتے تھے، لیکن فرمانے لگے کہ عربی کتابوں کے سوا اور کوئی چیز میں نہیں پڑھتا اور عربی میں بھی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کی کتابیں میں پڑھتا ہوں۔ کیوں؟ تو وہ انہوں نے اتنے پینتالیس برس

سے وہ پڑھا رہے ہیں بخاری شریف، تو کتابیں نہیں پڑھیں؟ اور پڑھتے چلے آرہے ہیں۔
نہیں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہنا ہے، ہر وقت ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سنتے رہیں پڑھتے رہیں، دیکھتے رہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل و دماغ میں بساتے رہیں کیونکہ جتنا بھی ہم کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، جتنا بھی کیا جائے کم ہے۔ دوستو! جتنا بھی کیا جائے کم ہے۔

## حضرت مولانا حامد میاں صاحب

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہٗ جمعیۃ العلمائے ہند کے صدر تھے، اور سیکرٹری جنرل تھے مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کی بھی زیارت کی، ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا حامد میاں صاحب کو بھی پاکستان جامعہ مدنیہ لاہور میں دیکھا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ساتھ فیصل آباد ہم نے رمضان گذارا تھا، حضرت مولانا محمد میاں صاحب کے صاحبزادہ حضرت مولانا حامد میاں صاحب کو جب ہم ملنے کے لئے پہنچے، تو یہ ان سے پہلی ملاقات تھی، جو اُن کا جامعہ مدنیہ ہے، وہ آپ کے اِس مدینۃ العلوم کا چوتھائی حصہ بھی نہیں ہوگا، شاید دسواں حصہ ہو۔

دوستو! یہ بڑی عبرت کا واقعہ ہے ہم لوگوں کے لئے، جو ہمارے دل و دماغ سیر سے سیر ہی نہیں ہوتے، کیا پارک کی سیر، کیا شاپنگ مال کی سیر، کیا یہاں کی سڑکوں کی، دکانوں کی، سیر ہی نہیں ہوتے۔ اور حضرت مولانا حامد میاں صاحب کا حال ہمیں بتایا انہوں نے کہ اس مدرسہ سے مولانا حامد میاں صاحب تیس برس سے نکلے نہیں ہیں۔ اب لاہور کتنا بڑا شہر ہے، کتنے دینی اجتماعات، مشایخ کی آمد و رفت رہی ہوگی، لیکن کبھی نہیں نکلے۔

## حضرت شیخ قدس سرہٗ

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اپنا طالب علمی کا واقعہ لکھا ہے، مظاہر علوم کی ایک عمارت ہے دفتر

کی عمارت، کتنی چھوٹی سی عمارت ہے مظاہر العلوم کے دفتر کی عمارت۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ میرے جوتے خریدے گئے، اس کے بعد پھر دفتر کی عمارت میں رہائش ہوگئی، اس کے بعد کوئی مہینہ، دومہینہ، چھ مہینہ، طویل عرصہ گذر گیا، جب باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئی، تب یاد آیا کہ وہ جوتے کہاں ہیں، اتنی چھوٹی سی جگہ، چند کمروں کی ایک چھوٹی سی عمارت سے باہر قدم نہیں رکھا۔ سہارنپور کتنا بڑا شہر ہے حضرت کی جوانی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان بزرگوں کے واقعات سے ہمیں عبرت لینے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے آپ کو بدلنے کی توفیق دے۔

## حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حامد میاں صاحب کے والد محترم حضرت مولانا محمد میاں صاحب ہیں، وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، انہوں نے ایک عریضہ حضرت شیخ الاسلام کو لکھا، کہ حضرت آپ نے ذکر شروع کرنے سے پہلے ایصال ثواب کا حکم فرمایا ہے، اب ان کے الفاظ ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پرفتوح کے ایصال ثواب کے لئے گیارہ مرتبہ سورۃ فاتحہ ذکر سے پہلے پڑھ لیا کریں، پھر انہوں نے آگے لکھا کہ یہ آپ کا حکم ہے اور میں حکم کے مطابق ذکر سے پہلے روز پڑھتا ہوں، لیکن مجھے روز ایک اشکال ہوتا ہے۔ کاش کہ یہ اشکال ہمیں پیش آئے دوستو! کاش ہمارا دل ودماغ ان کی طرح ہو کہ ہمیں اشکال پیش آئے۔

وہ کہتے ہیں، پڑھتے ہوئے روز مجھے اشکال پیش آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عالی کتنا اونچا کتنا اونچا اور گیارہ مرتبہ صرف میں پڑھوں، صرف گیارہ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر میں ایصال ثواب کروں۔ اس پر مجھے ہمیشہ یہ اشکال ہوتا ہے۔ جتنا بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کے لئے کیا جائے وہ کم ہی کم ہے۔

## حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ تو حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام کا حال ہے، اب خود حضرت کا حال کیا ہوگا ؟ کہ روضہ شریفہ پر حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، ان سادات کے بھی مزے ہیں اللہ اکبر! سادات کا کیا کہنا وہ سلام پیش کرتے ہیں کن الفاظ سے کہ **الصلوٰۃ والسلام علیک، الصلوٰۃ والسلام علیک یا جدی یارسول اللہ** کہ ابا جان آپ کو الصلوٰۃ والسلام علیک ۔تو وہاں سے جواب آتا ہے **وعلیکم السلام یا ولدی** ۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پیار میں فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام۔

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ حضرت شیخ الاسلام کا نام نہیں لے سکتے تھے، ذکر شروع کیا کہ میرے حضرت مدنی اور پھر روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔

ابھی حضرت مولانا محمود احمد مدنی تشریف لائے، انہوں نے عود کی لکڑی کی ایک پڑیا مجھے عنایت فرمائی اور فرمایا کہ میرے والد صاحب حضرت مولانا اسعد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی میراث میں سے مجھے جو حصہ ملا، اس میں سے میں نے آپ کے لئے یہ حصہ نکالا ہے اور آپ کے لئے میں لایا ہوں۔ اسوقت میں نے ان سے عرض کیا کہ میں اس کو لکھ دوں گا کہ یہ میرے کفن کو جب بخور دی جائے اور اس کو دھونی خوشبو کی دی جائے تو اُس میں اِس کو شامل کیا جائے۔

پھر میں نے اُن سے کہا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو حضرت شیخ الاسلام نے ایک عود کی شیشی عنایت فرمائی تھی، حضرت نے اس پر 'عطیہ حضرت شیخ الاسلام' لکھ کر محفوظ فرما لیا تھا اور وصیت فرما رکھی تھی کہ میرے مرنے کے بعد یہ خوشبو میرے اوپر لگائی جائے۔ چنانچہ وہاں مدرسہ علوم شرعیہ میں جب حضرت کو غسل دیا گیا تو حضرت پیر صاحب نے اٹیچی کھلوائی اسی کی تلاش میں تاکہ عود لگایا جائے۔

ایسی ہی سوچ پر اِن حضرات کو جواب ملا، حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کا جواب ملا، اُن کے خادم سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے ہمیشہ سوچتے رہے، خلجان پیش آ رہا ہے، اشکال پیش آ رہا ہے کہ دربار عالی کتنا اونچا اور یہ میرا صرف گیارہ دفعہ کا درود شریف۔ کاش کہ ہمیں یہ اشکال پیش آئے کہ یارسول اللہ ہم بڑے کوتاہ ہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زندگی بھلائے رکھا، یا اللہ ہمارے اس جرم کو تو معاف فرما۔

## امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اور جو اس طرح یاد کرتے ہیں کہ وہ یہاں سے کتنے خوش جاتے ہیں اس جہاں سے کتنے خوش، کتنے خوش جاتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے، یہاں سے آپ کے اسپین، قُرطَبَہ، اندلس سے یحیٰ اندلسی خادمِ خاص وہاں پہنچے ہوئے ہیں، ہر وقت یہ آپ کے ہاں کے حاضر باش تھے، سب سے پہلا نام مؤطا کے رواۃ میں یحیٰ اندلسی کا آتا ہے، کتنا پیار اپنے پیر سے، اپنے استاد سے، اپنے محدث سے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ وہ اپنا آخری واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

یہی حال ہمارا بھی تھا مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرت کی آخری علالت کی گھڑیوں میں، جب حضرت نے چند منٹ پہلے آنکھیں کھولیں اور اس کے بعد ذرا سی گردن اُٹھائی اور اشارہ فرمایا کہ بیٹھا دو، تکیہ لگایا گیا، بیٹھایا گیا، حضرت نے ادھر سے دیکھنا شروع کیا، میرے دائیں ہاتھ پر کوئی اور تھا، نمبر دو پر میں تھا، میرے برابر میں حضرت پیر صاحب تھے، انکے برابر میں مولانا عاقل صاحب تھے، حضرت نے ایک نظر سب کو دیکھا، اس وقت ہم میں سے ہر ایک گردن کو اونچی کر کے سوچ رہا ہوگا کہ حضرت مجھے بھی دیکھ لیں، مجھے بھی پہچان لیں۔

یہی کلمے یحیٰ اندلسی فرماتے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں گھوم رہا ہوں چاروں طرف، امام لیٹے ہوئے ہیں آنکھیں بند ہیں، بیہوشی کا عالم ہے، میں ڈھونڈ رہا ہوں اور میں کوشش کرتا

ہوں کہ میں اِدھر سے جاؤں کہ کبھی آنکھ کھلے تو مجھے ایک نظر دیکھ لیں، ساری عمر بھر خدمت کرتے رہے وہ انہیں دیکھتے رہے، یہ انہیں دیکھتے رہے مگر سیری نہیں ہوئی۔ یحیٰ اندلسی فرماتے ہیں کہ میں چاروں طرف گھومتا رہا چارپائی کے۔ اور مجلس ایسی تھی کہ مدینہ منورہ کے منتخب بڑے بڑے محدثین اور علماء دنیا بھر کے وہاں پہنچے ہوئے تھے اور وہ سب اس آخری مجلس میں موجود ہیں، میں گھومتا رہا کہ کاش مجھے ایک نظر دیکھ لیں۔

فرمایا کہ اتنے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں کھولیں اور آنکھ کھولنے کے بعد پہلا جملہ جو ارشاد فرمایا، وہ یہ فرمایا کہ اب مولیٰ سے ملنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے پوچھا حاضرین نے، خدام نے کہ حضرت مزاج کیسے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ میں نہایت مسرور ہوں کہ اس وقت مولیٰ سے ملنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور اس وقت بھی میرے پاس اولیاء اللہ کا مجمع ہے اور میں انکی صحبت میں ہوں اور میں ساری عمر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت اور تعلیم اور تدریس میں مشغول رہا اور ساری عمر وہی ایک کام میں کرتا رہا، اس لئے میں اس جہاں سے اب مسرور جا رہا ہوں۔

لیکن سنو! میں نے ساری عمر تمہیں حدیثیں سنائیں، مگر میں اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت ربیعہ کی ایک حدیث سناتا ہوں، جو میں نے آج تک تمہیں نہیں سنائی۔ کیوں؟ کہ میں نے جیسا کہا کہ میں بہت مسرور ہوں کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں ہوں اور ساری عمر انکی صحبت میں رہا اور ان کا علماء اور اولیاء اللہ کا حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں یہ مقام ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس سے بہتر حق تعالیٰ شانہٗ کی نگاہ میں کوئی جماعت نہیں۔ سب سے اونچا مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد اگر حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک کسی جماعت کا رتبہ ہے تو وہ علماء ہیں۔

اسی لئے فرمایا کہ میں ربیعہ کی حدیث تمہیں سناتا ہوں کہ ربیعہ خدا کی قسم کھا کر بیان فرماتے تھے، ہمارے استاذ ربیعہ خدا کی قسم کھا کر یہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کسی مسلمان کو میں

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نماز تعلیم کردوں اور نماز کے مسائل اُسے بتا دوں تو یہ ساری کائنات سے مجھے محبوب ہے، روئے زمین پر جتنی دولتیں ہیں ساری مجھے مل جائیں، سب کا میں مالک ہو جاؤں، اور روئے زمین کی تمام دولتوں کو، سارے خزانوں کو میں صدقہ کردوں اور لٹا دوں، تو اس سے افضل وہ ایک نماز کا مسئلہ بتلانا ہے۔

پھر فرمایا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھائی اور قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ کسی رات کو بستر پر چلے گئے ہیں، کسی روایت میں کوئی خلجان پیش آیا یا کسی روایت کی تلاش شروع کی دماغ میں، کہ یہ روایت کہاں ہے؟ اِس روایت پر جو اشکال ہے اس کا کیا جواب ہے؟ ساری رات اُسی تتبع اور اس کی تلاش اور جستجو میں دماغ رہا اور رات بھر کروٹیں بدلتے ہوئے گذری اور صبح اُٹھ کر کسی کے پاس میں پہنچا اور میں نے اُن کے پاس جا کر وہ اپنا اشکال حل کرلیا اور مجھے جواب مل گیا، تو فرمایا کہ یہ سو ۱۰۰ ر مقبول حج سے افضل ہے۔

علم کا یہ مرتبہ ہے! اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں علماء کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔

پھر اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے استاد ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ قسم بخدا! اگر کسی مسلمان نے آکر مجھ سے کوئی سوال کیا کہ مجھے یہ دینی امر میں یہ سوال درپیش ہے اور میں آپ سے پوچھنے کے لئے آیا ہوں میں اسکو سمجھا دوں اور اس کی اصلاح کردوں اور اس کا حق تعالیٰ شانہٗ سے جو رابطہ ہے، ٹوٹنے سے اس کو میں بچالوں۔ فرمایا کہ یہ سو ۱۰۰ ر غزوات سے افضل ہے۔

تینوں روایتیں سنا کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک علماء کا مرتبہ اِس درجہ کا ہے۔

دوستو! حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس علم کی قدر کی توفیق عطا فرمائے اور ہر وقت ہمیں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ پڑھتے رہنے کی اور پڑھاتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جنہوں نے پڑھایا، پڑھتے رہے پڑھتے رہے جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کیا

مقام ان کا!

## علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ

لاہور کے ایک بزرگ ہیں علامہ صغانی، انکی کتاب ہے عام طور پر نام لیا جاتا ہے آدھا، ورنہ پورا نام کتنا پیارا ہے۔آدھا نام لیتے ہیں **'مشارق الانوار'**۔انہوں نے جونام رکھا تھا **'مشارق الانوارِ النبویۃ لصحیحِ الاخبارِ المصطفویۃ'** کتنا پیارا نام ہے۔ان کے متعلق حضرت نظام الدین اولیاء کا ایک ملفوظ ہے 'فواد الفواد' میں ہے، کہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ صغانی کس درجہ کے بزرگ تھے؟ علمی مرتبہ تو علامہ سیوطی نے لکھا۔دیکھئے سیوطی لکھتے ہیں جو **صغانی اللاھوری** جولاہور کے ہیں **ثم الغِزنوی ثم البغدادی۔**

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اُن سے بڑا لغت کا کوئی امام نہیں۔کہ سب سے بڑھے ہوئے لغت میں **امام فی اللغۃ**۔اوران کا روحانی مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء بیان فرماتے ہیں کہ حضرت صغانی کو کسی حدیث میں کوئی اشکال پیش آتا تھا تو 'سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم را درخواب دیدے وحضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آں مشکل را حل کردے'۔فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی اوران کے اس اشکال کو حل فرماتے تھے۔

## حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

جیسے بذل المجہود کا قصہ سنایا تھا۔کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے بھی خواب دیکھا اور حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خواب دیکھا، رات کے وقت نکلے یہ بھی نکلے وہ بھی نکلے، راستہ میں ملاقات ہوگئی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ کہاں جارہے ہیں فرمایا کہ خواب دیکھا ہے، فرمایا کہ وہ خواب میں نے بھی دیکھا ہے کہ آج بذل المجہود میں فلاں جگہ یہ جو مضمون لکھا گیا، اس میں یہ سہو ہوا ہے یہ غلطی ہوئی ہے۔کیا ٹھکانہ ہوگا

ان کتابوں کا مشارق الانوار کا اور بذل المجھود کا!

## امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ہمیشہ میں اس طرح توجہ دلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں جب بیان کرتے ہیں کہ وہ پنکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھل رہے ہیں، تعبیر دی گئی کہ **تذود عن احادیث رسول الله صلی الله علیه وسلم** کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو صاف کر کے پیش کریں گے۔

## ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ میرے ابا نے بچپن میں میرے متعلق ایک خواب دیکھا، ابھی بچہ ہیں مگر دربار نبوی سے ان کو منتخب کرلیا گیا ایک کام کے لئے، پھر ساری عمر وہی کام کرتے رہے۔

سب سے بڑی تفسیر کی کتاب ان کی ہے، سب سے بڑی حدیث کی کتاب ان کی ہے، سب سے بڑی تاریخ کی کتاب ان کی '**تاریخ الامم**' ہے۔ کوئی لکھتا ہے کسی بادشاہ کی تاریخ، کسی بزرگ کی تاریخ، ایک نبی کی تاریخ، انہوں نے تاریخ الامم لکھی تمام امتوں کی تاریخ لکھ دی۔ اور جب انہوں نے حدیث کی کتاب لکھی ہے تو بتایا کہ وہ کتاب میں نے لکھی ہے پوچھا گیا کہ کتنی بڑی؟ انہوں نے فرمایا کہ ثلاثون الف ورقہ کہ تیس ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ یہی حال تفسیر کے بارے میں بتایا کہ اتنی طویل تفسیر لکھی آپ نے۔ تو یہ کیسے کر پائے؟

فرماتے ہیں کہ بچپن میں میرے والد صاحب نے میرے متعلق خواب دیکھا کہ میرے پاس ایک تھیلا ہے، وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ میرے پاس ایک تھیلا ہے اور اس تھیلے میں پتھر ہیں اور سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور میں تھیلے میں سے پتھر اُٹھا اُٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک رہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکو

ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ معبر کے سامنے خواب بیان کیا گیا، سن کر انہوں نے تعبیر دی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تمہارا بیٹا زبردست خدمت انجام دے گا۔ تعبیر کتنی صحیح نکلی۔

## ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث انکے پڑوسی خواب میں دیکھتے ہیں، وہ روز دیکھتے تھے کہ یہ پانی کے لئے جا رہے ہیں ابھی نوجوان ہیں پڑھ رہے ہیں، تو ان کا پڑوسی خواب میں دیکھتا ہے کہ ابن خزیمہ کے پاس ایک گتہ ہے اور اس گتہ کے اوپر تختہ کے اوپر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے اوراس تصویر کوابن خزیمہ پینٹ کررہے ہیں رنگ بھر رہے ہیں۔ جب معبر سے تعبیر پوچھی گئی، تو کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کی خدمت ان سے لی جائے گی۔ وہاں دربار نبوی سے بچپن ہی سے منتخب کیا جاتا ہے۔

جیسا میں نے ابھی قصہ سنایا تھا کہ ہمارا مدینۃ العلوم، اس کی ابھی تو چابی نہیں ملی تھی، ابھی اس کا کوئی دروازہ سلامت نہیں، کوئی روم سالم نہیں، کھڑکی کوئی سلامت نہیں اس حال میں ہم یہاں پہنچے تھے، پہنچنے سے پہلے ہی وہاں والسل میں ایک نوجوان ملا، وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شِیر خوار بچہ کی شکل میں ہیں اور میری گود میں ہیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوسنبھال رکھا ہے۔ پھر وہی نوجوان شروع کے سالوں میں مدینۃ العلوم کا سب سے بڑا محافظ بن کر رہا۔ تن تنہا اتنی بڑی عمارت میں وہ رہتا تھا۔

کاش کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک ہم پر بھی پڑ جائے جیسے ان بچوں پر پڑی۔ برمنگھم کے اس بچہ پر پڑی، جیسے ابن خزیمہ پر پڑی، جیسے ابن جریر پر پڑی۔ کاش کاش دوستو! کچھ اپنی طرف سے قدم کو بڑھائیں۔ جس طرح یہ بزرگ ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں رہتے تھے ہروقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی یاد دل میں بسائی جارہی ہے، کہ ہر وقت اس

کوشش میں ہیں، انکو سیری ہی نہیں ہوتی، کتنی کوشش کرتے تھے؟

## علامہ ابواسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابواسحاق شیرازی بہت بڑے محدث ہیں، یہ ابن جریر، ابن خزیمہ یہ شیرازی ان کے ایک ایک کے حالات ابھی بیان کرنا شروع کریں، تو کئی گھنٹے خرچ ہو جائیں۔ یہ ابواسحاق شیرازی ساری عمر حدیث پڑھاتے رہے مگر سیری ہی نہیں ہے کیسے؟ کہ خواب میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کرتے ہیں؟۔

کاش ! کہ ہماری آنکھوں پر، جو قلب پر پردے پڑے ہوئے ہیں یہ ہٹ جائیں۔ جب انسان سو جاتا ہے تو نہ بھوک کا احساس نہ پیشاب استنجا کا احساس ہے، نہ اور کوئی بات نہ سن رہا ہے نہ دیکھ رہا ہے۔ دل ودماغ بالکل خالی ہیں اس وقت فرشتہ دل میں ڈالتا ہے اور جو بیداری میں ہر طرف سے آنکھ بند کرلیتے ہیں، دنیا مافیھا سے کوئی سروکار نہ رہے نہ پہنچانتے ہوں، ان کے قلوب روحانیات کے مرکز بن جاتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا قصہ میں نے بارہا سنایا حضرت پیر صاحب کی موجودگی میں بھی شاید سنایا تھا کہ پیر صاحب پہنچتے ہیں، حضرت ان سے پوچھتے ہیں کون؟ جواب دیتے طلحہ، پھر پوچھتے کون؟ پھر عرض کرتے طلحہ، آخر میں ان کو کہنا پڑتا کہ آپ کا بیٹا طلحہ۔ اس قدر نیچے آنے میں دیر لگتی تھی، کاش ! کہ یہ جو پردے ہیں یہ سب ہم ہٹا پائیں، اپنے دلوں سے پردے ہٹ جائیں اور کاش کہ ہم بھی دیکھ سکیں۔

## مفتی مرغوب صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

جنہوں نے ہٹا دیئے تو وہ مفتی مرغوب صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شعر میں فرماتے ہیں ولکن بعین باطن قلب یراہ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ظاہری جسم تو

یہاں ہندوستان میں ہے، مدینہ منورہ سے میں بہت دور ہوں ولکن بعین باطن قلب یراہ لیکن میرے قلب کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے یہاں ہندوستان سے۔ یہ تمام فاصلے ہندوستان سے لیکر مدینہ منورہ تک میرے لئے کچھ نہیں۔

## مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر سنایا تھا بار بار سنایا۔ کاش! کہ کسی وقت کا سنا ہوا ہمیں جگا دے۔ کہ وہ مدینہ پاک سے واپس روانہ ہوئے اور ہمارے یہاں تشریف لائے تھے اور یہاں آ کر سنایا تھا کہ اس دفعہ جب میں چلا ہوں مدینہ منورہ سے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا

او ادعکم و اعلمکم بوجدی    وقلبی عندکم والجسم عندی
ولا قصدی افارقکم ولکن    قضا الله یبلغ کل عبدِ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ منورہ سے اب جا رہا ہوں میرا جسم تو چلا جائے گا، میرا دل میں یہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ دل وہاں چھوڑ کر آتے ہیں تو وہ دیکھ پاتے ہیں دل کی آنکھ سے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی آنکھیں کھول دے اور جو اس طرح کوشش کرتے رہیں گے ان حضرات کی طرح سے، تو پھر یہاں سے دیکھتے بھی رہیں گے اور وہاں دربار نبوی سے اتنا نوزا جاتا ہے، اتنا نوزا جاتا ہے کہ کتنے واقعات!

میں ہر دفعہ آپ کو سناتا ہوں الگ الگ کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے متعلق دیکھا گیا، شاہ فیصل کے متعلق دیکھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔

امام بخاری کا ہر سال درس بخاری میں آپ واقعہ سنتے ہیں کہ کسی نے اپنے ملک میں خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں پوچھا کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا انتظار ہے؟ فرمایا کہ ہاں، پوچھا کہ کس کا، فرمایا کہ امام بخاری کا انتظار ہے، بعد میں پتہ چلا کہ اُسی وقت امام بخاری کا وہاں انتقال ہو رہا تھا۔ یہی حال ربعی ابن خراش رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور انہوں نے عہد کیا تھا۔

دوستو! عہد کرلو، اپنے متعلق۔ یہ صرف ہمارے عزم کی بات ہے، ہم عزم نہیں کر پاتے، پختہ عزم کرلو، ٹھان لو ایک چیز کی پھر ہر چیز آسان ہے۔

## ابن خراش رحمۃ اللہ علیہ

انہوں نے شروع ہی سے جب ہوش سنبھالا تھا، اسی وقت سے یہ ٹھان لی تھی کہ میں کبھی الٰہی، اللہ سے بات کر رہے ہیں بوڑھی عورتیں اکیلی اکیلی بولتی ہیں تو لوگ ہنستے ہیں کہ بیچاری اکیلی بولتی رہتی ہیں تو یہ بزرگ اکیلے اکیلے بولتے رہتے ہیں ہمارے والد صاحب کی طرح۔

حق تعالیٰ شانہٗ کو خطاب کر رہے ہیں ابن خراش اور کہتے ہیں الٰہی میں کبھی بھی نہیں ہنسوں گا حتیٰ اری منزلتی فی الجنۃ جب تک میں جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لوں، وہاں تک میں کبھی عمر بھر نہیں ہنسوں گا۔ اس عہد کو انہوں نے ساری عمر نبھایا، اب انتقال کا وقت آ گیا، بیمار ہو گئے انتقال ہو گیا سب نے تیاری شروع کر دی۔

کپڑے اتار دیئے کہ نبض کی حرکت ختم ہے، لاشہ پڑا ہوا ہے۔ جیسے ہی انہوں نے تختہ پر لا کر رکھا، تو جو دعا کی تھی کہ الٰہی میں کبھی ہنسوں گا نہیں جب تک کہ جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لوں، اب جیسے ہی وہ جنت کا منظر سامنے آیا ہو گا تو وہ غسل کے تختے پر ہاہاہا کر کے ہنس رہے ہیں ہنس رہے ہیں ہنستے چلے جا رہے ہیں۔

لوگوں نے سوچا کہ ابھی تو انتقال ہو گیا تھا ابھی ہنس رہے ہیں۔ سب انتظار میں کہ اب کیا کریں کہ انتقال ہو چکا تھا اور ابھی ہنس رہے ہیں اس حال میں انہوں نے پھر بہت سی وصیتیں انکو فرمائیں اور اخیر میں فرمایا کہ ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَنْتَظِرُنِیْ مجھے

دفن کر دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے انتظار میں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے تو رحمت ہی رحمت برستی ہے، کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے۔ پوری شریعت غرا آپ دیکھیں گے، اس میں بھی آپ کو ہر جگہ رحمت ہی رحمت نظر آئے گی، کبھی کہیں سے، یہاں سے وہاں سے ہر جگہ رحمت ہی رحمت۔

میں نے وہاں کینیڈا میں بیان کیا، میں نے کہا کہ دیکھو جو شریعت غرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے اور ہمیں دے کر گئے اس کی کسی چیز کو معمولی اور حقیر نہ سمجھو، میں نے پھر مثال دی کہ دیکھو یہ غسلِ جنابت ہے، مجھے یاد آیا کہ جنہوں نے اپنی حفاظت کی، حق تعالیٰ شانہٗ نے کتنا ان سے کام لیا دوستو! وقت کی عمر کی ایک ایک لمحہ کی، ایک ایک سانس کی قدر پہچانو۔

## ابن النفیس

ایک طبیب ہیں ابن النفیس، جو ابن سینا کے بعد سب سے بڑے طبیب سمجھے جاتے ہیں اور بہت ساروں نے ان کو ابن سینا سے بھی بڑھ کر بتایا ہے، کہ یہ ابن سینا سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، ابن سینا کی کتابوں پر انہوں نے اشکالات کئے ہیں، القانون پر اشکال کئے ہیں، الشامل میں اشکالات لکھے گئے ہیں، اس کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ابن سینا سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، کیوں؟

جو نئی نئی ایجادات، تحقیقات ہمیں دی گئی ہیں، میں نے بتلایا تھا کہ یہ جو نبض ہے، حکماء کے یہاں نبض دیکھی جاتی ہے، ڈاکٹر صرف پلس دیکھتے ہیں جو آپ بھی دیکھ سکتے ہیں، لیکن وہ حکیم نبض پر ہاتھ رکھتے اور کہتے کہ آپ کے دماغ کی جھلی پر ورم ہے یہ جملہ حکیم عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مریض کو فرمایا تھا۔ کسی کو کیا کسی کو کیا؟ یہیں نبض پر انگلی رکھنے سے ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ دماغ کی جھلی میں ورم کیسے ہے؟

تو یہ جو نباضی کا فن ہے نبض دیکھی جاتی ہے تو ابن النفیس سے پہلے یہ علم نہیں تھا، یہ ابن النفیس ٹرکش باتھ میں گئے ایسے حمام جس میں پہلے اسٹیم گرمی آتی ہے پھر ٹھنڈک آتی ہے پھر گرم پانی آتا ہے، اس میں تشریف لے گئے، کپڑے جو زائد تھے وہ خدام کے حوالے کئے اور لنگی باندھ لی اور اندر چلے گئے۔

تھوڑی دیر میں انہوں نے خدام نے دیکھا کہ وہ بھاگ کر آرہے ہیں لنگھی سنبھالے ہوئے اور یہاں آکر ان خدام سے فرمارہے ہیں جلدی لاؤ کاغذ قلم، سب قلم اور کاغذ لے کر بیٹھ گئے اور انہوں نے وہاں کھڑے کھڑے پوری کتاب لکھوادی یہ جو نباضی کا پورا فن ہے، وہ اس طرح کھڑے کھڑے لکھوادیا۔

کہ نبض کس طرح چلتی ہے، اس طرح چلے گی تو اس کا مطلب یہ ہے، خفیف چلے تو اس کے یہ معنیٰ ہیں، سریع تیز چلے تو یہ بیماری ہے، بہت آہستہ چلے تو یہ بیماری ہے۔ تو یہ تمام اقسام نبض انہوں نے لکھوادیں، پھر باتھ میں نہانے کے لئے تشریف لے گئے۔

اسی طرح یہ جو مرض ہے بلڈ پریشر کا، اس کے معلوم کرنے والے بھی یہی ہیں، اس سے پہلے کوئی جانتا نہیں تھا کہ بلڈ پریشر کیا چیز ہے؟ یہ فن انہوں نے لکھوایا، اس طرح خون یہ اوپر کا، اس طرح یہ نیچے کا، یہ پریشر اس طرح بڑھتا ہے۔

یہ ابن النفیس شامی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ شام والوں پر رحم فرمائے، وہاں شام میں پیدا ہوئے، پرورش پائی اور قاہرہ میں ایک مدرسہ تھا مدرسہ نوریہ، اس کے مدرس رہے۔ تو ان کا لقب میں آپ کو بیان کررہا تھا کہ ان کا جہاں تعارف کرواتے ہیں تو وہاں کہتے ہیں کہ **امامُ حفظ الوقت**۔

یہ لقب مولانا ہاشم صاحب نے بھی کسی کتاب میں پڑھا **امام حفظ الوقت** کا؟ میں نے کہا ہم نے کسی کتاب میں کسی کے بارے میں یہ لقب کہ **امام حفظ الوقت** آج تک نہیں پڑھا، القاب بھی دیئے جاتے ہیں۔ **امام حفظ الوقت** ان کو کہا گیا کہ اور اس کی مثال یہی

کہ باتھ میں گئے ہوئے تھے اور وہاں سے وہ نکلے لنگی باندھے ہوئے انہوں نے لنگی پکڑے پکڑے پوری کتاب بلکہ جدید فن لکھوادیا، نباضی کا پورا فن اور یہی بلڈ پریشر کے فن کے مؤجد ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غرا کے متعلق میں عرض کرنے لگا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آداب تعلیم فرمائے، استنجا کے لئے ہم جاتے ہیں بیت الخلاء، اس کے جو آداب بیان کئے گئے ہیں ستر ۷۰/ر۔ سیونٹی آداب استنجے کے بیان فرمائے گئے ہیں۔تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہر چیز بہت اونچی نعمت سمجھی جائے۔

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ میں نے **رایت البارحة عجباً، رایت الرجل** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ میں نے گذشتہ رات بڑا عجیب خواب دیکھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ حلقے لگے ہوئے ہیں، یہ آدم علیہ السلام اور انکی امت کا ہے، حضرت ادریس علیہ السلام اور انکی امت کا ہے،حضرت نوح علیہ السلام اور انکی امت یہاں ہے، حضرت ابراھیم علیہ السلام، اور شعیب علیہ السلام،شیث علیہ السلام کا حلقہ ہے،تمام انبیاء علیھم السلام کے حلقے لگے ہوئے ہیں اور تمام انبیاء بیٹھے ہوئے ہیں اور چاروں طرف انکی امت بیٹھی ہوئی ہے، اور ایک شخص ہے کہ ہر حلقہ کے قریب جاتا ہے لیکن حلقہ والے کہتے ہیں کہ اِدھر مت آؤ پلیز **کلما دنیٰ منها طُرِدَ** جب وہ شخص اس حلقہ کے قریب جاتا ہے تو اس کو ہٹا دیا جاتا ہے کہ یہاں نہیں آسکتے، اب وہ پریشان ہے۔

محشر کی رسوائیوں سے اللہ ہمیں بچائے۔ دنیا میں اب اتنے مجمع میں کسی شخص کو اپنی رسوائی کسی بات سے محسوس ہو تو اسے کتنی تکلیف ہوگی۔ وہاں تو اولین وآخرین کا مجمع ہوگا۔

## حضرت علامہ اقبال

اسی لئے تو حضرت علامہ اقبال حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی میرا حساب اگر

تجھے لینا ہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ چھپا کر لینا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذیت کا باعث دنیا میں بہت بنتا رہا، بہت تکلیف پہنچائی۔ میرے اعمال نامے سرکار کو پہنچتے رہے ہونگے، بہت تکلیف ہوئی ہوگی مگر وہاں سرکار کے سامنے میرا حساب ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تکلیف ہوگی، وہاں کی رسوائی سے اللہ ہمیں بچالینا اس طرح کہ

وگر بینی حسابم ناگزیر  از نگاہِ مصطفیٰ پنھاں بگیر

یہ شخص کتنا پریشان ہوگا! کہ جہاں جاتا ہے اس کو دھتکار دیا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی اثناء میں ایک شخص آتا ہے اور اس پریشان کا ہاتھ پکڑتا ہے اور پہلے اپنا تعارف کراتا ہے کہ میں تیرا غسلِ جنابت ہوں۔

یہ جو حدیث میں، روز آپ پڑھتے ہیں تعلیم کے حلقوں میں، کہ قبر میں جائیں گے تو عذاب آئے گا، سر کی طرف سے تو یہ عمل روک دے گا، پیر کی طرف سے آئے گا تو فلاں عمل روکے گا، دائیں طرف سے فلاں عمل روکے گا، بائیں طرف سے فلاں عمل روکے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آنے والا اپنا تعارف کراتا ہے کہ میں تیرا غسل جنابت ہوں اور اس نے ہاتھ پکڑا اور اب اس نے پکڑ کر کہاں لا کر بٹھایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پہلو میں میرے برابر میں بیٹھا دیا۔ جب یہ غسل جنابت اتنا اونچا عمل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا پڑھنا پڑھانا یہ کتنا اونچا ہوگا۔

وقت کافی ہوگیا دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی قدردانی کی توفیق دے، ہر لمحہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول رہنے کی ہمیں توفیق دے۔

دوستو! بس یہ چلتے پھرتے ہر وقت یہ کتاب جو کھول کر بیٹھتے ہیں پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں، شیخ یونس صاحب فرماتے ہیں کہ میں حدیث ہی کی کتاب پڑھتا ہوں۔ یہ ہم نہیں کر سکتے

لیکن یہ تو کر سکتے ہیں کہ آپ ابھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، آپ یہ نقشہ جمائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد شریف میں منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے صحابہ کرام کا مجمع ہوتا تھا کیا منظر ہوتا ہوگا، گھر میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے حجرہ میں ہوتے تھے کیا عالم ہوتا ہوگا۔

دوستو !اپنے تصور کو بدلئے، اس کا نام ہے مراقبہ محمد یہ۔ اللہ تعالیٰ ہروقت اس مراقبہ کو کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

**بسم الله الرحمن الرحيم**

**باب قول الله ونضع الموازين القسط ليوم القيامة وأن أعمال بنى آدم وقولهم يوزن، وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية ويقال القسط مصدر المقسط، وهو العادل، وأماالقاسط فهو الجائر، حدثنا احمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن ابى زرعة عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان الى الرحمن خفيفتان على اللسان ثقيلتان فى الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔**

## دعا

**اللهم صل على سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبناوسندنا ومولانا محمد وبارك وسلم ربنا اٰتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار، ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فى امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين، ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب، ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وكفرعنا سيئآتنا وتوفنا مع الابرار، ربنا و**

اٰتنا ماوعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃانک لاتخلف المیعاد، ربنا لاتواخذنا ان نسینا اؤ اخطأنا ربنا ولاتحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحمّلنا ما لاطاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

اللھم لاسھل الا ما جعلتہ سھلا وانت تجعل الحزن سھلا ماشئت، لااله الاالله الحلیم الکریم لا اله الله رب العرش الکریم والحمد لله رب العالمین، نسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل البر والسلامۃ من کل اثم والعصمۃ من کل ذنب لاتدع لنا ذنبا الا غفرتہ ولاھما الا فرجتہ ولا کربا الا نفستہ ولا ضرا الاکشفتہ ولادینا الا قضیتہ ولا مرضا الا شفیتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتھا یا ارحم الراحمین۔

اللھم انا نسئلک قلوبا اواھا مثبتا منیبتا الیک، اللھم انا نسئلک حبک وحب رسولک حبک وحب رسولک حبک وحب رسولک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنا الی حبک اللھم اجعل حبک احب الاشیاء الینا وحبک اخوف الاشیاء الینا اللھم نسئلک الھدی واتقی والعفاف والغنی۔

یا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یااللہ ہماری سیئات سے درگذر فرما۔ یااللہ ہمارے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو معاف فرما، یااللہ اب تک ہم نے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کونہیں سمجھا، یااللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات عظیمہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کو ہمارے دل میں بسانے کی توفیق عطا فرما، ہماری زبانوں پر درود شریف کو آسان فرما، استغفار کو آسان فرما، ذکراللہ کی توفیق عطا فرما، تیرے کلام اللہ کی توفیق عطا فرما، تیرے کلام کی تلاوت ہمارے لئے آسان فرما، یااللہ تیرے برگزیدہ بندے ایک ختم دن میں ایک رات میں کرتے تھے، وہ

تھکتے نہیں تھے ساری عمر یہ کرتے رہے یااللہ ہمارے لئے یہ تلاوت کو آسان فرما، ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرما، ماہ مبارک قریب آرہا ہے اس رمضان المبارک میں قرآن پاک کی تلاوت کی ہمیں توفیق دے، یااللہ ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، یااللہ جو بیمار ہیں انہیں شفا دے، جو مقروض ہیں انہیں قرض سے خلاصی عطا فرما، یااللہ جو رشتے کے سلسلہ میں پریشان ہیں بہتر رشتہ عطا فرما، یااللہ جو اولاد کی وجہ سے پریشان ہیں ان کی پریشانیاں ختم فرما، یااللہ اس ملک میں ہماری نسلوں کی حفاظت فرما، یااللہ دنیا بھر میں دنیا کے ہر کونے کونے میں نوجوان نسل کی حفاظت فرما، یااللہ برائیوں سے انہیں محفوظ فرما، ہماری نوجوان بچیوں کی حفاظت فرما، یااللہ انہیں شرم وحیاء والی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرما، یااللہ پردے اور تستر والی زندگی انہیں نصیب فرما، یااللہ ہمارے نوجوانوں کو تمام برائیوں سے تحفظ دے۔ یا اللہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے ہمیں عشق ومحبت عطا فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہمیں عطا فرما۔

**وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین۔**

## (۱۲)

### بسم اللہ الرحمن الرحیم

### نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ!

جس طالبِ علم نے حفظ ختم کیا اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ اس کے اساتذہ، ادارہ کے منتظمین، معاونین، محسنین سب کو قبول فرمائے۔ سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ طالبِ علم جس نے حفظ ختم کیا، اس نے یتیمی میں پرورش پائی۔ ماں نے سب کچھ کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام ماؤں کو اپنے بچوں کو اسی طرح صحیح راستہ پر ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے مرحوم ابا جان کے درجات بلند فرمائے۔ انہیں اس وقت کس قدر وہاں خوشی ہو رہی ہوگی؟ اسی طرح جو طالبات بخاری شریف ختم کر رہی ہیں، فارغ ہو رہی ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت دے۔ ہر گھر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علوم کو عام فرمائے۔ جو بچیاں ابھی بخاری شریف شروع کریں گی اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ساری عمر حدیث پاک کے شغل میں رکھے۔ حدیث پاک کا کما حقہ ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بارہا آپ نے حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق سنا کہ حضرت نے اپنی طالبِ علمی اور حدیث پاک کا کتنا اہتمام اور ادب فرمایا، اس کو بارہا بیان فرمایا۔ روتے ہوئے بیان فرماتے تھے کہ تہیہّ فرمایا تھا کہ کوئی حدیث، سارا سال کئی کئی گھنٹوں اسباق ہوتے رہیں گے، انسان کے ساتھ معذوری، بیماری، مشغولی بہت کچھ اللہ نے رکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی تھی کہ یا اللہ! میری کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے۔ کوئی سبق ناغہ نہ ہو۔ ایک حدیث بھی ناغہ نہ ہو۔ اور دوسرا یہ کہ کوئی حدیث بلا وضو نہ پڑھوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس درجہ کا ادب حدیث پاک کا ہمیں بھی عطا فرمائے۔

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

جو ادب کے باب کو سمجھتے رہے وہ پا گئے۔ رمضان المبارک میں ہمارے بھائی جان حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ کا قصہ بیان کیا تھا، یہاں اعتکاف والے دوست بھی بہت سارے ہیں۔ کہ گھر میں خادمہ ہمیشہ دیکھتی ہے کہ وہ اپنے پوتے کا نام نہیں لیتے، اُس کو لاؤ، اِس کو اِدھر لاؤ، تو اِدھر آ۔ کبھی کبھی نام لے لیا۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ سب بچوں کو آپ نام سے پکارتے ہیں، اسے کیوں نہیں؟ پوچھنے والے سے فرمایا کسی کو کہنا نہیں، اس وقت میرا وضو نہیں ہوتا۔ اس کا نام ہے محمد، بغیر وضو کیسے لوں؟ صلہ یہ ملا کہ آخری وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھائی جان کے بستر پر تشریف رکھتے ہیں۔ اُسی حال میں اوپر والوں کو السلام علیکم فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔

کاش کہ ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو سمجھ پائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام واسطہ دے رہے ہیں، حالانکہ ابھی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری، آپ کی ولادت با سعادت میں زمانے اور دہور باقی ہیں، مگر سرکار کی دُہائی دیتے ہیں۔

## حضرت اسمویل علیہ السلام

ایک روایت بیان کی تھی رمضان المبارک میں اسمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں فوج چاروں طرف موجود، سمندر کے کنارہ تک ان کو جب پہونچا دیا کہ ان کو ڈبو دو پانی میں۔ پچاس کا قافلہ ہے تو اسمویل حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح سے خدا کو دُہائی دیتے ہیں۔ ساتھیوں سے کہتے ہیں پڑھو: **صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ، صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ، صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ** ۔فرماتے ہیں کہ جیسے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے وہی نیل راستہ دیتا ہے حالانکہ وہی نیل فرعون کو ڈبوتا ہے۔ جس طرح اژدہا اپنے منہ میں زور سے کھینچ لیتا ہے، اسی طرح ایک موج نے ساری فوج کو اپنے اندر کھینچ لیا۔ قصہ ختم۔

اسی لئے ہمارے شیخ قدس سرہ کا کوئی خط عوام، خواص کے نام اس سے خالی نہ ہوتا تھا، ہر خط میں آپ یہ جملہ پڑھیں گے کہ درود شریف کی کثرت کا بہت اہتمام رکھیں کہ یہ مصائب اور فتن سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ہم نے دیکھا کہ جو اوڑھنے کے لئے لحاف، کمبل، چادر وغیرہ ہوتے تھے، اس میں ایک چادر سیاہ رنگ کی تھی۔ کھدّر کی وہ چادر تھی، حضرت نے اس پر سیاہ رنگ شاید بعد میں کروایا ہو۔ یا ممکن ہے کہ اسی طرح سیاہ رنگ کی بُنی جاتی ہو، جو کبھی کبھار پردہ کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی۔ حضرت کے معتکف میں بھی۔ کاش کہ ہمیں بھی اس کی توفیق ہو۔ بار بار ہم اسٹیجوں پر نعتوں میں سنتے ہیں۔ کبھی گنگناتے بھی ہیں کالی کملی کے اشعار۔ مگر کبھی ہم نے سوچا کہ میرے پاس بھی ہونی چاہئے۔ کوئی ہے ان میں سے جو پانچ پاؤنڈ کی چادر نہ خرید سکے؟ کسی کی استطاعت نہ ہو؟ مگر توفیق کی بات ہے۔ سوچ کی۔ دماغ

چلتا ہی نہیں ان چیزوں میں۔انا لله وانا الیه راجعون۔

جس طرح بچوں کو آپ نے دیکھا، ہر ایک گھر میں بہت سو نے یہ منظر دیکھا ہوگا کہ بچہ رو رہا ہے۔ رو رہا ہے۔ کیوں نہیں سوتا؟ کہیں ماں اپنے گھر سے باہر چلی گئی ہو اور بچہ کو اب سونا ہے لیکن اسے نیند نہیں آ رہی ہے۔ ہر چیز دی جا رہی ہے اسے، یہ بسکٹ لے لو۔ یہ منہ میں آپ کی بوتل لے لو۔ یہ ڈمی لے لو۔ کوئی چیز اسے نہیں سلا سکتی۔ اسے چاہئے اپنے سونے کے لئے جو بلینکیٹ ہمیشہ ہاتھ میں لے کر منہ پر رکھ کر وہ سوتا ہے وہی چاہئے۔ جس ٹاول کی عادت ہے وہی چاہئے۔ اپنے ملکوں میں انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش میں ماں کی جو اوڑھنی ہے وہ پکڑ کے، کہ سونا ہے اس کے بغیر نیند نہیں آتی؟ کاش حضرت شیخ قدس سرہ کی طرح سے ہم بھی اپنے سرہانے کالی چادر رکھ کر بار بار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کو یاد کرتے رہیں۔ دعا کرتے رہیں کہ الٰہی، اسی کا سایہ مجھے چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کالی کملی کے سایہ میں ہمیں محشر کی مصائب اور وہاں کی رسوائیوں سے بچائے رکھے۔ اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ ہر سال سنتے ہیں کہ دربارِ نبوی سے یہ سب چنے گئے۔ پہلے سے چنے گئے آنے سے پہلے۔ ابھی اِس دنیا میں نہیں آئے اس سے پہلے انہیں چن لیا گیا۔ بشارتیں دی گئیں۔

## ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں۔ اُن کی تاریخ کی کتاب کئی درجن جلدوں میں ہے۔ اور کیسا خیر کا زمانہ تھا۔ اُن کے قویٰ کتنے متحمل تھے، کتنی طاقت تھی، کتنی توفیق تھی کہ آپ ان حضرات کی کتابیں اور ان کا کام پڑھیں تو صرف ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا جس سال انتقال ہوا، اس سال میں جتنے لوگوں نے وفات پائی ہے، ان کی کتابیں آپ اِس اکیڈمی میں سجانا چاہیں تو آپ کی اکیڈمی کی یہ عمارت اس کے لئے کم پڑ جائے گی۔

اب کس طرح انہوں نے کام کیا۔ دراصل وہاں سے انہیں چن لیا گیا۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عرض کیا ہے کہ چن لئے گئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمالیا اپنی حدیث پاک کی خدمت کے لئے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارہا قصے سنائے۔ انہیں سن لیا گیا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے چن لیا گیا؟ کہ ابھی تو اس جہاں میں آئے نہیں اور آنے سے پہلے ماں خواب دیکھ رہی ہے۔ کہا جارہا ہے کہ تمہیں حق تعالیٰ شانہ بیٹا دے گا جس کے علم کے نور سے پوری دنیا روشن ہوگی۔ باپ نے بھی اسی سے ملتا جلتا خواب دیکھا۔ بیٹا آ گیا۔ تعلیم ہو رہی ہے۔ پڑھتے پڑھتے جب حدیث پاک تک پہونچتے ہیں۔ ایک محدث کے یہاں پہنچے اور طلب اس قدر تھی کہ جب محدث نے طالبِ علم کو دیکھا تو خوش ہو گئے کہ اِن کی استعداد، ذہانت، سوالات، بات چیت، حیران ہو گئے۔ ایک دن گزرا، کہ اچھی طرح استاذ محترم کو انہوں نے مصروف رکھا۔ جو بات وہ بیان فرماتے تھے، وہ ان کو مستحضر ہوجاتی، اس سے آگے کی پوچھتے۔ انہوں نے شوق سے بیان کیا۔ پھر دوسرا دن اسی طرح گزرا۔ اب تیسرا دن۔ اِن کی طلب اور سوالات دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ ان کی استعداد کا یہ عالم ہے تو اس کو پڑھنے کی کیا ضرورت، اسے سب کچھ معلوم ہے۔ اور یہ آگے کی پوچھتے چلے جارہے ہیں۔ میں بتاتے بتاتے تھک گیا۔ صرف تین دن میں استاذ محترم نے ان سے معذرت کر لی اور ابن عساکر سے کہا کہ اللہ نے آپ کو اس قدر علم دیا ہے کہ آپ کے سوالات کی بوچھار سے میں پریشان ہو گیا۔ تو کل سے میں معذور ہوں۔

اب رات کو استاذ محترم کو خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو رہی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نگرانی فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آنے سے پہلے خبر دی جارہی تھی۔ اور آنے کے بعد پھر نگرانی بھی ہو رہی ہے۔ کہاں پڑھ رہے ہیں؟ کیا پڑھ رہے ہیں؟ کس طرح پڑھ رہے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ

کے استاذ سے ارشاد فرمایا کہ اس طالب علم سے اکتاؤ نہیں۔ جس طرح وہ چاہتے ہیں احادیث بیان کرتے رہو۔ استاذ خود پہونچے۔ بلا کر لائے اور فرمایا کہ آپ کی وجہ سے تو ڈانٹ پڑ گئی۔

میں نے عرض کیا کہ ہم اندھے ہیں۔ ہماری آنکھیں کام نہیں کرتیں۔ یہ پورا سلسلہ ہے۔ جب ابن عساکر پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے استاذ کو تھکا دیا۔ اور استاذ معذرت کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بھی اطلاع ہے۔ تشریف لاتے ہیں ان کے استاذ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے اکتاؤ نہیں۔ اِسے پڑھاتے چلے جاؤ۔ یہ جو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی معجزات والی دنیا ہے۔ یہ بڑی انوکھی ہے۔ اسی کے نتیجہ میں تمام کرامات، کشف و کشوف، مکاشفات سارے کے سارے اسی سے متعلق ہیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے استاذ پڑھاتے رہے۔ پڑھاتے رہے۔ اور یہ تمام جتنے اولیاء اللہ، محدثین ہیں سب کے کام ایک جیسے ہیں، ان کے رنگ ایک جیسے ہیں۔ اور ان کاموں کے نتائج ایک جیسے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھی ہم نے بہت کچھ دیکھا۔ ابھی ذی الحج قریب ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ہم نے ہر سال دیکھا کہ رمضان المبارک میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا۔ دارالطلبہ جدید کی وسیع عمارت۔ پچاسوں کمرے، دسیوں درسگاہیں، سب ناکافی ہو جاتی تھیں اور وہ سارا کا سارا مجمع صرف اہلِ علم کا ہوتا۔ سینکڑوں مہتمم صاحبان، سینکڑوں شیخ الحدیث، سینکڑوں کی تعداد میں اساتذۂ حدیث۔ اہلِ علم کا مجمع حضرت کے یہاں ہوتا۔ مگر بہت سے حضرت کے متوسلین ایسے بھی ہوتے تھے کہ ان لوگوں کو حضرت کی طرف سے حکم ہوتا تھا کہ تم رمضان میں میرے یہاں مت آؤ۔ اپنے یہاں اپنے مریدین کے ساتھ اعتکاف کرو۔ حضرت کے حکم کی وجہ سے انہیں اپنے یہاں اعتکاف کرنا ہوتا تھا تو وہ حضرت کے یہاں رمضان میں نہیں پہنچ پائے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ان حضرات کا معمول تھا کہ وہ

شروع ذی الحج سے حضرت کے یہاں پہنچ جاتے تھے اور عشرۂ ذی الحج، ذی الحج کے پہلے عشرہ کا اعتکاف حضرت شیخ قدس سرہ کی مسجد میں کیا کرتے۔ بڑے بڑے مشائخ کو ہم نے اس وقت دیکھا کہ حضرت کی مسجد میں حضرت کے یہاں معتکف ہوتے تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے یہ چیز کہاں سے لی ہوگی۔ ابن عساکر کے یہاں بھی ایسا ہی تھا۔ اور بھی۔ میں نے کہا ان سب کے کام ایک جیسے، ایک جیسی ان کی مشغولیات ملے گی۔

لکھا ہے کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا ساری عمر کا معمول تھا کہ عشرۂ ذی الحج کا، نو دن کا وہ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ عید کے بعد عید کی نماز تو مسجد میں نہیں پڑھی جاتی تھی۔ عیدگاہ میں پڑھی جاتی ہے، تو نو دن کا اعتکاف ہوتا تھا۔ وہیں سے حضرت شیخ قدس سرہ نے ذی الحج کا اعتکاف لیا ہوگا۔

اور میں نے کہا کہ ساری چیزیں ایک جیسی تھیں۔ ابھی ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے والدین بیٹے کے آنے سے پہلے خوشخبری سن رہے ہیں۔ ابھی کچھ امید نہیں، کچھ پتہ نہیں کہ کب آئے گا؟ مگر اطلاع دی جارہی ہے کہ بیٹا آئے گا، ایسا آئے گا۔

## موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی نانی محترمہ گھر کے آنگن میں تشریف رکھتی ہیں۔ دیکھا کہ محلّہ میں کوئی فقیر آیا ہے، اللہ والے صدا لگا رہے ہیں، ان سے دعا کی درخواست کر رہی ہیں، چھوٹی ننھی منی بچی ان کے پاس بیٹھی ہوئی ہے، تو حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی نانی نے جب ان فقیر کو دیکھا تو نانی صاحبہ انہیں مخاطب ہوکر دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ وہ فقیر ٹھہر گئے اور فرمانے لگے کہ تم بیٹے کو کیا کروگی، تمہاری اس بیٹی کو خدا بیٹا دے گا جس کی روحانیت سے پورا عالم منور ہوگا۔

ابھی تو چھوٹی سی ننھی منی بچی ہے، یہ جوان ہوگی، شادی ہوگی اور اولاد ہوگی، کتنی دور تک دیکھ پاتے ہیں یہ حضرات، کتنی دور؟ چنانچہ پیشینگوئی حق تعالیٰ شانہ نے پوری فرمائی۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ ترکیسر میں یہاں سورت میں ہیں، مریدین میں، بڑے مشائخ لکھنؤ میں ہیں، وہاں سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کو پورا پتہ بتا کر ترکیسر بھیجتے ہیں۔

کاش! حضرت اسمویل علیہ السلام کی طرح زبان **صلی اللہ علیٰ محمد** میں مشغول ہو اور دل ودماغ اُدھر مدینہ منورہ کی طرف ہو۔ جنہوں نے اس راز کو پایا تو انہوں نے بہت کچھ پایا، ان کی نسلیں خاندان کیا تھے اور کس طرح بدل گئے۔

## شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی

جیسے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استاذ محترم کو تنبیہ فرمائی۔ میں نے وہاں جلسہ میں بھی بیان کیا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ہمیں جمعہ کے دن سبق پڑھایا، حضرت شیخ یونس صاحب نے فرما رکھا تھا کہ جمعہ کے بعد میرے ہاں سبق ہوگا۔ میں دسترخوان پر نہیں پہنچ سکا، حضرت نے یاد فرمایا۔ جب سبق کے بعد میں پہنچا، فرمایا 'کہاں رہ گیا تھا؟' میں نے عرض کیا کہ سبق۔

اسی وقت پرچہ لکھوایا کہ بھئی آپ کو معلوم تھا کہ میں نے اتنی دیر اُنہیں صبح مشغول رکھا اِن طلبہ کو سبق پڑھایا اور جمعہ کی نماز کے بعد تم اِن کو لے کر بیٹھ گئے۔ حضرت نے جب یہ ناراضگی کا خط لکھا تو جواب میں شیخ یونس صاحب نے ایک کلمہ لکھا کہ معافی چاہتا ہوں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

جواب میں اتنی ندامت کا اظہار اور توبہ پر کتنا بڑا انعام ملا کہ حضرت نے فوراً لکھوایا دوسرا پرچہ:

ابھی کم سِن ہیں کیا وہ عشق کی باتیں جانیں

آگے ان کو تحریر فرمایا کہ یہ تمہارا دورہ کی کتابیں پڑھانے کا پہلا سال ہے، میرا بخاری شریف پڑھانے کا اکتالیسواں سال ہے اور حدیث پاک پڑھاتے ہوئے مجھے سینتالیس برس گذر چکے ہیں۔ میرا یہ پرچہ کسی کتاب میں آپ محفوظ رکھ لیں اور اس کو چالیس سال کے بعد پڑھیں۔اب اُن کے بیالیس برس گذر گئے، اُسی طرح شیخ یونس صاحب پڑھا رہے ہیں۔

کیسے حضرت نے دیکھ لیا؟ کتنے انقلابات آئے اس مدرسہ میں، کہ یہ وہیں رہیں گے، وہیں پڑھاتے رہیں گے اور اسی شغل میں رہیں گے۔ یہ نور جہاں سے ملتا ہے جب وہاں سے نگرانی ہو ابن عساکر جیسوں کی، تو اُن کا پھر کیا کہنا؟ اُن کے علم کا کیا کہنا؟

## حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن مندہ بہت بڑے محدث ہیں۔ جیسے ہوتا ہے بہت بڑے محدث، جتنے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انعامات ہوتے ہیں، کسی کو بلند کیا جاتا ہے تو ساتھ اُدھر مالک کی طرف سے چھیڑ بھی ہوتی ہے تھوڑی سی امتحان بھی پنچ (pinch) امتحان بھی ہوتا ہے تھوڑا سا مَنْ اَحَبَّهُ اللہ یُسَلِّطُ عَلَیْه مَنْ یُّؤْذِیْه کہ اللہ کو جس سے محبت ہوتی ہے تو اس پر کسی نہ کسی کو مسلط فرما دیتے ہیں کہ اُسے تکلیف پہنچاتا رہے ایذاء پہنچاتا رہے۔

ایک مالک کا نظام ہے آزمائش امتحان ابتلاء کے لئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے ہم تو امتحان آزمائش ابتلاء کے قابل نہیں۔

اب ابن مندہ اتنے بڑے محدث، تو اُن کے بھی حسادو حاسدین پیدا ہو گئے، اُن میں ایک علامہ ابو طالب کا نام آتا ہے۔

وہ ابو طالب ایک رات خواب میں دیکھتے ہیں۔کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے ابن عساکر کی سفارش کے لئے کہ اُن کے استاذ نے خواب دیکھا، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ کبھی کہیں خدام کو بھیجا جاتا ہے۔ حافظ ابن مندہ سے جن کو حسد تھا اور جن سے اُنہیں تکلیف تھی ابوطالب، اُن کے خواب میں پہنچے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابوطالب کا بیان ہے کہ میرے پاس امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنچتے ہی فرمایا کہ 'تمہیں حیاء نہیں، کاہے کے لئے تم ایک اللہ کے نیک بندے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو، اس کو ایذاء پہنچاتے ہو، ستاتے ہو؟' کہتے ہیں ان کی ڈانٹ کے کلمات اتنے سخت تھے کہ پریشانی میں میری آنکھ کھل گئی۔

کہتے ہیں اُسی وقت میں بھاگا ہوا حافظ ابن مندہ کے یہاں پہنچا اور خواب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سامنے ابن مندہ کو بھی دکھایا کہ حافظ ابن مندہ کی طرف اشارہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، کہ تمہیں اِن سے کیا بیر ہے کہ تم ان کو ستاتے ہو۔

ابوطالب فرماتے ہیں کہ میں نے اُس وقت خواب میں دیکھا کہ حافظ ابن مندہ کھڑے ہوئے ہیں، اُون کا چوغہ پہنا ہوا ہے، اپنے کپڑوں پر وہ چوغہ سبز (green) کلر کا ہے، عمامہ اس طرح کا ہے، انہوں نے طیلسان سر پر چادر فلاں رنگ کی ڈال رکھی ہے۔

کہتے ہیں میں تو خواب دیکھتے ہی اُٹھ کر بھاگا اور اُن کے یہاں جب پہنچا تو بالکل اُسی لباس میں کھڑے ہوئے پایا۔ اور میں نے جاتے ہی اُن کے پیر پکڑ لئے، میں رونے لگا۔ ابوطالب فرماتے ہیں کہ یہ تو سینکڑوں اس طرح کی حرکتیں کیا کرتے ہیں بڑے لوگوں کے ساتھ، ابن مندہ کے خلاف بھی کوئی جماعت ہوگی۔

ابوطالب فرماتے ہیں کہ میں زندگی میں کبھی حافظ ابن مندہ سے ملا نہیں تھا، اور مجھے وہ نام سے پہچانتے نہیں تھے۔ ایک حسد ہوتا ہے کہ بھئی اِن کا علم، اِن کے پاس طلبہ کا آنا جانا، اِن کی کتابیں، اِن کی شہرت اور اِن کی بزرگی۔

فرماتے ہیں کہ زندگی بھر میں پہلی میری ان سے ملاقات اور جیسے ہی میں اِن کے پاس پہنچا اور میں قدموں میں گر گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ابوطالب تمہیں کیا ہوگیا؟ کہتے ہیں کہ میں حیران ہوگیا کہ میرا نام انہیں کیسے معلوم؟ کیسے انہوں نے مجھے پہچان لیا کہ میں فلاں شخص ہوں۔

اورانہوں نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم نے ایک حرام چیز کو میرے حق میں جائز سمجھ رکھا ہے، وہ تو خدا کے دشمنوں کے لئے ہے جو دین اسلام کو منہدم کرنے کی، گرانے کی کوششیں کرتے ہوں، اُن کے ساتھ جو چیزیں روا رکھی جا سکتی ہیں تو تم نے ان کو میرے لئے روا رکھا۔

کہتے ہیں کہ میں تو روتا رہا، اِن سے معافی مانگتا رہا، مجھے اس پر حیرت رہی کہ ابن مندہ کو میرا نام کیسے معلوم ہوگیا اور یہ ساری تفاصیل میرے متعلق انہیں معلوم ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کے لئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں، اپنی زندگی کی ان کی کرامتیں اور ان کے واقعات بڑے حیرت انگیز ہیں۔ بے چارہ دریائے نیل بیچ میں آ گیا، وہاں بھی جیسے یہاں ڈانٹ پڑی ابوطالب کو۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قصہ آپ سنتے ہیں کہ دریائے نیل خشک ہے اس کا بہاؤ بند ہے اور دستور ہے کہ خوبصورت کنواری لڑکی کو اس کے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے تب جا کر وہ بہنا شروع ہوتا ہے۔ اب ڈانٹ پڑی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی، ابو طالب کی طرح سے اس کو بھی، کہ اگر تو خدا کے لئے بہتا ہے تو بہنا شروع کردے ورنہ تیری ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ وہ چٹھی ڈالی گئی اور اُس دن سے لے کر آج تک دریائے نیل بہہ رہا ہے۔

یہ وہی چیز ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نور محمدی کو دیکھا تھا اُس کی عظمت کو سمجھا، اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھا اور جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ سارا سلسلہ سرکار دوعالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس عظمت کی برکت کا ہے، کہ اُسی سے یہ سارا ہمارا سلسلہ آگے چل رہا ہے۔لیکن آپ اِن تمام واقعات کو دیکھیں تو بالکل ایک جیسے ہر جگہ۔

## علامہ عز الدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ

اب ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ ابھی ۱۹۸۲ء میں وصال فرما گئے اور صدیوں پہلے گذرے ہیں علامہ عز الدین ابن عبدالسلام، ان کے اور حضرت شیخ قدس سرہ کے ایک جیسے حالات ایک جیسے واقعات۔

علامہ عز الدین ابن عبدالسلام قاہرہ شہر میں رہتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں امن وامان قائم فرمائے۔ جیسا سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں اپنی فتح کے بعد امن وامان قائم فرمایا تھا،اُس طرح کا امن وامان قائم فرمائے، اللہ تعالیٰ اہل دین، اہل سنت کی وہاں حفاظت فرمائے، ہر طرح کی ان کی آزمائشوں پریشانیوں کا خاتمہ فرمائے۔

وہاں قاہرہ میں ہوتے ہیں علامہ عز الدین ابن عبدالسلام، اُن کے ایک دوست ہیں علامہ بلتاجی، وہ قاہرہ سے باہر کچھ تھوڑے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ یہ تمام ایک چیز میں مشترک کہ سیدھ وہی نورِ محمدی کی طرف، احادیث پاک کی طرف، علوم حدیث کی طرف، قرآن وسنت کی طرف، بس اُسی طرف اُن کی ٹکٹکی بندھی ہوئی اور وہ اسی کی طرف چل رہے ہیں۔

یہ علامہ عز الدین ابن عبدالسلام حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرح سے اُن کا اوڑھنا بچھونا ہر وقت علمِ حدیث کا شغل، اسی میں مشغولی اور اتباع سنت کی ہر چیز میں کوشش۔

جب میں یہاں پہنچتا ہوں کتاب الاطعمة میں کہ یہ ہم چاول مِکس کر کے ہاتھوں سے انگلیاں آلودہ ہو جاتی ہیں، کھانا کھا رہے ہیں، فارغ ہو کر احادیث پاک میں ہمیں سنت بتائی گئی کہ انگلیوں کا چاٹنا سنت ہے اور ایسے ایسے نہیں، پوری انگلی منہ میں ڈال کر، یہ ایسے نہیں۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں يَلْعَقُهَا اَوْ يُلْعِقُهَا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانے

سے فارغ ہوتو انگلیاں خود چاٹ لے یا کسی دوسرے سے چٹوا لے۔

کوئی ہوگا ساری عمر کبھی! اللہ اکبر! ہماری تو اَنــــاَ جاتی ہی نہیں، کیا کریں؟ ہر چیز پر ایک جھوٹی اَنـاَ جو بنی ہوئی ہے کہ ارے میں انگلی کسی کے منہ میں دوں کہ وہ چاٹے۔ اوہو ہو! میری توہین، پسینہ آجائے گا، بیہوش ہو جاؤں گا میں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

## حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہٗ، سینکڑوں کا مجمع دسترخوان پر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ یونس صاحب کے اس پیشینگوئی کے پرچہ کا میں سبب بنا کہ میں دسترخوان پر نہیں تھا۔ جیسے دسترخوان شروع ہوتا تو مجھ سے پہلے حضرت کے دائیں اور بائیں حضرت کے دو داماد ہوتے تھے، اِدھر جگہ کم ہوتی تھی تو حضرت کے داماد حکیم الیاس صاحب اُلٹے ہاتھ پر اور دائیں طرف سامنے حضرت مولانا عاقل صاحب۔ یہ حضرات تبرکاً چند لقمے لے کر فارغ ہو کر اپنے گھر جا کر کھانا کھاتے ہوں گے، برکت کے لئے یہاں شرکت فرماتے تھے۔

جیسے ہی یہ اُٹھے کہ حضرت نے فرمایا کہ پیارے آجا! یوسف آجا! میں اس وقت سے بیٹھتا۔ جو خصوصی مہمان دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے وہ جب فارغ ہو کر اٹھنا شروع کرتے، تو وہ گئے تو فرماتے اچھا بھئی آجاؤ۔ ایک پیڑھی آئی، حضرت کی مستقل اصطلاح 'پیڑھی'۔ تو یہ پہلی پیڑھی، دوسری پیڑھی، تیسری پیڑھی۔ تین تو لازماً ہوتی تھیں پیڑھیاں، یکے بعد دیگرے دسترخوان پر آتیں۔

پہلی پیڑھی کے شروع سے مولانا عاقل صاحب نے چند لقمے لئے ہیں اور وہ تشریف لے گئے، اُس وقت سے میں وہاں ہوتا تھا، کھا رہا ہوں حضرت کے ساتھ، کبھی کسی موقعہ پر شروع میں اُٹھنے کی کوشش کرتا، تو حضرت فرماتے بیٹھ یہ کھا لے۔ تو اُس وقت سے لے کر حضرت کے ہاتھ دھلانے تک میرا وہاں کھاتے رہنا ضروری ہوتا تھا۔

جب سب کھا چکے تو حضرت فرماتے کہ اچھا بھئی وہ سالن اس میں ڈال، یہ اچار اس میں ڈال دے، اچھا یہ کڑھی اس میں ڈال دے، ساری چیزیں، اچھا اِس کو ملا اور ملا، اچھی طرح ملا۔ اُس کے بعد حضرت خود نوش فرماتے تھے اُس میں سے، کبھی مجھے فرماتے کہ ایک لقمہ دے، وہ لقمہ حضرت کے منہ میں دیا۔

حضرت تو اپنے ہاتھ سے خود کھاتے تھے تو حضرت کے ہاتھ جو بھرے ہوئے ہوتے تھے، تو حضرت کو ایک تکلیف تھی کہ حضرت ہماری طرح سے انگلی نہیں چاٹ سکتے تھے، کیوں؟ کہ حضرت کے دانت نہیں تھے تو صرف ہونٹ کے ذریعہ سے یہ کام نہیں ہوتا، اِس کو تھوڑا سا دباؤ پڑے گا انگلی پر جبھی تو اچھی طرح وہ صاف ہوسکے گی۔

دیکھا کہ زیادہ بھری ہوئی ہیں، تھوڑی سی کہیں سے ہو تو حضرت سامنے سے صاف فرما لیتے ورنہ حضرت فرماتے کہ 'لے پیارے انگلیاں چاٹ لے' تو حضرت کی انگلی، ایک، دو، تین، سارا مجمع سامنے ہے، میں چاٹ لیتا تھا۔

میں جب یہاں پہنچتا ہوں تو طلبہ سے کہتا ہوں کہ میں نے بکثرت سوانح عمریاں پڑھی ہیں، کسی کے ہاں بھی اِس سنت کی ادائیگی میں نے نہیں پڑھی، اَوْ یُلْعِقَهَا کوئی دوسرا اس طرح مجمع میں انگلیاں چاٹ رہا ہو۔

کاش کہ ہم وہ کالی کملی سوتے وقت بھی لیتے رہیں، باہر کہیں جائیں تو بھی لے لیں اس کو، بچہ کی طرح سے اس کو چین ہی نہ آئے اُس کے بغیر، اُس کو نیند ہی اُس وقت آئے گی جب وہ اُس کا ٹاوَل (towel) ہوگا اور بلینکٹ (blanket) ہوگی۔ کتنا اسے پیار ہوگا اپنی اس بلینکٹ سے، اس کے بغیر نیند نہیں آتی بچہ کو، سب کو تجربہ ہے۔ کاش ! کہ ہمارا یہ حال ہو جائے۔

حضرت علامہ عز الدین بن عبدالسلام نے جس طرح میں نے عرض کیا کہ اِن سب کی سیدھ ایک طرف کہ سنت سنت سنت، ہر چیز میں تلاش، سنت کی تلاش کہ کیسے ہم سرکار کی

زندگی کے ایک ایک لمحہ کو فالو(follow) کریں، اسی کے پیچھے ہم چلیں، اسی کے مطابق چلیں۔

## حضرت زاہر رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ عز الدین بن عبدالسلام نے یہ روایت اپنے ذخیرہ حدیث میں پڑھی ہوگی، اس وقت سے ان کا یہ معمول کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں جن کا اسم گرامی زاہر ہے۔ یہ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص دوستوں میں سے ہیں، بہت لاڈ اور پیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مِلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک خصوصی ٹائیٹل دیا تھا جو کسی کے لئے نہیں ہے صحابہ کرام میں سے، فرمایا زَاهِر بَادِيَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْه کہ زاہر چونکہ دیہات میں رہتے ہیں تو ہماری دیہات کی ضرورتیں زاہر پوری کرتے ہیں، مرغی کی ضرورت ہوئی، انڈوں کی ضرورت ہوئی، گھی کی ضروت ہوئی، دودھ کی ضرورت ہوئی، جو چیزیں شہر میں کم ملتی ہیں، وہ تمام چیزیں یہ ہمارے لئے وہاں سے مہیا کرتے ہیں وَ نَحْنُ حَاضِرُوْه جب وہ یہاں تشریف لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایا تحائف لے کر جاتے تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں یہ بہت عام تھا، اس طرح کے کئی ایک دیہاتی تھے، وہ ضوابط سے مستثنٰی تھے، حالانکہ بڑے بڑے علماء، ان سے تو حضرت پوچھ لیتے تھے 'اب بے وقت پہنچ گئے' پھر فرماتے اچھا عصر کے بعد فلاں وقت آجاؤ۔

دیہات سے آنے والوں کے لئے تو نہ کوئی قانون نہ کوئی قاعدہ، کیوں کہ بے چارے وہاں سے کب اپنی مصروفیت سے فارغ ہو سکتے ہیں، کب یہاں پہنچ سکتے ہیں اور ٹائم ٹیبل گھڑی کہاں ان کے پاس، کیسے سمجھیں گے کہ ابھی ساڑھے گیارہ بجے ہیں، تو حضرت ان کی بہت رعایت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ دسترخوان لگا ہوا ہے، حضرت فارغ ہونے کے قریب ہیں کہ دیہات سے ایک شخص آیا، اپنے یہاں سے مچھلی لایا، ان کے یہاں پانی ہوگا کوئی ندی نالہ، وہاں سے مچھلی پکڑی ہوگی اور مچھلی بنائی اور اپنے یہاں کا بھینس کا دودھ لیا۔ بھینس کا دودھ اوپر والی دیگچی میں اور نیچے والی دیگچی میں مچھلی کا سالن اور وہ راستہ پر بیل گاڑی میں آیا ہوگا یا سر پر اٹھا کر چل کر بھاگتا ہوا آیا ہوگا۔ اب وہ دودھ چھلک رہا ہے اور وہ سارا کا سارا نیچے مچھلی کے سالن کے ساتھ شوربا بنتا رہا۔

جب پہنچا تو اس نے دیا، دودھ تو آدھا اس سالن میں گر گیا ہے۔ جب برتن کھولے گئے، حضرت کے سامنے رکھا تو حضرت نے فرمایا ارے، یہ سارا دودھ تو شوربا بن چکا ہے مچھلی کا۔ فرمایا کہ بھئی جس کو اس کا بہت پرہیز ہو کہ مچھلی اور دودھ اکٹھا نہیں کھانا چاہئے وہ بے شک نہ کھائے۔

ابھی مولانا اسمٰعیل صاحب کے یہاں کئی چیزیں بیچاروں نے بڑے اہتمام سے بنا کر رکھی ہوں گی، تو مجھے اور میرے ساتھ بچے ہیں، ان کو ایلرجی کی وجہ سے فلاں فلاں چیز نہیں کھا سکتے، بلڈ گروپ کے اعتبار سے، میں نے کہا کہ اچھا یہ چکن ہے یہ نہیں کھا سکتے، یہ دال، یہ فلاں۔

حضرت کے یہاں ساری عمر کے لئے، حضرت کی لغت میں ہم نے دیکھا کہ یہ پرہیز نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ متضاد چیزیں جو طبی لحاظ سے پوری دنیا میں پرہیز کیا جاتا ہے، ان چیزوں سے بچنے کا اہتمام ہوتا ہے، حضرت کے یہاں نہیں تھا۔ لیکن یہ صرف حضرت ہی کی خصوصیت تھی، ہمیں ان بزرگوں کا ایسی چیزوں میں اتباع کرنے کا حرص کبھی نہیں کرنا چاہئے ورنہ ہم لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ بھائی مجھے تو اس کا شوربا نکال کر دے دو، مچھلی بھی یہ وہاں سے یہاں تک لے کر آئے ہیں، میں کھاؤں گا اور اس کا شوربہ بھی پیئوں گا۔

جس طرح حضرت اس سنت پر عمل فرما رہے ہیں زَاھرٌ بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْہُ اسی طرح علامہ عز الدین اُن کے بھی وہاں بلتاجی، وہ دیہات میں رہتے ہیں، قاہرہ میں جو چیزیں نہیں ملتیں تو وہاں سے بھیجتے ہیں اور جب وہ یہاں آتے ہیں تو عزالدین ان کے لئے شہر کے تحائف تیار کر کے ان کو دیتے ہیں۔

ایک دفعہ بلتاجی نے اپنے کسی خادم کو بھیجا، جس طرح یہ دودھ اور مچھلی لے کر آئے تو اس طرح انہوں نے بہت ساری چیزیں باکس(box) میں یا کسی ٹرے(tray) میں تیار کر کے خادم کے حوالہ کیں کہ یہ شیخ عزالدین کو پہنچا کر آؤ۔

جس طرح اس دیہاتی کا دودھ مچھلی میں گر گیا تھا، اسی طرح یہاں پر تھال۔ اُس میں ایک ڈبہ میں پنیر تھا۔ لاتے ہوئے کہیں کچھ سامان گر گیا تو اس میں وہ ڈبہ بھی گرا تو پنیر نیچے گر گیا، مٹی سے آلودہ ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ اُس کو اب استعمال نہیں کر سکتے، چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اس میں تو ساری مٹی اور ریت، کیسے اُس کو صاف کر کے کھائیں گے۔ باقی چیزیں سنبھال کر جو اس طرح گرنے کے بعد استعمال ہوسکتی تھیں، انہوں نے پھر دوبارہ ٹھیک سے ان کو رکھ دیا اور پنیر کے لئے سوچا کہ اب یہ کیا کروں، پنیر تو گر گیا۔ انہوں نے قاہرہ پہنچنے کے بعد وہاں کسی غیر مسلم عورت جو جانور رکھتی تھی اور یہ دودھ اور دہی پنیر جس کے یہاں ہوتا تھا اُن کے یہاں پہنچ گئے اور اس سے خرید لیا اور خرید کر ڈبہ میں رکھ دیا اور علامہ عزالدین کے پاس پہنچ گئے۔

آپ کو یاد آیا کہ حافظ ابن مندہ نے جس ابوطالب کو عمر بھر دیکھا نہیں اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا نام ابوطالب۔ محمد، احمد اس میں جو عام نام ہیں اس میں تو کبھی توافق ہوسکتا ہے کہ پکار دیا۔ مدینہ منورہ میں پہلے، حاجی حاجی ہر ایک کو کہتے تھے مکہ مکرمہ والے، ابھی معلوم نہیں کہ کیا حال ہے مگر مدینہ طیبہ میں اُس وقت بھی وہاں مدینہ منورہ کا رنگ ہی دوسرا ہے، جس طرح وہاں مکہ مکرمہ میں بات بات میں جھگڑا جلدی ہوجاتا ہے، اختلاف جلدی ہوجاتا ہے مگر وہاں مدینہ طیبہ میں آپ دیکھیں گے کہ نرمی، رأفت، شفقت، محبت، تو وہاں والے حاجی نہیں کہتے

تھے۔ میں نے نہیں کبھی سنا کہ حاجی، وہ جس کو بھی دیکھیں گے نام نہیں معلوم، محمد، اس کا نام ہی محمد، محمد، محمد کہہ کر بلاتے ہیں۔

اب یہ جو پنیر گر گیا تو انہوں نے وہاں خاتون سے وہ خرید لیا اور ڈبہ میں اس کو رکھ دیا اور سوچا کہ اب جا کر پیش کردوں گا۔ مگر جیسے حافظ ابن مندہ نے اُس شخص کو دیکھا تو نام سے پکارا کہ ابوطالب، جو چیز اللہ نے حرام کی ہے تم نے مجھ جیسے کے لئے کیسے اس کو حلال اور مباح سمجھ رکھا ہے، اتنی عداوت اور دشمنی تو کسی کے لئے روا نہیں۔ ابوطالب حیران ہیں کہ مجھے کیسے انہوں نے نام لے کر پکارا۔

اسی طرح خادم نے اکرام کے ساتھ وہ تحائف سارے شیخ عزالدین کے سامنے رکھ رہے ہیں، مگر انہوں نے خادم سے فرمایا کہ یہ رکھ لو، یہ رکھ لو مگر جو پنیر کا ڈبہ تھا وہ واپس فرمادیا۔ پنیر کا ڈبہ اُٹھایا اور بلتاجی کے خادم کے ہاتھ میں تھمادیا کہ بھئی یہ لے جا کر ان کو واپس کردو، اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی۔ فرمایا کہ اس پنیر میں، فنگر پرنٹس کیسے پکڑے جاتے ہیں، اس پنیر کو کسی غیر مسلم کے ہاتھ نے چھویا ہے کہ جس کا ہاتھ سوّر کے گوشت پر پہلے پڑا ہے۔

اب کونسی لیبارٹری اُن کے پاس تھی کہ انہوں نے یہ ٹیسٹ کرلیا کہ یہ پنیر ہے جس کو ایسی عورت نے جس نے پہلے سوّر کے گوشت کو ٹچ کیا ہوگا اور اس کے بعد اس پنیر کو چھویا ہے، کونسی لیبارٹری ہے؟

## یعقوب بھائی ناتھا رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ بیس سال پہلے کا قصہ ہے کہ میں مدینہ طیبہ سے آیا تو ہمارے ڈاکٹر سلیم ناتھا، جو ہمارے اس علاقہ میں گرین سٹریٹ کے پاس ہمارے دوست یعقوب ناتھا، بولٹن سے یہاں منتقل ہوئے تھے، ان کے بھتیجے ہیں۔

یعقوب ناتھا حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے وصال کے

وقت وہ تو یہاں لندن میں ہیں۔ یعقوب ناتھا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے،تو انہوں نے وہاں مجھے مدینہ طیبہ خط لکھا، جو حضرت شیخ قدس سرہٗ کے وصال سے کچھ پہلے یا فوراً بعد مجھے ملا۔

اس میں یعقوب بھائی لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا جنازہ بقیع جا رہا ہے اور جنازہ بقیع میں قبر کے پاس رکھا گیا،تو حضرت نے خود اپنا کفن کھولا اور فرمایا یعقوب، قبر میں اُتر کر دیکھو کہ یہاں سے بیت اللہ نظر آتا ہے؟ یعقوب بھائی لکھتے ہیں کہ میں قبر میں اترا اور اندر جا کر دیکھا، پھر آ کر حضرت کو بتلایا کہ بیت اللہ شریف کی طرف کھڑکی ہے، اس میں سے بیت اللہ نظر آتا ہے۔

کہتے ہیں کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھا اتر کر یعقوب دیکھو کہ یہاں سے گنبد خضراء نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں میں دوبارہ اترا اور اتر کر دیکھا اور آ کر اطلاع دی کہ حضرت وہ گنبد خضراء بھی نظر آتا ہے۔تب حضرت نے فرمایا کہ اچھا مجھے لٹا دو۔حضرت شیخ قدس سرہ کی بالکل اُسی جگہ قبر بنی کہ بقیع شریف میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار سے پانچ چھ قبروں کے بعد ایک ٹیلہ سا ہے جو بالکل گنبد شریف کی سیدھ میں ہے تو وہیں پر قبر بنی۔

یعقوب بھائی چونکہ حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت تھے،تو ان کا دل کتنا روشن کہ کہاں میرے پیر و مرشد کی قبر بننے والی ہے، یہاں سے لیٹے لیٹے دیکھ رہے ہیں۔

یہ شیخ عز الدین کا کیسے سکین (scan) ؟ کہ انہوں نے بتایا تھا کہ اپنے شیخ سے کہنا کہ آپ کا پنیر کا تحفہ قبول کرنے سے معذوری ہے کہ اسے ایسی عورت نے چھویا ہے جس کا ہاتھ پہلے خنزیر کے گوشت سے آلودہ ہے، اس لئے اس کے قبول کرنے سے معذوری ہے۔

میں نے کہا اِن کے تمام زندگی بھر کے حالات و واقعات اعمال سب ایک جیسے، یہ انہوں نے سنت کو اپناتے ہوئے کہ زَاھِر بَادِیَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْہ پر عمل کرنے کے لئے بلتاجی کو دوست بنا رکھا ہے اور اس حدیث پر عمل فرما رہے ہیں، حضرت شیخ قدس سرہٗ کے دیہاتی

دوست ہیں اور اسی حدیث پر عمل ہو رہا ہے، آپ نے شیخ عز الدین کی کرامت سنی، کہ پنیر کو اسکین کر کے دیکھ لیا، لیبارٹری میں ٹیسٹ ہو گیا۔

ہاں، میں تو وہ لیبارٹری کے لفظ سے گیا تھا کہ ڈاکٹر سلیم ناتھا، اُن کے یہ چچا تھے یعقوب ناتھا۔ میں مدینہ طیبہ سے آیا تو میں نے ڈاکٹر سلیم ناتھا کو ایک ٹیبلٹ (tablet) بتائی، میں نے کہا کہ ہمارے دوست ہیں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے خلفاء میں حکیم عبدالقدوس صاحب۔ یہ پریشر کی ٹیبلٹ (tablet) ہے جو پچاسوں مریضوں کو آزمائی اور وہ ہمیشہ یہی لیتے تھے۔

ابھی قریب میں زامبیا میں انتقال ہوا ہمارے ایک دوست کا، تو وہ ساری عمر حکیم صاحب کی وہی ٹیبلٹ (tablet) لیتے رہے کہ پریشر کے لئے صرف وہ ایک ٹیبلٹ۔ آپ آج لے لیں اور پورا ہفتہ آپ کو کوئی دوا اور ٹیبلٹ کی ضرورت نہیں، اس ایک ٹیبلٹ کے ذریعہ آپ کا بلڈ پریشر بالکل کنٹرول میں رہے گا۔

میں نے ان کو وہ قصہ سنایا تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے ایک ٹیبلٹ دیں گے؟ میں نے کہا ہاں۔ میں نے جب ان کو ٹیبلٹ دی تو واپس آ کر کہنے لگے کہ ہماری لیبارٹری والوں نے بتایا کہ اس میں تو صرف کوئی ایک جزو معلوم ہو سکا کہ دھنیا کا کوئی تھوڑا حصہ، دھنیا کا کوئی پاؤڈر ہو اور کوئی چیز آگے ان کو لیبارٹری میں نہیں مل سکی۔

میں نے کہا کہ صرف بیچارہ دھنیا، وہ اس کا کرشمہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک ہفتہ تک اُس سے بلڈ پریشر ایک ہی طرح کا رہے۔

لیکن علامہ عزالدین کی لیبارٹری کیسی زبردست، کہ انہوں نے دیکھتے ہی، اُن کی نظر نے پہچان لیا کہ اِس میں کیا ہے؟ بالکل اِسی طرح ان کی کرامات بھی ایک جیسی ہیں۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا ایک قصہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے

اپنے حالات میں تحریر فرمایا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں سہارنپور میں کچے گھر میں مجلس عصر کے بعد لگی ہوئی ہے اور سب مجلس سے اُٹھ کر جانے لگے، تو حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک حاجی صاحب کا نام لیا کہ فلاں حاجی صاحب پورا ایک طباق ٹرے بھر کر کھجور لے کر پہنچے، جلدی جلدی سب نکل رہے ہیں، تو یہ، اندر جانے کی ان کو جلدی ہے، وہ لے کر حضرت کے یہاں اندر چلے گئے۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تھوڑی دیر میں دیکھا، میں یہیں پر ہوں کتب خانہ کے آس پاس ہی، کہ وہ پھر روتے ہوئے واپس آ گئے۔ کہا ارے بھئی کیا ہوا؟ ابھی تو تم یہ طباق لے کر جا رہے تھے اُسی کو لے کر واپس آ رہے ہو روتے ہوئے۔ حاجی صاحب نے ایک جملہ روتے ہوئے کہا 'بس یقین ہو گیا، عقیدہ تو تھا، اب دیکھ بھی لیا کہ اِسی طرح وہاں آخرت میں چھانٹی ہو جائے گی۔'

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ کیا فرما رہے ہیں، کہاں چھانٹی ہو جائے گی اسی طرح؟ کیسے ہو جائے گی؟۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ٹرے لے کر گیا تھا۔ جس طرح زمزم آپ لاتے ہیں، اب آپ ایک ڈرم مشکل سے ہاتھ میں اُٹھا کر لا سکتے ہیں اور سو ۱۰۰/ر دوستوں کو خوش کرنا ہے، تھوڑا سا برکت کے لئے ایک ایک گھونٹ پانی میں ڈال دو اور سب کو تبرک کے طور پر دے دو۔ پورے ایک ڈرم سے تو آپ سب کو خوش نہیں کر سکتے۔ فرماتے ہیں کہ اب ہندوستان والے تو اس سے بھی آگے بیچارے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی سی کھجوریں لایا تھا، تو میں نے سوچا کہ اب یہ ایک مٹھی بھر کھجوریں پانچ سات کیسے میں حضرت کی خدمت میں پیش کروں، تو میں نے اُسی کی ایک جیسی جو ہو بہو اس سے ملتی جلتی، ساری جو آپ دیکھ رہے ہیں، اس میں میں نے وہ پھیلا کر رکھ دیں۔ حضرت نے فرمایا ارے اتنی ساری میں کیا کروں گا؟ یہ فرما کر حضرت نے ایک یہاں سے اُٹھائی، ایک وہاں سے اُٹھائی۔ فرمایا کہ جتنی مدینہ پاک کی تھیں وہ حضرت نے اُٹھالیں

اور پھر فرمایا کہ یہ تم لے جاؤ۔

میں نے کہا کہ علامہ عزالدین نے جس طرح پہچان لیا، اس طرح کے بے شمار حضرت شیخ قدس سرہٗ کے واقعات بھی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِن حضرات کے جیسی زندگی ہمیں بھی عطا فرمائے۔

یہ تو ہم تمنا نہیں کر سکتے اور نہ اُن کے مذہب میں ہے کہ اس مقصد کے لئے کوئی وظیفہ کرے اور پڑھے اور یہ چاہے کہ مجھے کشف حاصل ہو اور مجھے نور باطن حاصل ہو جائے، وہ تو اور سیاہ ہو جائے گا کہ ارے پڑھتا بھی ہے اس لئے کہ اتنا باطن گندا کر رکھا ہے اور پڑھتا بھی ہے اس لئے کہ گندگی اور بڑھے۔

وہ تو صرف حضرت بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک دفعہ اِسی طرح کی کوئی بات ہوئی تو وہ فرمانے لگے ارے، کوئی کسی اور مقصد کے لئے، دنیا کے لئے بھی کوئی وظیفہ پڑھتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے، **یا احد یا صمد** کا کوئی وظیفہ تھا۔ فرمایا کہ اُس کی ذات باری کی طرف توجہ، وہ کہاں گئی؟ صرف ایک اُس حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات ہی کی تلاش رہنی چاہئے، سائیڈ میں جو منافع ملتے ہیں، اور جو دوسری چیزیں عنایت کی جاتی ہیں اُن کی طرف کوئی توجہ نہ ہو، صرف ذات باری مطلوب ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی ذاتِ باری کی طرف توجہ کر کے اُسی کی طرف چلنے کی ہمیں توفیق دے، اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلنے کی ہمیں توفیق دے۔

اور جیسا میں نے عرض کیا کہ جنہوں نے اِن مشائخ کی اتباع میں اپنے آپ کو اس طرف لگایا، وہ اس میں کامیاب ہوئے۔

اب یہ میں ایک حدیث ابھی پڑھوں گا، آج انہوں نے بتایا کہ بخاری شریف کی بسم اللہ کرنی ہے اور جو فارغ ہو رہی ہیں اُن کی بخاری شریف کی آخری حدیث بھی پڑھنی ہے۔

## حمیدی مکی اور اندلسی

جو پہلی حدیث ہے اُس کے راوی، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حدیث اپنی صحیح بخاری کے لئے لی، وہ شروع ہوتی ہے **حدثنا الحمیدِیُّ قال حدثنا** حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں حمیدی، اور یہ حمیدی مکہ مکرمہ میں تھے، مکی ہیں، اسی لئے وہاں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا انہیں بہت موقع ملا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں اُن کی روایات اِن کی سند سے مروی ہیں، حمیدی کی سند سے، تو یہ حمیدی قریشی ہیں۔

مگر ایک دوسرے حمیدی ہیں محدثین میں، وہ ہمارے یورپ کے ہیں، اسپین کے، اُندُلس کے، بہت بڑے محدث **اَلْمُقْتَبَسُ** محدثین کے حالات پر ان کی بڑی شاندار کتاب ہے۔ تو یہ حمیدی جو اندلس میں تھے بڑے اونچے محدثین میں تھے، ان کی بڑی کتابیں تھیں۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ہمارے اکابرین نے ہمیں بتایا اپنی عملی زندگی کے ذریعہ کہ جس طرح یہ اوپر والوں کو دیکھتے رہے، جس طرح اِنہوں نے احادیث پر عمل کیا، جس طرح اِنہوں نے معمولات پر عمل کیا، اُسی طرح وہ چلتے رہے۔

## بیس قسم کی عبادات کا معمول

معمولات سے مجھے یاد آیا کہ علامہ ذہبی نے ایک بہت اونچے محدث کے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کے چوبیس گھنٹے کے معمولات بیس قسم کی عبادتوں کے تھے۔ کتنی قسم کی عبادتیں؟ بیس۔ بیس قسم کی عبادتیں، بیس طرح کی عبادتیں۔ نماز ایک قسم ہوئی، ذکر ایک قسم ہوا، کسی کی تیمارداری، یہ ایک قسم کی عبادت ہوئی، کسی غریب عاجز کی مدد کرنا، یہ ایک عبادت ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے لئے بیس قسم کی عبادتوں کا معمول روزمرہ کا بنایا ہوا تھا اور اُس پر وہ پابند رہے، کتنا عرصہ؟ کہا چالیس برس۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ان

معمولات پر چالیس برس تک پابندی کی۔ کسی ایک دن بھی اُس میں کوئی کمی نہیں آئی۔

ہمارے بھائی جان کے جوزامبیا سے کاغذات ہمارے بھتیجوں نے بھیجے، ان کی خط وکتابت کسی کے ساتھ، جوانہوں نے لکھا کسی ڈائری میں، وہ تمام اسکین کر کے انہوں نے مجھے بھیجا۔ تو اس میں بالکل ابتدائی زندگی، ابھی طالب علم ہیں بھائی جان، تو اس وقت کا ایک اُن کا خواب ملا۔

انہوں نے لکھا کہ آج میں لیٹا ہوا تھا اور میں نے خواب دیکھا کہ میرا آخری وقت ہے گویا ملک الموت ابھی آرہے ہیں یا آچکے ہیں، آخری وقت ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے فکر ہوا، کس چیز کا؟ کہتے ہیں ایک ہی چیز کا فکر ہوا کہ اوہوہو! یہ ملک الموت خدا کا قاصد تو پہنچ گیا اور معمولات کی پابندی کی عادت اب تک پختہ نہیں ہوئی، معمولات تو میرے قضا ہورہے ہیں۔

معمولات کی پابندی کا فکر ملک الموت کے آنے پر، میرے معمولات کی پابندی کی عادت ہوجائے، معمولات قضا نہ ہوں۔ ابھی میرے معمولات تو قضا ہورہے ہیں اور یہ آچکے۔ کہتے ہیں کہ میں اس وقت دعا کرتا رہا کہ الٰہی! یہ تو آچکے اور میرے معمولات؟ کہتے ہیں وہاں کوئی ساتھی تھے تو ان سے بھی پوچھا کہ یہ تو آچکے، تمہارے معمولات کبھی قضا ہوئے؟ انہوں نے کہا ہاں میرے بھی قضا ہوجاتے ہیں۔

اِن کا چالیس برس تک معمول کہ ایک دن میں بیس قسم کی عبادتوں کا معمول تھا، کبھی قضا نہیں ہوا۔ تب جا کر یہ محدثین کہیں پہنچے۔

## بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

میں نے اس پر عرض کیا کہ ہمارے پڑوس میں اندلس، اسپین ہے، وہاں کے رہنے والے جوحمیدی ہیں بہت بڑے محدث تھے۔ اگرچہ وہ ابن حزم ظاہری کے شاگرد تھے مگر مزاج اور طبیعت انتہائی متصوفیانہ، صوفیانہ طبیعت، صوفی مزاج۔ ان کا آخری وقت ہے، انہوں نے

ایک بڑے حاکم کو اپنے یہاں بلوایا، اس علاقہ کا، بغداد کا کوئی بڑا ہوگا، اور بلا کر اس کو وصیت فرمائی کہ دیکھو جب میں مرجاؤں تو مجھے بشر حافی کی قبر کے پڑوس میں دفن کرنا۔

اب کیا مقام ہوگا بشر حافی کا؟ کہ خطیب بغدادی کے ہاتھ میں زمزم کا گلاس ہے اور وہ دعا کر رہے ہیں، کھڑے ہیں زمزم کے کنوئیں پر، بئر زمزم پر حرم میں ہیں اور دعا ہو رہی ہے کہ الٰہی! میں مرجاؤں تو مجھے بشر حافی کا پڑوس نصیب ہو۔

کوئی بے تکلف ساتھی ہوتا تو کہتا کہ بھئی آپ یہاں مرنے کی دعا کیوں نہیں کرتے، یہاں صحابہ کرام ہیں، تابعین ہیں اور ہزاروں بشر حافی کے مرتبہ کے ہیں، یہاں جنت المَعْلیٰ میں ہیں۔ تو سن کر جنت المعلیٰ کو کوئی یاد دلاتا۔

مگر ہاتھ میں گلاس ہے، اتنے بڑے محدث دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی! میں مرجاؤں تو مجھے بشر حافی کا، جو بغداد میں ہیں، اُن کا پڑوس نصیب ہو، اور دوسری دعا کی کہ الٰہی! میں وہاں کی جامع بغداد میں درس حدیث دوں، اور تیسری دعا کی کہ میری کتاب جو میں نے تاریخ بغداد لکھی ہے، صحیح سلامت وہاں بغداد پہنچ جائے۔

یہ حمیدی بھی دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی! مجھے بشر حافی کا پڑوس نصیب ہو اور اس کے لئے اتنا اہتمام کہ مرتے وقت حاکم کو بُلایا، وصیت کی۔ البتہ ان حضرات نے ان کی وصیت کا لحاظ نہیں کیا اور یہ سوچ کر جوان کے اپنے نزدیک بہت بڑے اعزاز کی جگہ ہو سکتی تھی، ابواسحٰق شیرازی بہت اونچے مرتبہ کے، روحانی طور پر بھی اور عملی طور پر بھی، اور اس علاقہ میں سب کی نظر میں ان کا مقام، انہوں نے وہاں ابواسحٰق شیرازی کی قبر کے پاس ان کو دفن کر دیا۔

اب ایک سال گزرا، دو سال گزرے تو پھر وہی حاکم، جن کو وصیت فرمائی تھی، وہ خواب دیکھ رہے ہیں کہ حمیدی اندلسی شکایت کر رہے ہیں کہ بھئی، دیکھو تم نے میری وصیت کا لحاظ نہیں کیا، میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ مجھے بشر حافی کے قریب دفن ہونے کی تمنا ساری عمر سے رہی ہے اور مجھے ان کے قریب دفن کرنا اور تم نے مجھے وہاں دفن نہیں کیا۔

اب بیدار ہوئے تو انہیں تنبہ ہوا کہ واقعی اُس وقت جلدی میں سب کی باتوں میں میں آ گیا اور سمجھ میں نہیں آیا اور سب نے یہاں دفن کر دیا، غلطی ہوگئی۔ اب دو سال کے بعد قبر کھولی جا رہی ہے، کتنی مدت کے بعد؟ دو سال کے بعد۔

وہاں دارالعلوم میں تو میں نے کئی بزرگان دین کے کتنے سارے واقعات سنائے تھے کہ اتنی مدت کے بعد اس کو کھولا گیا اور یہ ہوا۔

## خوشبوئیں

دو سال کے بعد حمیدی کی قبر کھولی گئی، دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ابھی رکھا ہو، دو سال کے بعد بھی کسی چیز میں کوئی تغیر نہیں آیا تھا اور کہتے ہیں کہ قبر کھلتے ہی پورا علاقہ معطر ہو گیا۔

یہ ان کے قصہ میں بھی ملتا ہے کہ قبر کے کھلتے ہی علاقہ معطر ہو گیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر جہاں تھی، دریا نزدیک تھا، اس لئے سیلاب کی سی کیفیت ہوگئی اور پانی قبر میں آنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ علاقہ کے لوگ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب تو اگر ہم نہیں کھولیں گے تو قبر میں پانی چلا جائے گا۔ اور سیلاب کے اندر پانی میں قبر آجائے گی، تو انہوں نے قبر کھولی۔

فرماتے ہیں کہ اُس وقت بھی، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جب مدتوں کے بعد، کوئی صدیوں کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کھولی گئی، تب کھلتے ہی کہتے ہیں کہ پورا علاقہ معطر ہو گیا۔ تو یہ کہاں سے یہ خوشبوئیں آتی ہیں؟ جہاں سے لیتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ جالی مبارک سے متصل ایسے ہی بالکل آخر میں، ہم ایک گھنٹہ پہلے اذان سے پہنچ جاتے تھے اور وہاں مصلیٰ بچھا دیتے تھے اقدام عالیہ میں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے بالکل سیدھ میں، اور جہاں جالی مبارک ہے، وہاں بچھا دیتے تھے۔

حضرت رونا شروع کرتے، روتے ہوئے، روتے ہوئے یہ ہاتھ جالی مبارک تک پہنچ گیا، پھر جالی مبارک کے اندر انگلی گھوم رہی ہے، پھر آنسو پونچھنے کے لئے وہی غبار جالی مبارک والا، اُسی کو سرمہ بنا کر حضرت لگایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ تہجد کی اذان کے وقت اہل مدینہ مسجد نبوی کی طرف چل رہے ہیں، ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ خوشبو کس چیز کی ہے، چاروں طرف اتنی زبردست خوشبو کہ پوری فضا مدینہ منورہ کی اُس سے معطر اور مہک رہی ہے۔ کہتے ہیں جیسے جیسے وہ مسجد نبوی کے پاس پہنچ رہے ہیں، وہ اور بڑھتی چلی جارہی ہے۔

میرے استاذ مولانا عاقل صاحب، حضرت شیخ قدس سرہٗ کے داماد، اُن سے میں نے جلالین پڑھی تھی، جن کی جگہ پر حضرت مجھے بٹھاتے تھے جب وہ کھا کر جاتے۔ تو حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں کچے گھر میں وہ تشریف فرما تھے اور حضرت باہر مشغول ہیں، حضرت الاستاذ مجھے پوچھنے لگے کہ مولوی یوسف، تمہارے یہاں کون کون سے پھل ہوں؟

میں نے کہا کہ حضرت ہمارے یہاں چیکو ہوتا ہے اور آم ہوتا ہے اور فلاں ہوتا ہے، چند ایک گنوائے، پھر میں نے کہا کہ ہمارے یہاں اِملی بھی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ وہ کھٹی اِملی؟ میں نے کہا نہیں کھٹی نہیں، وہ تو دوسری ہوتی ہے۔ اِس کو تو چھیلا جاتا ہے اُس کے اوپر گرین سبز چھلکا ہوتا ہے، اندر گودا ہوتا ہے سفید جیسا، اُس کو توڑو تو اس کے اندر سے کالا بیج نکلتا ہے۔ سن کر فرمانے لگے کہ اوہو' جنگل جلیبی'۔

وہاں یوپی میں اُس کا نام جنگل جلیبی، چونکہ اس کی ساخت جلیبی کی طرح سے ہے، تو فرمانے لگے کہ جنگل جلیبی۔ تو یہ جنگل جلیبی والا درخت یوپی میں بہت دیکھا، جگہ جگہ، کسی باڑھ کے پاس سے آپ گزریں گے، خودرو چیزوں میں وہ شامل ہوگیا ہے یہ درخت۔ ہے تو درخت، اور ہمارے یہاں بچپن میں باڑھ لگاتے تھے، تو اس کے ٹکڑے کاٹ کر جہاں لگا دیتے تو وہ ایک درخت بن جاتا تھا۔

مدرسہ علوم شرعیہ کے بالکل سامنے سعودی حکومت کا ایک مہمان خانہ تھا، اُس زمانہ میں ہوٹل وغیرہ بہت کم تھے، اور تھوڑے فاصلہ پر ایک فندق تیسیر تھا، وہ بھی بعد میں، اخیر میں بنا تھا۔

یہ سرکاری سعودی مہمان خانہ مدرسہ علوم شرعیہ کے بالکل سامنے ہوتا تھا جس میں کوئی پرائم منسٹر، رؤساء، سربراہ آئیں تو اُن کو وہاں ٹھہرایا جاتا تھا۔ اس کے دروازہ کے ساتھ ایک درخت تھا، اُس وقت جو مستورات کا دروازہ ہوتا تھا، مسجد نبوی کے اُس مستورات کے دروازہ کے بالکل سامنے وہ درخت تھا اور اس سے کوئی چالیس قدم پر آپ کا یہ باب جبرئیل۔ باب جبرئیل سے اُس درخت تک آپ چلیں، تو آپ کے چالیس قدم سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

اُس درخت پر جب پھول آتے تھے تو پورا علاقہ آدھے کلومیٹر تک مہکا ہوا ہوتا تھا، بقیع تک اس درخت کی خوشبو جاتی تھی۔ اِس پھلدار درخت کے پھولوں سے یہ خوشبو آپ نے کہیں بھی نہیں پائی ہوگی، مدینہ منورہ کے اُس ایک درخت میں اتنی تیز خوشبو ہوتی تھی۔

اہل مدینہ جب تہجد کی نماز کے لئے اپنے گھروں سے جب چلنے لگے، تو پورا مدینہ مہک رہا ہے، وہ حیران کہ یہ خوشبو پورے مدینہ منورہ میں کہاں سے؟ جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور جیسے ہی وہ مواجہہ شریف کی طرف جا رہے ہیں، تو دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کی جو دیوار تھی، وہ دیوار گرگئی ہے، اور اس سے پوری دنیا معطر ہے۔

اب سارا مدینہ اکٹھا ہوگیا، تو دیکھتے ہیں کہ ایک انگوٹھا نظر آ رہا ہے، جو لیٹے ہوئے ہیں ان کا انگوٹھا نظر آ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا مبارک۔ لیکن دیکھنے والوں نے بتایا کہ نہیں، یہ جو جگہ دیوار کے پاس ہے یہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا انگوٹھا ہے، ان کے پیر مبارک کا انگوٹھا ہے، تو اس کے ظاہر ہونے سے پوری دنیا معطر ہے۔

ایسے ہی یہ حمیدی، جب ان کی قبر کھولی گئی، تو کہتے ہیں کہ پورا بغداد معطر۔ پھر ان کو وہاں سے منتقل کر کے انہوں نے جہاں ان کی وصیت تھی کہ بشر حافی کی قبر کے پاس میری قبر بنائی

جائے، وہاں ان کو دفن کیا گیا۔

اب دونوں حدیثیں پڑھ لیتے ہیں پہلی بھی اور آخری بھی، پھر دعا کر لیں گے۔

**بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، بَابُ کَیفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، وَ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ** یہ حدیث پڑھنے سے پہلے میں حدیث مسلسل بالاولیۃ پڑھ دیتا ہوں تاکہ جو سن رہے ہیں، ان کے لئے تسلسل بالاولیۃ باقی رہے۔

کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سب سے پہلے یہ حدیثِ رحمت سنی تھی **قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمٰن تبارک وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء، و فی روایۃ ارحموا ترحموا۔**

**حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان** یہ حمیدی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ، یہ قریشی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد۔ سب سے پہلے سند میں، جو ہزاروں حدیثیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائے ہیں تو یہ سند کہ جس میں حمیدی ان کے استاذ کا نام پہلے آتا ہے، یہ حدیث کیوں لائے؟ اور حدیث تو حدیثِ نیت ہے جو امام بخاری نے آگے بھی متعدد مختلف الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے جس کے الفاظ مختلف ہیں، تو یہاں اس کو کیوں منتخب فرمایا۔

## عصبیت

یہ عصبیت ہر جگہ کام کرتی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس عصبیت، عُصْبَۃ اور جماعت پرستی، قوم پرستی کی لعنت سے ہمیں بچائے، ہمیں محمدی بن کر رہنے کی توفیق دے۔ جنہوں نے اس نظر سے دیکھا اور عصبیت کی وجہ سے ادب اور اس کی تمام حدود وہ پار کر گئے، تو انہوں نے سوچا کہ یہاں حمیدی کو جو لایا گیا، اس لئے لایا گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جگہ جگہ

حنفیوں سے ناراض ہیں کہ انہوں نے کتاب الحیل قائم کیا، تو وہاں جگہ جگہ وہ کہتے ہیں کہ حنفیہ کے رد میں قائم کیا۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ اس سے بہت بالا تھے، حضرت سے زیادہ بخاری کو کون سمجھے گا کہ حضرت نے فرمایا کہ بخاری شریف کے پڑھانے کا یہ میرا اکتالیسواں سال ہے اور وہ آخری سال تھا، حضرت نے مجھے بار بار فرمایا کہ تیری وجہ سے پڑھا رہا ہوں۔

مولانا سلیم صاحب مدرسہ صولتیہ کے مہتمم صاحب کو خط میں لکھوایا، وہ چھپا ہوا ہے کہ میرے ایک عزیز ہیں ان کی وجہ سے میں پڑھا رہا ہوں، تو یہ اکتالیسواں سال حضرت کا بخاری شریف پڑھانے کا تھا، نیز حضرت نے بخاری شریف کی شرح تصنیف فرمائی، سالہا سال اس میں لگے، لامع الدراری۔

جب لامع الدراری ختم ہوئی اور اس کی دعوت ہوئی تو میں یہاں تھا، حضرت نے فرمایا کہ اس دعوت کے موقع پر تم بہت یاد آئے۔ حضرت نے وہ لامع بھی، جو جلد بعد میں چھپی، وہ بھی بھیجی، تو حضرت سے بڑھ کر کوئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی سمجھ سکتا ہے؟

اس لئے حضرت ان تمام چیزوں کو لغو فرماتے تھے کہ اتنا بڑا عظیم امام اور اس کے ذہن میں حنفیہ رہیں اور ان کے رد میں وہ لاتے رہیں کہ یہ بھی لائیں حنفیہ کے رد میں، کتنی گندی سوچ؟

اس لئے میں نے کہا عصبیت، یہ بھی ایک قسم کی احناف کی عصبیت اپنے حنفی ہونے کی کہ ہم حنفی ہیں، ہمارے خلاف فلاں جگہ کوئی روایت آئی، کوئی باب آیا، تو یہ کیوں آیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان چیزوں سے بہت برتر ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو روایت حدیث النیۃ کی ان الفاظ سے یہاں لائے ہیں، اس لئے لائے ہیں کہ بہت ساری روایات ایسی ہیں کہ اُن کا شان ورود ہوتا ہے جس طرح قرآن کریم کی آیتیں، سب کا شانِ نزول ہوتا ہے۔ تو یہ جو روایات ہیں ان کا بھی شان ورود ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جن کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا تو ان کو معلوم کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے، ان میں فلاں نے یہ پوچھا، فلاں کے گھر میں یہ مسئلہ پیش آیا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، تو یہ اس روایت کا شان ورود۔ وہاں قرآن میں شان نزول کہتے ہیں، حدیث میں شانِ ورود کہا جاتا ہے۔ اُس کا پس منظر، اِس کے پیچھے کیا قصہ تھا کہ جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا۔

یہ جو پہلی روایت ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر یہ ارشاد فرمائی **انما الاعمال بالنیات** ۔اب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر بیان فرمائی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اِس میں اپنے استاذ کا اتباع کرنا چاہتے تھے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے ایک زبردست عظیم کتاب مسند احمد تحریر فرمائی۔

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی ہر کتاب تین دفعہ لکھی ہے، ایک دفعہ لکھی، پھر اس میں کمی زیادتی کی، پڑھایا تو ساری عمر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کو، مگر لکھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تمام تصنیفات تین دفعہ کی ہیں کہ کہیں ردوبدل کرنا ہو، آگے پیچھے کرنا ہو۔

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمائی تو اپنے استاذ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں وہ یہ روایت یہاں لائے ہیں، کہ وہ اپنی مسندِ احمد کے شروع میں، چونکہ مسند میں ایک جگہ تمام صحابہ، ایک صحابی کی روایات ایک جگہ ہوتی ہیں، تو انہوں نے خلفائے اربعہ کی ترتیب پر سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات اس میں ایک جگہ بیان فرمائیں۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات میں وہ روایت انہوں نے سب سے پہلے بیان فرمائی جو مسند احمد میں لکھی۔ جس سے بسم اللہ ہوتی ہے مسند احمد کی کہ جو حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان فرمائی تھی **یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم اَنفُسَکُمۡ** قرآن کریم کی یہ آیت۔ ابھی کافی وقت ہو گیا اس کو بیان نہیں کرتا۔
اب اس آیت کے متعلق جو روایت ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ انہوں نے منبر پر بیان فرمائی، تو اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے شروع میں لیا اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت جو منبر پر بیان فرمائی، وہ اِس جگہ لی۔
ورنہ حمیدی جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے عظیم استاذ، وہ خود امام بخاری کے بھی تو استاذ ہیں، اُن کے متعلق اِس طرح کی سوچ صرف اس لئے رکھنا کہ ہم حنفی ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور حمیدی نے ہمارے امام کے خلاف کتاب کیوں لکھی۔
کتنی غلط سوچ؟ حمیدی نے کتاب لکھی ہے **الرد علی النعمان** واقعۃً لکھی ہے کہ جو جو چیزیں ان کی سمجھ میں نہیں آئیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فتویٰ دیتے ہیں، اُن کے فتویٰ کے خلاف تو یہ حدیث ہے لیکن چونکہ وہ نہیں پوچھ سکے، امام اعظم کو نہیں پا سکے۔ یہی بہت سے حضرات کے یہاں ملتا ہے۔
لیث بن سعد، انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جو فتاویٰ تھے ان فتاویٰ میں سے ستر فتاویٰ کو اپنی روایات کے خلاف قرار دے کر وہ ساری ستر روایات لکھ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیں کہ میرے نزدیک آپ کے یہ ستر فتاویٰ ان روایات کے خلاف ہیں۔
یہ ایک ذوق عام تھا، اور جن کو پیش کیا گیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو، وہ خوش ہوئے کہ لیث بن سعد نے ہمیں تنبیہ فرمائی۔ اگر وہ روایات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی ہوں، لیث بن سعد کو نہ پہنچنے کی وجہ سے انہوں نے ان مسائل کو دیگر روایات کے خلاف سمجھا ہو، وہ الگ چیز ہے۔ اسی طرح حمیدی کو وہ روایت نہیں پہنچی جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی ہوں گی۔

حَـدَّثَنَا الحُمَيْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحْیٰ بْنُ سَعِيْد الْأَنْصَارِیُّ قَالَ اَخبَـرَنِـی مُـحَـمَّـد بْـنُ اِبْـرَاهِيْـم التَّيْمِیُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّيْثِی يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالَی عَنْهُ عَلَی الْمِنبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ اِلَی امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ۔

بـاب قـول الـلّٰـه ونـضـع الـموازين القسط ليوم القيامة وأن أعمال بنی آدم وقـولهـم يـوزن، وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية ويقال القسط مصدر الـمـقسـط، وهو العادل، وأمالقاسط فهو الجائر، حدثنا احمد بن اشكاب قال حـدثـنـا مـحـمـد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هريرة رضـی الـلّٰـه تعالیٰ عنه قال قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كلمتان حبيبتان الی الـرحـمـن خـفـيـفتـان عـلـی الـلسان ثقيلتان فی الميزان سبحان اللّٰه وبحمده سبـحـان الـلّٰـه الـعـظيـم. الـلهـم صل علی سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبناوسندنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔

## (۱۳)

**الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له، ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له ونشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى اله وصحبه وبارک وسلم تسليما كثيرا كثيرا، قال النبى صلى الله عليه وسلم 'الراحمون يرحمهم الرحمن تبارک وتعالىٰ، ارحموا من فى الارض يرحمكم من فى السماء' وفى رواية 'ارحموا ترحموا'۔**

یہ حدیث جو میں نے پڑھی ہے **الحدیث المسلسل بالاولیۃ** کہلاتی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب کل ہمارے گھر تشریف لائے تو فرمایا کہ تمہارے بچوں کو بلاؤ! محمد کو، سلیمان کو، دوسال کے قاسم کو بھی لے کر گیا، تو فرمایا کہ اس کو بھی لاؤ، پھر انہوں نے یہی حدیث پڑھی۔

دوستو! ہمیں امنگ نہیں ہے کہ ہم کچھ کریں۔ محمد، ابھی یہ عربی کے تیسرے سال میں ہے،

حدیث شروع نہیں ہوئی، صرف نحو کی کتابیں پڑھ رہا ہے، سلیمان ابھی حفظ ختم کرنے کے قریب ہے، قاسم صرف دو سال کا، مگر ان کو سامنے بیٹھا کر یہ حدیث پڑھی اس تمنا اور آرزو میں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے جو احادیث سنیں، ان سے تابعین نے لی، ان سے تبع تابعین نے، آج تک سینکڑوں برس کے بعد تک بھی، ہر ایک حدیث کی اپنی سند چین (chain) تمام کڑیوں کے ساتھ بالکل محفوظ ہے، ان کو یہ تمنا اور آرزو ہے کہ چھوٹی عمر کے بچوں کے سامنے میں پڑھتا ہوں، یہ بڑے ہوں گے حدیث پڑھائیں گے، تو میری سند سے اُس کو نقل کریں گے کہ ہم نے سب سے پہلی حدیث شیخ یونس صاحب سے یہ حدیث سنی تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی۔ اس طرح یہ جو سلسلہ ہے عالی سند کا، دیر تک باقی رہے، اسی لئے ان بچوں کے سامنے انہوں نے یہ حدیث پڑھی۔

کاش کہ ہمارے ان بزرگوں سے یہ تمنائیں، آرزویں ہم سیکھیں۔ **الحدیث المسلسل بالاولیة** پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، حافظ ابن صلاح بہت بڑے محدث ہیں، انہوں نے اس حدیث کے سارے طرق کو جمع کیا ہے۔

## حافظ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ حافظ ابن صلاح کون ہیں جانتے ہو؟ کتنے بڑے انسان؟ وہ فرماتے ہیں **کل ما اطلقت لفظ الشیخ فالمراد به شیخ ابن صلاح** ۔فرماتے ہیں کہ جہاں صرف آپ اتنا کہیں گے کہ شیخ نے فرمایا، قال الشیخ، تو دنیائے علم حدیث تو کتنی بڑی دنیا ہے، مگر فرماتے ہیں کہ دنیائے علم حدیث میں عالمِ علم حدیث اگر کوئی شیخ ہے، تو ایک ہے۔ جیسے ہمارا خدا ایک، قرآن ایک، رسول ایک، اسی طرح فرماتے ہیں حافظ عراقی کہ جب شیخ نے فرمایا کہیں گے، تو ہم سمجھ جائیں گے کہ اس سے مراد کون شیخ: حافظ ابن صلاح۔ اب

انہوں نے کتنا کام کیا ہوگا شیخ ابن صلاح نے؟

## شیخ الحدیث ایک ہی۔۔۔

جیسے ہم سہارنپور میں تھے تو ہر جگہ ہر کسی کے شیخ ہوں گے، لیکن حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی خدمت میں کوئی حاضر ہوتا، وہ پوچھتے شیخ کیسے ہیں؟ تو شیخ ایک ہی تھے۔ اور انتہاء تو یہ کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے بعد لکھنے والوں نے، پچاسوں نے لکھا اور واقعات اس کے با قاعدہ لکھے۔ شیخ الحدیث تو ایک ہی تھے۔ اب دنیا میں حضرت شیخ قدس سرہ نے جب بخاری شریف مظاہر العلوم میں پڑھائی، تو دنیا کے کونے کونے میں کتنی جگہ بخاری شریف پڑھائی جاتی ہوگی اور کتنے شیخ الحدیث کا مصداق ہوں گے۔

مگر مضمون نگاروں نے لکھا کہ حضرت شیخ کا حال یہ تھا کہ ان کے لئے یہ ٹائٹل اور یہ لقب بمنزلۂ نام کے ہوگیا تھا، بلکہ نام سے بھی آگے، نام میں تو کچھ آگے پیچھے ہو بھی سکتا ہے مگر شیخ الحدیث وہ ایک ہی رہے، وہاں مدینہ طیبہ میں بھی۔ کاش کہ اُس زمانہ میں آج کی طرح موبائل فون ہوتے اور ہم نے فوٹو رکھے ہوتے کہ شیخ الحدیث، دار الحدیث، مدینہ منورہ۔ پتہ پر لکھا ہوتا تھا اور وہ خط پہنچ جاتا۔

مدینہ طیبہ میں دار الحدیث تو حرم سے دور تھا، ایک سرکاری ادارہ تھا حکومت کی طرف سے چلتا تھا، وہاں وہ خط پہنچتا اور وہ اِدھر آکر مدرسہ علوم شرعیہ پہنچادیتے کہ یہ حضرت شیخ کا خط ہمارے یہاں آگیا تھا۔ کبھی صرف اتنا لکھا ہوتا 'شیخ الحدیث، مسجد نبوی، مدینہ منورہ' تو وہ سیدھا حضرت شیخ کے پاس پہنچتا، اور ایک دفعہ تو عجیب قصہ ہوا کہ انہوں نے لکھا 'شیخ الحدیث صاحب، بقیع شریف، مدینہ منورہ'۔ اور وہ پہنچ گیا۔ کتنا نیک فال! یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے القاب ملتے ہیں، دلوں میں ڈالے جاتے ہیں، اسی لئے فرماتے ہیں القاب کے متعلق، ٹائٹل کے متعلق کہ الالقاب تنزل من السماء کوئی کتنا دعایۃ پروپیگنڈا کرے، اس سے

نہیں بنتے، یہ براہ راست اوپر سے دلوں پر اتارے جاتے ہیں۔

## بھائی الطاف

مجھے سہارنپور یاد آیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں ہم جا کر عرض کرتے کہ حضرت بھائی آ گئے۔ان کے ایک مرید کو میں نے ابھی ٹیلی فون سنایا تو وہ رو پڑے۔ میں نے کہا کہ حضرت سے ہم جا کر عرض کرتے کہ بھائی آ گیا،تو بھائی ہر گھر میں ہوتا ہے، ہر خاندان میں، ہر قبیلہ میں، ہر جگہ میں، ہر اُسرۃ میں بھائی،مگر حضرت کے یہاں اور سہارنپور میں، رائے پور میں، مظاہر العلوم میں کہیں نام لے لو کہ بھائی آئے ہیں، تو ایک ہی بھائی تھا۔ وہ کون؟ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص، بھائی الطاف۔

## بھائی ایک ہی۔۔۔

ہمارے والد محترم نور اللہ مرقدہ نے جب خلوت اور تنہائی اختیار کر لی، تجارت چھوڑ دی تعلقات چھوڑ دیئے، ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا، مسجد چھوڑ دی، جماعت چھوڑ دی، اور سولہ برس ایک ہی کمرہ میں، ایک ہی حجرہ میں، بیس ۲۰ / بائی دس ۱۰ / فٹ کے مکان میں پڑے رہتے تھے، جب والدہ کو میرے ننھیال بھیج دیا، تو میں اس دنیا میں نہیں تھا، بھائی جان تھے اور ہمارے علاتی بھائی تھے پہلی ماں سے وہ والد صاحب کے ساتھ تھے۔ان کا شاید والد صاحب کو خیال آیا ہوگا کہ میں سب کچھ چھوڑ رہا ہوں، تو یہ بے چارہ، اس کی ماں نہیں ہے تو اس کو کون پوچھے گا؟ کہاں جائے گا؟

میں نے اپنے طور پر اس کی علت اور وجہ سوچی کہ والد صاحب نے یہ تصور کیا ہوگا، سوچا ہوگا، اور اللہ کے یہاں یہ سوچ اور فکر ان کی اس قدر قبول ہوئی کہ پورے علاقہ میں، گاؤں میں وہ بھائی ایک ہی تھا، علاتی بھائی محمد علی۔ کوئی ہندو مسلم، کام کرنے والا، امیر، مزدور، ان سے کوئی پوچھتا کہ بھائی کو دیکھا آپ نے؟ تو کہتا ہاں، وہ ابھی وہاں جا رہے تھے۔ بھائی

پورے گاؤں میں ایک ہی ہو گیا ان کی توجہ کی برکت سے، ہر کسی کا وہ بھائی۔ کسی کو آپ پوچھیں پورے گاؤں میں کہ جس کو آپ بھائی کہتے ہیں ان کا نام؟ وہ جواب میں کہتے ان کا نام نہیں معلوم، لیکن مصداق معلوم کہ وہ ایک ہی ہے۔

## عبد اللہ ایک ہی۔۔۔

اسی طرح یہ لفظ شیخ کا مصداق حافظ ابن صلاح۔ جیسے حق تعالیٰ شانہ نے کتنے پیار سے فرمایا **سبحان الذی اسری بعبدہ** اب حق تعالیٰ شانہ معبود ہے، ساری کائنات اس کی عابد اور عبادت گزار ہے، مگر حق جل مجدہٗ کے نزدیک اس کا بندہ، حقیقی بندہ جس کو وہ خود عبد کہے، وہ ایک ہی ہے۔ اسی لئے فرمایا **سبحان الذی اسریٰ بعبدہ** اسی لئے فرمایا **لمّا قام عبداللہ** اب عبد اللہ، تو سارے کے سارے عبد اللہ ہی ہیں، ہم سب اس کی عبادت کرنے والے ہیں، مگر اس مالک کی نگاہ میں وہ ایک ہی بندہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ ایک ہی عبد ہے، اسی لئے فرمایا **سبحان الذی اسری بعبدہ، لمّا قام عبداللہ یدعوہ**۔

اور اسی کا نتیجہ کہ آپ دیکھیں گے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہزاروں انبیائے کرام آئے، مگر چن چن کر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے محبوب کے لئے بہت سی خصوصیات رکھ دیں کہ یہ بھی ان کی خصوصیت، یہ بھی ان کی خصوصیت، یہ بھی ان کی خصوصیت۔

'**الخصائص الکبریٰ**' ایک کتاب ہے، محدثین نے بہت بڑی کتاب لکھی کئی جلدوں میں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیات ہیں۔ ان خصائص پر ہم غور کریں، سوچیں، پڑھیں، دل میں اتاریں کہ الٰہی، تو نے اپنے محبوب کو کس قدر انوکھا، نرالا ایک امتیازی شان والا بنایا۔

کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام تو سب کے مرجع ہیں، کوئی ہندو، مسلم، کسی بھی

مذہب کا ماننے والا ہوسب ہی کے وہ ابوالبشر ہیں، کوئی پاگل ہوں گے کہیں گے، جو بندروں کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوں گے کہ میرا بابا آدم بندر ہے، لیکن جو انسان ہیں وہ سارے کے سارے متفق ہیں کہ ہمارے جد امجد کون؟ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اس میں کوئی اختلاف نہیں اور سب انہیں کو اپنا بابا آدم کہہ کر پکارتے رہے، تو ان کے متعلق کتنا سب نے سوچا ہوگا اور ان کا کتنا خیال کیا ہوگا اس زمانہ سے لے کر آج تک۔

## مزار ایک ہی۔۔۔

لیکن خود ان کے بارے میں بھی آپ تجسس کر کے پوچھیں کہ مجھے میرے جد امجد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی قبر پر حاضری دینی ہے، تو میں اب کہاں جاؤں؟ آپ اس پر ریسرچ شروع کریں گے، تو کوئی کہے گا وہ سرندیپ میں، لنکا میں اتارے گئے تھے، وہیں ان کا مزار ہے۔

کوئی کہے گا کہ نہیں، حضرت حوا کا جدہ میں، جہاں مزار بتایا جاتا ہے، تو حضرت حواء کی قبر پر لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ جس جگہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر تھی، اس کے پہلو میں حضرت حواء کو دفن کیا گیا، گویا معروف قبر حضرت حواء کی جدہ میں ہے، تو اس کے ساتھ ہی وہاں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدفون ہیں۔

کسی نے لکھا کہ نہیں حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام کی قبر صفا اور مروہ کے درمیان ہے، وہاں آپ کو دفن کیا گیا تھا۔

کسی نے لکھا کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ و السلام کی قبر مسجد خیف کے قریب اتنے گز کی دوری پر، وہاں آپ کی قبر ہے۔ دیکھئے حضرت آدم علیہ الصلاۃ و السلام سب سے زیادہ انسانیت کی توجہ کا مرکز ہیں، تمام انسانوں کے ابوالبشر ہیں، مگر ان کی قبر کا یہ حال ہے، کوئی اتہ

پتہ نہیں کہ کہاں ہے؟ یہی حال حضرت شیث علیہ السلام کی قبر کا ہے، حضرت ادریس علیہ السلام کی قبر کا ہے۔

کوئی بہت بڑے دعویٰ سے کہے گا کہ نہیں، ایک نبی تو ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کہ ان کی قبر الخلیل میں ہے۔ ہم نے کہا کہ ان کی قبر کے متعلق آپ شروع کریں گے، تو کم از کم آدھ درجن اقوال آپ کو ملیں گے اور سب سے کانٹ چھانٹ کر کے آپ تنقیہ کے بعد جو آگے کسی نتیجہ پر پہنچیں گے، تو ایک قول ملے گا کہ فـی مـزرعة، ایک فارم ہے، اس میں آپ کی قبر ہے۔

اب یہ ایسا کیوں؟ حالانکہ ان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ماننے والے جس طرح ہم ہیں، یہود اور نصاری بھی ہے، مگر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی قبروں کا یہی حال ہے، کوئی کہتا ہے یہاں ہے، کوئی کہتا ہے وہاں ہے۔

لیکن خاتم الانبیاء سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے متعلق آپ کسی سے پوچھیں گے، تو آپ کو کوئی اختلاف ملے گا کہیں؟ قبر ایک ہی رکھی گئی، ایک ہی قبر ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ بندہ میرا ایک ہی ہے، قیامت تک کے لئے ساری انسانیت کو ان سے تعلق رہے، اُن سے جڑے رہیں، بار بار مدینہ منورہ ہم جاتے رہیں، اللہ تعالی ہمارے لئے آسان فرمائے، ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وہ ایک ہی میرا محبوب ہے، اسی لئے اتنا تحفظ دیا گیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کو، کہ وہ ایک ہی قبر ہے دنیا میں۔ تمام انسان، بڑے بڑے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں میں اتنا شدید اختلاف اسی لئے پایا جاتا ہے تا کہ انسان ایک ہی طرف رجوع کریں، سب کو بھول جائیں، بھلا دو۔ جس طرح تمام کتابوں کو بھلا دیا گیا، تمام کتابیں منسوخ کر دی گئیں، کوئی بالکل صحیح اور مصدّق تورات اور انجیل لاکر آپ کے سامنے پیش کرے، تو قرآن کہے گا یہ منسوخ ہے۔ تو جس طرح کتابیں مٹ گئیں قرآن کے سامنے، اسی طرح تمام

انبیاء کرام کی کتابوں، ملتوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناسخ ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں جگہ جگہ سراج منیر، قمر منیر آتا ہے۔ جب سورج کی روشنی آجاتی ہے، تو آپ کتنے ہزاروں وولٹ کی لائٹیں ایک جگہ اکٹھی کر دیں، سورج کا مقابلہ کوئی لائٹ کر سکے گی؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کو بتانے کے لئے کہ جس طرح سورج کی روشنی کے سامنے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں، اسی طرح نہ کسی نبی کی قبر معلوم ہونے کی ضرورت، نہ ان کی کتابوں کی ضرورت، تمام انبیاء کے لائے ہوئے مذاہب، لائے ہوئے دین، تمام ادیان منسوخ ہیں، اس دین کی روشنی کے بعد کسی اور مذہب کی روشنی کی اور ہدایت کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس پر یقین عطا فرمائے، اس پر ہمیں ایمان عطا فرمائے، اسی پر ہمیں زندہ رکھے، اللہ تعالیٰ اسی پر ہمیں موت دے۔ اور ہم بار بار حضرات شیخین کی طرح یہ ہی دعا کرتے رہیں، سب پڑھیئے **اللھم اجمع بیننا وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حتیٰ یَعْرِفَنَا وَ نَعْرِفَہٗ۔**

جس طرح ہم نے یہ دعا اکٹھی پڑھی، اسی طرح سقیفہ بنو ساعدہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کی بیعت سے فارغ ہو چکے، تو یہ دونوں حضراتِ شیخین کا پہلا کام کیا تھا؟ سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ جب پہنچے تو دیکھا کہ غسل دیا جاچکا ہے، کفن پہنایا جاچکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفن میں ہیں، اس وقت روتے ہوئے ان حضرات نے یہ دعا کی تھی کہ اے خدا! تیرے محبوب کو تو تو نے ہمارے پاس سے اپنے پاس بلا لیا، اب ہم جس طرح ہر وقت آتے تھے، جاتے تھے، ملتے تھے، اب کہاں اور کب اور کیسے ملیں گے؟ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع کیجیئو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم مل سکیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم اکٹھے ہوں، لیکن اکٹھے ہونے والے تو سب ہی ہیں۔ قبر میں ہر کافر مشرک کو بھی زیارت ہوگی، وہاں بھی یہی سوال ہوگا **من هٰذا الرجل** جس طرح میں نے کہا کہ وہ عبداللہ ایک ہی، **سبحان الذی اسری بعبده** وہ عبد ایک ہی، وہ نبی ایک ہی۔

## الرجل ایک ہی۔۔۔

اسی طرح قبر میں ہر مرنے والے سے سوال ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق، کہ **من هـذا الـرجـل** ؟ تو وہ رجل ایک ہی ہیں، جس طرح وہاں عبد ایک ہی ہیں، یہ رجل ایک ہی ہیں، قبر والے سے سوال ہوگا اور کتنا آسان سوال؟ کتنا آسان سوال کہ احادیث میں پہلے بتا دیا گیا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے کر کے پوچھیں گے کہ **من هذا الرجل**؟ یہ رجل کون اور اس کا جواب بہت آسان۔ کوئی کافر، کوئی مشرک، کوئی یہودی، کوئی نصرانی اگر وہاں یہ کہے کہ یہ کتاب ہم نے نہیں پڑھی تھی کہ جس میں سیرت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، ہم نے نام نہیں پڑھا تھا ان کا، یہ کہ ان کا نام محمد ہے اور ان کے متعلق ہمیں کچھ نہیں معلوم۔ تو عذر چلے گا وہاں؟ چلنا تو چاہیئے۔ وہ کہے گا کہ میں نے ان کے متعلق کچھ پڑھا نہیں ہے، مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ لیکن نہیں! عذر نہیں چل سکتا۔ کیوں نہیں چل سکتا؟ اس لئے کہ خدا کہتا ہے کہ میں نے ساری کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت انسان، بشر ایک ہی بنایا تھا، تو وہ کافر ہو، مشرک، یہودی، نصرانی، کسی بھی مذہب کا ماننے والا، صرف شکل دیکھ کر کہہ دے گا کہ اوہ، یہ اللہ کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بے شمار واقعات پیش آئے، آپ اس کی ایک اربعین اکٹھی کر سکتے ہیں کہ دور سے کسی نے دیکھ لیا اور کہہ دیا کہ یہ تو اللہ کے نبی ہیں حالانکہ انہوں نے اس سے پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا، اسی لئے بہت سوں نے دیکھا اور چہرہ دیکھ

کر کہنے لگے کہ اوہو، یہ تو جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ شانہ اسی لئے سوال اتنا ہی کریں گے **من ھذا الرجل** ؟ وہاں اکٹھے تو ہوں گے، میں بھی، آپ بھی، دوست بھی، دشمن بھی، اس لئے فکر ہوا کہ یہ عالم جس میں ہم یہ سب کچھ پڑھ رہے ہیں، یہ سب یہیں رہ جائے گا، وہاں سب کچھ بھول جائیں گے، جو کچھ یہاں ہے، وہاں صرف نورِ ایمان سے فیصلہ ہوگا، یاد سے نہیں ہوگا۔

## اللّٰہ نور السموات والارض...

اور یہ نور بھی کیسے تقسیم ہوتا ہے؟ کہاں سے ملتا ہے؟ یہ کتابیں بے شک پڑھ لیں، علوم سارے کے سارے پڑھ لئے، مگر یہ علوم بھی جیسے حق تعالیٰ شانہ نے ساری کائنات کا نور اکٹھا کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں رکھ دیا، اسی طرح یہ سارے انوارات اکٹھے کر لئے گئے **اللہ نور السماوات و الارض** قرآن کریم کہتا ہے **مثل نورہ کمشکوٰۃ**۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو **اللہ نور السماوات و الارض** والی اس آیت میں جو ذکر ہے، کس چیز کا ذکر ہے؟ جیسے آپ نے ابھی پڑھا کہ وہ قبر دنیا میں ایک ہی ہے، الرجل، مرد دنیا میں ایک ہی ہے، عبدَ اللہ خدا کا عبادت کرنے والا، معبود کا عبادت گزار، وہ ایک ہی ہے۔

اسی طرح حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام دل بنائے اور اس دل کو بنایا صرف نور رکھنے کے لئے، نور۔ کاش، کہ یہ جتنے دل ہمارے ظلمات سے بھرے ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام دلوں کو محمد رسول اللہ کی نورانیت اور روشنی سے بھر دیں، ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان عطا فرمائے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے کہ میں نے یہ تمام اعضاء میں اس

دل کو بنایا نور رکھنے کے لئے، اسی سے تعلق ہے، یہیں پر رکھا جاتا ہے ایمان بھی، یہیں پر رکھا جاتا ہے کفر بھی، یہیں پر رکھی جاتی ہے نماز اور اطاعت، اور یہیں پر رکھی جاتی ہے نافرمانی اور معصیت بھی۔

آپ نے حدیث میں پڑھا کہ جب انسان کوئی نیکی کرتا ہے تو دل میں نور پیدا ہوتا ہے، گناہ کرتا ہے تو ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں ذکر ہے کس چیز کا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا، اور کیسے اس قلب اطہر کو حق تعالیٰ شانہ نے بیان فرمایا؟ **اللہ نور السماوات والارض** آگے فرمایا **مثل نورہ** گنتے جائیں (۱) **کمشکوٰۃ** (۲) **فیھا مصباح** (۳) **المصباح فی زجاجۃ** (۴) **الزجاجۃ** (۵) **کانھا کوکب** (۶) **دری** (۷) **یوقد** (۸) **من شجرۃ** (۹) **مبارکۃ** (۱۰) **زیتونۃ** (۱۱) **لاشرقیۃ** (۱۲) **و لا غربیۃ**۔ اس ایک قلب کی تعریف کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتنی ساری خصوصیتیں بیان کیں۔ ایک کتاب آپ اس آیت کی تفسیر میں لکھ سکتے ہیں، تو یہیں وہ نور رکھ دیا گیا ہے، حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام نے جس سے توسل کیا تھا اور دیکھا تھا۔

بڑی عبرت کی ایک بات میں عرض کر رہا ہوں دوستو! بڑی عبرت کی بات۔ یہ بار بار قرآنی دعا پڑھیے **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا** کہ خدا تو نے ہمیں ایمان دیا، ہدایت دی، کہیں چھین نہ لینا ہم سے، مدینہ منورہ میں اسی سفر میں ایک دوست نے روتے ہوئے شکایت کی کہ فلاں جو ساری عمر تبلیغی نصاب پڑھتے رہے، سناتے رہے۔

آپ کی مسجد میں بھی مولانا آدم صاحب کے ساتھ دوست ذکر کرتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس حلقہ کو اور وسیع فرمائے۔

وہ کہتے ہیں کہ فلاں سے میں نے ایک مجلس میں سنا، کسی کو ذکر کرتا ہوا دیکھا، کسی نے پڑھنا شروع کیا **لا الہ الا اللہ**، انہوں نے اس پر ایک فقرہ کہا۔ اللہ زبانوں کی حفاظت کی

ہمیں توفیق دے اور فقرہ کیا کہا؟ کہ عرش کو مت ہلاؤ، عرش کے ستون کو مت ہلاؤ۔ یہ سن کر ان کے دوست ہاہا کر کے قہقہہ لگاتے ہیں، سب ہنستے ہیں۔

اس اجمال کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے یہ ایک حدیث لکھی ہے کہ جب بندہ **لا الــه الا اللـه** کہتا ہے تو عرش کے سامنے ایک ستون ہے، وہ ہلنے لگتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ پوچھتے ہیں کیوں ہلتا ہے؟ اب یہ ذکر اُنہیں اتنا برا لگا، اتنا برا لگا کہ اس کی نفرت میں یہ جملہ کہا کہ عرش کا ستون مت ہلاؤ، اگر وہ سوچتے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر یہ جملہ کتنا سخت ہے اور یہ مذاق اور تمسخر کتنا مہنگا ہے؟

کیوں کہ یہ حدیث ہے جیسا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے لکھا ہے، یقیناً صحیح ہے اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور صحیح حدیث کا اگر کوئی شخص مذاق اڑائے اور یوں کہے کہ وہاں نہ کوئی ستون ہے، نہ وہ ہلتا ہے، نہ **لا اله الا الله** میں یہ اثر ہے کہ عرش کے سامنے کا ستون ہل سکے، اس کا کوئی شخص مذاق اڑائے، کیا اس کا ایمان باقی رہے گا؟

اور کہنے والے نے تو کہا، اور جتنے قہقہہ لگانے والے ہیں وہ بھی اپنا ایمان ساتھ کھو رہے ہیں، **اللـه نـور السماوات و الارض مثل نوره كمشكوٰة فيها مصباح المصباح فـي زجـاجة الـزجـاجة كـانهـا كـوكـب دري يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شـرقية و لا غـربية يـكـاد زيتهـا يـضـيء و لو لم تـمسسه نار** دیکھو اللہ نے فرمایا، کیا فرمایا؟ نور کہ وہ قلب نہیں ہے، گوشت کا لوتھڑا نہیں ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں ہے، وہ تو نور ہے، اور نور کے بعد بھی فرمایا **نـور عـلـى نـور** اور اس نور کی تصدیق کون کرتے ہیں؟ اللہ۔

اللہ فرماتے ہیں کہ میں منتخب کرتا ہوں، میرے بندے منتخب کرتا ہوں جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبۃ میں، آپ کی زندگی میں وہی چہرہ انور جس کے متعلق میں نے کہا آپ اربعین لکھ سکتے ہیں، وہ دور سے دیکھ کر رو پڑتے کہ اوہو! یہ تو کوئی دوسرا چہرہ

ہے۔

اس لئے قبر میں پوچھا جائے گا کہ **من ھذا الرجل** کہ تمہیں پہنچاننا چاہئے، چہرہ ہی دیکھ کر کہہ دیں کہ یہ تو اللہ کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

## قلب ایک ہی۔۔۔

اس لئے حق تعالیٰ شانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ قلب تو ایک ہی میں نے بنایا تھا، بس اس قلب سے اُس کے جیسا بننے کی جتنی کوشش کریں گے، تو ہر کوئی اپنے اپنے مقدر کا حصہ پاسکیں گے۔ اللہ تبارک وتعالی زیادہ سے زیادہ وافر سے وافر حصہ پانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، اس کے لئے سب کچھ کر گزرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

## قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

اور دوستو! جو کر گزرے انہوں نے کتنا کچھ کیا، دیکھئے، یہ طلبہ ہیں، فارغ ہورہے ہیں اور ان میں سے دورہ کی جماعت میں سے کوئی نہیں ہوگا کہ جو یہاں سامنے بیٹھے ہیں ان میں بھی، اور یہ جو پردہ کے پیچھے ختم کر رہی ہوں گی ان میں بھی کوئی نہ ہوگی جس کی عمر حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح صرف سولہ برس کی عمر ہو، کہ تمام علوم سے فراغت پالی ہو، اِنہوں نے تو کوئی گنی چنی کتابیں جو اپنے پوروں پر گن کر بتا سکتے ہیں وہ پڑھی ہونگیں کہ میں نے عربی اول سے لے کر دورہ تک، یہ یہ یہ کتابیں پڑھیں۔ اور علامہ پانی پتی کے دور میں اُس وقت جو پورا درس نظامی پڑھایا جاتا تھا اس میں تمام علوم تھے، ان تمام علوم کو پڑھ کر قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ ہوئے ہیں تو ان کی عمر کتنی تھی؟ صرف سولہ برس تھی۔

اور وہ خود اپنے متعلق لکھتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ جب میں نے یہ نصاب

پڑھا اور میں اس سے فارغ ہوا، تو اس فراغت سے پہلے میں تین سو پچاس خارجی دوسری کتابیں پڑھ چکا تھا۔ خارجی مطالعہ ان کا تھا، دوسری کتابوں کا، تین سو پچاس کتابوں کا میں مطالعہ کر چکا تھا۔ کتنی وقت کی انہوں نے حفاظت کی ہوگی؟ کتنی قدر کی ہوگی؟ کتنی محنت اور سر کھپایا ہوگا؟ کہ تھوڑی سی مدت سولہ برس کی اور اس میں اپنا کارنامہ یہ بتا رہے ہیں۔

اسی کا نتیجہ کہ جیسے فارغ ہوئے تو **یھدی اللہ لنورہ من یشاء** کہ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اُدھر ہی چل رہے ہیں، کہ کیسے نورانی بناؤں؟ کیسے آباد کروں؟ کیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر تک میرے قلب کا دروازہ میں کھول کر انتظار میں رہوں کہ کھڑکی میری طرف کھل جائے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

جیسے ہمارے یعقوب بھائی ناتھا جو مرحوم ہو چکے، جن کا قصہ ہمیشہ میں سناتا رہا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا آخری وقت ہے اُدھر مدینہ طیبہ میں، یعقوب بھائی اِدھر لندن میں ہیں۔ انہوں نے مجھے گجراتی میں خط لکھا، انہوں نے لکھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا جنازہ لے جایا گیا ہے بقیع میں اور ایک جگہ رکھ دیا گیا۔

وہ لکھتے ہیں کہ دیکھا کہ حضرت شیخ خود جنازہ میں سے اٹھ کر مجھے پوچھنے لگے یعقوب! ذرا قبر میں اتر کر دیکھو کہ یہاں سے کعبہ شریف نظر آتا ہے؟ کہتے ہیں میں نیچے گیا، وہاں دیکھا تو ایک کھڑکی ہے، جہاں سے کعبہ نظر آرہا ہے۔ میں نے باہر نکل کر حضرت شیخ کو بتایا کہ حضرت کعبہ شریف نظر آتا ہے۔ فرمایا یعقوب! پھر جاؤ، پھر دیکھو کہ روضہ شریف نظر آتا ہے **یھدی اللہ لنورہ من یشاء** کہ زندگی ہی میں حضرت شیخ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں انگلینڈ کے لئے میں نے درخواست کی کہ حضرت انگلینڈ سے ہو کر ہندوستان تشریف لے جائیں۔ فرمایا پیارے، تجھے تو معلوم مجھے کہنے کے بجائے اُدھر عرض کرو روضہ اقدس پر،

وہاں سے جیسا حکم ہوگا۔ اب کتنی کھڑکی کھلی ہوئی، کوئی کام ادھر پوچھے بغیر نہیں کریں گے۔

یعقوب بھائی لکھتے ہیں کہ مجھے فرمایا کہ یعقوب اتر کر دیکھو کہ روضہ شریف نظر آتا ہے، تو یعقوب ناتھا پھراترتے ہیں، نیچے جاکر دیکھتے ہیں قبر میں تو دیکھا کہ دوسری کھڑکی ہے جو کھلی ہوئی ہے جہاں سے میں نے دیکھا کہ گنبد شریف صاف نظر آرہا ہے۔ میں نے باہر آکر عرض کیا کہ حضرت نظر آرہا ہے۔ فرمایا اچھا، پھر مجھے قبر میں لٹادو۔

دنیوی زندگی میں، تھوڑی دیر کے لئے کبھی کچھ عرصہ کے لئے غَیبَت ہوجاتی ہوگی کہ ابھی زیارت نہیں ہوئی، کیا بات ہوئی ہے تو کتنا روتے ہوں گے؟ یہ تڑپ اور یہ تعلق۔ یہ (hotline) ہوٹ لائن حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

میں نے عرض کیا کہ سولہ برس کی عمر میں اور فراغت کے ساتھ ہی انہوں نے سیدھا راستہ لیا کہ نور کیسے حاصل کریں، شیخ محمد عابد نوراللہ مرقدہ سے جاکر شیخ قاضی ثناء اللہ صاحب بیعت ہوتے ہیں، اور بیعت ہوکر پیر بھی کیسے کامل اور مرید بھی کیسا ذی استعداد اور باصلاحیت۔

جیسے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت ہوئے اور آج بیعت ہوتے ہیں اور چالیس دن میں کام بن گیا۔ کتنے دن میں؟ چالیس دن میں جس مقصد کے لئے بیعت ہوئے تھے، وہ مقصد پورا کرلیا چالیس دن میں۔

یہی حال لکھا ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے شیخ محمد عابد سے، تو پچاس دفعہ شیخ کے سامنے بیٹھے، مجلس میں بیٹھے، پچاس دفعہ بیٹھنا کافی ہوگیا اور کام پورا ہوگیا، پچاس مجلسوں میں ان کا تعلق اوپر سے جوڑ دیا۔

مگر جیسے فارغ ہوکر آپ سمجھیں کہ ہم فارغ ہوگئے، ہم نے پڑھ لیا، تو اس پر بھی جس طرح ظاہری علوم سے فراغت پر قناعت انہوں نے نہیں کی، آگے اور بڑھنا چاہا اور بڑھتے چلے گئے۔ اسی طرح یہاں پچاس توجہات میں ان کا کام بن گیا۔ پھر بھی ابھی پیاس نہیں بجھی، دیکھا کہ ہمارے پیر صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے، شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال

ہوگیا، تو اس پر قناعت نہیں کی، بلکہ آگے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر پھر بیعت ہوئے۔

## حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ

یہاں بھی دیکھئے دوسرے پیر و مرشد ہیں، وہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں مرشد اور مرید، پیر اور مرید دونوں کو جو حضرات دیکھتے تھے، وہ لکھتے ہیں کہ ہم دیکھتے تھے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جن کے سامنے نظریں ملانے سے، ملاقات کرنے سے، جن کی مجلس میں بیٹھنے سے سلاطینِ وقت کانپتے تھے اور دسیوں واقعات آپ ان کی زندگی کے پڑھیں گے۔

ایک دفعہ بادشاہ وقت حاضر ہوا، سب بیٹھے ہوئے ہیں فقراء بھی علماء بھی، بادشاہ بھی مجلس میں جا کر بیٹھ گئے، اب انہیں پیاس لگی، وہاں تو اپنے دربار کی طرح نہ کہہ سکے کہ پانی پلا دو، یہ تو انہیں معلوم تھا کہ یہاں کا رسم رواج کچھ اور ہے، خود بادشاہ کو اٹھنا پڑا اور بادشاہ اٹھے اور خود صراحی میں سے پانی لیا اور پیالہ مٹکے کے اوپر رکھا، صراحی کے اوپر پھر رکھ دیا۔

کچھ پرانی چیزیں بڑی بابرکت تھیں، بے شک یہ گلاس بھی بہت اچھے مگر کانسی کا بنا ہوا اس کا نام تھا کاہیوں (Kaahiyo)۔ جس میں ہمارے گھروں میں گجرات میں پانی پیا جاتا تھا اس کو گجراتی میں کہتے ہی تھے کاہیوں۔ جس طرح کے کھلے ہوئے برتن میں آپ سوپ پیتے ہو اس طرح کے کھلے کھلے برتن ہوتے تھے پانی پینے کے لئے، یہی سنت ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہی ہے اس طرح کھلے برتن میں پانی پینا مسنون ہے، جتنا تنگ برتن ہوگا تو آپ کی نگاہ نیچے تک نہیں پہونچ سکتی، چاہے گلاس ہو، شفاف ہو، نظر آ رہا ہو، ہر طرف آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نیچے کیا ہے، اندر کیا ہے، مگر جتنا آپ ڈائیرکٹ پانی میں کھلے ہوئے

پانی میں بڑے پیالے میں دیکھ سکتے ہیں، اس طرح نہیں دیکھ سکتے، کوئی بال، کوئی مضر چیز ضرور پیٹ میں جاسکتی ہے کہ آپ نے نہیں دیکھی اور آپ پی گئے۔ اس لئے سنت یہ ہی ہے کہ کھلے برتن میں پانی پیا جائے، صراحی اور مشک کی نلکی سے نہ پیا جائے۔

لوٹے سے بھی وضوء سنت نہیں ہے، بلکہ کھلے ہوئے برتن میں آپ پانی لیں اور اس میں سے چلو بھر کر ہاتھ اس میں جائے اور وہ ہی پانی برکت والا پانی جس میں بار بار آپ کے ہاتھ گئے ہیں، جو پانی باقی بچ گیا، اخیر میں آپ اس کو پی لو۔ اس کے متعلق ہے کہ اس کو پی لیا جائے اور کھڑے ہو کر پیا جائے اور پھر دعا پڑھی جائے۔

بادشاہِ وقت کو پیاس لگتی ہے، پانی پیتا ہے، گلاس رکھتا ہے، اِدھر مرزا صاحب سر پکڑ لیتے ہیں۔ سب سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی ناگوار واقعہ پیش آیا جس سے حضرت کو تکلیف ہوئی اور حضرت نے بادشاہِ وقت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ارے، تم نے یہ جو پانی پینے کا برتن صراحی پر یا مٹکے پر غلط طریقہ سے رکھا، اس سے میرے سر میں درد ہوگیا، اس لئے تم جاؤ۔ اس درجہ کے اتنے بڑے انسان حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

لکھا ہے دیکھنے والوں نے کہ اپنے مرید قاضی ثناء اللہ صاحب سے وہ مرشد ہیبت میں رہتے تھے، ڈرتے رہتے تھے، ان سے مرعوب رہتے تھے، پھر حضرت کو بھی فکر ہوا کہ یہ سب دیکھنے والے کیا سوچیں گے، اس لئے اس کی وجہ حضرت نے بیان فرمائی کہ میں ان سے مرعوب کیوں نہ ہوں؟ اور ان کی ہیبت مجھ پر کیوں نہ ہو کہ جس کی ملائکہ توقیر کرتے ہیں، ملائکہ کو دیکھتے رہتے ہوں گے۔ کاش کہ وہ نور ہمیں مل جائے کہ ہم بھی ملائکہ کو دیکھیں۔

جیسا حضرت شیخ قدس سرہ نے ملائکہ کے سب سے بڑے ملک الموت کو دیکھا آمنے سامنے جس طرح دیکھتے ہیں ہم اور آپ ایک دوسرے کو، اس طرح دیکھا بلکہ دو دفعہ دیکھا، انتقال سے دو تین دن پہلے مدینہ منورہ میں دیکھا، جوانی میں کتب خانہ میں دار التصنیف میں حضرت نے ملک الموت کو دیکھا۔ یہ اس قلب کے اندر جو دِیا **لا الہ الا اللہ محمد رسول**

**اللہ** پڑھ کر ہم نے جلایا ہے، اس دیئے میں جتنی روشنی بڑھتی چلی جائے گی اس روشنی کے نتیجہ میں وہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔

اس لئے کیا فرماتے ہیں حضرت مرزا صاحب، میں ان کی توقیر کیوں نہ کروں، ان سے مرعوب اور ہیبت زدہ کیوں نہ رہوں کہ جن کی ملائکہ توقیر کرتے ہیں، اور آگے آخری بات فرمادی، جس طرح وہاں حق تعالیٰ شانہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اطہر قلب اطہر کے بارے میں فرمایا **نورٌ علی نور** اسی طرح یہاں مرزا صاحب نے کیا فرمایا، کہ کل خدا کے حضور میں پیش ہوں گا اور خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم کیا لائے ہو، فرماتے ہیں کہ میں ثناء اللہ کو پیش کردوں گا کہ ثناء اللہ کو لایا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان اکابرین کے طرز پر، ان کے طریقہ پر چلنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے، ان کی طرح مجاہدے کرنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے، علم ظاہری علم باطنی کے متعلق جس طرح انہوں نے پاپڑ بیلے، محنتیں کیں، مجاہدے کئے، حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی طلب ہمارے دل میں پیدا فرمائے۔

## معبود ایک ہی۔۔۔

دوستو! مانگتے رہیں، مانگتے رہیں، حق تعالیٰ شانہ عطا فرمادیں گے، اور یہ کتنا آسان ہے جس طرح میں نے بتایا کہ خدا کو، اس ایک کو پہچاننا کسی کے لئے مشکل نہیں، وہ ایک ہی ہے معبود ہے جس کی میں عبادت کروں، وہ جتنا چاہے وہ پڑھے گا، تمام مذاہب کا مطالعہ کرے گا مگر اسے چاروں طرف نظر آئے گا کہ اوہو، اس درخت کو جس طرح تو نے پیدا کیا ہے کوئی نہیں پیدا کرسکتا، یہ آسمان، یہ زمین، ایک ایک چیز اُس کو اپنی طرف سے شہادت دے گی اور اس کا ساتھ دے گی اور اس کی رہنمائی کرے گی کہ میرا پیدا کرنے والا، اوپر دیکھ وہ ایک ہی ہے۔

## کتاب ایک ہی۔۔۔

اسی طرح اس کا ایک مخصوص بندہ کائنات میں وہ ایک ہی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم۔اُس کی لائی ہوئی کتاب ایک ہی ہے۔

اسی لئے دوستو! پڑھئیے **الٓمّٓ ذلک الکتاب لا ریب فیہ** شروع میں کوئی تعارف نہیں، قرآن جو فرقان حمید ہے، ہم نے 'اضواء البیان' جو ہمارا ترجمہ ہے جب ہم نے چھاپنا چاہا، ٹائٹل کے لئے بہت سارے ڈیزائن بنا کر لائے گئے، میں نے ان سے کہا کہ یہ تمام ڈیزائن رہنے دو، بلکہ بوڈر پر قرآن کریم کے جو اسماء ہیں، نام ہیں وہ سارے نام بوڈر پر لکھ دیئے جائیں۔

یہ جتنے قرآن کریم کے مخصوص نام ہیں جو اور کسی کتاب کو نہیں دیئے گے، نہ تورات کو نہ انجیل کو، نہ صحائفِ ابراہیم کو نہ صحائفِ موسوی کو۔ان اسماء میں سے کوئی مخصوص نام یہاں قرآن کا تعارف کراتے ہوئے پہلی آیت میں یہاں نہیں لایا گیا، بلکہ کیا لایا گیا کتاب۔

**کتاب**،تو ایسی ہے جیسے **رجل** سے قبر میں سوال ہوگا اسی طرح یہاں **الکتاب** لائے کیوں؟ کیا ضرورت کسی کے سامنے جھک کرنے کی اور اس کو دلائل پیش کرنے کی اور اس کو سمجھانے کی؟ قرآن خود کھول کر کوئی پڑھ لے، اس کی پیشینگوئیاں پڑھ لے، جب سے وہ نازل ہونا شروع ہوا اور پھر نزول ختم ہوا، وہاں تک کے وہ قرآن کریم کے معجزات دیکھ لے۔

## دار العلوم،سری وردن، ہند

ابھی میں ہندوستان گیا تھا، وہاں سری وردن میں کوکن میں، سسرال میں پہلی دفعہ جانا ہوا، وہاں کا جو سب سے پرانا دار العلوم ہے سری وردن کا، انہوں نے ختم بخاری شریف کے لئے دعوت دی۔ وہاں جانا ہوا تو اپنے تمام کاموں کا انہوں نے تعارف کرایا کہ ہم بتیس ہزار بیواؤں کو سال بھر کا نان و نفقہ مہیا کرتے ہیں۔کتنا پیارا کام، کتنا پیارا کام، اللہ تعالی

دولت مندوں کو بھی اس کی توفیق دے، راہ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق دے۔ یہ جتنے آج کل رسم ورواج شادی بیاہ میں بے تحاشہ خرچ کئے جاتے ہیں، حق تعالی شانہ اس کو موقوف کر کے صحیح جگہ پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انہوں نے تعارف کرایا، اس میں بتایا کہ اتنے حفاظ پیدا ہوئے اور بتایا کہ ایک جلسہ چند ہفتے پہلے ہمارے یہاں ہوا، اس میں حفاظ کی دستار بندی کی گئی جس طرح ان علماء کرام کی دستار بندی ہو رہی ہے اور حفاظ کی بھی آپ کے سامنے ہوگی۔

## قلیل مدت میں حفظ

انہوں نے بتایا ہمارے یہاں جو حفاظ لائے گے تھے، ان میں سے ایک جوڑا تھا اور اس جوڑے کا ایک بچہ تھا، ایک ڈاکٹر صاحب تھے اور ان کی اہلیہ بھی ڈاکٹر اور ان کی ایک بچی، صرف چار سال کی بچی، خود گھر میں دونوں میاں بیوی نے اس پر محنت کی اور وہ حافظ قرآن بنی۔ کتنا بڑا معجزہ! اس طرح تاریخ میں آپ دیکھتے چلے جائیں تو ہزاروں معجزات ملیں گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا، مولانا محمد پانڈور صاحب جو احمد آباد کے شاہی کتب خانہ، شاہی لائبریری کے نگران تھے، ذمہ دار تھے، کوئی تیس چالیس برس تک، انہوں نے صرف ایک مہینہ میں قرآن کریم حفظ ختم کیا تھا۔

اللہ تعالی ہمیں ہماری اولاد اور نسلوں کو اس جماعت میں، حفاظ کی جماعت میں شامل کرنے کی توفیق دے، یہ ہی ہمارے دل میں امنگ رہے، دوستو! یہ ہی چیز ساتھ جائے گی۔ بیشک یہ دنیا جس میں ہم جی رہے ہیں، اس کے لئے اسلام منع نہیں کرتا لکھنے پڑھنے سے، سکول، کالج، یونیورسٹی سب کچھ کرو لیکن اسی نور کی سیدھ میں چلو، ہر وقت ٹکٹکی اسی طرف بندھی رہے، اسی کو دیکھتے رہیں کہ وہاں سے ہمارا رشتہ ہے یا ٹوٹ گیا؟

معجزات دعوت دیتے ہیں انسانیت کو، اس لئے یہ لفظ لایا گیا **ذا لک الکتاب لا ریب**

**فیــــہ** دلائل کی ضرورت نہیں ہے، خود انسان اس کو پڑھے اور خود اپنے طور پر معلوم کرے، تو اسے پتہ چلے گا کہ کتاب دنیا میں ایک ہی ہے، جیسے **الـرجل** وہ مرد ایک ہی ہے، وہ بندہ اب ایک ہی ہے، اس طرح کتاب بھی دنیا میں ایک ہی ہے۔

قرآن کریم کا پہلے ہی کلمہ کے ساتھ کتنا بڑا دعویٰ اور چیلنج ساری دنیائے انسانیت کو، جس کا آج تک بڑے بڑے دشمنان اسلام پیدا ہوئے، آئے اور چلے گئے، دفن ہوگئے، ان کی تاریخ اور کتابوں سے بھی ان کا نام ونشان مٹ گئے، مگر وہ قرآن کریم کے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

**ذا لک الـکتـاب** تو یہ کتاب دنیا میں ایک ہی، وہ قبر بھی ایک ہی جو مدینہ میں ہے، وہ نبی بھی ایک ہی ہے جس کے سب محتاج ہیں، ہمارا خدا ایک ہی ہے، اللہ تبارک وتعالی اُس ایک کو اور اُس ایک کے محبوب کو اور اُس کی لائی ہوئی کتاب کو ماننے اور اس کے اوپر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

دوستو! مجھے وہاں بولٹن کسی تقریب میں پہنچنا ہے ورنہ ابھی میں اور بھی کچھ عرض کرتا، حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق عرض کیا کہ خواب میں فرماتے تھے یعقوب بھائی کو دیکھو، کھڑکی کھلی ہے کہ نہیں؟ حضرت کی قبر پر آپ کھڑے ہوکر دیکھیں گے تو واضح گنبد شریف بالکل سیدھ میں نظر آئے گا۔

اسی لئے جوانی میں ملک الموت آکر سلام کرتے ہیں، جمعہ کا دن ہے جمعہ کی نماز کے بعد لیٹے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں اور خدام سن رہے ہیں، وہ حضرت کی آواز تو سن پائے، مگر ملک الموت کی آواز سننے سے شاید اِن کی عقلیں بھی ختم ہو جاتیں، حق تعالیٰ شانہ نے حجاب میں ان کی آواز کو کر دیا ہوگا اس لئے ملک الموت کی آواز سن نہیں پائے۔

## شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہ العالی

یہ ایک چیز آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، کل روتے ہوئے شیخ یونس صاحب نے اس کا ذکر بھی کیا تھا دو تین مہینہ پہلے مجھے میں نے گھر میں کسی سے کہا کہ دیکھو، اس کا فوٹو لو اور وٹس ایپ (Whatsapp) پر بھیج دو، نوجوانوں کے پاس یہ خط پہنچ گیا ہے، یہ کاپی دورہ والوں کو دے دیجئے۔

قصہ یہ ہوا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ساری عمر کا ٹائم ٹیبل بڑا ٹائٹ رہا، کہ دوپہر کا کھانا ساڑھے گیارہ بجے ہوتا اور جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد ہوتا، اور جمعہ کے دن وہاں مدارس میں چھٹی ہوتی ہے، حضرت کے یہاں جمعہ کے دن گیارہ بجے دیہات والے آتے تھے، مجلس ہوتی تھی۔مگر جب صحیح بخاری کو ختم کرانا ہوتا تو دو چار ہفتے تک ایسا ہوتا کہ حضرت جمعہ کے دن صبح چائے کے بعد سے سبق پڑھانا شروع فرماتے، تین چار گھنٹے سبق ہوتا تھا۔

حضرت نے جمعہ کی صبح کو ہمیں سبق پڑھایا اور پھر ہمیں حضرت شیخ یونس صاحب نے جمعرات کی شام کو فرما دیا تھا کہ میں جمعہ کی نماز کے بعد تمہیں پڑھاؤں گا ابو داؤد کا سبق، تو میں جمعہ کے بعد سبق میں چلا گیا۔اُدھر دسترخوان پر کھاتے وقت حضرت یاد فرماتے رہے کہ یوسف نہیں آیا۔ساتھیوں کو میں نے بتایا تھا کہ سبق ہے، حضرت نے ایک پرچہ بھیجا حضرت مولانا یونس صاحب کو کہ صبح سے دوپہر تک تو میں نے ان کو رگڑا تھا اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد تم اِن کو لے کر بیٹھ گئے، حضرت کی ڈانٹ پڑی۔

انھوں نے کل خود سارا واقعہ بیان فرمایا، اُس میں یہ فرمایا کہ میں نے سوچ کر پھر ایک ہی جملہ لکھا، میں توبہ کرتا ہوں، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ اب یہ توبہ حضرت کے یہاں ایسی مقبول ہوئی، ستائیس ۲۷/رجب ایٹی سیون ۱۳۸۷ھ کا خط ہے حضرت نے گنگوہ کے ایک مولوی محمود

شاہ تھے، ان سے فرمایا کاغذ قلم لو اور یہ خط لکھوایا۔

ابھی کم سن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حالِ دلِ بیتاب کو شکوہ سمجھیں

ابھی تدریس دورہ کا تمہارا پہلا سال ہے، یعنی شیخ یونس صاحب کا وہ پہلا سال تھا جس میں دورہ کی ان کو کتاب دی گئی تھی اور اس سیاہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے کہ دورہ کی کتاب حضرت اکتالیسویں مرتبہ پڑھا رہے تھے، فورٹی ون ۴۱/اکتالیس اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے۔ فرمایا کہ حدیث کی کتاب میں سینتالیس سال سے پڑھا رہا ہوں، فرمایا جو دورہ کی کتاب ہے اس کا اکتالیسواں اور حدیث پڑھانے کا سینتالیسواں سال ہے، پھر آگے دعائیں دیں اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہوں گے۔ تو ابھی پہنچ گئے وہ سینتالیس سال، اس سال پہنچ جائیں گے فقط۔

پھر کتنا بڑا چیلنج جس طرح میں نے کہا **ذالک الکتاب لا ریب فیہ** کوئی شک نہیں۔ حضرت نے فرمایا اخیر میں، اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں۔ چالیس برس کے بعد پڑھیں، اس لئے میں نے ابھی چند ماہ پہلے اس کو آوٹ کیا ہے یہ خط جو شیخ یونس صاحب کو حضرت نے لکھا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ نور ہمیں بھی عطا فرمائے، کتنے دور کی دیکھی، کتنے دور کی کہ حضرت کے قبر میں پہنچنے کے بعد جو دنیا چل رہی ہوگی، اس میں کون کہاں بیٹھا ہوگا، مظاہر العلوم پر کتنے حالات آئے اور گئے، دنیا الٹ پلٹ ہوگئی کہاں سے کہاں پہنچ گئی، مگر حضرت شیخ یونس صاحب وہیں ہیں، وہیں پڑھا رہے ہیں، اور وہ حضرت کی پیشینگوئی اسی طرح پوری ہوئی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے بزرگوں کی ہمیں قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب قول الله ونضع الموازين القسط ليوم القيامة وأن أعمال بنى آدم وقولهم يوزن، وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية ويقال القسط مصدر المقسط، وهو العادل، وأماالقاسط فهو الجائر، حدثنا احمد بن اشكاب قال حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن ابى زرعة عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان الى الرحمن خفيفتان على اللسان ثقيلتان فى الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔

درود شریف پڑھ لیں۔اللهم صل علىٰ سيدنا ونبينا وشفيعنا وحبيبنا مولانا محمد و بارک وسلم...وصل الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين۔

(۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم 'الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک وتعالیٰ،
ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء' وفی روایة 'ارحموا ترحموا'۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و قول اللہ
عزوجل انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ

حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحیی بن سعید الانصاری قال
اخبرنی محمد بن ابراهیم التیمی انه سمع علقمة بن وقاص اللیثی یقول
سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه علی المنبر قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیه وسلم یقول انماالاعمال با النیات و انما لکل الامرء ما نویٰ
فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر
الیه۔

یہ آپ کی ایک مجلس کی ابتداء ہے اور یہ مجلس ختم ہوگی اوراس کے ختم پر لائیں گے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** ۔شاید یہ روایت اسی لئے لائے ہیں کہ اِس کتاب کی روایت کوانھوں نے ایک مجلس قرار دیا کہ مجلس کے اختتام پر اللہ کی تسبیح کی جاتی ہے **سبحانک اللھم وبحمدک ونشھد ان لاالہ الا انت ونستغفرک ونتوب الیک** تسبیح اسی لئے لائے کہ یہ ایک مجلس ہے،سال بھر کی ایک مجلس ہے، اور یہ بخاری شریف کوقرآن کریم کی طرح سے جن پڑھنے والوں نے پڑھا، ان کے لئے سال بھر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، نہ مہینوں کی ضرورت ہوتی ہے، نہ دنوں کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے قرآن کریم کا پڑھنا حق تعالیٰ شانہٗ جس کے لئے آسان فرما دے،ان کے لئے کتنا آسان ہوجاتا ہے۔

رمضان المبارک میں اُن کے حالات آتے رہے کہ فلاں بزرگ کا معمول رمضان المبارک میں دن میں ایک ختم کرنے کا تھا،فلاں کا رات میں ختم کرنے کا تھا،فلاں کا دن ورات میں روزانہ دوختم کرنے کا تھا جیسے حضرت شیخ قدس سرہٗ اور حضرت جی مولانا انعام صاحب، اورایک صاحب اور ہیں جو یہ طے کرتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام کی طرح سے اس رمضان میں ایک ختم کے بجائے دوختم روز کریں گے، اُن کے لئے یہ بھی آسان ہوگیا دو دوختم روز پڑھنا۔

## دلیل اجماع

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص آ کر سوال کرتا ہے کہ آپ جو اجتہاد فرما رہے ہیں اس کی بنیاد کیا ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کتاب، سنت، اجماع۔ وہ شخص کہنے لگا کہ کتاب سنت تو سمجھ میں آیا مگر یہ آپ اجماع کہاں سے بیان فرمارہے ہیں؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر سوچا اور اِس کے بعد فرمایا کہ کل اِسی وقت آنا، وہ صاحب جب اگلے دن اُسی وقت پہنچے، تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں اجماع کے لئے دلیل چاہئے تھی، اس کے لئے پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیت انہیں سنائی **وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا**۔ اس میں فرمایا کہ **ویتبع غیر سبیل المؤمنین** اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استنباط فرمایا اور اجماع کو ثابت فرمایا کہ اجماع اس آیت سے مستنبط ہے۔

سوال کرنے والے کو تسلی ہوگئی، خوش ہوئے، تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اس کی تلاش میں گزشتہ کل چوبیس گھنٹے میں تین مرتبہ قرآن کریم ختم کیا۔ ایک دفعہ پورا قرآن پڑھا، اپنی دلیل نہیں پاسکے، دوسری دفعہ پڑھا، فرماتے ہیں کہ تین دفعہ میں نے پڑھا تب جا کر مجھے دلیل ملی۔ کتنا آسان تھا ان کے لئے پڑھنا، حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے لئے بھی قرآن کریم کی تلاوت آسان فرمائے۔

## احزاب یا منزل

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو **سبعۃ احزاب** پر جو تقسیم فرمایا، تو صحابہ کرام، تابعین، اِن کی اکثریت ہمیشہ کے لئے اِسی پر عمل پیرا تھی کہ روزانہ ایک منزل تلاوت کا معمول تھا۔ اسی لئے بہت سے اساتذہ کے یہاں دور کے لئے بھی ایک منزل طالب علم سے سننے کا معمول رہا۔

## تلاوت قرآن کا معمول

ہماری والدہ صاحبہ کا قصہ بارہا سنایا کہ انہوں نے فرمایا کہ تیری فلاں ہمشیرہ کی ولادت کا وقت قریب تھا، تو میں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کی کہ الٰہی، میرا جو روز کا ایک منزل کا

معمول ہے وہ آج ناغہ نہ ہو جائے کہ ولادت ہوگئی اور نفاس شروع ہوگیا تو پھر نہیں پڑھ سکوں گی، اس لئے انہوں نے اپنے معمول کے پورا ہونے کے لئے اس دن دعا فرمائی، اور فرماتی ہیں کہ اُس دن بھی **الحمد لله** میرا معمول پورا ہوا اور اس کے بعد ولادت ہوئی۔ کہاں تو یہ دردِزہ کی تکلیف، اس کا کوئی فکر نہیں، فکر ہے تو اپنے معمول کے پورا ہونے کا۔

صحابہ کرام اور تابعین کی اکثریت اس پر عمل پیرا تھی کہ ایک منزل ان کا ہمیشہ کا معمول رہا، پھر چھ دن میں ختم کرنے والے بھی تھے اور چار دن میں ختم کرنے والے بھی تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا معمول بارہا بتایا کہ حضرت کا معمول تھا کہ دس پارے حضرت کا روز کا معمول تھا ساری عمر کے لئے۔ اور اُس کے لئے سنن قبلیہ اور بعدیہ میں کتنا پڑھنا ہے وہ بھی متعین تھا، اُس کا وقت بھی متعین تھا، ساڑھے تین پارے تہجد میں پڑھنا ہے، وہ ساری عمر کا معمول تھا۔

یہ تین دن میں ختم کرنے والے اِن میں بہت کثرت سے ہیں، چار دن میں ختم کرنے والے بھی بہت کثرت سے ہیں۔ ابوبکر بن ابی داؤد کا معمول تھا کہ ایک رات میں تین ختم فرماتے تھے۔

اب ایک رات میں تین ختم کیسے ہوتے ہوں گے، جیسے دہلوی بزرگوں میں سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور تھا کہ یہ بہت کم وقت میں قرآن کریم ختم فرما لیتے ہیں، کسی نے پوچھا ہوگا تعجب کا اظہار کیا ہوگا، جوش میں آئے اور فرمایا کہ دریا کے کنارے، گنگا جمنا وہاں کے مشہور دریا ہیں، فرمایا کہ دریا کے کنارے پر عصر کی نماز کے بعد پہنچ جانا۔ عصر کی نماز کے بعد مجمع اکٹھا ہوگیا، ان کے سامنے انہوں نے پڑھنا شروع کیا اور مغرب تک میں ختم کرلیا۔

میں نے عرض کیا تھا رمضان المبارک میں کہ یہ جتنے ہمارے اکابرین کے قصے ہیں، کہا جاتا ہے کہ مریدین یہ قصے گھڑتے ہوں گے۔ لیکن یہ ابن ابی داؤد ایک رات میں تین ختم فرما رہے ہیں، بلکہ مصر کے قضاۃ میں ایک قاضی تھے ابوعمر، اُن کا معمول اس سے بھی آگے

تھا، ایک رات میں چار ختم فرماتے تھے۔

## ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ

ابن الکاتب کے متعلق لکھا ہے کہ جہاں یہ تمام ختمات بیان کئے جاتے ہیں وہاں غالباً ذہبی نے لکھا ہے کہ آخری تعداد جو ہمیں ملی وہ آٹھ ختم کی ملی کہ چار ختم رات میں اور چار ختم دن میں، آٹھ ختم ہوتے تھے۔ یہ ابن الکاتب کا قصہ ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ ابن الکاتب کا معمول **کان یختم بالنهار اربع ختمات وباللیل اربع ختمات** فرماتے ہیں کہ **هٰذا اکثر ما بلغنا فی الیوم واللیلة**۔

## منصور ابن زاذان رحمۃ اللہ علیہ

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے بندوں کو کس قدر توفیق ارزاں فرمائی کہ ایک دن رات میں چوبیس گھنٹے میں آٹھ ختمات ہو جاتے اور یہ انہوں نے سیکھا اپنے سے پہلے والوں، اوپر والوں سے کہ روایات میں جگہ جگہ آتا ہے **حدثنا منصور بن زاذان**۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ تابعین میں جو عبادت گذار گزرے ہیں ان میں سب سے بڑے عبادت گذار یہ منصور تھے **واَنہ کان یختم فی ما بین الظهر والعصر** کہ ظہر وعصر کے درمیان ایک ختم ان کا ہوتا **ویختم ایضا فی مابین المغرب والعشاء** کہ مغرب اور عشاء کے درمیان دوسرا ختم، اور جب رمضان المبارک ہوتا تو **ویختمہٗ فی ما بین المغرب والعشاء فی رمضان ختمتین** دو ختم کر کے اور بھی کچھ مزید پڑھ لیتے تھے۔

اور مفسر قرآن مجاہد کے متعلق آتا ہے **کان یختم القرآن فی رمضان فی مابین المغرب والعشاء فی کل لیلة من رمضان**۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے جس طرح ساٹھ قرآن شریف رمضان میں پڑھنے کی کوشش فرمائی، اِسی طرح یہ حضرات ایک دوسرے کو دیکھ کر پھر اور آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

یہ منصور بن زاذان کے لئے اتنا آسان کیوں ہوگیا۔ وہ فرماتے ہیں **کان عَلِیٌّ الازدی یختم فی مابین المغرب والعشاء** کہ انہوں نے اوپر والوں کے متعلق پڑھا کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان ختم کر سکتے ہیں، تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا حق ادا کرنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے، ہمارے حالات اور قُویٰ دیکھ کر ہمارے بزرگوں نے کتنے نیچے آکر حضرت شیخ قدس سرہٗ کا ٹائم ٹیبل چوبیس گھنٹے کا کتنا ٹائیٹ اور اس میں دس پارے حضرت روز پڑھ رہے ہیں، لیکن جو معمولات کا پرچہ حضرت کا چھپا ہوا ہے، اُس میں حضرت نے یہ نہیں سوچا کہ میں اتنا مشغول رہ کر دس پارے پڑھ سکتا ہوں، تو یہ ہر وقت فارغ ہی فارغ ہیں، ان کے لئے زیادہ ہونا چاہئے یہ نہیں سوچا بلکہ تین پارے اور کم از کم ایک پارہ رکھا۔

## محشر کے تین سوال

کل ہی جب میں یہ حدیث پڑھ رہا تھا تو اپنے متعلق سوچنے لگا کہ محشر میں اِس کا سوال ہوگا کہ تین سوال ہر شخص سے جب تک ہوں گے نہیں وہاں تک کوئی شخص اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا، نہ ایک قدم آگے نہ پیچھے، اُسی جگہ تینوں سوال کا جواب دینا ہوگا۔

**عن عمرہ فی ما افناہ** کہ عمر کس میں برباد کی؟ کیا جواب دیں گے ہم؟ ساری عمر اسی طرح بے کار گنوادی۔ **عن جسمٍ فی ما ابلاہ** کہ ہم نے تو اچھا بھلا جسم تمہیں دیا تھا، صحت دی تھی، قوت دی تھی، اِس تندرست جسم کو تم نے کس چیز میں برباد کیا؟ کیا جواب دیں گے؟ **انا للہ وانا الیہ راجعون** کیا حال ہوگا اُس وقت جب یہ سوال ہوگا۔

اور تیسرا مال کے متعلق کہاں سے آیا کہاں خرچ کیا؟ اور اُس سے پہلے ہی قبر میں جاتے ہی سوالات **من ربک**؟ اب اس رب کو ہم نے پہچانا ہی نہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ رب جس نے پیدا کیا وہی رب، وہی خالق جس نے پیدا کیا وہی رب ہے کہ اُس جسم کی ہر ضرورت کو وہ

پورا کرتا ہے۔

## قبر کے تین سوال

یہ سانس لینے کے لئے آپ کو اِدھراُدھر جھانکنے کی کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی، آکسیجن بھی اُسی نے پیدا کیا، سانس آپ کا خود بخود چلتا رہتا ہے، جسم اپنے اندر ضرورت کے مطابق آکسیجن لیتا رہتا ہے۔ ان تمام کا اُس نے کارخانہ سے بنادیا، یہی حال ہر چیز کا ہے۔ پانی کی ضرورت، کھانے کی ضرورت، کپڑوں کی ضرورت، کہیں جانے کی ضرورت، آنے کی ضرورت۔ لیکن ہم اس رب کو سوچتے ہی نہیں، خدا کہتا ہے کہ میرے بندے، تیری ہر ضرورت کو میں پورا کروں گا، لیکن ہم ہر ضرورت میں دوسرے ہی کو سوچتے ہیں کہ کہاں سے کھاؤں گا، کہاں سے پیؤں گا، کہاں سے پہنوں گا، دس نسلوں کا فکر رہے گا۔ اللہ اکبر! کس کس کا انسان سوچتا ہے؟ ہمارا ایمان کہاں ہے کہ ہم وہاں قبر میں بول پائیں کہ **ربی اللہ** وہ تو ایمان بلوائے گا جب پہچانا ہوگا دنیا میں تب بول پائے گا کہ وہی رب ہے۔

میں نے سوچا گزشتہ کل اُن تین سوالات کے متعلق، قبر کے سوالات کے متعلق کہ میں کیا جواب دوں گا؟ اور سوال ہوگا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ **من ھٰذا الرجل** تو رجل سن کر اُسی ایک رجل کی طرف ذھن جانا چاہئے۔ اب ماں بیٹھی ہے کہ میرا بیٹا نہیں آیا تو ذرا سا کھڑکا ہوا تو سوچے گی وہ آگیا، کیونکہ وہی ایک ذہن میں ہے۔ اس طرح وہ رجل کامل ہمارے دل ودماغ میں ہر وقت کیوں بیٹھے ہوئے نہیں ہیں کہ جیسے ہی یہ سوال ہو، ہم کہہ پائیں وہاں کہ وہ تو، یہی میرے پیغمبر ہیں۔

## علم کے لئے جد و جہد

ان حضرات نے اپنی عمر کی، گھڑیوں کی قدر پہچانی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے لئے آسان فرمادیا۔ پڑھنے والے جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ ماشاء اللہ ان کی کرامت، جیسے وہ

احمد آباد کے بزرگ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے سامنے قرآن کریم کی آیت کی تشریح کی، تو مولانا صاحب کہنے لگے کہ اوہ، یہ تو وہبی علم ہے۔

انہوں نے اپنی آستین چڑھا کر کہنیوں کے نیچے کے گھٹے دونوں ہاتھوں کے دکھائے، دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اپنا سر رکھتے تھے، دونوں کانوں کے پاس ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور سامنے کتاب ہے، مطالعہ ہو رہا ہے تو بہت دیر گردن کو کھلا چھوڑنے کی وجہ سے گردن دکھ جاتی ہے، اس لئے دونوں کہنیوں کو کھڑا کئے ہوئے ہیں۔ کتاب سامنے ہے، مطالعہ ہو رہا ہے، ساری عمر اتنا مطالعہ کیا، اتنی کتابیں دیکھیں۔ اِس ہیئت پر کہ دونوں کہنیاں کالی ہوگئی تھیں، گھٹے پڑ گئے، وہاں چمڑی سخت ہوگئی۔

رمضان المبارک میں اِس کا اصول اُن حضرات کے یہاں کا بیان کیا تھا، یہ بتایا تھا کہ ہمارا ٹائم ٹیبل تو تعیش کا چلتا ہے، خدا کے لئے تو کسی طرح کا نظام عبادت و بندگی نہیں بنایا، اپنے عیش کا ٹائم ٹیبل ضرور بنایا، کھانے کا ٹائم کہ یہ صبح کا ناشتہ، یہ دوپہر کا کھانا، یہ شام کا کھانا، یہ سونے کا وقت ہے آج تو اتنی دیر ہوگئی سونے میں، یہ جسم اِس کو کس طرح راحت پہنچائی جائے اِس کا ٹائم ٹیبل تو ہمارا ضرور ہے، خدا اور رسول کے لئے کوئی ٹائم ٹیبل نہیں۔

میں نے وہاں بتایا تھا کہ اُن کے یہاں اصول تھا کہ **النوم بالغلبہ** وہ ہماری طرح سے ٹائم ٹیبل پر نہیں سوتے تھے، جب نیند نے پچھاڑ دیا بچہ کی طرح سے۔ بچہ نے گردن ڈال دی، فرش پر پڑ گیا اس طرح مغلوب ہو کر کے اُن کی نیند تھی۔ نہ اُن کو بستر کی ضرورت نہ بیڈ کی ضرورت۔

## حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کا سالہا سال کا یہ معمول بتایا کہ وہ سب کی طرح سے بستر پر لیٹتے ہی نہیں تھے۔ فرمایا کہ بس کتاب لے کر بیٹھے رہتے، جب خود بخود ایک طرف جھک گئے،

گر گئے، پھر جتنی دیر اللہ نے سلائے رکھا سوئے رہے، پھر آنکھ کھل گئی تو پھر آنکھیں مسل کر پھر کتاب پڑھ رہے ہیں، تب جا کر مولانا انور شاہ کشمیری چلتا پھرتا کتب خانہ بنے ہیں۔ اِس کو کرامت کہہ کر کیسے اُن کی محنت سے صرفِ نظر کر لیا جائے۔ کس قدر اُن حضرات نے محنتیں کیں۔

حضرت قطب عالم احمد آبادی فرماتے ہیں کہ آپ تو وہبی علم کہہ کر بات کو ٹال رہے ہیں، پھر اپنی کالی کالی دونوں کہنیاں بتائیں کہ یہ مجاہدہ پھر کدھر گیا۔ اللہ تعالیٰ وقت کی قدر دانی اور کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہمیں بھی عطا فرمائے۔

## خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح یہ قرآن کریم پڑھتے رہے، اِسی طرح حدیث پاک سے کتنا شَغل ان حضرات کا تھا، کہ خطیب بغدادی جاتے ہیں ایک خاتون کے پاس سِتی کریمہ بنت مروز یہ مکہ مکرمہ میں ہیں۔ اُن سے تین مجلس میں بخاری شریف کسی محدث نے ختم کی ہے۔ اور خطیب بغدادی نے ان کے پاس پانچ دن میں ختم کی ہے، پانچ دن میں پانچ دفعہ ان کی خدمت میں پہنچے اور صحیح بخاری پڑھ ڈالی، اب کس قدر روانی سے پڑھا ہوگا۔

اُن سے بھی آگے اسماعیل بن احمد الضریری الحیر ی النیشاپوری کی خدمت میں اُن کے ایک شاگرد نے تین مجلس میں صحیح بخاری ختم کی۔

اِسی طرح امام بخاری کے شاگرد جو کُشمِیہنی ہیں، یہ الگ الگ نسخوں کے نام جہاں آتے ہیں، وہاں کُشمیہنی کا نام آتا ہے، اُن کے ایک شاگرد نے صرف رات میں مغرب سے لے کر فجر تک ایک رات میں پڑھا۔ بیچ میں عشاء کی نماز پڑھ لی ہوگی کہ دوسری رات میں اسی طرح مغرب کے بعد پڑھنا شروع کیا اور جو تھوڑی سی رہ گئی تھی وہ تیسری رات میں پڑھی، صرف تین مجلس میں بخاری شریف ختم کی۔

اس کو نقل کر کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن حضرات کو کتنی قوت اور ہمت دی تھی۔ ہمت ہی سے قوت آجاتی ہے۔ جب انسان کسل مند بن جائے تو قوت آتی نہیں ہے۔ اصل چیز ہمت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نیک کاموں کے لئے نیت کرنے کی ہمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ورنہ زندگی تو اسی طرح ہماری ضائع ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔

یہ خطیب بغدادی اتنا تیز کیسے پڑھ سکتے تھے کہ پانچ مجلس میں ستی کریمہ کے پاس بخاری شریف ختم کر دی۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرح سے خطیب بغدادی تصنیف تالیف تدریس اور کتنے مشغول رہتے تھے مگر اُن کا ساری عمر کا معمول تھا کہ روز ایک قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اُن کے ساتھ بغداد سے حج کے لئے جانے والے کا بیان ہے کہ سارا قافلہ سنتا رہتا اور وہ بلند آواز سے تجوید اور ترتیل سے پڑھتے تھے اور ختم کرتے تھے۔ اب کتنی قوت؟ یہ قوت انہیں ملی اِس ہمت کی وجہ سے کہ نیک کام کی ہمت کر لی، پھر آسان ہو گیا۔ جتنا بھی اس میں انسان بڑھتا چلا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ آگے راستہ کھول دیتے ہیں۔

ہمیں تو بس اپنے گزرے ہوئے وقت پر ندامت میسر آجائے اور رونا آجائے ہم اس سے توبہ کریں کہ کس طرح ہم نے اپنا وقت ضائع کیا اور کر رہے ہیں۔ اور سوالات کو سامنے رکھ کر روئیں **عن جسمٍ فی ما ابلاہ و عن عمر فی ما افناہ**۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جو آج مجلس شروع ہو رہی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اِس مجلس کو بھی مبارک فرمائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا سبب بنائے۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور رب کو ہی نہیں پہچانا جو ہر وقت یہ نعمتیں موسلا دھار، بن مانگے ہمیں ہماری بقا کے لئے دیتا رہتا ہے، پھر بھی ہم نہیں پہچان پائے، ہمارا ہر چیز میں ذہن دوسری مخلوق کی طرف جائے گا، دوسرے کی مدد، دوسرے سے سوال اور اُس کی پلاننگ کے بغیر ہمیں چین نہیں آتا۔

# خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ ہیں خواجہ گیسو دراز، وہ وضو فرما رہے تھے، آپ کے پوتے جو آپ کے جانشین بنے، اس وقت وہ کم سن بچہ تھے، دیکھا کہ دادا وضو فرما رہے ہیں، اُن کی ٹوپی رکھی ہوئی ہے، بچہ نے ٹوپی اپنے سر پر رکھ لی۔ حضرت نے اسی وقت فرمایا کہ بالکل صحیح جگہ یہ ٹوپی پہنچ گئی۔ چنانچہ وہ وقت بھی آیا کہ وہ کامل بنے بلکہ مُکَمِّل بنے، دوسروں کی تکمیل کروانے والے بنے۔

عرصہ تک شادی نہیں کی، نکاح نہیں کیا، جب نکاح کرایا گیا کہ بھئی یہ سنت ضروری ہے۔ فرمایا بہت اچھا، سنت کے خلاف تو کیسے کر سکتے ہیں، بیان کیا گیا کہ نکاح ہوا اور جیسے ہی نظر پڑی، میں اپنے وجدان سے یہ سوچتا ہوں کہ اس نظر میں کیا جلال رہا ہوگا کہ جیسے ہی دلہن پر ایک نظر پڑی، وہیں ڈھیر ہوگئی اور گری اور اللہ کو پیاری ہوگئی۔ انہوں نے بھی اُس کا حق ادا کرنے کے لئے جا کر ہاتھ رکھا اور وہیں پر **اشهد ان لا اله الا الله** خود بھی پڑھا۔ دولہا دلہن دونوں ایک ہی جگہ، ایک ہی وقت میں خدا کی رحمت میں پہنچ گئے، دونوں کی قبریں بھی آج تک ساتھ ہیں۔

خدا کو انہوں نے کس طرح پہچانا؟ خواجہ سدید اللہ ان کا نام تھا، خواجہ گیسو دراز کے پوتے اور خلیفہ خواجہ سدید اللہ۔ کہ انہیں اپنے مالک کے سوا کوئی چیز اچھی نہیں لگی، نہ دلہن، نہ شادی۔ چونکہ انہوں نے اس راز کو پہچانا کہ یہ سب جو کچھ نظر کے سامنے ہے، میرے مالک نے میرے امتحان کے لئے یہ تمام چیزیں رکھی ہیں، کہ بندہ ان چیزوں کو دیکھتا ہے یا مجھے دیکھتا ہے، اس میں الجھتا ہے یا مجھے یاد کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی ذات کو ہمیں پہچاننے کی ہمیں توفیق دے، اپنے رسول کو پہچاننے کی ہمیں توفیق دے۔ ہم نے کیا پہچانا اپنے پیغمبر کو؟ سارا سال مکمل طور پر چوبیس گھنٹے یہی تذکرہ رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وضو فرما رہے ہیں وضو کا بیان چل رہا ہے۔ ابھی

نماز پڑھ رہے ہیں نماز کا بیان ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرات میں تشریف لے گئے وہاں تشریف فرما ہیں۔مختلف پیرایوں سے وہی تذکرہ آتا رہے گا،لیکن کبھی دل ودماغ اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوگا،ہم پہچان نہیں پائیں گے۔

## حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ

پہچانا تھا حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے، اُس کا انہیں کیا صلہ ملا کہ مکہ والوں نے خریدلیا، ان کو قیدی بنایا گیا تھا وہاں والوں سے جا کر خریدا،خرید کر سولی پر چڑھایا اورسولی پر کس انداز سے ان کو مارا جا رہا ہے کہ چاروں طرف چالیس مکہ کے مشرک اپنے ہاتھوں میں نیزے لئے کھڑے ہوئے ہیں،جس طرح ابھی انہوں نے کاؤنٹ (count) شروع کیا انہوں نے کہ تین دو ایک صفر۔ اِس کے ساتھ ہی چالیس نیزے ایک ساتھ ان کے جسم میں پیوست ہو گئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ رہے ہیں، اِن کے نیزوں کو دیکھ کر آنکھیں بند نہیں کیں صرف اُس وقت ذہن میں اگر کوئی ہے،تو اپنا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خدا سے فریاد ہے کہ اے خدا! میں تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور ہوں تو تو میرے اس حال کی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرما دے اور میں جو اس وقت کہہ رہا ہوں تو میرے سلام کی آواز اُن کو پہنچا دے اور یہ مکہ کے میدان میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سولی پر سے سلام بھیج رہے ہیں، **السلام علیک یا رسول اللہ**۔

ادھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ساتھ تشریف فرما ہیں مدینہ منورہ میں، اُسی وقت فرماتے ہیں **وعلیک السلام یا خبیب** اور صحابہ کرام سے فرماتے ہیں کہ اِس وقت خبیب کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے

اسی طرح میرے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح بڑھایا ہوگا کہ آسمان کی طرف دیکھ کر **السلام علیکم**۔ابھی پرسوں وہاں سے

فون آیا کہ جو واچ مین (watchman) تھے بھائی جان کے یہاں ایک افریقن تھے۔ اور صحابہ کرام کے زمانہ سے اس علاقہ میں جو اسلام پہنچا ہوگا اور جن خاندانوں میں اسلام رہ گیا تھا، اُن میں سے ایک وہ تھے، پیدائشی مسلمان تھے۔ ساری عمر بھائی جان کے یہاں واچ مین watchman رہے، بہت بیمار تھے، اسٹروک بھی اُن کو پہلے سے ہو چکا تھا۔ وہ اپنی اہلیہ سے پرسوں فرمانے لگے کہ شیخ مجھے تلاش کر رہے ہیں، مجھے ڈھونڈ رہے ہیں، شیخ یہاں پہنچ گئے ہیں اور میں اُن کے ساتھ جا رہا ہوں، یہ کہا اور شیخ کے پاس پہنچ گئے۔

یہ ایک حقیقت ہے موت اور اس کے بعد دوسرا عالم شروع ہونا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ وہاں قدم رکھنے سے پہلے اپنی ذات عالی کو پہچاننے کی ہمیں توفیق دے، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کی توفیق دے۔

...

جو بیعت ہونا چاہتی ہیں وہ کہنا شروع کریں۔

**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، ایمان لائیں ہم اللہ پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر، اُس کے فرشتوں پر، اور آخرت کے دن پر، اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے، اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں کریں گی، اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی۔ یا اللہ ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ ہماری توبہ قبول فرما۔ ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما۔ ہمیں توفیق عطا فرما اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔

...

درود شریف پڑھ کر دعا کریں **اللھم صل علی سیدنا و شفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولانا محمد وبارک وسلم**

# (۱۵)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحَمْدُ لِلّٰہِ، الحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَن یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَن یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ أَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا أَمَّا بَعْدُ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِیْ الْأَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِیْ السَّمَاءِ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ: اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا۔

بَابُ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ اِنَّا أَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا أَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ۔

حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ:

**أَخُبَرَنِیُ مُحَمَّدُ بُنُ اِبُرَاهِیُمَ التَّیُمِیُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلُقَمَةَ بُنَ وَقَّاصٍ یَقُوُلُ سَمِعُتُ عُمَرَ بُنَ الُخَطَّابِ رضی الله عنه عَلَی الُمِنبَرِ یَقُوُلُ سَمِعُتُ رَسُوُلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَلَی الُمِنبَرِ یَقُوُلُ: اِنَّمَا الُأَعُمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامُرِیءٍ مَا نَوَی فَمَنُ کَانَتُ هِجُرَتُهُ اِلَی دُنُیَا یُصِیُبُهَا أَوُ اِلَی امُرَأَةٍ یَنُکِحُهَا فَهِجُرَتُهُ اِلَی مَا هَاجَرَ اِلَیُهِ۔**

جو میں نے پہلے حدیث پڑھی جو حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص رضے اللہ عنھما سے مروی ہے وہ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ '**أَوَّلُ حَدِیُثٍ سَمِعُتُهُ مِنُ رَسُوُلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم**' کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں احادیث سنیں لکھیں۔ صحیفۂ صادقہ ان کا تھا، سب سے پہلی حدیث انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ یہ حدیثُ الرّحمہ ہے۔**الرّاحمون یرحمهم الرّحمٰن تبارک و تعالی**، کہ جو دوسروں کے ساتھ، حق تعالی شانہ کی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرتے ہیں تو حق تعالی شانہ ان پر رحم فرماتے ہیں۔**هل جزاء الاحسان الّا الاحسان**. اسی لیے قاعدہ بنالیا کہ '**ارحموا تُرحموا**'۔ تمہیں رحم چاہیئے تو دوسروں پر رحم کرو۔ آپ نے سب سے پہلی حدیث، خود بیان فرمایا کہ **أوّل حدیث سمعتُه من رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم** کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ حدیث سنی۔

آخری حدیث آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان ہزاروں احادیث سننے کے بعد جو آپ نے بیان فرمائی اس کا قصہ یہ ہوا کہ آپ کی ایک صاجزادی تھی۔ کسی سے منگنی ہوئی ہوگی تو آپ نے انتقال کے وقت جس سے اپنی بیٹی کو منسوب کیا تھا اس کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ اسے، فلاں کو بلاؤ۔ جب وہ لائے گئے تو فرمایا کہ میں نے ان سے میری بیٹی کے نکاح کردینے کا وعدہ کیا ہوا تھا اور اس کا وفا ضروری ہے میرے لیے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **آیة المنافق ثلاثة**، کہ منافق کی نشانیاں تین ہیں۔ **اذا حدّث کذب و اذا وعد أخلف و اذا أؤتمن خان** کہ بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ

خلافی کرے اور امانت رکھی جائے تو امانت میں خیانت کرے۔ فرمایا کہ یہ بھی ایک وعدہ ہی کی طرح ہے۔ انتقال سے پہلے یہ حدیث سنا کر پھر آپ نے بیٹی کا نکاح پڑھ دیا اور پھر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی اس درجہ کا خوف اور خشیت عطا فرمائے کہ ہم جب اس دنیا سے جائیں تو ہر طرح سے ہمارے دل و دماغ میں حق تعالیٰ شانہ کی ذاتِ عالی سے امید ہی امید ہو۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

ورنہ اس وقت جو میرا حال ہے، جو تھا سہارنپور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں رہنے کی نیت سے میں نے جامعہ حسینیہ راندیر کے تعلیمی تسلسل چھوڑ کر کہ رمضان المبارک حضرت کی خدمت میں گزار کر وہیں قیام کا فیصلہ کر لیا۔ کہ کیا کریں؟ حضرت بہت ہی اچھے لگتے ہیں ہمیں کہ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہمارے ناظم صاحب، مہتمم صاحب بھی راندیر کے ناراض رہے۔ ساری عمر ناراض رہے۔

مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو حق تعالیٰ شانہ نے ایسی محبوبیت عطا فرمائی تھی، ان کے اقوال، ان کے افعال، ان کی ایک ایک چیز کھینچنے والی تھی۔ سالہا سال کی طویل مصاحبت، رات دن، سفر، حضر، خلوت، جلوت ہزاروں صحبتوں میں، ان کے غصہ پر بھی پیار آتا تھا۔ جب وہ دانٹتے تھے اوہو، کہ اور دانٹتے رہیں۔

وہاں قیام کا فیصلہ کیا اور حضرت سے عرض کیا کہ یہاں داخلہ لے رہا ہوں اور اس طرح مدرسہ والے ناراض بھی ہیں۔ تو چوں کہ نیا نیا تعارف تھا، حضرت نے عصر کے بعد کی چائے میں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ عبدالرحیم کے بھائی تم؟، عرض کیا جی۔ اس لیے کہ اس سے پہلے تعارف ایک دفع سرسری ایسے ہوا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ رقدہ کا پورے ماہ مبارک کا دفتر کی مسجد میں پہلی مرتبہ اعتکاف تھا۔ حضرت کو استنجا وغیرہ کے لیے خدام لے جاتے تھے،

وہ فجر کی نماز کے بعد یہ سوچ کر کہ ابھی تو ضرورت پیش نہیں آئے گی، آٹھ دس بجے جب حضرت اٹھیں گے اس وقت آجائیں گے۔ مگر اچانک حضرت کو استنجا کا تقاضا ہوا اور حضرت اس وقت چھڑی کے سہارے چل لیتے تھے، ایک طرف چھڑی اور ایک طرف کسی کے ہاتھ کا سہارا ہو تو چل لیتے تھے۔ ساری مسجد محوِ خرام ہے، سب سوئے ہوئے ہیں سب مشائخ اور مہمان معتکفین ہیں۔ میں جاگ رہا تھا، میں نے دیکھا کہ حضرت اٹھ کر ایک طرف دیوار کا سہارا لے رہے ہیں۔ خدام کو پکڑے ہوئے دیکھا تھا، میں نے اٹھ کر ہاتھ بڑھایا۔ حضرت کو استنجا پر بٹھایا۔ مسجد سے باہر ایک جگہ تھی، وہاں سے فارغ ہو کر جب حضرت وضوء کے لیے تشریف فرما ہوئے تو پٹڑا رکھا، پانی لے کر آیا، پانی ڈال رہا تھا کہ حضرت پوچھنے لگے تم کون؟ میں نے کہا کے میرا نام یوسف ہے اور گجرات سے آیا ہوں اور عبدالرحیم کا بھائی ہوں۔

اس لیے کہ اس سے چند روز پہلے رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے حضرت مولانا نصیر الدین کی ٹال میں ساڑھے گیارہ بجے دھوپ میں دسترخوان بچھا کر کھانا ہو رہا تھا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے مولوی یعقوب تو سفر کے لیے پر تول رہے ہیں اور ہماری ڈاک کون لکھے گا؟ اتنا بلند آواز سے ارشاد فرمایا، اس کے بعد فرمایا، تم گجراتیوں میں کوئی خوش خط ہے؟ سب نے ایک ہی نام لیا، ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کا کہ مولانا عبد الرحیم صاحب۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا بھائی نمونہ لکھ کے بتاؤ، کھانے سے فارغ ہو کر ہمیں لکھ کر بتاؤ۔ کھانے سے جلدی جلدی فارغ ہو کر انہوں نے لکھ کر نمونہ پیش کیا۔ فرمایا اوہو! یہ تو جیسے کسی مشّاق کا خط ہو۔ حضرت نے پسند فرمایا، اس دن سے بھائی جان حضرت کے کاتب بنے۔ آخری دم تک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ہزاروں خطوط لکھے۔

جب حضرت نے پوچھا کہ کون؟، پھر میں نے ساتھ ہی بتایا کہ میرا نام یوسف، میں گجرات سے آیا ہوں اعتکاف کے لیے اور عبدالرحیم کا بھائی ہوں۔ فرمایا بہت اچھا۔ اس کے بعد پھر رمضان المبارک کے بعد ایک دو دن کے بعد حضرت نے عصر کے بعد کی چائے میں

فرمایا عبد الرحیم کا بھائی؟ عبد الرحیم کے بھائی تم؟، میں نے عرض کیا جی۔ فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ سب مشائخ، اساتذہ، طلبہ عصر کے بعد کی چائے کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا اس لیے میں کھڑا ہوگیا۔ فرمایا نصیر الدین اس کو دیکھ لے اچھی طرح دیکھ لے۔ یہ یہاں رہے گا اور اس کا خیال رکھنا۔ اس خیال رکھنے کا معنی یہ تھے کہ کھانا یہاں کھائے گا چائے یہاں پئے گا۔ اس طرح سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت کا سلسلہ شروع ہوا۔

پھر حضرت کو میں نے بتایا کہ ہمارے مدرسہ کے مہتمم صاحب کو میں نے یہاں سے خط لکھا تو ان کہ میں نے داخلہ یہاں لے لیا ہے اور اس طرح جواب آیا ناراضگی کا۔ اس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت کے ساتھ یہ میرا مشکوۃ کا سال تھا، وہ ختم ہوا اور جب بخاری شریف کی حضرت شیخ نے بسم اللہ کرائی شوال کے دو ہفتہ کے بعد، وہاں داخلہ شروع ہوتا ہے، چند دن تدریس کے گزرے اس کے بعد حضرت کے متعلق حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار ہوا حج کے سفر کے لیے۔ حضرت مولانا سلیم صاحب، مہتمم مدرسہ صولتیہ کا حضرت شیخ پر خط آیا کہ آپ بھی ضرور تشریف لائے، اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ سب کی طرف سے اصرار ہے اور اس کے ساتھ پھر اپنی معذوری مجبوری اور سب سے بڑی معذوری مجبوری یہ کہ میں کس منہ سے وہاں حاضری دوں۔ یہی سوچ کر روتے رہتے تھے۔ ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا کہ میرے ایک عزیز ہیں جو اپنے مدرسہ والوں کو ناراض کر کے یہاں میرے پاس پڑھنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ ان کا وہ خط وہ چھپا ہوا ہے۔

اس سال پھر حضرت کا سفر حج ہوا۔ پھر واپسی کے بعد پھر بخاری شریف، جب حج سے فراغت کے بعد تشریف لائے، اس کے بعد صحیح بخاری کی دونوں جلدیں حضرت ہی کے پاس رہیں۔ مکمل بخاری شریف کے پڑھانے کا یہ حضرت کا آخری سال تھا۔ ہاں اس خط میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس سال میرا بخاری شریف پڑھانے کا ارادہ نہیں تھا مگر میرے ایک عزیز جو

اپنے مدرسہ والوں کو ناراض کر کے میرے پاس آئے ہوئے ہیں، ان کی وجہ سے پڑھا رہا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کو ہماری طرف سے بے حد جزاء خیر عطا فرمائے۔

میں نے اس پر یہ سنایا کہ اس وقت سے لے کر آخری گھڑی تک حضرت شیخ قدس سرہ سے تعلق خاطر رہا، جب اس دنیا سے یا کریم! یا کریم!، او کریم! او کریم! فرماتے ہوئے رخصت ہو رہے تھے تو وہ گھڑی بھی دیکھی۔ وہ عجیب وغریب لمحات تھے، ہزاروں یادیں، ہزاروں سے زیادہ لاکھوں یادیں۔ حضرت شیخ ساری عمر اتنے اچھے لگے کہ چھوڑ کر کیسے کسی جگہ جائیں؟۔

جس طرح یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ یا کریم فرما کر کریم کو یاد فرما رہے تھے، حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ خائف ہیں۔ ڈر رہے ہیں کہ کس منہ سے، کس طرح سے حاضری دیں؟۔ ڈر رہے ہیں، ڈرتے ڈرتے حدیث سنائی کہ ایک وعدہ کیا تھا کہیں اس کی پوچھ نہ ہو جائے۔ دنیا سے پاک صاف جانا چاہتے ہیں۔ اور ہمارا حال، میرا حال تو ایسا ہے جس طرح میں نے بتایا کہ ابھی سے اس کا ڈر اور خوف ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ سے اُس عالم میں کیسے مل پائیں گے۔

حضرت کو اتنا پیار تھا؟۔ ابھی حضرت شیخ یونس صاحب تشریف لائے تھے، وہاں بلیکبرن جامعہ میں۔ فرمانے لگے کہ مولوی یوسف سے حضرت کو بہت ہی پیار تھا، بہت ہی محبت تھی۔

کیا منہ دکھائیں گے؟ کیا لے کر جائیں گے اس دنیا سے؟۔ اور حضرت کا اپنا حال تو یہ تھا کہ حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے اجلِ خلفاء ہیں۔ بڑا اونچا مقام تھا، روحانی مقام ان کا بہت اونچا تھا۔ وہ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ خواب میں دیکھا کہ فرشتہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس کوئی دفتر ہے، حضرت کے سامنے انہیں دیکھ کر مولانا منور حسین صاحب اسے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟۔ فرشتہ نے کہا کہ یہ ان کا، یعنی حضرت شیخ کا نامۂ اعمال ہے۔ مولانا منور حسین صاحب اس سے کہتے ہیں کہ ذرا میں دیکھ سکتا ہوں؟۔ فرشتہ نے فرمایا کہ اس میں کیا دیکھو گے؟ اس میں ایک گناہ بھی نہیں ہے۔ اللہ اکبر!

کسی اور کا خواب تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جس طرح چارزانو تشریف فرما ہوتے تھے، حضرت اس طرح تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت کے سامنے پانی ہے اور نہایت چمکدار، نورانی ہے، نور کی شعائیں اور چمک اس سے اٹھ رہی ہیں۔ تو کوئی کہتا ہے کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟۔ پوچھا کہ کیا ہے؟۔ تو بتایا کہ یہ وہ آنسو ہیں جو حضرت نے ہندوستانی مسلمان کے لیے بہائے ہیں۔ تو ہندوستان کے مسلمان کے لیے اتنے آنسو ہیں تو اپنے متعلق کیا حال ہوگا؟۔ جب عشق ومحبت کے آنسو روز ہم دیکھتے تھے کہ رومال، ہم تو ٹیشو (tissue) رکھتے ہیں، حضرت کی ایک بے سلی لنگی تھی، وہ لنگی رکھا کرتے تھے، وہ تر ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام عالیہ میں جب تشریف فرما ہوتے تھے۔

جب حضرت شیخ کو ہم نے دہلی ایرپورٹ پر حج کے لیے الوداع کیا، چند ہفتہ بخاری شریف پڑھانے کے بعد حضرت تشریف لے جارہے تھے تو دہلی ایرپورٹ پر چھوڑنے کے لیے گئے تو بڑا رونا آیا۔ حضرت نے مکہ مکرمہ سے تحریر فرمایا۔ کوئی صاحب حضرت سے پہلے حج سے جلدی واپس آگئے، ان کے ساتھ حضرت نے اپنے احرام کی لنگیاں بھیجی اور تحریر فرمایا کہ انہی لنگیوں میں میں نے حج کیا۔ میرے حج کے احرام کی لنگیاں ہیں، اس کو حفاظت سے رکھیں۔ اور اس کے بعد جب حضرت وہاں سے واپس تشریف لائے حج سے، تو جیسے ہی کار پہونچی، حضرت کا میں نے ہاتھ پکڑا، کار سے اتارا۔ تو حضرت کو استنجا وضوء کرا کر سب سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ مسجد میں دوگانہ اداء کریں گے۔ معمول یہی تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے دو رکعت مسجد میں پڑھتے۔ چوں کہ حج کے سفر سے تشریف لائے تھے تو رو رہے ہیں، رو رہے ہیں مسلسل۔ ساری مسجد، صحن اور باہر سڑک پر ہجوم جمع ہے، زبردست ہجوم ہے۔ مگر حضرت دو رکعت کے بعد جو ہچکیاں لے کر رو رہے ہیں کہ مبارک سفر ختم ہو رہا ہے، اور حضرت کے جیب میں، جو لنگیاں بالکل پھٹ جاتی تھیں تو پھر اس کے ٹکرے کر کے جیب میں رکھے جاتے۔ وہ ناک کا کپڑا کہلاتا، اسے جیب سے رومال کی طرح

نکالا۔ حضرت نے آنسوؤں کے لیے اسے نکالا، جب حضرت اٹھنے لگے، میں نے اسے ہاتھ میں پکڑ لیا اور حضرت کو اٹھا لیا۔ جب حضرت چلنے لگے تو میں نے آہستہ سے میرے جیب میں رکھ لیا وہ رومال۔ حضرت نے فرمایا کہ اب عرفات کے سارے آنسو اسی میں ہیں۔ اتنے آنسو بہا کر کیا گناہ باقی رہا ہوگا کہ فرشتہ کہتا ہے کہ ان کے نامۂ اعمال کو کیا دیکھو گے؟ اس میں تو ایک گناہ بھی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات جیسی خوف وخشیت اور تعلق مع اللہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

## عبدالملک اور ولید ابن عبدالملک

ورنہ میرا حال تو بہت خطرناک ہے، آپ کا تو اللہ کرے بہتر ہی ہوگا۔ کہ اس دن پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے آپ سے پہلے جو خلیفہ تھا، خلیفہ عبدالملک، اس کے بیٹے مسلمہ ابن عبدالملک، ایک ہی خاندان سارا بنو امیہ، مسلمہ ابن عبدالملک سے پوچھا کہ **هل تعرف من دفن أباك و الوليد**؟۔ کہ عبدالملک اور ولید ابن عبدالملک دو خلیفہ جو گزرے ہیں ہم سے پہلے تو جانتے ہو کہ ان کو دفن کس نے کیا؟۔ تو مسلمہ نے کہا کہ **نعم، فلان مولای** کہ فلاں جو غلام ہے، ان کے پاس تھا اس وقت اور ابھی میرا غلام ہے، اس نے دفن کیا۔ فرمایا کہ ہاں، **هو أخبرني**، کہ اسی غلام سے تم پوچھ سکتے ہو، اسی نے مجھے خبر دی کہ جب عبدالملک ابن مروان کو دفن کیا گیا تو دفن کر کے جو خواصِ خدام ہوتے ہیں، عزیز قریب ہوتے ہیں، بھائی، باپ، بیٹا وہ اندر قبر میں اتر کر لٹاتے ہیں اور لٹا کر کے پھر اچھی طرح رخ قبلہ کی طرف ہو جائے تو گردن ٹھیک کرتے ہیں جس طرح سونا سنت ہے اسی حال میں اس کو سلا کر کے پھر مٹی ڈالنا شروع کرتے ہیں۔ بڑا عبرت ناک قصہ بیان کیا کہ اس غلام نے مجھے خبر دی کہ جب میں نے قبر میں رکھا عبدالملک ابن مروان کو اور ولید ابن عبدالملک کو تو میں نے دیکھا کہ میں نے جیسے قبر میں گردن قبلہ کی طرف کی تو جس طرح آپ کھیلتے ہوئے وہ

جو ڈولی ہوتی ہے، doll کی گردن گماتے ہیں، پھیرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے قبلہ کی طرف گردن پھیری اور خود اپنے آپ یا کسی فرشتہ نے اس کو توڑ کر ٹرن (turn) کردی دوسری طرف، قبلہ کے مخالف پھیر دی۔ انہوں نے اسی لیے پہلے اقرار کروایا کہ بھائی تمہیں پتہ ہیں کہ کس نے دفن کیا؟ کہ فلاں نے دفن کیا۔ تو ہمیں تو اپنے گناہوں کی نحوستوں سے اس کا خوف ہے کہ قبر میں ہمارا رخ قبلہ سے کہیں نہ پور جائے۔ اللہ تبارک و تعالی ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے، قبر کی منزل آسان فرمائے، قبلہ کی طرف ہمارا رخ رہے قیامت تک کے لیے۔

## حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے، فرمایا کہ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس کی سیدھ نہیں ہوگی، اگر یقین نہ آتا ہو تو قبر کھول کر قبرستان جا کر دیکھ لو کہ کیسے دوسری طرف ان کی گردنیں ٹرن (turn) کردی گئیں ہیں، قبلہ سے پھیر دی گئیں ہیں۔ اس کو قران میں بہت بڑے عذاب کے طور پر پانچویں پارہ میں بیان کیا گیا۔ کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی گردن پیچھے کی طرف کردیں۔ کہ ابھی تو ہم جس طرح پیر کی انگلیاں ہیں، ادھر ہمارا ناک اور ہماری آنکھیں ہیں، اس کے بجائے ایڑی کی طرف ہو۔ تو یہ کردی جاتی ہے قبرستان میں۔

ایک صاحب کا قصہ ہے، غالبًا ابن قیم یا کسی نے لکھا ہے کہ بیٹی کی زیارت ہوئی۔ بیٹی کو دیکھا کہ قبرستان میں باپ نے دیکھا کہ جس طرح میں نے قبر میں اس کو لٹایا تھا یہ اس حال پر نہیں ہے۔ اس کی گردن قبلہ کی طرف سے پیچھے کی طرف پھیر دی گئی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں بیٹی یہ کس طرح تمہاری گردن اس طرف پھر گئی؟۔ اس نے جواب دیا جو اور بھی خطرناک ہے۔ وہ بیٹی باپ سے کہتی ہے کہ ابا، یہاں تو سارے قبرستان والوں کی گردنیں اس طرح پیچھے کی

طرف پھیر دی گئیں ہیں۔ کتنے بڑے پیمانہ پر یہ عذاب ہوتا ہے آخرت میں بھی۔

ابھی میں جب گزشتہ کل لندن جا رہا تھا تو ہمارے دوست ڈاکٹر سلیم ناتھا مجھے کہنے لگے کہ ہمارے چچا وہیں ازھر اکیڈمی کے پیچھے اسٹریٹ میں رہتے ہیں، اگر تھوڑی دیر کے لیے وقت ہو تو ان کے پاس آپ جائیں۔ وقت نہیں تھا افسوس رہا کہ نہیں جا سکا میں۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ میں نے کئی دفعہ ان کا قصہ سنایا۔ آپ کے یہاں بھی سنا چکا ہوں کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے وصال سے چند روز پہلے وہاں مدینہ طیبہ گجراتی میں خط لکھا، یعقوب ناتھا نے مجھے خط لکھا تھا۔ کہ ابھی تو حضرت بہ قید حیات تھے، انہوں نے لکھا کہ خواب میں دیکھا یعقوب بھائی نے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہو گیا۔ فرماتے ہیں کہ جنازہ بقیع لے جایا گیا۔ بقیع میں جنازہ رکھا گیا قبر کے پاس۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے یعقوب بھائی سے فرمایا کہ اچھا یعقوب نیچے اترو اور دیکھو کہ یہاں سے بیت اللہ نظر آتا ہے؟۔ یعقوب بھائی کا بیان ہے کہ یعقوب بھائی قبر میں اترے اور اتر کر دیکھا تو ایک کھڑکی ہے وہاں سے کعبہ شریف صاف نظر آ رہا ہے۔ وہ قبر سے باہر آئے، حضرت شیخ کو بتایا کہ ہاں، کھڑکی سے بیت اللہ صاف نظر آ رہا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اچھا پھر دیکھو کہ یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ شریف نظر آتا ہے، گنبد شریف؟۔ کہتے ہیں پھر اترے وہ۔ اتر کر دیکھا کہ دوسری کھڑکی ہے سر کی طرف۔ تو بتایا کہ ہاں، کھڑکی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد شریف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ شریف نظر آ رہا ہے۔ فرمایا کہ اچھا اب مجھے اندر لٹا دو۔ کہتے ہیں پھر حضرت کو لٹا دیا۔ ایسی ہی جگہ حضرت کی قبر بنی کہ وہاں سے آپ دیکھو تو پورا گنبد شریف بالکل صاف، یعنی بالکل گنبد شریف کی سیدھ میں گویا قبر بنی ہو۔ کیوں کہ ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام عالیہ میں حضرت بیٹھتے رہے۔ سالہا سال کا معمول۔ بالکل جالی مبارک سے متصل اس جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کی بالکل سیدھ پڑتی ہے۔ جس کے بالکل الٹے ہاتھ پر، بالمقابل اوپر باب جبرئیل کی کھڑکی ہے۔ تو یہ حضرات کیا پا کر گئے، کیا لے کر

گئے۔

## حضرت مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح عبد الملک ابن مروان کا حال ہوا ولید کا حال ہوا کہ ادھر سے گردن ان کی پھیر دی گئی۔ اسی لیے حضرت مالک ابن دینار بہت بڑے اولیاء للہ میں سے ہیں، بلکہ ان کے رؤساء میں سے ہیں۔ انہوں نے خواب بیان کیا کہ اوہ! آج میں نے خواب دیکھا کہ مسلم ابن یسار کی زیارت ہوئی۔ تو میں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا گزری؟۔ تو وہ بڑے خوش تھے اور فرما رہے تھے کہ **الکریم یقبل الحسنات و یمحو السیّئات**۔ کہ ہمارے دفتر میں حسنات بھی تھیں، سیئات بھی تھیں، نیکیاں بھی تھیں، گناہ بھی تھے۔ فرمایا کہ اس نے گناہ تو سارے معاف کردیے اور سب نیکیاں قبول کر لی۔ اتنا بیان کر کے مالک ابن دینار نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ کتنا ڈر تھا انہیں۔ اتنے بڑے اولیاء اللہ کے سردار شمار کیے جاتے ہیں مگر کتنی خشیتِ الٰہی اور کتنا خوف۔

## مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ ہو رہا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس کا۔ مجھے پوچھنے لگے کہ یاد ہے کہ مجلس میں حضرت کی نگاہ کہاں ہوتی تھی؟۔ چوں کہ کھلے آسمان کے نیچے وہ مجلس ہوتی تھی کچے گھر کے چبوترہ پر۔ دائیں طرف مشائخ اساتذہ سب بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور حضرت کی چارپائی اس چبوترے کے نیچے ہوتی تھی اور اس کے بالمقابل الٹے ہاتھ پر تمام اساتذہ، تمام طلبہ، دوسرے عام مہمان ہوتے تھے۔ مہمان کی طرف یا دائیں بائیں کسی کو دیکھنے کے بجائے حضرت کی نظر ہمیشہ اوپر آسمان کی طرف ہوتی۔ **قد نری تقلّب وجھک** کا منظر کہ ادھر ہی نگاہ اوپر کی طرف۔ مفتی محمود صاحب سے پھر اسی وقت کسی نے پوچھا کہ یہ جس وقت آپ حضرت کی مجلس میں ہوتے تھے تو آپ کا معمول کیا تھا؟۔ کیوں کہ

کوئی یہ تصور کرتا ہے کہ ہمارے شیخ کے قلب سے فیض آرہا ہے میرے دل میں، کوئی تسبیح گماتا ہے، ذکر اللہ میں مشغول ہے، کوئی اپنے مراقبہ میں یادِ الٰہی میں مصروف ہے۔ تو حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو میں میرے گناہوں کے پہاڑ سے ڈرتا رہتا ہوں کہ مجھ پر یہ پہاڑ اب گرے تب گرے۔ اور بالکل یہی ہیئت ہوتی تھی۔ التحیات کی کیفیت میں بیٹھے ہوئے ہیں، دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر ہیں اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر میں ایک انگلی سے دائیں آنکھ کے نیچے آنسو صاف کررہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے آنکھ سے آنسو صاف کررہے ہیں۔ تو یہ اپنے گناہوں کا ڈر اور خوف اس قدر تھا۔

اسی لیے مالک ابن دینار نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے اور اس کے چند روز بعد وفات پاگئے۔ اور وفات سے پہلے انہوں نے خدام سے فرمایا کہ ایک وصیت کو میرا جی چاہتا ہے۔ سب متوجہ ہوگئے کہ کیا وصیت فرمائیں گے۔ فرمایا کہ نہیں، میرا ایک چیز کرنے کو جی چاہتا ہے مگر کہیں معمول اور دستور کے خلاف نہ سمجھا جائے اور اس کے خلاف نہ ہو جائے، اس لیے میں نہیں کرتا۔ تو سب کو تعجب ہوا کہ ایسی تو کیا چیز کہ جو وصیت کرنا چاہتے بھی ہیں اور دستور کے خلاف ہو جائے اس لیے نہیں کرنی ہے۔ پوچھا کہ ایسی کیا وصیت؟۔ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں یہ وصیت کرجاؤں کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے میری گردن، جس طرح اکڑو بیٹھتے ہیں، دونوں پیر کھڑے کر کے، میں بچوں کو مشق کرواتا ہوں کہ یہاں اور ساوتھ افریقہ کے لوگ یہ ہندوستانیوں کی طرح سے اکڑو نہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ ان کو مشق کرواتا ہوں کہ جو نہیں بیٹھ سکتا اس کی کوشش کر کے کہیں بیت الخلاء اوپر والا نہ ہو اور ایشین بیت الخلاء میں کہیں بیٹھنا پڑے تو اس پر بیٹھ سکیں، سنت طریقہ سے کھانے کے لیے بیٹھ سکیں۔ جس طرح اکڑو کسی کو بٹھایا جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ اس طرح مجھے بٹھا کر میری گردن میرے رانوں کے ساتھ کر کے دونوں ہاتھوں کو زنجیروں سے باندھ دیا جائے اور دونوں پیروں کو باندھ دیا جائے۔

اور اس طرح ایک گولہ بنا کر اس طرح مجھے دفن کیا جائے تا کہ خدا کے حضور میں مجھے اس حال میں پیش کیا جائے اور وہ مجھے پوچھے کہ مالک تم اس حال میں کیوں میرے پاس آئے؟ تب میں کہوں الٰہی، میں نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ ہمارے یہاں جو غلام بھاگ جاتے ہیں، اس کو جب پکڑا جاتا ہے تو ان کے ساتھ جو مالک ہوتے ہیں، اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں۔ کہ لاکر ان کو زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں، باندھ دیتے ہیں تا کہ نالائق پھر بھاگ نہ سکے۔ میں عرض کروں گا کہ الٰہی یہ میں نے وصیت کی تھی کہ میں تیرا بھاگا ہوا غلام ہوں۔ اور جو مفرور بھاگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اس درجہ کی خشیت اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائی تھی۔ کاش کہ ہمیں اس کا کوئی حصہ نصیب ہو۔ کاش کہ کوئی حصہ نصیب ہو۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اس روتے رہنے اور اپنے آپ کو اتنا قصور وار سمجھنے اور رونے کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالی نے کیا کیا مراتب وہاں کے عطا فرمائے۔ کیا کیا مبشّرات، ہم بیان کرتے ہیں تو لوگوں کو غلو کا شبہ ہوتا ہے۔ ایسی زندگی گزارنے والوں کے لیے کیا کیا انتظامات ادھر سے ہوتے ہیں۔

## حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

کل میں نے وہاں حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا حال سنایا تھا کہ مرنے کے بعد ان کو دیکھا گیا کہ ایک صاحب تھے جو اپنے بیٹے کو ہر جمعہ کی شب میں خواب میں دیکھا کرتے تھے۔ پابندی سے ہر ہفتہ جمعہ کی شب آئی اور بیٹا خواب میں آکر اپنے احوال بیان کرتا ابا کو سناتا۔ ایک جمعہ ایسا گزرا کہ اس جمعہ کی شب بیٹا خواب میں نہیں آیا تھا۔ باپ پریشان کہ بیٹا اس ہفتہ کیوں نہیں آیا؟۔ پریشانی میں وقت گزرا۔ اگلے ہفتہ جمعہ کی شب پھر وہ خواب میں آیا۔ پوچھا باپ نے کہ بیٹے تمہارا معمول تھا کہ تم ہر جمعہ کی شب آکر اپنے احوال

سناتے تھے، گزشتہ ہفتہ کیوں نہیں آئے؟۔ فرمانے لگے وہ مرحوم، ان کے بیٹے کہ ابا گزشتہ ہفتہ شبِ جمعہ میں اس لیے نہیں آسکا کہ تمام شہداءِ عالم کو، دنیا بھر کے شہداء کو اس کا حکم ملا تھا کہ سب جا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کا استقبال کرو۔

## حضرت مولانا محمد اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، بانیٔ تبلغ، آپ کے دادجان، بہت بڑا مجمع ہو گیا تھا ان کے جنازہ میں۔ اب بھیڑ کی وجہ سے تاخیر ہورہی ہے، جنازہ چل نہیں رہا ہے، کسی کو زیارت ہوئی، دیکھا کہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب فرمارہے ہیں ارے بھائی، مجھے شرم آرہی ہے۔ دیکھو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کے انتظار میں تشریف فرما ہیں، کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھے بہت حیا آرہی ہے مجھے جلدی جلدی لے چلو۔

یہی مسعود ابن حراش رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ دو بھائیوں کا عجیب سا واقعہ دونوں کا کہ **الّذین تکلّموا بعد الموت**۔ تو یہ تو کلام سے بھی آگے۔ کہ جنھوں نے مرنے کے بعد کلام کیا۔ یہ دو بھائی تھے ان کا عہد عمر بھر کے لیے یہ تھا کہ ہم ساری عمر کے لیے عہد کرتے ہیں کہ کبھی ہنسیں گے نہیں۔ یہ عجیب وغریب عہد ہے۔

## ابو اسماء رضی اللہ عنہ

عہد بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں۔ ابو اسماء رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی۔ اب وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک کا حال آپ نے شمائل میں پڑھا کہ اوہ! دنیا کا کیا، جنت کا بھی ریشم اتنا نرم و نازک اور پیارہ نہیں ہوگا جیسی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک تھی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ہتھیلی سے ہم کھیلتے رہتے تھے بالکل روئی کی طرح تھے۔ آپ گویا کریم کے

اوپر ہاتھ پھیر رہے ہیں، کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہاں ہاتھ گھوم رہا ہے، کہیں اٹکتا ہی نہیں۔ ایسی ہتھیلی مبارک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ دست مبارک کو جب انہوں نے چھویا اور مصافحہ ہوا تو اس کے بعد عمر بھر کے لیے ایک عہد کرلیا۔ کیا عہد؟ کہ وہ کبھی **لا یمسّ احدًا بیده** ۔ کہ اپنے اس ہاتھ سے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت فرمائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیا تھا اس ہاتھ سے عمر بھر کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔ اب کوئی کہے کہ بھائی یہ عجیب وغریب قصہ کہانیاں سناتا ہے، شریعت کے خلاف، وہ کدھر گیا مصافحہ؟۔ تمہاری عقل میں آئے نہ آئے، اس کی باتیں تم کیا سمجھو؟۔ ان ابو اسماء کو کتنا زبردست مراقبہ کرنا پڑا ساری عمر کے لیے کہ اس ہاتھ سے کسی سے ٹچ (touch) نہیں کروں گا۔ اوہ! کہ یہ تو میرا بڑا مبارک عضو ہے۔ کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہاتھ دے کر بیعت کی ہے۔

## مسعود ابن حراش رحمۃ اللہ علیہ

ایسا ہی عہد ان دونوں بھائیوں کا تھا، مسعود ابن حراش اور ان کے ایک بھائی کا۔ کیا عہد کیا؟۔ کہ **لن نضحک حتٰی نری مقعدنا فی الجنة**۔ عہد کیا کہ میں ہنسوں گا نہیں جب تک کہ میں جنت میں میری جگہ اپنی ان آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ فرماتے ہیں کہ ساری عمر ہنستے ہی نہیں تھے۔ اب بیمار ہوئے، پڑے ہوئے ہیں، آنکھیں بند ہیں۔ جس طرح مرنے سے پہلے نزع وسکرات میں صرف سانس جاری ہے۔ اور اسی دوران اچانک لوگوں نے دیکھا کہ ہاہا کر کے قہقہہ لگانا شروع کیا۔ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں قہقہہ لگا رہے ہیں۔ اب لوگ سوچ رہے ہیں کہ دیکھا؟۔ انہوں نے عہد کیا تھا اور یہ تو اتنے زور سے ہنس رہے ہیں۔ تو اب کیا کریں؟ ان کو دفن کریں نہ کریں؟۔ ان کو دیکھا کہ سانس جاری نہیں، پلس (pulse) جاری نہیں اور سارا جسم بالکل سانس بند، ہر چیز بند اور صرف قہقہہ جاری ہے اور ہنس رہے ہیں

کھلکھلا کر۔ اس کے بعد ان کو بولنا بھی پڑا کہ انہوں نے کہا **عجّلوا فی دفنی، لأنّ النّبي صلى الله علیه وسلم ینتظرنی** ۔ کہ مجھے جلدی دفن کردو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے انتظار میں ہیں، لو مجھے اب دفن کردو۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارا خاتمہ بھی بالخیر فرمائے۔

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ ساری نیکیاں، نماز، روزہ، حج، صدقات، تمام نیکیوں کے سارے ابواب سے بھی حصہ لینا چاہئے لیکن یہ باب کہ ہر وقت ہمارا دل ادھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے لگا رہے۔ یہ مراقبہ، اب یہ صحابی ہاتھ کی حفاظت فرما رہے تھے تو ساری عمر مراقبہ ہی تو ہوگیا۔ کہ یہ ہاتھ ہر وقت یہی خیال کہ کسی کی طرف میں بڑھاؤں گا نہیں، کسی کی طرف بڑھ نہ جائے غلطی سے۔ اور یہ مراقبہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تلقین فرمایا کہ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو صبح نیند سے بیدار ہو اور بیدار ہوتے ہی یہ کلمات، صرف تین کلمات کہے **رضیتُ باللّٰه ربًّا و بالاسلام دینًا و بمحمّد نبیًّا و رسولاً** ۔ فرماتے ہیں کہ **أضمنُ له**، یہ کلمات ہیں ضمانت کے۔ فرمایا کہ اس کے لیے گیرنٹی (guarantee) ہے میری، میری ضمانت ہے کہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا جنت میں داخل کروں گا۔ تو یہ آنکھ کھلتے ہی پہلا لمحہ۔ اللہ تعالی ہمیں سارا دن، عمر بھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کی اور یادِ محمدی دل میں بسا رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور اس طرح بسائیں گے تو بہت نوازتے ہیں ادھر سے۔ بلکہ کچھ ہوتے ہیں مجتبیٰ کہ جن کو خود اوپر سے کھینچا جاتا ہے اپنی طرف۔

## حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ تو صوفی نہیں تھے بلکہ صوفیوں کے صوفی گر تھے۔ معروف کرخی اور داود طائی یہ سب آپ کے شاگرد رہیں جن کے بہت اونچے اونچے احوال بیان کیے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ان سب کے استاذ تھے حضرت امام

اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، تارک الدنیا اور مکمل خلوت میں، اٹھتے ہی نہیں تھے خلوت سے۔ پہلے ایک آدھ دفعہ محتاجِ تعبیر خواب دیکھ کر متوجہ فرمایا گیا۔ کیا دیکھتے ہیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ؟۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد مبارک کھولی امام صاحب نے۔ اور لحد مبارک کھول کر کے اس میں سے ہڈیاں مبارک کو، اجزاء مبارکہ کو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ تعبیر دینے والے نے اس کی تعبیر دی کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے محافظ بنو گے۔ مگر ان کی اسی طرح خلوت جاری ہوگی، خود پھر دوبارہ اسی طرح دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صراحۃً ارشاد فرمایا کہ ارے، تمہیں اس کے لیے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ یہ کیا تم خلوت میں بیٹھ گئے۔ تمہیں تو سب کی حفاظت کے لیے، دین کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لیے آپ کو اٹھایا گیا وہاں سے، خلوت میں سے۔ کہیں تجارت میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ نے آگے یہ علمی مشغلہ ترک نہیں کیا تھا بلکہ یہ خلوت، خلوت پسندی کی وجہ سے آپ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متوجہ فرمایا، دوسروں کو بھی فرمایا۔

یحییٰ ابن معاذ رازی فرماتے ہیں امام صاحب کے انتقال کے بعد کہ یا رسول اللہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟۔ ہمارے ایک دوست تھے آدم کامل فارس مکی، مکی دوست۔ جب یہ پرانے گھر ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہم سفر میں تھے تو ایک دفعہ مجھے وہ ملا تو اس کا جملہ کنت أتدوّر ورائک، وہاں کی خاص زبان میں۔ اسی لیے یہ زبانیں جتنی لکھی ہوئی ہوتی ہیں کتابوں میں وہ اتنی نہیں ہوتی جو اصل اہل زبان کے گھروں میں، ان کے بچوں میں، بڑھی عورتوں اور جنگل کے رہنے والوں میں ان کی زبان میں جو مزہ ہے جو لطف ہے۔ کہا کہ میں تمہیں تلاش کرنے کے لیے گھومتا رہا۔ کنت أتدوّر ورائک تمہارے پیچھے میں کتنا گھوما۔ تو یہ یحییٰ ابن معاذ رازی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علمِ ابی

حنیفہ کہ پاس مجھے تلاش کرو۔

ایک اور بزرگ ہیں نوفل ابن حیان۔ ان کا تو بڑا عجیب خواب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے جس طرح میں نے بھی دیکھا تھا۔ ایک دفعہ کوساڑی میں کوئی تبلیغی اجتماع تھا تو اس میں شرکت کے لیے ہم لوگ نرولی سے پیدل کھیتوں میں سے ہو کر چل کر گئے۔ اور وہاں جب سوئے تو اسی اجتماع کے دوران ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ وہاں قیامت قائم ہے۔ اس وقت تو ابھی طالب علم تھے، ہدایہ تک بھی پہونچے نہیں ہوں گے۔ شرح وقایہ یا اس سے بھی نیچے ہوں گے۔ میں نے آ کر گجراتی میں تعبیر کی کتاب تھی اس میں تھا کہ وہاں کوئی آفت، بلا، مصیبت نازل ہوگی وہاں والوں پر۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد وہاں اس کوساڑی میں قتل ہو گیا اور اس قتل کی وجہ سے سارے گاؤں کے اچھے اور برے لوگوں نے اُس کے اتنے نتائج بھگتے کہ پولیس پکڑ کر مار رہی ہے، لے جا رہی ہے۔ تو یہی قیامت جو میں نے وہاں دیکھی تھی۔

تو یہ نوفل ابن حیان فرماتے ہیں کہ وہ دیکھ رہے ہیں خواب میں کہ قیامت قائم ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بھاگا ہوا جا رہا ہوں کہ اتنے میں دیکھا کہ اوہ، حوضِ کوثر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو میں وہاں پہونچا۔ قریب جا کر دیکھا کہ ایک طرف دیکھتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے آپ ہی کی شبیہ، آپ کے بالکل ہم شکل ہیں۔ تو میں پھر ادھر دیکھتا ہوں کہ بالکل ایک جیسی شکل ہے، بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں جگ (jug) ہے اور پانی پلا رہے ہیں۔ تو میں نے پانی مانگا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے متعلق فرماتے ہیں اسے میں پلاؤں گا۔ اسی لیے سلفیوں کو علوم ابی حنیفہ سے فائدہ نہیں ہوگا۔ ادھر سے فیصلہ ہی نہیں ہے، بارگاہِ محمدی سے۔ جتنے ائمۂ

اربعہ کے دشمن ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں، لاڈلوں کے علوم سے انہیں کیا نفع ہو گا؟۔ وہیں سے محروم کیے گئے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ میں تو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ان ہی کو پلاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نوفل فرماتے ہیں کہ ہاں ان کو پلا دو۔ حضرت امام اعظم نے مجھے گلاس بھر کر دیا اور جب میرے متعلق حکم ہوا اور میں نے پیا، میں نے جی بھر کر پیا تو جو قریب تھے وہاں، سب حضرات نے مانگا تبرک کے طور پر، سب نے لیا۔ تو اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میری پریشانی ختم ہوگئی تو میں پوچھنے لگا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل ہم شکل آپ کے مشابہ کون ہیں؟۔ مجھ سے کہا گیا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں پوچھتا چلا گیا کہ یہ کون؟۔ بتایا کہ ابوبکر ہیں۔ یہ کون؟۔ بتایا کہ عمر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں پوچھتا چلا گیا یہاں تک کہ سترہ آدمیوں کے نام مجھے بتائے گئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اب سنئے۔ جب وہاں آنکھ کھلی تو فرماتے ہیں کہ جس چادر کو اوڑھ کر میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ میں نام پوچھتا تھا تو سترہ نام میں نے پوچھے تھے تو میں چادر پر گرہیں نیند میں لگاتا رہا۔ تو اٹھا تو وہ گرہے لگی ہوئی تھیں سترہ۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے جام کوثر ہمارے لیے مقدر فرمائے اور اس پڑھنے پڑھانے کو قبول فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں دعا کرلیں۔

**و صلٰی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

## (۱٦)

**الحمد لله و کفیٰ والسلام علی عباده الذین الصطفیٰ اما بعد**

**بسم الله الرحمان الرحیم**

**باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله صلی الله علیه و سلم و قول الله عزوجل انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعده**

**حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحیی بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراهیم التیمی انه سمع علقمة بن وقاص الیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه علی المنبر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم یقول انماالاعمال با النیات و انما لکل الامرء ما نویٰ فمن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او الی امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه۔**

اللہ تعالی حدیث پاک کی اس مشغولی میں برکت ڈال دے، اسکے نتائج سے بہرہ ور فرمائے، دنیا میں بھی آخرت میں بھی، خصوصا حدیث پاک کی رحمتوں برکتوں سے مالا مال

فرمائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے خصوصی تعلق عشق ومحبت عطا فرمائے۔
یہ آپکی صحیح بخاری کی پہلی روایت حدیثِ نیت ہے اور اسی پر انسان کی دنیا اور عقبیٰ کا مدار ہے کہ سارا سب ہی کچھ نیت ہی پر موقوف ہے اول من تسجر به نار جهنم ثلاث والی روایت آپ کو یاد ہوگی کہ جہنم میں سب سے پہلے جن تین کو ڈالا جائے گا، ایک عالم اور ایک سخی اور ایک خدا کی راہ میں جان قربان کرنے والا۔
یہ نیت ہی کی خرابی کی وجہ سے ان تینوں کے اتنے بڑے بڑے جلیل القدر اعمال بیکار ہو گئے اور ان اعمال کے باوجود انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی یہ روایت لائے کہ آگے جو کچھ بھی آپ پڑھیں اس کے لئے نیت صحیح کر لیجئے۔

## حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نے اپنی زندگی کا جو آخری درس دیا وہ دارالعلوم بری کا بخاری شریف کا آخری درس ہے، اس میں حضرت نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے شروع میں سب سے پہلے حدیثِ نیت لائے اور سب سے اخیر میں حدیث کلمتان حبیبتان یہ تسبیح اور تحمید والی روایت لائے۔
فرمایا کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ دنیا میں کرنے کے صرف دو کام ایک یہ ہے کہ دل میں اخلاص ہو اور زبان ذکر خدا میں مشغول ہو۔ اور ذکر بھی اخلاص نیت ہی کا محتاج ہے، ورنہ وہ بھی پکڑ کا ذریعہ بن سکتا ہے اگر نیت میں فتور ہو۔
اسی لئے جن کی نیتوں میں خلوص ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انہیں مخلصین میں شامل کیا جاتا ہے، جس طرح آپ یہاں مدرسہ میں پڑھی ہیں یہاں سے عالمہ، حافظہ، قاریہ کا ٹائٹل اور سند ملتی ہے اس طرح وہاں نیت میں نیت کی صفائی میں پورا اترنے پر جو ٹائٹل ملتا ہے وہ اخلاص کا ملتا ہے شهادة الاخلاص جیسے عالم اور عالمہ کہا جاتا ہے اس طرح وہاں

مخلِص اور مخلِصہ کی سند ملتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنے مخلص بندوں میں سے بنائے۔ قرآن کریم نے بھی **مخلِصین له الدین** کو ذکر فرمایا تو یہ لام کے کسرہ کے ساتھ **مخلِصین** یہ بہت بڑا منصب ہے کاش کہ ہمیں مل جائے۔

مگر اس سے اونچا مرتبہ اور اونچا منصب **مخلَصین** کا ہے جو لام کے زبر کے ساتھ ہے۔ اسی لئے جب ابلیس نے بارگائے خداوندی میں مردود اور ملعون ہونے کے بعد جو کلمات کہے وہ ہیں **لأغوینهم اجمعین** کہ میں ان تمام کو گمراہ کروں گا **الا عبادک منهم المخلصین** مگر تیرے جو مُخْلَصْ بندے ہوں گے انکو میں گمراہ نہیں کر سکوں گا۔

اسی لئے حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام کے قصہ میں قرآن کریم میں آیا ہے **انه من عبادنا المخلَصین** کہ وہ ہمارے مخلَص بندوں میں سے تھے۔

مخلِص یہ کسبی مرتبہ ہے جس طرح آپ سالہا سال ادارے میں پڑھیں گے تب جا کر سند پائیں گے اور عالم اور عالمہ کی سند اور شہادہ آپ کو ملے گا تو یہ کسبی ہے کسب پر اور محنت پر موقوف ہے اسکے بغیر آپ اسکو حاصل نہیں کر سکتے۔

لیکن جو مخلَصِین بنائے جاتے ہیں اس کا کسب سے تعلق نہیں وہ وہبی چیز ہے جیسے نبوت وہبی ہے اگر ولایت کے مراتب میں ترقی کر کے کوئی وہاں تک پہنچنا چاہے نہیں پہنچ سکتا جب یہ باب نبوت کھلا ہوا تھا اُس وقت بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا اپنی محنت کے ذریعہ اور عبادت اور ولایت کے ذریعہ کیونکہ یہ کسبی نہیں وہبی چیز ہے۔

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں آپ کے بعد نہ کوئی ظلی نبی ہے نہ کوئی بروزی نبی، نبوت کے دروازے بند ہو گئے۔ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام کے متعلق فرمایا گیا مخلَصِین تو یہ نبوت کی طرح سے وہبی چیز ہے حق تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کو منتخب فرماتے ہیں **وهدیناهم و اجتبیناهم**۔

انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کا ذکر انکے ناموں کے ساتھ حق تعالی شانہ نے فرمایا اور اخیر میں انکے متعلق فرمایا کہ **واجتبیناھم** ہم نے انہیں منتخب کیا کیونکہ یہ انتخاب خداوندی ہے وہی چیز ہے۔ اجتباء حق تعالی شانہٗ کی طرف سے انتخاب ہے خصوصی انتخاب ہے جیسے وہاں انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کے متعلق فرمایا کہ وہ مجتبیٰ ہوتے ہیں مخلَص ہوتے ہیں حق تعالی شانہ کی طرف سے اسی طرح اولیاء کرام میں بھی کچھ اللہ کے نیک بندے بزرگ ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں درجہ اجتباء حاصل ہوتا ہے۔

## حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب

ایک مرتبہ کوئی شورش ہو رہی تھی ندوۃ العلماء لکھنؤ میں، حضرت شیخ قدس سرہ نے وہاں ایک صاحب تھے، انکو تحریر فرمایا کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب سے اس سلسلہ میں آپ کا تعلق ہے اس مسئلہ میں آپ کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے اس میں بہت سوچ کر سنبھل کر گفتگو کرنی چاہئے اور آپ کو ہر قدم پر حضرت مولانا علی میاں صاحب کے متعلق پوچھتے رہنا چاہئے کیوں کہ اللہ کے ان بندوں میں سے ہیں حضرت مولانا علی میاں صاحب کہ جنہیں درجہ اجتباء حاصل ہے۔

اور جنہیں اجتباء حاصل ہوتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ شانہ کے لاڈلے بندوں میں سے شمار ہوتے ہیں، انہیں کسی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسکا انتظار نہیں ہوتا کہ اب یہ دعا کریں گے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے مانگیں گے اور سوال کریں گے تب جا کر وہاں سے کوئی فیصلہ ہوگا بلکہ جو اجتبائیت والے بندے ہوتے ہیں انکے متعلق حق تعالی شانہ کے یہاں سے فوری طور پر جلد انتقام لیا جاتا ہے۔

یہی صورت تھی حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے یہاں کہ وہ بھی حق تعالیٰ شانہ کے یہاں جو مجتبیٰ بندوں کی فہرست ہے ان میں سے تھے۔

ان حضرات کے واقعات بکثرت ملتے ہیں افراد کے، جماعتوں کے، جمعیتوں کے، اداروں کے، قوموں کے کہ جیسے ان سے بہت فیض ہوا اور دنیا نے بہت فائدہ اٹھایا۔ اس طرح حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ سے جن حضرات کا دوسری طرح کا دوسری نوعیت کا تعلق رہا اور ارادی غیر ارادی طور پر حضرت کو انکی طرف سے کوئی اذیت پہنچی تو انہوں نے بہت نقصان اٹھایا۔

اسی لئے حضرت شیخ قدس سرہ نے ان صاحب کو حضرت مولانا علی میاں صاحب کے بارے میں انکی اجتبائیت سے ڈرایا کہ اس سے تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیئے کہ کسی طرح کی کوئی ایذاء اور تکلیف تو دور کی چیز ہے، آپ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی کدورت بھی انہیں نہ پہونچے، اسی لئے کہ جو مخلَص اور مجتبیٰ بندے ہوتے ہیں حق تعالی شانہ کی طرف سے انہیں اپنی بارگاہ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔

## حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ

جیسا میں نے عرض کیا کہ ایک تو وہ ہوتے ہیں جو اپنے کسب کے ذریعہ درجہ پاتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے مجاہدے انکے اعمال انکے اشغال سے بھی انہوں نے مراتب پائے اور مناصب بھی انہوں نے حاصل کئے مگر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک دوسرا خصوصی اعزاز انہیں ملا ہے، وہ یہ کہ وہ اللہ جل شانہٗ کے منتخب اور مجتبیٰ بندوں میں سے تھے۔

مخلَصین کی فہرست میں شامل ہونے کے لئے ہم دعا تو کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی ان میں سے بنادے، لیکن اِسکا مدار کسب پر اور دعاؤں پر نہیں ہوتا۔ حق تعالیٰ شانہ خود ہی جنہیں پسند کرلیں۔

میں نیت کو بیان کر رہا تھا کہ نیت کی تصحیح کے ذریعہ انسان جب اپنا کورس مکمل کر لیتا ہے تو

اسے جوشہادۃ ملتا ہے وہ **شہادۃُ الاِخلاص** جس کو قرآن نے بیان فرمایا **مخلِصین لہ الدین** مخلِص فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے کاموں میں اخلاص عطا فرمائے۔ ہمارے پڑھنے پڑھانے میں اخلاص عطا فرمائے، ہمارے نیک کاموں میں اخلاص عطا فرمائے۔ ورنہ کیا کرایا ساری عمر کا، انسان کا عمل ایک کلمہ میں ضائع ہوجاتا ہے۔

میں مثال دیا کرتا ہوں کہ غیر شعوری طور پر آدمی کبھی یوں کہہ دیتا ہے کہ وہ فلاں سفر میں مدینہ منورہ میں فلاں رات میں بہت لطف آیا، اور میں روتا رہا۔ تب یہ کلمہ 'میں روتا رہا' کہہ دیا، اس کلمہ کے کہنے کے ساتھ ہی وہ فعل اسکے نامہ اعمال سے محو کردیا گیا۔ کیا کرایا اس نے خود دھو دیا۔

## حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نیک عمل کرنا بہت آسان ہے مگر اس عمل کی عمر بھر کے لئے حفاظت یہ بہت مشکل کام ہے۔ اب جس نے کسی مدرسہ میں بڑا چندہ دیا، وہ کسی وقت بھی اپنی زبان سے کہے گا فلاں ادارہ میں میں نے بھی لاکھ پاؤنڈ دیے، ہزار پاؤنڈ دیے، سو پاؤنڈ دیے تھے، اسکے ساتھ ہی اس کی نیکی رخصت ہوگئی۔

اول تو ہمارے پاس عمل کچھ ہوتے نہیں اور جو تھوڑا بہت ہم کرتے ہیں اسکے تحفظ کا طریقہ ہمیں معلوم نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرینہ سے جیسا کہ اسکی بارگاہ کے آداب ہیں، اسکے رعایت کے ساتھ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آئندہ جو کچھ پڑھیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حق تعالیٰ شانہ اُسے اپنی رضاء کا اسے ذریعہ اور سبب بنائیں۔

ابھی جو بیعت ہونے والیاں ہیں جو کلمات دہراتا ہوں کہ وہ کہتی رہیں اور اللہ تبارک و تعالی اس توبہ پر ہمیں قائم رہنے کی ہمیشہ کے لئے توفیق عطا فرمائے۔ معاف کیجئے میں تو

جلدی چلا تھا لیکن راستہ میں کوئی ایکسیڈینٹ تھا اس کی وجہ سے راستہ میں کافی دیر ہوگئی اور ابھی آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے بارہ بجے چھٹی ہوتی ہے۔اس لئے بیعت کر لیتے ہیں۔

کہیے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے رسول ہیں۔ایمان لائی ہوں اللہ پر اسکی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اسکے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی میں نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے، اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا۔اور عہد کیا ہم نے کہ انشاء اللہ انشاء اللہ انشاء اللہ کوئی گناہ نہیں کریں گے، اور اگر ہوگیا تو توبہ کریں گے۔ یا اللہ ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنے سچے بندوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی۔اور بیعت کی ہم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔

ہاتھ اٹھا کر دعا کر لیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالی نفس و شیطان کا مقابلہ ہمارے لئے آسان فرمادے۔ہمارے نفوس کو مغلوب رکھے کہ نفس اور شیطان ہمیں گناہوں کی طرف ہر وقت نہ لے جاتے رہیں۔

ہر وقت ہمارے دل اور دماغ میں نفس اور شیطان کے بجائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم کی ذاتِ عالی اور خالق اور مالک وحدہ لاشریک کی یاد بسی ہوئی ہو، اسی میں ہم ہر وقت مشغول رہیں جیسا کے اسکے مخلَص بندے اسی کی ذاتِ عالی میں مشغول رہتے ہیں کہ انہیں اپنی نیت کی تصحیح کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اسی ایک مالک کو اپنا بنا کر ہر وقت جو عمل ان سے صادر ہوتا ہے وہ مخلَصین کا ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ ہر وقت اپنی ذات کو ہمارے دلوں میں بسانے کی توفیق عطا فرمائے۔

**و صلٰی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

# مجالسِ رمضان ۱۴۳۲ھ

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج آپ دیکھیں گے کہ ہمارے دار العلوم بری کے حفاظ، طلبہ، فضلاء، جگہ جگہ تراویح پڑھا رہے ہوں گے، یا جو وہاں کے فیض یافتہ ہیں اُنہوں نے مدارس قائم کئے، اُن سے جو حفاظ نکلے، وہ تراویح میں امامت فرما رہے ہوں گے۔ اور یہ یورپ کے علاوہ کینیڈا، امریکہ میں بھی۔

مولانا ریاض الحق کا کوئی پچیس برس پہلے کا قصہ ہے، کہ وہ امریکہ تراویح کے لئے گئے۔ طلبہ ہر سال جاتے ہیں، اس سال بھی کئی ایک طلبہ امریکہ کے لئے تجویز ہوئے ہمارے یہاں سے، جو اُن میں سے پڑھ رہے ہیں۔ پہلے سے جو مستقل جا رہے ہیں امریکہ، کینیڈا، اور سالہا سال سے ایک جگہ پڑھا رہے ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں، ان کا تو وہ خود اپنا انتظام کرتے ہیں۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا فیض

یہ ابھی متوسط کتابوں میں بھی نہیں پہنچے تھے، ابتدائی درجات میں ہوں گے کہ وہ تراویح کے لئے وہاں گئے۔ انتظامیہ کا کوئی جلسہ تھا، کونسل کو اور چرچ والوں کو، اور مختلف جماعتوں کو

انہوں نے مسجد میں دعوت دے رکھی تھی۔ اُن کے اپنے پروگرام میں اِن سے بھی کہا کہ آپ بھی اسلام کے متعلق کوئی بات کریں۔

اب یہ بچے تھے اُس وقت، شاید اُن کی داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔ انہوں نے وہاں مسجد میں کھڑے ہوکر انگلش میں کوئی لیکچر دیا۔ جب وہ مجلس ختم ہوئی، تو جو مہمان تھے، اُن میں سے ایک نے کھڑے ہوکر تپاک سے معانقہ کیا، بغل گیر ہوگئے اور وہ رونے لگے۔ حالانکہ وہ مسلمان نہیں تھے، مسجد والوں نے جن جن کو دعوت دی تھی، اُن میں سے کوئی صاحب تھے۔ اصلاً وہ انگلش اور امریکہ میں جا کر مقیم ہوگئے تو اِن کو لپٹ کر کہنے لگے کہ آج دسیوں برس کے بعد میں نے برطانیہ کا انگلش لہجہ تیری زبان سے سنا۔ اب تو ماشاء اللہ مولانا ریاض انگلستان کے بڑے مقررین میں سے ہیں۔ یہ اُس وقت سے لے کر آج تک **اَلْحمدُ لِلّٰہ!** دنیا کے کونہ کونہ میں جو حفاظ، طلبہ، ائمہ، علماء، تراویح وغیرہ کے لئے جارہے ہیں، فیض پہنچ رہا ہے، یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر کو منور فرمائے، حضرت کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر دے۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت

اسی طرح کی دعا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے دی۔ کن کو دی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے، **نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَ عُمَر** ، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے، **کَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَنَا**، کہ جیسے انہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یکم رمضان کو مساجد میں چہل پہل دیکھی، اور تراویح میں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اِن کلمات کے ذریعہ آپ نے ان کو، حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دی، کہ یہ کارنامہ اس عبادت کی شکل میں جو ہم تراویح پڑھ رہے ہیں،

یہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔ آپ نے ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجدِ نبوی میں امامت کے لئے کھڑا کیا، عشاء کے بعد، اور بیس رکعت تجویز فرمائی، اور اُس وقت سے لے کر آج تک مسجدِ نبوی میں اور دنیا کے کونہ کونہ میں بیس رکعت برابر جاری ہے۔ اُسی کو دیکھ کر سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعا دی، کہ اللہ اُن کی قبر کو نور سے منور فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان راتوں کی قدر دانی عطا فرمائے۔ اور بالخصوص رمضان مبارک کی راتیں تو بڑی اہم ہیں۔ راتیں کیا؟ دن بھی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں اعتکاف میں ہزاروں مہمان ہوتے تھے، اور مہمانوں میں نوّے فی صد اہل علم ہوتے تھے۔ نوّے فی صد بلکہ اس سے بھی زیادہ، بڑے بڑے علماء، شیخ الحدیث، مفتیان کرام، ہندوستان، پاکستان، حجاز، عرب ممالک دنیا بھر سے، رمضان گزارنے کے لئے حضرت کے یہاں پہنچتے تھے۔

حضرت فرماتے تھے کہ میرے پیارو! صرف ایک ہی درخواست ہے، اور ایک ہی نصیحت ہے، وہ یہ کہ رمضان میں کسی سے بات نہ کرو۔ اور یہ کیوں؟ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہزاروں کے مجمع میں کئی سو کو ہم نے خود دیکھا اپنی آنکھوں سے، کئی سو کو، کہ جن کا حضرت کے یہاں معمول ہوتا تھا، کہ ان کو معلوم کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا، کہ میں بات نہ کروں گا، تو کیا کرنا ہے؟ صرف تلاوت اور ذکر کرنا ہے یا پھر سکوت۔

## رمضان میں ختم قرآن کا معمول

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنی ابتدائی جوانی سے فرماتے ہیں کہ جب میں نے حجازِ پاک میں رمضان گزارا، تو اُس وقت سے لے کر میرا معمول ہوگیا تھا کہ رمضان مبارک میں ایک سے زیادہ قرآن شریف روز میں پڑھتا تھا۔ ایک قرآن شریف تو لازماً ختم کرنا ہے، جتنے پارے اوپر ہو جائیں۔ حضرت کے روزانہ، رمضان المبارک میں پینتیس چھتیس پارے ہوتے

تھے۔ اور ہر رمضان کے ختم پر، پھر حضرت اپنے روزنامچہ ڈائری میں لکھواتے تھے۔ کسی رمضان میں حضرت کے چھتیس پارے، کسی میں سینتیس پارے، کسی میں چالیس پارے۔

اورایک رمضان میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے خود فرمایا کہ ہم تین ساتھیوں نے یہ طے کیا، گھر کے لوگوں میں سے، جن میں حضرت بھی، مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ کہ ہم تین نے یہ طے کیا کہ ہمارے ائمہ، امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ، امامِ احمد ابن حنبل، امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ اِن سب کے یہاں ملتا ہے کہ وہ رمضان میں، دن میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے، اور رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم نے طے کیا کہ ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ ہم ایک رمضان ایسا بھی گزارتے ہیں اُن کی طرح سے کہ ایک دن میں ختم کریں اور ایک رات میں ختم کریں۔ اُس رمضان میں حضرت نے چھپن (fifty six) قرآن شریف پڑھے۔

اور یہ حضرت کی نصیحت سُن کر مجمع، اِدھر اُدھر کی باتیں چھوڑ کر، اِدھر اُدھر کے مشاغل، بے کار مشاغل چھوڑ کر قرآنِ پاک کی تلاوت میں اس قدر مشغول رہتا تھا کہ ہم دیکھتے، سینکڑوں ہوتے تھے، کہ جن کا معمول تھا کہ روزانہ ایک قرآن شریف ان کا ختم ہوجاتا تھا۔

اور حضرت کے خلفاء میں سے کئی ایک تھے کہ جن کا ساری زندگی کا معمول روز ایک قرآن شریف کا تھا، اور ابھی بھی، چند سال پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ بڑے پیارے گورے چٹے، بڑے خوبصورت آدمی، اور ہر وقت قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اُن کا معمول تھا۔ ابھی اُن کے انتقال کے بعد جو پرچہ آیا اُس میں اُن کے حالات چھپے ہوئے تھے۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت یہ آپ کا جو روز ایک قرآن شریف کا معمول ہے، یہ کب سے ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ ساٹھ برس ہوئے۔ ساٹھ برس، انہوں نے جوانی سے شروع کیا تھا۔ کتنا آسان، کسی چیز کا انسان تہیہ کرلے، وہ اُس کے لئے آسان ہوجاتا ہے۔

اب یہ ہم کل سے روزہ شروع کریں گے، اب عام دنوں میں ہم روزہ رکھنے سے گھبراتے ہیں۔ مگر ایک شروع ہوگا تو جب ختم ہوگا، اُس وقت ہمیں افسوس ہوگا کہ او ہو! کہ کتنی بہاریں چلی گئیں، نہ کوئی تھکاوٹ نہ کچھ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان راتوں کی ہمیں قدر عطا فرمائے، ان دنوں کی ہمیں قدر عطا فرمائے۔

## لَیۡلُهُ قِیَام، وَ نَهَارُهُ صِیَام

اور میں نے عرض کیا کہ ہم تو کمزور ہیں، ڈر جاتے ہیں کہ اوہ! کیسے یہ گرمیوں کے روزے پورے ہوں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ فرمایئے، اُن کے حالات کچھ ہمیں بتایئے۔

آپ نے فرمایا کہ کیا پوچھتے ہو؟ وہ ہمارے پڑوسی تھے، مجھ سے زیادہ تو شاید اُن کے متعلق کوئی نہ جانتا ہو۔ ہمارے پڑوسی تھے، **لَیۡلُهُ قِیَام، وَ نَهَارُهُ صِیَام** ۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری رات قیام میں گزرتی تھی۔ ساری دنیا کے حکمران، آدھی دنیا پر حکومت ہے اور ساری رات مولیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے۔ اور فرمایا کہ دن میں، **وَ نَهَارُهُ صِیَام** ، دن میں روزہ سے۔ اور روزہ کے ساتھ ساری مخلوق کی، مدینہ منورہ والوں کی، ہر شخص کی، ہر طرح کی خبر گیری، یہ شخص نماز میں آیا، نہیں آیا، کیوں نہیں آیا، کیا وجہ ہے، اُس کی جا کر خبر گیری، بیمار پُرسی کرنا، اگر کچھ کوتاہی ہو رہی ہے تو تنبیہ فرمانا۔ یہ تمام ذمہ داریاں دن میں الگ ہیں، اور ساتھ روزہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان راتوں کی اور دنوں کی قدر عطا فرمائے، اور ہماری قبروں کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ابھی سے تیار کرنے کی، نور سے منور کرنے کی، توفیق عطا فرمائے۔

**و صلّی اللہ علیٰ خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد و آله و سلّم۔**

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ سیدنا حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اُمت پر بہت بڑا احسان ہے۔ اور اُن میں سے، عرض کیا تھا کہ تراویح بھی ہے۔ بیس رکعت پر، ایک ہی امام پر، حضرت اُبی ابن کعب پر آپ نے مسلمانوں کو جمع فرمایا۔ اور اب تک یہ سنت جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اور یہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا خاص خیال کیوں آیا؟ کہ یہ مبارک گھڑیاں ہیں ماہِ مبارک کی، مبارک ساعتیں ہیں، مبارک راتیں ہیں، یہ کسی طرح وصول ہو جائیں۔ کیوں؟ کہ آپ کے پڑوسی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ **نَھَارُہُ صِیَام وَلَیْلُہُ قِیَام**، کہ اُن کا تو سارا سال ہی رمضان ہوتا تھا۔ سارے سال روزے اور سارے سال رات بھر کی عبادت۔

اور یہ عبادت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، یہ سب پڑوسی جانتے تھے۔ اس طرح صحابہ کرام میں اتنی معروف تھی، اتنی معروف تھی، کہ ایک صحابی حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی خواتین میں سے ایک خاتون سے نکاح کیا۔ اور نکاح کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ نکاح کیا جاتا ہے، **لِمَالِھَا وَلِجَمَالِھَا**، کہ کسی کو مالدار دیکھ کر کہ وہ مال مجھے مل جائے، مال کی لالچ سے کسی خاتون

سے کوئی نکاح کرتا ہے۔ کسی کے حسن و جمال کی وجہ سے کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب کو چھوڑ و اور صرف ایک صفت دیکھو کہ اس میں دین ہے یا نہیں؟ خوش خلقی، حسنِ اخلاق بہت بڑا دین، نماز بھی بے شک ایک بڑا جزء ہے، مگر جو معاملات ہیں وہ بڑے اہم ہیں۔ فرمایا کہ جس میں دین ہو، متــدیّــنة اس سے نکاح کرو۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی ایک خاتون سے نکاح کیا، میری غرض صرف ایک تھی۔ وہ غرض کیا؟

فرماتے ہیں کہ میں نے جب اُس سے نکاح کیا، تو اُس کے بعد اُس کو میں نے وہ غرض بتائی۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے صرف نکاح اس لئے کیا تا کہ میں حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رات کیسے گذارتے ہیں یہ معلوم کروں، صرف اس کے لئے۔ اب کتنی حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ راتیں مشہور ہوئی ہوں گی؟

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ تذکرہ کے طور پر قصہ بیان فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک صحابی کی مدینہ منورہ کی گلی میں ابلیس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

## حق اور سحر کا مقابلہ

ہم جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ساؤتھ افریقہ (South Africa) پہنچے ہیں، تو سٹینگر قیام گاہ پر پہنچے۔ ابھی رمضان المبارک میں ایک دو دن باقی تھے۔ وہاں جب حضرت کے قیام گاہ پر ہم سوئے، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ جس طرح یہ hall ہے، اس طرح بڑی ایک وسیع جگہ ہے، اور اس میں تمام وہاں کے افریقاً جادوگر جمع ہیں۔ اور وہ اپنے جادو کے زور سے جو وہاں مجمع میں موجود اُن کے مخالف اہل حق لوگ ہیں، اُن کی

طرف صرف وہ دیکھتے تھے، اور وہ گیند کی طرح، ball کی طرح اُچھل رہے ہیں۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی برکت کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے، صرف چند روز حضرت کے اس ملک میں گذرے کہ وہاں کی کایا پلٹ گئی۔

جب حضرت تشریف لے گئے تھے، تو اُس وقت ساؤتھ افریقہ میں صرف ایک دار العلوم تھا نیو کاسل میں اور میاں فارم پر حفظ و اسلامی اسکول تھا۔ وہاں نیو کاسل کے بانیوں میں حاجی صاحب حضرت کے متوسلین میں سے تھے، حاجی صاحب واوڈا۔ وہ جب انگلینڈ آتے تھے، تو مجھ سے فرماتے تھے کہ حضرت کو عریضہ لکھنا ہے، یہ حالات مدرسہ کے متعلق اور میرے متعلق، اگر آپ لکھ دیں۔ کئی ایک خطوط انہوں نے مجھ سے لکھوائے، وہاں سے حضرت کا جواب آتا تھا، اور صرف ایک حفظ خانہ تھا وہاں نیا فارم پر۔ باقی دار العلوم کوئی نہیں تھا۔ ابھی آپ دیکھیں گے کہ درجنوں دار العلوم، کوئی شہر خالی نہیں ہوگا، کہ جہاں علمیت کی تعلیم نہ ہوتی ہو، اور بڑے بڑے دار العلوم۔ اور خود حضرت کی طرف منسوب، دار العلوم زکریا، وہاں اُس کے جو بانی ہیں، حاجی ابو بکر صاحب، انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت وہاں دعا کے لئے تشریف لے جائیں۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت کے لئے تو مشکل ہے، میں آپ کے لئے عرض تو کرتا ہوں۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ میں تو نہیں جاسکتا میرے ایک ساتھی جا کر دعا کریں گے، حضرت نے پھر ہم لوگوں کو بھیجا۔ ایک جگہ پر انہوں نے دار العلوم زکریا کی بنیاد رکھوائی تھی۔ یہ سارا سلسلہ، بعد میں بڑے بڑے دار العلوم قائم ہوئے، یہ حضرت کے اس سفر کی برکت ہے۔ یہ پہلی رات مقابلہ ہوا تھا، حق اور سحر کا۔

اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی سے مڈبھیڑ ہوگئی ابلیس کی، انہوں نے پوچھا اُس سے کہ تجھے مقابلہ کرنا ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ ایک دفعہ اُسے چک کیا، اُس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ پھر چھوڑ دیا۔ کہا اور بھی خواہش ہے؟ دوسری دفعہ

اُس نے ہاں کی، پھر دوسری دفعہ اس کو چک کیا اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ تیسری دفعہ کہتے ہیں کہ وہ بھاگا اور کہنے لگا کہ اب میں کبھی تمہارے مقابلہ پر نہیں آؤں گا۔

اسی لئے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ جس راستہ سے آپ گذر رہے ہوتے ہیں، شیطان دوسرا راستہ لے لیتا ہے۔ یہ اس مقابلہ کا نتیجہ۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ایک مرید تھے، انہیں ابلیس نظر آتا تھا۔

## سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی طاقت، اور روحانی پاور (power) تھا، یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور آپ کا مجاہدہ۔ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں مجھے اتنی محبوب ہیں کہ جس کی وجہ سے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ تین چیزیں نہ ہوں، تو مجھے یہ زندگی پسند نہیں ہوتی۔

فرمایا کہ ایک تو **مُجَاهَزَةُ الْخَيل**، کہ میں اللہ کی راہ میں بہترین گھوڑوں کو دوسرے سواروں کو سواری کے طور پر دوں، یہ مجھے پسند ہے، یہ خدمت انجام دوں۔

اور دوسرے آپ نے فرمایا کہ **مُجَالسَةُ اَقْوَام**، کہ وہ اہل علم جو علمی گفتگو میں مصروف ہوں، اُن کے ساتھ میں علمی گفتگو کے مزے لوں۔

اور تیسرا آپ نے فرمایا کہ، **مُكَابَدَةُ اللَّيل**، کہ رات میں جگر کو پگھلانا۔ یہ صحابہ کرام میں اتنا مشہور تھا کہ حضرت عثمان نے نکاح کیا ایک خاتون سے آپ کے خاندان میں سے، صرف یہ پوچھنے کے لئے کہ مجھے پتہ چلے کہ آپ کی راتیں کیسے گزرتی ہیں۔

اُس خاتون نے بتایا، کہ جب آپ عشاء کے بعد جس طرح حج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، تو فرماتے ہیں ہم سے ایک کھلے پیالے میں، برتن میں پانی رکھ دو۔ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے کہ ہر تھوڑی دیر کے بعد، آپ اس میں ہاتھ ڈبوتے اور اپنے چہرے پر پانی

ڈالتے جاتے۔ایک دو گھنٹے مشکل سے اس طرح اضطراب فرماتے، اوراس کے بعد اٹھ کر پھر آپ مصروف ہو جاتے۔اور یہ مصروفیت کیسی ہوتی تھی قیام اللیل کی؟

فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کسی ایک آیت کے اوپر ٹھہر جاتے اور اُس کو دہراتے رہتے، اور ہچکیاں، سسکیاں چل رہی ہیں، رو رہے ہیں اور اتنا روتے، اتنا روتے، حدیثِ پاک میں جہاں آپ کا حلیہ بیان کیا گیا،تو کسی کا آپ حلیہ بیان کریں گے،تو کہیں گے، کہ **سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِم** جو قرآن میں آتا ہے، کہ اُن کی نماز کی نشانی اُن کی پیشانی پر ہے۔حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں، کہ رسی کی طرح سے رو رو کر دو لکیریں تھیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ رونا نصیب فرمائے۔

**و صلٰی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

۳/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

## سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حُلیہ جو بیان کیا جاتا ہے اُس میں خشیتِ الٰہی سے رونے کی وجہ سے اُن کی جو دو لکیریں نہر کی طرح سے بنی ہوئی تھیں اِن کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے ان کے رونے کی وجہ سے دو لکیریں چہرے پر آنسوؤں کا نشان، اسی طرح سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے کہ اپنا کُرتہ، اپنی چادر اُٹھایئے، آپ کی پیٹھ دکھایئے، دیکھتے اور روتے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایسی ہم نے کسی کی پشت نہیں دیکھی تھی، پیٹھ نہیں دیکھی تھی۔

سیدنا عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن کے والدِ محترم حضرت یاسر اور حضرتِ سمیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ایمان لانے کی وجہ سے جو کفارِ مکہ نے اُن پر ظلم ڈھائے۔ انسان کسی درجہ کا بھی ہو، کسی ذہن کا بھی ہو، یہ مظالم برداشت نہیں کرسکتا۔ تصور میں نہیں آسکتے ایسے مظالم، مگر جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان مظالم کا جواب دیتے تھے، اَحد اَحد اَحد ،کی تسبیح پڑھتے ہوئے کہ میں اُس اللہ کو ایک ہی مانوں گا چاہے تم کچھ کرو۔ یہی اُن کا جواب ہوتا تھا۔ یہاں

تک کہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ظالم ابو جہل نے ایک ٹانگ ایک اونٹ پر، دوسری دوسرے اونٹ پر باندھ کر، ایک کو ادھر ایک کو ادھر کیا۔

جس طرح ہم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز تلاش کر کے کوشش کرتے ہیں کہ ہم اُن جیسا بنیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا وضو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز، آپ کے جیسی دعا، ہمیں میسر آجائے اس کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح یہ ظالم جیسے ایک دوسرے کو وصیت کی ہو، اس طرح ظلم کے انواع میں بھی اپنے جیسے بڑے ظالموں کی وہ تقلید کرتے ہیں۔

ایک معمولی جرم پر، ابنِ جوزی نے ایک قصہ لکھا ہے کہ وہ ظالم نے اُس خاتون کے بال کے دو حصے کیئے، دائیں جانب کے گیسو ایک طرف اور بائیں طرف کے گیسو ایک طرف، اور دائیں طرف کے بالوں کے ساتھ دایاں پیر باندھا، اور بائیں طرف کے بالوں کے ساتھ بایاں پیر، اور ایک کو ایک گدھے پر، اور دوسرے کو دوسرے گدھے پر باندھ کر اس جہان سے رخصت کیا۔

ایسے ظالموں سے واسطہ پڑا تھا، پھر بھی حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طرح کے شیدائی ہیں، کوئی کمی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اُن پر جب ظلم ہو رہا تھا تو اُس وقت بھی اُن کے پاس تشریف لے جاتے۔ اور چھڑا تو نہیں سکتے تھے، مگر فرماتے، کہ آلِ یاسر! جنت تمہاری منتظر ہے۔

اگر ہم جیسے مؤمن ہوتے، تو پتہ نہیں اپنے اللہ اور رسول کے بارے میں کتنا شک ہوتا، کہ جو نبی، جو اللہ ہمیں اس ظلم سے اِس وقت نہیں چھڑا سکتا وہ آگ سے ہمیں ڈراتا ہے، وہ جنت کی ہمیں بشارتیں دیتا ہے، اپنا ایمان ویسے ہی ہم رخصت کر دیتے۔ لیکن اِن کا ایمان کسی طرح متزلزل نہیں ہوا۔

## اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡاِیۡمَان

اور اسی کا نتیجہ کہ اس پر قائم رہے اور اس درجہ تک قائم رہے کہ ایک دفعہ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور نہایت شرمسار، پریشان، پشیمان اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج تو مجھ سے ایک گناہ ہو گیا۔ ظالموں نے آج میرا سر مُنڈا کر کے پانی میں ڈبویا، کہ اب بھی محمد پر ایمان رکھتا ہے تو؟ اور آپ کی شان کے خلاف کلمات کہلوانے چاہے۔

پہلے تو میں نے نہیں کہے۔ پھر دیکھا کہ دم گھٹ رہا ہے، پانی پھنسا ہوا ہے، سانس نہیں لے سکتے، تو میں نے اِس حالت میں جب اُن کی ہاں میں ہاں ملائی، تب ظالموں نے مجھے چھوڑا۔ تو مجھے اس پر پشیمانی ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عمار! اُس وقت تمہارے دل میں ایمان تو متزلزل نہیں ہوا تھا؟ عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ، ہرگز نہیں۔ فرمایا کہ نہیں، یہ حق تعالیٰ شانہ نے ایسے افعال سرزد کروائے، اور ایسے افعال سرزد کروائے کہ جس کے نتیجہ میں عرشِ الٰہی ہلا، اور وہاں سے قرآن اُترا۔ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡاِیۡمَان، قیامت تک کے لئے اجازت ہوگئی صحابہ کرام کے ان مصائب جھیلنے کے نتیجہ میں کہ جو بھی قیامت تک کے لئے کہیں پھنس جائے اور ظالم اُسے مجبور کرے، اور وہ کوئی ایسا کلمہ کہہ دے، تو اللہ کے یہاں معاف، بلکہ قابلِ اجر ہے۔

## تَقۡتُلُکَ الۡفِئَۃُ الۡبَاغِیَۃ

اور اسی کے نتیجہ میں حق کے لئے انہوں نے اتنا برداشت کیا، اتنا برداشت کیا کہ اللہ نے اِن کو حق کی علامت بنا دیا، حق کی نشانی۔ کیسے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار، تم تو کتنے پیارے لگتے ہو، کتنے پیارے، ہمارے صحابہ کرام کی جماعت۔ لیکن تَقۡتُلُکَ الۡفِئَۃُ الۡبَاغِیَۃ، مسلمان ہی کی ایک باغی جماعت تمہیں قتل کرے گی۔

اُن کو تعجب ہوا، جنتی انسان کو، جنہوں نے سب کچھ اپنا اسلام کے خاطر، ایمان کے خاطر قربان کیا، کہ اُن کو مسلمان خود اپنے ہاتھ سے قتل کرے گی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک علامت بتائی، کہ جب وہ وقت آئے گا، تو اُس وقت تمہارا آخری رزق جو ہوگا، وہ دودھ ہوگا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بہت سے جنگوں میں شریک ہوئے، بہت سے معرکوں میں شریک ہوئے۔ جب آپ کی عمر (ninety one) اکانوے برس، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین جو خلش تھی، جس کے نتیجہ میں جنگ صفین واقع ہوئی، اُس جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے زیادہ چہیتے اور آپ کے سب سے زیادہ معتمد، حضرتِ عمار آپ کے ساتھ تھے۔

کئی دن وہ جنگ چلتی رہی۔ ایک دفعہ، شام کو آپ نے دودھ کا پیالہ لیا۔ نوش فرمانے سے پہلے فرمایا کہ مجھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ علامت فرمایا تھا کہ عمار تمہاری آخری روزی دودھ ہوگا، تو یہ آخری پیالہ ہے، جو میں پی کر ابھی جا رہا ہوں۔ چنانچہ پی کر گئے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو، اکانوے برس کی عمر ہے، اور کفار اور مشرکین کی فوج سے نہیں، مسلمانوں کی فوج سے مقابلہ ہے۔

وہاں اللہ کو خطاب کر کے کہتے ہیں، اے خدا! اگر تو مجھ سے کہتا کہ تو پہاڑ کی چوٹی پر سے چھلانگ لگا دے، تو میں کود جاتا۔ اگر تو مجھے کہتا کہ دہکتی آگ میں ابراہیم علیہ السلام کی طرح سے کود جا، تو میں اس میں بھی کودنے کے لئے تیار۔ اگر تو کہے الٰہی کہ تو سمندر میں غوطہ لگا لے، تو میں تیرے حکم کے خاطر اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ اور یہ فرما کر جو انہوں نے فوج میں غوطہ لگایا ہے، اور جانبازی دکھائی ہے، اور وہیں آپ شہید ہوئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اِن حضرات جیسا ایمان ہمیں بھی عطا فرمائے، اور حضرتِ عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس میں شہید ہوئے، تو وہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃ، اِن کی شہادت تک یہ معاملہ مغموم تھا۔ کہ صاف واضح، کس طرف

حق ہے، صحابہ کرام کو خود معلوم نہیں تھا۔ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے دَاهِيَةُ الْعَرَب، عرب کے عقلمند ترین انسان وہ بھی حضرت معاویہ کی طرف تھے۔

جب یہ شہید ہوئے تو انہوں نے ہاتھ اُٹھا لئے، اور انہوں نے کہا کہ او! ہم سے بڑی غلطی ہوئی، عمار تو اِن کے ساتھ تھے، اور اِن کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی نشانی فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حق کے لئے جد و جہد کرنے کی، کوشش کرنے کی، اور دین کے لئے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اُن جیسا ہمیں قوی ایمان عطا فرمائے۔

**و صلی اللہ علیٰ خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد و آله و سلّم۔**

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر ہو رہا تھا۔ یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ روئے زمین پر جو اُن کے مبارک اعضاء سے، ہاتھ، پیر سے جو اعمال سرزد ہوتے ہیں، عرشِ الٰہی سے حق تعالیٰ شانہ اپنے کلامِ پاک میں اُس کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ اور حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ تو اُن میں ہیں کہ جو احکام نازل کرنے ہیں، اور جو آیت اُترنے والی ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ پہلے اُن کی زبانی بلواتے ہیں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں محدَّث گزرے ہیں، اگر میری اس امت میں محدَّث ہیں تو وہ عمر ہیں۔

## جن کی زبانی خدا بولتا ہے

محدَّث، کہ جن کی زبانی خدا بولتا ہے۔ اسی لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مشورہ دیا، جو بات فرمائی، حق تعالیٰ شانہ نے اسی کے مطابق قرآنِ پاک میں حکم نازل فرمایا۔ کوئی درجن سے زائد قرآنِ پاک میں آیتیں ایسی ہیں کہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ مثال کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ نہ بنالیں؟ **وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى**، اُسی کی تائید میں، جو آپ

نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، تو اُس کی تائید میں اُوپر سے آیت نازل ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ، آپ کے دولت کدہ پر ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، کاش کہ ذرا پردہ کا اچھا مناسب انتظام ہو جائے، آیت نازل ہوئی۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اور اُس کی قرآنِ پاک سے تائید ہوئی، اور حق تعالیٰ شانہ نے اُس کے متعلق آیت نازل فرمائی۔

## اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آناءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا

یہ دیگر صحابہ کرام وہ ہیں کہ وہ روئے زمین پر کوئی عمل کرتے ہیں اور آیت اُن کے شان میں اُترتی ہے۔ حضرتِ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نماز ہم بھی پڑھتے ہیں، لیکن اُن کی نماز کیسی ہوگی؟ کہ قیامت تک کے لئے، قرآنِ پاک میں اُس کا تذکرہ، اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آناءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَائِمًا۔ کہ اُن کی نماز، اُن کا قیام، اُن کا سجدہ، حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اتنا پیارا، اتنا پیارا، کہ فوراً آیت اُن کی شان میں اترتی ہے، حق تعالیٰ شانہ اُن کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کہ کیسے لوگ ہیں! کہ جو کتنے خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، قیام کرتے ہیں، رکوع کرتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، بیک وقت یہ دونوں صاحبان حاضر ہوئے تھے، حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں پر مظالم ڈھائے جارہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ طور پر صحابہ کرام جب مسلمان ہونا چاہتے تھے، ان سے پوشیدہ طور پر بیعت لیتے تھے، اور تعلیم بھی پوشیدہ طور پر، چپ چاپ۔ اور دارِ ارقم میں جہاں آپ سعی کے لئے جب پہنچتے ہیں، تو سب سے پہلے جہاں سے آپ سعی شروع کرتے ہیں صفا، تو صفا کے

نیچے جہاں اس وقت صحن ہے، وہاں کسی جگہ یہ دارِارقم تھا،**فِیْ اَصْلِ الصَّفَا**، صفا کے بالکل نیچے۔ وہاں دارِ ارقم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابھی درجن بھر صحابہ کرام بھی ابھی ایمان نہیں لائے تھے، اُس وقت یہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ وہاں پہنچتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ دروازہ پر حضرتِ عمار کھڑے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے کی نیت سے حاضر ہورہا ہوں، آپ یہاں؟ انہوں نے عرض کیا، کہ میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ بیک وقت یہ دونوں دارِ ارقم میں داخل ہوئے، بیک وقت اسلام لائے۔

## سیدنا صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر مظالم کی حد ہوجاتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں ہجرت کی اجازت دیتے ہیں،ایک دفعہ ہجرت حبشہ کی طرف ہوتی ہے، پھر مدینہ منورہ کی طرف۔ مدینہ منورہ کی طرف جب ہجرت ہورہی تھی، اس وقت حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے نکلے۔

جیسے ہی کفارِ مکہ کو پتہ چلا، تو انہوں نے آپ کا راستہ روک لیا، اور وہ کہنے لگے کہ تم تو ایک اجنبی آدمی تھے، اور یہاں آکر بس گئے، تم نے دولت کمائی، مال کمایا، تم یہاں سے نہیں جاسکتے۔ بالآخر حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دولت عمر بھر کی کمائی کی اکٹھی کی تھی، وہ ساری کی ساری اُن کے حوالہ کی اور اپنی جان بچا کر وہ مدینہ منورہ پہنچے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی داستان عرض کی۔

اِدھر وہ اپنی داستان عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں اس طرح یہاں پہنچا، اوپر سے آیت نازل ہوتی ہے کہ، **وَ مِنَ النَّاسِ مَن یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰه**، اُن کے عمل میں کتنا اخلاص ہوگا۔ دولت، اہل ثروت آج بھی تقسیم کرتے ہیں، مگر اُن کی اس دولت

کی قربانی حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کتنی پسند آئی کہ آیت نازل ہوئی کہ وَ مِنَ النَّاسِ مَن یَّشْرِی، کہ اپنی جان بچانے کے خاطر ساری دولت لُٹا دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اپنی جان اور مال اور ہر چیز کو نچھاور کرنے کی اور نثار کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

**و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سجدہ سہو کا لقمہ دینا پڑا، اس لئے کہ کبھی آپ کو کوئی مسئلہ پیش آتا ہے، اور تنہائی میں پیش نہیں آتا، مجمع میں، بڑے مجمع میں پیش آتا ہے، تو وہ ہمیشہ کے لئے یاد رہ جاتا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں میں طالبِ علمی کے زمانہ سے امام رہا۔ جیسا اُس دن میں نے عرض کیا تھا کہ میرے tonsil کے آپریشن سے آواز خراب ہوگئی، ورنہ اچھی آواز تھی۔

ابھی ہمارے ازہر میں مولانا ابراہیم صاحب کو ہم نے قرآن شریف ہمارا اردو ترجمہ دیکھنے کے لئے دہلی بھیجا جہاں سے شائع ہوا، اُس سلسلہ میں، میں نے اُن کو بھیجا تھا۔ اُن کا فون آیا کہ واپسی کی جلدی ہے، بچہ کا tonsil کا آپریشن کرانا ہے۔ میں نے اُنہیں منع کردیا، کہ پہلے علاج کی کوشش کریں، انتہائی آخری فیصلہ کے نتیجہ میں آپریشن کروایا جاسکتا ہے، ورنہ اُس سے احتراز کرنا چاہئے۔ کیوں کہ بعض بہت خطرناک قسم کے واقعات ہوئے ہیں، اس آپریشن سے۔ ایک شخص اچھا بھلا ہماری طرح سے مردانہ آواز، آپریشن کروایا، عورتوں جیسی آواز ہوگئی۔ لا علاج ہوگیا۔ کسی دوسرے آپریشن سے بھی وہ ٹھیک نہیں ہوسکتی تھی۔

اس لئے میں وہاں جب مشکوٰۃ کا طالبِ علم تھا، تو حضرت کی مسجد میں پہلا ہی ہفتہ ہوگا،

خدمت میں میں جانے لگا، طالبِ علمی کے ساتھ ساتھ۔ خدمت تو شروع ہو چکی تھی کہ جب میں نے وہاں رہنے کا فیصلہ کیا، تو پہلے ہی دن حضرت نے عصر کے بعد کی مجلس میں چائے چل رہی تھی۔ دوران فرمایا کہ عبد الرحیم کا بھائی یوسف کدھر ہے؟ میں کھڑا ہو گیا کہ جی حضرت۔ حضرت نے فرمایا کہ نصیر اس کو دیکھ لے، یہ یہاں رہے گا، یہاں اس نے داخلہ لیا ہے، اس کا خیال رکھئے گا۔ وہ کھلانے، پلانے کے منتظم تھے، حضرت مولانا نصیر الدین صاحب، کتب خانہ کے مینیجر تھے، حضرت کے لئے وزیر مالیات تھے۔ یہاں سے پھر وہ خدمت شروع ہوگئی، حضرت کے اُٹھانے کرنے کی۔

اُسی ہفتہ میں ہمارے مسجد کے جو امام تھے، دفتر کی مسجد کے، مفتی مظفر حسین صاحب، جو مظاہرِ علوم کے ناظم اعلیٰ اور مہتمم بھی ہیں۔ فجر کی نماز میں کسی وجہ سے وہ نہیں آسکے۔ وقت ہو گیا تو مؤذن نے عرض کیا کہ حضرت امام صاحب تو نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی کون پڑھائے؟ میں وہاں گجرات میں جامعہ حسینیہ میں نماز پڑھایا کرتا تھا، وہاں تو کوئی امام متعین نہیں تھے۔ ہمارے مولانا صاحب supervisor تھے، طلبہ میری طرف اشارہ کرتے، میں منع کرتا تو وہ مجھے ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ پر لے جا کر کھڑا کرتے۔ نماز وہاں پڑھاتے رہے، حضرت کے سامنے میرا نام لیا گیا، تو میں مصلیٰ پر چلا گیا۔ نماز کے بعد جب حضرت کو لے کر کچے گھر پہنچے، تو حضرت نے فرمایا کہ اوہو!

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب خلیفہ بنے اور آپ نے خلیفہ بنتے ہی جیسے مصلیِٰ نبوی پر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کی، صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ان کی اللہ اکبر نے ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر یاد دلا دی۔

کیوں؟ کہ اُن کے پہلے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خلیفہ تھے، وہ ہر وقت رونے دھونے والے، اس سے فرصت ہی نہیں ہوتی تھی بول ہی نہیں سکتے تھے۔

ایک دفعہ جمعہ میں، منبر پر تشریف لائے، **الحمد للہ** ۔ آگے رونا شروع ہو گیا، بول ہی

نہیں سکتے اتر گئے، نماز پڑھا دی۔ وہاں سے فقہاء نے، صاحب ہدایہ نے مسئلہ بیان کیا کہ **الحمد لله** ہی، اگر ذکر اللہ بھی ہو جائے، خطبہ کے بدلہ تو بھی کافی ہے۔ اُن کی تکبیر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رونے دھونے والی ہوتی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تکبیر فاتحِ خیبر کی تکبیر تھی۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی **اللہ اکبر** یاد دلا دی۔ مجھے حضرت نے فرمایا کہ آج تو میرے والد صاحب کی نماز مجھے تو نے یاد دلا دی، وہ ایسی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ تو ہو گیا، آج سے یہ ہمارا امام، پھر ہمارے مفتی مظفر حسین صاحب کے لئے چھٹی ہو گئی، وہ عشاء میں اکثر نہیں آتے، اور پھر مستقل طور پر فجر کی نماز اپنے محلّہ میں پڑھ لیتے تھے، اُن کو دور سے آنا پڑتا تھا، تکلیف ہوتی تھی۔ اُس کے بعد سے پھر ہم مستقل امام ہو گئے سفر میں، حضر میں۔ آخری وصال سے پہلے مدینہ طیبہ میں حضرت حرم شریف نہیں جا سکتے تھے، جو جمعہ وہاں مدرسہ علومِ شرعیہ میں حضرت نے اپنے کمرے میں پڑھا، چار پائی پر، وہاں جمعہ بھی، خطبہ بھی پڑھایا۔ اور وہاں بھی دفتر کی مسجد میں بھی، بارش کی وجہ سے جمعہ ہوتا تھا۔ حضرت حکیموں والی مسجد میں نہیں جا سکتے تھے، اس وقت بھی وہاں جمعہ پڑھانے کی نوبت آئی۔

امامت بھی حضرت کے یہاں، ایک دفعہ رمضان المبارک میں seventies کا قصہ ہے یہ۔ کہ حضرت کا جس ڈاکٹر نے علی گڑھ میں آپریشن کیا تھا ڈاکٹر شُکلا، ہندو تھے آپریشن کی تفصیل بڑی لمبی ہو جائے گی، ہمارے دس منٹ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر شکلا حضرت کے یہاں اعتکاف کے دوران اخیر عشرہ میں رمضان المبارک کے کسی رات میں تشریف لائے۔ حضرت نے اُنہیں کھلانے پلانے کا بڑا اہتمام فرمایا، اُن کے قیام کا بڑا انتظام فرمایا۔ اور وہ تمام پروگراموں میں، نماز وغیرہ میں ایک طرف بیٹھ کر شریک رہے، دیکھتے رہے۔

عشاء کی نماز سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ آج ڈاکٹر شُکلا بھی ہوں گے، ذرا اچھی طرح

سے پڑھ دیجئے۔ جو وتر کی نماز ہے تو اُس میں مسنون قراءت ہے **سَبِّحِ اسْمَ**، اور **هَلْ اَتاکَ**، اور **قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْن**۔ اس جیسی سورتیں، اُس کی قریب کی، یا اس کے کم کی پڑھی جاسکتی ہیں۔ کبھی لمبی سورتیں وتر میں حضرت کے یہاں پڑھی نہیں، مگر جب حضرت نے یہ فرمایا، تو میں نے پہلی رکعت میں **وَ الْمُرْسَلٰت** پڑھی اور دوسری میں بھی اسی طرح کوئی لمبی سورت پڑھی، تیسری اوساطِ مفصل میں سے کوئی سورۃ پڑھی ہوگی۔

نماز میں قنوت کے بغیر میں رکوع میں جا رہا تھا تو اس وقت تو یاد نہیں، اُس وقت کسی نے کہا سلام پھیرنے کے بعد جب سجدہ سہو میں نے نہیں کیا، کسی نے کہا کہ رکوع میں سے پھر اُٹھے ہیں فرض سے، پھر واجب کی طرف آئے ہیں، نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر دوبارہ نماز پڑھانی پڑی۔ جب دوبارہ نماز پڑھائی تو وہی **وَ الْعَصْر**، **اِنَّا اَعْطَيْنَا**، اور **قُلْ هُوَ اللّٰه**۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے دوست حکیم اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کان میں، اب یہ تو میں نے کہا کہ حضرت کے یہاں جب مجمع چلا جائے گا اور خدام ہوں گے، تو حضرت کوئی فقرہ فرمائیں گے۔ میرے کان میں حکیم جی فرماتے ہیں کہ اتنی لمبی بھی وتر نہیں پڑھی تھی، اور اتنی مختصر بھی نہیں پڑھی تھی۔ مختصر تو یہ تین سورتیں سب پڑھتے ہیں۔ مگر میں نے ذرا جلدی بھی پڑھائی تیز تیز۔ اسی لئے چونکہ مسئلہ اُس وقت سے یاد تھا، میں نے سوچا کہ اب یہ گرمیوں کی راتیں ہیں، سب تھکے ہوئے ہوں گے، جب دوبارہ دو رکعت پڑھنی پڑے گی تو ذرا بوجھ محسوس ہوگا۔ میں نے سوچا کہ ان کو لقمہ دے کر سجدہ سہو کرادیں۔

**و صلّٰی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

۶/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچیوں نے کتابیں ختم کیں۔ صحیح بخاری کی آخری حدیث پڑھی، اسی طرح ترمذی، ابو داؤد، شمائلِ ترمذی، ان کی آخری حدیثیں ابھی باقی ہیں، یہ ترمذی کی آخری حدیث میں پڑھتا ہوں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم، حَدَّثَنَا اَبُوۡ حَفۡص عَمۡرو ابۡن عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثنا یَحۡیٰ بۡنُ سَعِیۡدِ الۡقَطَّان قَالَ حَدَّثنَا الۡمُغیۡرَۃُ بۡنُ اَبِیۡ قُوَّۃِ السَّدُوۡسِیۡ قَالَ سَمِعۡتُ اَنَس بۡنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنۡہُ یَقُوۡلُ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ اَعۡقِلُھَا وَ اَتَوَکَّل، او اُطۡلِقُھَا وَ اَتَوَکَّل، قَالَ اِعۡقِلۡھَا وَ تَوَکَّلۡ، قال عَمۡرو ابۡنُ عَلِیٍّ قَالَ یَحۡیٰ بۡنُ سَعِیۡدٍ ھذَا عِنۡدِیۡ حَدِیثٌ مُنۡکَرٌ قَالَ اَبُوۡ عِیۡسیٰ ھذا حَدِیۡثٌ غَرِیۡبٌ مِنۡ ھٰذا الۡوَجۡہِ لاَ نَعۡرِفُہُ مِنۡ حَدِیۡثِ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ اِلاّ مِنۡ ھٰذا الۡوَجہ، وَ قَدۡ رُوِیَ عَنۡ عَمرِو بۡنِ اُمَیَّۃَ الۡضمرِیۡ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نَحۡوَ ھٰذَا وَ قَدۡ وَضَعۡنَا ھٰذَا الۡکِتَابَ عَلیٰ الۡاِخۡتِصَارِلِمَا رَجوۡنَا فِیۡہِ مِنَ الۡمَنۡفَعَۃِ نَسۡئَلُ اللّٰہَ النَّفۡعَ بِمَا فِیۡہِ وَ اَن لاَ یَجۡعَلَہُ عَلَیۡنَا وَ بَالاً بِرَحۡمَتِہِ اٰخر الۡکِتَاب وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ حۡدَہُ عَلٰی اِنۡعَامِہِ وَ اَفۡضَالِہِ وَ صَلاَتُہُ وَ سَلاَمُہُ عَلیٰ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡن اَلۡاُمِّیۡ وَ صَحۡبِہِ وَ اٰلِہِ، حَسۡبُنَا اللّٰہ

وَ نِعْمَ الْوَکِیْل وَ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم وَ لَہُ الْحَمْدُ عَلیٰ التَّمَامِ وَ عَلیٰ النَّبِیِّ وَ اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَفْضَلَ الصَّلوٰۃ وَاَزْکیٰ السَّلام وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

## اللہ پر توکل

یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک سواری ہے، اونٹ ہے، گدھا ہے، خچر ہے، گھوڑا ہے، میں اپنی سواری کو ٹھیک سے رسی سے باندھ لو اور پھر اللہ پر توکل کروں کہ اللہ اس سواری کی حفاظت فرمائے، یہ کہیں ادھر اُدھر بھاگ نہ جائے؟ یا پھر میں اس سے اوپر توکل کا درجہ اختیار کر کے اس کو نہ باندھوں، کھلا چھوڑ دوں، اللہ کے بھروسہ کہ یہ کہیں نہیں جاتی، اللہ اس کی حفاظت فرمائیں گے؟ کیا کروں؟

اس کو علمی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ میں توکل کروں، اسباب اختیار کر کے توکل کروں؟ یا کہ اللہ پر میں بھروسہ کروں۔ کہ روزی وہی دینے والا ہے وہی کھلاتا ہے، پلاتا ہے، اس نے تمام جاندار کی روزی اپنے ذمہ لے رکھی ہے، اس پر اعتماد اور توکل کر کے مسجد میں پڑ جاؤں اور بیوی بچوں کو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دوں کہ وہی اس کا ذمہ دار ہے، بچوں کو بھی وہی کھلائے گا، پلائے گا، اور میں کوئی کام نہ کروں، دکان، تجارت، کوئی دنیوی مشغلہ اختیار نہ کروں، مسجد میں اللہ اللہ کرتا رہوں، اس طرح توکل کروں؟ یا میں اسباب اختیار کروں؟ کہ نوکری کروں، کام ڈھونڈوں، کام کروں، تجارت کروں، بزنس کروں، فیکٹری چلاؤں، اور پھر اُس کے بعد یہ اسباب اختیار کر کے اللہ سے، اللہ پر توکل کروں، کہ اس فیکٹری کے ذریعہ، دکان کے ذریعہ، اس کام کے ذریعہ، نوکری کے ذریعہ اللہ مجھے روزی دے گا، تو دونوں میں سے سبب اختیار کر کے کروں؟ یا بغیر سبب کے؟

یہی سوال، ایک بہت بڑے بزرگ ہیں، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ ہندوستان پہلے جس کو متحدہ ہندوستان کہا جاتا ہے، کہ ایک ہندوستان تھا کہ جس میں یہ موجودہ ہندوستان، پاکستان، موجودہ پاکستان اور مشرقی پاکستان جو بنگلہ دیش بنا۔ اور اُس کے اطراف کے علاقے بھی سب ملا کر ایک ملک تھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کسی زمانہ میں، ہر جگہ کارڈ لکھے ایک ہی مضمون کے اور ہر مسلک کے علماء کو لکھے، چاہئے وہ دیوبندی ہو، بریلوی ہوں، شیعہ ہوں، جماعتِ اسلامی، سلفی، کسی مسلک کے ہو، سب کو لکھے کہ آپ کے یہاں بھی حدیث پڑھائی جاتی ہے، آپ کی سند آپ بتا سکتے ہو؟

جوابی لفافہ، جوابی کارڈ حضرت بھیجتے تھے، اُن کو، کسی مسلک کا ہو، جانتا ہو نہ جانتا ہو سب کو جواب بھیجنا پڑا۔ صرف لکھ دیا کہ ہماری سند یہ ہے کہ میں نے فلاں استاذ سے حدیث پڑھی، انہوں نے فلاں سے پڑھی، انہوں نے فلاں سے۔

## مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ پورے ہندوستان میں ان تمام ممالک سے جو میرے پاس جواب آئے، سب کی سند جا کر پہنچتی تھی حضرت شاہ ولی اللہ تک، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ذریعہ یہ علمِ حدیث پورے ہندوستان میں پھیلا۔

اور کیوں نہ پھیلے؟ ان کی ایک ایک کتاب آپ پڑھیں گے، **حجة الله البالغة** ۔ حضرت قاری طیب صاحب مستقل جس طرح انہوں نے ترمذی سال بھر میں ختم کی، اس طرح اُس کا درس دیا کرتے تھے، طلبہ ان سے پڑھتے تھے۔

اُن کی بہت سی کتابیں ہیں، ایک چھوٹی سی کتاب ہے **الدُّرُّ الثَّمِیْن فِی مُبَشِّرَاتِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن**، کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنہیں جو زیارت ہوئی، وہ زیارت خواب میں ہوئی، یا بیداری میں ہوئی، حضرت کے یہاں ہر چیز کی تحقیق ہوتی تھی۔

جب میں حضرت کی خدمت میں تھا مشکوٰۃ کے سال، تو حضرت نے اپنے یہاں تمام کتابیں جو تھیں سب میں دیکھا، تحقیق کی، پھر جو کتابیں نہیں تھیں تو اور جگہ لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت دو طرح سے ہوتی ہے، دنیا میں، زندگی میں، خواب میں ہوتی ہے یا بیداری میں ہوتی ہے۔ اب دونوں میں سے افضل کونسی ہے؟ بیداری والی، کہ اس میں انسان پوری اپنی وعی کے ساتھ ہے، ہر چیز دنیا کی سمجھتا ہے، بوجھتا ہے، اور کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ملاقات ہوئی، تو یہ بہت اونچے مرتبہ کی ہے یا جو خواب میں زیارت ہوتی ہے، اس کا مرتبہ زیادہ اونچا؟ ہر چیز کی حضرت کے یہاں تحقیق ہوتی تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب میں جو اُنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں ہوئی یا خواب میں، ان سب کو جمع کیا ہے۔

## پہلا سوال

اس میں انہوں نے لکھا کہ ایک دفعہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی مکاشفہ میں، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کئے۔ ایک سوال یہ کیا کہ یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ جو خلفاءِ کرام کی ترتیب ہے، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، اس ترتیب سے میں اپنا عقیدہ رکھوں یا پھر دوسرے طریق سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہلے نمبر پر مانوں کہ پہلا درجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، پھر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ؟ صرف فضیلت اور افضلیت میں، مانتا ہوں چاروں کو، لیکن میرا رجحان زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی افضلیت پر ہے، میں یہ عقیدہ رکھ سکتا ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، جو جمہور اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ جس ترتیب سے خلافت واقع ہوئی ہے اُسی طرح عقیدہ ہونا چاہئے اور افضلیت بھی اسی ترتیب سے کہ

اُمت میں سب سے بڑے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

## دوسرا سوال

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسرا سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالی نے مجھے بہت علم دیا ہے، میں خود اپنے طور پر اجتہاد کر سکتا ہوں، اس کی اپنے اندر اہلیت پاتا ہوں تو میں تقلید کروں، یا تقلید کو چھوڑ دوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقلید کرو۔ ان کے لئے بھی تقلید۔ اس لئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا علم اپنے طور پر بہت بڑا، بہت اونچا، مگر انہوں نے ان سے پہلے جو بارہ سو برس پہلے امام اعظم ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ، ان کا خاندان ان کی پیروی کر رہا ہے، ان کے والد صاحب حنفی، وہ خود بھی حنفی ہیں، تو اس کو چھوڑ کر مستقل اپنے اجتہاد پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جتنا موجودہ علم ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے نقل کیا ہوا، وہ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم ہے، لیکن جو حقیقۃً جو اللہ تعالی نے انہیں علم دیا تھا وہ تو ہمارے سامنے نہیں ہے، بہت سے علوم ضائع ہو گئے، وہ کتابیں ضائع ہو گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں تقلید، تقلید کا حکم فرمایا اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو موجودہ ترتیب ہے خلفاء کی، اسی طرح عقیدہ بنانے کا حکم فرمایا۔

## تیسرا سوال

تیسرا سوال یہ کیا کہ یا رسول اللہ! میں دونوں طرح زندگی گزار سکتا ہوں، اسباب اختیار کئے بغیر بھی اللہ کی ذات پر توکل کروں، اسباب کو چھوڑ دوں کہ اللہ روزی دینے والا ہے۔ ہر کام، کہیں جانا ہے، کسی کو فون نہ کروں کہ لاؤ، کار بھیجو۔ اللہ میاں، مجھے جانا ہے، دعا کر رہا ہوں، وہی انتظام کرے گا، ہر چیز میں میں اسباب چھوڑ دوں اور توکل کروں یا اسباب کو

اختیار کر کے توکل کروں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ نہیں، اسباب اختیار کر کے توکل کرو۔

اللہ تبارک وتعالی جو بچیوں نے سال بھر میں کتاب میں پڑھا، اس پر اُنہیں بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے ائمہ کرام، اہلِ سنت کے ائمہ، ان کے عقیدہ پر ہمیں جینے مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

**و صلّٰی اللہ علٰی خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد و آله و سلّم۔**

۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

**بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم**، آج ابوداؤد شریف کا ختم ہے۔ **بَابٌ فِی الرَّجُلِ یَسُبُّ الدَّھْرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنُ سُفْیَانَ وَ ابْنُ السَّرْحِ، قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنِ الزُّھْرِیْ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یُؤْذِیْنِیْ اِبْنُ آدَمَ، یَسُبُّ الدَّھْرَ،وَ اَنَا الدَّھْرُبِیَدِی الْاَمْرُ، اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَ النَّھَارَ، قَالَ اِبْنُ السَّرْحِ عَنْ اِبْنِ الْمُسَیِّبِ مَکَانَ سَعِیْدٍ۔**

...

## دعاءِ قنوت

سبق کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے، ایک بات وتر کی نماز کے متعلق عرض کردوں، کہ خیال ہوا کہ شاید ہم میں سے بہت سے حضرات قنوت مکمل نہیں پڑھتے، کیوں کہ عام کتابوں میں جو ہمارے یہاں قنوت چھپا ہوا ہے، قنوت **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ** سے شروع ہوتا ہے، اور **اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِق** پر ختم ہوتا ہے۔ حالانکہ ہمارے فقہاء نے بھی اس کو مستحب لکھا ہے، کہ اس قنوت کی دعا کے بعد **وَ صَلیَّ اللّٰہُ عَلیٰ النَّبِیِ الْکَرِیْم**، درود شریف ساتھ پڑھنا چاہیے، **وَ صَلیَّ اللّٰہُ عَلیٰ النَّبِیِ الْکَرِیْم**۔

آسان ہے، یاد ہوگیا ہو آپ لوگوں کو، تو اس کو پڑھ لیا کریں تا کہ ہماری وتر مکمل ہو، اور قنوت ہمارا مکمل ہو۔ جو شوافع کے یہاں اور دوسرے ائمہ کے یہاں وتر میں قنوت ہے، **اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَ عَافِنَا فِيمَنْ عَافَيْتَ**، اس کے ختم پر **وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ** چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اور ہمارے یہاں تھوڑی سی چھاپنے والوں کی غلطی کہئے۔ آج پتہ چلا تو آج سے اس کو درست کرلیں۔

...

یہ جو میں نے حدیث پڑھی اس وقت، یہ سننِ ابی داؤد کی آخری حدیث ہے۔

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، نے جب اپنی صحیحِ بخاری مکمل کی، تو مکمل کر کے اپنے جن اساتذہ کے سامنے اس کو پیش کیا، کہ آپ اس پر نظر فرمالیں، اچھی طرح دیکھ لیں کوئی غلطی نہ ہو، کوئی مشورہ، تو انہوں نے جن کے سامنے پیش کیا، ان میں حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اور انہوں نے اس کو پاس (pass) کیا، بلکہ مجمع میں اعلان فرمایا اور لوگوں کو ترغیب دی۔ اور اس کی قبولیت تو یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر زمانہ میں اس صحیح بخاری کے متعلق مبشرات رہے، بشارتیں رہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ایک مقبول کتاب ہے۔

اسی طرح حضرت امام ابو داؤد نے اپنی جو یہ کتاب لکھی، حضرت امام ابو داؤد نے بھی اس کو مکمل کر کے فرمایا کہ میں نے اسے علماءِ حجاز کے سامنے پیش کیا، اور علماءِ عراق کے سامنے پیش کیا۔ علماءِ عراق میں امام احمد ابن حنبل جو آپ کے استاذ ہیں، خاص اُن کے سامنے بھی پیش کیا۔ اِن سب نے جب اس کو پاس (pass) کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ نبوت سے اس کتاب کو بھی بشارت ملی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ صدیاں گزر گئیں، اُس وقت سے لے کر آج تک، بارہ سو، تیرہ سو برس سے، برابر یہ مسلسل پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی

کتاب پیش کی اور امام ابو داؤد نے بھی اپنی کتاب پیش کی۔ اور امام ابو داؤد رہنے والے تو تھے اس علاقہ کے جہاں آج کل سالہا سال سے جنگیں ہو رہی ہیں، قندہار، عراق سندھ کے درمیان کا علاقہ، اور اُس علاقہ کو کہا جاتا ہے سیستان۔ جیسا کہ آج کل بھی بولتے ہیں جنوب بلوچستان۔

کسی زبان کے بدلنے کی وجہ سے ایک آدھ لفظ بدل جاتا ہے، یہ سیستان کا علاقہ، یہاں کے حضرت امام ابو داؤد ہیں۔ اور انہوں نے وہاں ایک خاص جو جگہ تھی، پوری علاقہ کا مرکز تھا بست، بُستی وہاں کے رہنے والے تھے۔ یہ کتاب وہاں سے لکھی گئی، سیستان سے، اور جب عربوں نے اس کو سیستان کو بولنا شروع کیا، تو انہوں نے اس کو سجستان بنایا۔ اسی لئے، اُس کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہاں کے رہنے والوں کو سجَزّی کہا جاتا ہے۔

## مشائخِ احمد اباد

مجھے یاد آیا ہمارے ڈاکٹر فرحان نظامی کے والد صاحب تھے، علی گڑھ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے پروفسر۔ میں نے جب ہمارے احمد آباد شہر کے بزرگوں پر کتاب لکھی، صرف احمد آباد شہر کے بزرگ میرے جیسا جاہل کو جتنے مل سکے اور وہ بھی، قریب کے دو سو تین سو سال چھوڑ کر کے صدیوں پہلے کے، وہ اُس کتاب میں صرف احمد آباد ہی کے مشائخ کو میں نے جمع کیا، وہ پانچ سو سے زیادہ، اور وہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوئی مشائخِ احمد آباد۔

وہ کتاب میں نے لکھ لی، مگر میں نے سوچا کہ اب جس طرح کہ امام ابو داؤد نے اور امامِ بخاری نے اپنے اُستاذ امامِ احمد کے سامنے پیش کی، تو یہ تاریخ کی کتاب ہے، اور تاریخ کی بھی پرانے صدیوں پہلے کے بزرگ ہیں۔ ہمارے یہاں حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے، آکسفورڈ (Oxford) یونیورسٹی کے بھی چونکہ وہ ممبر (member) تھے، سال میں ایک آدھ دفعہ جو اجلاس ہوتا تھا، یونیورسٹی کی

طرف سے خاص طور پر آپ کو دعوت دی جاتی تھی اور آپ تشریف لاتے تھے۔ اس میں یونیورسٹی کا chancellor (چانسلر) اور الگ الگ departments (ڈیپارٹمنٹ) کے لوگ ہوتے تھے۔

مولانا حضرت ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے پرچہ لکھا، میں ہمیشہ حاضری دیتا تھا، میں نے اُن کو پرچہ لکھا کہ حضرت مجھے آج چکر کی تکلیف ہے، میں سفر سے معذور ہوں، میرے لئے دعا فرمائیں کہ آئندہ سال آپ آئیں گے تو ملاقات ہوگی۔

حضرت نے فرمایا کہ آپ نہیں آ رہے ہیں تو میں آ رہا ہوں۔ حضرت تشریف لائے، دو سو، ڈھائی سو میل کا سفر کر کے۔ حضرت کے ساتھ وہاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک شعبہ ہے، اُس کے پروفسر ہیں ڈاکٹر فرحان نظامی، اُن کے والد صاحب ڈاکٹر خلیل نظامی، جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے director تھے، وہ بھی ساتھ تشریف لائے، اُن سے میں نے تذکرہ کیا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے، پھر ان کو کتاب دی۔

انہوں نے تین دن کے بعد ہی مجھے خط لکھا، بہت سراہا، بہت پسند کیا کہ یہ تو میری برسوں کی تمنا تھی۔ آپ نے تو احسن طریقہ سے اس کام کو انجام دیا۔ جو چھپی ہوئی کتاب ہے، اس میں اُن کا خط بھی ہے۔

## سَجَزِّی / سنجری

اس کتاب کے سلسلہ میں اُن سے تذکرہ ہو رہا تھا، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ یہ جو حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی جاتی ہے، سنجری آپ کو لکھا جاتا ہے، یہ نسبت صحیح ہے یا سَجَزِّی؟ میں نے کہا کہ سجزی صحیح ہے، سنجری نہیں۔ بہت خوش ہوئے، بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میری بھی یہی تحقیق تھی، اس لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی اس میں کیا رائے ہے۔

میں نے کہا کہ چشت وہ سجستان کے علاقہ میں واقعہ تھا،اور چشتی ہیں حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ،تو جیسے چشت کی طرف نسبت کر کے اُن کو چشتی کہا گیا، اسی طرح اُس علاقہ کی طرف سیستان، سجستان کی طرف نسبت کر کے اُن کو سجزی بھی کہا گیا۔ پھر اس پر انہوں نے کچھ اشعار سنائے کہ اگر سنجری ہو تو ان اشعار کا وزن نہیں بیٹھا، اور اگر سجزی ہو تو ان اشعار کا وزن صحیح بیٹھتا ہے۔تو یہ سیستان کے علاقہ سے ہیں۔

## اَنَا الدَّھُر ، اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَ النَّھَار

یہ جو میں نے حدیث پڑھی، یہ ابو داؤد کی آخری حدیث کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے،اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ **یُؤذِیْنِیُ اِبْنُ آدَمَ**، کہ انسان مجھے ایذاء پہنچا تا ہے، مجھے تکلیف پہنچا تا ہے، کیسے؟ **یَسُبُّ الدَّھُر** ، کہ اُس زمانہ کو گالی دیتا ہے، کہ زمانہ نے میرے ساتھ ایسا کیا، زمانہ بہت برا ہے، زمانہ نے یہ کیا،**وَ اَنَا الدَّھُر و انـا الـدھر** ، وہ **دھر** کو، زمانہ کو گالی دیتا ہے، میں زمانہ ہوں، یعنی زمانہ کا خالق ہوں، بنانے والا تو میں ہوں، اور جو اس کے ساتھ پیش آتا ہے، اس کو وہ زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ زمانہ نے میرے ساتھ ایسا کیا، کرنے والا تو میں ہوں۔ وہ گالی اُسے نہیں، مجھے دیتا ہے، مجھے ایذاء پہنچاتا ہے، **یَسُبُّ الدَّھُرَ ،وَ اَنَا الدَّھُر ، اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَ النَّھَار** ۔ کہ کوئی دنیا میں دکھائے تو صحیح ،جیسا حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کو چیلنج کیا تھا نمرود کو، کہ اللہ تو وہ ہے، جو مشرق کی طرف سے سورج کو لاتا ہے، مغرب میں ڈبوتا ہے۔تو مغرب کی طرف سے ایک دن لے آ، اگر تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔

اللہ نے یہ فرمایا کہ **اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَ النَّھَار**، کہ رات اور دن کا بنانے والا، رات جاتی ہے دن کو لانے والا، دن جاتا ہے رات کو لانے والا تو میں ہوں، اور وہ منسوب کرتا ہے اُن چیزوں کو **دھـــر** اور زمانہ کی طرف۔ امام ابو داؤد نے یہ باب قائم کیا، اور اخیر میں یہ روایت

لائے، اس روایت کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ یُؤ ذِیۡنِی انسان مجھے ایذاء پہنچاتا ہے۔

## حدیثِ قدسی

یہ مکمل حدیث، حدیثِ قدسی کہلاتی ہے۔ حدیثِ قدسی وہ ہے کہ جس میں الفاظ بھی حق تعالیٰ شانہ کے اور مضمون بھی حق تعالیٰ شانہ کے۔ اور یہ جو باقی ساری حدیثیں جو ہم ہر روز سنتے ہیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ، کہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُسے اتنا محبوب نہ بن جاؤں۔ یہ حدیثِ نبوی کہلاتی ہے، کہ جس میں مضمون حق تعالیٰ شانہ دل میں القاء فرماتے ہیں، یا فرشتہ کے ذریعہ بھیجتے ہیں، اور الفاظ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، اس لئے اُسے حدیث نبوی کہا جاتا ہے۔

اور یہ جو حدیث یہاں پڑھی گئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ یُؤْذِیْنِی ابْنُ آدَم۔ یہ حدیثِ قدسی کہی جاتی ہے کہ جس میں معانی بھی حق تعالیٰ شانہ کے اور الفاظ بھی حق تعالیٰ شانہ کے۔ جیسے قرآن ہے، قرآن میں معانی بھی حق تعالیٰ شانہ کے، اور الفاظ بھی حق تعالیٰ شانہ کے، مگر یہ حدیث قدسی نہیں کہلاتا، یہ کلامِ الٰہی کہلاتا ہے قرآنِ پاک۔

اور حدیثِ قدسی میں اور قرآنِ پاک میں کئی وجوہ سے فرق ہے، کہ یہ حدیثِ قدسی، اگر کسی کتاب میں ساری، ایک کتاب تھی میرے پاس، جس میں تمام احادیثِ قدسیہ جمع کی گئی تھیں، اُس کو بلا وضو کوئی اُٹھانا چاہئے تو وہ اُٹھا سکتا ہے۔ مگر کلامِ الٰہی قرآنِ پاک کو لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن، صرف باوضو اُسے چھو سکتے ہیں، اُسے ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ نماز میں اگر حدیث قدسی، یہ ابھی جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی یُؤْذِیْنِی ابْنُ آدَم، اگر کوئی پڑھے، تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اُس میں قرآن پڑھنا ضروری ہے۔ اور بھی متعدد وجوہات بیان کئے گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حدیثِ پاک کے ساتھ، اپنے کلام کے ساتھ ہمیں شغل عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اچھے اور برے ہر حال میں اُس کی ذات سے ہمیں وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خَیۡرِہٖ و شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ ہمارا ایمان، ہم دہراتے ہیں ایمانِ مفصل میں کہ خیر اور شر جو بھی پیش آتا ہے سب اللہ کی طرف سے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا ایمان مضبوط فرمائے۔

**و صلٰی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

آپ کے پاس جو کتاب ہو اُس میں سے مسلم شریف کی آخری حدیث کھول لیجئے۔ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ ابْنِ اَبِىْ شَيْبَةَ، قال حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَ حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيٰنَ عَنْ اَبِىْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِىْ مِجْلَز عَنْ قَيْسِ ابْنِ عَبّاد قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنهُ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ۔**

یہ صحیح مسلم کی آخری حدیث پڑھی ہے، اس میں **اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُم** کے پارہ کی ایک آیت **هٰذَانِ خَصْمَانِ اِخْتَصَمُوْا فِىْ رَبِّهِمْ**، اس کی تفسیر ہے، اور یہ کیسے نازل ہوئی، اُس کا شانِ نزول کیا ہے؟ یہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا گیا۔

یہ صحیحِ مسلم، جیسا میں نے گذشتہ سال عرض کیا تھا کہ آپ کے یہاں سپین (Spain) میں اور یہاں پرتگال (Portugal) میں جب صحیح بخاری کا درس شروع ہوا اور پھیلنی شروع ہوئی، اسی زمانہ میں یہاں پہنچ چکی تھی اور یہاں بھی اُس کا درس ہوا ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ Odivella کا نام ذکر کیا گیا، جو یہاں بھی ہے اور سپین (Spain) میں بھی ہے۔ اسی طرح صحیحِ مسلم کا بھی کیونکہ ساتھ ساتھ اور قریب زمانہ میں دونوں تیار ہوئی تھیں۔

حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب دشمن ستا رہے تھے، حکومت پریشان کر رہی تھی، علمائے سوء، غلط عقیدہ والے علماء، جو حکومت کو ظلم کرنے میں ساتھ دے رہے تھے اور امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن میں تنگ آ چکے تھے، اُس وقت حضرت امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے یہاں بلانے والے، امامِ مسلم تھے۔ اور انتہائی فدائیین میں سے تھے۔ آپ پر جان فدا کرنے والے شاگردوں میں سے تھے۔ اسی لئے جب آپ، امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُن کی دعوت پر نیشاپور تشریف لے گئے، تو ایک دفعہ جوش میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی تعظیم تکریم فرما رہے ہیں، کوئی ہاتھ چومتا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں جب آخری مرتبہ میں حاضر ہوا ہوں، جس سال حضرت کا (eighty two) ۱۹۸۲ء میں وصال ہوا۔ میں کوشش کرتا تھا کہ رمضان المبارک سے کافی پہلے میں پہنچ جاؤں، مگر جیسے ہی میں سفر کے متعلق لکھنا شروع کرتا تو حضرت بہت اصرار سے منع فرماتے کہ تمہیں وہاں بولٹن (Bolton) میں کام کرنا ہے، مسجد ہے، مدرسہ ہے، اہلیہ ہے، بچی ہے، اُن کو چھوڑ کر آنا مناسب نہیں۔ اور حضرت مختلف وجوہ سے منع فرماتے۔ میں پھر اصرار کرتا۔

تین جلدوں میں حضرت کے میرے اور بھائی صاحب کے نام جو خطوط چھپے ہوئے ہیں، محبت نامے، اُس میں آپ جگہ جگہ پڑھیں گے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت ساری صفات رکھی ہیں اور بہت ساری خوبیاں رکھی ہیں مگر نظرِ بد سے بچانے کے لئے تم میں ضد بھی رکھ دی ہے، کہ تم ضدی ہو۔ کہ ضد یہی ہوتی تھی، کہ میں جانا چاہتا تھا، حضرت کی خدمت میں حاضری پر میرا اصرار ہوتا تھا، حضرت منع فرماتے تھے۔ تو یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔

ایک دفعہ مجھے سہارنپور حاضر ہونا تھا، حضرت نے تحریر فرمایا کہ تم بار بار کے سفر سے مقروض بھی ہو چکے ہو، مقروض ہونے کی حالت میں تمہیں نہیں آنا چاہئے، اور مختلف وجوہات حضرت نے تحریر فرمائیں۔ پھر میں نے لکھا کہ والدہ صاحبہ سے میری اٹھارہ اُنیس برس سے ملاقات

نہیں ہوئی، میں نے اٹھارہ، اُنیس برس سے ماں کو نہیں دیکھا، وہاں تشریف لے جانے کے بعد کے جو بھائی بہن ہیں، جوان ہو رہے ہوں گے، اُن کو میں نے اب تک دیکھا نہیں، اور میں جب بھی ہر سال حضرت کی خدمت میں حاضری کے لئے عرض کرتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ حاضری ہو جائے، تو حضرت اصرار سے منع فرماتے ہیں۔

اُس کے بعد جب میں اس سفر میں سہارنپور پہنچا ہوں، تو اب تک، اس وقت بھی وہ منظر میرے سامنے ہے کہ حضرت کچے گھر میں، جس جگہ پر حضرت ڈاک لکھواتے تھے، اور دستر خوان پر تشریف رکھتے تھے، اسی جگہ حضرت تشریف فرما ہیں، اور جیسے ہی میں پہنچا اور لپٹ گیا حضرت سے، حضرت نے روتے ہوئے فرمایا کہ تیرے خط سے بڑا لطف آیا۔ میں نے وہ خط بار بار پڑھوایا، اندر بھی پڑھوایا، باہر بھی پڑھوایا، عصر کے بعد کی مجلس میں بھی پڑھوایا، جب چائے کی مجلس ہوتی ہے، جب طلبہ اساتذہ، مشائخ جمع ہوتے ہیں، کہ دیکھو یوسف کیا لکھتا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ اندر مستورات میں، بچیوں میں بھی پڑھوایا۔ اندر بھی بھیجا۔

یہ حضرت کا میرے ساتھ معمول تھا، لیکن ۸۲ء (eighty two) میں، جمادیٰ الاولیٰ میں میں نے مدینہ طیبہ فون کیا، ڈاکٹر اسماعیل صاحب میمنی کو جو اِس وقت (Canada) میں ہیں، دار العلوم چلا رہے ہیں، حضرت کے خلفاء میں سے ہیں۔ اُن کے یہاں فون تھا، میں نے حضرت کی خیریت پوچھنے کے لئے فون کیا، کہ حضرت کی طبیعت کیسی ہے۔

وہ فرمانے لگے، کہ حضرت کل ہی آپ کے متعلق پوچھ رہے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ تو حضرت کا معمول نہیں ہے۔ حضرت کا معمول تو میرے ساتھ اس کے برعکس ہے کہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، اور کوشش کرتا ہوں، حضرت منع فرماتے ہیں۔ حضرت کے منع فرمانے کے باوجود پہنچ جاتا ہوں اور ابھی رمضان المبارک میں تو جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ، رجب، شعبان، چار مہینے ابھی باقی ہیں اور حضرت نے پوچھا کہ یوسف کب آرہا ہے؟ تو میری طرف سے عرض کر دیں کہ میں ویزا (visa) منگواتا ہوں اور

visit visa پہنچ جائے، اور ویزا لگ جائے اور سیٹ(seat) مل جائے تو میں فوراً پہنچتا ہوں۔

## طالبِ علم کا خط

میں پھر جلدی سے جمادی الاولیٰ کے اخیر یا جمادی الثانیہ کے شروع میں حاضر ہوگیا۔ جب میں پہنچا ہوں، جس کی وجہ سے یہ پوری تمہید آپ کو سنائی، تو حضرت نے فرمایا کہ تیرے ایک طالبِ علم کا خط آیا تھا، اُس نے جو کچھ لکھا تو اس کی وجہ سے میں نے اُن سے کہہ رکھا تھا، کہ یوسف آئے تو مجھے بتادو کہ میں اُس کا منہ چوم لوں گا، حضرت نے یہ فرمایا تھا۔

ہم جب حاضر ہوتے تھے، تو ہم حضرت کا دستِ مبارک چومتے تھے، حضرت کی پیشانی کو چومتے تھے، حضرت سے لپٹ جاتے تھے۔ اسی طرح والدہ صاحبہ کی خدمت میں جب حاضری ہوتی تھی، تو والدہ صاحبہ کے ہاتھ چومتا، ماں کا ماتھا چومتا، ماں کے پیر چومتا، تو ماں تو ہٹا نہیں سکتی تھی، بس یہ فرماتی کہ بس بوتھئی گیو روا دے اوے، کہ بس بہت ہوگیا رہنے دو۔ پھر فرماتی کہ لا مجھے بھی تو چومنے دے۔

ہمارے یہاں چھٹیاں ہوتی تھیں، تو میں ہمارے یہاں طلبہ کو مدرسہ کی طرف سے دار العلوم کی طرف سے فارم دیا کرتا تھا، کہ یہ لے کر جایئے، یہ والدین پُر کریں گے یہ حصہ، یہ حصہ آپ کے مسجد کے امام صاحب یا اُستاذ ہوں گے تو وہ پُر کریں گے، مسجد والے حصہ میں پانچ وقت مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتے ہیں یا نہیں۔ ان کا چھٹیوں میں وہاں برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے، گھر میں کیسا ہے، یہ معلوم کرنے کے لئے یہ فارم ہوتا تھا۔

اور پھر میں زبانی اُن طلبہ کو ہدایت کیا کرتا تھا کہ دیکھو! کہ عربوں میں جانا ہوا تو اُن کے یہاں دیکھا کہ جیسے ہی بچہ باہر سے آئے گا تو باپ کو بوسہ دے گا، ہاتھ چومے گا، ماتھے پر بوسہ دے گا، دادا نانا ہوئے، تو اُن کو چومے گا، میں نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ چیز مفقود

ہے۔ بوسے تو نکل گئے، مصافحہ بھی نکل گیا،اور سلام بھی رخصت ہوگیا۔ ادب، تمیز ساری چیزیں ہمارے اندر سے رخصت ہوگئیں۔

## سب سے بڑا بزرگ: آپ کا باپ

میں طلبہ سے کہا کرتا تھا کہ جب آپ گھر پہنچیں والدصاحب سے جب ملیں، تو مصافحہ تو آپ کریں گے کہ یہاں سے گئے ہیں، مصافحہ کر کے، اُن کے ہاتھ کو بوسہ بھی دیجئے۔ اور پھر میں اُن سے کہتا کہ دیکھو، یہ نہ سوچنا کہ میرے باپ کی داڑھی نہیں ہے، داڑھی منڈا ہے۔ میرے باپ کے ہاتھ سے سگریٹ کی بدبو آتی ہے۔

میں نے کہا کہ سب سے بڑا بزرگ اللہ تک پہنچنے کے لئے آپ کے لئے آپ کا باپ ہے۔ میں نے کہا کہ کوئی مولانا آجائیں، کوئی بزرگ آجائیں، تو اُن کے پیچھے تو تم دیوانہ وار گھومتے رہو گے، اور بیچارہ باپ اس کی ایسی تیسی۔

میں نے کہا کہ یہ اُلٹی گنگا ہے، اُس سے آپ کو کیا لینا دینا، آپ اس کے پاس نہیں گئے، کوئی آ کر قطب بھی چلا گیا آپ اُس کے پاس نہیں گئے، تو اللہ کے یہاں پوچھ نہیں ہوگی، کہ بھائی وہ تمہارے پاس آیا تھا، تم اُس کے پاس کیوں نہیں گئے؟ لیکن وہ باپ اُس کے بارے میں تو پوچھ ہوگی۔

میں نے کہا کہ اسی لئے عربوں میں متواتر اُن کے یہاں سنت چلی آرہی ہے کہ وہ جتنی دفعہ گھر میں داخل ہوں گے تو وہ مصافحہ کریں گے اور چومیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ چیز ہمارے یہاں ختم ہوگئی۔

حضرت نے میرے متعلق فرمایا تھا کہ اس کے طالبِ علم کا خط آیا، مجھے سُن کر بڑی خوشی ہوئی، یوسف آئے تو مجھے بتانا، میں اُس کا منہ چوموں گا۔

## دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْک

حضرت امامِ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ہمارے اُستاذ، حضرت امام بخاری کو سب پیار کرتے ہیں، چومتے ہیں، اُن سے ایک دن رہا نہیں گیا، انہوں نے فرمایا کہ **دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْک** کہ ذرا ایک اجازت دیں گے، کہ سب تو، کوئی ہاتھ چوم لیتا ہے، کوئی ماتھا چومتا ہے، آپ ذرا پیر دراز کریں، تو پیر چوم لوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسی اُن حضرات کو عقیدت عطا فرمائی تھی اپنے مشایخ سے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے والدین کے ساتھ، ماں اور باپ کے ساتھ، دادا نانا اور رشتہ داروں کے ساتھ مشایخ کے ساتھ ہمیں بھی محبت عطا فرمائے۔ اُن کی عقیدت اور اُن کی تعظیم تکریم کی توفیق دے۔

اور حضرت اسی لئے یاد فرما رہے تھے، میں مدینہ منورہ پہنچا اور جمادی الثانیہ گذرا، پھر رجب گذرا، اور یکم شعبان، پیر کے دن ظہر اور عصر کے درمیان، تین بج کر چالیس منٹ پر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دو تین ماہ حضرت کے ساتھ رہنا ہوا۔

اللہ تعالیٰ ایسے کام کرنے کی توفیق دے کہ آخرت میں حضرت کا سامنا کرسکیں اور حضرت کو منہ دکھا سکیں۔

**و صلیٰ اللہ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ اَخْبَرَنَا مُعلّٰى بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَار، قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِىْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِىْ، قَالَ وَ رُؤيَا الْمُؤمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَ اَرْبَعِيْنَ جُزْءً ا مِنَ النُّبُوَّةِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِذَا ابْتُلِيْتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْاَثَر، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابنُ عَوْفٍ عَنْ اِبْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ هذا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ۔

یہ جو حدیث پڑھی یہ شمائلِ ترمذی کی حدیث ہے۔ دین کا ایک کلمہ کسی کو بتا دینا یہ بھی کارِ ثواب، لکھ کر خط میں پہنچا دینا، لیفلٹ (leaflet) میں پہنچا دینا، یہ بھی کارِثواب۔ کوئی دین اور اللہ کی ذات کی طرف، اُس کے دین کی طرف دعوت دینے والی چھوٹی کتاب لکھے اسے بھی دین کی خدمت کا ثواب ملتا ہے۔ مگر یہ جتنی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں، اُن کتابوں کے موضوع کے اعتبار سے اور محتویات جو مضامین اُس میں ہیں، اُس کے اعتبار سے اِن کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔

اسی لئے آپ نے بار بار سنا کہ **اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ صَحِیْحُ الْبُخَارِیُ**۔ کیوں کہ اس کا موضوع سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ اور یہ جامع امام بخاری، جامع مسلم، صحیحِ مسلم، یہ جامع اُن کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ابوابِ ثمانیہ کا ہونا ضروری ہے۔ آٹھ قسم کے باب لازماً اس میں ہوتے ہیں۔ اُس کے بعد پھر سنن کی کتابیں ہیں جس میں ترتیب فقہی طرز پر ہوتی ہے کہ جس میں پہلے **کتاب الطھارۃ**، پھر **کتاب الصلوٰۃ**۔

مگر یہ جو شمائل کی کتابیں ہیں، اس کا موضوع صرف اور صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور اُس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائے نبوت، روئے زمین پر آپ کی آمد، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سیرتِ پاک کے احاطہ کی وہ کوشش کرتے ہیں۔

## حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور یہ جب سے کتابی سلسلہ شروع ہوا، کتابی انداز میں مرتب کرنا دین کو شروع کیا گیا۔ تو اُس وقت سب سے پہلے جو کتاب سیرت اور شمائل کے طرز پر ملتی ہے، یہ عبید صنعانی کی ہے۔ پھر حضرت عروۃ ابن زبیر کی سیرت پر ایک کتاب ہے۔ بڑے اونچے محدثین میں سے ہیں، بڑے عابد حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور سب سے بڑی خوبی اُن کی یہ کہ اُن کے سامنے کتنی قیامتیں آئیں اور گذر گئیں۔ کیا مدینہ طیبہ میں، اور کیا عراق میں، کیا کربلا میں، اور کیا شام میں۔ پھر خود بڑوں کی آپس کی رنجشیں، جنگِ جمل، جنگِ صفین، وہ سب انہوں نے دیکھا، مگر انہوں نے کسی چیز کا اثر نہیں لیا۔ دو چیزیں مضبوطی سے وہ تھامے ہوئے تھے، ایک تحدیث، تدریسِ حدیث حدیث پاک کی نشر و اشاعت اور دوسرے اپنے معمولات کی ادائیگی۔

اور معمولات کی ادائیگی اس درجہ کی تھی، کہ آپ کے پیر میں آکِلہ ہو گیا جسے گنگرین (gangrene) کہا جاتا ہے۔ جس میں مشورہ دیا گیا، کہ یہ تو پیر کاٹنا پڑے گا۔ پہلے آپ نے منع کیا، پھر جب خود گھر کے لوگوں نے اور حکام نے آکر منت سماجت کی کہ حضرت آپ سفر میں ہیں، اگر آپ نہیں کٹوائیں گے، تو زہر سارے جسم میں سرایت کر جائے گا۔ اُس وقت تو یہ جو موجودہ آلات ہیں، وہ سارے تھے نہیں، لکڑی کو چیرا جائے اس طرح اُس کو کاٹا گیا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اس آپریشن (operation) کے دوران ٹکٹکی باندھ کر اُن کی شکل دیکھ رہے تھے، ان کے چہرہ پر کوئی تغیر نہیں تھا۔

یہی حال ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ اُن کا پیر کاٹا گیا تھا، اگرچہ اُن کا تو آپریشن تھیٹر (operation theatre) میں علاج کیا گیا، مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں تھے کہ اس کو کاٹا جائے۔ اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے، ایک جزء ہے پیر کیوں کاٹا جائے۔ چونکہ ہمارے والد صاحب مجذوب تھے، اس لئے بعض رشتہ داروں نے سمجھایا، کہ یہ تو اللہ کا حکم ہے۔ کہا اچھا اللہ کا حکم ہے، پیر آگے بڑھا دیا۔ یہی حال حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔

## حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیکرٹری جمیعۃ علماء پاکستان جنہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو الیکشن میں شکست دی تھی، اتنے بڑے (politician) اور سیاست دان، کہ بھٹو کا دعویٰ تھا، کہ اس کی پارٹی (people's party) جو اُس نے بنائی، اس قدر مقبولیت اس نے دیکھی، کہ اُس نے اعلان کیا کہ پورے ملک میں جہاں سے میں چاہوں الیکشن (election) میں کھڑا ہو سکتا ہوں، اور کوئی مجھے شکست نہیں دے سکتا۔

حضرت مفتی محمود صاحب کے علاقہ کے متعلق اُس نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ

میں نے اتنی جگہ منتخب کی ہے میری سیٹ (seat) کے لئے، میرا ارادہ تھا کہ آپ کے یہاں ڈیرہ اسماعیل خان سے بھی میں الیکشن لڑوں۔مگر آپ کے خاطر میں نے ایسا نہیں کیا کہ وہ آپ کا علاقہ ہے۔ مفتی محمود صاحب نے چیلنج دیا، فرمایا کہ بھٹو صاحب آزما کر دیکھ لیجئے۔لکھا ہے کہ تقریباً چھ سات جگہوں سے الیکشن لڑا تھا، مختلف علاقوں سے بھٹو نے ہر جگہ کامیاب سوائے مفتی صاحب کے، صرف مفتی صاحب نے اُسے شکست دی تھی۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی انگوٹھا کاٹنا تجویز ہوا، اُس کا آپریشن تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے ڈاکٹروں سے فرمایا کہ چلو بھائی کاٹ لو۔فرمایا حضرت یہ تو ویسے تھوڑا کاٹا جائے گا، آپ کو ہم کل پرسوں بلائیں گے، آپ خالی پیٹ ہوں گے، رات سے ہمارے پاس تشریف لائیں گے، صبح ہم اس کا آپریشن کریں گے، آپ کو آپریشن سے پہلے، وہاں پر انجکشن (injection) دیا جائے گا، اُس کے بعد پھر آپریشن ہوگا۔

مفتی صاحب نے فرمایا نہیں، ہرگز نہیں، یہ تو آپریشن ہے، فرمایا نہیں، اصرار فرمایا، اور مفتی صاحب نے پیر آگے کیا، انہوں نے آپریشن کرلیا، آپ کا انگوٹھا کاٹ لیا۔

اُن کا پتہ نہیں کنیکشن کہاں اوپر جُڑ گیا ہوگا، ہمارا تو جُڑتا ہی نہیں رونا ہی نہیں آتا۔شیعوں کے یہاں ذاکر آتے ہیں، بہت رُلاتے ہیں، اُوآہ کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت کی داستانیں سنا کر رُلاتے ہیں۔

ہمارے ایک دوست ہیں سعودیہ کے علاقہ میں، وہ اپنے تجارت کے سلسلہ میں جایا کرتے تھے، سونے کی تجارت تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں وہاں قسیم میں عصر کی نماز میں پہنچا۔سخت گرمی اور عصر کی نماز، مثلِ اول پر وہاں پڑھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا، وضو کر کے جیسے ہی پہنچا تو وہاں نماز شروع ہو چکی تھی۔ تکبیر ہوئی، امام نے اللہ اکبر کہا،، چند سیکنڈ (second) کے بعد میں نے محسوس کیا کہ کوئی رو رہا ہے، ایک طرف سے رونے کی آواز، دوسری طرف سے، ساری مسجد رو رہی ہے

عصر کی نماز میں جہری نماز بھی نہیں۔ میں نے سوچا کہ پتہ نہیں اُن کے یہاں کوئی واقعہ پیش آیا ہوگا، کیوں بیچارے رو رہے ہیں، نماز سے فارغ ہو کر ہم نکل رہے تھے، تو میں نے جو ہمارے گاہک تھے، جن کے خاطر میں اُس بستی میں جایا کرتا تھا، اُن سے میں نے پوچھا کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے کہ یہ سب لوگ رو رہے تھے، امام صاحب بھی اور مصلی بھی؟ فرماتے ہیں کہ نہیں، یہ تو دائمی ہے ہمیشہ کا معمول ہے۔ نمازوں میں سب اسطرح روتے ہیں، کتنا آسان اُن کے لئے رونا، اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو بھی اس طرح نرم فرمائے۔

## شیطان کی خوشامد

یہ جو ایک نفس، شیطان کو تو ہم ویسے ہی بدنام کرتے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ایک ایک جملہ میں بڑی حکمت ہوا کرتی تھی۔ حضرت کبھی فرماتے تھے کہ ہر وقت، ہم ہی اُس کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ شیطان کی خوشامد میں ہم لگے رہتے ہیں۔ اس کی میں ہمارے طلبہ کو اس طرح تفہیم کرتا ہوں، اُن کو سمجھاتا ہوں کہ ایک دوست ہے، وہ کہتا ہے کہ چلو ٹہلنے کے لئے چلو، دوست کہتا ہے، کہ نہیں میں بہت تھکا ہوا ہوں، اُس کو وہ بار بار کہتا ہے، کہ نہیں تو چل، تو چل۔ تو اُس کو کہتے ہیں کہ خوشامد، زبردستی، کسی طرح بھی اپنی بات منوانا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ شیطان تو بیٹھ گیا ہے، اس کو ضرورت نہیں کام کرنے کی، ہم اس کی خوشامد کرتے ہیں۔ شیطان کو ہم ویسے ہی بدنام کرتے ہیں، اصل تو ہمارا نفس ہے، ہمارے نفوس۔ یہ ہمارے اور خدا کے درمیان حائل اور حجاب اور رکاوٹ ہیں، اگر یہ بیچ میں سے ہٹ جائیں تو ہم خدا کو پا سکتے ہیں، حضرت کے یہاں دیکھا بڑے لوگوں کے یہاں دیکھا کہ انکے نفوس گویا ہوتے ہی نہیں۔

## شیخ سبیّل

ایک دفعہ ہمارے یہاں شیخ سبیّل مسجدِ حرام مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے امام، شیخ سبیّل

باٹلی تشریف لائے ہوئے تھے، دعا فرمائیں آج کل وہ بیمار رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں شفائے کاملہ عطا فرمائے۔

ڈاکٹر راجپورہ صاحب نے فرمایا کہ آج پروگرام یہ ہے کہ آج شیخ کو مکتب دکھانا ہے۔ وہاں ما شاء اللہ، جس طرح آپ کی یہ عمارت ہے اس سے بڑی عمارت ہے، اور اس میں پینتیس کلاسیں ہیں، اور ہر کلاس میں تیس سے زائد بچے۔ بہت بڑا مکتب اور اس میں درجہ حفظ وغیرہ بھی ہے۔

انہوں نے کہا کہ تمام کلاسوں میں ایک چکر لگ جائے، جلدی جلدی، میں شیخ کو لے کر جا رہا تھا۔ ایک کلاس میں احسن القواعد چھوٹے چھوٹے بچے پڑھ رہے تھے، تین چار سال کے۔ اُن کے جو اُستاذ تھے، وہ کھڑے ہو گئے اور اُنہوں نے مصافحہ کیا، اور انہوں نے اردو میں کہا کہ شیخ کچھ بیان فرمائیں۔ میں نے ترجمہ نہیں کیا جان بوجھ کر، پھر دوسری دفعہ انہوں نے میری طرف دیکھ کر مجھ سے کہا کہ شیخ سے کہیں کہ بیان فرمائیں۔ شیخ پوچھنے لگے، کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ حضرت، وہ فرما رہے ہیں کہ آپ کچھ بیان فرمائیں۔

اب تین سال کے الف با پڑھنے والے بچے، وہاں آپ کو اور مجھے کہا جائے کہ اِن کو نصیحت کرو، تو آپ اور میں یہی پہلے سوچیں گے کہ یہ تو ابھی بچے ہیں۔ لیکن شیخ واقعی حرم کا شیخ، اور ساری عمر وہاں امامت فرمائی، اُن کا نفس کہاں ہوگا؟ انہوں نے بیان جو شروع کیا، جس طرح جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں اس طرح اُن بچوں کو خطاب کر کے کہ قرآنِ پاک کی اہمیت، اور دین پر عمل، اور خدا سے تعلق، بولتے چلے گئے اور وہ اُستاذ وہاں کھڑے ہیں، اور سامنے صرف بچے ہیں، کوئی دو چار آدمی بھی ساتھ نہیں ہیں کہ جو شیخ یہ سوچتے ہوں کہ یہ سنیں گے۔ تو یہ ہمارے نفوس ہمارے اور خدا کے بیچ رکاوٹ ہیں۔

# بھائی خالد صاحب

اسی لئے یہ ابھی جو روایت پڑھی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ۔ ہمارے بھائی خالد صاحب کا قصہ میں سنایا کرتا ہوں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں ہم لوگ تھے، seventies کا قصہ ہے یہ، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معتکف امام کے داہنی طرف صف کے اخیر میں دیوار کے ساتھ ساری عمر ہمیشہ وہاں ہوا کرتا تھا دارِ جدید میں بھی اور دفتر کی مسجد کے اعتکاف میں بھی۔ اور اُس سے تین چار گز پر ہمارے بھائی صاحب کا بستر، پھر مولانا غلام احمد صاحب ڈیسائی کا، پھر میرا تھا، اور حضرت کے صاحبزادے جہاں ہمارے پیر ہوتے تھے، اُس کے قریب میں وہاں حضرت پیر صاحب کا، مولانا طلحہ صاحب کا بستر ہوا کرتا تھا۔

سورت میں حافظ برادرز (brothers) آپ میں سے بہت سے لوگ سورت گئے، جانتے ہوں گے، بہت بڑی اُن کی تجارت ہے۔ اُن بھائیوں میں سے ایک بھائی خالد صاحب، وہ حضرت مولانا طلحہ کے، شروع سے اُن کے خدام میں ہیں اب تک بھی ہیں۔ اب تو سفر میں دونوں ویل چیر (wheelchair) پر ہوتے ہیں، مگر اب تک خدمت جاری ہے۔

عشاء، تراویح سے فراغت پر تعلیم ہوتی تھی، فضائل درود شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے جو قصے ہیں، وہ پڑھے گئے۔ مجلس ختم ہوگئی، مجلس کے ختم کے بعد بھائی خالد پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور اُن سے عرض کیا کہ حضرت، ساری عمر بہت تمنا رہی، بہت دعائیں کیں، کوشش بھی کی، کسی نے بتایا وہ پڑھا بھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں نہیں ہوئی۔

یہ تو بالکل چپ چاپ ہوئی، ابھی بھی، بہت آہستہ بولتے ہیں بھائی خالد صاحب۔

حضرت کا بستر فاصلہ پر تھا، حضرت کے یہاں یقیناً آواز بھی نہیں جاسکتی تھی، اس لئے کہ وہ بہت بڑی مسجد ہے، ہزاروں آدمی، انکی نقل وحرکت، بات چیت کی آوازیں بھی آرہی ہیں، لوگ چلتے ہیں، بات کرتے ہیں، کوئی پڑھتا ہے۔شور میں حضرت کو آواز پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔ حضرت پیر صاحب مولانا طلحہ صاحب کو اتنے میں حضرت نے آواز دی، طلحہ! مولانا طلحہ تو حضرت کے پاس چلے گئے۔

بھائی خالد صاحب پیر صاحب کے بستر پر بیٹھے ہوئے ہیں، بیدار ہیں۔ کہ ابھی سوال کیا تھا، جواب ملنے سے پہلے، مولانا طلحہ صاحب چلے گئے، اتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ میدانِ محشر قائم ہے، اور ساری مخلوق بھاگی جارہی ہے، پریشان ہے، کوئی کدھر بھاگ رہا ہے، کوئی کدھر بھاگ رہا ہے۔ بھائی خالد اپنے متعلق فرماتے ہیں، کہ میں بھی ان بھاگنے والوں میں شامل ہوں، اور میں بھی بھاگ رہا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ بھاگتے بھاگتے ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ عرشِ الٰہی کا سایہ ہے۔عرشِ الٰہی کے سایہ میں بہت سے لوگ کھڑے ہوئے ہیں، اُن میں سے ایک اُن کے خاندان کی، رشتہ دار خاتون جن کا انتقال ہوچکا تھا کہ وہ بھی عرشِ الٰہی کے سایہ میں کھڑی ہیں۔ اس خاتون نے بھائی خالد کو اشارہ کیا کہ اُس طرف بھاگو، وہ جو روشنی ہے۔ دیکھا ادھر تو ایک بہت معمولی سی روشنی نظر آرہی ہے۔فرمایا اُدھر بھاگو۔فرمایا کہ جدھر خاتون نے اشارہ کیا وہ اُدھر بھاگنے لگے۔

کہتے ہیں کہ جس طرح وہ قریب ہوتے چلے گئے، وہ روشنی بڑھتی چلی جارہی ہے۔اور بڑھی بڑھی، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جہاں روشنی تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، وہاں سے وہ روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری آپ شفاعت فرمایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کا وعدہ فرمایا۔ یہ بیداری میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سے ابھی عرض کیا، اور

حضرت وہاں چونکہ، ابھی معتکف میں موجود تھے، اُن کا کام ہو گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں یہ دولت سے بھی سرفراز فرمائے، اور یہ جو جس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا فَسَیَرَانِیْ، وہ عنقریب مجھے محشر میں بھی دیکھے گا، قبر میں بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ دونوں جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہماری لاج رکھے۔

**و صلی اللّٰہ علیٰ خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد و آله و سلّم۔**

۱۰/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

گذشتہ کل شروع یہاں سے کیا تھا کہ جو کچھ کتب احادیث ہیں اُن میں سب سے افضل صحیحِ بخاری کو پہلا درجہ دیا گیا ہے، اور اُس کے بعد دوسری حدیث کی کتابیں ہیں۔

وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ بے شک یہ صحیحِ بخاری اور کتب صحاح بہت اونچے درجہ کی ہیں، یہ جن میں ابوابِ ثمانیہ کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے، لیکن جو کتب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی پر لکھی گئیں، شمائل کی کتابیں، سیرت کی کتابیں، اُن کا درجہ بھی بہت اونچا ہے۔

کیوں کہ اس پر سارے دنیا کے علماء کا اتفاق ہے کہ موضوع سب سے اہم ہوتا ہے۔ وہاں جن کو جامع کہا گیا، جامع بخاری اور جامع مسلم، تو وہاں ابوابِ ثمانیہ اُن کے مدِ نظر ہیں۔ اور کتبِ سیرت اور کتبِ شمائل میں مدِ نظر صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو رکھا جاتا ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ آگے جو کچھ انہوں نے جمع کیا، اُس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے کامیاب قرار دیا گیا، کہ جو اِن کی شرائط ہیں روایت جمع کرنے کی، اور روایات کو لانے کی، بڑی سخت ہیں، اس لئے جمہور نے پہلا درجہ نمبر صحیحِ بخاری کو دیا ہے۔

# امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

مگر آپ جس علاقہ میں رہتے ہیں، یہاں والوں نے اور اسپین (Spain) والوں کا قول دوسرا ہے، میں نے عرض کیا تھا کہ جیسے ہی یہ دنیا میں کتابیں عام ہوئی ہیں صحیح بخاری اور صحیحِ مسلم، تو یہاں والوں نے بھی اِسے ہاتھوں ہاتھ لیا، وہاں مشرق تک گئے، وہاں سے پڑھ کر آئے اور یہاں اُس کا درس دیا۔ تو جو کتاب آپ کھولیں گے جن میں کتابوں کے درجات بیان کیئے گئے ہیں، تو وہاں یہ لکھا ہوگا کہ سب سے اونچا درجہ صحیحِ بخاری کا ہے، ساتھ یہ بھی لکھا ہوگا کہ اس میں جمہور کا تو یہی قول ہے، کہ صحیحِ بخاری کا پہلا نمبر ہے۔ مگر اس علاقہ والوں کا فیصلہ یہ تھا کہ نہیں، اُن کا اس میں اختلاف تھا۔ اور وہ یہ کہتے تھے، کہ صحیحِ مسلم پہلے نمبر پر ہے۔

پھر آگے اُن کے دلائل تھے کہ صحیحِ مسلم میں امامِ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے متعلق فرمایا ہے کہ اس میں، میں نے اس کا التزام کیا ہے کہ میں وہ حدیث اپنی کتاب میں لاکھوں احادیث میں سے منتخب کروں گا، وہ حدیث ہوگی کہ جس کے راوی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس وقت سے لے کر امامِ مسلم تک کم از کم دو ہوں، اُس کا التزام کیا۔ اور ہر جگہ اُنہوں نے ثابت کیا کہ دو دو۔ اور یہ اسلامی اُصول بھی ہے، گواہی اور شہادت کے اعتبار سے، اُس کو انہوں نے یہاں اس کتاب میں لیا۔ اور یہاں والوں کی، مغاربہ کی اسپین اور آپ کے علاقہ کے اُس وقت کے مشائخ کی رائے یہ کہ صحیحِ مسلم کا درجہ صحیحِ بخاری سے بھی اونچا ہے۔ اور یہ التزام صحیحِ بخاری میں نہیں ہے جو امامِ مسلم نے کیا ہے۔

پھر وہ اشکال کرتے ہیں کہ امامِ مسلم پھر **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَات** والی حدیث کیوں لائے اپنی کتاب میں، کہ اُس کے راوی تو صرف حضرتِ عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب اُن کو یہ اشکال پہنچا، انہوں نے پھر اُس کا بھی جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سے منبر پر خطبہ میں سنی، اب سننے والے کتنے سارے ہو گئے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہ مروی ہے۔ ہمارا التزام تو دو کا ہے، لیکن یہاں تو تین ہیں اور اس سے زیادہ ملیں گے۔ بہرحال ایک لمبی بحث ہے، مغاربہ کا جو قول ہے، اسپین والوں کا کہ صحیحِ مسلم کا درجہ صحیحِ بخاری سے اونچا ہے۔

## شمائل اور سیرت کی کتابیں

یہ کتابیں یہ صحیحِ بخاری اور صحیحِ مسلم وغیرہ اُسی زمانہ سے یہاں پڑھائی جاتی رہی۔ جب تک اسلامی اسپین رہا، اور یہ علاقہ اسلامی رہا، اور حدیث پر جتنا کام کیا گیا، بہت کم کسی جگہ کیا گیا ہوگا، جتنا اس علاقہ میں کام کیا گیا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ یہ جو شمائل اور سیرت کی کتابیں ہیں، اُس کی ابتداء سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت عبید صنعانی نے کی۔ انہوں نے کتاب لکھی، پھر عروۃ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے لکھی، پھر اُن کے پیر کے کٹنے کے قصہ میں دوسری طرف چلا گیا، اور ہمارے موضوع سے میں ہٹ گیا۔

حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیرت پر کتاب لکھی، اسی طرح حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جو سب سے بڑے محدث مشہور ہیں، ابن شہاب زہری، انہوں نے بھی سیرت پر کتاب لکھی۔ پھر اُس کے بعد ہر صدی میں اس پر کام ہوتا رہا، اور سیرت اور شمائل کی کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں۔

جب یہ دس صدیاں پوری ہوتی ہیں، اس میں سب سے بڑا نام آتا ہے اخیر میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا، کہ انہوں نے بہت شاندار سیرت اور شمائل پر کتابیں لکھیں۔ مگر یہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پہلے آپ کے علاقوں والوں میں حضرت شہاب الدین احمد، اُن کا نام بہت اونچا نام ہے، جنہوں نے غرناطہ میں، اسپین میں سیرت اور شمائل پر کتاب لکھی تھی۔

اسی طرح اندلس کے حضرت ابوعبداللہ احمد اُن کی کتاب بھی بہت مشہور ہے۔ **الحمد للہ** اس علاقہ میں ہر موضوع پر، ہر زمانہ میں کام ہوتا رہا۔ اور یہ جتنی کتابیں شمائل اور سیرت کی آپ اُٹھائیں گے، اُن کا ایک ہی طرز، کہ شروع کریں گے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ جو زمین آسمان کائنات کو وجود عطا فرمایا، اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ جب یہاں پہنچتے ہیں، تو تمام کتابیں آپ کھولیں گے، تو پہلے یہ آپ کو یہ حدیث ملے گی **اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّین وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِیْن**۔

## علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتاب لکھی ہے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے، اور وہ تنقید کرنے میں اور تحقیق میں بڑے سخت ہیں۔ اسی لئے ہمارے امامِ اعظم امام ابوحنیفہ پر انہوں نے تنقید کی ہے۔ اور اُن کی غلطیاں بیان کی ہیں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ لیکن شکر ہے کہ انہی کے خون سے، انہی کے اولاد سے یہ قرض پورا ہوگیا۔

اُنہی کے اولاد میں سے سبط ابن جوزی، انہوں نے اپنے جدِ امجد کے رد میں کتاب لکھی کہ یہ جو میرے جدِ امجد نے حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو کچھ لکھا، وہ غلط ہے، اور ہر چیز کا جتنا انہوں نے رد کیا تھا، ہر چیز کا سبط ابن جوزی نے جواب لکھا۔ کتنے سخت آدمی ابن جوزی!

مجھے بڑا تعجب ہے، کہ کتاب میں جہاں کہیں وہ ائمہ کو گنواتے ہیں، کسی وجہ سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں لیتے۔ میں نے بہت تلاش کیا اُن کی کتاب میں، جہاں کوئی کسی کے ذیل میں سب کو گنواتے ہیں۔ اتنے سخت ہیں ابن جوزی، اسی طرح احادیث میں بھی تھے بڑے سخت، اُن کی کتاب **الموضوعات** بڑی مشہور ہے، کہ کون کون سی احادیث گھڑی گئیں، وضع کی گئیں، بناوٹی قرار دیا، جس کو محدثین نے، اُس پر انہوں نے کتاب لکھی ہے۔

ایک کتاب مستقل علماء کی اصلاح پر لکھی تلبیسِ ابلیس، کہ ابلیس کس طرح مشائخ کو اپنی جال میں پھنسا تا ہے، کس طرح علماء کو گمراہ کرتا ہے، بڑے بڑے علماء کو کیسے اُس نے گمراہ کیا۔ ہر موضوع پر اُن کی کتابیں ہیں۔

## اِنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن، وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْن

اتنے سخت ترین شخص، مگر انھوں نے جو اپنی کتاب سیرت پر لکھی، وہ اَلْـوَفَـاء بِـاَحْـوَالِ الْـمُصْطَفٰی صلی اللّٰہ علیه وسلم اُس میں وہ شروع کرتے ہیں، پہلی حدیث لاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن، و آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْن کہ میں اُس وقت سے نبی ہوں کہ جب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پُتلا بھی نہیں بنایا گیا تھا۔

پھر وہ آگے ایک اور حدیث لاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کہ مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا، یَا رَسُوْلَ اللّٰہ؟ کہ آپ کب سے نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَد ۔اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ کائنات کے وجود سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

## مرتبۂ شہود اور مرتبۂ حضوری

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں شمائل کی اور سیرت کی کتابیں پڑھنے، اور ہر وقت اُس میں غور و خوض، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا اپنے ذہن میں نقشہ جمانے کی، اور ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریفہ اپنے دل میں جمانے کی توفیق دے۔

ہمارے حضرت شیخ کبھی ناراض ہوتے تھے، تو بہت زور سے ناراض ہوکر فرماتے تھے، چھوڑو ان واھیات کو، فحش چیزوں کو، کیا رکھا ہے ان میں؟ گردن جھکانا سیکھو، گردن جھکائی اور تصویرِ بتاں دل میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ مرتبۂ شہود اور مرتبۂ حضوری ہمیں بھی عطا

فرمائے۔

ہندوستان میں ہندو مسلم فساد ہو رہے ہیں مرادآباد میں، اس کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام فسادات کو ختم فرمائے۔ برطانیہ میں جو فسادات ہو رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ امن نازل فرمائے۔

**و صلی الله علیٰ خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد و آله و سلّم۔**

۱۱ / رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

**بسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم، وَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رضی اللّٰه عـنـه اَنَّـهُ سَـمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْـرِجَـتْ لِلنَّاسِ قَالَ اَنْتُمْ تَتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَ اَكْرَمُهَا عَلَی اللّٰهِ تَـعَـالـٰی رَوَاهُ التِّـرْمِـذِیُ، وَ ابْـنُ مَـاجَة، وَالـدَّارمِیُ، وَ قَالَ التِّرْمِذِیُ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَـنٌ، قَـالَ مُـؤَلِّفُ الْكِتَابِ شَكَرَ اللّٰهُ سَعْيَهُ وَ اَتَمَّ عَلَيْهِ نِعْمَتَهُ وَ قَدْ وَقَعَ الْفَرَاغُ مِـنْ جَـمْعِ الاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ صَلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخرَ يَوْمِ الْجُمعَة مِنْ رَمَضَان عِـنْـدَ رُؤْيَةِ هِلَالِ شَوَّالٍ سَنَةَ سَبْعٍ وَ ثَلَاثِيْنِ وَ سَبْعَمِائَةٍ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ حُسْن تَوْفِيْقِهٖ وَ الْـحَـمْـدُ لِـلّٰـهِ رَبِّ الْـعَـالَـمِيْن وَ الصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِين۔**

جیسے مشکوٰۃ کی آخری حدیث پر درس ختم ہوا، اللہ کرے کہ ہمارا خاتمہ بھی اچھا ہو۔ ہم ابدی، ہمیشہ کی زندگی کے لئے، خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو پیش ہونے کے لئے دولہا کی طرح سے تیار ہوکر جا رہے ہوں۔ ہماری مجرموں جیسی ندامت، پشیمانی، پریشانی، ڈر اور خوف کی حالت نہ ہو، کہ اب کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ابھی جب انہوں نے یہ یَاأَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ، وتر میں پڑھنی شروع کی، تو مجھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یاد آ گئے۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی شفقتیں

قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی شفقتوں، محبتوں اور پیار کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ کاش کہ ہم اُس کی کوئی قدر جان لیتے، قدر پہچان لیتے، قدر کر لیتے، انتہائی درجہ کی اور منفرد قسم کی تھی۔

ایک دفعہ، ایک سفر میں جس طرح کہ صحت بیماری آتی جاتی ہے، میں وہاں سہارنپور میں بیمار ہو گیا، رمضان المبارک آخری راتوں میں اور شدید بخار ہو گیا، تو جہاں بستر تھا وہاں سے ہٹ کر کے، جہاں مجمع کو دقت نہ ہو، اور نماز اور بیان وغیرہ میں، جہاں تک مجمع کا دائرہ ہوتا ہے، صفوف کے ختم پر میں چلا گیا۔

جب حضرت کو اس کا پتہ چلا، فرمایا کیوں نہیں آ رہا ہے؟ کہا گیا کہ بیمار ہے، حضرت وہاں کسی کو بھیجتے رہے۔ پھر چونکہ وہ مسجد کا حصہ تھا، اور وہاں سے استنجاء، بیت الخلا وغیرہ دور تھے، اس لئے مجھے پھر وہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ جہاں کھانا پکتا تھا، اور کھانے کے انتظام کے سلسلہ کے لئے دو تین کمرے مخصوص تھے، وہاں ایک کمرے میں چلا گیا، تراویح، کمرے کے سامنے ہوتی تھی، مولانا نصیر الدین صاحب کی أَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے۔ حضرت کے یہاں تراویح میں تین پارہ یا اِس سے زیادہ پڑھے جاتے تھے، وہاں کے ایک کمرے میں میں منتقل ہو گیا۔

جب حضرت کو پتہ چلا کہ اس تکلیف کی وجہ سے وہ وہاں کمرے میں چلا گیا، تو حضرت کا جو معتکف ہوتا تھا، اُس کے ساتھ ہی مجلس سے نکلنے کے لئے ایک دروازہ تھا، اور نکلتے ہی ایک کمرہ تھا۔ اُس کمرہ میں حضرت کے استنجا وضو کا انتظام تھا۔ اور کبھی پیشاب کی جلدی ہو اور نہ روک سکیں، تو اُس کے لئے جس طرح ہسپتال (hospital) میں بیڈ (bed) پر پیشاب

کرانے کے لئے پیشاب دانی ہوتی ہے، وہ حضرت کے یہاں بھی رہتی تھی۔ حضرت نے وہ بھجوائی، اور فرمایا کہ چھوٹے استنجا کے لئے، پیشاب کے لئے بیت الخلاء تک جانے کی ضرورت نہیں، اس میں پیشاب کریں۔

میں نے بڑے ادب سے رکھ تو لیا۔ مگر رات کو دیر سے جب تمام بیانات اور تعلیم وغیرہ سے فراغت ہوگئی، اور سب اپنی اپنی نماز اور تلاوت میں مشغول ہوگئے، رات کو ایک بجے کے بعد حضرت کے خادم، بھائی ابوالحسن پہنچے اور انہوں نے کہا کہ حضرت نے مجھے بھیجا ہے کہ دیکھ کر آؤ کہ اس میں پیشاب کیا یا نہیں۔ مجھے تو ظاہر ہے کہ رونا آجانا تھا کہ حضرت کی پیشاب دانی، اس میں ہم پیشاب کیسے کریں گے؟ اور ویسے اتنا معذور میں تھا نہیں، کوئی نہ کوئی پکڑ کر لے جاتا تھا۔ بھائی ابوالحسن نے کہا کہ حضرت نے فرمایا کہ تم وہاں ٹھہرو اور جب تک ایک دفعہ کا پیشاب، خود تم پھینک کر نہ آؤ، وہاں تک میرے پاس مت آنا، عجیب عجیب شفقتیں تھیں۔

اُسی کا نتیجہ شفقتوں کا کہ حضرت کی جو آپ بیتی ہے، کئی جلدوں میں، اُس میں حضرت کا جو ۱۹۶۹ء سکسٹی نائن کا سفر ہے، عمرہ کا، مدینہ منورہ سے، اور وہاں مکہ مکرمہ سے طائف کا سفر ہے، حضرت نے وہاں پر تحریر فرمایا کہ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد، یہاں سے اب طائف جانا ہے، اس لئے کہ یوسف کو طائف کی سیر کرانی ہے۔ اُس میں، حضرت نے آپ بیتی میں بھی لکھوایا، حضرت کے ساتھ اور رفقاء بھی تھے، خاص میزبان حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سعودی عرب کے، جماعت تبلیغ کے امیر۔ وہ بھی ساتھ اور کئی گاڑیاں ساتھ تھیں۔

جب طائف پہنچے تو اور جگہوں کی زیارت کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہاں مزار ہے، جامع ابن عباس، وہاں حضرت تشریف لے گئے۔ اور وہاں حضرت نے جیسا کہ اِس وقت سختیاں ہیں جگہ جگہ، کہ یہ سنت، یہ بدعت کا شور، اُس

وقت ایسا نہیں تھا۔ حضرت نے جیسے حضرت کا معمول تھا ہندوستان میں، مشائخ کی قبر پر سلام کے بعد تھوڑی دیر مراقبہ کا، وہاں بھی کافی دیر مراقب رہے۔

ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں ایک دفعہ کسی نے حضرت کے اس عمل پر اشکال کیا کہ آپ جو فلاں فلاں بزرگوں کے مزارات پر جاتے ہیں اس پر اشکالات ہو رہے ہیں یہ اللہ والے **اذکیاء العالم** دنیا کے ذہین ترانتہائی زکی انسان ہوتے ہیں انکو تو حضرت نے لکھ دیا انشاء اللہ اب نہیں جاؤں گا۔ یہ ہے نفس کشی کی انتہاء اور یہ ہے شرعی احکام کی پاسداری۔

مگر کیا اس کے بعد جانا چھوڑ دیا، نہیں اسی طرح تشریف لے جاتے رہے مگر عنوان بدل دیا شخصیت کے بجائے اور کسی خاص مزار کے بدلہ جہاں تشریف لے جاتے، فرماتے کہ بھائی قبرستان کتنا دور ہے وہاں ضرور جانا ہے، ری یونین میں، افریقہ میں بھی تشریف لے گئے، برطانیہ میں ہمارے شہداء دارالعلوم کے مزارات پر بھی گئے۔

حضرت مجددِ الف ثانی کے یہاں حضرت نے جب مراقبہ فرمایا تھا سرہند شریف میں، تو حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت کو مراقبہ میں حکم فرمایا تھا کہ میرے تین مکتوب بڑے اہم ہیں، اس کو الگ سے آپ شائع کرو۔ حضرت نے پھر الگ سے اُن کو شائع بھی کیا تھا۔

وہاں سے جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے، تو پوچھا حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، کہ انعام بتاؤ کیا دیکھا؟ پھر حضرت نے اپنا یہ مکاشفہ بتایا۔ کئی ایک جگہ، ہم خیبر گئے، وہاں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ وہاں بھی شہداء کی قبروں پر کافی دیر مراقب رہے۔ وہاں اُٹھ کر پوچھا کہ انعام کچھ دیکھا؟

غرض وہاں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار پر مراقب رہے۔ یہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت لاڈلے بچپن سے، خادم تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتیں بچپن سے اس خاندان پر بہت زیادہ تھیں۔ اور چچا عباس کو بھی اور آپ کی چچی ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

بہت پیار تھا۔

لکھا ہے، کہ یہ تینوں بھائی، حضرت عبد اللہ ابن عباس، عبید اللہ ابن عباس، اور قُثَم ابن عباس یہ چھوٹے تھے۔ چھوٹے بچوں کے ساتھ جس طرح کھیلتے ہیں، پیار کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو جاتے۔ اور اُن کو دور ایک جگہ تینوں کو کھڑا فرماتے اور حکم فرماتے کہ وہاں سے تیز دوڑ کر جو میرے پاس آئے تو وہ یہ دستِ مبارک میں جو کھجور ہونگی یا، اور کوئی چیز، فرماتے کہ وہ لے سکتا ہے۔ وہ تینوں بھاگ کر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ جاتے۔

## يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان شفقتوں کے نتیجہ میں بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی مجلس میں سب سے زیادہ پوچھ اِن کی ہوتی تھی، اُن کا لقب **حبر الامة**، کہ اس اُمت کے سب سے بڑے عالم۔ **بحر الامة**، اس امت کے دریائے علم۔

**يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ** یہاں مجھے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یاد آئے کہ جب وفات کے بعد حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جنازہ نماز کے لئے رکھا گیا، صفیں بن گئیں، جس طرح ہمارے یہاں ہے، یہاں کا حال معلوم نہیں، ہمارے یہاں انگلینڈ میں صندوق میں جنازہ ہوتا ہے، اُسی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ اور وہاں عرب ملکوں میں کھلی چار پائی کے اُوپر کفن ڈھکا ہوا ہوتا ہے، اور میت رکھی ہوتی ہے۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ چار پائی ہے، اور اُس کے اوپر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کفن میں ملبوس رکھا گیا ہے۔

ابھی نماز شروع ہو اُس سے پہلے مجمع سارا دیکھ رہا ہے، وہ کیا دیکھتے ہیں، کہ ایک سفید

پرندہ آیا، اور پرندہ آکر، کفن کے اندر داخل ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ ابھی نماز موقوف کر کے انہوں نے کفن کھولا کہ اندر پرندہ چلا گیا ہے اس لئے کفن کھولتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں، اور ایک خرقِ عادت واقعہ تو سارے مجمع نے یہ دیکھا، اور دوسرا یہ کہ غیبی آواز اس کے بعد آئی کہ یٰأَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَّۃً مَرْضِیَّۃ، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ، سارے مجمع نے، حاضرین نے سنا۔ کتنی بڑی بشارت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتوں کے نتیجہ میں تھیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا خاتمہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

**و صلّی اللہ علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تذکرہ چل رہا تھا طائف کے سفر کا، کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے مزار پر تشریف لے گئے، مراقبہ فرمایا۔ یہ تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت کی وجہ سے آپ بیتی میں لکھا کہ یوسف کی وجہ سے میں نے طائف کا سفر اختیار فرمایا ورنہ کن کن چیزوں کے لئے حضرت کا دل تڑپتا ہوگا ؟ جوانی میں وہاں بارہا حاضری ہوئی ہوگی۔

## سفرِ طائف

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ والوں کے مظالم سے جب تنگ ہوجاتے ہیں، طائف تشریف لے جاتے ہیں، جب وہاں والوں کو دیکھا کہ وہ مکہ والوں سے مختلف نہیں بلکہ ان سے ایک قدم آگے ہی ہیں۔

انہوں نے تو ایک نو وارد مہمان، امان کے طالب، مہمان کے استقبال کے بجائے آوارہ لوگوں کو، بچوں کو پیچھے لگا دیا کہ مار وان کو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر لہولہان ہو جاتا ہے، پنڈلیاں مبارک سے خون ٹپک رہا ہوتا ہے۔

اس حال میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے نیچے اتر کر مکہ مکرمہ کے راستہ پر ہوتے ہیں۔ جب ان سے پیچھا کرنے والوں سے جان چھوٹی، تو ایک باغ سے کچھ فاصلہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے ہیں۔

باغ والوں نے دیکھا کہ کوئی مسافر ہے، تو باغ کے مالک نے ایک طباق میں انگور دے کر اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر پیش کرو۔ وہ جب طباق لا کر سامنے رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کا دانہ اُٹھایا اور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم پڑھ کر نوش فرمانے لگے۔ اب جو خادم طباق لے کر آیا تھا، اس نے سوال کیا کہ یہ کلمہ تو میں نے اپنے ملک میں سنا تھا یہاں، تو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم یہ کلمہ کوئی استعمال نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا؟ انہوں نے کہا کہ عداس۔ آپ کا وطن؟ بتایا کہ نینوا، حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جہاں مبعوث کئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ جواب سن کر فرماتے ہیں کہ نینوا میرا وطن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا! میرے بھائی یونس کے وطن سے ہو، ان کی بستی سے ہو؟

عداس پوچھتے ہیں کہ آپ کے بھائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بھائی یونس کے وطن سے ہو؟ عداس نے پوچھا کہ یونس آپ کے بھائی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی اللہ کا نبی ہوں اور حضرتِ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نبوت کے درجہ میں ہیں، درجۂ نبوت کے اعتبار سے ہم تمام انبیاء بھائی شمار ہوتے ہیں۔

یہ سن کر عداس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو چوما، پیر مبارک کو چوما۔ باغ والوں نے دیکھا کہ یہ تو کوئی دوسری بات ہوگئی، انہوں نے ڈانٹ کر عداس کو واپس بلا لیا۔

## تُرکوں کی بنائی ہوئی مسجد

یہ باغ اسی راستہ پر ہے، اسی سڑک پر وہ باغ ہے جس میں ہماری اس وقت بھی حاضری

ہوئی تھی، اس کے بعد بھی حاضری ہوتی رہی۔ وہاں قریب میں ایک مسجد ترکوں کی بنائی ہوئی، پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ جتنی ایسے مقدس مقامات پر مساجد ترکوں نے تعمیر کی تھیں، جس رنگ کے پتھر کعبۃ اللہ کی دیوار میں استعمال کئے گئے ہیں، اُسی رنگ کے عام طور پر پتھر اِن مقدس جگہوں پر تُرک استعمال کرتے تھے۔ اُس کو تو کوئی عام مزدور کئی ایک مل کر بھی اُٹھا نہیں سکتے، اُس عمارت کو نہیں اُکھیڑ سکتے، بڑے بڑے پتھر سے بنی ہوئی کیسے گرائی جا سکتی تھی۔ کئی ایک دفعہ نماز پڑھی، مگر ایک سفر میں جب وہاں گئے تو وہاں اور منظر تھا اُس کی چھت اڑی ہوئی تھی۔

## حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طائف کے سفر سے واپسی کے بعد پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اِذا جَاءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَ الۡفَتۡح نازل فرمائی اور تمام قبائل سے وفود آنے لگے، تو یہاں سے قبیلہ بنو ثقیف کا جب وفد پہنچا ہے، اس وفد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سب سے کم سن ایک چھوٹا بچہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ وفد اسلام لے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اُس بچہ کو کچھ سورتیں تعلیم فرمائیں۔ پھر خود اُنہیں بھی اتنا شوق ہوا کہ اپنے آپ انہوں نے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے پڑھنا شروع کیا۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی وقت دیکھا کہ یہ بچہ پورے وفد میں سب سے چھوٹا مگر کتنا اُسے علم کا شوق ہے، اور پڑھنے کا شوق ہے۔

جب یہ وفد واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمسن بچے کو جن کا نام عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھا، انہی کے متعلق فرمایا کہ یہ تمہارا امام ہے، اور یہی تمہارا امیر ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں وہاں کے امیر رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال کے بعد دورِ صدیقی میں وہاں کے امیر رہے۔ ہر جگہ ارتداد کا فتنہ چلا، مگر انہوں نے اپنے علاقہ کو اس سے بچایا۔

پھر حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی اُن کو یہاں کا گورنر باقی رکھا گیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرورت پیش آئی حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی، دوسرے جگہ گورنر بنانے کے لئے۔ سب نے بالاتفاق مشورہ دیا کہ اِن کو طائف سے ہٹا کر وہاں بھیج دیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جن کو وہاں بٹھایا ہے تو اُن کو میں کیسے معزول کر کے کسی دوسری جگہ بھیج دوں؟ انہوں نے عرض کیا کہ معزول نہ کریں، وہ اپنے منصب ہی پر رہیں، اور وہ خود جسے چاہیں اپنی جگہ اپنا نائب وہاں پر مقرر کر کے یہاں آ جائیں۔ پھر آپ انہیں جہاں چاہیں بھیج دیجئے۔ چنانچہ پھر اس پر عمل کیا گیا۔

خیر یہ بڑی پیاری سیرت ہے طائف کی بھی، اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی اِن قربانیوں کی قدر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ وہاں طائف تشریف لے گئے، تو حضرت کو شروع سے ایک مرض تھا، ایک بیماری۔ کہ ایک آدھ میل بھی کار (car) میں یا کسی سواری میں کہیں جانا ہو، تو حضرت کو چکّر آجاتے تھے۔ وہاں سہارنپور سے چند میل پر گنگوہ شریف ہے، وہاں جب جانا ہوتا تو حضرت دو تین پہلے حضرت کھانا چھوڑ دیتے۔ چکر آتے متلی آتی، سامنے کی طرف حضرت دیکھ نہیں سکتے تھے، جس طرح کہ کوئی بہت تیز گاڑی دوڑائے، تو ساتھ والا اپنے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دے گا کہ وہ دیکھ نہیں سکتا کہ کہیں گاڑی ٹکرائے گی۔ اُس کو چکر آنے لگیں گے، یہ حال حضرت کا عام رفتار میں ہوتا تھا۔

اور وہاں طائف کی سڑک ابھی بھی ایسی ہے، جیسے آپ مکہ مکرمہ سے جائیں گے تو راستہ

بھر نشیب وفراز اور (bend) موڑ بہت ہیں اسی لئے جب وہاں سے ہم واپس آرہے تھے، سب نے احرام باندھا ہوا تھا، تو مولانا سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ چھیڑا کہ یہ احرام حنفیوں کے یہاں ضروری ہے، احرام باندھنا، کیونکہ میقات سے گذریں گے اور مکہ کی طرف جارہے ہیں، اس لئے احرام باندھ کر جانا چاہئے، عمرہ ضروری ہے۔

اُنہوں نے اشکال کیا کہ یہ جو بیچارے روزمرہ جن کو آنا جانا ہوتا ہے، ٹیکسی والوں کو، تو وہ کیسے احرام باندھیں گے؟ واقعی ٹیکسی والوں کے علاوہ جو بسوں میں کام کرتے ہیں، بس تو دن میں دو دفعہ آتی جاتی ہے، تو اُن کا اشکال بہت قوی تھا۔

ایسا راستہ جو حضرت کے لئے بہت ہی زیادہ دشوار کیونکہ وہ جگہ ایسی ہے کہ وہاں ہمیشہ خطرناک ایکسڈنٹ ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت شیخ سبیّل، مکہ مکرمہ کے بڑے امام صاحب اُن کے صاحبزادے جو کئی سال سے مکہ مکرمہ کے حرم کے امام تھے، وہ طائف سے واپس آرہے تھے، کہ کار (car) اُن کی، لڑھک کر وادی میں قلابازیاں کھاتی ہوئی گری اور وہ شہید ہوگئے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ، اُن کے متعلق حضرت کے یہاں اطلاع آئی کہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کا بہت خطرناک ایکسڈنٹ ہوا۔ وہ بھی طائف سے اسی راستہ سے اُتر رہے تھے، وہ عام ڈرائیوروں (drivers) سے کنٹرول (control) نہیں ہوسکتا، کہ ذراسی بھی بریک لگائی کہ گاڑی پلٹ جائے گی۔ اُن کی کار پتہ نہیں کتنے اوپر سے قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے گری اور نیچے پہنچ کر دیکھا گیا تو حضرت مولانا بالکل صحیح سالم ہیں، یہ اُن کی حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اللہ نے سبکو بچالیا ورنہ وہاں بڑے خطرناک ایکسڈنٹ ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسی جگہوں کی زیارت نصیب فرمائے، باہر سے جانے والے کو، تمنا اور تڑپ ہوتی ہے مقدس جگہوں کی زیارت کی، اس طرح ویزے (visas)

میں آسانیاں پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ورنہ ابھی تو صرف آپ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سوا کہیں نہیں جاسکتے۔ حالانکہ ہماری تاریخ تو پورے علاقہ سے وابستہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بہتر اسباب پیدا فرمائے، اٰمین۔

**و صلی اللہ علٰی خیر خلقه سیّدنا و مولانا محمّد و آله و سلّم۔**

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بَـابُ اِسۡلَامُ سَـلۡـمَـان الۡفَارِسِیِّ حَدَّثَنِیۡ اَلۡحَسَنُ بۡنُ عُمَرِ بۡنِ شَقِیۡقٍ قَالَ حَدَّثَنا مُعۡتَمِر قَالَ اَبِیۡ ح وَ حَدَّثَنَا اَبُوۡعُثۡمَانَ عَنۡ سَلۡمَان الۡفَارِسِیِّ اَنَّہُ تَدَاوَلُہُ بِضۡعَۃَ عَشَرَ مِنۡ رَبٍّ اِلٰی رَبّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ یُوۡسُف الۡبَیۡکَنۡدِیِّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفۡیَانُ عَنۡ عَوۡفٍ عَـنۡ اَبِـیۡ عُثۡـمَـانَ قَـالَ سَمِعۡتُ سَلۡمَانَ یَقُوۡلُ اَنَا مِنۡ رَامُھُرۡمُز حَدَّثَنِیۡ اَلۡحَسَنُ بۡنُ مُـدۡرِکٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَحۡیٰ بۡنُ حَمَّادٍ قَالَ اَخۡبَرۡنَا اَبُوۡ عَوَانَۃَ عَنۡ عَاصِمِ الۡاَحۡوَل عَنۡ اَبِـیۡ عُثۡـمَـان عَنۡ سَلۡمَان رضی اللّٰه عنه قَالَ فَتۡرَۃُ بَیۡنَ عِیۡسیٰ وَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سِتِّمِائَۃَ سَنَۃٍ۔

## حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا، اور اُن کا اس حدیث میں تذکرہ ہے کہ حضرتِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہاں ایران کے رہنے والے، وہاں سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اُنہیں توفیق عطا فرمائی اور بت پرستی کو چھوڑ کر آسمانی مذاہب میں سے نصرانیت کو اختیار کیا۔

اور اِن کی بڑی لمبی کہانی ہے۔

اِن کے اساتذہ اور پیر، اِن کے روحانی مربی بدلتے رہے، کئی ملکوں میں یہ منتقل ہوتے رہے اور بالآخر جب اُن کو عرب کے علاقہ میں شام کے علاقہ میں بتایا گیا ہے کہ **نبی آخر الزمان** کا زمانہ قریب ہے، اور تمہیں اُن کی علامتیں بتائے دیتے ہیں، کہ مکہ مکرمہ، یہ اُن کا مولد، اور مدینہ منورہ اُن کی ہجرت کی جگہ ہوگی۔ تو وہاں سے کسی جانے والے قافلہ کے انتظار میں رہے۔

جب پتہ چلا کسی قافلہ کا، اور اُس میں شامل ہوکر جب سفر کرنا شروع کیا، تو راستہ ہی میں اُن کو غلام بنالیا گیا۔ اور پھر غلامی در غلامی، اِن کے مالک بدلتے رہے، مالک کسی دوسرے کو بیچتے، وہ کسی اور کو بیچتے، کرتے کراتے اللہ کی شان کہ مدینہ منورہ میں کسی یہود کی ملکیت میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے ہیں، اُس وقت پھر اُن کے آخری مالک نے اِن کو مکاتب بنایا تھا۔ کہ تم اتنا مال ہمیں دے دو تو تم آزاد، جو مال اپنی آزادی کے لئے اِنہیں دینا تھا، اُس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی اعانت فرمائی، اور اِنہیں، اس غلامی کے پنجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چُھڑوایا۔

## حق کی تلاش میں

اُن کی عمر جو کم سے کم بتائی جاتی ہے، کم سے کم جنہوں نے عمر بتائی اُنہوں نے بتایا ایک سو بیس برس۔ پھر دوسروں نے زیادہ بتائی کہ اس سے زیادہ ہے، دو سو ہے، اور بعضوں نے تین سو سے زیادہ بتائی۔ اب اتنی لمبی عمر حق کی تلاش میں کیسے، وہ شاعر کہتے ہیں

سَئِمْتُ تَکَالِیْفَ الْحَیَاۃِ وَمَنْ یَعِشْ ثَمَانِیْنَ حَوْلاً لَا اَبَا لَکَ یَسْئَمُ

کہ میں تو زندگی کے جھمیلوں سے اُکتا گیا ہوں، اور جو بھی اسّی برس کی زندگی پائے گا وہ اکتا جائیگا۔ شاعر تو اسّی برس میں اُکتا گیا کہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ تیرا باپ نہ رہے، وہ تو اُکتا ہی

جائے گا۔ اگر اِن کو تین سو برس سے زیادہ عمر ملی، تو تین صدیاں کیسے گذاری ہوں گی؟ اور اُس میں ہر طرح سے مظلوم رہے، غلامی در غلامی میں رہے۔ اُن کی بڑی عجیب عجیب کہانیاں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی۔

گذشتہ کل تذکرہ ہو رہا تھا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا، اِن کی آخری عمر میں بینائی چلی گئی تھی۔

## آپ بیتی

یہ جو آپ آپ بیتی پڑھتے ہیں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتنی دل چسپ تاریخی داستانیں ہیں۔ اس میں تصوف بھی ہے، تاریخ بھی ہے، ادب بھی ہے، تعلیم بھی ہے، تربیت بھی ہے، پتہ نہیں کیا کیا۔ جس کو اُردو سیکھنی ہو تو وہ آپ بیتی پڑھیں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی، اُردو ادب اس میں ملے گا۔

یہ آپ بیتی کا سلسلہ جو شروع ہوا، میں نے وہاں عرض کیا تھا، کہ حضرت کا آپریشن (operation) ہوا تھا، علی گڑھ میں ڈاکٹر شُکلا نے آپریشن کیا تھا۔ وہاں ہمارے بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب، حضرت کے آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی، وہ حضرت سے پوچھتے رہے کہ حضرت کچھ اپنے بچپن کے حالات سُنائیں۔ فلاں حالات سنائیں، وہ لکھتے رہے، لکھتے رہے۔ جب حضرت کی پٹی کھولی تو دیکھا کہ یہ تو اُنہوں نے سب لکھ لیا ہے، پھر اُنہوں نے درخواست کی کہ حضرت اور لکھوائیں۔ یہ سلسلہ اس طرح شروع ہوا آپ بیتی کا۔ اور اُس کے بعد آخر تک حضرت نے سات حصوں میں اس کو لکھوایا۔ یہ اسی آنکھ کے آپریشن کی یادگار، یہ آپ بیتی کی شکل میں ہے۔

## وصفِ شیخ

حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آنکھ کا آپریشن ہوا تھا، حضرت مفتی محمود

صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت قاری صاحب کا جو آپریشن ہوا تھا، تو انہوں نے فلاں نعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہی تھی۔

اور حضرت مفتی محمود صاحب فرماتے ہیں کہ میرا جب آنکھ کا آپریشن ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ سلام لکھا تھا۔

جب دوسری آنکھ کا آپریشن ہمارے یہاں مانچسٹر (Manchester) میں تجویز ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت، آپ اب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات بیان فرمادیں نظم میں۔ انہوں نے اُسی آپریشن کی پٹی کے دوران گُفت یوسف سے وصفِ شیخ نظم فرمائی۔

کہ یوسف نے مجھ سے کہا کہ ہمارے حضرت شیخ کے حالات نظم میں بیان کروں، اب تو وصفِ شیخ کے نام سے مستقل کتاب چھپی ہے، مولانا فاروق صاحب میرٹھی نے اپنی تشریح کے ساتھ اُس کو چھاپا ہے۔ اور حضرت کا سلام بھی پہلے آپریشن والا، وہ بھی چھپا ہے۔

## وہ کیا نماز جس میں سجدہ نہ ہو؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی آنکھ کے آپریشن کا مشورہ دیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے اس زمانہ میں دیکھا اور کہا کہ ہم آپ کی آنکھ بنا دیں گے، ٹھیک کر دیں گے، لیکن پانچ دن تک آپ کا جو معمول ہے قیامِ صلوٰۃ کا، تو تہجد اور یہ معمولات ادا نہیں کر سکیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اچھا پانچ دن! مجھے تو ایک رکعت بھی گوارا نہیں کہ میں اُسے چھوڑوں، ہاں یہ گوارا ہے کہ بینائی رہے یا نہ رہے۔

یہی جواب حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے بھی یہ عرض کیا گیا کہ حضرت ہم آپ کی آنکھ کا آپریشن کریں گے، صرف یہ کہ آپ اتنے وقت کی نمازیں اشارہ سے پڑھ سکیں گے، بیٹھ کر پڑھ سکیں گے، سجدہ نہیں کر سکیں

گے۔حضرت نے فرمایا کہ مجھے بینائی نہ ہو یہ گوارا ہے،مگر ایک نماز بھی ایسی کہ جس میں سجدہ نہ ہو، گوارانہیں۔

کیسے یہ حضرات اس کو گوارا کر سکتے تھے؟ مگر ہماری تو یہ بینائی بھی ہے، اس کو ہم استعمال کر سکتے ہیں، قرآن شریف کی تلاوت کے لئے، اللہ کی عبادت کے لئے، مگر وہ بھی ہم سے نہیں ہوتا۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۹۷۹ء کے سفر میں، پہلے سفر میں سیونٹی نائن (seventy nine) والے سفر میں ساتھ تھے، حضرت مفتی صاحب کا بیان ہوتا تھا، شام کو عام مجمع میں، ساڑھے پانچ بجے بیان شروع ہوتا تھا، تو حضرت کی تو بالکل بینائی نہیں تھی، نظر نہیں آتا تھا، حضرت کو پکڑ کر چلتے تھے، کسی کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔مگر متعین تھا آدھ گھنٹہ بیان، کسی ایک دن بھی ایسا نہیں ہوا کہ آدھ گھنٹہ سے ایک دو منٹ زیادہ ہوئے، آدھ گھنٹہ ہوا اور بیان ختم۔سب لوگ پورا مجمع ایک دن، دو دن دیکھا کہ اتفاق ہوگا، بعد میں سب ایک دوسرے کو اشارہ کرتے کہ دیکھو کہ حضرت کی تو بینائی نہیں ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ مجھے تو ایک رکعت بھی ایسی گوارانہیں، ایک نماز بھی ایسی گوارانہیں جس میں سجدہ نہ ہو۔کیوں؟ کہ آنکھ ہو نہ ہو اُس سے اُن کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

کیسے فرق نہیں پڑتا تھا؟ کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم تھے۔خادم عشاء کی نماز کے بعد حضرت کی خدمت میں رہے، حضرت کو لٹایا، اور اپنے ایک وعدے پر وہ چلے گئے۔اور جیسے اب یہ گرمی ہے، وہاں ہندوستان پاکستان میں گرمی کے موسم میں، آسمان کے

نیچے چار پائی پر سونے میں لطف آتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا گرمیوں میں باہر، آسمان کے نیچے چار پائی پر لیٹنے کا معمول۔ خادم نے دیکھا کہ حضرت لیٹ گئے تو تھوڑی دیر وہ لیٹا رہا، پھر اِس کے بعد اُس نے دیکھا کہ اچھی طرح حضرت لیٹ گئے ہوں گے، اب آنکھ لگ گئی ہوگی، تو چپکے سے اُٹھ کر وہ چل پڑا۔

کہاں گیا؟ کہ وہ روز دودھ لینے کے لئے قصبہ میں جایا کرتا تھا، وہاں کسی سے آشنائی ہوگئی، اُس سے وعدہ ہوا کہ فلاں وقت میں حضرت کو لٹا کر کے آؤں گا۔ اب وہ خادم مطمئن کہ حضرت تو سوئے ہوئے ہیں، لمبی رات ہے۔ یہاں سے چلے، تھوڑے فاصلہ پر پہنچے ہوں گے، حضرت کی قیام گاہ سے کچھ ہی دور ابھی گئے ہوں گے، کہ ایک دم وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہوا تیز چلنی شروع ہوئی۔ اور گرج اور کڑک شروع ہوئی، بادل گرج رہے ہیں، اور بارش شروع ہوئی، تو ان کو اُلٹے پیر واپس بھاگنا پڑا۔ اُلٹے پیر بھاگے۔

جب یہاں پہنچے، تو دیکھا کہ حضرت کو لٹا کر یہ جا چکے تھے، اور اسی لئے بھاگے کہ اب حضرت کی آنکھ کھل جائے گی بارش کی وجہ سے اور میری غیر حاضری لگ جائے گی، پتہ چل جائے گا کہ کہاں گئے؟ مگر یہاں پہنچے، تو یہاں نہ بارش ہے نہ کچھ ہے، بالکل سنّاٹا ہے۔ اور فرق یہ ہے کہ حضرت چار پائی پر اس طرح پیر نیچے لٹکا کر، گردن جھکا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی اُن کے پہنچنے کی آہٹ محسوس ہوئی تو حضرت نے صرف اتنا فرمایا، کہ لیٹ جاؤ آئندہ ایسا مت کرنا۔

بینائی نہیں حضرت کی مگر، حضرت مولانا یحییٰ صاحب سے فرمایا کہ یہ مسئلہ فلاں جگہ ہے، شامی میں فلاں جگہ یہ مسئلہ دیکھو۔ اب وہ تلاش کر رہے ہیں، حضرت نہیں مل رہا، بہت تلاش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا، یہ فلاں باب کے شروع سے اتنے ورق اُلٹو، اور نیچے فلاں جگہ دیکھو، ہاتھ رکھو، دیکھا تو وہیں پر وہ مسئلہ تھا۔ اِن حضرات کے یہاں تو بینائی ہو، نہ ہو،

سب برابر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری بینائی کو بھی سلامت رکھے اور ہماری دل کی آنکھیں کھول دے۔ اور یہ مبارک ساعتیں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان ساعتوں کی قدر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اتنے دنوں آپ حضرات تھکے ہوئے ہوتے تھے، آپ حضرات کا میں وقت لیتا رہا، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے، نیکی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ ہمیں اکٹھا فرمائے، جنت میں بھی اکٹھا فرمائے۔

**و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و آلہ و سلّم۔**

# مجالسِ رمضان ۱۴۳۳ھ

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ ماہ رمضان میں ہم یہاں اکٹھے تھے۔ سال بھر کے لمحات ایسے معلوم ہوتے ہیں جس طرح کل کی بات ہے۔ یہی زندگی کا حال ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان لمحات کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ بالخصوص اس رمضان کی ابتدا شب جمعہ سے ہورہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شب جمعہ کی قدر پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مبارک لمحات میں یاد کرتے رہنے کی توفیق دے۔

اس لئے آج مبارک رات میں مبارک ذات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذکر شریف سے ان مجالس کا آغاز کرتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام احمد نے اور ابویعلیٰ نے ایک روایت ذکر کی ہے۔ وہ سعید بن ابی راشد کی زبانی ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ سعید بن ابی راشد فرماتے ہیں کہ شام کے شہر حمص میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اللہ تعالیٰ شام والوں پر رحم فرمائے، بالخصوص حمص والوں پر رحم فرمائے۔ ظالموں کو عبرتناک سزائیں عطا فرمائے۔ ان قیامتوں سے جلد اہلِ شام کو خلاصی نصیب فرمائے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ قیصرِ روم ہرقل کے نام

سعید بن ابی راشد فرماتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا حمص میں۔ تنوخی، قبیلہ تنوخ سے اس کا تعلق تھا۔ میں جب پہلی مرتبہ ان سے ملا تو میں نے ان سے ایک درخواست کی کہ میں تمہاری زبانی تمہارا قصہ سننا چاہتا ہوں کہ جو قیصر روم ہرقل نے تمہیں اپنا رسول اور قاصد بنا کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا وہ قصہ کیا ہے؟ انہوں نے وہ قصہ بیان فرمانا شروع کیا۔ کہنے لگے کہ دحیہ کلبی کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصرِ روم کی طرف گرامی نامہ دے کر بھیجا تھا۔ جس میں ہرقل کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ اس گرامی نامے پر ہرقل نے اپنے تمام رجالِ مذہبی کو یعنی قسیسین، رہبان اور احبار اور سرکاری ذمہ داروں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ 'خرج ذاک الرجل'۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اتنا پہچانتے تھے کہ نام لینے کی بھی حاجت نہیں۔ رسول اللہ کا یہ اللہ کے پیغمبر ہیں نبی ہیں یہ ان کا عقیدہ نہیں تھا کہ زبان پر لاتے کہ اللہ کے پیغمبر نکل کر ہماری طرف ہماری سرحد پر آ کر بیٹھے ہیں۔ اس لئے وہ کہتا ہے 'خرج ذاک الرجل الینا' کہ ہماری طرف نکل کر وہ آدمی آ چکے ہیں شام کی سرحد پر آ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

وہاں سے انہوں نے میرے پاس یہ خط بھیجا ہے اور اس خط میں انہوں نے تین باتیں پیش فرمائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک گرامی نامہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام سلاطین کو خطوط بھیجے تھے جس میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی اس وقت شاہِ روم ہرقل کو بھی بھیجا جا چکا تھا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر تبوک سے دوسرا گرامی نامہ اس کے نام جا رہا ہے جس پر ہرقل نے سب کو جمع کر کے کہا کہ تین باتیں انہوں نے ہمارے سامنے رکھی ہیں۔

ایک تو یہ کہ تم اسلام قبول کر لو۔

دوسرا یہ کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے تو تم جزیے کے نام سے جو مال ہمارے یہاں متعین ہے وہ تم ہمیں دیا کرو اور ملک تمہارا تمہارے قبضے میں اسی طرح رہے گا جس طرح اب تم ہو۔ ورنہ تیسرا یہ کہ پھر مقابلہ اور لڑائی ہوگی۔

## قیصر روم کی اتباع نبوی کی خواہش

یہ تینوں باتیں پیش کر کے ہرقل نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ سچے پیغمبر ہیں اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم ان کا اتباع کرتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں۔

جیسے وہ جو پہلا گرامی نامہ پہنچا تھا، بخاری شریف میں جس کا ذکر ہے، اس میں بھی ہرقل نے یہی کہا تھا، وہاں روایت میں ہے **'فحاصوا حیصۃ'** جیسے جانور بدک کر بھاگتے ہیں اس طرح بدک کر بھاگے۔ اُس میں الفاظ مختلف ہیں۔ اِس روایت میں راوی فرماتے ہیں کہ **'فنخروا نخرۃ کالرجل الواحد'** جس طرح کوئی ایک آدمی کسی بات پر اڑ جاتا ہے اور تعمیل حکم سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے اس طرح وہ ساری قوم جو مختلف پیشوں سے تعلق رکھتی تھی اہل علم میں سے، رہبان اور زہاد میں سے اور سرکاری ذمہ داروں میں سے سارے ایک آدمی کی طرح **کالرجل الواحد** بن کر بھاگے۔

سب کا فیصلہ یہی تھا جو انہوں نے ان الفاظ میں ادا کیا۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا تمہاری رائے یہ ہے کہ اپنی نصرانیت کو ہم چھوڑ دیں اور ان کے مذہب کا اتباع کر لیں؟ ایک بدو جو نکل کر آیا ہے تمہاری طرف ہم اس کے غلام بن جائیں؟ یہ اس روایت کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے یہ جواب دیا۔

روایت میں ہے کہ ہرقل نے سوچا کہ اب یہ نکل کر بھاگ رہے ہیں اور جا رہے ہیں اور ساری قوم کو ہمارے خلاف کھڑی کریں گے اس لئے اس نے دوبارہ ان کو واپس بلایا اور کہا کہ میں تو تمہارا امتحان لے رہا تھا اور تم امتحان میں کامیاب نکلے۔

یہ کہہ کران کورخصت کیا اوراس کے بعد پھر ہرقل نے ایک **تجیبی** آدمی کو بلایا۔ تجیب ایک قبیلہ ہے اس کے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے کہا کہ دیکھو کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو فصاحت کے ساتھ عربی بول سکتا ہوں اور **حافظاً للحدیث** ہو جس کو باتیں من وعن انہی الفاظ کے ساتھ یاد رہتی ہوں جس کا حافظہ اتنا تیز ہو۔ **حافظا للحدیث وفصیح اللسان** اور جو عربی زبان کا نہایت ماہر ہو فصاحت کے ساتھ عربی جانتا ہو۔

## قیصر روم کا قاصد دربارِ نبوی میں

تنوخی فرماتے ہیں کہ وہ **تجیبی** میرے پاس آیا اور مجھے لے کر ہرقل کے پاس پہنچا دیا۔ ہرقل نے مجھ سے کہا کہ دیکھو کہ میرا یہ خط لے کر اس آدمی کے پاس جاؤ وہاں بھی نہ محمد کا نام نہ رسول اللہ بلکہ **ذاک الرجل** اس آدمی کے پاس جو سرحد پر بیٹھے ہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے پاس جاؤ اور تین باتیں میں تم سے کہتا ہوں:

ایک بات یہ کہ جب آپ میرا یہ خط ان کو پیش کرو گے اس وقت اس خط کے متعلق وہ کیا فرماتے ہیں اسے اچھی طرح یاد رکھنا ہے پھر آپ نے مجھے سنانا ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس خط کے متعلق کیا کلمات انہوں نے فرمائے۔

دوسری بات یہ کہ وہ اپنی اس گفتگو میں کہیں رات کا تذکرہ کرتے ہیں؟

تیسرا ہرقل نے یہ کہا کہ اگر تمہیں موقعہ ملے تو ان کی پشت کی طرف سے ان کی پیٹھ کو دیکھ کر آنا کہ عام انسانوں سے کوئی مختلف چیز تم وہاں دیکھ رہے ہو۔

تنوخی کا بیان ہے کہ میں وہ خط لے کر چلا اور تبوک پہنچا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پانی پر مقیم تھے۔ چشمہ یا بہتا ہوا پانی کوئی دریا تھا وہاں اس چشمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے جا کر ان سے پوچھا کہ **این صاحبکم؟** تمہارے صاحب کہاں ہیں؟ سب نے کہا کہ یہ جو تشریف رکھتے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں پہنچا اور میں نے ہرقل کا وہ خط جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تھا جسے میں لے کر پہنچا تھا پیش کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط میرے ہاتھ سے لے کر اپنی گود میں رکھ لیا اور مجھ سے پوچھا کہ 'ممن انت؟' کہ تم کہاں سے ہو؟ کس قبیلے کس قوم سے تمہارا تعلق ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں تنوخ سے ہوں اور تنوخی ہوں۔

## قاصد کو دعوتِ اسلام

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نام سے ان کو یاد فرمانا شروع کیا اور فرمایا کہ 'یا اخا تنوخ ! تم تو عرب نکلے۔ جب تم عرب ہو تو 'ھل لک فی الاسلام للحنیفیه ملة ابیکم ابراھیم ؟' کہ تمہاری حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت ملت اسلامی میں داخلہ کی کوئی رغبت ہے؟ وہ تنوخی جواب دیتے ہیں کہ انا علی دین قومی وانا لاارجع عن قومی ۔ کہ میں میری قوم کے مذہب پر ہوں اور میں ان کے پاس سے آیا ہوں ان کے پاس واپس جانے تک میں چاہتا ہوں کہ اسی مذہب پر رہوں۔ اور ان کے پاس میں واپس اسی مذہب پر جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو انہی کا بیان ہے کہ 'فضحک' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور آیت مبارکہ پڑھی 'اِنَّکَ لَاتَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ'۔ کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہدایت نہیں دے سکتے۔ ہدایت ہمارے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہم جسے چاہیں ہدایت دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانا شروع کیا۔

دیکھو میں نے بارہا چیزیں عرض کیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سب کچھ آشکارا ہوتا تھا۔ جو سامنے ہوتے تھے ان کا بھی، پیچھے کر کے آئے وہ بھی اور کیا کریں گے ساری عمر، سارا مستقبل بھی، اور ان کی آخرت بھی کیسی ہوگی اور آخرت کے بعد بھی، سارا آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے روشن ہوتا تھا۔ ہرقل نے جو تین چیزیں قاصد سے کہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بیان فرمادیں کہ اس خط کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اور کیا رات کا اپنی گفتگو میں ذکر کرتے ہیں؟ اور ان کی پیٹھ عام انسانوں کی جیسی ہے یا الگ سے اس میں کوئی نشان ہے؟

## دربارِ نبوی میں قیصرِ روم کی تعریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا 'یا أخا تنوخ 'میں نے پہلے بھی کسریٰ کے پاس خط بھیجا تھا۔ مزق کتابی، اس نے میرے خط کو پھاڑ دیا پارہ پارہ کردیا واللہ ممزقہ وممزق ملکہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے بھی اور اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کرنے والے ہیں۔

دوسرے فرمایا کہ میں نے خط بھیجا تھا شاہ حبش کے نام۔ 'ھو ممزق کتابی واللہ ممزقہ وممزق ملکہ '۔ کہ شاہ حبش کے پاس میں نے گرامی نامہ بھیجا تو اس نے بھی پھاڑ دیا۔ اللہ اسے بھی اور اس کی سلطنت کو بھی پارہ پارہ کریں گے۔

اب یہ کب کی بات ہے؟ تو جو گرامی نامہ تمام سلاطین کو پہلی دفعہ بھیجا گیا تو ان سلاطین میں شاہ حبشہ کو بھی بھیجا گیا جن کا نام تھا 'اصحمہ' وہ تو اسلام لے آئے تھے اور وہ میزبان بنے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور اپنے سارے خاندان کو اسلام پر لے آئے تھے۔

مگر ان کی وفات کے بعد جو دوسرا نجاشی بادشاہ بنا ہے اس کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرامی نامہ بھیجا تو اس نے وہی حرکت کی تھی جو ایران والے نے کی تھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے حبشہ والے نے بھی پھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی پارہ پارہ کریں گے۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'وصاحبک' تمہارا بادشاہ ہرقل 'أمسک کتابی' اس نے تو میرا خط رکھ لیا عزت سے رکھا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق بڑے اونچے کلمات فرمائے۔ فرمایا کہ 'ان کے اس فعل کی وجہ سے ان کی دھاک رہے گی'۔ 'مادام فی العیش خیر' کہ جب تک ان کے حالات ٹھیک رہتے ہیں وہاں تک۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے اس فعل کی وجہ سے کتنی بڑی دعا دے دی۔

## قیصر کے سوالوں کا جواب

اس کے بعد تنوخی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا بھائی 'کوئی ہے پڑھنے والا؟' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ 'معاویہ ہیں'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔اس میں ہرقل نے لکھا تھا کہ 'آپ نے اپنے گرامی نامے میں فرمایا ہے کہ 'وجنة عرضها السمٰوات والارض'۔کہ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ جب وہ جنت اتنی بڑی ہے کہ آسمان اور زمین کے برابر تو اس نے سوال خط میں لکھا کہ فأین النار؟ کہ اس نے دوزخ بھی تو پیدا کی ہے وہ پھر کدھر ہوگی؟ خط میں یہ مضمون جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اوہو! 'اذا اقبل اللیل فأین النهار؟' جو اِس کا جواب ہوگا وہ اُس کا جواب۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ اس نے تین باتیں کیا کہی ہیں اس تنوخی سے۔ایک کا جواب پہلے ہوگیا کہ اس خط کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ جو سلاطین کے نام خطوط گئے تھے وہ قصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے بادشاہ نے میرے خط کو عزت کے ساتھ رکھا ہوا ہے أمسک کتابی یہ بھی معلوم ہے۔ پھر جو پوچھا تھا کہ رات کا کوئی تذکرہ فرماتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اذا اقبل

الليل فأين النهار؟'

## قاصد کیلئے بارگاہِ نبوت سے عطیہ وتحفہ

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا بھائی آپ تو قاصد بن کر آئے ہو اور ہمارے یہاں تو قاصد اور کوئی پیغام لے کر آئے اس کا بڑا اعزاز ہوتا ہے اور ہم اعزاز کے ساتھ اسے ہدیہ بھی دیا کرتے ہیں جائزہ اور انعام بھی دیا کرتے ہیں۔لیکن ابھی تو ہم سفر میں ہیں'وانا قوم مُرملون 'اور سفر بھی ہمارا ایسا ہے کہ ہمارے پاس کھانے پینے کا توشہ تک ختم ہو چکا ہے۔پھر بھی کوشش کرتے ہیں آپ کے جائزہ انعام اور ہدیہ کیلئے۔

جیسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو ایک طرف سے آواز آئی کہ 'یارسول الله! جائزته علي 'کہ اس کا جائزہ آپ جو اسے انعام دینا چاہتے ہیں وہ میرے ذمہ ہے۔وہ تنوخی فرماتے ہیں کہ چند لمحوں میں نے دیکھا کہ کسی نے آکر میری گود میں حُلة صفورية، ایک سوٹ، بہت قیمتی صفوری سوٹ، حلہ صفوریہ میری گود میں لاکر رکھا۔چونکہ وہ قاصد تھے اور قیصر روم کے قاصد تھے۔تمام چیزیں خط کے جواب کے ساتھ تفصیل سے جا کر سنانی تھیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں چیزوں کے متعلق جو فرمایا تو ہر چیز کو وہ اپنے ترکش کو کھول کر اس پر نوٹ کرتے رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے متعلق کیا ارشاد فرمایا کہ میں نے سلاطین کے نام جو پیغام بھیجے تھے تو انہوں نے پھاڑ دیئے اور تمہارے ساتھی نے أمسک کتابی عزت سے اس کو رکھا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا 'اذا اقبل الليل من ھھنا فأين النهار؟' تو وہ ترکش میں نوٹ کرتے رہے۔

اسی لئے انہوں نے نوٹ کرنے کیلئے پوچھا اور یاد رکھنے کیلئے کہ میری گود میں جنہوں نے

یہ انعام اور صفوری سوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پھینکا ہے وہ کون ہیں؟ اس پر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت عثمان تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کے مطابق وہ انعام پیش کیا۔ اس کے بعد انہیں رات کو آرام کیلئے بھیجنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ بھئی کون ہے جو رات ان کو اپنے پاس ٹھہرائے گا اور ان کا میزبان بنے گا؟ اس پر ایک انصاری کھڑے ہوئے یا رسول اللہ! میرے ذمہ ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا ان کو لے جاؤ۔ وہ لے کر جا رہے ہیں۔

تنوخی فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی دور چلا کہ پھر میرے پاس قاصد آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں یاد فرما رہے ہیں۔ میں پہنچا تو مجمع کم ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا 'اِمْضِ مَا أُمِرْتَ بِهٖ' ارے بھئی تمہارا وہ کام جس کا تمہیں تمہارے بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ ذرا ان کی پیٹھ کی طرف سے ان کی زیارت کر کے آؤ کہ کیا عام انسانوں کی طرح پیٹھ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مبارک ہٹائی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی **خاتم النبوۃ** مہر نبوت کی زیارت کر لی۔

## قوم کو اسلام پر آمادہ کرنے کی کوششیں

اس کے بعد تنوخی فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس بادشاہ ہرقل کے پاس پہنچا میں نے انہیں سارا ماجرا سنایا کہ یہ تو اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ کہ جو آپ کے ساتھ گفتگو ہوئی وہ بھی انہیں معلوم۔ اور یہ باتیں انہوں نے ارشاد فرمائیں۔ اس پر ہرقل نے دوبارہ سب کو اکٹھا کیا اور پھر بتایا کہ دیکھو یہ اس آدمی کے پاس سے یہ خبر لے کر آئے ہیں اور یہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں مگر **فأبوا**۔ اب دوسری مرتبہ **فأبوا**۔ انہوں نے انکار کیا کہ نہیں ہم ان کا مذہب قبول نہیں کرتے۔

اس روایت میں ایک اور اضافہ ہے اخیر میں جا کر کہ ابھی اس وقت تک حضرت دحیہ کلبی

رضی اللہ عنہ کو ہرقل شاہ روم نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ اب تک جواب دے کران کو بھیجا نہیں۔اس کے بعد ہرقل نے تیسری کوشش کی۔

پہلے ایک دفعہ جب گرامی نامہ آیا اس وقت سب کو اکٹھا کر کے دعوت دی۔

اب جب یہ تنوخی ساری داستان سنا رہے ہیں تب ان کو دعوت دی۔ دو دفعہ انکار ہو چکا۔

اس روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ اس نے اپنے طور پر حکم دے دیا کہ جا کر ہر جگہ اعلان ہو جائے کہ ہرقل نے اسلام قبول کرلیا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے بن گئے۔

جیسے ہی یہ اعلان شروع ہوا تو کہتے ہیں کہ ملٹری نے آ کر ان کے سارے محل کو گھیر لیا اور دھاوا بولنے والے تھے۔ ہرقل اوپر سے وہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ ہرقل نے سوچا کہ یہ تو کسی طرح آمادہ نہیں ہیں۔ وہ جو دو دفعہ ہرقل نے کہا تھا کہ میں تو تمہارا امتحان لے رہا تھا اب کی مرتبہ بھی وہی اعلان کیا کہ اوہو میں نے تو یہ سارا اعلان کروایا تمہارا امتحان لینے کیلئے کہ تم اپنے مذہب پر کس درجہ تک پختہ ہو۔ انی کنت اختبر صلابة دینکم ۔تمہارے دین کی پختگی کا میں امتحان لے رہا تھا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری طرف سے عرض کر دینا کہ میں تو آپ کا متبع ہوں مگر انی مغلوب ۔ میں مغلوب ہوں میرے اوپر دوسروں کا غلبہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت ہمیں عطا فرمائے۔

**اللھم صل علی سیدنا وشفیعنا محمد... وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلیٰ اٰله وصحبه۔**

۲رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

جیسا کل عرض کیا تھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شاہ ہرقل قیصر کا قاصد آتا ہے۔قیصر نے کیا کیا باتیں اس سے کہیں سب یہاں پتہ ہیں اوراسی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد دلا کران تینوں کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔تبوک میں تھے مگرشام میں کیا ہورہا ہے سب معلوم ہے۔اورکیا گفتگو ہوئی وہ دیکھ لی ہوگی یاسن لی ہوگی یاحق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اطلاع کردی گئی ہوگی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ’کچھ ابتدائے نبوت کا حال بیان فرمائیں گے‘؟ اورایک سائل کا سوال بھی مذکور ہے۔ یہ تو مجمل ہے کہ’ابتدائے نبوت کا حال‘۔ایک سوال اس طرح بھی ہے کہ **متی وجبت لک النبوة؟** آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی پرانی خبردے رہے ہیں۔فرمایا کہ **’وآدم لمنجدل بين الماء والطين‘** کہ اس وقت سے نبی ہوں جب آدم پانی اورمٹی کے گارے میں تھے۔

## جدامجد کو پہچاننے کی انسانی خواہش

آج کل علم کا زور ہے۔علم کا حصول بہت آسان کردیا گیا۔کسی زمانہ میں ہزاروں میل کا سفرکرنا پڑتا تھا تب جاکرکہیں ایک کلمہ حاصل ہوتا تھا۔ اوراس وقت بس طلب کرنے والا

چاہیئے، ڈھونڈھنے والا چاہیئے، رغبت چاہیئے، شوق چاہیئے۔ کیا دینی علم کیا دنیوی علم ہر چیز کے پہاڑ آپ کے سامنے ہیں کہ آپ تھک جائیں پڑھتے پڑھتے اور حاصل کرتے۔ جہاں اس ترقی کی خوبیاں ہیں وہاں اس کی مضرتیں بھی ہیں۔ ابھی آخری مرتبہ جب لندن جانا ہوا تھا اس وقت سن کر بڑا دکھ ہوا کہ کسی صاحب علم کے بیٹے کو یہ خبط ہوگیا کہ آدم علیہ السلام ہمارے جد امجد نہیں بلکہ گوریلا اس کا جد امجد ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری اصلیت اور حقیقت بیان فرمادی کہ حق تعالیٰ شانہ نے جبریل امین کو حکم فرمایا کہ مٹی لاؤ۔

یہ پوری کائنات تمام مخلوق کے ساتھ ایک گھر کی طرح ہے۔ ایک گھر میں باتیں ہوتی ہیں تو کبھی سمجھدار بچے ہوتے ہیں تو والدین انہیں دوسرے کمرے میں بھیج دیتے ہیں کہ بھئی یہ کہیں ادھر ادھر راز کی بات بتادیں گے۔ تو یہ پوری کائنات ایک گھر کی طرح ہے۔ تو وہ جو آیت ہے 'وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةٌ'۔ ساری کائنات کو پتہ تھا کہ یہ مکالمہ ہوا ہے رب کے درمیان اور ملائکہ کے درمیان۔ جب جبریل امین کو یہ حکم ہوا کہ مٹی لایئے کہ آدم کا گارا بنانا ہے اب مٹی جبریل امین سے فریاد کرتی ہے کہ ہم سے ایسی مخلوق تیار ہوگی جو خدا کی نافرمان ہوگی اور اس کا حشر یہ ہوگا کہ جہنم رسید ہوگی۔ ہم سے جو جسم بنے گا ہمارے گارے سے تو برے عمل وہ کریں گے اور ہمیں ساتھ جہنم میں جلنا ہوگا؟ تو مٹی کو بھی پتہ کہ آدم مٹی سے بنے ہیں اور یہ ساری انسانیت حضرت آدم علیہ السلام کے رشتہ میں ہے۔

## جد امجد حضرت آدم علیہ السلام

یہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰة والسلام کا قصہ ہم بہت سنتے ہیں مگر ہمیں اس پر غور بھی کرنا چاہیئے کہ حضرت آدم کے قصہ میں ہمارے لئے بڑے بڑے اسباق ہیں۔ فرمایا 'خَلَقْتُهٗ بِیَدَیَّ' کتنے پیار سے حق تعالیٰ شانہ نے ان کی تخلیق کو بیان فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں

ہاتھوں سے آدم کو بنایا ہے۔ اتنے پیار سے بنانے کے بعد حکم ہوا کہ یہ جنت ہے اس میں رہئے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ کہ تم دونوں یہاں رہو۔

اس سے پہلے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا اعزاز ہو چکا تھا اور ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا تھا مگر پھر بھی حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام 'اھل الجنة بُله' کہ جس ابلیس نے کتنی بڑی انسلٹ (insult) حق تعالیٰ شانہ کے حکم کی کی تھی۔ خود حضرت آدم مسجود تھے، ان سے حسد کیا یا ان سے تکبر کیا یا ان سے بغض ہوا تو ان تمام میں سے جو بھی کیا ہو تو ناقابل معافی جرم تھا جس طرح حق تعالیٰ شانہ کی حکم عدولی ناقابل معافی جرم تھا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے نزدیک بھی ہونا چاہئے مگر آدم علیہ السلام کا بھولپن دیکھئے۔

کتنا بڑا سبق ہے ہمارے لئے۔ ہم تو ماں اور باپ کا ایک کلمہ نہیں سننا چاہتے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ 'وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ' کبھی اف بھی مت کہو۔ اور اب ہمارا یہ حال ہے کہ ایک کلمہ ماں باپ سے سنا، ہماری انسلٹ (insult) ہوگئی۔ باپ نے میری شان میں گستاخی کردی۔ مگر یہاں حضرت آدم علیہ السلام اسی دشمن کے جال میں آجاتے ہیں اکل شجرۃ یعنی درخت میں سے کھانے کے بارے میں۔ پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے وہاں جنت سے دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ تو یہ جو دنیا میں واقعات پیش آتے ہیں انسانوں کے ساتھ انسانوں کی طرف سے مخلوق کی طرف سے۔ ہم تو چھوٹے سے واقعہ کو قیامت سے بڑا سمجھ لیتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کیلئے جنت سے یہاں بھیج دیا جانا اور نکال دیا جانا اس کو سوچیں، کیا وہاں کی نعمتیں اور کیا یہ قید خانہ۔ مگر جو رب اور مربوب کا، خالق اور مخلوق کا رشتہ رہنا چاہئے تھا وہ حضرت آدم علیہ السلام کا اور مضبوط ہوا۔ جو جنت میں تھا اس سے بھی زیادہ مضبوط ہوا ٹوٹا نہیں۔ ٹوٹنا تو بہت دور کی بات ہے اس رشتہ میں کوئی خلل بھی نہیں آیا اور پختہ ہو گیا۔

اس دن واقعہ سنایا تھا باٹلی میں بھی کہ آدم علیہ السلام ہر وقت ساری زندگی مولیٰ کی یاد میں روتے رہتے تھے۔ میرے ابا جان کا قصہ سنایا تھا کہ اعتکاف میں تھا استنجاء کیلئے میں گھر

پہنچا تو والد صاحب فرماتے ہیں کہ یوسف یہاں بیٹھ! پھر فرمایا کہ اللہ سے ملاقات کے شوق میں دنیا بھر کے اولیاء اللہ روتے رہے، روتے رہے۔ ساری عمر روتے اور تڑپتے گذار دی مگر انہیں وصال خدا نصیب نہیں ہوا۔ اللہ کو انہیں رلانا ہی تھا۔ یہ رونا دھونا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے سیکھا اولیاء اللہ نے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جب دنیا میں اتار دیا تو جنت کی زندگی کتنی تھی؟ صرف چالیس برس۔ چالیس برس انہیں وہاں رکھا گیا اور اس کے بعد دنیا میں بھیجا گیا اب دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کا کام صرف ایک تھا بس مولیٰ کی یاد میں رونا۔ روتے رہے روتے رہے۔ کہتے ہیں کہ دوسو برس تک آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ وہاں سے ہمیں اتارا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔ دعا کرلیتے ہیں۔ **اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین** ۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان مقبول بندوں کی طرح ہمیں بھی اس کی ذات عالی سے تعلق نصیب فرمائے۔

**وصلی الله تعالیٰ علی النبی الامي وعلی آله وسلم تسلیما۔**

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق عرض کیا تھا کہ وہ دوسوسال تک روتے رہے اور دوسوسال تک رونے کے ساتھ انہوں نے مارے شرم کے، شرمندگی کا احساس اس قدر تھا کہ آسمان کی طرف ایک دفعہ نگاہ نہیں اٹھائی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا جب یہ قصہ پڑھیں تو ہمیں اپنے متعلق یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہم ہرگھڑی ہرآن ہرقدم نہیں ہرلحظہ ہر پلک جھپکتے حق تعالیٰ شانہ کو ناراض کرتے رہتے ہیں مگراس کا کوئی ہمیں احساس اورکوئی شرمندگی اوردل پراس کا کوئی اثرنہیں۔

## حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جو یہ روتے رہے تو کاہے کیلئے؟ اس لیے کہ جنت میں بڑی نعمتیں تھیں، مزے تھے اور یہاں اِهْبِطُوْا کہہ کرہمیں جنت سے سیدھا لنکا کے پہاڑ کے اوپراتاردیا گیا۔ سراندیپ میں، لنکا میں اس کوجبل راون بھی کہا جاتا ہے۔ جنت کی نعمتیں سے محرومی ہوگئی اس پر روتے رہے؟ نہیں وہ شرمندگی تھی کہ حق تعالیٰ شانہ کا جوحکم تھااس کو میں پورانہیں کرسکا۔ ہمیں تو ہر چیز پراعتراض ہوتا رہتا ہے کہ اوہومسلمانوں پراتنی

بڑی مصیبت، اتنی بڑی قیامت تو وہاں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یہ اعتراض نہیں ہوا کہ ایک دانہ چکھا، کھایا بھی نہیں، آپ منہ میں کوئی دانہ رکھیں اور پھر تھوک دیں آپ کا روزہ اسی طرح ہے روزہ پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اسی لئے لکھا ہے کہ جو ساس بہت سخت گیر ہو یا سسرال والے بڑے سخت گیر ہوں ان کے ظلم سے بچنے کیلئے اگر بہو کھانا پکاتے ہوئے زبان سے چکھ لے کہ ابھی لڑائی ہوگی دسترخوان پر کہ یہ کڑوا ہے یہ کھارا ہے یہ تیکھا ہے، منہ میں ذرا سے لے کر تھوک دے تو اس کے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ ابتلاع اس کو کہا جاتا ہے جو حلق سے نیچے اترے۔ جب حلق سے نیچے نہیں اترا اکل نہیں ہوا تو روزہ اسی طرح ہے۔ یہاں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق بھی ذاق آیا ہے، ذوق صرف چکھنا ہے۔ ٹیسٹ (taste) کیسا ہے پھر نکال دیا۔ حلق سے نیچے نہیں گیا لیکن اس پر کتنی بڑی سزا ملی۔

غرض یہ جنت کی نعمتوں سے محرومی پر رونا نہیں تھا۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا رونا اس پر تھا کہ حق تعالیٰ شانہ ناراض کیوں ہیں۔ ان کو میں نے ناراض کر دیا اپنی ایک حرکت سے تو عرض کیا تھا کہ دو سو سال تک روتے رہے۔ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ تین سو برس تک روتے رہے۔

وہ رونا کیسا تھا؟ ایک روایت میں ہے کہ رونا ایسا تھا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کے آنسوؤں کو اکٹھا کیا جائے اور ان کی ذریت اور اولاد قیامت تک جو آئے گی وہ کسی وجہ سے بھی روتی رہے ان دونوں کے آنسوؤں کا موازنہ کیا جائے تو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے آنسوؤں کا پانی بڑھ جائے گا ان کی ذریت کے آنسوؤں سے۔

## مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بیان کا موضوع تھا مدینۃ العلوم میں جمالِ محمد، کمالِ محمد، بلالِ محمد، ہلالِ محمد۔ اس پر بیان

کرتے ہوئے یاد آیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ وقت کم ہے۔ میں وہاں کہنے والا تھا یہ جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا پڑھتے ہیں، سنتے ہیں یہ کم ہی ہے۔ جس طرح اور کسی کلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ تو شعر وشاعری کا مبالغہ ہے تو نعت کے متعلق ایسا بھول کر بھی نہ کہئے ورنہ ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔ کہ جو مدح وتعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے کمتر تعریف ہے اس کے متعلق کوئی کہے کہ یہ مبالغہ ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

جیسے حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کے عرش کے شعر پر کسی کو اشکال ہوا تھا تو میں نے کہا کہ یہ تو اگر ناواقفیت کی وجہ سے ہے پھر تو توبہ کرنے سے ایمان بچ جائے گا ورنہ ایمان بھی خطرہ میں ہے۔ کیونکہ اب تک یہی سمجھتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مخلوق ہے حالانکہ مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے **افضل المخلوقات** ہونے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ سرور دوجہاں فخر انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ اس لئے اگر کوئی عرش کو افضل سمجھتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفضول تو اس عقیدہ کی وجہ سے ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا۔

## قل ھو اللہ احد

دائرہ الوہیت سے ماوراء ساری مدح ونعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشروع ہے وہاں جو اس دائرہ سے ٹکرائے وہ مفضی الی الشرک ہوگی۔ ایک دائرہ ہے **ھُو** کا۔ بتایا تھا پہلے بھی کہ سورہ اخلاص کے متعلق، **قل ھو اللہ** ۔ضمیر ہمیشہ پیچھے مرجع کی طرف لوٹتی ہے۔ یہاں ھو سے مقولہ شروع ہے۔ پہلے جس کا تذکرہ آیا ہو اسی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ، اور اسی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ۔ لیکن یہاں پہلے کوئی ذکر ہی نہیں کسی کا۔ '**قل ھو**'، '**قل ھو اللہ احد**' تو پہلے ضمیر ھُو پھر **اللہ**۔ ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تو سبھی کو معلوم ہونا ہی چاہئے۔

وہاں کسی کے پڑھائے بغیر، سکھائے بغیر، **لاالہ الا اللہ** پڑھائے بغیر بھی اس کو معلوم ہی ہونا چاہئے کہ میرا **ھُو** کا مرجع اور مشار الیہ وہی ایک ہے بس۔

پھر اور تصریح کی صوفیائے کرام نے اور اس کا نام رکھا دائرۂ احدیت۔ کہ ۂ کو گول لکھتے ہیں تو یہ جو الوہیت کا دائرہ ہے اور احدیت کا دائرہ ہے حق تعالیٰ شانہ کی الوہیت کا ہے۔ اس سے ماوریٰ اس کے باہر باہر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی صفت بیان کی جائے سب ہیچ ہے، سب کمتر ہے۔ ہاں دائرہ سے پچ نہیں ہونا چاہئے دائرہ الوہیت سے ورنہ شرک کا خطرہ ہے۔

اسی لئے وہ جنہوں نے **ثالث ثلاثہ** کہا، جنہوں نے **عزیر بن اللہ** کہا، جنہوں نے **مسیح ابن اللہ** کہا وہ اس دائرہ کے اندر داخل ہوگئے۔ اس کو پار کرلیا۔ اس کی اجازت نہیں کسی طرح سے بھی۔ وہاں یہ موضوع ذہن میں آیا تھا بیان کرتے ہوئے پھر میں نے عرض کردیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشعار کے متعلق جیسا کہ بیان کیا گیا تو کبھی کسی موقعہ پر بھی ہرگز یہ نہ کہئے کہ یہ مبالغہ ہے۔ کیونکہ اگر مبالغہ ہوجائے پھر تو ایمان نہیں رہتا اگر دائرۂ الوہیت تک پہنچادیا جائے۔ اس کے ماوراء جتنی تعریف کی جائے گی ساری سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات عالی سے کمتر شمار ہوگی۔

اسی طرح یہاں بھی کوئی کہے گا کہ ایک آدم کا رونا چاہے وہ دوسو برس کا ہو تین سو برس ہو اور تم نے کہہ دیا کہ ساری دنیا بھر کی انسانیت ہے ان سب کے رونے سے ان کے آنسو بڑھ گئے۔ کیا انہوں نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ہماری طرح بالشتیا سوچا ہوگا کہ چھوٹا سا جسم؟ ان کی قد و قامت ساٹھ ہاتھ بیان کی گئی ہے۔ ساٹھ ہاتھ کا قد مبارک تھا۔

## حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں برس بعد جو

حضرت دانیال آئے ہیں ان کی نعش کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود دیکھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عریضہ لکھا کہ یہاں اس جگہ پر ایک خزانہ تھا ہم نے دروازہ کھولا تو وہاں ایک نعش ملی ہے صحیح سالم اور اس کے ساتھ یہ کتابیں ہیں اور یہ یہ چیزیں ہیں۔ حضرت دانیال کے صحیفے اس کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس قصے میں حضرت دانیال کی ناک کی سائز بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک یارڈ کی ان کی ناک تھی۔

جب اتنا بڑا جسم روئے گا اور جیسا میں نے عرض کیا کہ ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو مسجد نبوی میں لے کر پہنچے اور وہاں **بسم الله والصلوة والسلام على رسول الله** کے ساتھ جو رونا شروع ہوتا تھا تو دیکھتے رہتے تھے کہ کیسے روتے ہوں گے۔ اتنی طاقت رونے کی کہاں سے لاتے ہیں۔ ہم تو ذرا سی دیر روئیں گے بھی تو سر میں درد ہو جائے گا۔

اپنے اوپر قیاس نہ کیجئے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے اس رونے کو کہ جس کے متعلق کہا گیا کہ وہ آنسو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے دنیائے انسانیت کے آنسوؤں کے ساتھ تولے جائیں اور ان کا موازنہ کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو بڑھ جائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ مولیٰ کو خوش کرنے کیلئے، راضی کرنے کیلئے اس طرح رونے کی حق تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی حرکتوں پر ندامت نصیب فرمائے۔

**وصلى الله تعالىٰ على النبى الامي وعلى آله وسلم تسليما۔**

۴ ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مبارک ایام ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان ایام کی قدر دانی کی توفیق دے جیسا ان ایام کا حق ہے۔ اسے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہت بڑا حق ہوگا ان ساعتوں کا ان گھڑیوں کا۔ اسلئے کہ ایسے وقت میں یہ ہمارے لئے کام آنے والی ساعات ہیں اور گھڑیاں ہیں کہ اسے ہم اس دنیا میں ایک محدود دنیا کے دائرہ میں مادیت میں رہ کر سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ کس وقت ہمیں کام دیں گی۔

## ماہ رمضان

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **رَأَیْتُ رَجُلاً یَلْھَثُ عَطَشًا** ۔کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو پیاس کے مارے ہانپ رہا ہے۔ کتے کی طرح سے زبان باہر نکلی ہوئی ہو۔اتنا زیادہ پیاسا۔اتنا پیاسا اس طرح وہ ہانپ رہا ہے۔**یَلْھَثُ عَطَشاً** پیاس کے مارے۔اب اسے پانی کی تلاش ہے۔

**کُلَّمَا دَنیٰ مِنْ حَوْضٍ مُنِعَ وَطُرِدَ** ۔کہ جب کسی حوض تک جاتا ہے پانی پینے کیلئے تو ہٹایا جاتا ہے۔ وہاں محشر میں تمام انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے حوض ہوں گے۔سب سے

بڑا حوض کوثر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ جس کسی حوض کے قریب جاتا ہے تو اسے دھکے دیئے جاتے ہیں۔ فَجَاءَ ہٗ صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ فَأَسْقَاہُ وَأَرْوَاہُ ۔ فرمایا کہ اتنے میں اس نے دیکھا کے کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کس نے؟ صِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ ۔ رمضان کے روزے آگئے، وہاں پہنچ گئے اور اُسے پکڑ کر پلایا، پلایا، اتنا پلایا کہ فَاَسْقَاہُ وَ اَرْوَاہُ۔ کہ اس نے کہا بس۔ میں اچھی طرح سیر ہوگیا۔

رمضان سے پہلے ہم تو سوچ رہے تھے کہ اٹھارہ انیس گھنٹے کا روزہ کیسے ہوگا مگر کچھ پتہ بھی نہیں چلا بلکہ ایک نعمت اور مل گئی کہ جو عام سال بھر میں جتنی رغبت سے، اور مزے سے کھانا نہیں کھایا جاتا ہوگا وہ ان دنوں میں کھایا جاتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے اللہ کی۔ ورنہ ہزاروں نعمتیں دسترخوان پر ہوں اور انسان کی خواہش نہ ہو تو کس کام کی۔ کاش کہ ہمیں حق تعالیٰ شانہ ان گھڑیوں کی قدر کی توفیق دے اور ان وعدوں پر یقین دے۔ یہ تمام چیزیں حق ہیں کہ جتنے ہم بزرگوں کے واقعات سنتے ہیں یہ کوئی گھڑی ہوئی کہانیاں نہیں ہیں ورنہ ہمیں کیا کہ روزوں میں، ایسی راتوں میں آپ کے پاس بیٹھ کر ان کتابوں سے ان کے حالات پڑھتے اور آپ کے سامنے اسے نقل کرتے۔ کیا ملے گا ہمیں اگر ہم ان کے جھوٹے فضائل بیان کریں اور ان کے مجاہدات جھوٹے بیان کریں؟ بلکہ ہر چیز میں ہماری کوشش ہوتی ہے کہ مرویات ومنقولات کو تحقیق کے بعد بیان کیا جائے۔

## صاحب مدارج النبوۃ رحمۃ اللہ علیہ

میں نے کل آپ کو حوالہ سنایا تھا کہ میں نے پہلے دن آپ سے عرض کیا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوسوسال تک روتے رہے۔ پھر میں نے عرض کیا تھا کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں مسعودی کی روایت لائے ہیں کہ تین سوسال تک روتے

رہے۔ جن کی یہ کتاب ہے مدارج النبوۃ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت اونچے پائے کے محدثین میں ہیں جنہوں نے ہندوستان میں دہلی کے علاقہ میں سب سے پہلے علم حدیث پھیلایا۔

ان کی ایک کتاب مشکوۃ کی شرح لمعات ہے۔ یہ مشکوۃ کی شرح ہے اوراس پر دیگر حضرات نے تحقیق کی ہوگی اوراس کواپنے اپنے طریق سے چھپوایا ہوگا۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت شیخ قدس سرہ کے خدام میں سے حضرت مولانا شیخ تقی الدین ندوی اس کتاب کو دوبارہ اپنی تحقیق سے شائع کررہے ہیں۔ ان سے کوئی پینتالیس سال سے ہمارا تعلق ہے۔

انہوں نے پرسوں مجھے فون پر کہا۔ میں نے پوچھا کہ ہندوستان کا سفر آپ کا کیسا رہا، کہاں گئے تھے۔ تو انہوں نے بتایا کہ دہلی میں میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مہدیاں گیا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ ان سے ہمارا خصوصی تعلق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پینتالیس برس سے تعلق ہے۔ ٹیلی فون سے رابطہ رہتا ہے۔ جب فون نہیں تھے تو ڈاک سے خطوط سے رابطہ رہتا تھا اوراس سے پہلے جب وہ ترکیسر میں شیخ الحدیث تھے اس وقت وہ ہمارے یہاں تشریف لاتے، ہم ان کے یہاں حاضری دیتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ہمیشہ ساتھ رہا۔ اس طویل عرصہ میں انہوں نے اپنے متعلق کبھی کوئی ایسا خواب نہیں سنایا کہ جس میں کوئی بزرگی ٹپکتی ہو یا کشف کا دعویٰ ہو۔

## شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

پرسوں پہلی مرتبہ ساری عمر میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں جب شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا تو فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ عجیب وغریب منظر دیکھا کہ انوارات ہی انوارات۔ کہتے ہیں کہ میں تو حیرت میں رہ گیا۔ اور کیوں؟

انہوں نے خود ہی کہا کہ شاید یہ ان کی کتاب کی اشاعت کی میں کوشش کر رہا ہوں اس کی وجہ سے یہ انہوں نے اکرام فرمایا۔

اب یہ مولانا تقی الدین صاحب یہاں زمین پر رہتے ہوئے کام کر رہے ہیں اور صدیوں پہلے اپنی قبر میں جا کر سو گئے ہیں حضرت شیخ عبدالحق ان کو یہ بھی پتہ ہے کہ یہ جو آ رہے ہیں تقی الدین ہیں وہ میری کتاب پر آج کل تحقیق کر رہے ہیں اس لیے ان کا وہاں رہتے ہوئے انوارات کے ذریعہ اکرام فرما رہے ہیں۔

## حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ تمام واقعات اور جتنی خبریں ہیں عالم برزخ کے متعلق اور اس کے بعد والے عالمِ آخرت کے متعلق وہ سب سچی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر یقین نصیب فرمائے۔

ورنہ کل میں نے عرض کیا تھا کہ جن کو وہ دوسری لائن سوجھتی ہوگی، گوریلا کو باوا آدم بنانے کی، اور اپنا جد امجد بنانے کی۔ سوجھتی نہیں ہوگی بلکہ جب وہ اپنی اس عقل کا غلط اور اوندھا استعمال کرتے ہیں تو اسی طرف اللہ انہیں پھیر دیتے ہیں، 'نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی' قرآن نے کہا ہے کہ 'نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ'۔ وہی رستہ اس کیلئے آسان فرما دیتے ہیں۔ تحقیق در تحقیق میں ان کیلئے آگے وہی رستے کھلتے نظر آتے ہیں۔

اب کوئی مزاح اڑائے گا کہ یہ ناک ایک گز لمبی۔ کہ کسی نے اپنی کتاب میں لکھا تو تم نے مان لیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ ہم نے دیکھی کہ ان کی ناک ایسی تھی۔

## مولانا محمد صاحب سہارنپوری

سہارنپور سے جو مولانا محمد صاحب تشریف لاتے تھے تو ایک رمضان میں میں نے ان سے کہا کہ سرہند شریف میں گیارہ، یا چودہ انبیاء علیہم الصلوات والسلام کی قبریں ہیں ان کے متعلق کوئی کھدائی ہوئی ہے اور کچھ تحقیق ہے تو ذرا بھیجئے۔ رسالہ انہوں نے بھیجا تھا کہ کھدائی

کرتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ کوئی ڈھانچہ نکلا اور ان کے ہاتھ ہمارے ہاتھ سے کئی گز لمبے ہیں۔

خود ہمارے یہاں کئی ایک قبریں ہیں گجرات میں، تین چار جگہوں پر سورت کے علاقے میں ہیں۔ عام طور پر جو قبر ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ لمبی ہیں۔تو اس کی مختلف تاویلات کی جاتی ہیں۔ کہ شہید ہوئے تو اپنے جھنڈے کے ساتھ دفن کئے گئے اس لئے لمبی قبر ہے یا یہ کہ ان کے رفقاء ساتھ دفن کئے گئے۔ اس لئے لمبی ہے۔ کسی نے کیا کسی نے کیا تاویلات کیں۔ وہاں جو ڈھانچے نکلے سرہند میں تو وہ بھی کافی لمبی قامت والے تھے۔

میں تو حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے متعلق عرض کررہا تھا کہ وہ ساٹھ فیٹ کا قد ہوتا تھا۔ اور وہ جب روتے رہیں گے ایک سوسال، دوسو سال تین سوسال۔ اور رونا بھی ہماری طرح سے نہیں، وہ ان کا رونا نبی کا۔

جب کہ ایک امتی کے متعلق، ابھی قریبی صدیوں کے ایک بزرگ۔ان کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ عشق الٰہی میں ہروقت روتے رہتے تھے۔ ہروقت۔کوئی کام ہی نہیں تھا۔

## حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے پاکستان میں آخری خلیفہ تھے۔ہم نے ان کی کراچی میں زیارت کی، خدمت میں حاضر ہوئے ہمارے بھائی یوسف وراچھیا کے ساتھ۔تو ان کو اگر آپ وہاں مکہ شریف میں حرم شریف میں دیکھتے۔ آپ ابھی ان کو دیکھیں گے، تین چار گھنٹے کے بعد دیکھیں گے تو وہ اسی حال میں ہوں گے کہ وہ اکڑوں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا سر ہے اپنے گھٹنوں پر اور ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں بیت اللہ کی طرف اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ رورہے ہیں، مسلسل رورہے ہیں۔

کبھی کوئی سمجھانے کی کوشش کرتا اور رونے کی وجہ پوچھتا تو فرماتے کہ یہ جو ایک سو بیس

رحمتیں اترتی ہیں میں اسی کو دیکھتا رہتا ہوں۔ کیوں وہاں سے نظر ہٹائیں گے۔ہمیں تو فرصت ہی نہیں ملتی کہ دیکھتے۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ وہ ایسے جارہا ہے، وہ بچہ جارہا ہے، وہ خاتون جارہی ہے وہ بڑے میاں جارہے ہیں۔ ہر ایک کو دیکھتے رہیں گے وہاں حرم میں۔ اور وہ بزرگ ایک سو بیس رحمتیں اتر رہی ہیں انہی کو دیکھتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان جیسے حالات ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

## ایک اللہ والے کا رونا

ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ عشق الٰہی میں ہروقت روتے ہی رہتے تھے، ان کا کام روتے ہی رہنا۔ایک مرتبہ کسی نے سمجھانے کی کوشش کی، تسلی دینے کیلئے، دلاسا دینے کیلئے کہا۔ اللہ تعالیٰ تو غفور الرحیم ہے۔آپ نے ساری عمر کا پیشہ رونے کا بنالیا، یہی مشغلہ ہے تو فرمانے لگے کہ دیکھو! میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ نہیں کہوں گا کہ تو مجھے جنت دے دے کہ میں تیری ملاقات کیلئے ساری عمر سے رورہا ہوں میں یہ درخواست نہیں کرتا کہ تو مجھے جنت دے دے تا کہ جنت میں جا کر تیرا دیدار کرتا رہوں۔نہیں، میں اس سے یہ کہتا ہوں کہ مجھے جنت نہیں چاہئے مجھے جہنم میں پھینک دے، اور جہنم کی کسی نالی میں پھینک دے۔

کیوں پھینک دے؟ فرماتے ہیں وہاں اس لئے پھینک دے کہ وہاں جا کر جس طرح میں دنیا میں تیرے فراق میں رورہا ہوں اس میں جو مجھے لطف آتا ہے وہ شاید کم ہو جائے جب تو سامنے آجائے۔ میں رونے کو چھوڑنا نہیں چاہتا مجھے جہنم کی کسی نالی میں پھینک دے تا کہ یہ فراق کا رونا نوحے کے ساتھ میں وہاں روتا رہوں۔

اللہ تعالیٰ ایسا رونا رونے کی ہمیں بھی توفیق دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین**

۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے کائنات میں کئی ایک خصوصیات سے نوازا۔ ارشاد فرمایا 'خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ' یہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت کہ آپ کو حق تعالیٰ شانہ نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تمہیں بنایا۔ اور اپنے کلام میں حضرت آدم کے متعلق فرمایا کہ 'اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'۔ کہ آدم علیہ السلام کو کائنات میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تمام ملائکہ کو حکم فرمایا کہ انہیں سجدہ کرو۔ یہ سجدہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سوائے حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے کسی کیلئے روا نہیں۔ مگر یہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصیت ہے کہ اللہ کے حکم سے تمام ملائکہ نے آپ کو اپنا مسجود بنایا۔

اب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو چیز رلاتی رہی دو سو سال یا تین سو برس وہ یہ سارا حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو پیار ملا تھا اور اپنا محبوب حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بنایا تھا اس کی وجہ سے زیادہ آپ کی طبیعت پر اس کا اثر رہا اور روتے رہے روتے رہے۔ اور یہ جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام روتے رہے وہی حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

والسلام کی نسبت رونے والوں میں اولیاء اللہ میں منتقل ہوتی رہی۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ساری ساری عمر حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں اولیاء اللہ روتے رہتے ہیں، اس کے وصال کیلئے تڑپتے رہتے ہیں اور اسی کو اپنا وظیفہ بناتے ہیں۔

## ایک بزرگ

ایک بزرگ کا آخری قصہ جو سنایا تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ الٰہی مجھے تو جہنم کی نالی میں پھینک دے تا کہ میں وہاں پڑا پڑا تیرے فراق کا نوحہ کرتا رہوں۔ اس طرح کے جتنے اولیاء اللہ کے مقولے ملتے ہیں اور ان کے احوال بیان کئے گئے ہیں کہ وہ روتے رہے اور مختلف کلمات ارشاد فرماتے تو یہ مجذوبانہ بڑنہیں ہے۔ وہ مغلوب الحال یا مجذوب نہیں تھے کہ اس میں ایک طرح سے اس کو بکواس اور ان کا غیر مفہوم کلام قرار دیا جائے۔ بلکہ یہ رونے والے انتہائی درجے کے اذکیاء عقلاء میں ہیں۔

دنیا کے مسلمہ حکماء میں سے، دنیا کے بہت بڑے بڑے عقلاء میں سے جن کا شمار ہے ان میں سے ایک بوعلی سینا ہے۔ تو وہ بھی اسی لائن پر ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائن پر، حالانکہ کتنا بڑا انسان۔ ان کے عقل کی کتابیں آپ پڑھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے دنیا کو عقل سکھانے والے۔ اور یہ تمام علوم ان سے جاری ہوئے جن پر آج تک یہ تمام یونیورسٹیز چل رہی ہیں۔

## حکیم بوعلی بن سینا

یہ ابن سینا ایک جگہ حق تعالیٰ شانہ کو خطاب کرتے ہیں کہ الٰہی میری صرف دو آرزوئیں ہیں ایک آرزو تو یہ ہے کہ میں تجھ ہی کو بولتا رہوں۔ لیکن انسان ہے کب تک بولے گا۔ آخر چپ ہو کر رہے گا۔

فرماتے ہیں کہ میری ایک آرزو یہ ہے کہ میں تجھے ہی بولتا رہوں لیکن کب؟ جب کوئی سننے

والا ہو سامنے۔ اور جب مجھ میں بولنے کی سکت نہ ہو اور بولنے کی طاقت نہ رہے تو پھر کوئی دوسرا تجھ ہی کو بولتا رہے اور میں اسے سنتا رہوں۔ پھر آگے اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ جو عقلمند ترین انسان ہوتے ہیں وہ ہر چیز ایک ایک کلمہ کو سوچتے ہیں۔

حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی بات کہنے کو ہوتا ہوں تو پہلے اس کو سوچتا ہوں کہ اب زبان سے کیا ادا کرنا ہے تو میں کلام نفسی کے طور پر اسے اندر ذہن میں بولتا ہوں اور اس کے بعد پھر زبان پر لاتا ہوں۔

ابن سینا نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ میں تجھے ہی بولتا رہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں تجھے ہی بولتا رہوں یا سنتا رہوں۔ دوسری آرزو یہ ہے کہ تجھ ہی کو دیکھتا رہوں۔ جب کوئی سننے والا نہ ہو میں نہ بولوں تو کوئی مجھے سنائے اور تجھے میں سنتا رہوں اور کوئی میرے سامنے نہ ہو جو مجھے سنائے یا جسے میں سناؤں اکیلا ہوں تو تجھے ہی دیکھتا رہوں کہ یہ کائنات کیسی تو نے بنائی۔

## مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ مولوی یوسف! تم **وحدۃ الوجود** کے قائل ہو یا **وحدۃ الشہود** کے؟ کیوں کہ مدتوں ہمارے یہاں قیام رہا اور حضرت کے یہاں تو مختلف سالوں میں مصاحبت رہی۔ اسفار میں بھی، سہارنپور میں بھی، حرمین میں بھی، افریقہ میں بھی مختلف ملکوں میں۔

یہاں پہلے میری جو درس گاہ ہوا کرتی تھی اسی میں حضرت کا بیڈروم ہم نے بنایا تھا اس میں قیام تھا۔ پھر ایک سفر میں یہاں جو درس گاہیں بائیں طرف ہیں حفظ کلاس والی ان میں بھی دو سفروں میں قیام رہا۔

حضرت مفتی صاحب فرمانے لگے کہ مولوی یوسف تم کس چیز کے قائل ہو؟ **وحدت الوجود** کے یا **وحدت الشہود** کے۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ تو میری استعداد سے

بہت اوپر کی چیز ہے اوراس کے متعلق کوئی کلمہ بھی زبان سے نکالنا میرے لئے جائز نہیں ہوگا۔ میں اس میں کیسے کوئی رائے زنی کر سکتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنا کلام سنانا شروع کیا۔ تو شاید وہ پوچھنا چاہتے تھے کہ اس کے متعلق کیا رائے قائم کرو گے۔ انہوں نے بہت اچھے اشعار کہے ہیں توحید پر۔ تو میں نے تمہیں دیکھا ہے سے شروع کرتے ہیں۔ میں نے تمہیں دیکھا ہے گجرات کے گالوں میں، لکھنو کے لالوں میں، میں نے تجھے دیکھا ہے۔

پھر اپنا پھر تشریح فرماتے ہیں کہ گجرات کے گالوں سے مراد رخسار نہیں بلکہ گجرات میں روئی، کپاس کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی تھی۔ تو اس کپاس کی روئی کے گالے مراد ہیں۔ اب جو کوئی سرسری نگاہ سے سوچے گا تو کہے گا کہ اوہو یہ تو وحدت الوجود کے قائل معلوم ہوتے ہیں کہ ہر جگہ خدا کو ہر چیز میں دیکھنے کے متعلق فرما رہے ہیں۔ اور جو کوئی عقل سے سوچے گا تو کہے گا کہ یہ تو سب شواہد قدرت کو بیان فرما رہے ہیں کیوں کہ یہ سب شواہدِ قدرت ہیں۔ اسی طرح ابن سینا اس جگہ فرماتے ہیں کہ الٰہی میں تجھے بولتا رہوں یا تجھے سنتا رہوں یا تجھے دیکھتا رہوں۔

## مولانا زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک دفعہ فرمایا۔ حضرت کے یہاں جو دار التصنیف کا کتب خانہ کا کمرہ تھا اس میں حضرت اپنی تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ صبح کی چائے کے بعد سے تشریف لے جاتے۔ اس کے بعد مہمان چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر استنجا، وضو اور چاشت سے فارغ ہو کر کتب خانہ کے صحن میں پہنچنا شروع ہوتے۔ حضرت کے کتب خانہ کے سامنے جو صحن تھا اس میں الا اللہ کی ضربیں لگتی رہتیں اور حضرت کے کمرہ میں بھی آواز برابر پہنچتی رہتی۔

ایک مرتبہ ہمارے استاذ حضرت مولانا عاقل صاحب فرمانے لگے کہ آج حضرت تصنیف کے دوران فرمانے لگے کہ یہ جو ذکر کر رہا ہے زبیر اس نے تو میرے دل کو گھائل کر دیا ہے۔ اتنا پیارا وہ ذکر کرتے تھے۔ یہ دو بھائی تھے جو کراچی سے حضرت کی خدمت میں پہنچتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی شاہد صاحب اور ان کے بھائی حضرت مولانا زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا زبیر صاحب یہاں بھی تشریف لائے ہیں۔غرض مولانا زبیر صاحب کا ذکر اتنا پیارا ہوتا تھا کہ سن کر حضرت شیخ فرمانے لگے کہ اس کے ذکر نے تو میرے دل کو گھائل کر دیا۔

حضرت شیخ ایک دفعہ ہمیں فرمانے لگے لونڈو! میری ایک تمنا ہے۔ ایک لوہار تھا۔ساری عمر وہ ٹھک ٹھک، ٹھک ٹھک لوہے کو پیٹتا رہا۔کوئی چیز بنانے کیلئے، کوئی بھی برتن بنانے کیلئے اس کو گرم کر کے جب لال ہوجاتا اس کو جس طرح بنانا ہوتا اس کو ٹھک ٹھک کر کے بنا تا رہتا۔وہ بوڑھا ہوگیا۔تو وہ روتا، جب کوئی آرڈر لے کر آتا کہ ہمیں یہ برتن بنادو، روتا کہ میں بوڑھا ہوگیا۔

بچپن میں ہم بھی جاتے تھے لوہار کے یہاں۔ جب کسی برتن میں سوراخ ہوجاتا تو اس کو ٹھیک کروانے کیلئے یا کوئی چھری کند ہوگئی، یا کلہاڑی خراب ہوگئی تو اس کو وہ دوبارہ آگ میں رکھ کر کے گرم کر کے جب وہ لال ہوجاتی اس کے بعد اس کو پیٹ کر کے ٹھیک کر دیتا۔

جب اس طرح کوئی کام لے کر آتا تو وہ لوہار روتا تھا اور یوں کہتا تھا کہ کاش کوئی مسٹنڈا نوجوان، پہلوان جیسا مجھے مل جاتا اور میں چارپائی پر پڑا رہتا اور وہ میری ان ساری چیزوں کو استعمال کر کے ہر وقت ٹھک ٹھک کرتا رہتا اور اس کی آواز میرے کان میں پڑتی رہتی۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے کہ میری بھی چاہت یہی ہے اس بوڑھے لوہار کی طرح سے کہ ہر وقت الا اللہ کی ضربیں میرے کان میں پڑتی رہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے ایسا تعلق ہمیں بھی عطا فرمائیں۔

وصلى الله تعالىٰ على النبي الأمي وعلىٰ آله وصحبه اجمعين۔

۶ ررمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بوعلی ابن سینا جوحق تعالیٰ شانہ سے مناجات کررہے تھے کہ الٰہی میری دو آرزوئیں ہیں کہ میں تجھ ہی کو بولتا رہوں، تیرا ہی ذکر کرتا رہوں یا کوئی تیرا ذکر کرے اسے سنتا رہوں۔ اور پھر دوسری آرزو بیان فرماتے ہیں کہ یا پھر تجھے دیکھتا رہوں۔ جیسے ابن سینا مناجات اور دعا میں حق تعالیٰ شانہ سے باتیں کررہے تھے کاش کہ ہمیں بھی اس طرح لطف کے ساتھ باتیں کرنے کی عادت پڑ جائے۔ اس لئے میں تو ہمیشہ مثال دیا کرتا ہوں اپنی دیہات کی بوڑھی عورتوں کی کہ وہ اکیلی اکیلی بولتی رہتی ہیں۔ کوئی جانور آ گیا، سانپ آ گیا۔ رات کو پڑی پڑی بولتی رہیں گی۔

حق تعالیٰ شانہ کی شان ہے 'وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ' جہاں تم ہو تمہارے ساتھ ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ'۔ تمہاری رگ جان سے بھی ہم نزدیک ہیں۔ اسی لئے ہجرت کے موقعہ پر فرمایا کہ 'اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'۔

یہ معیت کا، قرب کا ہر وقت ہمیں احساس ہونا چاہئے کہ اسی سے ہم مناجات میں مشغول رہیں۔ نہ کسی دوست سے، نہ بیوی سے، نہ گھر والوں سے۔ اور ابن سینا اپنی مناجات کے اخیر میں کیا کہتے ہیں حق تعالیٰ شانہ سے کہ الٰہی اگر بہشت میں پہنچنے کے بعد، جنت میں پہنچنے کے

بعد تیرا ذکر نہ ہو، تیرا تذکرہ میں نہ کروں اور تجھے نہ سنوں تو مجھے وہ بہشت نہیں چاہئے۔ اللہ مجھے وہ جنت نہیں چاہئے۔ ان کو کتنا لطف آتا ہوگا۔ کتنا مزہ آتا ہوگا۔

## حضرت سری سقطی اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مکان میں دو دوست سوئے ہوئے ہیں۔ سَرِی سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور جنید بغدادی۔ سری سقطی رات کے وقت اچانک اپنے دوست شیخ جنید کو خطاب کرتے ہیں کہ جنید تم سو گئے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ میں تو جاگ رہا ہوں نہیں سویا۔ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابھی حق تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ کتنے مزے میں ہوں گے۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے متعلق کل میں نے عرض کیا تھا کہ بہت طویل عرصہ ان کے ساتھ گذرا۔ یہاں کے قیام میں صبح ناشتے پر جیسے ہی بیٹھتے، دوپہر کے دسترخوان پر بیٹھتے یا شام کے دسترخوان پر تو کھانا آرہا ہے لگ رہا ہے۔ اب تھوڑی دیر دیکھا کہ کوئی بول نہیں رہا ہے تو پوچھتے کہ کوئی نئی تازی؟ یہ ان کا سوال ہوتا تھا۔ یہ سری سقطی شیخ جنید بغدادی کو فرما رہے ہیں کہ ابھی ابھی حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا۔ نئی تازی سنا رہے ہیں۔ کیا فرمایا؟ بہت غور سے سننے کی چیز ہے۔

کتنا پیار حق تعالیٰ شانہ کو اپنے ان بندوں سے چونکہ حق تعالیٰ شانہ کے عشق میں عشق الٰہی میں اپنے آپ کو وہ فنا کر چکے تھے۔ اس لئے ادھر سے بھی اتنی ان کی قدر ومنزلت۔ ایک طرف تو ساری دنیا خود مانگتی ہے ادھر حق تعالیٰ شانہ خود سری کو مخاطب فرما رہے ہیں کہ سری! دیکھو مجھ سے محبت کرنے والے، میرے طلبگار اور میرے چاہنے والے بہت ہیں اور بہت تھے۔ مگر میں نے، اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرما رہے ہیں اپنے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ میں نے ان سب کے سامنے دنیا ڈال دی۔

تو جو مناجات کرتے ہوئے یہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ اچھا مکان دے دے، اچھا بزنس دے

دے، اچھا جاب مل جائے، راحت کی زندگی گذرے۔ تو جو دنیا مانگتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ان محبت کے دعوے داروں کے سامنے دنیا ڈال دی۔ اب ہزار میں سے نوسو تو اس میں مشغول ہوگئے۔ بھگا دیا نوسو (۹۰۰) کو، جو فیل ہوگئے وہ اپنے اس دعوے میں کہ الٰہی ہمیں تجھ سے محبت ہے۔

جیسے میں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ والد صاحب سے زندگی میں وہی ایک بات پہلی اور آخری سنی کہ اللہ کی یاد میں رو رو کر اللہ والے اس دنیا سے چلے گئے مگر کسی کو وصال نصیب نہیں ہوا، **الا ماشاء اللہ** کوئی کوئی ہوگا۔

## حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن سے ہم نے فارسی پڑھی۔ اور گلستاں، بوستاں وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی نصیحت کی باتیں اور سمجھانے کی اور تربیت کی باتیں نہیں فرماتے تھے صرف سبق پر اکتفاء فرماتے۔ خارجی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔

اسی لئے ان کے پاس جن طلبہ نے پڑھا ہے وہ نہیں بتا سکتے کہ انہوں نے کبھی ان کو اس طرح کی کوئی باتیں فرمائی ہوں۔ مگر ایک مرتبہ پتہ نہیں کس بات پر وہ فرمانے لگے کہ حق تعالیٰ شانہ کی عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو کتے ہیں۔ دوسرے وہ جو تاجر ہیں اور تیسرے وہ جو اس کے مخلص چاہنے والے ہیں۔ پھر اس کی تشریح فرمائی۔

جو دنیا طلبی کیلئے خدا کی عبادت کریں تو وہ کتے ہیں۔ کتے کے سامنے روٹی اس کو دکھاؤ تو وہ دوڑتا ہوا آئے گا، دم ہلاتا ہوا۔ اس کو اور کیا چاہئے۔ تو جو دنیا کی عافیت کہ دنیا کے عذاب سے ہم بچے رہیں، دنیا میں ہم بیماریوں سے بچے رہیں، دنیا میں عافیت سے رہیں اس کیلئے خدا کی عبادت کریں تو فرمایا کہ وہ کتے ہیں۔ کتا بھی یہی چاہتا ہے اس سے زیادہ اسے کچھ

نہیں چاہیئے۔

اور فرمایا کہ جو آخرت کیلیئے، جنت کے حصول یا دوزخ سے نجات کیلیئے خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ تاجر ہیں کہ وہ خدا کو عبادت دے رہے ہیں اور اپنی عبادت کی جزاء اور بدلی جنت مانگتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ تاجر ہیں۔ تجارت کرلی۔ سودا دیا اور لیا۔ جنت مل گئی۔

فرمایا کہ حقیقی مخلص اللہ کے چاہنے والے وہ ہیں جنہیں نہ آخرت چاہیئے نہ دنیا چاہیئے صرف خدا ہی چاہیئے۔ اسی کی خاطر وہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح یہاں سری سقطی کو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ سری ہمارے چاہنے والے بہت تھے۔ ان کے سامنے جب ہم نے دنیا ڈال دی تو ہزار میں سے نوسو مطمئن ہو گئے دنیا لے کر بیٹھ گئے۔

اب سو رہ گئے تو میں نے ان کے سامنے جنت اور آخرت پھینک دی تو سو میں سے نوے اس پر خوش ہو گئے کہ ہمیں آخرت مل گئی، ہماری آخرت سنور گئی، ہمیں جنت مل گئی۔

## اللہ کے سچے عاشق

فرمایا کہ جب دس رہ گئے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے بلایا کہ آجاؤ کہ تم صرف میری ہی خاطر لگے ہوئے ہو تو انہیں وصال نصیب ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ وصال ہمیں بھی نصیب فرمائے اور اس کی طلب ہمیں عطا فرمائے۔ جو لطف ہے اس میں ان اللہ والوں نے جو بیان کیا۔ ہم تو صرف ان کی باتیں کرنا، ان کے احوال نقل کرنا اور سننا جانتے ہیں۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تک زندہ تھے، تو جہاں کہیں بھی جانا ہوتا جلسے کی کوئی دعوت دیتا تو میں داعی سے کہتا کہ حضرت کو دعوت دی؟ وہ کہتے نہیں تو میں کہتا کہ حضرت کو دعوت دو۔ بیان تو حضرت فرمائیں گے میں تو ویسے ہی شریک ہو جاؤں گا۔ ان سے پہلے حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے تو ان کا میں نام لیتا تھا کہ ان کو دعوت دے دو۔ آخری دفعہ ایکسیڈنٹ سے دو تین ہفتے پہلے باٹلی مدینہ مسجد میں مولانا

ابراہیم صاحب کا بیان ہوا تھا۔ انہوں نے دعوت دی مجھے پرانی مدینہ مسجد ماؤنٹ پلیزنٹ کی مسجد میں۔ تو میں نے کہا کہ حضرت مولانا کو دعوت دو۔ تو اصل بیان انہوں نے فرمایا تھا۔ ان سے پہلے تھوڑی دیر معذرتی کلمات میں نے کہہ دیئے۔ اس زمانہ میں میں بیان نہیں کرتا تھا۔ کیوں کہ ہمارا کہاں بیان کا منہ۔ کسی چیز پر پکڑ ہو جائے 'یَآ أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَاتَفْعَلُوْنَ' ۔تم خود نہیں کرتے، کیوں بولتے ہو؟ اگر چہ اس پر بھی نجات ہو جائے گی انشاء اللہ بولتے رہنے سے کہ جس طرح ابن سینا فرماتے ہیں کہ تجھے بولتا رہوں۔

## وعظ کہنے والے ایک بزرگ

ایک بزرگ ہیں، ان کی وفات کے بعد ان کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ کیا گذری وہ کہنے لگے۔ نہ پوچھئے کیا گذری۔ ایسی زبردستی سختی ہمارے ساتھ ہو رہی تھی کہ ہم تو سمجھے کہ گئے۔ ہلاکت کا ہمیں یقین ہوگیا۔ لیکن اچانک بیچ میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ارے ایک دفعہ تم بیان کر رہے تھے اور جو لوگ تمہارا بیان سن رہے تھے تو ان میں ہمارا ایک عاشق تھا۔ تمہاری بات سن کر اسے مزہ آ گیا تو اس کے طفیل ہم تمہیں بخش دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے طفیل میری بھی بخشش فرمادے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۷/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## الحمد لله و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے شجر ممنوعہ کے پھل کو چکھا۔ جس درخت کے صرف قریب جانے ہی سے حق تعالیٰ شانہ نے منع فرمایا تھا کہ 'وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ' پھر اس کے پھل کو چکھنے پر جنت سے زمین پر اتار دیئے گئے۔ تو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ ہم حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے اس قصے کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور نہیں کرتے۔

کتنی چیزیں ہیں کھانے پینے کی یہاں پر جس میں ہم غور نہیں کرتے کہ ہم کیا کھا رہے ہیں کیا پی رہے ہیں۔ ہزاروں چیزیں ہیں۔ اسی لئے جو بہت پہنچے ہوئے اطبا ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر اپنی صحت کو ٹھیک رکھنا ہو تو مفردات کو استعمال کرو۔ چاول پانی میں ڈال کر پکائے اسی کو کھالیا۔ ایک ہی چیز چاول ہونا چاہیے۔ اس میں دس چیزیں آپ ڈالیں گے تو وہ جو مرکب بنے گا تو بہت سی چیزیں ایسی ہوسکتی ہیں کہ جو انسانی صحت کیلئے آپ کے مزاج کے اعتبار سے آپ کے موافق نہ ہوں۔ اسی طرح کہتے ہیں ایک قسم کا پھل آپ نے کھالیا۔ تو مفرد چیزیں وہ تجویز کرتے ہیں مضرت سے بچنے کیلئے کہ جو ظاہر جسم کو مضرت پہنچانے والی چیزیں ہیں ان میں سب سے زیادہ دخل مرکب چیزوں کا ہے۔ مرکب چیزیں ہم مشروب پیتے ہیں، جتنے

جوس پیتے ہیں اس میں پچاسوں اجزاء ڈالے جاتے ہیں۔ آج کل یہ پانی خود مرکب ہوگیا۔ کتنی دواؤں کا مرکب، کتنی ہی چیزیں اس میں ڈالی جاتی ہیں۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا جو یہ قصہ ہے اس کی ابتداء ہی چکھنے سے ہے کہ زبان پر رکھا اور جنت سے نیچے اتار دیئے گئے۔ کتنا دخل ہے کھانے پینے کا ہماری روحانیات میں۔ اسی لئے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ دعوے کے ساتھ علانیہ فرماتے تھے کہ او لاہوریو! جو میرے پاس چالیس دن رہے جو میں کھلاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پئے تو میرا دعویٰ ہے کہ اس کا باطن روشن ہوجائے گا۔ اور روشن ہوا یا نہیں اس کو دیکھنا ہو تو فرماتے ہیں قبرستان چلے جاؤ، کسی قبر پر کھڑے ہوجاؤ، وہ قبر والا کون ہے، کب سے دفن ہے، وہ کس حال میں ہے اچھے حال میں ہے یا برے حال میں ہے۔ ہر چیز روشن ہوگی۔

اب کتنا بڑا دعویٰ، صرف ایک کھانے سے متعلق اور واقعہ بھی ایسا ہی تھا کہ جو حضرت کے پاس اس طرح رہتے تھے وہ ایسے ہی روشن دل ہوجاتے تھے حالانکہ وہ جو رہنے والے رہتے تھے اس نیت سے تو نہیں رہتے ہوں گے کہ ہمارا باطن ایسا روشن ہو کہ ہم دوسرے کے حال کو جانچتے اور دیکھتے رہیں وہ تو اپنی آخرت سنوارنے کیلئے رہتے تھے مگر حضرت کی ہدایات پر عمل کے نتیجے میں واقعتاً ان کا باطن روشن ہوجاتا تھا۔

اور اتنا روشن کہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے قصہ سنایا تھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ان سے ملا ہوں وہ مکہ مکرمہ والوں کی وہ لیبارٹری کہے جاتے تھے ہر چیز پر ایک نظر ڈال کر بتادیتے کہ حلال ہے یا حرام۔ کھانے کی چیزیں، استعمال کی چیزیں ذرا سی سامنے کیں بتادیتے تھے کہ اس میں وہ فلاں چیز ہے استعمال نہیں کرسکتے۔ باطن کتنا روشن ہوگا۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کتنے سارے قصے سنائے کہ یہ دودھ لے جاؤ، یہ گھی لے جاؤ۔ صوفیاء کی ہر چیز کو آپ غور سے پڑھیں۔ صوفی کہہ کر طعنہ دینا تو بہت آسان ہے، بے چارے کسی کو ذلیل کرنا ہو، استاذ اگر کسی کو ذلیل کرنا چاہے تو اس کو کیا کہے گا 'صوفی'۔ یعنی کچھ نہ سمجھنے والا، جس کا پڑھنے پڑھانے سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک قسم کی گالی، ایک قسم کا اس میں عیب، صوفی کے کلمے سے نکالا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ صوفیاء کی جماعت تو اس قدر اونچی ہے کہ وہ پتہ نہیں کہاں سے لیتے ہیں چیزیں۔ انسانی عقل وہاں تک پہنچ نہیں سکتی ہے۔ بڑے بڑے متبحر علماء کا علم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

## حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری قدس سرہ کا مقولہ سنایا تھا حضرت فرماتے تھے، اپنی طرف سے فرماتے تھے کہ اکبر الکبائر ہے ایک لمحے کیلئے خدا کی یاد سے غافل ہونا اکبر الکبائر ہے۔ اتنا بڑا دعویٰ جیسے کوئی بہت بڑا مجتہد بتا رہا ہو۔ کسی چیز کو گناہ قرار دینا یہ خود ایک قسم کا اجتہاد، پھر اس میں بھی تقسیم، صغیرہ، کبیرہ اور سب سے اوپر پہنچ کر اکبر الکبائر قرار دینا، تو یہ معترض کیلئے تو بہت آسان ہے کہ یہ کونسی کتاب میں لکھا ہے؟

ہم نے کہا یہ خدا کی کتاب میں لکھا ہے۔ **وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوْا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ**۔ اس کو فسق قرار دیا قرآن نے کہ اللہ کو بھلانا۔ اور فسق ہے اکبر الکبائر۔ یہی تو فسق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کی ہدایات پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۸/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت رائپوری قدس سرہ کا ملفوظ سنایا تھا کہ ایک لمحے کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی یاد سے غفلت اور اسے بھولنا ایک لمحہ کیلئے یہ اکبر الکبائر ہے۔اور ان کی طرف سے میں نے آیت پڑھی تھی وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوْا اللّٰہَ فَأَنْسَاھُمْ اَنْفُسَھُمْ اُولٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ اس طرح کے جو ان اکابر کے کلمات ہیں، ملفوظات ہیں، فرمودات ہیں کبھی تو کہہ دیا جاتا ہے بڑے ادب سے کہ یہ نکاتِ صوفیہ میں سے ہے۔تو ان کے نکتے ہیں۔کیا یہ نکتہ ہے کوئی؟ اس کی ایک درجن آیات ابھی آپ پڑھ سکتے ہیں جو اللہ کے ذکر کے متعلق وارد ہوئیں۔جس کا حکم دیا گیا وہ صرف نکتہ کہلائے گا؟ بلکہ وہ تو قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ہے۔

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ خود بھی بڑے علامہ تھے۔حضرت کو بھی معلوم ہوگا کہ گناہوں کی فہرست جنہوں نے گنوائی ہے، فلاں فلاں کتابیں ہیں تو ان میں کسی نے یہ گناہ نہیں گنوایا۔ کیوں نہیں گنوایا؟ جب بہت سارے گناہ اکٹھے کر رہے تھے، گنوا رہے تھے یہ کبیرہ، یہ کبیرہ، یہ کبیرہ۔اس میں انہوں نے یہ اکبر الکبائر گنوایا کیوں نہیں؟

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ

اس کا آسان جواب ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت والد صاحب سے عرض کیا کہ ابن ہمام نے تو شرح ہدایہ میں تہجد کو واجب کہا ہے کہ واجب ہے۔ اور یہی بذل میں بھی ہے۔ اس پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر تو اور تیرے شیخ حضرت سہارنپوری دونوں جنت میں قلابازیاں کھاتے پھریو۔ قلابازیاں بچے رول ہوتے ہیں یہاں سے وہاں تک۔ دائیں بائیں، یہاں سے شروع کیا وہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبھی سر کے بل، کبھی دائیں بائیں۔ کیوں کہ جنت تو ساری خالی ہوگی کہ سب ٹھہرے گنہگار۔ واجب کو ترک کرنے والے سارے کے سارے۔ تو ساری جنت خالی تو تو اور تیرے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ہمام اور ان کے جیسے جو واجب کو ادا کرنے والے تہجد گذار ہیں اس میں ہوں گے۔ تو یہ امت کو بچانے کیلئے کہ جتنا ہو سکا ان سے امت کو بچانے کی کوشش کی اور مسئلہ بتایا کہ تہجد واجب نہیں سنت ہے۔ تا کہ امت کا بڑا طبقہ واجب کو ترک کرنے والا نہ ٹھہرے۔

## حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کے رخصتوں والے فتوے

اسی لئے ایک بہت بڑے فقیہ میسرہ کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر ان سے پوچھا کہ حضرت کیا گذری؟ فرمانے لگے کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے بلایا کہ جاؤ تمہیں رخصت دی جاتی ہے۔ کیوں کہ تم رخصتوں کے فتوے دیا کرتے تھے، آسانی والے فتوے دیتے تھے۔ ابھی میں کینیڈا گیا وہاں ٹائم ٹیبل کا مسئلہ پوچھنے لگے۔ وہاں بھی چھوٹی راتوں میں یہی صورت حال ہے غروب کے دو گھنٹے بعد وہ عشا کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہ پوچھنے لگے کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ تو ہم نے کہا کہ ہم تو ایک گھنٹہ کے بعد عشاء پڑھ لیتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے مشاہدہ کیا تھا۔

جمعیت علماء کا بولٹن طیبہ مسجد میں اجلاس ہوا تھا جس میں پورے ملک میں sub-committees (ذیلی کمیٹیاں) بنائی گئی تھیں لندن کی، مڈلینڈز کی، یارکشائر، سکاٹ لینڈ کی۔ یہاں لنکا شائر کے ذمہ داروں میں خود میں تھا، قاری اسمٰعیل سمنی صاحب اور مولانا ہاشم صاحب تھے۔ ہمارے اسماعیل بھائی ٹیلر کی وین میں روزانہ تین چار مہینے تک کیلئے ہم مشاہدہ کیلئے جاتے تھے۔ ہم نے مسجد والوں سے کہہ دیا تھا کہ مغرب اور عشاء میں ہم نہیں ہوں گے۔ سورج کو غروب ہوتا ہوا دیکھ سکیں کہ یہاں غروب ہو رہا ہے اور اس کے بعد شفق لائٹ کو دیکھتے رہتے۔

ہمیشہ بولٹن سے باہر نماز پڑھتے تھے۔ کبھی بیل ماؤنٹ پہاڑ پر پڑھتے تھے، کبھی سمندر کے کنارہ ساؤتھ پورٹ جا کر پڑھتے تھے، کبھی بلیک پول جا کر پڑھتے تھے تا کہ دیکھیں کہ سورج سمندر کے اندر غروب ہو رہا ہے تو وہاں کسی قسم کی کوئی مصنوعی لائٹ سامنے نہیں ہے۔ آپ کے سامنے سمندر ہے اور اس کے اندر سورج غروب ہوا جہاں سے صاف طور پر شفق دیکھیں۔

## مولانا لطف الرحمٰن صاحب

اخیر میں جا کر ساری sub-committees جن کے ذمہ یہ کام تھا انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کی۔ پھر فیصلہ کیلئے جگہ تجویز ہوئی کہ شبلی پہاڑ پر جا کر بریڈفورڈ میں فیصلہ ہوگا۔ مولانا لطف الرحمٰن صاحب میزبان تھے، سب نے آخری مشاہدہ اکٹھے ہو کر کیا اور وہاں جا کر فیصلہ کیا کہ ایک گھنٹہ سے پہلے ۵۵ منٹ میں شفق احمر کو غروب سمجھا جائے۔ رات سوا گیارہ بجے، غروب کے ڈیڑھ دو گھنٹے بعد بھی آپ دیکھیں گے اگر بادل نہیں ہیں تو آپ کو سارا آسمان، فضا ساری سرخ نظر آئے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی موقعہ کیلئے فرمایا 'اقدروا لہ' ۔تو ہم نے بھی اس میں جتنی تقادیر ہوسکتی تھیں اس میں سب سے آسان راستہ لیا۔اس طرف شروع کرنے میں بھی کہ

ایک گھنٹے کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور رات کے آخر میں صبح صادق میں بھی ہمارے ٹائم ٹیبل کو آپ دیکھیں گے کہ اس میں آخری والا قول لیا ہے۔ جتنا ہوسکا رخصت کو لینے کی کوشش کی۔ ہم نے دیکھا کہ جس طرح میسرہ چھوٹ گئے تو اللہ کرے اور کوئی نیک عمل تو ہے نہیں اسی کے ذریعہ ہم چھوٹ جائیں۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے روزوں کی اور نمازوں کی سب کی۔ اسی لئے حضرت کے والد صاحب مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کس کو لیا؟ رخصت کو کہ تہجد واجب نہیں، سنت ہے کہ امت وہاں حساب دیتے وقت پھنس نہ جائے۔

## حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ایک جنرل صاحب

ورنہ حضرت رائپوری قدس سرہ ظاہری باطنی علوم کے بہت بڑے علامہ تھے۔ان کا اپنا حال تو کیا ہوگا ان کے ایک مرید کا حال سنئے۔ عام آدمی، نہ کوئی عالم، نہ کوئی محدث، عام آدمی۔ اور یہ قصہ سنایا بہت بڑے محدث گذرے ہیں، دار العلوم دیوبند میں بھی محدث رہے، ڈابھیل میں بھی رہے۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے صاحبزادے وہ بھی خود بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت مولانا آفتاب عالم رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کو حضرت شیخ سے بہت تعلق تھا وہ مدینہ طیبہ سے رمضان المبارک کے چند ایام خانقاہِ خلیلیہ میں گذارنے کیلئے سہارنپور پہنچے تھے۔ ۱۹۷۰ء یا ۱۹۷۱ء میں جب وہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حضرت کے یہاں پہنچے تو ظہر سے دو گھنٹے پہلے وہاں بیان ہوتا تھا۔ ان سے کہا گیا کہ آج آپ کا بیان ہے۔ تو انہوں نے وہاں مشائخ کے مجمع میں یہ واقعہ سنایا تھا۔ ادب پر سنایا تھا۔

فرمانے لگے کہ میرا ریاض جانا ہوا تو وہاں سب دوست ملنے کیلئے آئے۔ ایک صاحب ملنے کیلئے آئے۔ کسی نے تعارف کرایا کہ یہ فوجی جنرل ہیں۔ پاکستانی فوج میں رہے ہوں یا کہیں اور۔ کہا کہ یہ فوجی جنرل ہیں یہ کہہ کر کسی نے تعارف کرایا۔ مولانا آفتاب صاحب نے پوچھا کہ آپ کا اور تعارف؟ وہ کہنے لگے کہ میں جہلم کا رہنے والا ہوں۔ وہ چپ ہوگئے۔

مولانا نے کہا کہ اور کچھ اپنا حال سنایئے۔ انہوں نے کہا کہ میری پیدائش حیدر آباد کی اور تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی۔ یہ کہہ کر پھر وہ خاموش ہوگئے۔ مولانا نے کہا کہ نہیں میرا عقدہ نہیں کھل رہا اور کچھ اپنا تعارف کرائیں۔ جنرل صاحب نے کہا وہاں کے قیام کے دوران میرا تعلق ہوگیا حضرت شاہ عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ اس پر مولانا آفتاب صاحب فرمانے لگے اب بات بنی۔ کیوں کہ وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا انوارات ہیں! اس انسان میں کس قدر خوبیاں نظر آرہی ہیں۔

اور خوبی کس درجہ کی تھی کہ ایک دفعہ نہیں بارہا وہ ریاض سے مدینہ کا سفر کرتے۔ ہمارے دوستوں نے خاص طور پر مولانا زبیر صاحب نے، وہ کار میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے ریاض کا سفر کرتے رہتے ہیں۔ بارہا ان دوستوں نے اصرار کیا جب وہاں کا میرے پاس طویل قیام کا یا وزٹ ویزا ہوتا تھا تو ریاض جاسکتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ چلیں ہمارے ساتھ کار میں تا کہ پورا ملک دیکھ پائیں۔ یہ بارہ پندرہ گھنٹے کا کار کا سفر ہوتا ہے۔ میں نے کہا میرے بس کا تو ہے نہیں، آئندہ پھر کبھی جائیں گے۔ مگر کبھی میں نہ جاسکا۔ سالہا سال وہ اصرار کرتے رہے۔ وہ جنرل صاحب ریاض سے پیدل چلتے تو صرف کس لئے؟

## مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدل حج کے واقعات تو آپ نے بہت سنے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام لنکا سے سراندیپ سے ہندوستان سے پیدل حج کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے خاندان میں مفتی الٰہی بخش صاحب، بہت بڑے بزرگ، ان کے بھتیجے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ہندوستان سے سات پیدل حج کئے۔ اور اللہ نے آخری حج میں ان کو وہیں بقیع میں رکھ لیا۔

پیدل حج کے واقعات تو آپ نے سنے ہیں لیکن حضرت مولانا آفتاب صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ریاض سے مدینہ منورہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کیلئے پیدل آیا کرتے تھے۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں ریاض سے پیدل چل کر مدینہ منورہ حاضری دیتے۔

اشعار تو بہت سنے ہوں گے آپ نے کہ میں سر کے بل حاضر ہوں اور سر کے بل حاضری دوں۔ یہ سب ادب بیان کیا جاتا ہے اور وہ اتنے بڑے فوجی جنرل اور وہ ریاض سے مدینہ منورہ تک پیدل سفر کر رہے ہیں۔ وسائل کی کوئی کمی نہیں۔کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ ادب کی خاطر کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ اس درجہ کا ادب ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

## حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی

مولانا آفتاب صاحب نے اپنے ابا جان کا پھر قصہ سنایا کہ ہمارے والد صاحب حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ مدینہ طیبہ میں استنجاء کیلئے جو ڈھیلے استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ابھی بھی وہاں مدینہ منورہ میں کچی مٹی تو مل جاتی ہے تھوڑی تلاش کرنی پڑے گی کہ پتھر زیادہ ہوں گے ریت زیادہ ہوگی لیکن مٹی بھی مل جاتی ہے لیکن وہ مدینہ کے باہر ڈھیلے لینے کیلئے بھیجا کرتے تھے کہ فلاں رستے پر جاؤ اور مدینہ منورہ کی حدود سے پانچ میل باہر بھیجتے تھے، پانچ میل دور سے ڈھیلے اٹھا کر لاؤ۔ کہ کہیں ہم ڈھیلے اٹھالیں اور غلطی سے بھی وہ مدینہ پاک کی حدود کے اندر کے ہوں، وہ مدینہ پاک کی مٹی ہو اور استنجاء کیلئے ہم استعمال کریں۔ وہ مدینہ طیبہ سے باہر بھیجتے اور وہاں سے ڈھیلے منگواتے۔

کیونکہ جو حدود متعین ہیں وہ پہاڑوں کے ذریعے ہے۔ کہ اس پہاڑ سے لے کر اس پہاڑ تک اور حرہ شرقیہ، غربیہ، اور آپ جب میقات پر احرام باندھیں گے، مدینہ منورہ سے مسجد میقات پر پہنچیں گے تو وہاں بالکل سامنے آپ کو پہاڑ نظر آئے گا۔اس پہاڑ سے لے کر احد

تک یہ حد بندی اس طرف سے کی گئی ہے اور ادھر سے حرہ شرقیہ، غربیہ۔ تو یہ جو حدود ہیں تو کہیں غلطی سے حدود مدینہ کے اندر سے مٹی نہ اٹھالیں اس کیلئے وہ بھیجا کرتے تھے کہ فلاں جگہ سے آگے جاؤ اور اسکے بعد وہاں پانچ میل دور سے ڈھیلے اٹھا کر لاؤ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مدینہ منورہ کے آداب ہمیں اس درجے عطا فرمائے۔ رمضان المبارک کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۹ ؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کے پیدل حج کا ذکر ہوا کہ ہندوستان سے بار بار وہ پیدل حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے تو یہ بھی بہت توجہ کا مقام ہے کہ جنہیں جنت کی نعمتوں میں رکھا گیا ہو سالہا سال کا ماضی سارا جنت میں گذرا ہو اور وہاں سے ایک دم اچانک ’فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ ‘ کہ ساری نعمتیں وہاں کی چھن گئیں، اتار دیئے گئے۔ اتنی نعمتوں کے بعد اچانک اس حال میں ہو جانا اور پھر مالک کے ساتھ رشتہ اسی طرح جڑا رہے کہ پھر اسی کو راضی کرنے کیلئے پیدل حج ہو رہے ہیں۔

## حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ جو تعیش ہے تعیش، جس کی عادت ہم نے بنالی ہے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم شدت سے اسی تعیش پر نکیر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے بڑے صحابہ کرام کی درے سے خبر لیا کرتے تھے انہیں عیش کی چیزوں کو دیکھ کر غصہ آتا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی چاہتے تھے کہ آپ سب نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ نہیں دیکھی؟ اُسی طرح کی زندگی ان سے گذروانا چاہتے تھے اور ہر چیز میں ان کا یہی حال تھا۔

میں نے کہیں عرض بھی کیا تھا کہ اپنے عُمّال کو ہر جگہ لکھا تھا کہ بچپن سے بچوں کو سباحة سکھائیں، رمایة سکھائیں، تیرنا سکھائیں، نشانہ بازی سکھائیں۔ یثب الخیل وثبا ، صرف گھڑ سواری ہی نہ سکھائیں بلکہ اس پر بیٹھنے کا انداز بھی ان کا ساری دنیا سے مختلف تھا۔ ابھی اس وقت دنیا میں کہیں اس کا رواج نہیں ہوگا کہ اپنے سر سے اونچا گھوڑا ہو، انسان کا سر اس کے پیٹ تک پہنچتا ہو اور اس گھوڑے پر وہ آدمی چھلانگ لگا کر بیٹھ سکے۔ کون سوار ہوگا ابھی جو اس طرح بیٹھ سکے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ٹریننگ دینے کیلئے اس طرح بیٹھ کر سکھاتے تھے۔

یہ سب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام والی زندگی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی زندگی پر لانا چاہتے تھے کہ یہ دنیا تعیّش کیلئے نہیں ہے کہ انسان عیش کی زندگی سے مزے کرتا رہے۔ غرض حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اتنی ساری نعمتوں میں تھے۔ جنتی نعمتوں میں ہمیشہ رہے اور دنیا میں آنے کے بعد حج کے پیدل اسفار ہو رہے ہیں۔ اور سنایا تھا حضرت شیخ قدس سرہ کے کاندھلے کے اکابر میں سے مولانا مظفر حسین صاحب کا قصہ کہ ایک دفعہ پیدل حج کیا، پھر دوسرا، سات پیدل حج کئے اور پھر وہیں بقیع میں جا کر سو گئے۔

## حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی پیدل چلنے پر یاد آیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک گورنر عمیر بن سعد، ان کو آپ رضی اللہ عنہ نے گورنر بنا کر بھیج دیا۔ کہاں پر؟ حمص کا گورنر بنایا۔ اللہ تعالیٰ حمص والوں پر رحم فرمائے، شام والوں پر رحم فرمائے۔ کیسی عظیم الشان وہ جگہ؟ قیصر روم جہاں رہا کرتے تھے۔ اب رومن ایمپائر کا اتنا بڑا وہ مرکز، کیا دنیا کی جنت اس کو انہوں نے بنایا ہوگا۔ اور اسی حال میں تھا صحابہ کرام نے جب لیا ہے۔ وہاں پر گورنر بنا کر حضرت عمیر کو بھیجا، عمیر بن سعد

رضی اللہ عنہ کو۔

سال بھر گذر گیا کوئی خط وکتابت نہیں، کوئی اطلاع نہیں، کوئی خیر خبر نہیں تو مدینہ منورہ سے پروانہ گیا کہ آجاؤ۔ بلایا گیا۔ مدینہ منورہ پہنچے تو پوچھا کہ وہاں سے کیا لے کر آئے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ میرا ایک پیالہ ہے، ایک میرا تھیلا ہے اور ایک یہ میری لاٹھی ہے، عصا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اس کیلئے میں نہیں پوچھ رہا، یہ تو سفر میں آپ ساتھ رکھتے ہوں گے۔ وہاں کا حساب کتاب، مال، وہاں کا مالِ فئی اور وہاں کی دولت کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ کہنے لگے۔ نہیں وہ تو میں نے وہاں پر جیسے ہی سال پورا ہونے والا تھا کہ اسی وقت تمام اصحاب کو جمع کیا، جماعتیں بنائیں اور وصول کیا اور ان ہی سے کہہ دیا کہ اپنے یہاں مصارف میں تقسیم کر دو۔ سارا میں تقسیم کر کے آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے ان کے حال احوال دیکھ کر اور پوچھا کہ آپ وہاں سے پیدل آئے؟ کہنے لگے کہ ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا کہ کیسے مسلمان ہیں وہاں والے کہ جنہوں نے اپنے امیر کا اس حال میں پیدل وہاں سے یہاں تک کا سفر گوارا کیا۔ اس پر ٹوکا حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو اور عرض کیا کہ نہیں انہیں برا مت کہئے۔ وہ بہت اچھے مسلمان ہیں میں نے فجر کی نماز پڑھتے ہوئے ان کو دیکھا آخری مرتبہ اور اس حال میں میں ان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ اتنی مرکزی عظیم الشان جگہ کے گورنر، حمص کے کہ جو پایہ تخت رہتا تھا قیصر روم کا۔ وہاں کے گورنر اور ان کا یہ حال ہے کہ امیر المومنین مدینہ منورہ طلب کر رہے ہیں اور پیدل سفر ہو رہا ہے۔

جتنی دنیا اس وقت آباد ہے جگہ جگہ مواصلات ہیں، روڈ ہیں، تمام چیزیں ہیں۔ اس زمانہ میں کہاں تھیں، جنگل، پہاڑ ہوا کرتے تھے۔ خطرناک جنگل اور میدانوں کو سب کو قطع کر کے کس طرح مولانا مظفر حسین صاحب ہندوستان سے حج کیلئے پہنچتے ہوں گے۔ کیسے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ شام سے مدینہ منورہ پہنچے ہوں گے۔ یہ تمام واقعات سن کر حضرت عمر رضی اللہ

عنہ اتنے متاثر ہوئے کہ کاتب سے فرمایا کہ بھئی لکھو ایک اور پروانہ کہ اب یہ سال پورا ہوا۔ اس کی تجدید کہ پھر وہاں کے گورنر یہی رہیں گے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا کہ امیر المومنین! یہ پہلا اور آخری موقعہ تھا کہ میں کہیں کا گورنر بن گیا۔ نہ میں پہلے بننا چاہتا تھا اور نہ اب میں بنوں گا۔ نہ آپ کیلئے نہ کسی اور کیلئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا۔ عرض کیا کہ نہیں حضرت، میں نہیں بن سکتا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا فکر ہوگیا۔

یہ ان کی زندگی کیسی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اور ہم کہاں پہنچ گئے۔ ہر شخص اس سے متاثر ہے۔ یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ بہت بڑے امیر لوگ عیش پرست ہوں گے۔ ان کی زندگی اس تعیش سے مراد ہوگی۔ ہم تو کہاں تعیش میں ہیں؟ ہم میں سے ہر شخص اس میں مبتلاء ہے۔ اب یہاں سے بلیک برن پیدل چل سکتے ہیں اس وقت آپ؟ نہیں چل سکتے یہی تعیش ہے۔ یہاں سے نیچے کسی محلے میں جانا ہو تو دس دفعہ سوچیں گے کہ نہیں، میں تو نہیں چل سکتا۔ اس کا نام تعیش ہے۔ میں آپ ہر شخص اس میں مبتلا ہیں۔ اس تعیش نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچایا، کتنا نقصان پہنچایا کہ پہلے میں کسی کو ڈائری کھولتے ہوئے دیکھتا تھا ٹیلی فون کی۔ تو اپنے دل میں سوچتا تھا کہ بے چارہ ان کو فون کے پانچ چھ نمبر یاد نہیں رہتے۔ اب مجھے ایک نمبر اپنا بھی یاد نہیں رہتا۔ کیوں کہ یہ فون ایسی بلا ہے کہ اس نے ہر چیز اپنے اندر محفوظ کرلی، آپ کو یاد رکھنے کی ضرورت نہیں اس لئے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ تعیش کا عادی ہوگیا تو اس نے یاد رکھنا بھی چھوڑ دیا۔ پچھلے جو مشق ہوتی تھی اور ریاضت ہوتی تھی ایک قسم کی دماغ کی، ورزش ہوتی تھی ختم ہوگئی اس لئے یادداشت کی قوت کمزور ہوگئی ہر شخص کا یہ حال ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سارا قصہ اور انکار وہاں کی گورنری کا یہ سب سن کر کے، جب وہ جانے لگے تو ایک آدمی ان کے ساتھ بھیجا۔ مدینہ منورہ سے قدرے باہر ان کا قیام تھا، ان کا گھر تھا۔ کسی کو بھیجا کہ تم ان کے گھر پہنچ جانے کے بعد ان کے گھر جاؤ، اور اپنا حلیہ اور

شکل وغیرہ بدل لو۔ کسی اجنبی مسافر کی ہیئت اختیار کرلو اور اس ہیئت میں ان کے گھر پہنچ جانا کہ میں آپ کا مہمان اور عربوں کے یہاں تین دن کی ضیافت ضروری سمجھی جاتی تھی۔

## حضرت مولانا شمیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب

پہلی مرتبہ ٦٩ ء میں عمرہ میں جانا ہوا۔ اس کے بعد بھی کئی سال تک یہ معمول دیکھا کہ جتنے معلمین مکہ مکرمہ کے ہوا کرتے تھے، مدینہ منورہ کے ہوا کرتے تھے تو یہ قانون تھا عرب دستور کے موافق کہ تین دن تک پوچھ نہیں سکتے تھے کہ آپ ہمارے یہاں کیوں ٹھہرے۔ ہر چیز ان کے ذمہ ہوتی تھی۔ وہ آپ کو رکھیں گے، آپ کو سلائیں گے کھلائیں گے پلائیں گے۔ ہر چیز کا انتظام تین دن تک کریں گے۔ اس کے بعد اگر آپ کو وہاں سے رخصت ہونا ہے تو آپ چلے جائیں۔ اور اگر تین دن کے بعد آپ ٹھہرنا چاہتے ہیں تو اب ان کے ساتھ آپ سودا کر سکتے ہیں کہ ایک دن کا آپ کتنا کرایہ ادا کریں گے اور وہ کتنا آپ سے وصول کریں گے۔ یہ عرب دستور جو صدیوں سے تھا وہ قریب میں ختم ہوا۔

حضرت شیخ قدس سرہ روئے تھے جب مولانا شمیم صاحب یا بھائی سعدی مرحوم کا مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ سے خط آیا کہ حضرت وہ صاع، اور کیل اور مد چلا گیا۔ اب لازماً ناپ تول اور وزن کیلئے کیلوگرام آ گیا۔ وہ خط جب پڑھا جا رہا تھا تو حضرت رو رہے تھے۔ وہ خط موجود بھی ہوگا، پیر صاحب کے یہاں محفوظ بھی ہوگا۔

تو یہ جوان کی زندگی تھی حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی تو اس کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فکر ہو گیا اور آدمی ساتھ بھیجا کہ تم پیچھے پیچھے جاؤ اور جا کر کے وہاں ان کا حال معلوم کرو کہ کس حال میں وہ رہتے ہیں۔ جن کو بھیجا ان کا نام حارث تھا۔ حارث کو بھیجا کہ تم جا کر احوال معلوم کرو اور سو دینار عطا فرمائے کہ یہ دینار لے کر جاؤ۔ اگر اچھے حال میں ہوں تو دینے کی ضرورت نہیں اور اگر دیکھو کہ ضرورت ہے تو میری طرف سے ان کو پیش کر دینا۔

## حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے مہمان

چنانچہ وہ پہنچے، تین دن تک رہے تو وہ دیکھ رہے تھے کہ بھوک سے ان کے بچے بلبلا رہے ہیں۔ جو کی روٹی ایک آدھ بنتی ہے وہ اسی مہمان کو پیش کردی جاتی ہے۔ اور تین دن گذرنے پر خود حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے اپنی طرف سے سو دینار پیش کئے کہ مجھے تو امیر المومنین نے بھیجا تھا۔ اور یہ آپ کی خدمت میں امیر المومنین کی طرف سے ہدیہ ہے۔ حضرت عمیر نے کہا کہ مجھے تو اس کی حاجت نہیں ہے۔ بہت اصرار کیا تو اندر سے گھر والوں نے سن لیا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں، رکھ لیں جب اتنا اصرار ہے دینے والوں کا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس رکھنے کی کوئی جگہ ہی نہیں ہے، کہاں رکھوں گا۔ وہ تو coins سونے کے سکّے ہوتے تھے۔ تو کہاں رکھیں گے۔ گھر والوں نے اپنی چادر پھاڑی، اس کا ٹکڑا بھیجا تب اس میں اسے باندھ کر اسی وقت لے کر اٹھے اور قبیلے میں جتنے مستحقین ہو سکتے تھے، سب کو تقسیم کر کے آئے اور آکر ان کو کپڑا واپس کردیا اور چھٹی کردی۔ بہت مدت نہیں گذری پھر قریب ہی میں، جلد ہی ان کا وصال ہوگیا۔

## حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ ان کا انتقال ہوا تو جنازہ میں پہنچے اور اتنا اثر تھا کہ ساتھیوں سے پوچھنے لگے کہ اچھا بتاؤ کیا آرزوئیں ہیں؟ تمنا کرو! دعا مانگو! کیا مانگو گے؟ ایک نے عرض کیا کہ امیر المومنین یہ جتنے غلام باندیاں گھوم رہے ہیں انہیں دیکھ کر مجھے بڑا ترس آتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دولت دے تو میں ان سب کو خرید کر راہ للہ آزاد کردوں اور یہ اپنے اپنے وطن گھر پہنچ جائیں۔

دوسرے ساتھی عرض کرنے لگے کہ امیر المومنین! اور انہوں نے مالی قربانی کی دعا کی، مال لٹانے کی تمنا ظاہر کی۔ امیر المومنین! میری یہ تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دے، قوت دے،

طاقت دے اتنی کہ میں چاہ زمزم پر بیٹھا رہوں اور وہاں سے ڈول کھینچ کر حجاج جو آتے ہیں، بیت اللہ کی زیارت کرنے کیلئے آنے والوں کو میں پانی پلاتا رہوں اور یہ خدمت انجام دیتا رہوں۔انہوں نے جانی قربانی کی تمنا ظاہر کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے سوال کا مقصد تو ان کو متوجہ کرنا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق فرمایا کہ جانتے ہو کہ میری کیا تمنا ہے؟ کاش کہ میرے پاس کوئی ایک اور عمیر ہوتا کہ میں اسے کہیں کا گورنر بنا کر بھیجتا۔

اللہ تعالیٰ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمیر سے خوش ہوئے، حضرت عمیر سے حق تعالیٰ شانہ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یقیناً خوش ہوئے ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سے بھی راضی ہوجائے۔ اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کا اتنی جنتی زندگی گذارنے کے بعد اتنی مشقت کی عبادت وہاں سے لے کر بیت اللہ پیدل حج کیلئے جانا اور آنا، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کیلئے پیدل سفر کر کے مدینہ منورہ امیر المومنین کے پاس پہنچنا ان کیلئے کتنا آسان تھا۔ اور ہمارے لئے آج دو رکعت پڑھنا، ایک پارہ پڑھنا دردسر کا باعث ہوجاتا ہے۔ کل بتایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کیلئے جنرل صاحب ریاض سے مدینہ منورہ پیدل آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت، قوت، اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہمیں بھی عطا فرمائے۔

...

حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب شدید بیمار ہیں، وہ گر گئے تھے، چوٹ لگ گئی تھی، بے ہوش ہوگئے تھے، ابھی ہندوستان پہنچ کر بھی بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

...

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین**

۱۰/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کیسی جنتی زندگی گذار رہے ہوں گے اور صرف ایک خطا اور چوک پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اشد بلاء الانبیاء' کہ سب سے زیادہ آزمائش اور امتحان جن کا ہوتا ہے وہ انبیاء علیہم الصلوات والسلام ہیں۔ **ثم الأمثل فالأمثل** ۔اور یہ کتنا بڑا ابتلاء اور کتنی بڑی آزمائش، کہ جتنی انسانیت کو تکالیف عمر بھر میں پیش آسکتی ہیں یک لخت ایک دم وہ ساری ان کو پیش آگئیں۔ اب جو گھر سے بے گھر ہوتے ہیں، دھوپ سے بارش سے، ہوا طوفان سے، سردی سے بچنے کا کوئی سامان مہیا نہیں ہوتا یہ مسئلہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو سب سے پہلے درپیش ہوا۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی ابتلاء وآزمائش

گھر سے بے گھر ہونے والوں کو مسئلہ ہوتا ہے پانی کہاں سے پئیں، کھانا کہاں سے کھائیں۔ یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کو درپیش ہے کہ زمین پر آنے کے ساتھ ہی کچھ پتہ نہیں کہ کونسی چیز کھا سکتے ہیں، یہ کھانے کی ہے یا کھانے کی نہیں ہے۔ یہ زہر ہے، یہ کھانے کی

چیزوں میں سے ہے۔ بدن کو کس سے چھپایا جائے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایسے عظیم الشان ابتلاء کے قصے میں ہم غور نہیں کرتے کہ کس طرح وہ گھڑیاں گذاری ہوں گی؟ گھڑیاں نہیں وہ تو سال اور دسیوں نہیں، سینکڑوں نہیں، ان کی زندگی ہزار برس کی زندگی تھی۔ اور اب تو تھوڑی سے تکلیف انسان برداشت نہیں کرسکتا۔

آپ آئے دن قصے پڑھتے ہیں اخبارات میں کہ فلاں نے suicide کرلیا، فلاں نے خودکشی کرلی۔ اور یہ زندگی ہے کتنی، پچاس سال، ساٹھ سال۔ ستر برس کی زندگی۔ اس میں تھوڑی سی تکلیف برداشت نہیں ہوتی اور یہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جن مراحل سے گذارا گیا برسہا برس تک۔ نہ کوئی مونس، نہ کوئی مددگار۔ یہاں تو سب انجمنیں پہنچ جاتی ہیں فلاں ایڈ لے کر آیا ہے فلاں آیا ہے۔ اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ ابتلاء اور امتحان حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہوتا ہے۔

## سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی واشتیاق

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مخلوق کی طرف سے جو پیش آئے اسے تو بطیبِ خاطر برداشت فرماتے مگر حق جل مجدہ کی طرف سے قاصد کی آمد میں تاخیر ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہ فراق اور جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی کہ ارے فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ اتنی مدت گذر گئی وحی لے کر فرشتہ پیغام لے کر آتا تھا محبوب کی طرف سے، معشوق کی طرف سے تو ابھی کیوں نہیں آیا۔ اس کا اتنا صدمہ اتنا صدمہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے جاتے 'لکی یتردیٰ من الجبل'۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جس طرح یہ مرحلہ پیش آیا تو ان مراحل سے

گذرنے کے بعد اب تھوڑے سنبھلے اور سنبھلنے کے بعد پھر حضرت حوا سے ملاقات ہوئی یہ سارے نام عرفات، مزدلفہ، منی انہیں کی طرف منسوب ہیں۔ کہ حضرت آدم اور حوا کی وجہ سے یہ نام عرفات، یہ نام مزدلفہ اور یہ منی ہیں۔ اس کے بعد پھر اب ۹۴۰ برس کی زندگی میں ان کی اولاد گنیئے۔ وہ اتنی ہی ہے جتنی آج کل کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ کیسی صدمہ کی زندگی انہوں نے گذاری ہوگی کہ ہر چیز پر اثر پڑتا ہے صدمہ کا اور تکلیف کا اور مصیبت کا۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد جو بیان کی گئی وہ بیس بیٹیاں اور اکیس بیٹے۔ اور کتنی لمبی زندگی میں؟ تو یہ بھی غور طلب مقام ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ الصلوات والسلام کی اولاد کی کمی ہمیں اندازہ بتا رہی ہے کہ عمر بھر کیلئے دل کتنا مغموم تھا۔ کہ رونے سے فرصت ہی کہاں تھی کہ ہماری طرح سے عیش وعشرت کی زندگی بسر فرماتے۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ سب سے بڑا صدمہ، ایک ہی صدمہ یہی تھا کہ حق کو میں نے ناراض کر دیا۔ حق ہم سے روٹھ گئے۔ رب تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف اور جدائی ستاتی رہی۔

اس کی تسلی ان انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے یہاں ایک ہی چیز سے ہوتی تھی فرشتے کی آمد سے۔ اب یہاں اس پر بھی آپ غور فرمائیں کہ دونوں جہاں کے سردار آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی چوبیس ہزار مرتبہ۔ فرشتہ وحی لے کر آتا تھا۔ قرآن پاک کی آیات لے کر آتا اور اس کی تفسیر سوالات کے جوابات لے کر آتا۔ غرض وحی کی تعداد چوبیس ہزار تقریباً بیان کی گئی اور لکھا گیا ہے کہ ایک دن میں متعدد بار وحی کی آمد ہوتی تھی، کبھی دس دس مرتبہ، صرف ایک دن میں آتی تھی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی نو سو چالیس برس اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶۳ برس۔ اور اب وحی کا موازنہ کیجئے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے پاس وحی لے کر جو فرشتہ آیا وہ کل دس مرتبہ آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو کس طرح برداشت کیا ہوگا؟

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی حال جو میں نے عرض کیا کہ فترت وحی کا جو زمانہ تھا

کہ جس میں تھوڑی مدت کیلئے وحی رک گئی تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ پہاڑ پرتشریف لے جاتے، چوٹی پر لکی یتردیٰ من الجبل ۔اس کے بعد وحی آتی رہی اور ہزاروں دفعہ آئی۔لیکن کبھی کسی وجہ سے تاخیر ہوئی جیسا کہ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ والے قصے میں پھر تکلیف پریشانی شروع ہوگئی کہ ابھی فرشتہ نہیں آیا،محبوب کا پیغام نہیں آیا۔چنانچہ جبریل امین اسی کا جواب لے کرآئے کہ ’وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِأمْرِ رَبِّکَ‘۔نہ آنے کی وجہ سے بے چینی ہوجاتی تھی۔ اس صدمہ کو برداشت کرنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے کتنا مشکل ہوا ہوگا کہ جب کل ہزار سالہ زندگی میں وحی صرف دس مرتبہ آئی۔حق تعالیٰ شانہ بھی حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کورلاتے ہی رہے، رلاتے ہی رہے۔

## حضرات صوفیہ کی ذکاوت

اسی لئے جو جنت کے متعلق اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہئے ہمیں تو تو چاہئے۔ یہ کیوں ؟اس لئے کہ خود قرآن کہتا ہے۔ جو لوگ اس طرح کے ان کے کلام پر اعتراض کرتے ہیں، معترض ہوتے ہیں، ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، ان کی تردید کرتے ہیں، ان کی تنقیص کرتے ہیں انہوں نے جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ صوفیہ کرام تو بہت بڑے علامہ ہوتے ہیں جہاں تک ان کی عقل اور ذکاوت پہنچتی ہے، عام علماء کی، بڑے بڑے محققین کی نہیں پہنچ سکتی۔انہوں نے قرآن کی اس آیت کو لے لیا کہ یہ جنت تو ہے اللہ کی نعمت، جنت بہت اچھی ہے لیکن اس سے بہت بڑی بڑی نعمتیں ہیں حق تعالیٰ شانہ کی، اس کے ہم طالب ہیں۔

اسی لئے جنت میں جب جنتی مقیم ہوجائیں گے اور پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک مرتبہ اعلان ہوگا اور ان کو اکٹھا کرکے جنتیوں کو حق تعالیٰ شانہ خود ایک اعلان فرمائیں گے کہ میں ہمیشہ کیلئے اب تم سے راضی ہوگیا اور کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا تو اس نعمت کی وجہ سے

جتنی نعمتیں اب تک جنت کی برت چکے تھے جنتی ان سب کو بھول جائیں گے کہ 'وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ' ۔ان کی نظر اسی پر ہوتی ہے کہ جنت سے بڑی نعمت تو 'وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ' ہے۔ہم اپنے ہر عمل سے ہر گھڑی ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کی ناراضی مولتے رہتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی حرکتوں سے توبہ کی ہمیں توفیق عطا فرمائے چھوٹی راتیں ہیں دعا کر لیتے ہیں۔

**وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب ہم لوگ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچیں ’فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا‘ کہ ’جیسے ہی حضرت آدم اور حوا نے اس شجرِ ممنوعہ جس درخت کے پھل سے منع کیا گیا تھا اس کو چکھا ہے چکھنے کے ساتھ ہی جنتی لباس اتر گیا‘ اس وقت ہمیں عمر بھر کے سارے گناہ یاد آجانے چاہئیں کہ صرف ایک پھل کو چکھا چاہے وہ گیہوں کا دانا تھا، یا ایک انجیر تھا، یا انگور کا دانا تھا، یا انار کا دانہ تھا، یا بادام کا دانہ تھا اس کے چکھتے ہی ’بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا‘ جب اس کا اتنا اثر ہے تو ہم سوچیں اپنے متعلق کہ ہمارا رواں رواں آلودۂ عصیاں ہے۔ سر سے پیر تک کوئی عضو ہمارا ایسا خالی نہیں کہ جس نے مستقل اپنے مخصوص گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

## حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بارہا سنایا کہ حضرت مفتی صاحب سے پوچھا گیا کہ اپنے شیخ کی مجلس میں کیا تصور ہونا چاہئے؟ کسی نے لکھا کہ ذکر میں مشغول رہے، کسی نے کہا کہ مراقبہ کرے، کسی نے لکھا کہ شیخ کے دل سے فیض آرہا ہے اس کا تصور

کرے، حضرت کا کیا معمول ہے؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو جب حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو میرے گناہوں کا پہاڑ میرے سامنے آجاتا ہے کہ میرے اوپر اب گرا تب گرا۔ اور واقعۃً ایسے ہی بیٹھتے تھے۔ التحیات میں جس طرح ہم بیٹھتے ہیں بالکل التحیات کی کیفیت اور ہر وقت وہ آنسوؤں کی لڑی مسلسل ہے۔ آنسو ایسے ایسے شہادت کی انگلی سے صاف کر رہے ہیں۔

## ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جیسے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رونے کی کیفیت نقل فرمائی۔ ان کی یتیمی کی بڑی عجیب داستان ہے۔ ان کے ابا محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ جب شام والوں سے جنگ ہوئی تو ان کو نہ صرف شہید کیا گیا بلکہ ان کی لاش کو کہیں سے بھی گدھے کی کھال تلاش کر کے اس میں ڈال کر جلایا گیا۔ ان کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مستقل آدمی بھیج کر اپنے پاس بلوالیا اور دونوں بہن بھائیوں کی پرورش فرمائی۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے جب کچھ ہوش سنبھالا تو میں نے ایک دفعہ درخواست کی پھوپھی جان سے۔ کہ اماں جان مجھے زیارت آج کرائیں گی حجرہ شریفہ میں تینوں قبروں کی؟ ام المؤمنین کو سینکڑوں ماؤں سے بڑھ کر پیار تھا ان کو اپنے ان یتیموں سے جن کی وہ پرورش فرما رہی تھیں۔ چنانچہ جب دروازہ کھولا تو پہلا جملہ انہوں نے جب اشارہ فرماتے ہوئے کہا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ یہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے تو حضرت قاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ فرماتے ہوئے میں دیکھ رہا تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جولڑی شروع ہوئی تو وہ جلدی جلدی صاف کر رہی تھیں۔

حضرت مفتی صاحب علماء صلحاء کے ہزاروں کے مجمع میں ہوتے تھے حضرت شیخ کے سامنے

ہوتے تھے۔ وہاں سٹیج تو نہیں تھا لیکن گویا ایک سٹیج کی طرح سے ہی اس نشست کی کیفیت ہوجاتی تھی۔ مفتی صاحب اپنے آنسو جلدی جلدی صاف کرلیا کرتے تھے۔

ہماری بھی یہ کیفیت ہونی چاہئے کہ جب ایک دانہ کا چکھنا اتنا اثر دکھاتا ہے تو یہ ہمارے گناہ دنیا اور آخرت میں کیا اثر نہیں دکھائیں گے؟ آپ کا حال معلوم نہیں، مجھے تو گناہوں کے انبار کے باوجود اپنے اوپر اطمینان کی کیفیت معلوم ہوتی ہے ہم میں سے ہر شخص کا یہی حال ہوگا۔ اتنے گناہوں کے باوجود کیسے اطمینان سے انسان رہ سکتا ہے۔ کیسے اسے اطمینان مل سکتا ہے اور کس چیز پر اطمینان ہے؟ کہ نہ معلوم کس وقت اجل آکر دبوچ لے۔ جب آئے گی تو مرنے والا کہے گا اسے 'أَجِّلْ، أَجِّلْ، أَجِّلْ' ۔ ہمزہ سے۔ ای أَخِّرْ ۔ مہلت دے دو۔ 'لَوْلَا أَخَّرْتَنِىْ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ'۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فضائل صدقات کے دوسرے حصہ میں کوئی بیسیوں واقعات اس کے گنوائے ہیں کہ فلاں مرنے والے نے کہا ملک الموت کو کہ ذرا ٹھہر جا۔ مرنے والا کہے گا 'أَجِّلْ، أَجِّلْ' ۔ تو فرشتوں کا ساتھی کہے گا کہ 'عَجِّلْ'۔ وہ عربوں والی عین، تو وہ عربوں والی عین نکال کر کہے گا۔ 'عَجِّلْ!' ارے جلدی کر۔ تو ہم میں سے کسی کو پتہ نہیں ہے کہ کس وقت وہ اجل آجائے۔

## حضرت معاویۃ بن قرۃ بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ

اولیاء اللہ تو اپنے متعلق بتاتے ہیں کہ فلاں دن آجانا اسی وقت وہ مرتے ہیں۔ انہیں پتہ ہوتا ہے اپنے کشف کے ذریعہ یا حق تعالیٰ انہیں علم دیتے ہیں جس سے انہیں پتہ چل جاتا ہے۔

ایک تھے حضرت معاویہ بن قرہ بن ابی ایاس۔ قاضی ایاس کی ذکاوت، فطانت، ذہن کی تیزی، اور جلدی فوراً اسی لمحہ جواب کی، ان کے علاوہ کہیں اور، بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ نہایت

ذکی انسان تھے۔ ان کی فطانت اور ذکاوت کے واقعات بچپن میں پڑھے تھے، شاید حکایات لطیف میں۔ فارسی کی ایک کتاب پہلے سال میں پڑھائی جاتی تھی، حکایات لطیف۔ ان کے بیٹے قرہ اوران کے بیٹے معاویہ ہیں۔

انہوں نے یعنی معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اپنے ابا کے ساتھ، قرۃ بن ایاس کے ساتھ گھڑ دوڑ میں مقابلہ کر رہے ہیں۔ دونوں الگ الگ دو گھوڑوں پر سوار ہیں اور مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون آگے نکل جائے۔ تو کہتے ہیں کہ بہت دور تک تیز دوڑاتے رہے دونوں لیکن دونوں میں سے کوئی آگے نہیں جا سکا۔

## حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دُھلیَوی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے میں نے حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دُھلیَوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا کہ ان کے انتقال سے ایک دو دن پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ وہ سورت کے ہسپتال میں تھے، فکر تھا کہ نہ معلوم کس حال میں ہیں۔ تو میں نے خواب میں دیکھا ہم دونوں دوڑ میں مقابلہ کر رہے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دوڑتے ہوئے خواب میں وہ مجھ سے آگے نکل گئے۔

اگلے دن صبح مولانا فضل واڑی والا آئے تو انہیں میں نے خواب سنایا۔ میں نے کہا کہ امید تو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت دیں گے کہ وہ دوڑ میں میں نے دیکھا کہ مجھ سے آگے نکل گئے تو صحت ہو جائے گی۔ مگر وہ تو سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ والی دوڑ تھی کہ جنت کی طرف کون دوڑ کر پہلے چلا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ہم سے پہلے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ہمیں بھی لے جائے۔ وہ سابق ہوئے ہمیں ان کا مسبوق بنائے۔

## حضرت معاویۃ بن قرۃ رحمۃ اللہ علیہ

اب دونوں باپ بیٹے گھڑ دوڑ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ دو گھوڑوں کا مقابلہ ہو رہا ہے دوڑ

کا۔لیکن کہتے ہیں کہ کافی دیر تک خواب میں دیکھتے رہے کہ بالکل ساتھ ساتھ ہیں۔اسی پر آنکھ کھل گئی۔ باپ کی جتنی عمر ہوئی تھی اتنی عمر کا دن بیٹے کا ختم ہوا۔ جب رات آئی تو قرۃ کے بیٹے معاویہ اپنی بیوی سے کہتے ہیں کہ دیکھ میں آج رات چلا جاؤں گا۔ وہ کہنے لگی کہ آپ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اچھے بھلے ہیں، ٹھیک ٹھاک ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ نہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے ابا کے ساتھ میں گھڑ دوڑ کا مقابلہ کررہا ہوں تو نہ ان کا گھوڑا مجھ سے آگے نکلا اور نہ میرا گھوڑا ان سے آگے نکلا۔ جتنی عمر ان کی ہوئی ہے اتنی عمر میری ہوگی۔ آج کی رات میرے ابا کا انتقال ہوا تھا فلاں سن میں۔ میری عمر ان کے برابر ہوگی۔ چنانچہ اسی رات میں ان کا انتقال ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ موت سے پہلے ہمیں گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم توبہ نصوح کرلیں کہ جتنے ہمارے اعضاء گناہوں سے لت پت ہیں اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کے دریا سے اسے دھو دے۔

شام والوں کیلئے بھی اور آسام والوں کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آله و صحبه اجمعین۔**

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل عرض کیا تھا کہ جب اجل کا فرشتہ آتا ہے تو مرنے والا تو کہتا ہے کہ 'اَجِّلْ' کہ ذرا اور مہلت دے دے مگر ملک الموت کے ساتھ والے فرشتے کہتے ہیں کہ جلدی کرو کہ وقت ختم ہوگیا۔ مگر حق تعالیٰ شانہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کیلئے ملک الموت کو انتظار رہتا ہے کہ کب مجھے ان کے آخری وقت میں اس خدمت کے انجام دینے کی سعادت میسر ہو تو ملک الموت بار بار آ کر اپنی پہچان کراتے ہیں۔

## حضرت شیخ قدس سرہ کی ملک الموت کی پہلی زیارت

حضرت شیخ قدس سرہ کے پاس بیداری میں ہندوستان میں کچے گھر میں ملک الموت دو دفعہ بیداری میں آئے ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور دو دفعہ حجاز میں خواب میں تشریف لائے۔ کتنا انتظار ملک الموت کو حضرت شیخ کیلئے تھا؟

حالانکہ ابھی تو حضرت شیخ بالکل جوانوں جیسے ہیں اور یہاں گلے کے پاس کسی پھوڑے کی تکلیف کی وجہ سے حضرت کو رات کے وقت یہ احساس ہوتا رہا کہ شاید یہ میرا آخری وقت ہو مگر پھر وہ پھوڑا پھوٹ گیا اور تکلیف چلی گئی۔ حضرت صبح اوپر کتب خانے میں تصنیف کیلئے

تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت تشریف فرما ہوتے تھے کتب خانے میں وہاں پہنچنے سے پہلے تین دروازے مقفل فرما دیتے، اندر سے بند فرماتے، کوئی آ ہی نہیں سکتا جب تک حضرت نہ کھولیں۔مگر وہاں حضرت فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ کوئی سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔کتاب میں سے سراوپر کیا دیکھا ایک خوبصورت نوجوان ہے۔

حضرت کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ؟ کب تک ٹھہرو گے؟ تین سوال ایک دم ہوتے تھے۔ان سے بھی پوچھا کہ تم کون ہو؟ یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیوں آئے؟وہ مسکرا کر کہتے ہیں کہ میں ملک الموت ہوں جن کو کل آپ نے یادفرمایا تھا۔حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر لے چلئے۔کتنی آسان موت۔ لے چلئے۔وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں ابھی آپ کا وقت نہیں آیا۔رات آپ یادفرمارہے تھے اس لئے میں حاضر ہوا۔

## بیداری کی دوسری زیارت

یہ تو کتب خانے کا اوپر کا قصہ ہے۔ نیچے والا جو حضرت کا کمرہ تھا کچے گھر کا۔اس قصہ کے دوراوی تھے۔ان میں ایک مولانا احمد لولات صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کے ساتھی مولانا مظہر صاحب کینیڈا دارالعلوم کے مہتمم صاحب بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں عمر میں عمل میں برکت دے۔ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت کو ہم نے لٹایا اور حضرت کا رخ دیوار کی طرف ہے اور ہم فرش پر لیٹے ہوئے ہیں۔ہم سن رہے ہیں کہ حضرت کسی سے بات کررہے ہیں۔

عصر کی نماز کے وضو کے وقت ایک دوسرے کو کہنی مارتے ہیں کہ تم پوچھو! مولوی احمد لولات نے پھر پوچھا کہ حضرت آپ کو لٹایا اس کے بعد آپ کسی سے بات کر رہے تھے۔ حضرت نے وہ پانی جو چلو میں لیا تھا ان کے منہ پر مارا۔وہ چلو کا پانی ان پر پھینکا اور فرمایا' ابے تو نے سن لیا تھا؟ ملک الموت تشریف لائے تھے'۔اب یہ ہندوستان میں دو دوفعہ ملک الموت

کی آمد بیداری میں ہوئی ہے۔

## خواب میں دو زیارتیں

اس کے بعد تیسری آمد مکہ مکرمہ میں ہوئی مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں حضرت سو رہے تھے خواب دیکھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان آ رہے ہیں۔ پوچھا کون؟ کہنے لگے 'ملک الموت'۔ میں نے کہا کہ پھر لے چلئے! وہ مسکرا کر کہنے لگے کہ ابھی یہاں پر نہیں مدینہ منورہ میں انشاء اللہ ہم آئیں گے۔ یعنی خوشخبری بھی سنا دی کہ وہاں مدینہ منورہ آپ کیلئے مقدر ہے۔ اسی لئے تو حضرت کو اطمینان تھا، کتنی بیماریوں کتنے مرحلوں سے حضرت گذرے مگر اب سب مواقع میں حضرت بہت زور سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے ساتھ تو مدینہ منورہ کا وعدہ ہے۔ یہ منامی زیارت ہوئی۔

حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں جب مدینہ طیبہ پہنچا تو اس کے چند دن کے بعد پھر خواب میں میں نے دور سے ملک الموت کو نوجوان کی شکل میں دیکھا تو میں نے ان کو آواز دے کر بلایا ارے ادھر آؤ بھئی، آپ کہہ رہے تھے کہ یہاں مدینہ منورہ آنے کے بعد تم آؤ گے؟' ملک الموت کو دور سے پہچان لیا۔ وہ بھی دور ہی سے کہنے لگے کہ ابھی آپ کا وقت نہیں آیا ابھی آپ سے بہت کام لینا ہے۔ یہ دو مرتبہ خواب میں ملک الموت کی زیارت ہوئی۔

## بیداری کی ایک اور زیارت وملاقات

اور آخری مرتبہ بیداری میں دو چار روز قبل از وصال ہوئی۔ جو میں ہمیشہ سنایا کرتا ہوں کہ حضرت کو تہجد کے وقت ہم وضو کرانے لگے تو حضرت فرمانے لگے کہ آج پھر ملک الموت آگئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت نے کوئی خواب دیکھا؟ تو فرمانے لگے نہیں آپ لوگوں نے مجھے سلا دیا اور آپ لوگ چلے گئے تو بیدار ہی تھا۔ وہ بیداری ہی میں آگئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اس کے تین چار روز بعد حضرت کا وصال ہو گیا۔

# حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اوپر والوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کتنا انتظار! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قمیص پہنائے گا، خلعتِ خلافت۔ قمیص سے مراد خلعتِ خلافت۔ اللہ آپ کو قمیص پہنائے گا اور لوگ اس کو نکالنا چاہیں گے مگر نہ نکالیو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیفیت بتائی تھی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں پوری ہو کر رہی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں لوگوں کو آپ کے خلاف اکسایا جا رہا ہے۔ سازش کرنے والے یہاں تک کامیاب ہو گئے کہ آپ سے خلافت سے دست برداری کا مطالبہ ہونے لگا۔ مطالبہ وہی کہ قمیص اتارو، خلعت خلافت اتارو۔ خلافت چھوڑ دو۔ فرمایا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ اتارنا چاہیں گے تو وہ وقت آ گیا اور آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ محصور ہیں، ایک دن، دو دن، کئی دن گذر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا تھا بالکل اسی طرح ہو رہا ہے کہ اب ظالموں نے دانہ پانی ہر چیز بند کر دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روزے سے ہیں۔ افطار کا وقت ہوا تو اہلیہ سے کہا افطار کیلئے کچھ پانی، کوئی چیز ہو تو دے دو۔ اہلیہ نے کہا کچھ بھی نہیں ہے۔ فرمایا پانی دے دو۔ عرض کیا کہ پانی بھی نہیں ہے۔ اب اہلیہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا پریشان ہیں۔ چاروں طرف سے محاصرہ ہے۔ کیسے جائیں، کہاں جائیں، کیسے پانی لائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان باغیوں سے مانگا پانی دے دو کہ مجھے افطار کرنا ہے تھوڑا سا پانی دے دو تو ظالموں نے افطار کیلئے پانی نہیں دیا۔ اب آخر میں اہلیہ انتہائی پریشان ہو گئیں کہ اتنا وقت گذر گیا، افطاری کا وقت گذر گیا اور افطاری بھی نہیں ہو سکی اور روزے سے ہیں۔ چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح سے محاصرہ توڑ کر کے باہر گئیں اور کہیں سے ایک لوٹے میں

پانی لے کر آئیں مگر آ کر دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سو چکے ہیں۔ اور سونا کیا ہوگا غنودگی اور بے ہوشی ہوگی کمزوری کی۔ بیدار کیا کہ پانی پی لو، میں لے کر آئی ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تو افطاری کا وقت گذر گیا، رات گذر گئی میں نے پھر روزہ شروع کر دیا۔ دوسرا روزہ رکھ لیا میری روزہ کی نیت ہے۔

سامنے چھت کی طرف اشارہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ عثمان! تو نے افطار نہیں کیا؟ عرض کیا نہیں۔ 'تمہیں ان ظالموں نے باغیوں نے پانی نہیں دیا؟' عرض کیا کہ یارسول اللہ نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اوپر سے ڈول لٹکایا، فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں سے جی بھر کر پیا۔ مجھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پلا کر گئے ہیں۔ اہلیہ کو یہ خواب یا کشف سنایا۔

## حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کسی طرح پہنچ گئے۔ اور حضرات بھی پہنچتے رہے۔ سات سو صحابہ کرام نے آپ کے گھر کے دوسرے حصے میں اکٹھے ہو کر مقابلہ کا پروگرام بنایا اور اجازت لینے کیلئے حاضر ہوئے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، کہ امیر المومنین اجازت دیں ہم ان کو یہاں سے مار بھگائیں۔ آپ حق پر ہیں۔ صرف آپ کے اشارہ کے ہم منتظر ہیں۔ اجازت کے بغیر ہم یہ کام نہیں کر سکتے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں ایسا خلیفہ بنوں کہ جس کی وجہ سے کسی ایک مسلمان کا بھی خون بہے۔ وہ مایوس ہو کر پیچھے ہو گئے۔

حضرات انصار اکٹھے ہو کر آئے۔ سارے انصار کہ امیر المومنین ہمیں تو اجازت دے دیں۔ صرف ہم نہیں بلکہ ساری امت آپ کے ساتھ ہے۔ آپ حق پر ہیں۔ یہ مٹھی بھر ظالم ان کے بارے میں آپ اجازت دیں تو ہم ابھی ان کو قتل کر کے رکھ دیں۔ آپ نے انہیں بھی منع

فرمایا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ تنہا کسی طرح پہنچے کہ امیر المومنین یہ سب اجازت مانگ رہے ہیں تو کیوں آپ ان کو اجازت نہیں دیتے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم میرا بھی قتل چاہتے ہو یعنی میری وجہ سے قتل و غارت ہو اور ساری امت کا انسانیت کا قتل میرے ذمہ آئے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک قطرہ خون کا میری وجہ سے بہے۔ ان کو بھی واپس بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہنچے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہت اچھے موقعہ پر آئے اور پھر وہ خواب یا کشف سنانے لگے کہ آج میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ اول پوچھا مجھ سے کہ 'عثمان! تم روزہ سے ہو؟' میں نے کہا جی۔ فرمایا کہ 'افطار نہیں کیا ابھی؟' عرض کیا جی نہیں کیا۔ پھر فرمایا 'آپ نے پانی مانگا انہوں نے پانی نہیں دیا۔ آپ کو پیاسا رکھا ہے؟' عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ دوسرا خواب تھا جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو سنا رہے تھے۔

پہلے جس وقت اہلیہ کو خواب سنایا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پلایا تھا۔ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جو سنا رہے ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان تمام سوالوں کے بعد [یہ ہے کہ] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'عثمان! ہمارے پاس آ کر افطار کرنا'۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ایک روزہ کے بعد دوسرا روزہ شروع ہو گیا تھا تو فرمایا کہ 'عثمان! آج جمعہ کا دن ہے جمعہ ہمارے پاس آ کر پڑھنا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'عثمان! افطار ہمارے پاس آ کر کرنا'۔

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خبر دی گئی

پھر تیسرا ایک خواب بھی اسی دوران کا ہے کیونکہ غنودگی آرہی ہے جارہی ہے۔ اس کے بعد جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ چلے گئے تو اہلیہ کو فرمارہے ہیں کہ یہ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ 'عثمان! تم ہمارے پاس آکر افطار کروگے'۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہلیہ سے کہ یہ باغی مجھے قتل کردیں گے اور حضرت نائلہ کو یقین نہیں ہورہا تھا کہ یہ تو صرف جھگڑا ہورہا ہے۔ ویسے ہی گھیر رکھا ہے کہ کوئی اختلاف ہے۔ کیسے قتل؟ اور وہ بھی خلیفہ وہ بھی ذوالنورین کا قتل؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے داماد؟ ان کو کیسے مدینہ منورہ میں، ان کے گھر میں کیسے قتل کیا جائے گا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں یہ مجھے قتل کردیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ 'عثمان میرے پاس آکر افطار کرنا'۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہمیں بھی عطا فرمائے۔

شام والے، آسام والے جو پیاسے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بھی کھانا، پانی اور کپڑا عطا فرمائیں۔

**وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

**اجل** کا ذکر ہو رہا تھا کہ **اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا لَایَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ**۔ یہ اجل اٹل حقیقت ہے۔ کوئی مسلم، غیر مسلم، ملحد، خدا کا منکر کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ نہ کوئی ایسی تدابیر، ایسی دوائیں، ایسا علاج ایجاد کیا جاسکتا ہے کہ جس سے اس کو ٹال دیا جائے یہ ناممکنات میں سے ہے۔ اور اسی لئے عرض کیا تھا کہ جن کو حق تعالیٰ شانہ بینائی عطا فرماتے ہیں وہ اپنے متعلق پہلے سے بتا دیا کرتے ہیں کہ ہم فلاں وقت میں، فلاں مہینے میں جائیں گے۔ اپنے مرنے کا وقت بتا دیتے ہیں۔

## حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا کہ اہلیہ محترمہ کو فرما رہے ہیں نصف شعبان کی رات کے متعلق، کہ بہت سوں کا نام آج اس سال کے مرنے والوں میں لکھ دیا گیا ہوگا۔ حضرت فرمانے لگے کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا کہ جس نے اپنی موت کے پروانہ کے پتہ کو درخت کے اوپر سے گرتے ہوا دیکھ لیا ہو۔ کہتے ہیں کہ وہاں درخت ہے اور اس رات کو اس درخت سے جن جن کی اس سال میں موت ہونے والی ہوتی ہے ان کے نام کے

پتے اس درخت سے گرتے ہیں۔ اپنا بھی دیکھ لیتے ہیں ملکوں کا بھی دیکھ لیتے ہیں، قوموں کا بھی دیکھ لیتے ہیں۔

## حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ذکر کیا تھا کہ حضرت مشرقی پنجاب میں ریل میں سفر فرما رہے تھے۔ چند غنڈوں نے آکر ایک اسٹیشن کے اوپر حضرت کے ساتھ بدتمیزی کی۔ وہ ظالم تو خوشیاں منا رہے تھے کہ ہم نے ان کو ذلیل کیا، ٹوپی چھین لی، عمامہ چھین لیا ان کے کپڑے پھاڑ دیئے۔

مگر ادھر رائے پور میں حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب اطلاع ہوتی ہے تو وہ کچھ اور دیکھتے ہیں اور دیوبند پہنچتے ہیں۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور مصافحہ معانقہ کی بجائے، ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اپنی ٹوپی حضرت کے قدموں میں رکھ کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت ہندوستان کے مسلمانوں کو معاف کر دیجئے۔ اب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ چپ کوئی جواب نہیں دے رہے۔ پھر دوسری مرتبہ عرض کیا کہ حضرت ہندوستان کے مسلمانوں کو معاف کر دیجئے۔ جب تیسری دفعہ یہ جملہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دہرایا تو حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت پڑھی 'اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ'۔ کہ میرا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ روتے ہوئے وہاں سے نکلے اور یہ فرماتے ہوئے کہ میں نے دیکھ لیا ہے کہ عذابِ الٰہی چل پڑا ہے۔ ہندوستان کے بہت کم علاقے دینی طور پر آباد ہوں گے جتنا یہ علاقہ آباد تھا مشرقی پنجاب۔ ابھی آپ وہاں جائیں گے تو کسی میں جانور بندھے ہوئے نظر آئیں گے۔ کسی مسجد میں رہائش ہوگی۔ کتنی بڑی قیامت آئی۔ اس کے آنے سے پہلے اس علاقے کا کیا حال ہونے والا ہے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ دیکھ رہے ہیں۔

یہ چیز حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بہت تھی۔

## حضرت شیخ عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ حج پر ہیں، عرفات میں ہیں، عرفات میں عصر کی نماز جلدی پڑھ لی جاتی ہے تا کہ دعا ہی دعا میں مشغول رہیں، اور وہاں سے غروب کے بعد روانگی ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وقت سے پہلے فرمایا 'بس میں بیٹھو!' عام طور پر، معمول کے طور پر جو سفر کا وقت ہوتا تھا اس سے کافی پہلے حضرت نے فرمایا کہ بھئی جلدی جلدی سامان رکھو گاڑی میں۔

بس میں سامان کیلئے حضرت فرما رہے ہیں سب کو بڑا تعجب ہوا کہ ساری دنیا تو اپنی دعاؤں میں مشغول ہے اور حضرت فرما رہے ہیں کہ ابھی چلنے کی تیاری کرو۔ سمجھدار خدام تھے انہوں نے تو جلدی جلدی رکھنا شروع کیا۔ خود حضرت کے قافلہ میں کچھ لوگ تھے جنہوں نے دبی زبان سے کچھ کہنا بھی چاہا کہ ابھی تو بہت وقت ہے۔ حضرت خود بس میں جا کر تشریف فرما ہو گئے اور یاد فرما رہے ہیں کہ فلاں آ گیا، فلاں آ گیا۔

شرکائے سفر کا بیان ہے کہ اس کے بعد جو آندھی چلی ہے ایسی زبردست آندھی کہ ہزاروں خیموں میں سے ایک خیمہ نہیں بچا۔ کسی کو لوہے کی سلاخیں جس کے ذریعے خیمہ کھڑا کیا جاتا ہے وہ لگ رہی ہیں کوئی اپنی جان بچانے کی فکر میں کہیں جھک رہا ہے، کہیں بھاگ رہا ہے۔

## حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ صفائے باطن پھر حضرت کے لوگوں میں بھی منتقل ہوا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا کہ کسی ہاتف نے کہا تھا کہ **مجلس انظمة الشمس** کے ممبر مولانا علی میاں بھی ہیں۔ یہ جو نظام شمسی ہے اس کی مجلس ہے کمیٹی۔ تو کہا گیا کہ اس کے ممبر

حضرت مولانا علی میاں صاحب بھی ہیں۔تو میں نے حضرت کے ایک مرید ہیں مولانا عبد المنان صاحب کینیڈا میں اور وہ ہر سال حضرت کی خدمت میں رمضان گذارنے جایا کرتے تھے۔تو میں نے ان کے ہاتھوں عریضہ لکھ کر حضرت مولانا علی میاں صاحب کو بھیجا دعا کیلئے تو اس میں یہ خواب بھی لکھا اور تعبیر لکھی۔میں نے لکھا کہ یہ حضرت کیلئے قطبیت کی بشارت ہے۔

ان کا بیان ہے مولانا عبدالمنان صاحب کا حضرت جب یہ پڑھ رہے تھے تو رو رہے تھے اور فرمایا کہ اوہو ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ مولوی یوسف کو ہمارے متعلق اس حد تک حسن ظن ہے۔ نیک گمان ہے۔تو تھے ایسے ہی لوگوں میں سے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی۔

جب برما میں خوش حالی کا دور تھا رنگون اس وقت ہمارے اکابر دیوبند سے، سہارنپور سے برما بہت تشریف لے جاتے تھے۔دینداری بھی تھی۔

وہاں کا حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دورہ ہوا تو حضرت نے ایک جگہ بیان فرمایا اور دعوت دی کہ خدا کی طرف لپک کر دوڑو یہ سب تجارت، صنعت، دولت چھوڑ کر دوڑ جاؤ۔ ورنہ نہ تمہاری فیکٹریاں رہیں گی نہ صنعتیں رہیں گی، نہ تجارت رہے گی اور ایسا ایسا تمہارا حال ہوگا، اور صاف صاف بالکل کھلم کھلا بیان فرمایا۔

حالانکہ بالکل امن وامان ہے اور ساری دنیا میں سب سے بہترین ملک ہے اور حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو تنبیہ فرمارہے تھے کہ اگر تمہاری یہی روش رہی تو براحال ایسا ہونے والا ہے۔اس کو چند برس نہیں گذرے کہ ایک دم ایک رات میں کایا پلٹی اور سب ختم ہوگیا۔رات کو سوئے اس وقت سب کچھ تھا اور صبح اٹھے تو کچھ بھی نہیں تھا۔اس وقت سے لے کر آج تک برما کے مسلمانوں کا یہی حال ہے۔تو کیسے دیکھ لیا ہوگا حضرت مولانا علی میاں نے۔غرض قوموں کا، ملکوں کا حال و مستقبل دیکھ لیتے ہیں۔

# حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح پیشین گوئی فرمائی تھی کہ مشرق سے ایک آگ نکلنے والی ہے اور مغرب تک ہر ایک ملک وخطہ کو جو اس کی لپیٹ میں آئے گا سب کو خاکستر کر چھوڑے گی۔ ان کی بہت بڑی خانقاہ تھی۔ بڑے بڑے بزرگ علماء سب کو بھگا دیا اور سب کو فرما رہے تھے کہ جاؤ۔ نکلو یہاں سے، بھاگو۔ وہ عرض کرتے کہ حضرت آپ کیوں نہیں جاتے؟ فرمایا نہیں میرے لئے تو مقدر ہو چکا ہے۔ تقدیرِ محکم اور قضا اور قدر کا میرے متعلق جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ میں یہیں رہوں گا۔

سب کو بڑا تعجب ہوا کہ کیوں ایسا فرما رہے ہیں، ایسا کر رہے ہیں۔ اسلامی ملک ہے جس میں ہم رہے ہیں اور اتنا دینی کام ہے اور کہا جا رہا ہے کہ یہاں سے بھاگو اور یہاں سے جاؤ۔ چنانچہ تاتاریوں کی آگ شروع ہوئی اور سارا علاقہ خاکستر کر چھوڑا۔ خیر راتیں بہت مختصر ہیں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی قیامتوں سے دنیا کو محفوظ رکھے۔ اور جہاں جہاں ایسی قیامتیں عرب میں افریقہ میں، ایشیا میں جہاں جہاں چل رہی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ انسانیت کو ان تمام قیامتوں سے محفوظ فرمائے۔

**اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے پیشین گوئی فرمائی کہ مشرق سے ایک آگ نکلے گی اور مغرب تک سب کچھ خاکستر کر چھوڑے گی اس لئے انہوں نے اپنے متوسلین سے فرما دیا کہ سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ تو یہ جو حضرت شیخ فرید الدین عطار تھے، اتنے بڑے شیخ کیسے بنے؟ محض عنایت الٰہیہ، انتخابِ خداوندی سے بنے۔ کاش ایسی حق تعالیٰ شانہ کی عنایت ہماری طرف بھی متوجہ ہو جائے کہ ہم بھی ان ظلمات سے نکلیں، تاریکیوں سے، گناہوں سے نکلیں۔

وہ تاجر تھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ عطار تھے، عطاری کی دکان تھی۔ بیماروں کیلئے دوائیں بیچا کرتے تھے۔ مفردات، مرکبات بیچا کرتے تھے۔ کسی عطار کی دکان کو آپ دیکھیں گے۔ سجی ہوئی ہوتی ہے چاروں طرف سے۔ کسی مرتبان میں پتے ہیں، کسی میں کوئی جڑیں، کسی میں کچھ لکڑیاں، ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ کسی میں گولیاں ہیں۔

ایک فقیر وہاں صدا دینے لگا۔ جس طرح وہ آواز لگاتے ہیں تو اس نے آواز لگائی۔ شیئاً **للّٰہ**! اللہ کے واسطے کچھ دینا ہو تو مجھے دے دو۔ ان کو دیکھا کہ یہ تو اپنے دھندے میں مشغول ہیں اپنی چیزیں ٹھیک کر رہے ہیں۔

## ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی بہت بڑی تجارت تھی۔ اطراف کے تمام دیہاتوں میں غلہ وغیرہ کی، جس زمانہ میں یہ تمام چیزیں عام دستیاب نہیں تھیں وہ بہت بڑے علاقے کے سپلائر تھے تو اپنی دکان بھی تھی۔ جب سب کچھ ختم کر دیا، سب لٹا دیا اعلان کر دیا کہ جس کو جو چاہئے سب لے جاؤ۔ ساری دکان خالی ہوگئی اور پھر مکان اور زمین رہ گیا تھا اس کیلئے بھی اعلان کر دیا کہ جس کو چاہئے ہو میں دستخط کر دیتا ہوں وہ لے لے۔ تو وہ بھی کسی نے دستخط کروا کر زمین لے لی تھی۔

مگر جو دکان میں سجانے کیلئے گلاس کے برتن، اور گلاس کے ڈبے وغیرہ ہوتے ہیں جن میں چیزیں رکھی جاتی ہیں تاکہ گاہک کو نظر آئیں تو وہ خالی ڈبے انہوں نے رکھ چھوڑے تھے۔ جب ان پر جذبی کیفیت طاری ہوئی تو اس کے بعد بھی وفات تک وہ تمام خالی ڈبے سب چیزیں موجود تھیں۔ والد صاحب کا شغل کیا تھا کہ وہ ان پچاسوں ڈبوں میں سے دو چار کو اپنے سامنے رکھتے پھر اس کو صاف کرتے ایک کا ڈھکن دوسرے پر لگاتے اس کا اس پر لگاتے۔

## حضرت مولانا عبد الغفور صاحب بنگالی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا ہندوستان میں یہ شغل تھا اور ان کے پیر ومرشد حضرت مولانا عبد الغفور صاحب بنگالی جو بہت بڑے علامہ تھے اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ میں سے، حضرت سے مجاز تھے، حضرت کے خلیفہ تھے۔ وہ بھی ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے

تھے۔ ۶۹ء میں جب ہمارا حجاز کا سفر ہوا تو اس وقت ان کا پتہ ان کے مریدین سے جو کوساڑی اور گڈکا چھ وغیرہ میں تھے ان سے حاصل کر کے ہم لوگ وہاں پہنچے۔

مجھ سے پہلے بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دام ظلہم یہ پہنچے تو ان کے حجرہ میں، جس رباط میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام رہا تھا اسی رباط میں وہ تھے۔ انہی حجروں میں ان کا قیام تھا۔ میں تو وہاں تک نہیں پہنچ سکا میری تو ملاقات ان سے حرم شریف میں ہوتی رہی۔ رکن یمانی کی بالکل سیدھ میں ان کی نشست تھی۔ پہلے یہ صحن نہیں تھا مطاف کے بعد کنکریاں ہوتی تھیں اور کنکریوں کے اوپر چٹائیاں بچھی ہوئی ہوتی تھیں۔ رکن یمانی کی سیدھ میں پتہ نہیں کیسے ان کیلئے جگہ خالی رہتی ہوگی تو وہیں آ کر وہ بیٹھتے تھے۔ حالانکہ نہ کوئی شان نہ شوکت، پھٹا ہوا سا ایک جانگیہ، گھٹنا بھی شاید نظر آ جائے۔ کرتہ ٹوپی وغیرہ کچھ نہیں۔ جانگیہ اور صرف بنیان ہوتا تھا وہ بھی ٹوٹا پھوٹا اور ایک ڈنڈا رکھتے تھے اس میں چیتھڑے بندھے ہوئے ہوتے جس میں روٹی کے ٹکڑے، ڈسٹ بن (کوڑے دان) میں سے اٹھا کر جو سوکھے ہوئے ہوتے تھے ان کو باندھ لیا کرتے تھے۔

تو میں ان کو دیکھا کرتا تھا اور ترس آتا تھا کہ وہ کبھی ایک کو کھولتے اور ایک آدھ ٹکڑا اس میں نکالتے اور اس زمانے میں یہ مٹی کی صراحیاں ہوتی تھیں وہ ان کے سامنے رکھی ہوئیں، کوئی لا کر رکھتا ہوگا۔ افطار کے وقت سوکھی روٹی کا ٹکڑا مشکل سے توڑتے تھے، وہ سوکھا ٹکڑا میں اور آپ دانت سے نہیں توڑ سکتے۔ وہ مشکل سے توڑتے اور اس کے اوپر چند گھونٹ مغرب کی اذان پر زمزم کے پی لیتے۔ صائم الدہر تھے، ساری عمر کے ان کے روزے تھے۔ جب سورت میں تھے، اس وقت بھی ان کا یہی حال تھا وہاں مکہ شریف میں بھی ہم نے ان کو اسی حال میں دیکھا۔

ہمارے بھائی صاحب جب وہاں پہنچے ان کے رباط کے حجرہ میں دیکھا کہ بالکل والد صاحب والا شغل تھا کہ بچوں کے دودھ کے پوڈر کے جو ڈبے ہوتے ہیں وہ بہت سارے

انہوں نے اپنے کمرے میں اکٹھے کئے ہوئے تھے۔اب وہ کمرے میں پہنچتے تو ادھر سے پانچ دس ڈبے اپنے سامنے رکھ لئے، اس کا ڈھکن اس پر لگا رہے ہیں دوسرے کا اس پر لگا رہے ہیں۔ والدصاحب کا بھی یہی شغل تھا۔

## ایک صاحبِ دل کا سفرِآخرت

حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تو باقاعدہ تاجر تھے، یہ اپنے کام میں مشغول ہیں اور وہ فقیر اپنی صدا لگا رہا ہے۔ **شَیْئًا لِلّٰہ** ۔اس کے بعد فقیر سے نہیں رہا گیا تو اس نے دیکھا کہ جواب نہیں دے رہے ہیں اس لئے فقیر نے کہا کہ ارے جس طرح ان چیزوں میں تو لگا ہوا ہے اور اس میں تیرا دل لگا ہوا ہے تو تو کس طرح مرے گا؟ تو وہ اپنے کام ہی میں مشغول شیخ فریدالدین عطار۔جب فقیر نے یہ بات کہی تو انہوں نے جواب دیا کہ جس طرح تو مرے گا۔یعنی مرنا تو سب کو ایک ہی طرح سے ہے۔روح نکلتی ہے ہر ایک کی مرجاتا ہے۔چاہے کوئی بیمار ہوکر مرے، چاہے کوئی صحت مند مرے، چاہے کوئی حادثہ سے مرے۔

فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس طرح تو مرے گا اس طرح میں مروں گا۔اب وہ فقیر کہنے لگا کہ دیکھو ادھر میں بتاتا ہوں کہ کس طرح میں مروں گا۔اب ان کو دیکھنا پڑا۔ دیکھا کہ درویش وہیں ان کی دکان کے سامنے رستے پر لیٹ گیا اور جو کچھ ہاتھ میں تھا سرہانے رکھا اور سو گیا۔انہوں نے دیکھا تھوڑی دیر کہ یہ ہلتا نہیں ہے۔آواز دی کہ ارے بھائی اٹھ جاؤ۔دیکھ لیا ہم نے کس طرح تو مرے گا۔کوئی جواب نہیں ملا۔پھر قریب جاکر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو واقعی انتقال ہو چکا تھا۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت الٰہیہ نے فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو جگایا۔فقیر نے مرکر دکھایا کہ کس طرح تیرا دل جو ان چیزوں میں لگا ہوا ہے کہ یہ اتنی قیمتی بوٹی ہے۔اتنے قیمتی موتی ہیں۔ یہ فلاں چیز میں جاتے ہیں، تیرا سارا دل اور دماغ اس

میں لگا ہوا ہے تو تو مرے گا کس طرح؟ اب شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا یا اللہ! واقعی اس نے سچ کہا کہ میں کس طرح اپنا دل ان چیزوں کو، فانی چیزوں کو دیئے ہوئے ہوں۔ سب چھوڑ چھاڑ کر نکل پڑے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوازا، خلقت ان کی طرف متوجہ ہونے لگی۔

## حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری

پھر اسی میں انہوں نے ایک پیشین گوئی فرمائی کہ ایک بڑی آفت آنے والی ہے بھاگو یہاں سے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ بھی چلیئے۔ آپ کے ساتھ ہم چلتے ہیں، کہنے لگے نہیں میرے لئے حکم نہیں ہے تم چلے جاؤ۔ اب تاتاری آئے، قیامت آگئی، قتل عام ہو رہا ہے۔ جس کو چاہیں پکڑ کر قتل کر دیں۔ ان کو کسی تاتاری فوجی نے قتل کیلئے پکڑ لیا۔

اب وہ پکڑ کر لے جا رہا ہے۔ چونکہ سارے ملک کے اور علاقہ کے سب سے بڑے بزرگ تھے۔ ہر کسی کی آنکھ کا تارا تھے ہر کوئی پہچانتا تھا۔ فوجی ان کو لے جا رہا تھا کسی نے دیکھ لیا کہ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کو لے جا رہے ہیں۔ وہ دوڑ کر گیا اور اس نے منت سماجت کی اس تاتاری فوجی کی اور اس سے کہا کہ یہ اتنی اشرفیاں ہیں، یہ تھیلا لے کر آیا ہوں۔ یہ میں تمہیں دیتا ہوں۔ تمہیں ان کو مارنے سے کیا ملے گا۔ تم یہ اشرفیاں لے لو اور ان کو چھوڑ دو۔ اب تاتاری نے دیکھا کہ واقعی سونا ہے اور سکے ہیں، دینار وہ لے کر آیا ہے۔

اللہ والوں کو ایسے حالات میں بھی کتنا سکون ہوتا ہے۔ اس وقت بھی جب ملک الموت سامنے ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے واقعات میں نے سنائے کس طرح وہ گفتگو فرما رہے ہیں ملک الموت سے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ سب سے نرالے ہیں۔ ہم نے بزرگان دین کے واقعات پڑھے ہیں، اولیاء اللہ کی بڑی تاریخیں پڑھی ہیں، ہزاروں کے حالات پڑھے ہیں مگر حضرت جیسا کوئی شاید و باید۔ جس

طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کو نوازا تھا جن خصوصیات سے وہ کہیں نظر نہیں آتے۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ملک الموت سے مباحثہ

وہ جو قصہ میں نے ذکر کیا تھا خواب والا کہ مکہ مکرمہ میں خواب میں ملک الموت کی زیارت ہوئی تو اس میں ایک جزو رہ گیا تھا کہ جب وہ آئے خوبصورت نوجوان کی شکل میں پوچھا کون؟ انہوں نے بتایا کہ میں ملک الموت۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا پھر لے چلئے۔ایک جزو جو رہ گیا تھا وہ یہ کہ وہ فرمانے لگے کہ مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ آپ سے پوچھوں۔ کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مجھے یہ حکم ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ آپ رہنا چاہتے ہیں یا چلنا چاہتے ہیں؟

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بھی حجت شروع کردی۔تو یہ ملک الموت ہیں اور پوچھ رہے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ علمی گفتگو شروع کردی۔ وہاں بھی لطف آرہا ہوگا۔حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بحث شروع کردی۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ تو انبیاء علیہم الصلوات والسلام کی خصوصیت ہے۔انہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ تمہیں دنیا میں رہنا ہے یا چلنا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے علاوہ بھی اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں بھی اختیار دیا جاتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اچھا پھر میں چلنے کیلئے تیار ہوں لے چلیں۔ فرمایا کہ یہاں پر نہیں مدینہ پاک میں ہم آئیں گے۔چنانچہ پھر مدینہ پاک میں دوسری مرتبہ زیارت ہوئی تھی تو حضرت نے ان کو دور سے بلایا اور فرمایا کہ آپ کہہ رہے تھے کہ مدینہ پاک میں آئیں گے تو ہم اب یہاں آگئے ہیں لے چلئے تو فرمایا کہ ابھی اللہ کو آپ سے بہت کام لینا ہے۔

## حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اسی طرح یہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ خنجر اور چھری ان کے گلے پر رکھی ہوئی ہے، تاتاری فوجی ہے، تمام لاشیں سامنے پڑی ہوئی دیکھ رہے ہیں اور جب ان کو چھڑانے کیلئے کوئی مرید پیش کش کرتا ہے تاتاری کو کہ اتنے تم دینار اشرفیاں لے لو اور ان کو چھوڑ دو تو اس وقت بھی اس کے ساتھ شیخ فرید الدین مذاق کر رہے ہیں۔ تاتاری سے شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بات سن، یہ ایک ہزار دینار تو بہت کم دے رہا ہے۔ میرے بہت مریدین ہیں ابھی کچھ مالدار آئیں گے تجھے اس سے زیادہ دیں گے۔ تو اس نے مان لیا وہ لالچ میں آگیا۔ اس نے کہا نہیں میں نہیں چھوڑتا۔ اب وہ ان کو لے کر جا رہا ہے۔

ہر کوئی امیر غریب سب ہی پہچانتے تھے۔ ایک شخص سر پر گھاس کا گٹھڑ لے کر جا رہا ہے۔ بھارہ لے کر، جانور کا چارہ کوئی مزدور لے کر جا رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ ہمارے شیخ کو پکڑا ہوا ہے، اور خنجر ہاتھ میں ہے فوجی کے اور ابھی قتل کر دے گا تو وہ مزدور جا کر منت کرنے لگا کہ ان کو پلیز چھوڑ دے، کیوں قتل کرے؟ تجھے کیا ملے گا ان کو قتل کرنے سے؟ ہمارے اتنے بڑے شیخ ہیں۔ وہ تاتاری فوجی اس سے پوچھتا ہے تو کیا دے گا؟ اس نے کہا میں تو غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس تو چارہ کا گٹھڑ ہے یہی دے سکتا ہوں۔

اب ان اللہ والوں کے دل کا اطمینان دیکھئے کہ جس طرح وہاں مذاق کیا اب پھر اس تاتاری کو شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ مزاح میں کہہ رہے ہیں کہ ہاں اس کے ہاتھ مجھے بیچ دے۔ ظاہر ہے اس کو غصہ آنا ہی تھا۔ جیسے ہی انہوں نے کہا کہ اس کے ہاتھ بیچ دے کہ تاتاری نے مارا خنجر اور شہید کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات عالی کے ساتھ ایسا اطمینان اور تعلق ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ان کی کیسی لو لگی ہوتی ہے کہ پہلے والے سے کہا کہ اس کو مت

بیچ۔ اور اب جو آیا کہا کہ اس کے ہاتھ مجھے بیچ دے اور اسی پر اس نے آپ کو شہید کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ، جس طرح حق تعالیٰ شانہ کی عنایت نے ان کو منتخب فرمایا شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کو عطاری کی دکان سے اٹھا کر مسند مشیخت پر بٹھایا اللہ تعالیٰ اپنی ذات عالی کیلئے ہمیں بھی پسند فرمالیں۔

**اللھم صلی علی سیدنا و حبیبنا وشفیعنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما۔**

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ چند منٹ ہم نے درود شریف پڑھا، یہ تو صرف ایک تذکیر کیلئے ہے، ورنہ ہر مسجد میں، ہر گھر میں، ہر شخص کو، وہ جہاں بھی ہو، سفر میں ہو، حضر میں ہو، گھر میں ہو باہر ہو، ہر وقت اس کا احساس رہنا چاہیئے کہ آج شب جمعہ ہے، آج جمعہ کا دن ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ان ساعتوں میں درود شریف کا خاص طور پر ہمیں حکم دیا گیا ہے تو اس کی یاد دہانی کیلئے ہم چند منٹ کیلئے بیٹھتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔

جیسے کہ حق تعالیٰ شانہ کی یاد ہر وقت دل میں بسی رہے، اصل مطلوب تو یہ ہے کہ کسی آن بھی اس کو بھلایا نہ جائے اس کی تذکیر اور یاد دہانی کیلئے نمازوں کے اوقات تقسیم کیئے گئے۔ کہ اٹھتے ہی سب سے پہلے یاد دہانی کہ دن کا آج کوئی لمحہ ایسا نہ گذرے کہ مالک کی یاد سے غفلت ہو۔ اور آخری عشاء کی نماز کہ آج کی رات کا کوئی لمحہ مالک کی یاد سے غفلت میں گذرنا نہیں چاہیئے۔ دن کے مختلف تین اوقات میں پھر یاد دہانی کہ ابھی دنیا میں مشغول رہے تو کہیں بھولے تو نہیں؟ اسی طرح شب جمعہ میں مجلس درود شریف ایک قسم کی تذکیر ہے۔ کاش کہ ہم ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مالک کو دل میں بسائے رکھیں۔

## حضرت شیخ قدس سرہ اور دیگر اکابر امت

اسی لئے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جو معمولات کا پرچہ ہے اس میں صبح وشام کی تسبیحات میں تین سو مرتبہ درود شریف صبح، تین سو مرتبہ شام کو ہے۔ اگر چہ جب حضرت کا انگلینڈ کا سفر ہوا تو حضرت نے اعلان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت کے قافلے میں، سفر میں جو شریک ہیں وہ دن میں کم ازکم ایک ہزار مرتبہ درود تنجینا پڑھتے رہیں۔ اسی لئے کئی کئی ہزار کے درود شریف کا معمول حضرت کے متوسلین کا رہا۔ اور شاید سننے والوں کو یقین نہیں آئے گا کہ سوا لاکھ درود شریف روزمرہ کے معمول والے لوگ بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تھے۔ جو نہیں کرتے انہیں کس طرح یقین آئے گا۔ ہم تو اتنے دور ہوگئے کہ یہ چیزیں ہمیں گھڑی ہوئی کہانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ کہتے بھی ہیں کہ اپنے بزرگوں کی مدح وثنا میں مبالغہ مت کرو۔ کہاں تک ان کو پہنچاؤ گے۔

ہم کہتے ہیں کہ ارے بھئی وہ کرتے تھے۔ جو دو پارے نہیں پڑھتے تو وہ کیسے یقین کریں کہ دو دو قرآن شریف پڑھے جاتے تھے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ رمضان المبارک میں دو دو قرآن شریف پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک رمضان شریف ایسا گذارا کہ دو قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ جو کرتے ہیں انہیں احساس ہوتا ہے کہ نہیں! ضرور کیا ہوگا۔ ایک دفعہ کر کے تو دیکھیں۔ کہ انہوں نے عمر کے سارے رمضان ایسے گذارے کہ دن اور رات کے دو قرآن شریف۔

## شیخ ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا میں پھیلایا اور مالکی مذہب کو رائج کرنے والے وہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو پڑھا دیتے تھے۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جو خادم تھے ابن القاسم وہ اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ جو کچھ بھی امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس کا جواب دیا امام نے یہ سب وہ لکھتے رہتے تھے۔ اور ان کی لکھی ہوئی یہ تصانیف اور کتابیں کتنی تھیں؟ تین سو کتابیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کو اس طرح ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا اور مالکی مذہب کو پھیلایا۔

جنہوں نے اپنے امام کی تمام باتیں اپنی نوٹ بک میں لکھیں اور پھیلائیں اور وہ تین سو کتابیں بنیں اور پھر وہ امت کو پہنچائیں، ان کا معمول ابن القاسم کا ہمیشہ کا، روزمرہ دو قرآن ختم کرنے کا تھا۔

خرقی فرماتے ہیں، یہ مالکی ہیں، وہ فرماتے ہیں ابن القاسم کا معمول تھا دن اور رات میں سارے سال روزمرہ دو قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ خرقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک دفعہ جا کر منت کی، خوشامد کی کہ حضرت دو قرآن شریف کا جو آپ نے معمول بنا رکھا ہے اسے ناغہ نہیں ہونے دیتے اس طرح یہ علم تو رہ جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جو علوم آپ نے جمع کئے ہیں اسے پھیلایئے، اسے پڑھایئے اور نوٹ کروایئے اور اس کی نقلیں بنوایئے تاکہ یہ پھیلے۔

خرقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بار بار اصرار کیا تو اس کے بعد پھر انہوں نے دو کی بجائے باقی عمر میں ایک قرآن شریف کا معمول رکھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان سے سبق سیکھنے کی توفیق دے اور ہمیں اپنا حال بدلنے کی توفیق دے۔ ہم کیوں نہیں اپنے کو بدل سکتے؟ اس لئے کہ جیسا میں نے اس روز بھی عرض کیا تھا عیش پرستی اس کی وجہ ہے۔ یہ اس حد تک ہم پر حاوی ہوچکی ہے عیش پرستی کہ نہ ہم اٹھ سکتے ہیں، آرام سے پڑے رہیں گے اور سوچ بھی نہیں آئے گی مالک کی، زبان سے پڑھنا اور ذکر تو درکنار۔ یہ عیش کی انتہا نہیں ہے؟

## حضرت حافظ محمد علی خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی بنا پر ہم موازنہ کرتے ہیں کہ وہ لوگ کیسے تھے۔ چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے تذکرے میں خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اور ان کی کرامت سنائی تھی وہ گھڑی والی کہ الارم بجا تھا اور پکڑا گیا خادم۔ بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ وہیں کے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لایا کرتے تھے اور شیعیت اور رفض کے خلاف ساری عمر وہ بیان کرتے رہے۔ وہیں تونسہ شریف کے مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے تشریف لاتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ ہیں حضرت حافظ محمد علی خیرآبادی، وہ کیا کہتے ہیں وہ سنئے تب ہمیں اپنی عیش پرستی کا اندازہ ہوگا اور یہ کہ ہمیں اپنے جسم سے کتنا پیار ہے کہ اوہو! اب تو ایک پارہ میں نے پڑھ لیا سر درد ہو جائے گا۔ سو جانا چاہئے۔ ابھی گلا سوکھ رہا ہے۔ نہیں پڑھ سکتے۔ کتنا پیار ہے ہمیں اپنے جسم سے۔ کتنا پیار ہے یہ ہاتھ، یہ زبان، یہ دماغ، اتنے پیارے ہیں کہ ذرا سی ہم تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے، انہیں تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ اور ان حضرات کی سوچ کیا ہے؟

چشتی بزرگ خواجہ محمد علی خیرآبادی، انہیں ہوگیا فالج اور بڑے اونچے ان کے معمولات تھے۔ زبردست مجاہدے کئے۔ کوئی تین چار جگہیں ایسی لکھی ہیں کہ جہاں انہوں نے دس دس برس گذارے ایک ہی جگہ، چلہ کی طرح دس برس گذرے۔ جس طرح ایک چلہ طلبہ اعتکاف کرتے ہیں ہمارے یہاں ہر سال دورہ والے۔ ایک چلہ کا اعتکاف۔ تو ان کا اعتکاف کتنا؟ دس برس کا۔ اجمیر میں جا کر کیا دس برس۔ ایک اور جگہ جا کر کیا۔ تونسہ شریف میں کیا اور پھر جہاں جا کر کرنا چاہئے تھا وہیں جا کر کیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ دس برس قیام کیا۔

انہیں جب فالج ہوگیا اور معمولات میں کوتاہی ہونے لگی، جس طرح معمولات تھے وہ پورے نہیں ہو پا رہے تھے۔ خدام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جھنجھلا کر اپنے جسم کو کوس رہے ہیں۔ الفاظ سنئے ان کے کیا الفاظ ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ فرماتے ہیں، یہ جسم بھی بھاڑے کا ٹٹو، اس نے بھی ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ اللہ اکبر، ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہے یہ جسم۔ یہ میں ہوں یوسف، میں ہوں عبداللہ، میں ہوں ابراہیم، میرا جسم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جسم بھاڑے کا ٹٹو ہے۔

کہیں سواری کیلئے جس طرح آپ ٹیکسی ہائر کرتے ہیں، اس طرح مکہ شریف میں ہم نے دیکھا کہ حرم شریف کے پاس، وہاں حرم سے باہر، دروازہ کے باہر، تھوڑے فاصلہ پر، مسفلہ کی طرف تو کم مگر شارع خالد بن ولید کی طرف زیادہ یہ سلسلہ تھا۔ وہاں گدھے کے مالک گدھے لے کر کھڑے ہوتے تھے کہ کوئی کرائے پر لے لے، پیسے دے دے اور اس پر بیٹھ جائے، سواری کر کے آجائے۔ کسی کو عمرہ کیلئے جانا ہے تو خاص طور پر عمرہ کا انتظام اس پر ہوتا تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اسی پر عمرہ کیلئے مسجد عائشہ جانا ہوتا تھا اور اسی پر واپسی ہوتی تھی۔ تو یہ بھاڑے کا، کرایہ دیا ہوا، یہ ٹٹو۔ یہ جو گدھا کسی نے کرایہ پر لیا، ٹیکسی کے طور پر بیٹھنے کیلئے وہ بھاڑے کا ہے۔ حافظ محمد علی اپنے جسم کو کہہ رہے ہیں کہ اس نے ساتھ چھوڑ دیا۔ کہ اگر اپنا ہوتا، اس کو بھی اپنا نہیں سمجھ رہے ہیں، یہ بھاڑے کا ہے۔ تو جو اپنا ہوتا ہے اسے تو کوئی پیار بھی ہوتا ہے کہ میرا گھوڑا، میری گائے۔ تو اس سے انسان کتنا پیار کرتا ہے، کیا کیا کھلاتا ہے، پلاتا ہے، پیار سے اس کو دیکھتا ہے۔ ان کو کتنی نفرت ہے اپنے اس جسم سے۔ اور اسی نفرت کا اظہار وہ سنایا تھا حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کو کہ ان کو یہ مکاشفہ ہوتا تھا وہ ہوتا تھا۔ کیوں نہ ہو کہ وہ اس جسم کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے۔

## حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

کتنی بڑی خانقاہ رائپور کی اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جو جانشین

ہوئے، سب سے لاڈلے خادم، سب سے لاڈلے خلیفہ۔ مگر مہمان آتے تھے تو وہ سب کو کھلاتے رہتے تھے، کھلاتے رہتے تھے۔ جب تمام مہمانوں سے فارغ ہوئے، حضرت کو سلایا، حضرت کی خدمت سے فارغ ہوئے۔ آ کر دیکھا کہ اب ہے کچھ کھانے کیلئے؟۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ اکثر و بیشتر کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اب جو وہاں دسترخوان پر روٹی جلی ہوئی ہوتی ہے اس کے جلے ہوئے کنارے جو کوئی کھا نہیں سکتا، مہمان اتنا جلا ہوا حصہ توڑ کر پھینک دیتے ہیں اور باقی روٹی کھا لیتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں اسے اکٹھا کرتا تھا اور اکٹھا کر کے پانی میں بھگو کر نرم کر کے پی لیتا۔ مکہ شریف والے ہمارے والد صاحب کے پیر مولانا عبد الغفور صاحب کی طرح سے، وہ خشک روٹی کے ٹکڑے سے افطاری کرتے تھے۔ وہ کھائی نہیں جاتی، وہ کڑوی اور سخت لکڑی کی طرح سے، حضرت فرماتے ہیں کہ میں پانی میں تھوڑی دیر اس کو بھگوتا اور انتظار کرتا کہ تھوڑی نرم ہو اس کو کھاؤں۔

اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ اخیر عمر میں برسہا برس حضرت کی آنتوں میں سوراخ ہو گئے تھے، اس جلی ہوئی اور کچی روٹی اور آٹا بھگو کر اس کو نگل لینے کی وجہ سے۔ برسہا برس حضرت صاحب فراش رہے اسی بیماری کی وجہ سے۔ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جسم کو جسم ہی نہیں سمجھا۔ اتنی بڑی خانقاہ کے مالک تو اپنے لئے سپیشل بنوا سکتے تھے اور حضرت کیلئے بنایا جا سکتا تھا۔ انہیں اپنے جسم سے اسی طرح کا تعلق تھا جس طرح کہ حافظ محمد خیر آبادی کہتے ہیں کہ یہ بھاڑے کا ٹٹو۔ کاش کہ اس ٹٹو کو استعمال کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں ہمت دے، توفیق دے۔ ہم تو اچھے بھلے ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں۔ صرف ایک ارادہ کرنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کے کام ہمارے لئے آسان فرما دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج شام ریڈیو والوں کا فون آیا کہ یہ جو بیان ہوتا ہے اس کو ہم ریڈیو پر نشر کر سکتے ہیں میں نے یہ سوچ کر کہ اس میں کیا بخل، جس طرح آپ حضرات سنتے ہیں پہلے سے انٹرنیٹ پر ہے اس پر جا کر جو لوگ سننا چاہیں وہ سن سکتے ہیں، وہ سنتے رہتے ہیں۔تو یہ ایک ریڈیو والے بھی سہی۔ میں نے ان کو جی ہاں ٹیکسٹ کر دیا۔ پھر سوچا کہ ریڈیو پر، ٹی وی پر جو بیانات ہوتے ہیں وہ تو بڑے مہذب انداز میں، بہت سنجیدگی سے، بڑی ادبی زبان کے ساتھ ایک موضوع پر بولنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ہمارا جو موضوع چل رہا ہے وہ تو بھاڑے کے ٹٹو کا ہے۔

## بھاڑے کا ٹٹو

مجھے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ آپ کس موضوع پر تقریر کریں گے، بیان کریں گے۔تو میں نے کہا کہ بندہ اور مالک کا رشتہ جڑا رہے۔اس پر بیان کرتے ہیں۔ ہمارے جتنے بیان ہوتے ہیں اس سے ہٹ کر کبھی کوئی نہیں ہوتا۔ یہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تین حدیثیں وہاں سنائی تھیں۔آخری وقت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو بیان فرمائیں

ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔ یہ ہمارا موضوع ہے یہ تو بڑا پیارا موضوع ہے کہ جو ہمارے بزرگ حافظ محمد علی خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب انہیں فالج ہوگیا تو اپنے جسم سے ناراض ہیں اور اسے خطاب کر کے کہہ رہے ہیں کہ یہ بھاڑے کا ٹٹو، اس نے ساتھ دینا چھوڑ دیا۔تو وہ بھاڑے ہی کا سمجھتے ہیں کہ یہ تو کسی اور کا ہے۔ میرا جسم نہیں ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوات والسلام، علمائے اسلام اور بعض نیک لوگ مستثنیٰ ہیں، ان کو چھوڑ کر سبھی کی نعشوں کا قبر میں کیا ہوتا ہے؟ اپنی نہیں، بلکہ وہ تو کیڑوں مکوڑوں کی ہیں۔ ان کی خوراک بنتی ہیں، ان کا حصہ ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ جس کا نام یوسف، جس کا نام عبداللہ، ابراہیم وہ الگ ہے اور یہ باڈی، ہاتھ، پیر، جسم یہ الگ چیز ہے۔جس کو وہ بھاڑے کا ٹٹو کہہ رہے ہیں کہ یہ تو بھاڑے پر مجھے ملا ہوا ہے۔ جب یہ سوچ کر اسے استعمال کرتے ہیں یہ حضرات۔ کتنا اور کس طرح استعمال کرتے ہیں؟ میں نے بتایا تھا کہ خرقی کو سمجھانے گئے ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کہ حضرت! ساری عمر آپ تین سو ساٹھ دن روزانہ دو دو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو ان علوم کا کیا ہوگا؟ تب جا کر ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کم کیا اور روزمرہ کے دو قرآن شریف کی بجائے ایک ختم پر اکتفاء کی۔ کیوں؟ کہ اس کو وہ بھاڑے کا ٹٹو ہی سمجھتے ہیں کہ اس سے تو جتنا کام لیا جا سکے لیتے ہی رہو۔

یہ تو ہم ہیں کہ ہم ان تمام اعضاء کو سمجھتے ہیں کہ یہ میں ہوں کہ مجھے تکلیف ہوگی۔ مجھے سر درد ہوگا میں بیمار ہوجاؤں گا زیادہ پڑھوں گا تو، میں نہیں سوؤں گا تو بیمار ہوجاؤں گا۔ وہ نہیں سوچتے تھے، کبھی نہیں سوچتے تھے۔ وہ تو اس سے کام لیتے ہی رہتے تھے، چاہے اس کی طاقت ووسعت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ ان کے سامنے تھا 'اُذْکُرُوْا اللّٰہَ' قرآن کہتا ہے بار بار کہ اللہ کو یاد کرو، یاد کرو۔ فَاقْرَءُوْا، وَاقْرَءُوْا، فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ قرآن کو پڑھو، پڑھے جاؤ۔ تو وہ پڑھتے ہی رہے۔ کہتے ہیں کہ یہ زبان، یہ اعضاء ہیں ہی اس کیلئے کہ ان سے یہ کام لیا جائے اور اگر یہ کام نہ لیا جائے تو اس سے اور کیا کام لینا ہے۔ اس لئے

وہ برابر اس کو استعمال کرتے رہے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

ایک دفعہ حضرت شیخ قدس سرہ نے میری حاضری لی۔ رمضان میں ظہر سے پہلے پوچھا کہ آج کتنے پارے پڑھے؟ میں نے عرض کیا حضرت! آج صرف تین پڑھے۔ پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا تین؟ پھر میں نے کہا آج صبح سے سر درد بہت تھا۔ اب حضرت کا جواب سنئے فرمایا کہ 'پڑھنا تو زبان سے ہو، سر درد کو اس میں کیا دخل؟ حضرت کو ساری عمر ہم نے دیکھا کہ کوئی بیماری، کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی تھی، نہ تصنیف سے، نہ تدریس سے، نہ تلاوت سے، نہ معمولات سے۔ وہ جو دس پارے پڑھنے ہیں وہ پڑھنے ہی ہیں چاہے کتنی ہی طبیعت خراب کیوں نہ ہو۔

اسی لئے میں نے مثال دی تھی وہاں کہ جب حضرت کا ایک دفعہ کوئی گھڑا بھر کر خون نکل گیا نکسیر کے ذریعہ تو اس وقت اطباء نے کہہ دیا کہ آپ بالکل صاحب فراش رہیں۔ ہر وقت نگرانی کہ بالکل اٹھ ہی نہیں سکتے۔ اس میں حضرت نے ایک کتاب لکھوائی ہے۔ یہ جو فضائل کی کتابیں ہیں اس میں کسی کتاب کے شروع میں حضرت نے لکھا ہے کہ عذر کی وجہ سے، بیماری کی وجہ سے مجھے دوسرے کاموں سے اطباء نے منع کر دیا تھا۔ اس لئے پڑے پڑے میں یہ لکھوا رہا ہوں۔

## شیخ عبدالاول السجزی رحمۃ اللہ علیہ

تو ان حضرات نے جسم کو اپنا سمجھا ہی نہیں، بھاڑے ہی کا سمجھا کہ بھاڑے کا ٹٹو ہے۔ اسی لئے عبدالاول سجزی، بہت بڑے محدث، اور کیسے بہت بڑے محدث بنے؟ سات برس کی عمر ہے۔ ہم تو سات برس کی عمر میں ناظرہ بھی شروع نہیں کرواتے، انہوں نے حدیث کے حلقوں میں بیٹھنا سات برس کی عمر سے شروع کر دیا تھا۔ اور ان کے ابا جان ان کو لئے پھرتے تھے۔

حلقوں میں لے جاتے تھے۔ اسی دوران پتہ چلا کہ فلاں جگہ بوشنج میں بہت بڑے محدث ہیں۔ ابا جان نے کہا بیٹا! چلو وہاں چلتے ہیں۔ کتنا دشوار گذار جنگل اور پہاڑوں کا، سینکڑوں میل کا سفر، ہرات سے لے کر بوشنج تک۔ وہ سارا سفر انہوں نے سات سالہ بیٹے کو لے کر طے کروایا اور کیسے طے کروایا؟

کسی ٹٹو پر نہیں، گدھے پر نہیں، گھوڑے پر نہیں۔ گذشتہ سال ہمارا موضوع رمضان میں 'ادب' تھا۔ تو ادب اس درجہ کا کہ حدیث پاک کے حصول کیلئے ہم جا رہے ہیں تو وہاں تو سر کے بل جانا چاہئے تھا۔ جیسے تین چار روز قبل ایک جنرل صاحب کا قصہ سنایا تھا کہ ریاض سے مدینہ منورہ، سینکڑوں میل دور، ڈیڑھ دو ہزار کلومیٹر کے قریب فاصلہ ہے۔ وہ ریاض سے قبر اطہر پر حاضری کیلئے اور سلام پیش کرنے کیلئے پیدل آتے، چل کر آتے تھے۔ اسی طرح شیخ عبد الاول سجزی رحمۃ اللہ علیہ کے ابا نے سات سالہ بیٹے کو ساتھ لیا اور چل رہے ہیں، چل رہے ہیں۔

راستہ میں جہاں کہیں آبادی سے گذر ہوتا تو لوگ منت سماجت کرتے، پیش کش کرتے کہ ہمارا گھوڑا ہے اس پر سوار ہو جائیں۔ یہ سواری ہم آپ کو دیتے ہیں، اس پر آپ کو لے چلتے ہیں۔ تو کہتے کہ توبہ توبہ، حدیث پاک کیلئے سفر اور سواری پر بیٹھ کر طے کیا جائے؟ یہ میرا بیٹا ہے، چلتا رہے گا اور جب یہ تھک جائے گا تو اسے میں کندھے پر اٹھالوں گا۔ ان کے صاحبزادے عبد الاول سجزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں، میں جب تھک جاتا تھا تو ابا جان دیکھتے تھے کہ چلا نہیں جاتا تو مجھے کندھے پر اٹھا لیتے تھے اور اسی حال میں بوشنج تک سفر کیا۔

انہوں نے اس کو اپنا جسم سمجھا ہی نہیں۔ اس کی ضرورتوں کو بھی نہیں سمجھا کہ اس کی کوئی ضرورتیں بھی ہیں کہ اس کو کھانا چاہئے، پینا چاہئے، پانی چاہئے، جیسے حضرت رائپوری قدس سرہ کا حال سنایا کہ وہ ساری خانقاہ کے مہمانوں کو کھلا رہے ہیں۔ خود نہیں کھا رہے ہیں۔ سب چلے جاتے ہیں تو اس کے بعد جلی ہوئی روٹیاں اکٹھی کر کے پانی میں بھگو کر پی لیتے ہیں۔

## شیخ زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ

ایک دوسرے بہت بڑے محدث ہیں، زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ ۔ بہت اونچے محدثین میں ہیں۔ دسویں صدی کے سب سے بڑے محدث ہیں۔ انہوں نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں صبح اٹھنے کے ساتھ ہی محدثین کے حلقوں میں پہنچ جاتا تھا۔ پڑھتا رہتا، سنتا رہتا، لکھتا رہتا اسی میں مشغول رہتا۔ نہ کھانے کا خیال نہ پینے کا خیال۔ کسی چیز کی طرف کوئی توجہ نہیں۔

کہتے ہیں جب شام ہوجاتی، رات ہوجاتی، جب ساری خلقت جاکر سوجاتی تمام اساتذہ، محدثین اپنے گھر تشریف لے جاتے میں اکیلا رہ جاتا اس وقت خیال آتا کہ اوہو دن بھر ایک لقمہ بھی کھایا نہیں۔ ہمارے والد صاحب کے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طرح ڈسٹ بن میں سے سوکھے ٹکڑے تلاش کر کے ایک کپڑے میں اپنے عصا کے ساتھ باندھ کر رکھ لیا کرتے تھے اسی طرح زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں پھر اس وقت آدھی رات کو نکلتا۔ اس وقت تو ڈسٹ بن بھی نہیں ہوتے تھے، ویسے ہی کوڑے پر پھینکتے تھے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ کا ایک معمول

کوڑے پر سے یاد آیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں مہمانوں کیلئے اور عزیز و اقربا، احباب اور متعلقین کیلئے سب کچھ تھا۔ اپنے لئے نہیں۔ اپنے لئے کیا تھا وہ سنئے کہ حضرت پھلوں کی پیٹیاں منگواتے تھے۔ وہاں لکڑی کے صندوق میں، پیٹیوں میں آم ہوتے ہیں۔ فرماتے کہ بھئی یہ ناظم صاحب کے یہاں بھیج دو۔ یہ فلاں کے یہاں، یہ فلاں کے یہاں۔ سارے آم بھیج کر پھر جو بچ جاتے تو فرماتے کہ اس میں سے جو سڑے ہوئے ہیں ایک طرف رکھ لو۔ اور سارے تقسیم کر کے جو سڑے ہوئے ہیں ان کے متعلق فرماتے کہ اس میں سے

کاٹ لو۔ لاؤ کھاتے ہیں۔ اپنے لئے وہ چلے ہوئے آم رکھواتے۔

اسی طرح تربوز کا موسم تھا حضرت نے تربوز منگوائے، ہر جگہ بھجوائے۔ پھر جو وہاں مہمان تھے ان کیلئے ہمیں حکم فرمایا کہ ان کیلئے دسترخوان پر رکھنے کیلئے کاٹ لو۔ ہم لوگوں نے کاٹ کر کے برف میں رکھ دیئے۔ حضرت کو مغرب کی نماز کے وقت ہم لے کر جارہے ہیں۔ حضرت جب کچے گھر سے نکلے تو دائیں طرف حضرت کا کتب خانہ یحیوی اور الٹے ہاتھ پر کوڑا پھینکا جاتا تھا۔ سب محلّہ والے، گندی چیزیں وہاں پھینکا کرتے تھے۔ حضرت کی وہیل چیئر جب وہاں پہنچی، حضرت کی نگاہ پڑی وہاں تربوز کے چھلکوں پر تو حضرت نے فرمایا ٹھہرو۔ وہیل چیئر اور قریب لے لو۔ گاڑی اور قریب کی۔ چھلکے اٹھاؤ۔ اب اس کا جو سرخ حصہ دیکھا تو جلال آ گیا۔

حضرت اتنے ناراض ہوئے کاٹنے والوں پر کہ یہ کس احمق کو کاٹنے کیلئے بٹھادیا۔ سب اٹھاؤ۔ جتنے سرخ حصے والے ہیں، سب اٹھاؤ۔ تو کوڑے پر سے سب چھلکے اٹھوائے۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ اس کو دھولو اور سرخ حصہ کاٹ کر رکھ لو۔ جب فارغ ہوکر عشاء کے بعد تشریف لائے تو فرمایا بھئی جس کا جی چاہے اس میں سے کھائے۔ کہ کوڑے پر سے اٹھا کر اس کو صاف کر کے کاٹا گیا ہے۔ جس کا جی نہ چاہے نہ کھائے۔ اور حضرت نے خود اسے نوش فرمایا۔

## شیخ زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی غذا

یہ زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مصر میں تھے اور وہاں بھی تربوز بکثرت ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ آدھی رات کو میں تربوز کے چھلکے تلاش کرتا جو لوگوں نے کھا کر پھینکے ہوئے ہیں اس میں سے جتنا حصہ کھانے کے قابل ہوتا وہ کاٹ کاٹ کر میں اپنے استعمال میں لاتا۔ اور اسی حال پر کہتے ہیں کہ کوئی دس بیس برس وہ رہے اور یہی ایک ان

کی غذا تھی۔ روز رات کو تر بوز کے چھلکے تلاش کرنا۔

انہوں نے بھی اس جسم کو اپنا نہیں سمجھا کہ اس کی کوئی ضرورت ہے، کھانے کی پینے کی، اس کو کوئی لذیذ چیزوں کی خواہش ہے۔ اس نفس کو، جسم کو۔ کبھی نہیں سوچا۔ اس کا بدلہ کیا ملا؟ جو تکلیف انہوں نے اٹھائی۔

میں نے بارہا عرض کیا کہ یہ حضرات دنیا کے سب سے زیادہ ذکی اور تیز دماغ والے انسان ہوتے ہیں یہ اللہ والے۔ یہ ٹٹو کہنے والے کہ بھاڑے کا ٹٹو۔ **من اذکیاء العالم**۔ دنیا میں کوئی ان سے بڑھ کر ذکی اور عقل مند ہوتا نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوات والسلام اور صحابہ کرام کو چھوڑ کر تمام انسانوں میں سب سے زیادہ ذکی اگر دیکھنا ہو تو ان حضرات کے واقعات آپ پڑھیئے۔ ان کے حالات کو غور سے پڑھیئے آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ نے کتنا ذہن رسا ان کو عطا فرمایا تھا۔ یہ ساری عمر جو کاوش کرتے رہے میں نے عرض کیا اس کا انہوں نے کیا بدلہ پایا؟ دنیا تو سمجھتی ہوگی کہ یہ کچھ کام کر لیتے ہماری طرح سے تو جس طرح ہم نے مکان بنالیا، دکان بنالی، ہم نے پیسے بنالئے، اچھی کاریں بنالیں، آرام کی زندگی۔ ان کی بھی زندگی اچھی گذرتی لیکن یہ کاہے کیلئے؟ یہ جو سڑے گا بدن اس کیلئے؟

تو یہ بدن جس کیلئے آپ کر رہے ہیں، یہ تو کیڑوں کی خوراک بننے والا ہے اور یہ تو آپ کا دشمن بننے والا ہے۔ **اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ**۔ کہ منہ پر قیامت میں مہر لگادی جائے گی منہ چپ اور زبان بند۔ اور ہاتھ سے پوچھا جائے گا کہ تجھ سے اس نے کیا کام لیا تھا۔ پیر سے پوچھا جائے گا کیا کام لیا تھا۔ آنکھوں سے پوچھا جائے گا کیا کام لیا تھا تو سب دشمن بن کر ہمارے خلاف گواہی دیں گے کہ آنکھ کہے گی اس نے فلاں فلاں جگہ دیکھا تھا۔ تمام گناہ گنوائے گی۔ ہاتھ پیر گنوائیں گے کہ مجھے فلاں جگہ لے گیا تھا۔ فلاں حرکت میرے ذریعہ اس نے کی تھی۔ تو یہ جس کو ہم راحت کہہ رہے ہیں کہ ہم راحت پہنچا رہے ہیں اپنے جسم کو، اس کا نتیجہ یہ آنے والا ہے کہ یہ دشمن

بنیں گے اور ہمارے خلاف گواہ بنیں گے۔ **وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔**

لیکن حضرت زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جسم کو اپنا نہیں سمجھا۔ وہ آدھی رات کو تربوز کے چھلکے کوڑے پر سے اٹھا کر کے، صاف کر کے اسے کھایا کرتے تھے تو اس کا نتیجہ انہیں یہ ملا کہ وہ دسویں صدی کے مجدد ہیں۔ ان کے متعلق بامخرمہ نے لکھا ہے کہ دسویں صدی کے مجدد زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کے حالات سے ہمیں عبرت لینے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ مبارک مہینہ ہے اسے وصول کرنے کی توفیق دے۔

**اللهم صل على سيدنا وشفيعنا وحبيبنا و مولانا محمد وعلىٰ آله وصحبه اجمعين۔**

۱۷رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم الله الرحمن الرحیم

بزرگانِ دین کے مجاہدات کا ذکر تھا کہ انہوں نے اپنے اس جسم کو اپنا نہیں سمجھا۔ جس طرح کہ حافظ محمد علی خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جسم کو بتایا کہ یہ کرائے کا ٹٹو، اور اسی طرح اس کو استعمال کیا ساری عمر جیسے دوسرا اس سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، رشتہ ہی نہ ہو اور اس کی وجہ کل میں نے بتائی کہ اگر اس طرح ہم نے اس کو استعمال نہ کیا تو یہی کل ہمارے خلاف قیامت میں گواہ ہوں گے۔ ہاتھ، پیر، آنکھیں، زبان، ہر چیز۔ تو اس سے بچنے کا طریقہ ان حضرات نے یہی سوچا کہ اس کو تلاوت میں، ذکر میں، روزوں میں، عبادتِ الٰہی میں ہر وقت مصروف رکھا جائے۔ جتنا استعمال کیا جا سکے یہ کم ہے۔

اب ہم اپنے یہاں کے آج کل کے روزوں کو آپس میں کہتے ہیں کہ مجاہدے کا رمضان ہے، لمبے روزے ہیں۔ یہ ناواقفیت پر مبنی ہے کہ ہم نے حالات پڑھے نہیں بزرگوں کے۔ کہ لمبا روزہ تو صرف ایک دو گھنٹے کا اضافہ ہو گیا ورنہ ہمارا دسترخوان تو اسی طرح ہے۔ کھانا پینا پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ یہ تو وہ حضرات جنہوں نے ساری عمر روزے رکھے جیسے ہمارے والد صاحب کے پیر صاحب کا بتایا کہ وہ **صائم الدھر** تھے۔ جیسے زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا کہ چوبیس گھنٹے میں ایک ہی وقت ہوتا تھا کہ اب پیٹ میں کچھ ڈالنا چاہئے،

آدھی رات کو وہ کوڑے پر تربوز کے پھینکے ہوئے چھلکے لے کر اس میں سے دھو کر جو حصہ ملا اس کو پیٹ میں ڈال دیا۔ جس طرح یہ کوڑے پر سے تربوز کے چھلکے اٹھا کر کھایا کرتے تھے، سالہا سال، ساری مصر کی زندگی۔ جب تک پڑھتے رہے یہی حال رہا۔

## حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا گیا ہے جو ساتویں آٹھویں پشت پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ ساری عمر ایک ہی کرتا پہنتے رہے۔ یہ ہم سوچ سکتے ہیں؟ مجھے یاد نہیں کہ میں نے ہوش سنبھالا اس کے بعد میں نے اپنے بدن کے کپڑوں پر پیوند دیکھا ہو۔ یہی ہر شخص کا حال ہوگا۔ اب ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں، نام لے سکتے ہیں کہ ہمارے بزرگ، ہمارے بزرگ، ہمارے صحابہ، ہمارے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ساری دنیا ان کے زیرِ نگیں۔ قیصر وکسریٰ تھراتے ہیں ان کا نام سن کر، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آدمی پہنچتا ہے تو کانپ جاتے ہیں۔ اور وہ بیت المقدس پہنچتے ہیں تو ایک درجن پیوند۔ بلکہ ایک درجن سے زیادہ۔ سترہ تک بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر ایک ہی کرتہ پہنے رہے تو ظاہر ہے وہ تو کپڑا ہے، پھٹ جائے گا۔ جہاں کہیں دیکھا کہ پھٹ گیا تو اس کیلئے گلیوں میں چکر لگاتے۔ جیسے زین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ گلیوں میں چکر لگا کر تربوز کے چھلکے اکٹھے کرتے تھے تو یہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گلیوں میں چکر لگا کر چیتھڑے اکٹھے کیا کرتے تھے، کپڑے کا کوئی ٹکڑا مل جائے جو کسی نے پھینکا ہو۔ تو اس کو گھر پر لاتے، پاک کرتے، صاف کرتے، سکھاتے اور اس کا پیوند لگاتے۔ اور اس طرح کر کے ساری عمر ایک ہی کرتہ میں گذار دی۔

یہ سنی سنائی عام کہانیاں نہیں ہیں۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ، احادیث کے متعلق ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ایک ایک چیز کا تجسس کرو۔ خبردار! اگر تم نے کوئی غلط حدیث بیان کردی **فلیتبوأ مقعدہ من النار** ۔ یہ درس ہمیں دیا گیا ہے۔ پھر کیا ان بزرگوں کے متعلق ایسے واہی تباہی قصے آپ کو سناتے رہیں گے؟ اپنی آخرت برباد کریں گے؟ اپنے لئے جہنم تیار کریں گے؟ ان کا نام روشن ہوگا ہمیں کیا ملے گا؟ یہ تو سچے واقعات ہیں۔ خود حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے جد امجد کے قصے بیان فرماتے تھے۔ اس سے تذکرۃ الرشید میں یہ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ساری عمر ایک ہی کرتہ میں گذار دی۔

جیسے میں نے عرض کیا کہ بزرگوں کے حالات بیان کرنے میں اس کو جو مبالغہ قرار دیا جاتا ہے وہ ناواقفیت ہے، جہالت ہے۔ انہوں نے سمجھا نہیں کہ بزرگ ہوتے کیا ہیں۔ اب جس نے ساری عمر میں ایک دفعہ کوشش نہ کی ہو کہ میں ایک دن میں ایک دفعہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہوں یا نہیں تو اسے کیسے یقین آئے گا کہ ساری عمر کیلئے ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے دو دو قرآن شریف۔ اسے کیسے یقین آئے گا؟

## حضرت مولانا یعقوب ڈیسائی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے جب یہ مرض لگ جاتا ہے تو پھر بڑھتا ہے۔ پہلے انکار پیدا ہوتا ہے، تنقید پیدا ہوتی ہے اور آگے بڑھ کر کیا ہوتا ہے؟ ہمارے سمدھی حضرت مولانا یعقوب ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لے گئے تھے، ایکسیڈنٹ سے کچھ پہلے۔ تو وہاں سے واپس تشریف لائے تو مجھے ایک دلخراش قصہ سنایا۔ دماغ چکرا جاتا ہے۔

کہنے لگے کہ مدرسہ فلاح دارین میں انگلینڈ کے ایک شخص کو صاحبِ علم سمجھ کر ان کو مدرسہ میں بطورِ مہمان دعوت دی گئی۔ جس طرح آنے والے کو یہاں دارالعلوم والے بتاتے ہیں کہ یہ ہماری دار الحدیث، یہ حفظ کی کلاسیں ہیں، یہ اسکول ہے۔ تو کہتے ہیں انہیں بتاتے ہوئے

جب حفظ کی کلاسوں میں پہنچے کہ یہ ہمارے پاس آٹھ، دس یہ کلاسیں ہیں۔ایک ایک کلاس میں اتنے طلبہ ہیں۔ یہ سب حفظ کی کلاسوں کی تفصیل سن کر وہ مہمان عالم کہنے لگے کہ کیوں تم ان کا اسطرح وقت ضائع کرتے ہو؟ تو اس طرح انکار پیدا ہوتا ہے۔ کیوں؟ کہ ان کو پتہ نہیں کہ حفظ کیا چیز ہے۔

اب چھوٹی عمر میں بچوں کو آپ بتادیں کہ یہاں سے یہاں تک یاد کردو تو ہمارا تجربہ یہ ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے بچے آپ کہہ دیں گے کہ ایک صفحہ تو سنادیں گے۔ دو صفحہ متعین کردو تو سنادیں گے۔ یہ آپ کے سامنے بیٹھے ہیں سہیل سلو۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ تم میرے پاس بسم اللہ کیلئے آئے ہو میں نے کہا کہ پاؤ پارہ سناؤ گے تو میں روز سنوں گا تمہارا سبق۔صرف بسم اللہ نہیں۔تو کئی پارے تک میں خود سنتا رہا ان کا پاؤ پاؤ پارہ۔ اگر میں اس سے کہتا آدھا، ہاف (half) پارہ تو وہ بھی کر سکتے تھے۔ بزرگوں پر تنقید سے اللہ بچائے کہ اس طرح اعتراض، انکار، تنقید کی عادت پیدا ہوجاتی ہے۔

## شیخ غوث گوالیاری اور حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر کیلئے ایک کرتہ رکھا اور اس طرح پیوند گلی کے چیتھڑوں کو تلاش کر کے اس سے لگاتے تھے۔اسی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے زمانے کا سب سے بڑا انہیں قطب بنایا۔ بڑی بڑی کرامتیں ہیں ان کی۔سنایا تھا ایک دفعہ کہ یہ جو تعویذات اور عملیات اور جنات کی تسخیر کی دنیا ہے اس فن کے سب سے بڑے امام، غوث گوالیاری۔ گوالیار کے ہیں، ان کی کتابیں مشہور ہیں۔وہ ہم زمان تھے حضرت شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول کیا تھا؟ جیسا ساری عمر کیلئے کرتا اسی طرح ساری عمر کیلئے رات بھر مسجد میں گذارتے۔ ہمارے والد صاحب کے پیر صاحب

کے متعلق سنا اور جن لوگوں نے خود دیکھا ہمیشہ کو ساڑی میں دیکھا، وسراوی میں دیکھا، موسالی میں دیکھا وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا معمول تھا ساری عمر کا کہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے نکلتے نہیں تھے، فجر کی نماز پڑھ کر نکلتے تھے۔ ساری عمر مسجد میں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ یہی حال حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ساری عمر کیلئے کہ عشاء سے لے کر فجر تک عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔

اور عبادت الٰہی کیسی؟ کہ ہم لوگ تو **ذکر بالجھر** گھڑی دیکھ کر کرتے ہیں، تسبیح گن کر کرتے ہیں کہ دس منٹ کیلئے اور دو سو مرتبہ **لاالہ الا اللہ** اور ہزار مرتبہ **اللہُ اللہ**۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سوا لاکھ اسم ذات کرنے والے کئی ایک دیکھے۔ بہت سے حضرات کا اللہ، اللہ کا ذکر روز کا سوا لاکھ ہوتا تھا۔ ہم تو دس منٹ اور دو تین تسبیح کر کے سر پکڑ لیں گے کہ ابھی نیند آ رہی ہے تھک گئے۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ عشاء سے لے کر فجر تک ذکر جہر میں مشغول رہتے تھے۔ دنیا سنتی رہتی تھی آپ کے ذکر کی آوازیں۔

حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو معمول کے مطابق مسجد میں ہیں اور عبادت میں مصروف ہیں۔ دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں آ گئے۔ یہ معمول کے خلاف کون پہنچ گیا، کیسے ہمت ہوگئی کسی کو؟ آنکھ کھول کر دیکھا تو بتایا کہ ہم جنات ہیں۔ پوچھا کیوں آئے؟ کہنے لگے کہ غوث گوالیاری نے ہمیں بھیجا ہے۔ پوچھا کیوں بھیجا ہے؟ عرض کیا کہ وہ آپ سے ملنے کے مشتاق ہیں، آپ سے ملنا چاہتے ہیں تو ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ کو بہت راحت سے، آرام سے یہاں سے لے جائیں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا ان کو لے کر آؤ۔ یہ سننا تھا فوراً الٹے پیر بھاگے اور جا کر ان کو اٹھا لیا۔

غوث گوالیاری نے کہا یہ کیا؟ جنات کہنے لگے کہ انہوں نے حکم دیا ہے کہ آپ کو لے آؤ۔ انہوں نے کہا آپ تو ہمارے مسخر ہو، تابع ہو۔ اور اتنے عرصہ تک اتنی محبت سے، پیار سے

ہمارے ساتھ تم رہے۔تو یہ حکم عدولی کیسی؟ جنات کہنے لگے کہ ان کے مقابلہ میں آپ کا حکم ہم نہیں مان سکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب بڑا بناتے ہیں تو اتنا بڑا بنا دیتے ہیں کہ یہ تمام مخلوق پہچانتی ہے کہ یہ کون ہیں۔ان کو اٹھا کر لے آئے۔ جب یہاں گنگوہ پہنچایا تو حضرت نے ان کو ڈانٹا۔فرمایا کہ تم نے علم کو اور اذکار کو اس کیلئے پڑھا؟ کسی کو پریشان کرتے ہو اس طرح؟ ڈانٹ کر واپس بھیجا۔

یہ حضرت شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی کرامات مشہور ہیں۔آپ کے جو مکتوبات ہیں، شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جو ایک خزانہ ہیں۔ یہ ہمارے اکابر کی جو دولت ہے تمام تصانیف اور کتابیں یہ ان کی ساری دولت ہے مگر جو کسی کے سوال پر ارشاد وہدایت سے متعلق سوالات پر جو ان کے جوابات ہوتے ہیں ان میں بڑے زبردست علوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضرت شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مکتوبات ہیں وہ بہت بڑا خزانہ ہیں۔ خیر میں تو بیان کر رہا تھا کہ حضرت شاہ عبد القدوس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر عشاء سے فجر تک ذکرِ جہر میں مشغول رہتے۔ان حضرات نے اپنے جسم کو اپنا نہیں سمجھا۔ ہم تو اچھے اچھے کپڑے اس کو پہنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، آئینے کے سامنے دیکھیں گے کہ میں کیسا لگ رہا ہوں لیکن انہوں نے اس تن کو اپنا تن نہیں سمجھا۔ جو آیا پہنا دیا۔اس کو بھوکا پیاسا رکھنے میں ان کو لطف آتا تھا۔

## حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی متاثر ہوگئی۔موتیا اتر آیا اب جتنا ہمارے زمانے میں آسان ہے اس کا آپریشن وغیرہ اُس زمانہ میں نہیں تھا۔حضرت سے اطباء نے درخواست کی کہ حضرت موتیا! اس کا آپریشن تو آسان ہے ہم کر سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی کسی اور طرح سے علاج ہوتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر نماز کا کیا ہوگا؟ معالجین نے کہا کہ

نماز بھی آپ پڑھ سکیں گے۔ البتہ یہ کہ اتنے دن تک، ایک دن، دو دن، تین دن مدت بتائی کہ اتنے تین دن تک آپ سجدہ نہیں کرسکو گے، بس اشارے سے نماز پڑھ لیجئے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ وہ نماز ہی کیسی کہ جس میں سجدہ نہ ہو؟

## حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ قدس سرہ کے پہلے سفر میں شام پانچ بجے بیان ہوتا تھا۔ یہ جو لان (lawn) ہے سامنے والا اس کے سامنے عمارت میں مجلس ہوتی تھی۔ بیان میں ایک دفعہ مجمع کو حضرت شیخ قدس سرہ کی یہاں تشریف آوری کی قدر ومنزلت معلوم ہو تو یہ بیان فرماتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ لوگ دیکھتے نہیں کہ سجدہ نہیں کرسکتے۔ حضرت بھی بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔ تو کچھ عرصہ تک تو حضرت خود سجدہ بھی فرمالیتے تھے پھر اخیر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ سجدہ بھی اشارہ سے ادا فرماتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس حال میں وہاں سے یہاں تک حضرت تشریف لائے ہیں، آپ لوگوں کی خاطر۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب یہ فرما رہے تھے تو مسلسل آنسو رواں تھے۔ ان کے آنسو جاری ہوتے تو وہ صاف کر لیتے تھے یہ فرماتے ہوئے وہ تھوڑی دیر تک بول نہ سکے اور ان کی ہچکی سی کیفیت ہو گئی۔ یہ فرماتے ہوئے کہ سجدہ نہیں کرسکتے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اطباء سے فرمایا کہ وہ نماز ہی کیسی جس میں سجدہ نہ ہو۔ ساری عمر کیلئے نابینا رہنے کو حضرت نے گوارا فرمایا، موتئے کا آپریشن نہیں کروایا صرف اسی لئے کہ سجدہ نہیں کرسکتے۔ نماز اور آنکھیں، ان دونوں کا تقابل کیا کہ بینائی کی دولت تو مجھے مل جائے گی مگر یہ کہ تین دن کی نمازیں ایسی ہوں گی کہ نماز میں میں سجدہ نہیں کرسکوں گا۔ اس طرح موازنہ کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جن حضرات نے رمضان المبارک کی قدر پہچانی انہوں نے دو دو ختم روز پڑھے جیسا کہ ہمارے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی ایک ائمہ۔ اور ابن القاسم تو اس میں سب سے آگے کہ عمر بھر کا معمول روز ہمیشہ کے دو قرآن شریف۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔ اس پر عرض کیا تھا کہ انہوں نے اس جسم کو جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے قرآن پاک میں جگہ جگہ مطالبہ کہ اُتْلُ مَآاُوْحِیَ اور یَتْلُوْنَ آیَاتِ اللّٰہِ، قرآن کی تلاوت کرو۔ اللہ کے بندے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کرتے رہیں۔ اُذْکُرُوْا اللّٰہَ، ذکر کرو۔ مشغول رکھو اس سے تھک جاؤ تو سوچو۔ تفکر کرو، مراقبہ کرو۔ تو یہ اعضاء دیئے ہی اس لئے ہیں کہ ہم انہیں وصول کریں۔ ان حضرات نے اس کو سمجھا اور اچھی طرح وصول کیا۔ اتنا وصول کیا کہ بہت بڑے محدث ہیں، داؤدی، حجام، نائی ان کی لبیں بنا رہا ہے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ کا اوقات کا اہتمام

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جمعہ کے دن نائی آتا تھا اور سینکڑوں کے مجمع میں مسند مشیخت پر ہیں، اسی مسند پر بیٹھے حضرت حجامت بھی بنوا رہے ہیں وہ فارغ ہو کر جاتا تب

اعلان ہوتا کہ بیعت والے یہ کلمات دہراتے رہیں وہیں پر بیعت بھی فرماتے تھے۔ یہ مدرسہ قدیم کی مسجد کے دائیں طرف، امام کے دائیں طرف جو حجرے ہیں متصل مسجد کے اندر ایک حجرہ ہے اور مسجد کے بعد ایک حجرہ جس میں طالب علمی میں میرا قیام رہا۔ مجھ سے پہلے حضرت شیخ یونس صاحب اس میں مستقل مقیم ہوا کرتے تھے۔ اس کے برابر میں جو حجرہ ہے وہاں اخیر تک، ابھی قریب میں [وہ حجرہ] حضرت مفتی مظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال میں رہا۔ اس حجرہ کے باہر دیوار سے ٹیک لگا کر حضرت کو ہم بٹھاتے تھے اور وہیں نائی حضرت کی حجامت بنایا کرتا تھا۔

جیسے میں نے مولانا انور نرما کو گذشتہ سال عمرے پر مسجد نبوی میں بتایا کہ حرم شریف میں کھڑے کھڑے میں اشارہ کر کے کوئی پچاس قصے سنا سکتا ہوں کہ یہاں یہ دیکھا یہاں یہ ہوا۔ ایسے وہاں سہارنپور کی ایک ایک جگہ سے بزرگوں کی تاریخ وابستہ ہے۔ جس حجرہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر ہم حضرت کو بٹھاتے تھے جمعہ کے دن۔ یہ حجرہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال میں رہا ہے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ کا کمال ادب

اسی حجرہ کا قصہ بار بار آپ لوگوں نے مجھ سے سنا بھی ہوگا۔ آپ بیتی میں بھی آتا ہے۔ اس کے اوپر کی چھت سے گذرے بغیر آپ کتب خانے میں نہیں جا سکتے۔ سیڑھی سے چڑھ کر اس کمرہ کی چھت پر سے کتب خانے میں جانا پڑتا ہے۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ کا حضرت سہارنپوری کی زندگی میں یہ معمول رہا کہ اسی عمارت میں رہتے تھے، اسی جگہ قیام تھا۔ سینکڑوں دفعہ وہاں سے گذرنا ہے جانا ہے آنا ہے۔ تو حضرت کبھی بھی اپنے شیخ کے حجرہ کی چھت پر پیر نہیں رکھتے تھے۔ اس پر کبھی نہیں چلے۔ اس کے ساتھ جو ایک چھوٹی سی دیوار سی، روک بنی ہوئی تھی کہ چھت پر سے کوئی گر نہ جائے۔ اس کے اوپر کو چڑھ کر جاتے کہ شیخ کے حجرہ کی

چھت پر قدم نہ پڑے۔

اس کو دیکھتے رہتے تھے ابا جان، حضرت مولانا یحیٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک دفعہ کسی بات پر جب ناراض ہونے لگے تو یاد دلایا کہ اپنے پیر کی چھت کے اوپر چلتا بھی نہیں۔ یہ حجرہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ والا جب میں وہاں پڑھ رہا تھا اس وقت مدرسہ والوں نے اس کمرہ کی اصلاح، مرمت شروع کی کہ اس کا پلاسٹر اکھاڑا جائے اور رنگ روغن نیا کیا جائے اس وقت حضرت نے جو معمار کام کررہے تھے ان سے کہلوایا کہ اس حجرے کی دیوار وغیرہ کو چھید کر جو پلاسٹر آپ نکالیں گے تو بوریوں میں بند کردیں اس کے حضرت نے مدرسہ کو مٹی کے پیسے ادا کردیئے۔ پھر حکیم الیاس صاحب کے پاس بھیج دیں کہ کہیں حفاظت سے اس کو رکھ لیں۔ ساتھ ہی حضرت نے ایک پرچہ لکھوایا۔ اس میں لکھا کہ اگر خدانخواستہ میری یہاں موت واقع ہوجائے تو میری قبر کی مٹی کے طور پر اس کو ڈالا جائے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے سوچا کہ میرے پیرومرشد حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بار باران دیواروں پر نگاہ پڑی ہے۔ کتنا ادب تھا، کتنی محبت تھی کہ چھت پر نہیں چلتے۔ یعنی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ وہاں ہوتے نہیں تھے پھر بھی اس وقت اور اس کے بعد بھی ہمیشہ اسی طرح چلتے رہے۔ اور اس کمرے کی مٹی حضرت نے اپنے لئے رکھوالی۔ وہ پرچہ بھی حضرت حکیم الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کہیں محفوظ ہوگا۔

## علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ

ان بزرگانِ دین کے مجاہدات کی طرف ہم چل پڑے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام نے ان آنکھوں کو دیکھنے اور رونے کیلئے استعمال فرمایا اور اس میں پیدل حج کا ذکر آیا۔ ان بزرگانِ دین کے مجاہدات کا تذکرہ آیا اسی طرح یہ حضرت علامہ داؤدی، بہت بڑے محدث ہیں۔ اب وہ پڑھے جارہے ہیں، **سبحان اللہ، سبحان اللہ**۔ ہونٹ ہل

رہے ہیں۔ حجام نے کوشش تو کی وہ اپنا کام کریں میں اپنا کام کروں مگر نہیں ہوسکا۔ کہ اس میں زخم لگ سکتا ہے کہیں سے ہونٹ کٹ جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت ذرا سی دیر کیلئے رک جائیں ذکر سے کہ میں ذرا لبیں بنالوں۔ تو کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ وقت کی رفتار کو تم روک لو تو میں اسے روک دوں۔ کہ وقت ایک ایک سانس، ایک ایک لمحہ، ایک ایک سیکنڈ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کیلئے ہمیں دیا ہے تو میں کیسے اس کو روک لوں۔ تو انہوں نے اسے جسم کی ضرورت نہیں سمجھا کہ اگر یہ بال بڑھ جائیں گے تو میں برا لگوں گا۔ غلبۂ یاد حق اور غلبۂ ذکر اس درجے کا۔ حق تعالیٰ شانہ کی یاد کا اس قدر غلبہ ہمیں بھی نصیب ہو۔

اسی لئے وہ ہمارے بزرگ حافظ محمد علی خیر آبادی ناراض ہو رہے تھے اس جسم پر کہ بھاڑے کا ٹٹو، کرائے کا ٹٹو اسے کہا کہ اس نے ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ بہت بڑے متبع سنت بزرگ تھے۔ ان کے یہاں، ان کے ملفوظات میں، ان کے مکاتیب میں، ان کے ارشادات میں ہر جگہ اتباع سنت کی تاکید ملتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ 'دعوائے محبت بے اتباع نبوی کاذب است'۔ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ ہو اور محبت کی تسبیح پڑھتے رہیں، دعویٰ کرتے رہیں فرمایا کہ جھوٹا دعویٰ ہے۔ اس دعوے کی دلیل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے۔

## حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدہ کتابیں

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھی کتابیں متعین تھیں کہ ارشاد کا مطالعہ کرو، اکمال کا مطالعہ کرو۔ عرصہ تک مولانا ہاشم صاحب اور ہم لوگ مجلس کیا کرتے تھے اور اس میں ان کتابوں کی تعلیم ہوتی تھی۔ اسی طرح حضرت کلیم اللہ جہاں آبادی کی کتاب ہے کشکول، تو وہ ایسی مجالس شیخ کلیم اللہ تجویز کیا کرتے تھے۔ نیز ان کی ایک اور کتاب ہے مرقع، وہ تجویز کرتے تھے۔ کشکول تو سفر اور حضر میں ہر جگہ ان کے ساتھ رہتی۔ ذرا سا کسی نے ہاتھ لگایا تو

ناراض ہو جاتے تھے۔کوئی کھول نہیں سکتا تھا۔وہ کتاب انہیں اتنی پیاری تھی۔

ان کتابوں کے ساتھ وہ ارشاد فرماتے تھے کہ بزرگانِ دین کی دوسری کتابیں بھی پڑھ سکتے ہیں جو سلوک وتصوف کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں مگر انہوں نے ایک شرط لگادی اور فرمایا کہ دوسری کتابیں بھی تم پڑھ سکتے ہو بشرطیکہ اس میں شریعت پر زور دیا گیا ہو۔حقیقت، طریقت، حقیقت، طریقت کی تسبیح پڑھ کر اس کے راگ الاپتے رہیں اور شریعت کو بالائے طاق رکھیں اس کی کوئی گنجائش نہیں یہ تو زندقہ ہے، الحاد ہے۔اس لئے حضرت نے فرمایا کہ ان کتابوں کی اجازت ہے اور عام کتابوں کی اجازت دے دی بشرطیکہ اس میں شریعت کی پیروی پر زور دیا گیا ہو۔ بڑے متبع سنت بزرگ تھے اور تونسہ شریف سے عقائد اور طریق سنت کے اتباع کی دعوت اس علاقہ میں شروع ہوئی تھی جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے اس طرف کے علاقہ کی اصلاح شروع ہوئی تو وہاں پنجاب میں تونسہ شریف سے یہ اصلاحی کام شروع ہوا۔

## حضرت حافظ محمد علی صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا اہتمام اتباع سنت

ایک دفعہ نواب واجد علی شاہ نے اپنی کسی بیٹی کے نکاح کیلئے دعوت دی بہت منت سماجت کی۔ بڑی شرائط کے ساتھ حضرت نے اسے منظور فرمایا اور نکاح کیلئے تشریف لے گئے واجد علی شاہ کے یہاں۔ جیسے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنایا کہ وہ نہ کسی کی دعوت قبول فرماتے تھے، نہ کسی کی دعوت میں جاتے تھے، نہ خواص کے یہاں نہ عوام کے یہاں۔ مدارس کے جلسوں میں جب تشریف لے جاتے تھے تو اس میں بھی حضرت کی اپنی روٹیاں ایک کپڑے میں لپٹی ہوئی اپنے ساتھ ہوتیں اور اس کے ساتھ نمک ہوتا اور کوئی چیز میزبان کے یہاں کی نوش نہیں فرماتے تھے۔ وہاں پنجاب میں نواب آف کالاباغ تھے۔ انہوں نے دعوت دی وہ اس علاقے کے گورنر تھے۔ بہت اصرار کیا، بہت سی سفارشیں کروائیں۔ مشکل

سے دعوت منظور ہوئی فرمایا کہ میں جس وقت چاہوں گا پہنچوں گا اور میں اپنی روٹی ساتھ لے کر جاؤں گا۔ تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تشریف لے گئے، اپنی روٹی ساتھ لے کر گئے اور نکاح پڑھا کر واپس آ گئے۔

یہ حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی کا زمانہ بہادر شاہ ظفر کا زمانہ ہے۔ بہت کوشش کی بادشاہ نے دعوت دینے کی اور محل میں بلانے کی، لال قلعے میں بلانے کی، کبھی تشریف نہیں لے گئے۔ پھر انہوں نے مستقل طور پر ان کے خاص آدمی تھے کالے خان۔ ان کو متعین کیا کہ وہ تعلق پیدا کریں، محبت کا دم بھرتے رہیں تو وہ آتے جاتے رہے کوشش کرتے رہے۔ حضرت تیار نہیں ہوئے۔

ان کو پتا چلا کہ آج فلاں جگہ اس علاقہ میں عرس ہے تو عرس سے بچنے کیلئے یہاں سے دور فلاں مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس کے آدمی متعین تھے ان کے ذریعہ پتہ لگا تو کالے خاں نے کوشش کی اور بہادر شاہ ظفر بادشاہ سے کہا کہ تم اگر ملنا چاہو تو آج فلاں مسجد میں ہیں۔ وہاں تشریف لے جاؤ۔ تو جیسے ہی حضرت حافظ صاحب نے دروازے سے اپنی پلٹن کے ساتھ بہادر شاہ ظفر کو مسجد میں داخل ہوتا ہوا دیکھا تو کھڑکی کھول کر کود کر چھلانگ لگا کر وہاں سے بھاگ گئے۔ رسوم و بدعات سے اتنی نفرت تھی اور ان سے بھی دور رہنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ یہ کیا تم نے اپنے یہاں بدعت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا شاہ رفیع الدین صاحب کا قصہ ہے کہ اسی طرح کی کوئی بدعات کے سلسلہ کی دعوت لے کر آدمی پہنچا تو حضرت نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ بالکل مت جانا۔ ہمارے خاندان میں سے وہاں کبھی کوئی نہیں گیا۔ یہ انتہائی متبع سنت بزرگ تھے جو جسم کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ یہ بھاڑے کا ٹٹو، جس نے ساتھ دینا چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعضاء کو اپنی رضا و محبت میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ماہ مبارک کو اب دیکھئے، تیئس پارے تک پہنچ گئے۔ صرف سات پارے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ

قرآن پاک سے ہمیں محبت عطا فرمائے۔ ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے تلاوت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

**۲۰/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ**

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

اکابر کے مجاہدات کے ذیل میں بیان کیا تھا کہ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کو نزول آب ہوا۔ موتیا اتر گیا۔ آپریشن کیلئے کہا گیا، حضرت نے پوچھا نماز کا کیا ہوگا۔ عرض کیا کہ نماز آپ بالکل پڑھ سکیں گے صرف یہ کہ فلاں وقت تک آپ سجدہ نہ کریں، اشارہ سے پڑھ لیں۔ حضرت نے فرمایا وہ نماز ہی کیا جس میں سجدہ نہ ہو۔ ساری عمر کیلئے حضرت نے نابینا رہنا گوارا فرمایا لیکن آپریشن نہیں کروایا۔

گذشتہ کل جب مجھے تکلیف ہوئی دانت کی اور ایمرجنسی میں فون کر کے جانا پڑا تو انہوں نے کہا کہ روزہ کے ساتھ تو یہ تم نہیں کرواسکتے کہ پانی، یقیناً [حلق سے] نیچے اتر جائے گا تو روزہ کھونا پڑا کہ میں نے نیت نہیں کی تھی انتظار میں کہ کہیں ڈینٹسٹ مل جائے تو اس کا علاج ہو جائے کہ سامنے اخیر عشرہ آرہا ہے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ مگر جو تکلیف تھی اس سے کئی گنا تکلیف بڑھ گئی کہ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو تمہیں عافیت دی تھی کہ جس طرح طبیعت کا نظام ہم نے بنایا ہے کہ خود بخود یہ چیزیں ہوتی ہیں، پھر سیٹ ہو جاتے ہیں دانت بھی اور یہ داڑھیں بھی تو تم نے جلدی کیوں کی؟

اسی لئے میں نے یہ واقعہ سنا کر وہاں کہا تھا کہ ہمارا تو یہ منہ نہیں ہے کہ ہم کہہ سکیں کہ یہ

ہمارے اکابر۔ کس منہ سے ہم کہیں گے کہ حضرت نے ساری عمر کیلئے گوارا فرمایا نابینا رہنا اور یہاں ایک داڑھ برداشت نہیں ہوتی۔ روزہ جائے یا رہے۔ کیا ہمارا منہ ہے کہ ہم کہیں ہمارے اکابر، ہمارے اکابر۔ اللہ ان جیسی ہمت وقوت وتحمل ہمیں بھی دے۔

## حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

نماز دیکھئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے ایک کتاب لکھی ہے 'یادِ یاراں'۔ حضرت کے وصال کے فوراً بعد لکھی ہے اور اس میں حضرت نے لکھا کہ جب میں دارلعلوم دیوبند میں طالب علم تھا تو حضرت چونکہ دارالعلوم کے سرپرست تھے تو تشریف لاتے رہتے تھے تو میں نے طالب علمی میں حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ ابھی تو پڑھنے کا زمانہ ہے ابھی پڑھو۔ بیعت نہیں فرمایا۔

لکھا ہے کہ پھر جب ہمارا نکاح ہوا تو حضرت نے ہمارا نکاح پڑھایا۔ اور فلاں، بہت بڑے آدمی کا نام لکھا کہ نواب قسم کے آدمی تھے اس نکاح میں۔ نکاح کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ سے وہ کہنے لگے کہ اوہو! میں نے تو زندگی میں پہلی دفعہ حضرت گنگوہی کو دیکھا ایسی بارعب شخصیت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ حالانکہ وہ خود بہت بڑے آدمی تھے۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی قوت کا اثر پڑتا تھا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی بہت سارے احسانات گنوائے ہیں لیکن فرمایا کہ حضرت کے مجھ پر دو بڑے احسان ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے ماموں صاحبِ مولود کے دلائل پر تقریر کیا کرتے تھے ایسی مجالس میں شرکت فرمایا کرتے تھے بچپن سے اس ماحول میں رہنے کی بنا پر حضرت تھانوی قدس سرہ نے مراسلت شروع کی ایک خط لکھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ دوسرا خط لکھا اس کا جواب دیا۔ ایک درجن خطوط کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشفی ہوئی اور حضرت نے اپنی راہ متعین

فرمائی۔فرمایا کہ یہ حضرت کا مجھ پر سب سے بڑا احسان ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت نے عشق حقیقی کا فرق کی راہ مجھے سمجھائی۔ اور بھی بہت سارے مسائل میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ میرے سامنے کسی نے ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ جو بچوں کو نزع اور سکرات کے وقت تکلیف ہوتی ہے کیوں ہوتی ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ ہم لوگ تو کہیں دور دراز سے بھی گھڑ کر کے سوچ کر کے جھٹ سے بک دیتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے شاگرد لکھتے ہیں کہ جس طرح یہ سب اجزاء اور کتابیں اکٹھی کی جاتی ہیں کہ یہ نماز کا جزء، یہ ایمانیات کا جزء، یہ عقائد کا جزء، اس کی یہ احادیث۔ اس طرح انہوں نے فرمایا کہ میں مسئلہ پوچھنے والے کا سوال اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں جو فرمایا وہ جواب لکھتا رہتا تھا تو صرف وہ سوالات جن کے جواب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ 'لا ادری' کہ مجھے نہیں معلوم تو ان سوالات کو اگر میں جمع کرتا تو ایک کتاب بن جاتی بڑی موٹی۔ اسی طرح یہاں بھی بچوں کو نزع کی تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ کیا؟ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔

## تشہد میں رفع سبابہ اور ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود پوچھا کہ حضرت آپ کا معمول ہے رفع سبابہ کا۔ تشہد میں **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کے بعد آپ کی انگلی رفع کی حالت میں اخیر تک اونچی ہی رہتی ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ترمذی **کتاب الدعوات** میں صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہی روایت کرتے ہیں کہ تشہد میں اخیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک اسی طرح تھی۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کا بھی ہمیشہ یہی معمول رہا اور حضرت شیخ قدس سرہ کا بھی اخیر تک یہی معمول رہا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی بہت سارے مسائل لکھے ہیں جن کے بارے میں خود حضرت نے پوچھا۔

اس وقت تو میں حضرت کی نماز کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ اسی یاد یاراں میں حضرت کا آخری حال لکھا ہے کہ حضرت نے ایک دن خدام سے فرمایا کہ بس آپ کو پانچ دن کی تکلیف ہے۔ یہ پانچ دن آپ خدمت کرلو گے اس کے بعد .... یہ پانچ دن پہلے پیشین گوئی فرمائی اور اس کے بعد حضرت نے پوچھنا شروع کیا کہ جمعہ کب ہے؟ ایک دفعہ عرض کیا کہ ابھی چار دن اور باقی ہیں۔ پھر پوچھا تو عرض کیا گیا کہ دو دن باقی ہیں۔ ایک دن پوچھا کہ آج جمعہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں، کل کو جمعہ ہے۔ جمعہ کی جلدی تھی۔ دوسرے دن پوچھا کہ آج جمعہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ تو پڑھا **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ گویا اس سے موت کی خبر دے دی۔

## مرض الوفات میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

انہی پانچ ایام میں نماز کا حال حضرت کا یہ تھا کہ حضرت پہلے خود وضو فرماتے تھے، خود نماز پڑھتے تھے۔ اب وضو میں خادم کی ضرورت پڑی۔ اب نماز میں حضرت کھڑے نہیں ہو سکتے تو کھڑا کرنے کیلئے کسی کی ضرورت پڑی۔ اس کے بعد کمزوری بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ حضرت کو کھڑا کریں تو گر جائیں گے حضرت نے فرمایا کہ 'مجھے پکڑے رہو۔ اور جب میں رکوع میں جاؤں تو رکوع میں مجھے پکڑے رکھنا اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو سجدہ سے مجھے اٹھانے میں مدد کرنا۔

اور موجود کون تھے؟ بذل المجھود کے مصنف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے خدام میں۔ اور کون تھے؟ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی

رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ سب موجود تھے اور وہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔خدام نے عرض کیا کہ حضرت! اس حال میں اگر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھیں گے تو پھر کونسا حال ہوگا جس میں بیٹھ کر نماز پڑھی جاتی ہے؟ یہ انہوں نے سوال کیا کہ اس حال میں بھی حضرت بیٹھ کر نماز ادا نہیں فرماتے تو پھر وہ کونسی کیفیت ہوتی ہے بیمار کی کمزوری کی کہ جس میں بیٹھ کر نماز پڑھی جائے؟ حضرت نے فرمایا کہ شامی میں مسئلہ نہیں دیکھا ؟ پھر ان حضرات نے شامی کھول کر دیکھی تو اس میں یہی مسئلہ تھا۔

دو قول تھے۔ وہاں اختلاف ہے کہ **قادر بقدرۃ الغیر** قادر ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ قادر نہیں ہے، دوسرا مدد کرے اور پھر وہ نماز پڑھوائے، خود اسے اپنے آپ قیام کی سجدہ کی قدرت نہیں ہے تو یہ غیر قادر شمار ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں **قادر بقدرۃ الغیر** بھی قادر ہی شمار ہوتا ہے کہ جس میں دوسرے مدد کرنے والے ہوں اور وہ مدد کرتے ہوں تو پھر یہ معذور شمار نہیں ہوگا، یہ قادر ہی شمار ہوگا، اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔لکھا ہے کہ دونوں طرف دو دو آدمی، چار آدمی حضرت کو سنبھالتے تھے اور اس حالت میں حضرت نماز پڑھتے تھے، مرض الوفات میں۔ اب ہمارا کیا منہ۔ جو ایک روزہ چھوڑنا اتنا آسان سمجھ لیں۔ اور یہ ہمارے اکابر تھے۔

جبھی تو حضرت کے متعلق میں نے وہاں بیان کیا تھا استقبال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ حضرت کا ادھر وصال ہو رہا ہے اور ادھر سلیمان میاں سملک میں خواب دیکھ رہے ہیں کہ دیکھا کہ ایک تخت آسمان اور زمین کے درمیان دیکھ رہے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ساتھ میں کوئی اور بزرگ۔ پوچھا یہ کون؟ فرمایا کہ حضرت گنگوہی ہیں۔ یہ وہی تاریخ تھی جس تاریخ کو ادھر حضرت کا گنگوہ میں وصال ہوا ہے۔تو ان حضرات نے اس جسم کو اپنا جسم نہیں سمجھا اور اس کو جتنا وہ استعمال کر سکتے تھے اتنا وہ استعمال فرماتے رہے۔

---

یہی حال حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہے کہ حضرت کی نمازیں بڑی لمبی نمازیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تو دیوبند میں انکار فرمادیا کہ بیعت نہیں کریں گے ابھی آپ طالب علم ہو۔ حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب میں حجاز کے سفر پر روانہ ہونے لگا تو میں نے اطلاع دی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ حضرت میرا سفر حجاز ہے۔ دعا فرمائیں تو حضرت نے فرمایا کہ ہماری طرف سے پیرو مرشد حضرت حاجی صاحب کو سلام عرض کردیجیو۔ اور ایک شعر ساتھ پڑھا

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ... بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را

جب آپ محبوب کے ساتھ بیٹھو اور ان سے ملاقات ہو تو ہمیں مت بھولنا، ہمیں بھی یاد رکھنا

## حضرت مولانا اسعد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ابھی تین چار روز پہلے ہی مولانا مختار اسعد صاحب کا فون آیا تھا کہ وہ شعر فلاں جگہ آپ کی کتاب میں 'حریفانِ بادہ پیمارا' لکھا ہے اور میں نے اپنے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ سے جو یہ شعر سنا تو وہ اس کو پڑھتے تھے 'بیاد آر محبانِ بادہ پیمارا'۔ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تو کیا پوچھنا۔ ہندوستان کے حضرت کے زمانہ کے بڑے بڑے شعراء ان کا کلام چھپ کر آتا تھا تو حضرت ان کے کلام پر نوٹ لکھ کر ان کو واپس بھیجتے تھے اور جتنی جگہ حضرت نشاندہی فرماتے تھے کہ یہاں یہ غلطی، یہاں یہ غلطی۔ اسے انہیں تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اتنے بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ تو یہ سنا کر پھر میں نے عرض کیا لیکن یہ جو 'حریفانِ بادہ پیمارا' ہے یہ حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تبلیغی مرکز کے سب سے بڑے تھے سرپرست تھے نظام الدین کے۔ ہم لوگ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں سے رمضان المبارک کے بعد عید کے دن روانہ ہورہے تھے حضرت سے مصافحہ معانقہ کے بعد روتے ہوئے جب معتکف میں سے نکلے تو

دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ کچھ بات کرسکیں اس کا موقع نہیں تو انہوں نے صرف بیٹھے بیٹھے ہی مصافحہ کیا اور مصافحہ کے ساتھ ایک رقعہ دیا جس میں اشعار تھے۔

خود مولانا اظہار صاحب بھی بہت بڑے شاعر تھے۔ تو میں نے کہا کہ انہوں نے بھی 'بیاد آر حریفانِ بادہ پیمارا' لکھا ہے۔ محبان کی بجائے حریفان لکھا ہے۔ اس لئے کتاب میں اسی طرح آپ اس کو رہنے دیجئے تو اس کی دلیل مل گئی اسی یاد یاراں میں کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی اسے 'حریفان بادہ پیمارا' لکھا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی نمازیں، حضرت گنگوہی قدس سرہ کی مرض الوصال کی نمازیں، چار چار آدمی حضرت کو اٹھا رہے ہیں اور نماز ہو رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نماز سے اس درجہ کی محبت ہمیں بھی عطا فرمائے۔ اپنے روزوں کی، عبادات کی حفاظت اور ہر طرح سے اس کو اس درجے کی بنانے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ آخرت میں ہمیں کام آئے۔ منہ پر نہ مار دی جائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۲۱ / رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

**بسم الله الرحمن الرحیم**

**قال النبی صلی الله علیه وسلم رأیت رجلا من امتی قد بسط علیه عذاب القبر فجائه وضوئه فاستنقذہ من ذلک۔**

اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے۔ جب تک زندگی باقی رہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اس سنت کی ادائیگی، اخیرہ عشرہ کے اعتکاف کی ادائیگی کی ہر سال ہمیں توفیق ارزاں ہوتی رہے۔ جیسا ہم نے یہاں اعتکاف کیا اس طرح کے اعتکاف ہمارے لئے مسجد نبوی میں مقدر فرمائے۔

شروع رمضان سے یہاں گفت وشنیہ ہم کر رہے ہیں کہ ہمارے اکابر نے تابعین اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اور انبیاء علیہم الصلوات والسلام نے حق تعالیٰ شانہ کو راضی کرنے کیلئے کس قدر مجاہدے کئے۔

دن بھر میں بچوں میں سے ہر کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد آتا ہے اور اسے شکایت ایک ہی ہوتی ہے۔ ایک دن میں بلا مبالغہ کوئی پچاس دفعہ یہ شکایت سننی پڑتی ہے کہ ابا وہ بھائی ہمارا فرینڈ نہیں۔ وہ بہن ہماری فرینڈ نہیں۔ تو وہ روتے ہیں۔ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ کاش اس بچہ کو جتنی فکر ہے اپنے بھائی کی طرف سے اور اپنی بہن کی طرف سے کہ اسے مجھ سے پیار کیوں نہیں۔

جتنی مجھے طلب ہے اس کی طرف سے جواب کیوں نہیں ملتا۔
ہمارا دل ہر وقت حق تعالیٰ شانہ سے یہ شکایت اور سوال کیوں نہیں کرتا کہ تو ہمارا فرینڈ ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حق تعالیٰ شانہ کی محبت تو ہم پر دوستو! فرض کی گئی ہے۔ یہ نماز، روزہ، زکوۃ یہ تمام حقوق جتنے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہیں، جتنے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہیں ان سب کو اکٹھا کرلیں تو بھی یہ پلڑا جھک جائے گا۔ یہ اس کے سامنے ہلکے رہیں گے،تمام حقوق، اللہ کے حقوق بھی، بندوں کے حقوق بھی اور تمام فرائض بھی کہ جو حق اللہ نے ہم سے مانگا ہے کہ تمہارے دل میں صرف میرے لئے جگہ ہو اور میرے رسول کیلئے جگہ ہو۔ کاش کہ ہم اس کو سمجھ پائیں۔
شروع رمضان سے ہم یہ موازنہ کررہے ہیں کہ ہمیں اپنا ہی ہاتھ پیارا ہے، اپنا ہی جسم پیارا ہے۔ یہ فانی جسم اسی کیلئے ہم سب کچھ لگائے بیٹھے ہیں۔ رات کی دن کی فکر اور تگ و دو اسی کے پیچھے ہے اور میں نے کہا کہ یہ تو دشمن بنیں گے۔ یٰسین شریف کی آیت 'اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰیٓ اَفْوَاهِهِمْ' اور اس کا ترجمہ پڑھ لیجئے۔
کہ ہم جب وہاں سوال شروع ہوگا اور بولنا شروع کریں گے تو زبان جھوٹ بولے گی تو اس پر مہر لگادی جائے گی کہ نہیں بول سکتی۔ پھر ہر عضو، ہمارا پیر گنوائے گا کہ مجھے فلاں فلاں کیلئے لے گیا تھا، ہاتھ گنوائے گا کہ فلاں جگہ لے گیا تھا، آنکھ گنوائے گی کہ فلاں جگہ لے گیا تھا۔ اس سے ہمیں پیار ہے اور جن کا حق ہے، دل میں بسانے کا ان سے ہم دور ہیں۔ کاش اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنا قریب بنالے، ہمیں اللہ سے قریب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں قریب کردے۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ قطب الارشاد

جب قریب ہوجائیں گے جبھی تو وہ حال ہوگا جیسا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متعلق

سنایا تھا کہ پہلے ہی سے بشارت ہے کہ ابھی تو دنیا میں ہیں کئی روز باقی ہیں اور دور دراز لوگ دیکھ رہے ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے منتظر ہیں۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے یادِ یاراں مستقل کتاب لکھی ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں۔ تازہ تازہ وہ غم تھا۔

اس میں حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت کی زندگی میں میں نے ایک خواب دیکھا تھا وہ یہاں میں لکھتا ہوں۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ 'قطب الارشاد' ہیں۔ تکوینیات کے قطب بھی ہوتے ہیں وہ کم تر درجہ کے ہیں۔ مگر ارشاد وہدایت جن کا دین اور علم اور ایمانیات کے استحکام سے تعلق ہوتا ہے وہ اعلیٰ درجے کے قطب ہیں۔ فرمایا کہ مجھے کہا گیا کہ یہ قطب الارشاد ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ تو میں نے حضرت کی زندگی میں دیکھا تھا۔ حضرت کے وصال کے بعد، ابھی تو چند ہی روز گذرے تھے کہ یہ رسالہ حضرت نے لکھا ہے۔

## حضرت گنگوہی 'قدس سرہ'

فرمایا ہے کہ حضرت کا نام نامی جب لیتے تھے تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم کہتے تھے۔ اس پر ٹوکا گیا کہ رحمۃ اللہ علیہ مت کہو۔ آپ نے سنا؟ اس میں کیا غلطی ہوئی 'حضرت مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ'۔ ٹھیک تو ہے۔

ہاں غلطی ہوئی۔ جیسے کوئی آپ کے سامنے کہے 'حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ'۔ تو آپ کہیں گے کہ نہیں حضرت ابراہیم خلیل کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں بولتے۔ کیا بولتے ہیں 'علیہ السلام'۔ تو یہ درجات مقرر فرمائے بولنے کے، یہ ادب سکھایا گیا کہ بے شک 'رضی اللہ عنہ' بہت بڑی دعا ہے کہ اللہ کی رضوان اور اس کی خوشنودی حاصل ہو مگر یہ کافی نہیں میرے خلیل کیلئے، وہاں کہنا پڑے گا 'علیہ الصلوۃ والسلام'۔

اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ٹوکا گیا خواب میں کہ انہیں

رحمۃ اللہ علیہ نہ کہو۔ تمہاری دعا کی انہیں کیا ضرورت کہ انہیں دعا دو۔ انہیں تو کہو 'قدس سرہٗ'۔ کہ ان کا سِر، ان کی روح کے لیے دعاء خاص ہے، حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ان کا رتبہ اور بڑھایا جائے۔ ایک خاص دعا قدس سرہ ہے۔ تو یہ 'رضی اللہ عنہ' اور 'علیہ السلام' کی طرح سے 'رحمۃ اللہ علیہ' اور 'قدس سرہٗ' میں فرق بتایا گیا۔ کیا مقام ہوگا حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں کہ مرنے کے بعد بھی خواص کو بتایا جاتا ہے کہ ان کا خاص درجہ و مرتبہ ہے۔

اور ایسا کیوں نہ کہا جائے۔ جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ شریعت کا پاس اور لحاظ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں اس درجہ کا تھا کہ حضرت رحلت سے پانچ دن پہلے فرما چکے تھے خدام کو کہ اب پانچ دن خدمت کرلو۔ پوچھ رہے تھے کہ جمعہ کب ہے؟ جب پانچ دن رہ گئے عرض کیا گیا کہ پانچ دن ہیں۔ فرمایا کہ بس پانچ دن اب خدمت کرلو۔ جب جمعہ آیا تو جمعہ کے دن حضرت میں بالکل سکت نہیں، نہ اٹھنے کی نہ بیٹھنے کی۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری نمازیں

میں بتا رہا تھا کہ جو مجاہدہ حضرت کا اس وقت نماز کا تھا۔ حضرت نے چار چار آدمیوں کے سہارے نماز پڑھی۔ کہ چار آدمی دو آدمی ادھر، دو ادھر، وہ کھڑا کرتے، رکوع میں گر نہ جائیں پکڑے رہتے، سجدے میں جائیں خود اٹھ نہیں سکتے تو سجدے سے اٹھا دیں۔ اس میں مدد کرتے تھے چار آدمی۔

بڑے بڑے علماء تھے خدمت میں انہوں نے عرض کیا حضرت! بیٹھ کر کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ شامی دیکھو۔ شامی میں انہوں نے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ اوہو! ہم تو غلط سمجھ رہے تھے کہ جو آدمی اٹھ بیٹھ نہیں سکتا تو وہ معذور شمار ہوتا ہے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ مگر اس میں مسئلہ لکھا ہوا تھا کہ جس کے پاس ایسے خدام ہوں جو اٹھا بٹھا سکتے ہوں تو وہ بیٹھ کر نماز نہ پڑھے۔ حضرت نے اس عزیمت پر عمل کیا۔

مرض الوفات میں اس طرح چار چار آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے بعد اتنے کمزور کہ پڑے ہوئے ہیں، نماز اشارے سے پڑھ رہے ہیں۔ نماز تو شروع کر لی۔ اب قیام کے بعد **اللہ اکبر** رکوع کیا تو رکوع ہی میں ہیں۔ اب لقمہ دینا پڑ رہا ہے کہ حضرت '**سمع الله لمن حمده**' کہئے۔ تو تب اٹھتے ہیں '**سمع الله لمن حمده**'۔ پھر سجدے کیلئے لقمہ دیا جا رہا ہے اخیر وقت تک اس طرح نمازیں ادا ہوتی رہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت کو پتہ تھا کہ آج جمعہ کا دن ہے تو ہر تھوڑی دیر بعد سورۃ الکہف کی کسی آیت کا کوئی کلمہ ہم سنتے تھے قریب کان لے جا کر کے کہ حضرت سورۃ الکہف پڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اسی حال میں ایسے ہاتھ سے اشارہ کیا، خدام سمجھ گئے، تسبیح مانگ رہے ہیں، تسبیح رکھی تھی۔ اس کا نام ہی **مذکرۃ** ہے کہ اس سے یاد رہتا ہے کہ اپنے مالک کو یاد کرنا ہے۔ حضرت نے اشارہ کیا تسبیح دی گئی۔ بالکل تندرست آدمی کی طرح اب انگوٹھا چل رہا ہے با قاعدہ تسبیح پڑھی۔ ہم تو ان حضرات کے مجاہدات سے اتنے دور ہو گئے کہ ان کے یہاں تو کوئی پچاسوں قسم کے تو اذکار اور مراقبات ہیں۔ جن کو آج کل کے علماء اور خواص تک بھی جانتے نہیں، نہ اس کے معنیٰ جانتے ہیں۔ کہیں کتاب میں آئے گا تو سوچیں گے کہ اس کے معنی کیا ہوں گے؟۔

## اکابر کا معمولات کا اہتمام

حضرت سہارنپوری قدس سرہ اخیر وقت میں ذکر **اجنبیٰ** میں مصروف تھے۔ لکھا ہے کہ یہ سلطان الاذکار کی قسم کا ذکر ہے کہ جسم کا ہر عضو اللہ کی یاد میں مشغول رہے۔ اسی طرح حضرت قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متعلق لکھا ہے کہ ابھی حضرت پڑے ہوئے ہیں۔ سانس چل رہا ہے، کبھی کوئی کلمہ خدام سنتے ہیں۔ تھوڑی دیر کیلئے دیکھا کہ سب کچھ بالکل بند۔ دھڑکن، سانس کا نکلنا سب موقوف ہو گیا۔ سب حضرات دیکھ کر متفکر ہو گئے کہ یہ تو آخری وقت آ گیا۔ لیکن جو اخص خدام تھے وہ کہنے لگے نہیں۔ ٹھہرو۔ اتنے میں بہت دیر کے بعد لمبا

سانس 'اللہ' کے ساتھ چھوٹا۔ اس کو حبس دم کہا جاتا ہے۔ ایک حبس دم میں پچاس دفعہ **لاالٰہ الا اللہ**۔ سو دفعہ **لا الٰہ الا اللہ**۔ سانس روک کر کے کیا جاتا ہے۔ آپ کوشش نہ کیجئے، بیمار ہو جائیں گے۔ اس حبس دم میں حضرت اس وقت مصروف تھے۔ آخری دن ہے لیکن حضرت کے وہ معمولات جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جسم کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جو میں نے ابھی آپ کے سامنے حدیث پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **رَأَیْتُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِیْ قَدْ بُسِطَ عَلَیْهِ عَذَابُ الْقَبرِ فَجَائَهُ وُضُوْئُهُ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِکَ**۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے میرے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب قبر اس کے سامنے پھیلا دیا گیا۔ اب اس کو بچانے کیلئے زندگی میں اس کا ایک عمل تھا وضو کا یہ پہنچ گیا اور وضو نے سارے عذاب کو ہٹا دیا '**فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِکَ**' اور مکمل طور پر اپنی پناہ میں اس کو لے لیا اور بچالیا۔ یہ جتنے اعمال ہم اس جسم سے کریں گے ایک ایک عمل اس وقت متشکل ہوگا، اس کو شکل دی جائے گی، اس کی ایک صورت اور شکل بنائی جائے گی۔

## ایک صالح نوجوان

آج ہی فون آیا۔ بتایا گیا کہ ہمارے وطن نرولی میں، گاؤں میں ایک نوجوان تھا۔ نیک صالح اور دیندار تو وہ مزدوری کر کے اپنی گذر اوقات کیا کرتا تھا۔ کسی کو اپنے کھیت میں پانی دینے کیلئے ضرورت پڑی تو اس کو پیسے دے دیئے کہ ہماری یہ چابی ہے لے کر جاؤ، موٹر آن کر دو۔ اتنے گھنٹے کیلئے پانی آن کر کے آؤ۔ دن کے وقت میں بجلی چلی جاتی ہے۔ رات کے وقت میں کبھی کبھی وہاں آتی ہے کھیتوں میں۔ تو رات کو جانا پڑتا ہے۔

دن کے وقت میں اس کا یہ کام ہوتا تھا کہ سبزیاں خرید لیں اور گھروں پر جا کر فروخت کیا۔ تو اس کا عرصہ سے معمول ہو گیا تھا کہ سبزی دینے کیلئے آتا تو اس دن کا تازہ تازہ قصہ سناتا۔ کہ میں جب کھیت میں پانی دے کر آ رہا تھا یا پانی دینے کیلئے جا رہا تھا تو جہاں غیر مسلم اپنے

مردوں کو جلاتے ہیں اس میدان سے گذرنا پڑتا ہے۔ وہاں سے رستہ ہے کھیتوں کا۔ تو وہ آ کر بتاتا کہ آج میں جب وہاں پہنچا تو اس طرح کی آواز سنی۔

اور ہر دفعہ مختلف آوازیں اس نے بتائیں جوان قبر والوں کو وہاں عذاب ہو رہا ہے وہ اس کو دیکھتا اور سنتا رہتا تھا۔ پھر گاہکوں کو کہانی سناتا۔ اس وقت کہانی بیان کرتا کہ آج میں نے یہ دیکھا یہ دیکھا۔ جب اس کا تذکرہ ہونے لگا بہت سے اس کے گواہ اور بھی مل گئے۔ کہ بہت سوں نے کہا کہ میں بھی ایک دفعہ وہاں گیا تھا۔ میں نے بھی وہاں اس طرح دیکھا، اس طرح سنا تھا۔ اسی کو اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا۔ اسی لئے عقائد کی کتابوں میں جہاں ایمانیات کا عہد لیا جاتا ہے اور یاد کروایا جاتا ہے وہاں اس کا بھی ذکر ہے 'عذاب القبر حق'۔ کہ عذاب قبر حق ہے، پل صراط حق ہے۔ میزان حق ہے۔ حساب حق ہے۔

یہ نوجوان وہ عذاب خود سنتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ پرسوں اپنے سکوٹر پر سوار ہو کر آ رہا تھا اس کی طبیعت بگڑی ہو گی تو سمجھدار جوان تھا۔ تو اس نے روڈ کے بیچ میں اپنا سکوٹر چھوڑا اور کونے پر کہیں راستہ میں کوئی کچل نہ دے رستہ سے ہٹ کر وہاں وہ لیٹ گیا۔ گاؤں سے ڈاکٹر جا رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ اسکوٹر پڑا ہے کوئی آدمی یہاں ہو گا۔ اسکوٹر راستہ پر کیوں ہے؟ انہوں نے دیکھا نوجوان بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو فلاں کا لڑکا ہے۔ ڈاکٹر نے فون کیا اور اسے وہاں سے لے گئے۔ روزہ کی حالت میں جمعہ کے دن اللہ کو پیارا ہو گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عذاب قبر سے ہمیں بچائے۔ یہ جسم وہاں کام نہیں آئے گا۔ یہ تو گل سڑ جائے گا۔ یہ تو خواص، اللہ کے مخصوص بندے ہیں جن کے اجسام محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ورنہ تو یہ جسم کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بنے گا۔ ہم اسی جسم کیلئے محنت کر رہے ہیں۔

...

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مبارک ایام کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہاں آپ حضرات

کیلئے ہر طرح کے انتظام کی ہم کوشش تو کرتے ہیں۔ پھر بھی کسی ساتھی کی منشا کے مطابق انتظامات نہ ہوں تو اس سے معافی چاہتے ہیں جس کسی کو بھی کسی طرح کی رات کے وقت میں کھانے کی، پینے کی کسی طرح کی حاجت ہو تو مفتی شبیر احمد صاحب یہاں ہیں، اور اساتذہ ہیں مولانا جنید صاحب ہیں ان حضرات کو ضرور بتادیں۔ انتظام کی وہ کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ان ایام کو خیر و عافیت کے ساتھ ہمیں وصول کرنے کی توفیق دے۔

...

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔**

۲۲/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدینۃ العلوم میں عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ذکر سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کو گیارہ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیلئے فرمایا ہے مگر جب بھی میں یہ ایصالِ ثواب کرتا ہوں تو مجھے بہت شرم محسوس ہوتی ہے کہ مقدس بارگاہِ عالی اور صرف گیارہ مرتبہ سورۃ فاتحہ۔

ہمیں بھی جب ہم درود شریف پڑھنا شروع کریں اس وقت ہمیں بھی یہ احساس ہونا چاہئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہم بڑے پر تقصیر ہیں۔ ہماری طرف سے بہت کوتاہی اور اب تک خطا اور چوک ہوئی۔ اس پر ہمیں ندامت ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ندامت نصیب فرمائے جیسی حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہو رہی تھی۔

## حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اوراس ندامت کا کیا انہیں صلہ ملا کہ حضرت کے صاحبزادہ حضرت مولانا حامد میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور کو ہم نے دیکھا تو وہ فرشتہ صورت انسان تھے۔ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر اپنے آپ کو کوستے رہے کہ یارسول اللہ! میں تو بہت مقصر ہوں کہ آپ کی درگاہِ الٰہی اور میں اتنا ہدیہ بھیج رہا ہوں۔ مگر انہیں اس کا صلہ کیا ملا؟

عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب حضرت کے صاحبزادہ وہ جس دار العلوم کے احاطے میں رہتے تھے ہمیں بتایا گیا کہ تیس برس سے یہاں سے وہ نکلے نہیں ہیں اور تیس برس سے یہاں معتکف ہیں۔ یہ الفاظ بتانے والوں نے استعمال کئے۔ ہر وقت حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب کے ہاتھ میں تسبیح رہتی اور عجیب نور ان کے چہروں پر نظر آتا تھا ان کے اذکار کا۔ تو ان کے مجاہدات کے ساتھ ساتھ ان کے والد محترم کی اس سوچ کا صلہ اوراس کا فیض تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی ندامت ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا ذکر خیر ہو رہا تھا کہ حضرت کا آخری دن ہے، اس دنیا سے تشریف لے جارہے ہیں پھر بھی معمولات ادا ہورہے ہیں۔ نماز اور ہر چیز پابندی سے ادا ہورہی ہے۔ جمعہ کے دن کا انتظار تھا، جمعہ کا دن آ گیا، نہیں پڑھ سکتے، نہیں بول سکتے مگر ہر تھوڑی دیر بعد لوگ سن رہے ہیں کوئی کلمہ سورہ کہف کا نکل رہا ہے۔ تسبیح اشارہ سے مانگی اور باقاعدہ تسبیح پوری کی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح معمولات پر پابندی کی ہمیں بھی توفیق دے۔ اور انہی آخری پانچ دنوں میں، میں نے کل عرض کیا تھا کہ چار آدمی اٹھا کر بٹھا کر نماز پڑھا رہے ہیں۔ اشکال کیا گیا کہ بیٹھ کر پڑھ لیں۔ فرمایا نہیں۔ شامی دیکھو!

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور بخاری شریف

شامی تو ایسی حضرت کو یاد تھی جیسی ہم نے دیکھا سیدی ومولائی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو

بخاری شریف کہ حضرت کھولتے نہیں تھے پارہ۔ بند ہی رہتا تھا۔فرماتے تھے ’پیارو! کتاب الوضوء کھولو اپنی کتاب میں۔ پیچھے سے دو ورق الٹو اور نیچے سے تیسری سطر دیکھو وہاں یہ روایت ہے‘۔جس طرح حافظ کو پورا نقشہ ذہن میں ہوتا ہے قرآن کریم کا یہ صفحہ ختم ہوتا ہے وہاں یہ کلمہ ہے۔وہاں یہ آیت ختم ہوتی ہے۔ صفحے کے شروع میں پہلا کلمہ اس صفحے پر یہ ہے اور پہلی آیت یہ ہے۔

جتنا استحضار اس حافظ کو ہوتا ہے اس طرح کی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے سامنے بخاری شریف تھی۔ یہی حال حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شامی کے بارے میں بھی تھا۔اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں کے بارے میں بھی تھا۔

## حضرت گنگوہی قدس سرہ اور شامی

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مسئلے کے بارے میں فرمایا کہ وہ شامی میں ہے دیکھ لو۔ ہم الٹتے رہے، ڈھونڈھتے رہے وہ مل کے نہیں دے رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا شامی لاؤ۔ حضرت کی بینائی تو تھی نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ لاؤ۔ اس طرح کر کے جس طرح پیسے نوٹ گنتے ہیں، اس طرح جلدی جلدی میں کچھ اوراق الٹے اور آگے پیچھے کر کے وہاں ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ دیکھو یہاں پر تو بالکل اسی جگہ وہ مسئلہ موجود تھا۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت فقہ سے مناسبت کیسے پیدا ہو؟ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں تو شامی پر زیادہ زور تھا۔فرمایا کرتے تھے کہ جس نے بالاستیعاب مکمل طور پر شامی دیکھ لی، بار بار بالاستیعاب اسے دیکھا ہو وہ فتویٰ دے سکتا ہے اس کے بغیر فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔اور حضرت فرماتے تھے کہ شامی نے جو اقوال نقل کئے ہیں مفتیٰ بہ ان اقوال پر میں فتویٰ دیتا ہوں۔خود شامی کا قول میں نہیں لیتا کہ ھم رجال ونحن

رجـــال ۔ کہ وہ معاصر ہیں۔ ان سے پہلے والوں کے جو اقوال شامی نے نقل کئے ہیں اس پر میں فتویٰ دیتا ہوں۔

اور حضرت کے متعلق حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت نے شامی بالاستیعاب اول سے اخیر تک ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں بار بار مکمل دیکھی ہے۔ جب اتنا استحضار تھا حضرت کو کہ نابینا ہیں اس وقت بھی اوراق خود ہی کھول کر کے انگلی رکھ کر بتادیا کہ اس جگہ پر یہ مسئلہ موجود ہے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ظفر صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شامی اور بدائع الصنائع۔ اور بدائع اس لئے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی حیوٰۃ طیبہ میں بدائع چھپی نہیں تھی اور دستیاب نہیں تھی ورنہ حضرت بدائع کو بھی شامی کی طرح فرماتے۔ تو یہ دو کتابیں فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کیلئے نہایت ضروری ہیں۔

اور شامی کو حق تعالیٰ شانہ نے اس قدر قبولیت عطا فرمائی کہ جتنے ممالک اسلامیہ ترکوں کے قبضہ میں رہے بالخصوص شرق اوسط کے، تو ان تمام جگہوں پر اسی شامی کا حکم چلتا تھا۔ اسی کے مطابق قضاۃ اپنے فیصلے دیتے تھے۔ جج اپنے فیصلے دیا کرتے تھے۔

## ’قال الامام الاعظم‘

ہم جب ۷۳ یا ۷۴ء میں قاہرہ میں تھے تو اس زمانے میں پورے شرق اوسط میں سب سے مشہور اور سب سے زیادہ سنا جانے والا ریڈیو مصر کا سمجھا جاتا تھا۔ ایک چینل تو اس کا مستقل طور پر قرآن کریم کیلئے چوبیس گھنٹے وقف رہتا تھا۔ اور جس پر خبریں اور تبصرے اور دوسری چیزیں آتی تھیں ان میں سے ایک پر وہاں کے قوانین کے اوپر بحث ہوتی تھی، قوانین کی دفعات کے متعلق، کہ آج سرقہ کے متعلق، چوری کے متعلق، آج کرائے کے متعلق بحث ہے۔ وہ جب شروع کرتے تھے تو **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے بعد کہتے ’**قال الامام الاعظم**‘ اس سے شروع کرتے تھے۔ اس درجے میں حق تعالیٰ نے شامی کو قبول فرمایا،

ردالمحتار کوقبول فرمایا۔

اس میں ان کی بزرگی کو بھی دخل ہے اور ان کی والدہ محترمہ کی دعاؤں کو بھی دخل ہے۔جب علامہ شامی نے تعلیم حاصل کرلی۔میری طرح سے بائیس برس کی عمر میں جب میں مظاہر العلوم سے فارغ ہوکر وطن پہنچا تو والد صاحب مجھے فرمارہے ہیں کہ اب میں یہاں تمہیں سامان منگوادیتا ہوں گھر ہی میں جس طرح میں دکان چلایا کرتا تھا تم دکان کھول لو یہاں اور گاؤں میں دکان ہماری انشاءاللہ اچھی چلے گی۔

## علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کوایک بزرگ کی نصیحت

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے بھی یہی سوچا اور بچے کو دکان پر بٹھادیا۔اب شامی دکان پر بیٹھے فارغ ہیں وہ قرآن شریف پڑھتے رہتے مگر کسی گذرنے والے صاحب علم نے ان کوٹوکا اور فرمایا کہ ارے بچے! قرآن کریم پڑھنے کا تمہیں شوق تو ہے مگر ایک تو تم غلط پڑھتے ہو۔تجوید کی درستگی کے بغیر تمہیں قرآن مجید نہیں پڑھنا چاہئے۔اپنا قرآن پہلے درست کرو تجوید سیکھو۔

دوسری بات ارشاد فرمائی کہ تم زور سے قرآن پڑھتے ہو تو یہ جتنے گذرنے والے ہیں جو اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں جو اپنے دھندے میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنے دھندوں کو چھوڑ نہیں سکتے اونچی قرأت کی وجہ سے انہیں بھی تم گنہگار کررہے ہو۔اس لئے قرآن کریم کے آداب واحکام بھی تمہیں سیکھنے چاہئیں۔

حق تعالیٰ شانہ کی رحمت خاصہ ہوگی جو شامی کی طرف متوجہ ہوئی ان بزرگ کی شکل میں چنانچہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد آگے منزل طے کرنا شروع کی اور حق تعالیٰ نے انہیں یہاں تک پہنچایا کہ شامی ملکوں کا دستور بنی۔اوراس میں جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان کی بزرگی کو بھی دخل ہے کیونکہ ان کے متعلق لکھا ہے کہ جیسا کہ آپ بار بار سن رہے ہیں صائم

**الدھر، قائم اللیل** تھے کہ ساری عمر کے روزے ساری عمر رات کو کبھی سوئے نہیں ساری عمر عبادت میں مصروف رہے۔

## علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا وضو کا اہتمام

ان کا معمول تھا ساری عمر کیلئے باطہارت اور باوضو رہنا۔ جیسے ہی نیند سے آنکھ کھلی اس وقت سے لے کر لیٹنے تک ہمیشہ باوضو رہتے۔ ہمارے یہاں دار العلوم میں حضرت مولانا ہاشم صاحب اس کی بڑی پابندی فرماتے رہے اللہ کرے بیماری میں بھی وہ اس کو نبھا رہے ہوں۔ یہ شامی کا ساری عمر کیلئے معمول تھا۔ میں نے کل حدیث عرض کی تھی کہ **'رأیت رجلا من امتی'** کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ عذاب قبر نے اسے گھیر لیا مگر وضو نے اسے بچالیا۔

یہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص معمول تھا۔ اور یہ ہمارے اکابر کا بھی معمول رہا۔ باوضو رہنا بڑا زبردست ہتھیار ہے مومن کیلئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت باطہارت رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا کثرت تلاوت قرآن

اور دوسرا ان کا معمول یہ تھا کہ آج کل جس دھندے میں ہم لگے ہوئے ہیں، بار بار عرض کرتے ہیں کہ ان کی طرح ایک دن تو کوشش کریں کہ پورا قرآن شریف پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں۔ آپ پڑھ کر دیکھئے کہ نہ تھکاوٹ ہوگی۔ آپ شروع کریں گے تو کل اس وقت تک آپ دیکھیں گے کہ آپ اسی طرح ہیں، کوئی تغیر آپ کی طبیعت میں نہیں آئے گا۔ نہ آپ بیمار ہوں گے نہ سر میں درد ہوگا بلکہ قوت اور بڑھے گی، نشاط اور بڑھے گا۔

یہاں ہمارے مہمانوں میں، آپ کے ساتھیوں میں ایک ایک قرآن شریف روز پڑھنے والے بہت سے ہیں۔ کتنے گھروں میں مستورات روز ایک قرآن شریف پڑھنے والی ہیں۔

وہ جب اپنے گھریلو دھندوں کے ساتھ روز ایک قرآن پڑھ سکتی ہیں تو ہم کیوں نہیں پڑھ سکتے۔ ہم تو یہاں اسی کام کیلئے وقف ہیں۔ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہمارے اکابر کی طرح معمول تھا ساری عمر کیلئے رمضان میں روز ایک قرآن شریف پڑھتے تھے۔

رمضان المبارک کے ایام جس طرح ان حضرات نے وصول فرمائے کاش کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی اس کو وصول کرنے کی توفیق دے۔ اور قرآن کریم چونکہ حق تعالیٰ شانہ کا اپنا کلام ہے، اس لئے میں نے عرض کیا کہ اس سے اور قوت آئے گی۔ آپ کی ہر چیز میں اضافہ ہوگا۔ روحانیت میں اضافہ ہوگا، جسمانی طاقت میں اضافہ ہوگا۔ یہ عمل ہماری طاقت قوت سے نہیں ہوتا، صرف ہماری نیت ہو۔ خود بخود ہو جاتا ہے جس طرح حفظ خود بخود ہو جاتا ہے۔

## علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ

آپ بار بار نام سنتے ہیں شراح بخاری میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا۔ ان کے استاذ اور ان کے تمام اساتذہ میں سب سے زیادہ ان کے چہیتے استاذ۔ وہ جب ان کا نام لینا شروع کرتے ہیں تو جس طرح میں نے ابھی مولانا حسین احمد مدنی کہنے کی بجائے شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام کہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی تھے حضرت مدنی قدس سرہ، ایسی محبوبیت ٹپکتی تھی کہ آپ دیکھیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی آنکھوں سے آنسو ویسے ہی بہنا شروع ہو جائیں گے۔ عجیب وغریب محبوبیت تھی۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جہاں کہیں اپنے استاذ کا عزالدین ابن جماعۃ کا ذکر فرماتے ہیں تو پہلے ایک لقب لائیں گے اس سے سیری نہیں ہوگی، دوسرا، پھر تیسرا اور اخیر میں جا کر '**امام الائمۃ**' آخری لقب ہوگا پھر ان کا نام لیں گے، کہ اماموں کے امام، **امام الائمہ**۔ ان کے متعلق لکھا ہے عزالدین ابن جماعۃ کے متعلق لکھا ہے۔ ان کے شاگرد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے۔

فرماتے ہیں کہ ابھی علامہ عزالدین نوجوان تھے اورکسی علاقے میں پہنچے وہاں مجمع دیکھا۔ وعظ کہنا شروع کیا جو سامعین تھے انہوں نے وعظ بڑا پسند کیا۔ وعظ کے بعد ان سے مل رہے ہیں اور مبارک باد دے رہے ہیں کہ یہ عمر اور اتنا مؤثر وعظ آپ کا پھر ساتھ وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کو امام رکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے؟ میں حاضر ہوں۔ اس پر پوچھا کہ آپ حافظ ہیں؟ کیوں کہ ابھی رمضان شروع ہورہا ہے اور ہم تراویح میں ہمیشہ پورا قرآن سنتے ہیں تو آپ حافظ ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں حافظ نہیں۔ سامعین نے کہا ہم آپ کو امام مستقل طور پر رکھ لیتے مگر آپ حافظ نہیں اور ہمیں تراویح میں قرآن نہیں سن پائیں گے اس لئے معاف کرنا ہم معذور ہیں۔

## علامہ عزالدین ابن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کا حفظ قرآن

علامہ عزالدین ابن جماعۃ نے فرمایا کہ نہیں نہیں تراویح میں قرآن تو میں آپ کو سنادوں گا۔ مصلیوں نے کہا کہ پورا سنا دوگے؟ فرمایا کہ ہاں سنادوں گا۔ اب مجمع یہ سمجھا کہ انہوں نے پہلے تواضع اور عاجزی کے طور پر کہہ دیا کہ میں حافظ نہیں ہوں اور اب تراویح پڑھانے کیلئے تیار ہیں۔

چنانچہ پہلے دن ایک پارہ، دوسرے دن ایک پارہ۔ رمضان المبارک ختم ہوا اور تراویح پڑھادی اور پورا قرآن سنادیا۔ جب قرآن ختم ہوا تو اس کے بعد انہوں نے اپنا واقعہ سنایا۔ علامہ عزالدین ابن جماعۃ نے اپنے مصلیوں کو بتایا کہ رمضان المبارک سے پہلے آپ حضرات نے جب مجھ سے تراویح کی فرمائش کی تھی، مجھ سے پوچھا تھا کہ تم حافظ ہو؟ تو میں نے انکار کیا تھا تو میں نے بالکل سچ بتایا تھا کہ میں حافظ نہیں ہوں۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں روز ایک پارہ یاد کر کے ہر رات تراویح میں ایک پارہ سنا دیا کروں گا۔ اس طرح میں روز ایک پارہ آپ کو سناتا رہا اور اس طرح میں نے پورا قرآن مجید آپ کو سنایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ

ہمیں بھی اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان بچوں کے متعلق بھی حافظ، عالم بنانے کا جو آپ ارادہ کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے پورا فرمائیں گے۔

## علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کے مجاہدے

کتاب شامی کی قبولیت کے بارے میں، میں ایک چیز بھول گیا کہ اس میں ان کی والدہ محترمہ کی دعاؤں کو بھی بڑا دخل ہے۔ ہوا یہ کہ بیٹا پہلے چلا گیا۔ علامہ شامی کا ماں سے پہلے انتقال ہوگیا۔ جس عمر میں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اتنی ہی عمر شامی نے پائی اور اس دنیا سے چلے گئے۔ والدہ زندہ تھیں روتی رہتیں اور دعائیں کرتی رہتیں۔

انہوں نے اپنا معمول بنالیا تھا۔ والدہ محترمہ نے سوچا کہ بیٹا تو ہر وقت قرآن پڑھتا رہتا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا دینی کام ان سے لیا۔ جتنا ماں سے ہوسکتا تھا تو وہ کر گذرتی تھیں اور وہ دعائیں کرتی تھیں۔ اور کیا کرسکتی تھیں ایک ہفتہ میں سوا لاکھ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھتی تھیں بیٹے کیلئے۔ اب سورۂ اخلاص ہم میں سے ہر شخص کتنی آسانی سے پڑھ سکتا ہے، مرحومین کیلئے پڑھ سکتا ہے، ہمارے اکابر کیلئے، مشائخ کیلئے پڑھ سکتا ہے۔

ماں کی دعاؤں اور ایصالِ ثواب نے بیٹے کو کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ کتابیں تو بہت ساری لکھی گئیں۔ مگر ان کی کتاب شامی **رد المحتار** کس درجے مقبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم سے ہمیں بھی شغف عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ سال رمضان میں ادب کے موضوع پر بولنے کی کوشش کی کہ دوسرے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ اصدقاء، رفقاء، ان کے آداب، مسجد کے آداب، قرآن کریم کے آداب بتائے تھے۔

پچھلے سال ادب کا موضوع رہا۔ اس سال تو ہمارا موضوع پہلے دن سے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کے ہندوستان سے پیدل حج کے بیان سے شروع ہوا۔ پھر انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے مجاہدات اور اللہ کے نیک بندوں کے مجاہدات ذکر کئے۔ اسی میں کل پرسوں ذکر ہوا حضرت گنگوہی قدس سرہ کی مرض الوفات کی نمازوں کا کہ چار چار آدمی نماز پڑھا رہے ہیں۔

دوستو! یہ جسم ہمیں اس لئے دیا گیا ہے کہ اُسی کیلئے ہم استعمال کریں۔ منع کیا گیا ہمیں اور چیزوں میں اس کے استعمال سے۔ غلط استعمال سے بھی منع کیا گیا ہے۔ جو حقوق اللہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ہم پر حق ہے اسی میں ہم استعمال کریں۔

اب یہ دل دماغ دیا گیا تصور کیلئے کہ، حق تعالیٰ شانہ کی ذات کو اس میں بساؤ۔ ہر وقت اسی کی طرف ٹکٹکی لگی رہے، وہی آپ کا قبلہ رہے، اسی کو آپ سوچتے رہیں، اسی کو بولتے رہیں، اسی کو دیکھتے رہیں۔ اس کے نبی کا تصور رکھیں۔ انہیں اپنے دل میں بسائیں۔ ابھی حضرت شیخ

یونس صاحب اس سفر میں فرمارہے تھے کہ میں اب اور کوئی کتابیں نہیں دیکھتا سوائے عربی کتابوں کے۔ پھر فرمایا کہ میں صرف عربی کتابوں میں بھی صرف حدیث کی کتاب دیکھتا ہوں۔

اسی کے ذیل میں میں نے سنایا کہ ہمارے تمام اکابر حدیث کے بہانے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں اپنے کو ہر وقت مشغول رکھتے ہیں۔ یہی ان کا تصور رہا کرتا ہے۔

اسی [تصور] کے نتیجے میں حق تعالیٰ شانہ نے ان حضرات کو کہاں تک پہنچایا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی کتاب یاد یاراں ہے کتنی محبت ٹپکتی ہے، نام ہی کتاب کا 'یادِ یاراں'۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ستارہی تھی، اس پر وہ کتاب لکھی۔ اس کتاب سے حضرت کے دو خواب سنائے تھے۔ اسی کتاب میں حضرت کے اس مضمون کے اخیر میں دو مکاشفے بھی ہیں۔

## حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شوق لقائے رب

جب حضرت گنگوہی قدس سرہ کی طبیعت زیادہ خراب رہنے لگی اب سب رو رہے ہیں۔ جیسے ہم لوگ وہاں مدینہ شریف میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام میں ہمارا یہی حال تھا۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سب کے مشورہ سے ہم نے بخاری شریف کے پارے کہیں سے حاصل کئے اور بخاری شریف کا ختم ہوا، قرآن مجید کے ختمات ہورہے تھے۔

یادِ یاراں میں بھی لکھا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کیلئے قرآن کریم کے ختم پڑھے جارہے تھے، بخاری شریف کے ختم پڑھے جارہے تھے، اس کے بعد دعائیں ہورہی تھیں۔ جب دعا ہورہی تھی تو اس کے متعلق یادِ یاراں میں ہے کہ کسی بزرگ نے دیکھا، ظاہر ہے دعا یہی کررہے تھے، رو رہے تھے کہ الٰہی ہمیں ان کی سخت ضرورت ہے، ہمارے پاس

انہیں رہنے دیجئے، ان کا سایہ ہم پر دراز رہے۔ اس کی دعائیں ہورہی تھیں۔
اس کے جواب میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مکاشفہ میں بتایا گیا کہ اب تو تمہارے لئے صبر کا وقت آ ہی گیا ہے۔ تمہیں صبر ہی کرنا پڑے گا۔ اور حضرت نے دوسرا مکاشفہ لکھا کہ اسی دعا کے دوران، بیداری کی حالت میں، مکاشفے میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب مل رہا ہے اس دعا کا۔ اوپر سے فرمایا گیا کہ تم تو انہیں اپنے پاس رکھنے کی دعا کرتے ہو اور انہیں ہمارے پاس آنے کی جلدی ہے۔ اب یہ کتنا بسا یا لقائے خداوندی کے تصور کو کہ قبول ہو گیا۔

## اکابر صوفیہ اور علمی کمال

حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ علامہ قشیری نے جہاں صوفیائے کرام کے عقائد شروع کئے ہیں وہاں سب سے پہلے توحید کا بیان ہے۔ یہ صوفیاء کو تو مستقل ایک سازش کے تحت بدنام کیا گیا ہے ورنہ صوفیاء سے بڑھ کر موحد کون ہوسکتا ہے کہ جن کی ٹکٹکی ہر وقت اوپر عرش ہی کی طرف ہو۔ ان سے بڑھ کر کوئی موحد ہوگا دنیا میں؟ انبیائے کرام اور صحابہ کرام کے بعد کوئی نہیں ہوسکتا۔ ان حضرات کی بحثیں بھی آپ کو اور جگہ نہیں ملیں گی، جیسے میں نے حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے مرض الوفات کا ذکر کیا تھا کہ حضرت کو مشغول پایا گیا اپنے ایک خاص ذکر میں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ اس ذکر اجنبیٰ کے نام سے آج خواص بھی نا آشنا ہوں گے۔ وہ ذکر کیا ہے یہ بھی پتہ نہیں۔ نام کیا ہے یہ بھی پتہ نہیں۔
جیسے گذشتہ کل حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اخص الخواص اساتذہ میں سے، ان کے چہیتے محبوب استاذ حضرت ابن جماعۃ کا ذکر کیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اتنی محبت تھی، اتنی محبت تھی، کہ کتنا عرصہ ان کے ساتھ رہے؟ تیس برس خدمت میں رہے۔ فرماتے ہیں کہ تیس برس ان کے ساتھ رہے۔ حافظ ابن حجر ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ امـــام

**التفسیر** تھے، **امام الحدیث** تھے، **نقد الرجال** کے امام تھے۔ انتیس (29) فنون گنوائے جن میں وہ امام کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے بعد سنئے۔ پھر وہ لکھتے ہیں، اپنے استاذ کے متعلق کہ یہ تو میں نے انتیس گنوائے ہیں۔ دوسرے تیس علوم وہ ہیں جن کے نام بھی آج کل کے علماء نہیں جانتے۔ ساتویں، آٹھویں صدی کے متعلق وہ فرمارہے ہیں کہ جن فنون کے نام بھی اس وقت کے علماء کو نہیں معلوم ایسے تیس اور فنون کے یہ ماہر اور امام تھے۔

اسی طرح یہ جو اکابر اولیاء اللہ ہیں ان کی باتیں ہماری سمجھ سے بالا، ان کے علوم ہماری سمجھ سے بالا۔ وہ ایسی ایسی بحث میں جاتے ہیں جہاں کوئی جا نہیں سکتا۔ جیسے آج کل، آج کل کیا، پہلے بھی **وحدت الوجود** اور **وحدت الشہود** کے بھنور میں لوگ گمراہ ہوگئے۔ سمجھ ہی نہیں پائے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ بالکل یہی حال ان کے دوسرے علوم کا ہے کہ ان کی پرواز ہر جگہ اونچی۔

ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بحث چھیڑی، کتنی پیاری بحث۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قرآن پاک میں ہے '**سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی**' کہ اس پاک ذات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کیلئے اپنے پاس بلایا۔ بحث انہوں نے اس جگہ چھیڑی کہ حق تعالیٰ شانہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا یا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانا چاہتے تھے۔

دونوں طرح کی دعوتیں ہوتی ہیں۔ آپ کو پتہ بھی نہیں اور آپ کے پاس دعوت نامہ آگیا اور آپ پہنچ گئے شاہی دعوت پر۔ یہاں لکھا ہے بڑی تفصیل کے بعد ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ذات پاک کا اتنا اشتیاق تھا، اتنا اشتیاق تھا اور موجودہ احادیث کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے اس میں بھی کوئی نہ کوئی ایسی چیزیں مل جاتی ہیں۔

اس سے زیادہ اور چیز کیا ہوگی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہورہے ہیں، کس

کیلئے پریشان ہو رہے ہیں، صرف محبوب کے یہاں سے آنے والے قاصد کے رک جانے پر پریشان ہیں۔ ابھی نہیں آئے، نہیں آئے۔ تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے پریشان ہیں کہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاتے 'لکی یتردی عن الجبل'۔

ابوالحسن نوری فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید اشتیاق تھا حق تعالیٰ شانہ نے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں بلایا۔ یہ نکتہ جو ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا، یہ حاصل کرلیا اولیاء اللہ نے۔ اور کس درجہ حاصل کیا؟ میں نے عرض کیا کہ ہم تو اپنی منزل کیا، اس کے تصور سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں، چلیں گے کیا؟

## حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

ان حضرات کا حال کیا تھا کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں حضرت مولانا روم۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا جو کلام ہے، جگہ جگہ جو ان کی کتابیں ہیں، مثنوی کے علاوہ اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں وہاں حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

میں نے کئی دفعہ سوچا کہ میں ایک کتاب لکھوں اور اس میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کے جو مقتول ہیں ان کو جمع کروں۔ کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایک شعر کسی کے کان میں پڑا، کسی نے زبان سے اس کو پڑھنا شروع کیا اور اس کے مضمون کو وہ برداشت نہیں کر سکا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار میں اتنی تاثیر ہے، ان کے زمانے میں، ان کے بعد صدیوں تک، اب تک بھی کہ ان کے پڑھنے کا اس درجے کا اثر کہ اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ ایسے واقعات کو میں ایک کتاب میں جمع کروں کہ جب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ حال ہے۔ یہ حال ان کو ملا کہاں سے؟ کہتے ہیں کہ شمس

تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے۔

## حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ

کیسے ملا کہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ابھی نوعمر ہیں کہ جس کے چہرے پر ابھی داڑھی مونچھ آنی شروع نہیں ہوئی مگر وہ بالغ ہو گئے، سمجھ دار ہیں تو اس عمر میں حق تعالیٰ شانہ کی شریعت کے مطابق تو وہ رجل اور بالغ شمار ہوتا ہے مگر عام انسان کہتے ہیں یہ تو ابھی بچہ ہے نوجوان ہے۔
اس عمر میں کہیں انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کی فرضیت کی داستان اور احکام سنے تو یہ مضمون ان کے دل پر اتنا اثر کر گیا کہ لکھا ہے کہ انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں۔
کہتے ہیں وہ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ مدت لکھی ہے کہ چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس دن گذر جاتے تھے اور گھر والے خوشامد کر رہے ہیں، منت کر رہے ہیں کہ کہیں موت واقع ہو جائے گی۔ مگر وہ کھا ہی نہیں سکتے۔ اور جس کو اس درجے اور ایسے محبوب سے عشق ہو جائے اور محبت ہو جائے تو وہ کیسے کھا پی سکتا ہے۔ تو پیر کا جب یہ حال، وہ بھی ان کی نوعمری کا، بالکل ابتدائی عمر کا یہ حال تھا اور جب اس وادی میں آگے قدم رکھ کر وہ چلے ہوں گے تو کتنا چلے ہوں گے؟ کہاں تک پہنچے ہوں گے؟ کیا حال ہوا ہوگا؟
خود شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال ہوا کہ جب مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی ہے تو ایک نشست، ایک ہی مجلس اور اسی میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی کایا پلٹی ہے حالانکہ یہ تو بہت بڑے علامہ تھے۔ خود ان کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں، درس تھا، ایک مخلوق ان سے مستفید ہو رہی تھی مگر ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر، جیسے ہی ان کے پیر سے چند کلمات سنے تو اس کا دل پر اتنا اثر ہوا کہ وارفتگی میں نکل کھڑے ہوئے۔ جو مجمع ان سے مستفید ہو رہا تھا، جس علاقے میں ان کا دینی علمی رسوخ تھا تو انہوں نے پکڑ لیا حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کو

کہ ہمارا تو سارا کام تم نے تباہ کر دیا۔ پھر مشکل سے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی جان بچی۔

لکھا ہے کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مولانا روم سے کیا ملے کہ ایک آگ دے کر چلے گئے۔ اور وہ آگ سلگتی رہی، سلگتی رہی حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے جو لگائی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں۔ تو ان کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کیا پھر اثر نہیں کریں گے۔ اسی لئے ہمارے ان اکابر میں سے سب کے یہاں دیکھتے ہیں کہ مثنوی، مثنوی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی عاشق تھے مثنوی کے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی وجہ سے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مثنوی کا درس ہوتا تھا۔

## علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ

دوستو! ہمیں یہ اپنے تصورات کو بدلنے کی ضرورت ہے، اپنا فریضہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ہم اپنے آپ کو دوسری چیزوں میں ضائع کر رہے ہیں۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ، جنہوں نے یہ واقعہ لکھا، میں نے آپ کو سنایا تھا۔ خود ان کے حالات میں لکھا ہے، علامہ قشیری کے حالات میں کہ جب ان کا وصال ہوا تو ان کے خلفاء تھے، ان کے اساتذہ تھے، ان کے تلامذہ تھے، ان کی اولاد تھی، اور انہوں نے ورثہ چھوڑا، ترکہ چھوڑا۔ لکھا ہے کہ اس میں ایک گھوڑا چھوڑا۔ جیسا کہ میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ ہم کم از کم ان جانوروں سے تو سبق لیں۔ ہمیں تو حق تعالیٰ شانہ نے کتنا علم دیا، فہم دیا، دل، دماغ ہر چیز ہم رکھتے ہیں۔

لکھا ہے علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں کہ جیسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی ایک سے زائد سواریوں کے بارے میں آتا ہے کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا حالانکہ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت تو انہیں نہیں کھلاتے پلاتے تھے۔

ابھی گذشتہ مہینے ایک دوست تشریف لائے تھے تو گھوڑوں کے سلسلے میں کوئی بات میرے منہ سے بچپن کی نکل گئی تو مجھے کہنے لگے کہ اوہ میرے پاس اتنے گھوڑے ہیں اور میں جب انہیں چارہ دینے کیلئے جب وہاں ہفتہ عشرہ میں ایک دفعہ جاتا ہوں تو جیسے ہی میں اصطبل میں داخل ہوتا ہوں ایک گھوڑا ہے اگر غلطی سے کسی اور گھوڑے کے پاس چلا گیا اگر کسی دوسرے پر میں نے ہاتھ پہلے رکھ دیا اور دوسرے نمبر پر اس خاص گھوڑے کے پاس گیا تو وہ مجھ سے منہ نہیں لگائے گا۔ میں ہزار کوشش کروں گا ہر طرح سے چمکارنے کی کوشش کروں گا مگر کسی طرح بھی وہ راضی نہیں ہوگا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے عرض کیا کہ ایک سے زائد سواریاں ایسی روایات میں آتی ہیں کہ وہ کھا پی نہیں سکیں۔ آقا کے فراق میں انہوں نے بھی بغیر کھائے پیئے اپنی جان دے دی۔

یہی حال علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہے کہ جب ان کا وصال ہوگیا تو ان کا ایک گھوڑا تھا اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک ہفتہ وہ زندہ رہا۔ ایک ہفتہ میں اس نے نہ کھایا نہ پیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے اور حق جل مجدہ اللہ کی ذات پاک سے ایسی محبت عطا فرمائے کہ ہم بھی ہر چیز سے بے نیاز ہوکر انہی کی طرف متوجہ رہیں۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیکھئے آج صرف آدھا پارہ پڑھا گیا۔ پہلے سوا پارہ پڑھا جاتا تھا، پھر ایک پارہ ہوا۔ اب آدھا پارہ ہوگیا اور رہ گئے صرف ڈھائی پارے۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے ہماری زبانوں پر کیا تھا کہ بڑے مجاہدے کا رمضان ہے۔ اسی پر شروع کیا تھا کہ ہمارا تو مجاہدہ ہے ہی نہیں، کسی طرح بھی نہیں ہے۔ نہ کہیں کوئی حادثہ ہوا ان روزوں میں، روزوں کی وجہ سے نہ کسی کی صحت کو نقصان پہنچا، بلکہ جو ہم نے نقصان پہنچائے تھے سال بھر، ادھر ادھر سے بے اعتدالی کر کے تو ان روزوں کی برکت سے صحت بہتر ہوگئی، جو شخص اپنا معائنہ کروائے گا تو سو فیصد صحیح کا رزلٹ (نتیجہ) پائے گا کہ کتنی ساری بیماریوں سے اللہ نے نجات دے دی جو کہ رمضان کے روزوں کے شروع ہونے سے پہلے تھیں۔ اسی لئے تو یہ موضوع شروع کیا تھا کہ یہ مجاہدہ نہیں، مجاہدہ تو انبیاء علیہم الصلوات والسلام کا تھا۔

## حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام سے شروع کیا تھا کہ مجاہدہ ان کا تھا کہ کہاں جنت میں قیام پھر کہاں یہ روئے زمین پر تن تنہا۔ حضرت حوا بچھڑ کر وہ کہیں اور حضرت آدم

علیہ السلام کہیں اور بچھڑے ہوئے ہیں۔طویل عرصہ مفارقت رہی۔اور جہاں اتارا گیا وہاں کی کسی چیز کا کوئی حال معلوم نہیں۔نہ لباس کا، نہ کھانے کا نہ پینے کا نہ مکان کا۔خود تن تنہا سبھی کچھ انجام دینا ہے۔دنیا میں کوئی مثال کوئی پیش کرسکتا ہے کہ اس طرح کا ابتلاء کسی کو پیش آیا ہو۔اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ' کہ سب سے زیادہ آزمائشی زندگی انبیائے کرام علیہم الصلوات والسلام کی ہوتی ہے۔

کوئی کہے گا کہ دنیا میں اس طرح کے واقعات اور بھی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم الصلوات والسلام کو تکالیف کے پیش آئے لیکن یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرات انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے ساتھ براہ راست بلا کسی سبب کے یہ معاملہ تھا اور غیر انبیاء تو اپنے لئے کتنے سارے اسباب مہیا کرتے ہیں، دعوت دیتے ہیں ان بلاؤں کو، آفتوں کو۔حضرات انبیاء علیہم الصلوات والسلام کو جو مجاہدات سے گذارا گیا وہ ان کی رفع منزلت اور درجات کی بلندی کی خاطر تھا۔

اور ہمیں جو کچھ پیش آتا ہے تو وہ دو وجہ سے آتا ہے۔ایک تو گناہ کی وجہ سے آتا ہے۔ دوسرے جن کے اعمال و اختیاری مجاہدے اس درجے کے نہیں ہوتے، وہاں یہ چیزیں پیش آتی ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان کیلئے جو درجات متعین فرما رکھے ہیں وہاں تک انہیں پہنچنا ہے۔اب اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو وہ خود مجاہدہ کرتے۔یہ جو بزرگان دین سے ہم پڑھتے ہیں، کہ کھانے کا مجاہدہ، پینے کا مجاہدہ۔روزے پر روزے، ختمات پر ختم۔سالہا سال راتوں کو نہ سونا۔سالہا سال اس طرح گذار دینا۔یہ جو مجاہدے ان کی طرف سے تھے وہ اختیاری تھی اور جو اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ان کیلئے جو درجات متعین ہیں وہاں تک انہیں پہنچنا ہے، پھر اضطراری مجاہدے ان سے کروائے جاتے ہیں۔ بیماریاں آتی ہیں، تکالیف آتی ہیں، مصیبتیں آتی ہیں تا کہ وہاں تک وہ پہنچیں جو ان کیلئے متعین کیا گیا ہے۔

## انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے مجاہدے

ورنہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حالات ہم دیکھیں کہ مجاہدات تو ان کے یہاں تھے۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر کیا۔ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، سینکڑوں برس، سینکڑوں برس مصائب کے پہاڑ ان پر ٹوٹتے رہے۔ اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے، روایات میں آتا ہے کہ دشمن پتھر اتنے مارتے تھے کہ وہ پتھر میں ڈوب جاتے تھے۔ سر تک پتھر، جس طرح کسی کو دفن کر دیا گیا ہے۔ دنیا میں کسی کا ایسا رجم ہوا ہے جیسا حضرت نوح علی نبینا وعلیہم الصلوات والسلام پر پتھر پھینکے گئے؟

جتنے اولوالعزم انبیاء ہیں سب کی سیرت آپ پڑھئے کہ سب اپنے یہاں رہ کر مصائب کو برداشت فرماتے رہے۔ بالآخر ان کو ہجرت کرنی پڑی۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوات والسلام ہجرت فرمارہے ہیں۔ کتنی مدت وہاں گذارنی پڑی پھر واپس تشریف لائے۔

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام ہجرت فرمارہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام جیسا واقعہ آپ نے قریب میں کوئی سنا کہ جنہیں اتنی زبردست آگ میں پھینک دیا گیا ہو۔ یہ براہ راست حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے ان محبوبوں کے ساتھ ایک اور طرح کا معاملہ ہے۔ جسے چھیڑ چھاڑ کہتے ہیں محبوب کے ساتھ۔ بچے کبھی pinch (چٹکی بھرتے) ہیں۔ کہتے ہیں لگتا ہے؟ پھر اور زور سے اور زور سے۔ یہ حضرات انبیاء کرام علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کو جو محبت ہے اس کی آزمائش، اس کا امتحان ہے۔

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام بچے ہیں۔ کنویں میں ڈال دیئے گئے۔ کس طرح وہاں سے نجات پائی۔ غلامی کی زندگی۔ اللہ! انسانیت کی تاریخ کا سب سے خوبصورت

ترین انسان اوروہ غلام بن گیا۔ پھراس کے بعد ابھی وہ تکالیف اور مصائب ختم نہیں ہوتے کہ پھر جس طرح کہ شروع میں کنویں میں ڈالا گیا تھا، پھر جیل۔ اور کتنے بدترین الزام کے ساتھ جیل میں ڈالا گیا۔ یہ سب امتحان ہے، انبیائے کرام علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کا، ان کی محبت کا امتحان۔ کہ مجھ سے محبت کا دعویٰ تم کرتے ہوتو کتنا تم برداشت کرسکتے ہو۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ'۔

اس لئے ہمارے لئے نجات کا رستہ ہے جو اولیاء اللہ نے سکھایا کہ ہم اختیاری مجاہدہ اپنے آپ کیا کریں تاکہ یہ سب بلائیں ٹلتی رہیں، مصیبتیں ٹلتی رہیں۔ جہاں پھر یہ اختیاری مجاہدے نہیں ہوتے پھر وہ بیماریاں اور مصائب کی صورت میں ڈالے جاتے ہیں اضطراری مجاہدے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے کہ ہم تو بہت کمزور ایمان والے ہیں۔

ہم تو چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہماری ویسے ہی مغفرت فرمادے۔ ویسے ہی۔ کیسے مغفرت فرمادے؟

## اسحٰق بھائی پلمبر

جیسے ایک بزرگ ہیں محمد بن عبدالوہاب الثقفی۔ ان کا بیان ہے کہ میں گذر رہا تھا۔ رستہ پر جارہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ سامنے سے جنازہ آرہا ہے۔ جب میں اس ملک میں نیانیا آیا تھا تو ہمارے یہاں ایک فرشتہ صفت، انسان صورت دوست تھے۔ ہمارے پلمبر اسحٰق بھائی۔ مگر نہ نماز، نہ جماعت، نہ جمعہ۔ آپ کو اشکال ہوگا کہ فرشتہ کیسے بتایا کہ جہاں جماعت بھی نہیں، نماز بھی نہیں اور جمعہ بھی نہیں۔

ہمارے قاری یعقوب صاحب کے ایک رشتہ دار تھے احمد اچھا، ان کی ان سے چھیڑ چھاڑ رہتی تھی کہ دارالعلوم میں رہ رہے ہیں، جمعہ ہورہا ہے مگر وہ اپنے دھندے میں مصروف ہیں۔ تو میں احمد کو ٹوکا کرتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ان کے ساتھ کچھ اور معاملہ ہوگا۔ پھر بھی وہ ناراض

ہوتے تھے کہ 'نہیں، وہ جمعہ میں بھی نہیں آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ جمعہ پڑھ لے تو کہنے لگا کہ میرے کپڑے، پلمبنگ والے ہیں، ٹھیک نہیں ہیں'۔

مگر انجام کیا ہوا؟ آخری سالوں میں جب میں انہیں ملنے گیا تو زکریا مسجد سے قریب ہی ان کا مکان تھا۔ وہاں مرحوم احمد اچھا شہید بھی تھے، کسی مجنون پاگل نے چاقو مار دیا جس میں وہ بے چارہ شہید ہوئے، احمد مجھے کہنے لگے کہ یہ اسحٰق کو سمجھائیں۔ یہ کہتا ہے ابھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے تھے۔ آپ دیکھتے نہیں ہو، یہ سامنے بیت اللہ ہے۔ میں نے احمد سے کہا کہ اچھا آپ نے سالہا سال ان کے ساتھ پلمبنگ کی، کام کیا، ہرجگہ، بولٹن میں، مختلف ہمارے اداروں، مختلف شہروں میں۔ کبھی کسی بات میں ایک مثال آپ کو یاد ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہو، کہا کہ نہیں جھوٹ تو اس نے کبھی نہیں بولا۔ میں نے کہا کہ جب دنیوی امور میں جھوٹ، جو فیشن ہے عام ہے، انسانوں میں، جسے کوئی گناہ تصور نہیں کیا جاتا، وہ اس شخص کی زبان سے کبھی تم نے نہیں سنا تو اتنا بڑا جھوٹ ابراھیم علیہ السلام اور کعبہ کے متعلق، اور اس عمر میں؟ جب قبر اور موت ان کے سامنے ہے، جب ان سے چلا نہیں جاتا۔ شکر ہے کہ صرف ٹھیک ٹھاک بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔

احمد کہنے لگے کہ پھر کیوں یہ ایسا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا کہ سچ مچ وہ یہ دیکھ رہے ہیں۔ اس پر اسحٰق بھائی نے زور سے قہقہہ لگایا، اور کہنے لگے مولوی صاحب! میں ان سے کہتا ہوں یہ نہیں مانتے۔ پھر تو وہ زکریا مسجد سے نکلتے ہی نہیں تھے آخری عمر میں۔ وہ ساری عمر کا کفارہ ہوگیا، جتنی نمازیں نہیں پڑھی تھیں، جتنے جمعے نہیں پڑھے تھے وہ سب معاف کرا لئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ہماری گمراہی سے ہدایت دے بالخصوص مجھے، اپنی ضلالت اور گمراہی سے نکال کر ہدایت عطا فرمائے۔

# ایک بندہ خدا

محمد بن عبد الوہاب الثقفی کا بیان ہے کہ میں اپنے گھر سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جنازہ ہے۔ اور جنازہ کیسا؟ کہ صرف تین مرد تین طرف سے اسے اٹھائے ہوئے ہیں اور چوتھا پایہ خالی ہے، وہاں ایک بوڑھی عورت اس پائے کو اٹھائے ہوئے ہے۔ کہتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر بڑا تعجب ہوا جلدی سے میں لپکا اور میں نے بھاگ کر بڑھیا والا پایہ چارپائی کا پکڑ لیا اور میں جنازے کے ساتھ ہولیا۔ ہم نے قبرستان میں پہنچ کر اسے دفن کر دیا۔ دفن سے جب فارغ ہوئے تو تین آدمی جو مدد کرنے والے تھے وہ تو چلے گئے اور میں نے دیکھا کہ وہ بڑھیا بے چاری وہاں بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے اسے تسلی دی اور اس سے پوچھا کہ یہ مرحوم جس کو ہم نے دفن کیا یہ آپ کا کوئی رشتہ دار تھا؟ اس نے رو کر کہا کہ میرا بیٹا تھا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا کہ 'ألكم جيران؟' کہ تمہارے اڑوس پڑوس میں کوئی رہتا نہیں ہے؟ کہ صرف تین مرد اٹھانے والے تھے، چوتھا آدمی بھی میسر نہیں، تمہیں تکلیف کرنی پڑی۔ وہ رو پڑی اور کہنے لگی کہ 'وهم يحتقرون به'۔ لوگ اسے بہت حقیر سمجھتے تھے۔ یہ سن کر کہا اچھا! آپ کے اڑوسی پڑوسی بھی ہیں، محلے والے بھی ہیں اور ایسے موقعہ پر بھی انہوں نے آپ کی کوئی مدد نہیں کی۔ اتنا اسے حقیر سمجھا کہ دفن کیلئے بھی مدد نہیں کر سکے۔ اس کی کیا وجہ؟ اس بے چاری نے پھر روتے ہوئے دبی زبان سے بہت آہستہ آواز سے کہا کہ وہ مخنث تھا۔ ہیجڑہ تھا کہ جو نہ مرد تھا نہ عورت۔ اسے عیب سمجھا کہ اس کے جنازے میں ہم جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے امت کی حفاظت فرمائے۔

شیخ ثقفی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو سمجھایا اور میں اس کو اس کے گھر لے آیا۔ اور گھر پہنچا کر کے میں جلدی سے اپنے گھر گیا اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں، کچھ کپڑے، کچھ نقد میں ساتھ لے کر پہنچا اور میں نے عورت کو تسلی دی کہ میں آئندہ بھی آپ کی مدد کرتا رہوں گا، آپ

فکر نہ کریں۔ اور میں گھر واپس پہنچ گیا۔ رات کو جب میں سویا تو میں نے خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک نہایت خوبصورت انسان۔ **رأیت وجهه کالقمر** ۔فرماتے ہیں محمد بن عبدالوہاب الثقفی کہ میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے اور اس کی ایک شان ہے، عظیم شان ہے۔میں نے بہت ہمت کرکے قریب جاکر سلام کرکے پوچھا کہ آپ کون؟ یہ حسن و جمال یہ خوبصورتی یہ شان؟ وہ جوان کہنے لگا 'من **دفنتموہ الیوم**'۔ کہ آج جس کو تم نے دفن کیا تھا میں وہ شخص ہوں۔

## مجاہدے کی ایک عجیب قسم

جب اس نے تعارف کرایا کہ جسے تم نے دفن کیا تھا میں وہ شخص ہوں تو میں نے اس سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ حق تعالیٰ شانہ نے نہ صرف مجھے معاف فرمایا بلکہ میرا بہت اکرام فرمایا'**لاحتقار الناس بی**' اس کی وجہ بیان فرمائی کہ لوگ مجھے دنیا میں بہت حقیر سمجھتے تھے اس کے صلہ میں حق تعالیٰ شانہ نے مجھے یہ عظمت اور یہ شان عطا فرمائی۔

اللہ کو تو ہمارے ان مجاہدات کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں ضرورت ہے اس کو راضی کرنے کی کہ کسی طرح وہ راضی ہو جائے۔ اس لئے کہ لوگوں نے ساری عمر مخنث کو حقیر سمجھا یہی اس کا مجاہدہ ہو گیا، کہ لوگوں نے اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ظاہر ہے کہ ساری عمر اس کو اس مجاہدے سے گذرنا پڑا۔

بچپن میں ہم دیکھتے تھے کوئی بڑے میاں ہوتے، بچے انہیں ستاتے تھے، تکلیف دیتے تھے۔ جو مجاہدات اس طرح کے پیش آتے ہیں، تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔ جیسے یہاں مخنث کو تکالیف پہنچیں زندگی میں مگر آخرت بن گئی۔کیسی عظیم آخرت کہ عبدالوہاب الثقفی فرماتے ہیں کہ **رأیت وجهه کالقمر**۔

# شیخ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح سنئے، بہت بڑے صوفیاء کے ائمہ میں سے ابوعلی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ بیکندی نے ایک قصہ سنایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ فلاں جگہ پر میرا گذر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک جگہ محلے میں بہت بڑا مجمع ہے اور ایک شخص کو لوگ پکڑے ہوئے ہیں، اور ایک خاتون ہے بے چاری، زار وقطار رو رہی ہے، مجمع کی خوشامد کر رہی ہے اور مجمع جوان کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ کوئی مار رہا ہے، کوئی پیٹ رہا ہے، کوئی گھسیٹ رہا ہے۔ اور بے چاری وہ خاتون اسے بچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ شیخ بیکندی فرماتے ہیں کہ میں مجمع میں گھس گیا اور میں مجمع اور اس نوجوان کے درمیان حائل ہوگیا، خاتون نے لپک کر میرا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ اللہ کے واسطے مجھے اور میرے بیٹے کو بچاؤ۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ بھئی کیا ہے؟ تب لوگوں نے شکایت کی کہ یہ نوجوان ہمارے اس محلّہ کا سب سے بڑا فسادی ہے اور ہم تنگ آ گئے اس کے فساد اور اس کی شرارتوں سے، ہم نہیں چاہتے کہ یہ یہاں رہے، ہم اس کو یہاں سے شہر بدر کر رہے ہیں۔ عورت کہتی ہے کہ میں ان سے کہتی ہوں کہ اللہ کے واسطے اس دفعہ معاف کردو۔ اور پھر ان کو واسطہ بنایا شیخ بیکندی کو کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ اپنے ذمے لے لو اس دفعہ کم از کم میرے بچے کو معافی دلوا دو۔ کہتے ہیں مجھے رحم آ گیا۔ میں نے محلّہ والوں کو سمجھایا کہ بھئی اللہ کے واسطے، میرے ذمے ہے، میں ذمہ لیتا ہوں اس دفعہ اسے معاف کردو اور چھوڑ دو۔ میں نے اس نوجوان کو بھی سمجھایا اور اس خاتون کو بھی تسلی دی۔ اور ان کو چھوڑ کر کے میں چلا گیا۔ میں کبھی کبھی وہاں سے گذر کر دیکھ لیتا کہ ابھی کوئی فساد تو نہیں ہے؟

ایک دفعہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا خبر گیری کیلئے تو میں نے دیکھا کہ مکان کا دروازہ بند ہے اور گھر میں سے رونے، چلانے کی خاتون کی آواز آ رہی ہے میں نے اپنے دل میں

سوچا کہ پھر کوئی فساد کی صورت پیدا ہوئی ہوگی۔ میں نے دروازہ بجایا۔ خاتون نے دروازہ کھولا، مجھے پہچان لیا اور مجھے گھر میں لے گئی۔ میں نے پوچھا کہ بھئی کیوں رو رہی ہو؟ کیا ہوا تمہارا بیٹا؟ وہ نہیں ہے گھر میں؟ کہنے لگی کہ 'انه مات' وہ مرگیا۔ پھر میں نے پوچھا کب مرا؟ کیسے مرا؟ اس نے پھر اس کی داستان سنائی۔

کہنے لگی کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا، اس نے محسوس کیا کہ اب تو میں مر رہا ہوں، اس نے مجھے وصیت کی۔ ماں کہتی ہے کہ اس نے مجھے وصیت کی۔ کہا کہ ماں! مجھے معلوم ہے کہ میں نے محلے والوں کو بہت ستایا ہے اور میری بڑی شرارتیں تھیں۔ اس لئے کوئی پسند نہیں کرے گا کہ میرے جنازہ میں آئے۔ اس لئے تو کہیں گڑھا کھود کر کے مجھے ویسے ہی پھینک دینا۔ اور اس کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ کہا کہ یہ انگوٹھی ہے اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے، **بسم الله**۔ تو یہ بھی میرے ساتھ میری قبر میں دفن کردینا۔ اللہ کا نام میرے ساتھ رہے گا۔

کہنے لگی کہ اس نے یہ وصیت کی پھر جب اس کا انتقال ہوگیا تو میں نے خود ہی کسی طرح گڑھا کھودا اور اسے دفن کردیا۔ دفن کر کے میں نے سوچا کہ میرا ایک ہی سہارا تھا اب میں گھر کیسے واپس جاؤں۔ اور میں کیسے زندگی گذاروں۔ تو میں بیٹھی روتی رہی، روتی رہی، روتی رہی۔

احادیث کی کتابوں میں اہل بیت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کا قصہ ہے کہ ان کے گھر والے ان کی تدفین کے بعد ایک خیمہ لگا کر قبر کے پاس مقیم ہوگئے۔ ایک دن، دو دن، تین دن، ایک مہینہ، دو مہینے، چھ مہینے، پورا سال وہاں گذارا۔ ظاہر ہے انسان ہے کب تک یہاں رہتے تو جب سال بھر قبر پر گذارا، حق تعالیٰ شانہ نے ایک نظام رکھا ہے کہ تین دن افسوس کے رکھے ہیں۔ اور جہاں زیادہ افسوس ہے وہاں چار مہینے دس دن رکھ دیئے، مدت بڑھادی۔ ہر ایک کے ساتھ جتنا تعلق ہوتا ہے اس کے حساب سے اس کی مدت شریعت نے متعین کی ہے۔

سال بھر یہ روتے رہے جب وہ مرحلہ آ گیا سنبھلنے کا، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایک نظام نظام فطرت ہے، پھر سال بھر کے بعد وہ کہنے لگے کہ بھئی چلو، چلے چلتے ہیں۔ بہت رو لئے۔ اب وہ خیمہ اکھاڑ کر جا رہے ہیں۔ خیمہ اکھاڑ کر جا رہے ہیں، اتنے میں پیچھے سے آواز آئی۔ ایک طرف سے سائل پوچھتا ہے '**ھل وجدوا مافقدوا؟**' کہ جوان کا مرحوم چلا گیا تھا وہ ان کو واپس مل گیا سال بھر کے رونے سے؟ دوسری طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے کہ '**بل یئسوا فانقلبوا**'۔ وہ کہتا ہے کہ نہیں بے چاروں کو وہ تو نہیں ملا بلکہ اب مایوس ہو کر واپس جا رہے ہیں۔

## 'اِنِّیْ قَدِمْتُ عَلٰی رَبٍّ کَرِیْمٍ'

اسی طرح اس نوجوان کی ماں اس کے دفن کے بعد بیٹھی وہاں رو رہی ہے۔ کوئی ہے نہیں جو اسے تسلی دے، اسے واپس لے جائے۔ خاتون کہتی ہے کہ میں وہاں بیٹھی روتی رہی، روتی رہی۔ بالآخر قبر سے ایک آواز آئی۔ میرا بیٹا قبر میں سے کہتا ہے '**یا أماہ انصرفی!**'۔ ماں تو واپس چلی جا۔ **انی قدمت علی رب کریم**۔ مجھے تو حق تعالیٰ شانہ نے بڑے اعزاز اور اکرام کے ساتھ یہاں رکھا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے لئے بھی جب وقت آئے، اللہ تعالی موت کا مرحلہ آسان فرمائے، قبر کا مرحلہ آسان فرمائے، پل صراط کا مرحلہ آسان فرمائے۔

ایک حدیث ہے کہ جب پل صراط پر سے لوگ گذر رہے ہوں گے تو جیسے ہی پل صراط پر سے گذر کر وہاں سے نیچے اتر رہے ہوں گے کہ انہیں وہیں پر ایک پرچہ مل جائے گا '**خطاب مختوم**' اس پر مہر لگی ہوئی ہوگی کہ جاؤ تمہیں کسی حساب اور کتاب کی اب آگے ضرورت نہیں۔ تمہارے لئے معافی، اور سیدھے جنت میں چلے جاؤ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے لئے بھی بہتر فیصلہ فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے حالات اور ان کے قصے جو قرآن کریم نے بیان کئے وہ محض ایک علمی اور تاریخی چیز نہیں بلکہ عِبْـرَۃٌ لِاُوْلِـی الْاَلْبَـابِ ہیں۔ ان کے حالات واقعات سے انسانیت کو عبرت حاصل ہو، اسی وجہ سے قرآن کریم نے تفصیل سے ان حالات کو بیان فرمایا۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والسلام کے قصے پر میں نے عرض کیا تھا کہ ہم اسے سرسری طور پر نہ پڑھیں بلکہ ہم اسے سوچا کریں۔

کیسے سوچیں کہ مدینہ طیبہ میں میرے یہاں ایک دفعہ جنوبی افریقہ سے والدہ صاحبہ تشریف لائیں، ہر سال والدہ محترمہ بھائی بہن وغیرہ مدینہ طیبہ حاضری دیتے تھے۔ ہر سفر میں زیارتوں کیلئے بھی جانا ہوتا تھا۔

## والدہ محترمہ کی بیماری

ایک سفر میں سب گھر والوں کو، بھائی بہنوں کو والدہ صاحبہ کو میں زیارت کیلئے لے کر جارہا تھا، بھائی ذکی بھوپالی گائیڈ کر رہے تھے وہاں ان دنوں سنبلہ کی گرمی چل رہی تھی جس گرمی سے کھجوریں پکتی ہیں جس طرح اب یہ موسم ہے۔ ۸۲ء میں بھی اسی طرح گرمیوں میں

روزے ہوا کرتے تھے۔ اس سال بھی وہاں گرمی شدید رہی، مدینہ شریف میں، شروع رمضان سے لے کر آدھے رمضان تک تقریباً پچاس ڈگری کے قریب گرمی رہتی تھی۔ یہی موسم تھا جب ہم احد کے قریب پہنچے اور گرمی میں ہم ائر کنڈیشنڈ کار میں سے اترے، حالانکہ عصر کے بعد کا وقت تھا۔

والدہ محترمہ یہ فرمانے لگی کہ اوہو! ایسی گرمی میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں زخمی کیا گیا، ایسی جگہوں پر جہاں ہم چند قدم چل نہیں سکتے، جن پتھروں پر، ہم پیر بھی نہیں رکھ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات سے گذرنا پڑا۔ پھر زیارت کے تمام مقامات پر ہر جگہ بس وہی ایک جملہ وہ دہراتی جا رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔ میں نے سمجھا کہ وقتی چیز ہے لیکن انہوں نے اس کو اتنا دل پر لیا کہ مدینہ منورہ میں گھر پہنچ کر روز ہر وقت وہی بات دہرائے جا رہی تھیں۔ کھانا پینا بہت ہی قدر قلیل رہ گیا اور حال یہ ہوا کہ جب سفر سے واپسی پر ڈربن پہنچیں تو ائرپورٹ سے سیدھے ہسپتال لے جانا پڑا اور کئی ہفتے تک زیر علاج رہیں۔

اس طرح ہم سوچا کریں۔ ان واقعات اور حالات کو جب پڑھیں تو سوچیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کا اتنا لمبا سفر کس طرح فرمایا ہوگا؟ لق ودق صحرا اور جہاں پانی کا نام ونشان نہیں۔ ٹھیک اسی طرح نزالِ آدم کو ہم سوچا کریں کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حوا سے بچھڑے ہوئے ہیں، کیسے گذارا فرمایا ہوگا ان حالات میں، کیسے ملے ہوں گے حضرت حوا سے؟ کس طرح پیدل سفر حج کیلئے تشریف لے جاتے ہوں گے۔ یہ تو سب دل کو دماغ کو تسلی دینے کیلئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ فٹ کا تھا تو ایک قدم یہاں دوسرا وہاں پڑتا تھا اور کرامت و معجزہ سے ذرا سی دیر میں مکہ پہنچ جاتے تھے۔

اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکالیف ہوئیں، اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب معجزات تھے لیکن تمام انبیاء علیہم الصلوات والسلام بشر تھے، کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوات والسلام نے ان مصائب کو

برداشت کیا ہوگا، اورآدم علیہ الصلوۃ والسلام حج کے لئے بار بارتشریف لے جارہے ہیں۔ ابھی میں نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا رونا بیان کیا تھا۔اسی طرح حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام، حضرت اسمعیل علیہ الصلوۃ والسلام شام سے پیدل آرہے ہیں۔ اب تو دنیا کتنی منظّم ہوگئی، جگہ جگہ انتظامات ہوگئے۔

## سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس وقت کا حال سوچئے، ہزاروں برس پہلے یہ کیسی دنیا ہوگی؟ کیسے لق و دق صحرا ہوں گے؟ کیسے جنگل ہوں گے؟ وہاں سے بار بار پیدل سفر کر کے مکہ مکرمہ پہنچنا۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ کیسے پیادہ پا مدینہ طیبہ سے حج کے لئے آتے ہوں گے۔جس طرح میں نے عرض کیا یہ حضرات والدہ کی مانند سوچا کرتے تھے اور سوچنا صرف سوچنے کی حد تک نہیں بلکہ عمل کیلئے سوچا کرتے تھے۔

جیسے جنرل صاحب کا قصہ سنایا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں مدینہ شریف سلام پڑھنے کیلئے جانا ہے ریاض سے مدینہ منورہ، تو اتنا بڑا فوج کا جنرل تو وہ یہ سوچ کر فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے پیدل پہنچنا چاہئے۔

اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس وسائل کی کسی چیز کی کمی نہیں تھی، نہ سواریوں کی، نہ اونٹوں کی، نہ خدام کی، نہ رفقاء کی۔سارا لشکر ساتھ ہے، درجنوں سواریاں ساتھ ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدل حج کیلئے سفر فرما رہے ہیں۔مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ۔میں نے اور آپ نے کبھی نہیں سوچا کہ کاش کہ ہم بھی کبھی چل کر دیکھیں، پیدل سفر کریں۔اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اس سنت کو ادا کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ نہیں بلکہ ۱۵/ پندرہ پیدل حج کے سفر فرمائے ہیں، مدینہ منورہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک۔ساری سواریاں ساتھ ہیں، رفقاء ساتھ ہیں۔وہ آرام سے اپنے اونٹوں پر سوار

رہتے تھے کوئی خال خال آپ کے ساتھ پیدل چلنے والے ہوتے ہوں گے۔

## حضرت مغیرۃ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ

مغیرۃ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں ان کا سینکڑوں میل کا پیدل سفر حج کا حال بیان کیا گیا ہے لکھا ہے کہ 'محرما، صائما، حافیا' احرام میں ہیں روزے کے ساتھ سفر ہو رہا ہے چپل جوتیوں کے بغیر ننگے پیر چل رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ احرام وطن سے باندھ لیتے تھے۔ احرام میقات پر پہنچ کر بھی باندھا جا سکتا ہے، وطن سے، ہزار ڈیڑھ ہزار میل دور سے احرام بھی باندھا ہوا ہے۔ ہم تو چند گھنٹے احرام میں گذار نہیں سکتے، سوچیں گے کہ کہاں سے باندھیں، یہاں لندن سے باندھیں یا میقات سے یا جدہ سے باندھیں؟

حضرت شیخ قدس سرہ کا ہمیشہ سے معمول تھا کہ بمبئی سے سفر ہوتا تو بمبئی سے احرام پہن لیتے، کراچی سے جہاز ہے تو کراچی سے احرام باندھتے۔ غرض وطن سے احرام کی حالت میں سفر ہو رہا ہے اور پیدل ہو رہا ہے مَاشِیًا۔ اور کس طرح ہو رہا ہے کہ روزے پر روزے رکھے جا رہے ہیں۔ پورا سفر روزے کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اور ساتھ اس کو سوچئے کہ وہ زمانہ کیسا تھا کہ پانی کا پتہ نہیں ہے کہ کہاں ملے گا۔ پانی کتنا اٹھا سکتا ہے انسان؟ اپنے لئے اٹھائے گا سواری کیلئے اٹھائے گا جو بوجھ اٹھا رہی ہے؟ تمام رفقاء کیلئے کتنا اٹھائے گا؟

میں نے عرض کیا کہ انہوں نے شاید سوچا ہوگا کہ یہ جو حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں جسم دیا ہے یہ آخرت کے لئے دیا ہے۔ ہماری ضرورت کیلئے نہیں دیا، بیوی بچوں کے کمانے کیلئے صرف نہیں دیا۔ ابلکہ اس کے لیے دیا ہے کہ 'وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ'۔ کہ تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے۔ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تا کہ یہ میری عبادت کریں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تو اور آگے کی تفسیر فرمائی۔ فرمایا کہ عبادت بھی کافی نہیں، نماز،

روزے، زکوۃ، حج سب کچھ فرض ہے لیکن یہ فرض تمہارا مشکل سے اگر اچھی طرح ادا کیا، تمام آداب اور احکام کی رعایت کے ساتھ، تو فرض تو خدا کرے ذمہ سے ساقط ہو جائے، مگر اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔ کب ادا ہوگا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِیْ** تھا، پھر یہ یا گر گئی ہے، کہ میری عبادت کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ہے **'لِيَعْرِفُوْنِیْ'**۔ ایسی عبادت کہ میری معرفت حاصل کریں، مجھے پہچانیں۔

ہم تو نماز کے دوران بھی نہیں پہچانتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں، ہم پڑھ بھی رہے ہوتے ہیں **اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالِمِیْنَ**۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ وہ دل کا قبلہ کہیں اور ہوتا ہے، قبلہ درست ہی نہیں ہوتا کہ ہمارا ذہن قرآنی کلمات کی طرف ہو کہ ہم سوچیں۔

## حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر تبلیغ، دہلوی نور اللہ مرقدہ کی آخری جو زیارت ہوئی وہ نظام الدین میں ہوئی، ہم سہارنپور سے چلے تو حضرت شیخ قدس سرہ نے پوچھا کہ یہاں سے سیدھے سورت جاؤ گے یا نظام الدین دہلی ٹھہر کر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ پہلے دہلی جائیں گے، نظام الدین ایک شب ٹھہریں گے اور اس کے بعد آگے سفر ہوگا۔ تو حضرت نے حضرت جی مولانا یوسف صاحب کے نام گرامی نامہ تحریر فرما کر دیا وہ ہم نے پہنچایا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت جی کا جو حجرہ تھا وہی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، وہی حضرت جی مولانا اظہار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔

اسی میں حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب جماعتوں کو علی الصباح ناشتہ کے بعد ہدایات دے رہے ہیں، مل رہے ہیں، بات چیت ہو رہی ہے اور ایک دم اوپر نگاہ اٹھائی فرمایا 'آیئے! آیئے! تشریف لایئے!' اور ختم، ایک طرف ڈھل گئے دیکھتے دیکھتے دنیا سے عقبیٰ میں قدم رکھ دیا۔ کون استقبال کیلئے پہنچے ہوں گے کہ سب کے سامنے ہی 'آیئے!

آ یئے!‘۔تو وہی حجرہ تھا۔

اسی حجرہ میں جب ہم پہنچے تو حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ’سبحان اللہ، الحمدللہ‘ کس تصور کے ساتھ ہمیں پڑھنا ہے اس کو بیان فرما رہے تھے۔ کہ جب تم سبحان اللہ پڑھو تو خدا کی ذات کو مکمل طور پر سوچو کہ وہ کتنی عظیم ذات اس کی، اور کتنی منزہ، اور تمام نقائص سے پاک ذات اور یہ زبان اس پاک ذات کا نام لے اوراس گندی زبان پر اس کا نام آئے۔اس تصور سے جو پڑھتے ہوں گے ان کو صرف سبحان اللہ کہنے میں کتنا مزہ آتا ہوگا۔

میں نے عرض کیا کہ ہم نماز میں بھی اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالِمِیْنَ سرسری پڑھ جاتے ہیں، سجدے میں سر تو رکھ دیا مگر دماغ اور کہیں سوچ کچھ اور ہے۔غرض مکمل طور پر ان چیزوں کو اچھی طرح سوچا کریں۔

حضرت مغیرۃ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ سفر فرما رہے ہیں اور سفر فرماتے ہوئے وہ احرام میں ہیں، **مُحْرِمًا**، اور صائماً روزہ سے ہیں۔ان کے دماغ میں کتنا ادب کہ اس ذات پاک کے در پر میں حاضر ہو رہا ہوں۔ ہروقت اس کا استحضار ہے۔اپنے جسم کی تمام ضرورتوں سے وہ غافل ہیں۔اور آگے ’**حافیا**‘ کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزار، ڈیڑھ ہزار میل کا سفر اور حافیاً۔ ننگے پیر ہو رہا ہے۔

ہم تو اگر حرم سے نکلے اور چپل غائب ہے تو وہاں دس دفعہ سوچیں گے کہ یہ لاوارث چپل پڑی ہے اس کو میں پہن سکتا ہوں؟، نہیں پہن سکتا؟ اور پھر نفس خود ہی فتویٰ دے دے گا تاویل کر لے گا اور پہن لیں گے کہ چلو پھر واپس چھوڑ دیں گے اور مغیرہ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اتنا لمبا سفر فرما رہے ہیں حافیاً، پیادہ پا۔

دوستو! ان حضرات نے ان واقعات کو پڑھا، اس سے عبرت لی اور عمل کیلئے اپنے لئے منتخب کیا کہ مجھے بھی اس پر چلنا چاہیئے اور کتنے اعلیٰ پیمانے پر اس عمل کو ادا کرنے کی کوشش کی اور ہم دو منٹ کی ایک نماز کو درست نہیں کر پاتے۔ وہ پیدل جا رہے ہیں، احرام کی حالت

میں جارہے ہیں، روزہ کی حالت میں جارہے ہیں۔

## حضرت ابراہیم الجبلی رحمۃ اللہ علیہ

ان حضرات کے حالات و واقعات بڑے عجیب وغریب ہیں، بڑے عجیب وغریب۔ ہم تو چھوٹی سی کوئی ایک چیز چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ ایک بزرگ ہیں ابراہیم الجبلی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے دوست بیان فرماتے ہیں کہ وہ یہاں ہمارے ساتھ تھے حرمین میں اور وہ ہم سے رخصت ہوکر وطن گئے کہ وہاں پہنچ کر گھر والوں نے تجویز کیا ہے کہ شادی کرنی ہے۔

کچھ عرصہ بعد اگلے سال پھر وہاں ان سے ملاقات ہوئی تو حال پوچھا کہ آپ تو فرمارہے تھے کہ آپ وطن جارہے ہو اور وہاں شادی کروگے؟ اس پر وہ اپنی داستان سنانے لگے۔

فرمایا کہ میں پہنچا۔ چچا کی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح ہوا اور موافقت ہوگئی۔ اور بہت اچھی طرح کی موافقت ہوگئی، اللہ تعالیٰ گھروں کی ناچاقیوں کو دور فرمائے، آپس میں محبت عطا فرمائے ان نفسانی، شیطانی جھگڑے فساد سے ہمارے گھروں کو پاک رکھے۔ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے اور اسے مجھ سے بے پناہ تعلق ہوگیا۔ کہتے ہیں ایک لحظہ کیلئے اس سے دوری میرے لئے گوارا نہیں ہوتی تھی۔ کہ ایک لحظہ کیلئے اس سے دور نہیں ہوسکتا تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ جب چند ماہ اس طرح گذرے تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ الٰہی میں کاہے میں پھنس گیا۔ دونوں محبوبوں (یعنی خالق اور مخلوق) کا موازنہ کیا۔ ہم تو سارا ایک ہی کے کھاتے میں ڈالے ہوئے ہیں جس سے قرآن نے منع کیا ہے **قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ** کہ تمہارے باپ، دادا، تمہارے بیٹے، بیٹیاں، تمہاری بیویاں تو ان تمام محبتوں کو ایک طرف رکھو اور خدا اور رسول اور اس کے دین کی محبت کو ایک طرف رکھو۔ تب ابراھیم جبلی رحمۃ اللہ علیہ کو تنبہ ہوا کہ بھئی یہ کیا ہوگیا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کیا کہ جلدی سے غسل کیا اور اور دو رکعت نماز پڑھی اور دو

رکعت نماز پڑھ کے میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ الٰہی یہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ دیکھو! میں نے عرض کیا کہ ہم کوئی چیز نہیں چھوڑ سکتے اور یہ اپنی محبوبہ کو اور محبوبہ بیوی کو چھوڑنے کیلئے خدا سے کہہ رہے ہیں کہ اے خدا! یہ مجھ سے غلطی ہوگئی یہ میں تجھے چھوڑ کر ادھر کہاں پھنس گیا۔ کہتے ہیں کہ میں روتا رہا، روتا رہا، میں نے دعا کی۔ اور اس کے بعد فارغ ہوکر دیکھا تو اچانک بیوی بیمار ہوگئی۔ اچھی بھلی تھی، ایک دن بخار ہوا، دوسرے دن رہا اور تیسرے دن اللہ کو پیاری ہوگئی۔ ان کی سچی طلب تھی، خدا نے بھی ان کی دعا قبول فرمالی۔

کہتے ہیں کہ جیسے ہی وہ اللہ کو پیاری ہوئی اور ان کو دفن کیا تو پھر میں نے نیت کی کہ مجھے ہمیشہ کے لئے سواری پر نہیں جانا چاہئے۔ اس محبوب آقا نے میرے مالک نے جب میں نے اپنے دل کا حال بتایا تو اس نے فوراً میری دعا سن لی اس لیے اب میں یہاں سے حافیاً [یعنی پیادہ پا] سفر کرونگا۔ اس طرح مغیرۃ بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ پیدل سفر کیا، ننگے پیر سفر کیا اور کہاں سے، قزوین سے، قزوین سے لے کر بیت اللہ تک کا ابراہیم الجبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر پیادہ، ننگے پیر پورا فرمایا۔ اپنی محبوب بیوی کو چھوڑ کر حق تعالیٰ شانہ کے گھر پہنچ گئے۔

## حضرت ابوحمزۃ رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہیں ابوحمزہ۔ حضرت ابوحمزہ، ہم تو اپنی دعاؤں میں بھی دنیا دنیا ہی مانگتے ہیں، ہماری ہر چیز دنیا بن گئی، جس طرح میں نے عرض کیا نماز بھی دنیا، سوچ بھی دنیا، دعا بھی دنیا۔ ہم آقا کو، مالک کو مانگتے ہی نہیں۔ وہاں بھی دنیا ہی مانگتے ہیں کہ یہ ہمارا قرض ادا ہوجائے، یہ ہماری بے عزتی ہورہی ہے یہ ختم ہوجائے، فلاں مکان مل جائے، فلاں دکان مل جائے۔ فلاں کارمل جائے اس سے آگے بڑھتے ہی نہیں۔

حضرت ابوحمزہ، ابوحمزہ ایک اور دوسرے بھی ہیں تفسیر خازن کے پچیسویں پارے میں

جہاں اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّأَصْفَاکُمْ بِالْبَنِیْنَ کے تحت یا پھر 'أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَکُمُ الْبَنُوْنَ' کے تحت شعر

**ما لابی حمزة لایاتینا**

ایک بدویہ عورت کا ذکر کیا ہے خازن نے کہ وہ فریاد کررہی تھی، شکوہ کررہی تھی شوہر کی جدائی کا 'مالابی حمزة، کہ ابوحمزہ کو کیا ہوگا کہ ہمارے پاس آتے نہیں۔ حالانکہ

**'یظل فی البیت الذی یلینا'**

کہ ہمارے قریب ہی وہ رہتے ہیں پڑوس والے مکان میں۔

**'یشکو أن لانلد البنینا'**

انہیں شکایت ہے کہ ہمیں بیٹے نہیں ہوتے، بیٹیوں کی ولادت سے تنگ ہوکر الگ رہنا شروع کیا۔

**'نأخذ من ربنا ماأعطینا'**

وہ کہتی ہے کہ اے اللہ کے بندے! یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہ بیٹے اور بیٹیاں دینا خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ یہ جو ستایا جاتا ہے خواتین کو۔ اللہ تعالیٰ ایسے شوہروں کو عقل عطا فرمائے۔ تو وہ کہتی ہے کہ

**هذه قسمة الجبار فینا**

**نأخذ من ربنا ماأعطینا**

کہ جو خدا ہمیں دیتا ہے وہی ہم لیتی ہیں۔ بیٹا دے بیٹی دے۔ وہ بیوی سے ناراض ابوحمزہ اور ہیں۔

یہ حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ انہوں نے قیروان، یا آذر بائیجان سے پیدل سفر کیا۔ اور حج کا پیدل سفر ایک دفعہ کیا، دو دوفعہ کیا، بیسیوں حج کے سفر پیدل کیئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ ہر سال پیدل سفر حج پر تشریف لے جاتے ہو تو آپ تھکتے نہیں۔ کتنی آپ نے دعائیں کیں، جس چیز کی تمنا کی وہ تو مل بھی گئی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ میں تو صرف ایک دعا کیلیئے جاتا ہوں، ایک دعا۔ اور وہ کیا دعا، جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے مانگی کہ الٰہی! مجھے اتنی روزی دے جو میرے اس جسم کی بقا کیلیئے کافی ہو اور بس۔

فرماتے ہیں کہ میں وہاں تک پیدل سفر کر کے جاتا ہوں صرف یہ مانگنے کیلیئے کہ الٰہی تو صرف اتنی ہی روزی میرے لئے متعین فرما دے کہ جس سے میری جان بچی رہے۔ یہ مانگنے کا ڈھنگ۔ اسی کو مانگنے کیلیئے ہر سال سفر کرتے تھے۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ کتنا مجاہدہ ان حضرات نے کیا۔ اخیر میں ان مجاہدہ کرنے والوں کو پیار کی pinch (چٹکی) ملتی ہے کہ بچے چٹکی بھر کر آپ کو پوچھیں گے کہ لگ رہا ہے؟ جیسا کہ کل بتایا تھا کہ وہ ایک دفعہ آپ کو گھونسہ ماریں گے کہ لگا؟ اور زور سے ماریں گے کہ آپ کو لگا؟

حق تعالیٰ شانہ حضرات انبیائے کرام علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ان گھونسوں سے، اور pinch دے کر کے آزماتے ہیں۔ ان کی محبت کی آزمائش ہوتی ہے۔

## حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح خواص اولیاء اللہ کی آزمائش ہوتی ہے کس درجہ کی؟ اللہ اکبر۔ جن کا قصہ میں نے ذکر کیا تھا حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ سات پیدل سفر کیئے کاندھلہ سے لے کر بیت اللہ، سات پیدل سفر حج کیئے۔ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے ہیں، پانی پت پہنچے۔ وطن آ گیا، ملک آ گیا، اپنا علاقہ آ گیا۔ قریب پہنچ گئے پانی پت۔ تمام

معروف جگہیں ہیں، معروف لوگ ہیں۔

ایک جگہ سرائے میں قیام فرمایا اور تہجد پڑھ کر علی الصباح نماز پڑھی اور غلس میں نماز پڑھ کر کے چلے کہ جلدی سے نماز وقت ہوا اور پڑھ لی اور سفر پر نکل پڑے۔

اسی رات اس علاقہ میں کسی جگہ چوری ہوئی تھی۔ صبح اس کا جب چرچا ہوا کہ اتنے بجے اس گھر میں یہاں چوری ہوئی اب کسی عورت نے کہہ دیا کہ اوہو! اس حلیہ کا ایک شخص میں نے جاتا ہوا یہاں سے دیکھا ہے۔ حکمتِ الٰہیہ دیکھئے کہ اس حلیہ کا آدمی یہاں سے میں نے جاتا ہوا دیکھا ہے تو لوگ بھاگے ان کے تعاقب میں۔

مگر جنہوں نے سات حج کے پیدل سفر کئے ان کی چال کتنی تیز ہوگی۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات اور کرامات پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں اس کو سوچنے کی ضرورت ہے کہ کتنا مجاہدہ اور مشقت وہ برداشت کرتے تھے۔

ریاض سے مدینہ منورہ پیدل آنے والے جنرل صاحب وہ تو کسی ولایت وکرامات میں مشہور نہیں تھے۔ ریاض سے مدینہ منورہ پیدل سفر کیا یقیناً انہیں مشقت ہوئی ہوگی۔ اسی طرح حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے جب بتایا گیا کہ اس راستہ پر وہ گئے ہیں تو ان کے پیچھے لوگ بھاگے تو قریب میں انہیں کہیں پکڑ نہیں پائے۔ کتنا تیز جارہے ہوں گے۔ جھنجھانہ پہنچ گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ جتنی اِس وقت آبادی ہے دنیا میں اُتنی آبادی اس زمانہ میں نہیں تھی۔ تو جو حلیہ بتایا گیا تھا کہ اس حلئے کہ یہ آدمی ہے اور پوچھا بھی کہ تم کہاں سے چلے تھے؟ رات تم نے کہاں گذاری تو کہا کہ فلاں جگہ، تو پکڑ لیا اور پکڑ کر وہ کہنے لگے کہ چلو۔ پوچھا کہاں چلوں؟ کہنے لگے کہ تم نے چوری کی ہے، ہم تمہیں پولیس تھانہ میں لے جاتے ہیں۔

اتنے بڑے ہندوستان کے ولی، جنہوں نے سات حج پیدل کئے اور ان سے کہا جارہا ہے کہ تم نے چوری کی ہے۔ پکڑ لیا۔ حضرت نے پوچھا کہ بتاؤ کہاں مجھے لے جاؤ گے؟ لوگ

کہنے لگے کہ یہ جھنجھانہ کا جو پولیس سٹیشن ہے وہاں آپ کو لئے چلتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہاں مجھے نہ لے جاؤ کسی اور جگہ لے جاؤ۔ اس سے اور زیادہ ان لوگوں کو شک ہوا، کہ یہی چور ہیں، لوگ کہنے لگے پولیس سٹیشن میں جانا نہیں چاہتے کہیں اور بھاگنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کہیں اور مجھے لے جاؤ۔ زبردستی حضرت کو لے جانے لگے تب فرمایا کہ اچھا پھر میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ اب وہ لے گئے اور سٹیشن پر جاکر رپورٹ لکھوا دی کہ انہوں نے چوری کی ہے ہمارے یہاں اور چوری کر کے یہ بھاگے ہیں۔

یہ ایسا علاقہ تھا کہ ہر شخص حضرت کو پہچانتا تھا حضرت ان لوگوں کو بچانا چاہتے تھے۔ اس لئے دو تین پولیس چوکیوں کے اور نام لئے کہ جو غیر مسلم علاقہ تھا فرمایا کہ وہاں کے پولیس سٹیشن میں مجھے لے جاؤ۔ جب پولیس کے تھانہ میں لے جایا گیا اور پولیس کی رپورٹ کی وجہ سے تھانیدار اندر گیا تو دیکھ کر دنگ ہو گیا، اللہ! اور حضرت کے پیر پکڑ لئے کہ حضرت! **انا للہ و انا الیہ راجعون** یہ کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا پہلے تو مجھے یہاں لانے والوں کے بچانے کا انتظام کرو۔ کیوں کہ بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا جیسے ہی حضرت کا نام تھانیدار نے لیا اور اس کے ساتھ ہی پولیس والوں نے باہر لوگوں کو بتایا اور ہر جگہ اطلاع ہوگئی تو سارا جم غفیر وہاں اکٹھا ہو گیا کہ حضرت حج سے تشریف لائے ہیں۔ اور پھر جب لوگوں کو یہ پتہ چلا کہ چوری کے الزام میں انہوں نے ان کو یہاں پولیس اسٹیشن میں اندر کروا دیا ہے تو اشتعال یقینی تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ پہلے ان کو بچاؤ، ان کی حفاظت کا انتظام کرو، پھر میرا فکر کرو۔

یہ محبوبِ حقیقی کی طرف سے چٹکی یہ pinch ملی کہ سات پیدل تم نے جو سفر حج کئے ہیں۔ ہمارے خاطر مزید اور کتنا برداشت کر سکتے ہیں، چل سکتے ہیں، حج کر سکتے ہیں، سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن اتنی بڑی بے عزتی برداشت کر سکتے ہیں؟ راہ محبت کے تحمل کا امتحان لیا گیا۔ اللہ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔

# حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر کیا کیا تہمتیں نہیں رکھی گئیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اتنے بڑے اونچے مرتبہ کے امام ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو تولا جاتا ہے۔ ان کے شاگرد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں بڑا بتاتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہمارے شیخ ہمارے استاذ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہیں۔

فرق یہ ہے کہ ایک ہی فتنہ، ایک ہی مصیبت، ایک ہی مکاّحق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سب کو ملا۔ وہی ملا آزمائش کا مکاّ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کہ جیل میں کوڑے کھاتے رہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ملا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ملا۔ حکومتوں کی طرف سے اصرار کہ تمہیں قاضی بننا پڑے گا۔ تمہیں قرآن کو مخلوق کہنا پڑے گا اور یہ تیار نہیں ہوئے تو اس کے صلہ میں جس طرح ان حضرات پر ظلم وستم ڈھائے گئے تو وہی سبب تھا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی، اسی لئے وہ مظلوم بن کر ملک در ملک بھاگتے رہے۔ فرق یہ تھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر اندر کر دیا، یہ جیلیں کاٹتے رہے مار کھاتے رہے، کوڑے کھاتے رہے اور اخیر میں امام ابوحنیفہ نے وہیں جیل خانے میں جان دے دی، بلکہ زہر پلا کر جان لی گئی، اور یہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھاگے، کتنا بھاگے؟

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان مظالم سے تنگ ہو کر بھاگ کر کہاں تشریف لے جارہے ہیں، طائف۔ کہاں تشریف لے جارہے ہیں، مدینہ منورہ۔ اپنے عزیز واقارب بچیوں کو کہاں بھیجا؟، حبشہ۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ہجرت کرنی پڑی، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ہجرت کرنی پڑی، حضرت ابراہیم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو ہجرت کرنی پڑی۔

بارہ برس تک سفیان ثوری بھاگتے رہے۔ یہاں چھپے ہوئے ہیں، وہاں چھپے ہوئے ہیں۔ اب یہ مجاہدہ کچھ کم تھا کہ بھاگ رہے ہیں بارہ برس سے، نہ کہیں سر چھپانے کی جگہ ہے نہ کہیں آرام کی جگہ، نہ کہیں رہ سکتے ہیں۔ جب کہیں پتہ چل جاتا اوراحادیث پڑھنے کیلئے لوگ اصرار کرتے اجازت حدیث کیلئے کہتے تو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ان کو ڈانٹ کرفرماتے کہ میری طرح تم بھی پکڑے جاؤ گے تم بھاگو یہاں سے۔ان کو بھگا دیتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ یمن میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے ایسے ہی یلزام میں ان کو پکڑ لیا۔مسافرانہ حالت ہے اور بارہ برس سے اس طرح در بدر گھوم رہے ہیں، کبھی چند سال اس کے یہاں رہے، چند مہینے اس خادم کے یہاں رہے، چند مہینے اس شاگرد کے یہاں رہے۔تو کیا حال ہوگا ان بے چاروں کا تو ان کو پکڑ لیا اور چوری کے الزام میں ان کو قید خانہ لے جا کر بند کردیا۔

جب گورنر کو اطلاع ہوئی کہ کوئی چوری کے الزام میں پکڑا گیا ہے آکر دیکھا تو اوہو، یہ تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ بھی حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے قدموں میں گر گئے اور فوراً عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی وجہ سے اپنی گورنری قربان کرنے کو تیار ہوں مگر آپ کو بحفاظت روانہ کردونگا۔

یہ حق تعالیٰ شانہ کے کتنے محبوب ہیں جن کا اخیر تک حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے امتحان ہوتا رہا۔ ہم تو عافیت سے ہیں، عافیت کے ساتھ رہ رہے ہیں۔حق تعالیٰ شانہ ان کے درجات تک پہنچنے کی ہمارے دلوں میں بھی رغبت پیدا فرمائے، حق تعالیٰ شانہ اپنی محبت ہمیں عطا فرمائے۔جیسی ان حضرات کو محبت دی تھی۔

جس طرح میں نے عرض کیا کہ اتنے مجاہدوں پر بھی ان کو مزید آزمایا جاتا ہے حضرات

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو، حضرات اولیاء اللہ کو۔ ایک بزرگ ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں دعا کررہے ہیں، دعا میں جیسے ہی انہوں نے یہ کلمات زبان سے نکالے، '**اللھم اعصمنی**' جیسے ہی '**اللھم اعصمنی**' کہا، تو کتنا پیار حق تعالیٰ شانہ کو اور کتنے قریب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اوپر سے آواز آئی۔

جیسے میں نے کل عرض کیا تھا کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت شوق اور شدت طلب کا نتیجہ تھی؟ یا آپ کو بلایا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ اور جس طرح شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب کیلئے تو آخرت کا وعدہ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جسم کے ساتھ وہاں اوپر لے جایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ نعمت اولیاء اللہ کو آگے ملی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا مکالمہ ہوا تھا، اس طرح کے حق تعالیٰ شانہ سے مکالمہ کے کئی ایک واقعات سنائے تھے، کہ حق تعالیٰ شانہ نے براہ راست خود جواب دیا۔

اس طرح یہ بزرگ ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا کررہے ہیں '**اللھم اعصمنی**'۔ اے اللہ مجھے معصوم رکھ۔ ابھی یہاں تک پہنچے تھے کہ آواز آئی، حق تعالیٰ شانہ خود فرمارہے ہیں کہ 'اے کیا مانگ رہا ہے؟ میں تجھے معصوم بنادوں تو پھر میری جو صفتِ غفران ہے، صفتِ مغفرت ہے اور صفتِ عفو ہے وہ کس کے اوپر نچھاور کروں گا؟ جب سب معصوم بن جائیں گے؟'۔ ایسی دعاؤں کی حلاوت ہمارے لئے بھی مقدر ہو۔ کاش کہ ہمیں کچھ آگے بڑھنے کی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے توفیق مل جائے۔

مبارک راتیں ہیں مانگیں اپنے لئے بھی، اپنی قیامت تک کی نسلوں کیلئے ایمان مانگ لیں۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین۔**

۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ والوں کے مجاہدات کا ذکر تھا کہ کس طرح وہ سینکڑوں ہزاروں میل دور سے حج کیلئے جاتے رہے، اسے اپنا طرۂ امتیاز بنالیا۔ کسی نے برسہا برس صائم الدہر اور قائم اللیل رہ کر زندگی بسر کی، ہمیشہ کا روزہ، ہمیشہ رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر وقت گذارا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے طریق پر کسی چیز کا انتخاب کیا۔ اہل علم کی جماعت نے اور طریقے سے اسے وصول کیا۔

## شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ قدس سرہ نے درس بخاری کے دوران ایک مرتبہ ارشاد فرمایا حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب دارالعلوم دیوبند کے متعلق فرمایا کہ میرے یہاں وہ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ جس زمانہ میں میں نورالایضاح کا حاشیہ لکھ رہا تھا کئی ماہ رات کو سویا نہیں۔

ابھی اس وقت مجھے تو صرف ان کے ایک پہلو کی تلاش تھی ان بزرگان دین کے حالات میں سے مجاہدات کی مگر اسی کے ذیل میں ایک اور چیز بھی نکل آئی۔ کوئی ۷۲ء، ۷۳ء کا قصہ ہے کہ جب ہم یہاں دارالعلوم میں چھ سالہ نصاب بنانے لگے تھے، اس وقت ہمارے

اکابر سے مشورہ کیا گیا۔ پھر جو کتابیں منتخب کیں اس کے متعلق سوچنا شروع کیا۔

اس میں نورالایضاح بھی ہمارے یہاں تمام مدارس میں فقہ کی کتابوں میں شامل ہے اس وقت مجھے نورالایضاح کے متعلق ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ ارکان اربعہ میں سے صرف دو باب کتاب الصلوۃ اور کتاب الصوم پر علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ختم کردیا تھا اور یہیں تک ان کی کتاب تھی۔ پھر میں نے جو کتاب اس وقت میرے سامنے تھی، جتنے ابواب پر مشتمل تھی، وہی میں نے فوٹو کاپی ہندوستان بھیجی مختلف مدارس میں، کسی جگہ سے ایک اشکال آیا کہ یہ تو آپ نے کتاب ناقص بھیجی ہے۔اس وقت تو یہ ٹیلی فون نہیں تھے،صرف خط وکتابت سے رابطہ ہوسکتا تھا تو میں نے پھر اس موضوع کو اس وقت وہیں پر چھوڑ دیا تھا۔

ابھی جب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیئے کے متعلق دیکھا تو حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جب حاشیہ لکھا تو وہ شش وپنج میں رہے کہ آخری دو باب زکوۃ وحج کی یہ دو کتابیں یہ ان کی ہیں یا نہیں۔ اور ابھی چند مہینے ہوئے کہ مجھے اس کی تصریح ملی کہ فلاں ازہر کے شیخ نے اس ناقص کتاب کو اتمام تک پہنچایا اور اسے مکمل کیا۔ آخری ابواب کسی ازھری استاذ کے ہیں اور انہوں نے اس کتاب کو مکمل کیا ہے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ کا آخری وقت تک شغل حدیث

جیسے ابھی پرسوں میں نے مولانا یوسف کارا صاحب کو ایک envelope (لفافہ) دیا کہ یہ حضرت مولانا عاقل صاحب کو پوسٹ کرنا ہے۔ کہ میں جو آپ حضرات کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ہمیشہ قصہ سناتا رہا کہ یہ ہمارے اکابر ہر وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی طرف متوجہ رہنا چاہتے تھے۔ چاہے درود شریف پڑھ کر متوجہ رہیں، چاہے مراقبہ محمد یہ کرتے رہیں۔ چاہے سیرۃ طیبہ لکھیں، چاہے حدیث کی شرح لکھیں۔ مقصود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال، اقوال، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی احادیث کی خدمت یہ شغل رہے۔ یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق بھی میں نے سنایا اور اکابر کے متعلق بھی کہ بالکل آخری وقت، اس جہان سے ہی سفر فرمارہے ہیں، اُس جہان میں تشریف لے جارہے ہیں اس وقت بھی اسی میں مشغول ہیں۔

میں نے اس پر قصہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے جب گھنٹے گنے جارہے تھے تو انہی دنوں میں حضرت نے فرمایا حضرت مولانا عاقل صاحب سے کہ 'عاقل! وہ مسودہ لا، سنا'۔ جو تصنیف چل رہی تھی تراجم بخاری کی۔ حضرت مولانا عاقل صاحب کو میں دیکھ رہا ہوں کہ لے کر بیٹھے ہیں، انہوں نے بھی سوچا کہ حضرت اس حال میں نہیں ہیں کہ ابھی اس تصنیف کو جاری رکھا جاسکے انہوں نے حضرت کو مشغول رکھنے کیلئے سوال کیا کہ حضرت یہ جو لامع میں جگہ جگہ آتا ہے **کذا فی تقریر المکی** کہ مولانا مکی نے جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر بخاری لکھی تھی اس میں سے یہ مضمون لیا گیا ہے تو یہ مولانا مکی کون ہیں؟ برجستہ اسی وقت، میں قریب بیٹھا ہوا تھا تو حضرت نے اسی وقت فرمایا کہ مدرسہ صولتیہ میں ایک کتاب ہے اس کے پہلے صفحے پر ان کے حالات مذکور ہیں۔

بس اتنی گفتگو اس وقت ہوئی تھی ابھی پرسوں میں نے مولانا عاقل صاحب کو اس کتاب کے اس پہلے صفحے کی فوٹو بھیجی، اور ساتھ ہی میں نے یہ لکھا کہ آپ نے حضرت سے جو سوال کیا تھا اور حضرت نے جو فرمایا تھا کہ مدرسہ صولتیہ میں یہ کتاب ہے تو وہ کتاب یہ ہے اور اس کے پہلے ہی صفحے پر مولانا محمد حسن مکی کے تمام حالات مذکور ہیں۔ مرض الوفاۃ میں بھی کتنا استحضار!

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ مولانا اعزاز علی صاحب اس زمانے میں تشریف لائے جس وقت یہ نورالایضاح کا حاشیہ لکھ رہے تھے فرمانے لگے کہ اب یہ مکمل ہوا ہے اور فلاں تاریخ کو فلاں مہینے سے میں نے اسے شروع کیا تھا۔ ایک طویل مدت بتائی اور فرمایا کہ اس کی تصنیف کے دوران میں کبھی رات کو نہیں سویا۔ اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ میں فلاں سن سے لے کر اس سن تک برسہا برس رات کو ۳ ربجے کے بعد سوتا۔ وہ حضرات

پیدل حج کر کے جسمانی عبادت میں مصروف رہے یہ دماغ کو خرچ کر کے راتوں کو جاگ کر کے حدیث پاک کی خدمت کر کے اس طرح مجاہدے میں مشغول رہے۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور اکابر کا تقلیل طعام

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم نے دیکھا کہ رمضان المبارک میں ترک طعام کا کس درجہ کا مجاہدہ تھا، ایک رمضان دو رمضان نہیں، وہاں سہارنپور پیر صاحب کو اللہ تبارک وتعالیٰ زندگی عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر باقی رکھے۔ بہت بڑے ہمارے گواہ ہیں ایسے واقعات کے جو کسی کے سمجھ میں نہیں آتے کہ کس طرح ایسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو تم کہتے ہو کہ حضرت روز تیس پینتیس پارے پڑھتے تھے اور حضرت کی غذا اس زمانہ میں [ کیا تھی؟ ]

مغرب کے بعد افطاری کے کھانے میں بھائی ابوالحسن ایک چھیلا ہوا انڈہ لے کر آتے اور ٹکڑے کر کے کھلانا چاہتے تو آدھا انڈہ لیا تو فرمادیتے کہ بس۔ وہ عرض کرتے یہ پورا لے لیں فرماتے 'نہیں'۔ اور جو چائے کی پیالی ہوتی میں حضرت کو پلایا کرتا آدھی پیالی کے بعد فرماتے کہ 'جا تو پی لے'۔ ایسا ہی کچھ بلکہ اس سے بھی کم سحر میں ہوتا تھا۔

تمام اکابر کے یہاں یہ ملے گا۔ بہت پیچھے آپ چلے جائیں گے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ پورے ہفتہ میں ان کی غذا تھی ایک پیالہ شوربا۔ ایک ہفتہ میں ایک پیالہ شوربا۔ یہ ان کی غذا، سوپ کے ایک پیالہ پر ہفتہ بھر کا گذارہ ہوتا۔

اسی لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے ابا کا وصال ہوگیا تو حسن بن عُمارۃ، حضرت کے شاگردوں میں سے ہیں تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ یہ غسل تدفین وغیرہ سب آپ کے ذمہ ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا۔ جب آپ کو غسل وکفن سے فارغ

ہوکر تیار کر کے رکھا گیا تو اب سب کھڑے رو رہے ہیں تو روتے ہوئے حسن بن عمارہ کیا کہتے ہیں، '**یامن لم یفطر منذ ثلاثین سنة**' کہ اے وہ ذات کہ جس نے تیس برس صائم الدہر رہ کر ہمیشہ روزوں کے ساتھ گذارے۔ اور آگے فرمایا کہ '**یا من لم یتوسد منذ اربعین سنة**' کہ اے وہ ذات جو چالیس برس کبھی نہیں سوئی۔ اور آگے لکھا ہے دوسروں کی طرف سے نقل کر کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے متعلق کہ کتنے حج کئے۔ لکھا ہے کہ پچپن حج امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کئے۔

## حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اور اسی حج کے دوران خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ابا کے ساتھ حج پر تھا اور سن گنوایا ۹۳ھ۔ میں اپنے ابا کے ساتھ تھا۔ میری عمر سولہ برس کی تھی تو میں نے ایک جگہ بھیڑ دیکھی بہت سارے لوگ جمع ہیں۔ ابا کے ساتھ ہم قریب پہنچے میں نے ابا سے پوچھا کہ یہاں بھیڑ کیوں ہے؟ ابا جان نے بتایا کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی ہیں۔ ان سے تمام حجاج ملنا چاہتے ہیں۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ابا جان سے عرض کیا کہ مجھے ذرا اندر تک پہنچا دیں گے؟ کہ میں زیارت بھی کرلوں اور ممکن ہو اور میری قسمت یاوری کرے تو میں کوئی حدیث سن لوں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سے وہاں پر حج کے سفر میں حدیث پاک سنی۔

اب کہتے رہو کہ وہ تابعی نہیں تھے، مسائل نہیں جانتے تھے۔ ایک نائی نے حجامت بناتے ہوئے پانچ مسائل سکھائے۔ کیسی کیسی باتیں گھڑ لی ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو ہمیشہ چلتا ہی رہتا ہے۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اتنا اونچا پہنچاتے ہیں، اتنا اونچا پہنچاتے ہیں کہ دیکھنے والوں سے ہضم نہیں ہوتا، سننے والوں سے ہضم نہیں ہوسکتیں ان کی

فضیلتیں، ان کی علو منزلت، ان کی علو مرتبت۔ سن نہیں پاتے وہ تو اپنی بھڑاس کس طرح نکالیں گے۔

## حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت عبادت

حالانکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ '**رأیت أنسا رضی الله تعالیٰ عنه یصلی**'۔ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف تھے اور میں نے نماز پڑھتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں حسن بن عمارہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چالیس برس تک سوئے نہیں۔ اور تیس برس صائم الدہر رہے، ہمیشہ روزے رکھتے رہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ سلفی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف، احناف کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں لیکن اس کا کیا اثر ہے؟ بلکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے جو قریبی شاگرد تھے سب اس جہان سے چلے گئے پھر بھی دیکھا کہ بڑی تیزی کے ساتھ یہ مذہب دنیا میں پھیل رہا ہے مغرب سے اسپیشل آدمی اور وفود بھیجے گئے جو جا کر کوفہ، بصرہ، عراق اور ان جگہوں میں کام کریں۔ حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ '**لکی یمیتون مذهب ابی حنیفه**'۔ کہ ان کا ایک ہی کام تھا، ایک ہی مشن تھا کہ **اماتة مذهب ابی حنیفه** ۔ کہ امام ابوحنیفہ جس مذہب کی بنیاد رکھ کر گئے ہیں اسے دنیا سے ختم کرنا ہے۔ مگر وہ مذہب اس مخالفت کے نتیجہ میں زیادہ پھیلتا چلا گیا۔

حق تعالیٰ شانہ کا انعام کہ میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ کہ ہم نے خود سنا تھا کہ '**یقول الامام الاعظم**' مصری ریڈیو پر سب سے پہلا کلمہ ہوتا تھا اور پھر شامی کے ابواب سنائے جاتے تھے۔ ادھر ہندوستان میں فتاویٰ عالمگیری تیار ہوئی۔ یہ فتنے ہر زمانہ میں اور ہر وقت

رہے آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو کچھ وقفہ کے بعد کوئی نہ کوئی فتنہ پرور جماعت پیدا ہوتی ہے کہ جس کا مشن یہی ہوتا ہے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے بنائے ہوئے فقہ کو جواب تک یہ طویل زندگی دی تو اس میں سب سے زیادہ دخل ان کی، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ریاضت اور مجاہدات اور عبادات کا ہے۔ کہ وہ عرق ریزی کرتے رہے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر اور کس طرح کرتے رہے کہ رات بھر جاگ کر کے مجاہدہ فرمائے، یہی تو بیان فرما رہے ہیں حسن بن عمارۃ رضی اللہ عنہ اور مسعر رضی اللہ عنہ۔

مسعر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سنا تو میں پہنچا کہ میں آپ کو دیکھوں کہ آپ کی بڑی شہرت ہے۔ میں جب پہنچا تو دیکھا کہ فجر کی نماز سے جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ درس کا حلقہ آپ کا لگ گیا اور آپ نے پڑھانا شروع کیا۔ اور کتنی دیر؟ اس وقت ہمارے یہاں اور ساری دنیا میں نظام تعلیم میں پورے دن میں سے چھ گھنٹے مختلف اوقات میں متعین کئے گئے ہیں اور وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کئے گئے ہیں۔ اور ان کا حلقۂ درس [کیسا تھا؟]

مسعر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد آپ نے درس شروع فرمایا۔ ظہر کی اذان پر اٹھے۔ ظہر کی نماز پڑھی پھر درس شروع فرمایا عصر کی اذان پر اٹھے۔ عصر کی نماز کے بعد پھر درس شروع فرمایا، مغرب کی اذان پر اٹھے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان خلوت میں اپنے گھر تشریف لے گئے اور عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف لائے اور 'اللہ اکبر' فجر تک مالک کے ساتھ مناجات میں مشغول رہے۔ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ کر حیران ہوگیا کہ یہ شخص سوتا کب ہے، آرام کب کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں میں دیکھتا رہا ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال۔ سالہا سال کے متعلق مسعر کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اسی حال میں دیکھا۔ ان کی عبادات کو بڑا دخل ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر مر مٹنے والے اس قرب قیامت میں، اس وقت دنیا کے ہر کونے میں آپ کو ملیں گے۔ امام صاحب کی عبادات

اور جانفشانی کی یہ برکت ہے۔

## چالیس مجتہد ائمہ کرام

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف درس اور رات کی عبادات پر اکتفا نہیں کیا، اس سے بھی بڑا کام آپ نے سرانجام دیا۔ کہ یہ جو آپ کا حلقہ ہوتا تھا فرماتے ہیں کہ شروع کے سالوں میں یہ درس ہوتا رہا اور اس کے بعد آپ نے اجتہاد شروع فرمایا۔ اور اجتہاد جب شروع فرمایا اس وقت آپ نے اپنے شاگردوں میں سے ایک ہزار افراد کو منتخب فرمایا اور ان تمام کی علمی مجلس ہوتی تھی اور ان تمام میں سے چالیس حضرات ایسے تھے کہ جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مجتہد مطلق تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مجتہد مطلق، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے، اس طرح کے مجتہد مطلق تھے چالیس افراد۔ ان کے ساتھ اخیر میں ہر مسئلہ پر بحث ہوتی تھی۔ اور بحث کیسی ہوتی تھی؟ تفصیل سے اس کو لکھا ہے کہ کسی مسئلہ پر بحث ہوتی تھی ایک دن کیلئے، کسی مسئلے پر تین دن، کسی پر ایک ایک مہینہ بحث ہوتی تھی۔ اور اس طرح کر کے جو ہمیں ذخیرہ دے کر کے گئے ہیں وہ کتنا ہے؟

کہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تین لاکھ، اسی ہزار مسائل مستنبط ہو چکے تھے، قیامت تک کیلئے اب اس پر عمل کرتے رہو، کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ اسی لئے حضرت مولانا امام ربانی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ایک مسئلہ ایسا نہیں جہاں حنفیہ کے پاس کوئی حدیث دلیل کے طور پر نہ ہو۔ یہی حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہیں پر حنفی مذہب میں اس طرح کی کوئی کمزوری نہیں ہے۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانفشانی۔ اب یہ مجاہدہ آپ دیکھیں۔ پیدل چلنے والوں کا مجاہدہ الگ تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا چالیس چالیس برس خدا کے حضور تمام راتیں گذارنا، درس وتدریس اور اجتہاد اور استنباط مسائل کیلئے

ساری عمر اس میں صرف کرنا کتنا بڑا مجاہدہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان حضرات کی برکات سے نوازے اور ان حضرات سے عبرت حاصل کر کے حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی کچھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## حضرت ابوالاشہب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اللہ والے سے ملاقات

یہ کل اور پرسوں جو پیدل چلنے والوں کے مجاہدات بتائے۔ ہم نے بھی بچپن میں کہیں، اس وقت اخبار ہمارے ہاتھ تک تو نہیں پہنچتا تھا لیکن وہ گفتگو سنی، شور تھا گاؤں میں کہ اخبار میں آیا ہے کہ آج فلاں شخص جو پیدل حج پر جا رہے ہیں، ان کا معمول یہ بنایا گیا کہ کسی نے اخبار والے مبالغہ کے طور پر لکھا ہوگا کہ ہر قدم پر وہ دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ ہر قدم پر تو نہیں پڑھ سکتے۔ کیسے پہنچے گا اپنی منزل پر۔ اس طرح کی چیزوں کی بھی اصل مل جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے ابوالاشہب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ملا، ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ فلاں دو علاقوں کے درمیان جنگل میں سے میں گذر رہا تھا وہاں میں نے ایک فرشتہ صورت انسان دیکھا۔ ان کو دیکھ کر میں حیران ہوگیا کہ یہ شکل اور یہ صورت اور یہ جنگل یہ بیابان اور یہ تن تنہا ہیں۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ اکیلے یہاں کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔ فرمایا کہ کون آپ کا رفیق، آپ کا ساتھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ '**امامی، خلفی، یمینی وشمالی وفوقی وتحتی**'۔ کہ میری چاروں طرف میرا رفیق ہے۔

ابوالاشہب فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت اسے حاصل ہے اور یہ عارف شخص ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ یہاں جنگل بیابان میں اکیلے ہیں اور آپ کے ساتھ نہ کوئی کھانے کی چیز نہ پینے کی چیز، نہ کوئی تھیلا آپ کا زادراہ ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرا زادراہ میرا ایمان، میرا اقرار، میرا توکل یہ میرا زادراہ ہے۔ آگے ابوالاشہب کی ان کے ساتھ لمبی گفتگو ہے۔ کافی سوالات انہوں نے کیئے، بڑے

دلچسپ سوالات اوران کے جواب ہیں۔

گذشتہ کل مجھے بڑاافسوس ہواوقت زیادہ ہوگیا تھا آج جلدی ختم کرتے ہیں تاکہ آپ کی مبارک راتیں میں خراب نہ کروں۔ میں نے جوان کا قصہ کو بیان کرنا شروع کیا تواس لئے کہ اس میں ابوالاشہب نے بتایا کہ ان بزرگ کا معمول تھا کہ 'هو يصلى على كل ميل' تو میل سے مراد ہماراانگلش one mile اور two miles یہ نہیں۔

آپ نے کھیتوں میں دیکھا ہوگا کہ ہرایک کے کھیت کی حد بندی ہوتی ہے، اس کے چار کونوں پراونچے اونچے پتھر رکھ دیئے جاتے ہیں یامٹی کا، اسی طرح ہرایسی جگہ پر جہاں مسافر اپنا رستہ بھٹک سکتا ہے جہاں دورستے ایک سے متفرع ہوتے ہوں یانکلتے ہوں یا کہیں پر تین نکلتے ہوں، چارا کٹھے ہوتے ہوں وہاں پرکوئی پتھرنشانی کے طور پرلگادیتے تھے۔فرماتے ہیں کہ ان کا معمول تھا کہ يصلى على كل ميل۔

## حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ سورت سے لے کر جدہ تک انہوں نے سفر کیا اور ایک ہی وضو سے کیا۔انہوں نے کوشش کی نہ استنجاء کی حاجت پیش آئی نہ کھانا نہ پینا۔جیسے یومیہ صرف ایک بادام کھا کر،امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ گذارہ فرماتے تھے۔ایک زمانہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پربھی ایسا گذرا ہے۔ان حضرات کے مجاہدے ایسے ہوتے تھے۔

جس طرح ابوالاشہب کو یہ اللہ کا ایک نیک بندہ ملا کہ ہرمیل پر دورکعت پڑھتے ہرجگہ وضوء کا انتظام سوچئے مگر اللہ کی حکمت کہ پیدل حج کرنے والے اللہ والے، ان کوحکمت الٰہیہ نے چوری کے الزام میں تھانہ پہونچا دیا۔حضرت مولانا مظفرحسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو راستہ میں پکڑلیا کہ تم چور ہو۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بڑا اچھا شعر یہاں پڑھا کرتے تھے کہ

بے نیازی نے تیری مجھ بے نوا کو کیا کیا کیا

اسی ذات پاک سے پوچھتے ہیں۔ 'بے نیازی نے تیری'، کتنا قریب سے خطاب ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے کہ 'بے نیازی نے تیری مجھ بے نوا کو کیا کیا کیا'۔ تو یہ اس کی صمدیت کی شان ہے۔ وہ ان حضرات کو بتاتا ہے کہ یہ تمہارے پیدل سات سات حج اور یہ تمہارا بارہ برس تک در بدر بھٹکنا حضرت سفیان ثوری کا تو اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ان کو مزید پرکھنا چاہتے ہیں کہ یہ اور کتنا برداشت کر سکتے ہیں یہ دونوں بزرگ چور بنادیئے گئے۔ ایسے موقع کی مناسبت سے حضرت کے اشعار ہوتے تھے۔ کہیں خطوط لکھوا رہے ہیں اس میں بھی موقعہ کی مناسبت کے اشعار ہوتے۔ اسی کے ذیل میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا قصہ سنایا تھا۔

## شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح کا قصہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک قصہ عرض کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے دوران جب مولانا اسجد کی ولادت کی طلبہ کو اطلاع ہوئی تو یہ طلبہ کی جماعت بھی عجیب ہے۔ بعض بڑے منہ پھٹ قسم کے ہوتے ہیں۔ کسی طالب علم نے ایک پرچہ لکھ دیا۔

حضرت کا معمول تھا کہ درس کے ختم پر جو دو چار چٹھیاں پہنچی ہوتیں وہ سناتے کہ ان کو تقریر پر یہ اشکال ہوا ان کو یہ اشکال۔ اب چٹھی حضرت نے کھولی اور پڑھ کر سنائی کہ یہ صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر ستر برس سے متجاوز ہو چکی اور اب تک بچے پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں؟ جو حضرت کا جواب میں نے سنا تھا کہ حضرت نے درس میں اس کا یہ جواب دیا

تھا تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس کی اصلاح فرمائی۔اور فرمایا کہ جو ہم نے سنا تھا کہ 'ہم نے جوانی میں اپنے پانی کی حفاظت کی ہے'۔عصمت سکھائی، ورع کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اور ہمارے جوانوں کی حفاظت فرمائے۔ یہ شیطان تو صرف جوانوں کے ساتھ نہیں، بوڑھوں کو کسی کو بھی مامون نہیں ہونا چاہئے۔حق تعالیٰ سب کی عزت کی حفاظت فرمائے۔

## حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح کی ایک گفتگو میں میں نے حضرت تھانوی قدس سرہ کے خادم خاص خواجہ عزیز الحسن صاحب کا قصہ سنایا جو بڑے زبردست شاعر تھے۔ حضرت نے ان کو ڈانٹ کر نکال دیا۔ان کے خلافت چلنے کی گفتگو کے سلسلہ میں ان کا شعر کیا تھا وہ سنایا تھا۔حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ان چاروں نسبتوں کو رمضان المبارک میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ بیتی میں بھی تفصیل سے حضرت نے اس کو لکھا ہے۔ جو خلافت دی جاتی ہے وہ دو قسم کی ہے۔ایک اصحاب علم میں سے کسی کو اجازت دی جائے تو وہ خلافتِ سلوک کہلاتی ہے اور عوام میں سے جسے دی جائے اسے خلافت ربانی کہا جاتا ہے۔

اسی کے ذیل میں میں نے عرض کیا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کو نکال دیا اور اس کے بعد وہ در پر بیٹھے رہے اور روتے رہے، زور زور سے وہاں سے اشعار پڑھ رہے ہیں۔ کہ

وہ در نہ کھولیں گے میں درنہ چھوڑوں گا
حکومت ہے اپنی اپنی، کہیں تیری کہیں میری

میں نے حضرت سے عرض کیا جو ان کو خلافت ملی ہے تو اس شعر پر ملی۔ حضرت نے پھر ایک اور شعر سنایا کہ ہم نے اس واقعہ کو اور طرح سے اس وقت سنا تھا۔ اور حضرت نے ایک اور شعر وہاں سنایا۔

سب تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا کہ خلوت ہوگئی

## حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ

تو یہ میں قصہ بیان کرنے لگا تھا اصمعی کا، جو بہت بڑے شاعر ہیں تو وہ بھی ابوالاشہب کی طرح سے فرما رہے ہیں کہ میں جنگل بیابان میں پہنچا تو کچھ عرصہ کیلئے میں ان کے یہاں ٹھیر گیا۔ دیکھاوں کہ قبیلہ والوں کی فصاحت کیسی ہے۔ ان کو الفاظ کی تلاش ہوتی تھی، اس کے معانی کی تلاش تھی۔ جو اس کا معدن ہے وہ بدوی حضرات ہیں۔ اور شہروں میں جہاں مخلوط قسم کے لوگ آکر بستے ہیں تو وہاں زبان خراب ہوجاتی ہے۔

اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے یہاں بھیجا گیا تھا مکہ مکرمہ سے دور تو اس میں ایک پہلو زبان کی حفاظت کا بھی تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح بھیجا گیا اسی طرح یہ دور دراز علاقوں میں جاکر خالص عرب جہاں رہتے ہیں، جن کا کسی کے ساتھ اختلاط نہیں ہوتا تو ان کو تلاش کر کے ان کے ساتھ رہتے ہیں وہاں، ان کو جن الفاظ کی تلاش ہوتی ہے وہ ان کو مل جاتے ہیں۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ جنگل میں بدو جہاں رہتے تھے ان کے پاس پہنچ گیا اور ان کے ساتھ رہنے لگا، تو میں ان کے بچوں کو پڑھا رہا تھا۔

## ایک ڈاکو کی توبہ

اس علاقہ کا ایک مشہور ڈاکو اپنی تلوار لٹکائے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ میں ڈر گیا کہ اب میری اور تمام گھر والوں کی خیر نہیں۔ کتنے تیز سریع الفہم لوگ ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ مجھے دیکھتے ہی وہ ڈاکو للکار کر مجھے کہتا ہے کہ 'ایھا الحضری! ماذا تفعل فی البداوۃ؟' کہ تو تو شہری آدمی ہے شکل وصورت سے پہچان لیا۔ ایک عرصہ سے رہ رہے ہیں اصمعی مگر شکل وصورت سے

پہچان لیا ان کو کہ یہ شہری آدمی ہیں۔ ادھر کیا کرتے ہو؟ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ 'انی اعلم الصبیان'۔ کہ بچوں کو پڑھا رہوں اور ان کو میں قرآن پڑھا رہا ہوں۔

تو وہ بے چارہ جس کی ساری عمر ڈکیتی میں گذری اس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ قرآن کیا چیز ہے۔ ہے مسلمان، مگر اسے لفظ قرآن کے معنیٰ معلوم نہیں۔ پوچھتا ہے کہ قرآن کیا ہے؟ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کلام اللہ۔ اللہ کا کلام۔ تو وہ اتنا دین سے دور ہے کہ القرآن کا ترجمہ بتایا گیا، معنی بتائے گئے، قرآن کا تعارف کرایا گیا کہ یہ کلام اللہ ہے تو یہ سن کر اس کا ذہن گیا کس طرف؟

جس طرح آپ لوگ اپنی گفتگو میں بات چیت میں کہتے ہیں کہ اس شاعر کا کلام بہت اونچا ہے۔ اقبال کا کلام کسی کو پسند ہے کسی کو کسی اور شاعر کا۔ تو شاعر کے اشعار کو بھی اس کا کلام کہا جاتا ہے تو وہ ڈاکو یہ سمجھا کہ یہ اللہ کے اشعار ہیں۔ وہ اصمعی سے کہتا ہے کہ اچھا 'انشدنی بیتا' مجھے کوئی شعر تو سناؤ جو اللہ کا کلام تم نے کہا تو اس کا کوئی ایک شعر تو سناؤ۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ فوراً میری زبان پر ایک آیت آئی تو میں نے سنا دی کہ 'وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ '۔ بڑی عبرت کا قصہ ہے ہم لوگوں کیلئے۔ ہم ساری عمر قرآن سنتے رہتے ہیں، ہضم کرتے رہتے ہیں، اس کان سے داخل ہوا دوسرے سے نکل گیا سے۔ کبھی ادھر اوپر نہیں پہنچتا دماغ میں پھر دل تک کیسے پہنچے گا۔ کہتے ہیں جیسے ہی اس نے میری زبان سے یہ آیت سنی 'وَفِیْ السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ' ۔ یہ سننا تھا کہ اس نے زور سے تلوار دور پھینکی۔ کہتا ہے کہ خدا تو کہتا ہے کہ میری روزی آسمان میں ہے 'وأنا أطلب فی الأرض' میں زمین میں تلوار لے کر اسے تلاش کر رہا ہوں۔ کتنا پختہ ایمان مالک کے ساتھ اسے حاصل ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کسی کو بدلنا چاہیں تو دیر نہیں لگتی۔ اللہ کرے کہ ہمارے بدلنے کا بھی وقت آ گیا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ تلوار اس طرح اس نے پھینکی اور اٹھ کھڑا ہوا اور رونے لگا۔ اب اس کو

یاد آرہے ہیں سارے واقعات، اور میں نے روزی ہی کی تلاش میں میں نے فلاں کو مارا، فلاں کو قتل کیا، فلاں جگہ ڈکیتی ڈالی۔

اصمعی کہتے ہیں کہ پھر ایک زمانہ کے بعد میں ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کررہا تھا اچانک میری اس سے ملاقات ہوئی۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا تو مجھے کہنے لگا کہ 'مجھے پہچانتے ہو؟' اصمعی ان سے کہتے ہیں 'ہاں ضرور، آپ کو بالکل پہچان لیا۔ فلاں جگہ میں بچوں کو پڑھا رہا تھا اور میں نے آپ کو ایک آیت سنائی تھی۔ تو وہ اب کہتا ہے کہ 'أنشدني بيتا اٰخر'۔ کہ وہ ایک، آیت ہی 'وَفِيْ السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ' ساری عمر کیلئے کافی ہوگئی اور ہم بار بار قرآن پڑھتے ہیں، ختم کرتے ہیں، نمازوں میں سنتے ہیں، ہم پر کتنا اثر ہوتا ہے۔ موازنہ کریں۔

## 'یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے'

اس لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں میں نے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب یہاں تشریف لائے تھے اور ہم حضرت شیخ اور خلفاء کتاب تیار کررہے تھے تو میں میرے نام جو حضرت کے خطوط تھے وہ سنا رہا تھا۔ جب یہاں پہنچا کہ حضرت کو میں نے لکھا کہ زکریا مسجد بولٹن میں جو چوری ہوئی تھی اور آگ لگائی گئی تھی وہ چور پکڑے گئے۔ کافی عرصہ کے بعد میں نے حضرت کو لکھا حضرت نے فرمایا کہ چوروں کے پکڑے جانے پر تم نے مسرت کا اظہار کیا یہ نہیں ہونا چاہئے۔ یہ امور بہت باریک ہیں۔

ہم ہروقت اس پر خوشی مناتے ہیں کہ فلاں چور پکڑا گیا۔ جب یہ میں نے سنایا تو مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ منظر اب تک میرے سامنے ہے کہ چشمہ اور پین ان کے ہاتھ میں ہے اور کھڑے ہوگئے اور جس طرح رقص کرتے ہیں، چلا رہے ہیں اور رو رہے ہیں کہ یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے انہوں نے کہا۔ کیا گُر نکالا؟ حضرت نے فرمایا کہ

ان کی چوری اور پکڑے جانے پر مسرت وہ کرے جو خود چور نہ ہو۔ ہم تو خود چور ہیں۔ کتنے چور ہیں، نماز کی چوری، نماز پڑھتے ہوئے چوری، ہر مجلس میں مسجد میں بیٹھے ہوئے نگاہوں کی چوری۔ کتنی چوریاں ہماری عادات میں ہے۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ وہ مجھے ملا اور کہنے لگا کہ 'انشدنی بیتا آخر'۔ اصمعی کہتے ہیں کہ 'وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ' کے بعد جو آیت ہے وہ میں نے پڑھنی شروع کی کہ 'فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ'۔ تو جب یہ آیت اس نے سنی 'فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ' یہ سن کر اس نے رونا شروع کیا، چلانا شروع کیا۔ اس پر رونے کا ایک حال طاری ہوگیا۔ زور زور سے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ میرے رب کو کس نے غصہ دلایا کہ اسے قسم کھانی پڑی 'فَوَرَبِّ السَّمَآءِ' اور حق تعالیٰ شانہ کو قسم کھانی پڑی، کس نے اس کو غصہ دلایا۔ کہتے ہیں کہ چلاتا ہوا، روتا ہوا بار بار وہ دہرا رہا ہے کہ میرے مالک کو کس نے غصہ دلایا۔ پھر وہیں پر گرا اور روح مالک کے حوالے کردی۔ فخر میتا۔

**اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولانا محمد وعلی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔**

۲۷/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے شب قدر مل جائے تو کیا پڑھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی'. 'اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی یا کریم' ۔حضرت شیخ قدس سرہ کے جو آخری کلمات ہم نے سنے وہ بھی 'یا کریم، یا کریم، یا کریم' ۔تھوڑی دیر یہ تسبیح چلتی رہی 'یا کریم، یا کریم' پھر 'او کریم! او کریم!'

## صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

بارگاہ نبوی اور بارگاہ ایزدی، حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ اور اس کے پاک رسول کی بارگاہ دونوں کے آداب جدا ہے، یہاں او کریم پکار رہے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے ہی والہانہ انداز میں بھی یہ طرز یہ انداز اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ 'لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا' ۔تم جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکار سکتے۔

اور حق جل مجدہ کو جس طرح چاہو پکارو۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام گذر

رہے ہیں کسی چرواہے کو دیکھا کہ وہ خطاب کر کے خدا کو کہہ رہے ہیں کہ تو میرے پاس ہوتا تو میں تیرے بال بناتا۔ تیرا سنگار کرتا، بناؤ سنگار کردیتا۔ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ٹوکا کہ ارے خدا کیلئے یہ کلمات؟

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی آئی کہ اوہو! اس کی جو مناجات کی حلاوت تھی وہ تم نے ختم کردی۔ گویا عشاق آداب سے بالاتر ہیں۔ اللہ جل شانہ ایسا قرب اپنی ذات عالی سے ہمیں بھی عطا فرمائے۔ خاص طور پر اس مقدس رات میں اُسی کو اُسی سے مانگیں۔

اور اُسی سے، یہ 'اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ' کتنا سخت کلمہ ہے۔ اے خدا میں تیری پناہ چاہتا ہوں، تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ اکبر! کیا کلمہ ہے؟ کیا دعا ہے یہ!

حالانکہ قرآن کے شروع میں پڑھتے ہیں 'اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ'۔ اور یہاں حدیث پاک کی دعا ہے، قنوت نازلہ میں پڑھی جاتی ہے تو وہاں 'اَعُوْذُبِکَ، میں تیری پناہ چاہتا ہوں 'مِنْکَ' تجھ سے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کے رسول پاک کے کلمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ پکارے جارہے ہیں 'او کریم، او کریم' یہ آخری کلمہ تھا۔ اس کے بعد کوئی کلمہ ہم نے نہیں سنا۔ حضرت نے کتنے قریب سے پکارا ہوگا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا ذکر کل ہورہا تھا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کو جو خلافت دی اس کے تذکرہ میں میں نے وہ شعر سنایا تھا جس پر انہیں خلافت ملی وہ اس شعر پر کہ:

ادھر وہ در نہ کھولیں گے — ادھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت ہے اپنی اپنی — ادھر ان کی ادھر میری

حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اس کی جگہ اور شعر سنا۔

جیسے حضرت مدنی قدس سرہ والے قصہ میں فرمایا تھا اسی طرح یہاں فرمایا کہ ہم نے اور شعر سنا کہ جس پر انہیں خلافت ملی ہے۔ پھر حضرت نے خود سنایا روتے ہوئے:

سب تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا کہ خلوت ہوگئی

حضرت نے فرمایا کہ اس پر انہیں خلافت ملی۔ یہ بھی کتنی قریب سے خواجہ صاحب حق تعالیٰ شانہ کو پکار رہے ہیں۔ کاش کہ آج مبارک رات میں ہم تمام تمناؤں کو رخصت کردیں۔ وہ تھے اللہ والے خواجہ صاحب جنہوں نے رخصت کردیں تمام چیزیں۔ اور اسی کو پکارتے رہے اسی کو اسی سے مانگتے رہے۔

سب تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا کہ خلوت ہوگئی

ان حضرات نے اسی کو حاصل کرنے کیلئے تمام مجاہدات کئے۔ پہلے دن جملہ نقل کیا تھا جو عوام، خواص سب کی زبان پر تھا کہ بڑے مجاہدے کا رمضان ہے۔ تو عرض کیا تھا کہ یہ کوئی مجاہدہ نہیں صرف اوقات کی تبدیلی ہے۔ کھانے پینے کے اوقات بدلنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مجاہدات تو ان اللہ والوں کے تھے۔ مجاہدات کی انواع ہیں۔ مجاہدات میں ذہنی، فکری، علمی مجاہدات کے ذکر میں علامہ عز الدین ابن جماعۃ کا ذکر کیا تھا۔ ان کا کتنا مجاہدہ تھا کہ ان کی تصانیف کتنی ہیں؟ ایک ہزار تصانیف ہیں۔

## حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

تصانیف بھی ان کی کیسی ہیں؟۔ان کی تصانیف دیکھنی ہوں تو ان کے شاگرد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف دیکھیں۔ اگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا جائزہ لینا ہوتو اسی موضوع پر کوئی دوسری کتاب کسی دوسرے کی تصنیف کھول لیں۔ جو دوسرے مصنف کی تصنیف ہوگی اسی موضوع پر تو اسے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مسودہ بھی نہیں کہہ سکیں گے۔ کیسی عظیم تصانیف حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں۔شاگرد کا یہ حال تو ان کے استاذ جن کی ایک ہزار تصانیف ہیں کس درجہ کی ہوں گے۔

اور یہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں جو حافظہ عطا فرمایا تھا اس کا نتیجہ تھا کہ رمضان المبارک میں روز ایک ایک پارہ پڑھ کر تراویح میں سنادیا، ایک مہینہ میں قرآن کریم مکمل حفظ کرلیا۔

## حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے یہاں اس طرح کے حافظے کے سلسلے میں ضرب المثل حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی کام نہیں تھا سوائے خدا اور رسول ہر وقت سامنے ہوتے تھے۔اسی کو دیکھتے رہیں، اسی کو پڑھتے رہیں، اسی کو سوچتے رہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں علم کی فکر میں مستغرق رہتا ہوں۔ ہر وقت اسی کو سوچتے رہتے تھے اور فرماتے ہیں کہ میں کتنا سوچتا رہتا ہوں کہ رمضان المبارک کے چاند کے ساتھ ہی قرآن کھول کر پڑھنا شروع کرتا ہوں۔ دن گذرتے جاتے ہیں۔انتیسواں دن آجاتا ہے سوچتا ہوں کہ اوہو میں نے تو ابھی چند ورق پڑھے۔آگے چلتے ہی نہیں۔قران سامنے رکھ کر اس کے معانی، قرآن کریم کے رموز واسرار پر غور فرماتے رہتے۔

حق تعالیٰ شانہ کے کلام کے رموز میں اتنے مستغرق ہوجاتے تھے کہ فرماتے ہیں کہ میں انتیس رمضان کو سوچتا ہوں کہ اگر آج چاند ہوگیا تو میرا قرآن ادھورا رہ جائے گا پھر جلدی

جلدی ختم کر لیتا ہوں کہ ایک قرآن تو ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ ہر رمضان میں یہ حال ہوتا تھا۔

ان کے گھر والے بیان کرتے ہیں کہ کتاب دیکھتے دیکھتے کبھی کھانے پر بلایا، کسی اور ضرورت کیلئے اٹھے، چند قدم چل کر پھر ایک دم مڑے ہنستے ہنستے۔ ہنس رہے ہیں، جا کر کتاب کھولی، اس کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد پھر بلانا پڑتا تھا پھر واپس تشریف لاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بار ہا ایسا ہوتا تھا۔

گھر کے باہر کے خادم ڈابھیل میں تھے، سملک میں، سلیمان کوٹھڑی والا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مطالعہ میں مصروف ہوتے تھے، استنجے کی حاجت ہوئی۔ گھر کے بیت الخلاء میں دروازہ پر پہنچے۔ دروازہ کھولا، پھر واپس مڑے، پھر کتاب کھولی۔ پھر دیکھ رہے ہیں۔ پھر اٹھے پھر تشریف لے گئے۔ بار ہا ایسا ہوتا تھا کہ تین دفعہ حضرت بیت الخلاء کے دروازے پر آتے پھر واپس چلے جاتے۔

گھر والوں کا بیان ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت تیار ہو کر مسجد کیلئے تشریف لے جاتے۔ مسجد کے دروازہ کے قریب پہنچے پھر کچھ یاد آ گیا۔ جلدی دوڑتے ہوئے گھر پہنچتے۔ کتاب کھولتے وہ مضمون دیکھا، پھر واپس مڑ جاتے۔ اسی لئے حضرت نے خود فرمایا کہ میں فکر علم میں مستغرق رہتا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو قرآن و حدیث کے علوم سے ایسا استغراق نصیب فرمائے۔

## حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی مدرس تھے مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ پھر وہ مراد آباد تشریف لے گئے تھے پھر حضرت مدنی قدس سرہ کی علالت کے آخری ایام میں یا حضرت کی وفات کے بعد

بخاری آپ کے ذمہ ہوئی۔اوراس وقت دوبارہ تشریف لائے تھے۔

پہلی مرتبہ جب دار العلوم میں قیام تھا اس زمانہ کا قصہ ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گذر رہے ہیں دیکھا کہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب فتح الباری کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ پوچھا کہ روز کتنے صفحات دیکھ لیتے ہو؟ حضرت مولانا فخرالدین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں تقریباً تیس صفحے کا مطالعہ روز کرتا ہوں۔

حضرت مولانا انورشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے طالب علمی کے زمانے میں بیس دن میں مکمل فتح الباری کی تمام ۱۳؍جلدیں دیکھ لی تھیں۔وہ دیکھنا کافی ہوگیا ایک ہی دفعہ۔ساری عمر کیلئے کافی ہوجاتا تھا۔کیا حق تعالیٰ شانہ نے حافظہ عطا فرمایا تھا۔

## اکابر کی تواضع

اسی لئے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں حضر وسفر بھی رہتا تھا۔ہم کشمیر پہنچے وہاں علماء میں طلاق کے کسی مسئلہ میں اختلاف چل رہا تھا۔حضرت سے سوال پوچھا گیا حضرت نے فرمایا کہ اچھا بھائی لکھنا شروع کرو۔فرماتے ہیں کہ طلاق کے ایک مسئلہ پر پورا ایک رسالہ لکھوادیا۔ جب کتاب مکمل ہوئی حضرت نے فرمایا کہ بس بھائی ختم کرو۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ختم پر میں نے لکھا کہ **املاہ البحر الذاخر والحبر الکامل** ۔حضرت نے دیکھا کہ یہ تو کچھ لمبا لکھتے جارہے ہیں پوچھا کہ کیا لکھا؟ اب ان کو بتانا پڑا کہ یہ لکھا۔فرمایا کہ یہ سب کاٹ دو۔صرف لکھ دو مولوی انورشاہ۔یعنی کتنی تواضع اور کتنی نفرت ان القاب سے تھی۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا اس کے فوراً بعد کی چھپی ہوئی کوئی کتاب ابھی قریب میں میرے پاس تھی تو میں

نے جہاں فہرست وغیرہ ہوتی ہے پہلے کبھی ذہن نہیں گیا۔ مگر غور سے دیکھا کہ فہرست ہے کتابوں کے نام ہیں کہ ہمارے یحیوی کتب خانے سے یہ کتابیں مل سکتی ہیں تو میں نے اسے غور سے پڑھا۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے تجارتی کتب خانہ تھا تو نیچے تاجر کتب مولوی محمد یحییٰ لکھا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب مولانا یحییٰ صاحب کا وصال ہوگیا اور اب حضرت شیخ والد صاحب کی جگہ پر کتب خانےکے ذمہ دار ہیں تو اب حضرت نے جو کتاب چھپوائی تو جہاں لکھا تھا ’تاجر کتب مولوی یحییٰ‘ تو اس پر حاشیہ لگایا، حاشیئے کا نشان بنایا اور نیچے حاشیہ پر حضرت شیخ نے لکھا:

’ناظرین! مولوی یحییٰ صاحب کا انتقال ہوگیا۔
ان کیلئے دعائے مغفرت و رحمت فرمائیں۔
مولوی محمد زکریا‘۔

مولوی سے آگے اپنے والد صاحب کیلئے لکھنے پر بھی حضرت شیخ تیار نہیں کہ حضرت قبلہ والد صاحب وغیرہ لکھتے۔ صرف مولویٰ یحییٰ صاحب مرحوم ہوگئے۔ ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ یہی حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی لکھ دو مولوی انور شاہ۔

## حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ سرہند شریف

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم تو بڑے عظیم ہیں۔ دونوں طرح کے، ظاہری علوم بھی اور باطنی علوم بھی۔ اب صحیح بخاری سے متعلقہ کتابیں، اس کی شروح حضرت کے دماغ میں کھلی ہوئی ہیں لیکن جب حضرت کے ذمہ دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کی گئی اور پہلی مرتبہ بخاری شریف آپ کے ذمہ ہوئی تو حضرت نے سرہند شریف کا سفر فرمایا۔

کیوں سرہند شریف کا سفر فرمایا؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اب بخاری شریف پڑھانی ہے حضرت شاہ صاحب فتح الباری کے متعلق جگہ جگہ فرماتے تھے اور لکھتے تھے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جو حنفیہ کے دلائل ہیں، حنفیہ کے مستدلات میں سے جو احادیث ہیں ان احادیث کے جو راوی ہیں ان راویوں کے حالات میں جگہ جگہ ان کی تجریح کی ہے اور ان کو ڈاؤن کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت پھر اس کو بیان فرماتے تھے کہ فلاں حدیث کی سند میں اس راوی کے متعلق، فلاں حدیث کی سند میں اس راوی کے متعلق ایسا کیا ہے۔ پوری کڑی میں ایک راوی کو کمزور کر دینا کافی ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیا ہے۔

لیکن حضرت نے یہ نہیں سوچا کہ اب موقع آ گیا ہے کہ دار العلوم کی مسند پر بیٹھ کر میں خبر لیتا ہوں حافظ ابن حجر کی کہ تم نے اس جگہ یہ حرکت کی۔ اس جگہ ایسا کیا۔ ایسا نہیں کیا بلکہ بار بار سوچا۔ اور سوچنے پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے سرہند شریف کا سفر کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ کیا شان تھی ان حضرات کی۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ ہر سفر میں پاکستان بارڈر کے راستہ سے جب تشریف لے جاتے تھے تو ہر سفر میں سرہند ٹھہرنا ہوتا۔ گھنٹوں مراقب رہتے۔ مراقبہ میں جو ملاقات ہوتی اس کے متعلق بیان فرماتے اور دوسروں سے پوچھتے۔

## دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور

ایک دفعہ میں نے کہیں بیان کیا تھا کہ دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور مظاہر العلوم کے شیخ الحدیث دونوں ایک جیسے۔ اسی بنا پر حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

تھے دونوں جگہوں کے متعلق۔ فرمایا کہ وہاں دیوبند میں بھی میرے میزبان شیخ الحدیث اور یہاں بھی میرے میزبان مظاہر العلوم کے شیخ الحدیث اور میرا قیام کچا گھر ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب وہاں مراقبہ فرمایا اور وہاں سے ہدایات ملیں کہ آغاز جنگ ان کی طرف سے ہے تم تو دفاع کر رہے ہو۔ اس کے بعد پھر حضرت نے درس میں ان تمام کتابوں کو کھول کر بتانا شروع کیا کہ دیکھو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا فلاں راوی کے متعلق اور ذہبی نے یہ لکھا، دارقطنی نے یہ لکھا، فلاں نے یہ لکھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پوچھا سرہند شریف جا کر۔ اور آپ کو ہدایت دی گئی کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں اس میں کوئی بے ادبی نہیں ہے بلکہ مذہب حنفیت کی حفاظت کیلئے یہ بڑا تمہارے لئے ضروری ہے۔ اسی لئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جتنا مذہب حنفی کا دفاع کیا ہے قریب میں شاذ و نادر کسی نے کیا ہو۔

## حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے شاہ صاحب خود سرہند جا کر ہدایت لیتے ہیں اس طرح حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں بیٹھ کر ایک تصنیف فرما رہے ہیں اور انہیں اوپر سے خود بخود ہدایات مل رہی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کی شرح لکھوں۔ شرح لکھنی شروع کی۔

ابھی دو تین ہی شعر کی شرح لکھی ہوگی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کام بند کر دو۔ پھر اس کی وجہ بیان فرمائی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مولانا روم نے جو باتیں اسرار کے انداز میں لکھی ہیں تم انہیں آشکارا کیوں کرتے ہو؟ ان اسرار کو کھولتے کیوں ہو؟ یہ تو ان کی منشاء کے خلاف ہے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ یہ اسرار ہی رہیں۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ وہ ایسے اسرار ہیں کہ اگر ان اسرار کو کھولا جائے تو لوگ مولانا روم

رحمۃ اللہ علیہ سے متنفر ہو جائیں گے۔ کیوں کہ وہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں جیسا کہ ایک شہزادی کا قصہ اور بھنگن کا قصہ لکھا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اسی طرح ان کو اسرار ہی رہنے دو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق گھر کے افراد کا بیان ہے کہ جب کوئی اہم چیز یاد آتی تو ایک کشکول تھی اس میں وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ دوسری ایک کشکول کا بار بار تذکرہ آیا حضرت مولانا محمد خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں کہ ان کے پاس ہمیشہ کشکول کلیمی رہا کرتی تھی، تصوف کی ایک عظیم کتاب۔ سلسلہ چشتیہ کے بہت اونچے اولیاء اللہ میں سے خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی دو کتابیں بڑی مشہور ہیں۔ ایک مرقع اور ایک کشکول۔

## حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی ان کا خاندان بھی بڑا عجیب وغریب خاندان ہے۔ مغل شہنشاہ شاہ جہاں کا دور ہے وہ اپنی محبوب بیوی کی قبر پر کوئی قبہ بنانے چاہتے ہیں اگر چہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہاں مانچسٹر میں حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی بھانجی کے صاحبزادہ جو مسجد میں امام تھے ان کا انتقال ہو گیا، اس وقت ٹیلی فون تو تھے نہیں، خط وکتابت حضرت سے میری مسلسل رہی۔ میں نے سب تفاصیل لکھیں کہ اس طرح انتقال ہوا، اس طرح جنازہ ہوا۔ لاہور سے ان کے گھر سے تقاضہ آیا ان کی قبر پر کوئی کتبہ لگایا یا نہیں؟

حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی کتبہ جس پر نام اور تاریخ ہو اس میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مزید کوئی چیز اس میں نہ لکھی جائے۔ بس اس حد تک اجازت ہے کسی قبر کا نشان باقی رکھنے کیلئے کوئی پتھر لگا کر اس پر نام اور تاریخ آپ لکھ دیں۔ لیکن

شاہجہان نے قبہ بنانا چاہا، کوئی عمارت بنانی چاہی تو انہوں نے ہر جگہ پتہ کیا پوچھا کہ سب سے بہتر معمار کہاں ہوں گے۔

## احمد خجندی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں سب سے زیادہ مردم خیز علاقہ جہاں کے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں سمرقند دریائے جیحون کے کنارے پر ایک جگہ ہے خجند۔ خجند نامی علاقہ میں حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان احمد رہا کرتے تھے۔ انہیں وہاں خجند سے لایا گیا تو ان کے دادا احمد یہ معمار ہیں تاج محل کے، یہ معمار ہیں لال قلعے کے، یہ معمار ہیں تمام مشہور عمارتوں کے جو شاہجہاں کے دور میں بنی ہیں۔ اور یہ معمار ہیں جتنی لاہور میں شاہجہاں کے دور کی بنی ہوئی عمارتیں ہیں سب کے معمار وہی ہیں۔ پھر اس کے نتیجہ میں انہیں بڑے القاب دیئے گئے۔ کہیں مہندس کہیں ماہر۔ مختلف القاب کتابوں میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اور شاہجہاں نے کہا جو چاہو آپ لے سکتے ہو۔ دنیوی طور پر بھی انہیں نوازا گیا۔

حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو لال قلعہ اور جامع مسجد کے بیچ میں جگہ دی گئی کہ جتنی چاہے یہاں زمین لے لو اس لئے کہ جامع مسجد بھی انہی کی بنائی ہوئی۔ اسی لئے جامع مسجد کی پیشانی پر جو فارسی اردو عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں تو یہ ان کے دادا جان کے صاحبزادہ مولانا نور اللہ ان کی تحریر ہے جو آج تک موجود ہے۔ اسی جگہ پر جہاں انہیں زمین دی گئی تھی، جہاں اس خاندان کی رہائش تھی۔ وہیں پر ان کا مدرسہ تھا اور اسی میں اس زمانہ کی بڑی زبردست خانقاہ ان کی ہوا کرتی تھی اور بہت بڑا مدرسہ تھا جہاں بخاری شریف خود پڑھاتے تھے۔

لکھا ہے کہ حضرت مولانا مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ان سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔ کون جا رہے ہیں بہت بڑے بزرگ۔ جن کے قدم کیلئے ترستے تھے بڑے

بڑے ملوک وسلاطین تو وہ خود تشریف لے گئے۔ مگر حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب مشغول ہیں تو انہیں انتظار کرنا پڑا۔ کیونکہ اس وقت وہ درس میں مصروف تھے، بخاری شریف پڑھا رہے تھے۔

## تفسیر قِران القرآن

اسی طرح انہوں نے کتابیں لکھی ہیں، بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان میں اہم ترین ان کی ایک تفسیر ہے اس کا نام ہے قِران القرآن ۔اور یہ تفسیر اس پائے کی اونچی تفسیر کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود اس کی طباعت کیلئے میرٹھ تشریف لے جاتے ہیں اور خود اسے طبع فرماتے ہیں اور جب طبع ہوگئی تو اس پر انہیں اتنی مسرت ہوئی کہ ایک قصیدہ کی شکل میں بہت سارے اشعار اس کتاب کے متعلق لکھے۔ اس لئے کہ وہ کتاب جو تفسیر کی ہے قران القرآن۔ ہو بہو ایسے جیسی شوافع کی جلالین۔ ہو بہو ویسی ہی، حنفیہ کی جلالین اسے کہہ لیجئے۔

اس میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ جس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد ۷۸۶، اس طرح اس کی طباعت کی تاریخ لکھی اور اس کی تاریخ میں قطعات کہے اشعار کہے۔ ایک مجھے یاد رہ گیا آسان سا 'ختم المصاحف' اس کے حروف کو آپ جوڑیں تو ۱۲۹۰ھ کا عدد نکلے گا جس سال میں یہ کتاب چھپی ہے۔

یہ حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عجیب وغریب ان کے احوال، ان کے مریدین کے احوال، ان کے خلفائے کرام اور ان کی تصانیف۔ تو یہ ابتدائی عمر میں جیسا کہ آپ نے سنا کہ شاہجہاں سے کتنا قریب تھا یہ خاندان۔ وہ اپنے بیٹوں کی طرح احمد معمار کے بیٹوں کو اور ان کے پوتوں کو چاہتے ہوں گے۔ لکھا ہے کہ وہ عیش کی زندگی، مزے کی زندگی تھی۔ علم بھی تھا مگر دولت اپنے ساتھ کچھ بلائیں لے آتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

اس زمانے میں کسی طرح کہیں وہ عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے۔ اگرچہ یہ کلمہ کہتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔

## عشق ومحبت

اس لئے کہ دوستو! بہت غور سے سننے کی چیز ہے کہ یہ محبت ایسی عظیم عبادت ہے کہ قرآن کریم میں اس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا '**احب الیکم من الله ورسوله**'۔ اور احادیث میں جگہ جگہ اس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہ ایک عبادت ہے اور اس عبادت کا سزاوار اور مستحق صرف میں ہوں اور میرا خدا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی احادیث میں فرماتے ہیں۔ اب اتنی بڑی نعمت کو دوسری جگہ کوئی استعمال کرے تو اس کا کیا ہوگا!

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ صوفیائے کرام، ان کو صوفی کہہ کر ڈاؤن کرنے کی کوشش کی گئی مگر یہ تو دنیا کے سب سے عقلمند ترین انسان ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں نے فسق کا نام عشق رکھ دیا۔ اس کو استعمال کریں گے فسق کی جگہ جو بڑا گناہ ہے۔ اور محبت کا استعمال کریں گے غلط جگہ تو گناہگار ٹھیریں گے۔

اس عبادت کو غلط جگہ استعمال کرنا ایسا ہی ہے جس طرح کہ کوئی اپنی محبوبہ کے متعلق یہ کہے کہ میں تیری نماز پڑھتا ہوں، میں تیرے چرنوں میں، تیرے پیر میں سجدہ کرتا ہوں تو مفتیان کرام کاغذ قلم لے کر شرعی فرمان تحریر فرمادیں گے کہ محبت کو اس نے غلط جگہ استعمال کیا۔ خیر یہ ایک الگ موضوع ہے۔ حضرت خواجہ کلیم اللہ صاحب کو کوئی روگ لگ گیا شاہی خاندان کے ساتھ رہنے کا اثر ہو گیا لیکن سعید الفطرت تھے۔ تنبہ ہوا کہ اوہو! یہ کاہے میں پھنس گیا۔

جس طرح ایک دن ایک بزرگ کا قصہ سنایا تھا کہ بیوی سے محبت بڑھ گئی تو اس سے توبہ کی اور حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ الٰہی میں کاہے میں پھنس گیا اسی دن وہ بیمار ہوئی تین دن

میں وہ فوت ہوگئی۔اس کو دفن کر کے پھر خوشی خوشی چلے اپنے حقیقی محبوب آقا کی طرف جس کیلئے فارغ ہونا چاہا تھا۔ پیدل حج کیا۔

## دہلی کے مجذوب

خواجہ کلیم اللہ کو جب تنبہ ہوا تو دہلی میں ایک بزرگ رہا کرتے تھے جو مجذوب تھے راستہ میں پڑے رہتے۔ نشانی یہ ہوتی تھی کہ جا کر کوئی ہدیہ پیش کرتا اگر قبول فرما لیتے تو گویا اس کا کام بن گیا ورنہ اکثر و بیشتر سب کو مسترد فرما دیتے۔ جیسے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ واپس لے جاؤ۔غرض یہ لے کر پہنچے تو مجذوب نے قبول فرما لیا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اپنا قصہ بیان فرمایا کہ ایک مجذوب دہلی میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خود مجھے بلایا اور مجھے ایک سیب دیا۔ میں نے ادب کے مارے لے لیا مگر کھایا نہیں۔ مجھ سے لے کر کسی اور نے کھالیا فوراً انہی کی طرح سے جذبی حالت میں ہوگئے۔ وہ بھی مجذوب بن گئے۔ دنیا و مافیہا کا کچھ پتہ نہیں۔

اسی طرح نانوتہ کے ایک بزرگ اسی طرح کے مجذوب سے ایک سیب لے کر پہنچے اپنے گھر پر لے جا کر رکھا تو سیب تو زیادہ سے زیادہ تین دن رہے گا، ہفتہ بھر رہے گا، دو ہفتے رہے گا، کہتے ہیں کہ وہ سیب مہینوں طاق میں پڑا رہا اسی طرح کا سیب رہا۔ کوئی تغیر نہیں ہوا۔

خواجہ کلیم اللہ صاحب مجذوب کو جو نذر پیش کی انہوں نے قبول فرما لی۔ پھر ان کی توجہ کی برکت سے وہ عشقِ مجازی کی حالت ٹھیک ہوگئی جو گناہ کی طرف لے جا رہی تھی مگر اب یہ حال ہوگیا کہ ان کی طرح یہ بھی مجذوب بننے لگے۔ برداشت نہیں ہوسکا تو مجذوب سے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے تو نہیں رہا جاتا، برداشت نہیں ہوتا۔ مجذوب ہنس کر کہنے لگے کہ اوہو! ہمارے پاس تو آگ ہی آگ ہے۔ کاش کہ ہم مجذوب ہی ہو جائیں، آگ ہی ہمیں مل جائے تاکہ یہ دنیا چھوٹے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو آگ ہی آگ ہے۔ ہاں اگر

تمہیں پانی چاہئے تو پھر یہاں نہیں۔ یہ مجذوب راستہ میں دلی کے کوچہ میں پڑے ہوئے ہیں مگر انہیں پتہ ہے۔ نام لے کر فرمایا کہ حضرت یحییٰ مدنی مدینہ شریف میں ہیں ان کے پاس جاؤ، تمہارے لئے ان کے پاس پانی مقدر ہے۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ضبط وتحمل

آگ کے تذکرہ سے مجھے یاد آیا کہ حضرت رائپوری قدس سرہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا۔ خواب بیان کیا کہ حضرت میں نے خواب دیکھا کہ آگ ہے زبردست، عظیم الشان آگ اور بالکل اس کے بیچ میں حضرت شیخ قدس سرہ آلٹی پالٹی مار کر آرام سے مراقبہ میں تشریف فرما ہیں اور حضرت کے ایک کندھے پر دو سونے کی اینٹیں رکھی ہیں، دوسرے کندھے پر دو سونے کی اینٹیں رکھی ہیں۔ دو اینٹیں دائیں زانو پر رکھی ہیں دو اینٹیں سونے کی بائیں زانو پر رکھی ہیں، اور حضرت شیخ ایسی عظیم آگ کے بیچ میں ہیں مگر حضرت پر کسی چیز کا کوئی اثر نہیں۔ اپنے مراقبہ میں مشغول ہیں۔

حضرت رائپوری قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ آگ عشق کی آگ ہے جس میں حضرت شیخ جل رہے ہیں لیکن کوئی اثر نہیں۔ اور یہ سونے کی جو اینٹیں ہیں یہ وہ نسبتیں ہیں بزرگوں کی جو حضرت شیخ کی طرف منتقل ہوئی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان نسبتوں سے ہمیں بھی وافر حصہ عطا فرمائے۔

**اللھم انک عفو کریم تحب العفو عنا**

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۲۸/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو تین گھنٹے زیادہ ہو جانے کی بنا پر رمضان المبارک سے پہلے مجاہدہ کا رمضان کہا کرتے تھے مگر کسی کو کوئی مجاہدہ پیش نہیں آیا۔ ساری امت محمدیہ ماشاء اللہ یہاں یورپ میں روزے بھی رکھتی رہی، کام پر بھی جاتی رہی اور نہایت عافیت کے ساتھ رہے، اب تو قریب الختم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو کچھ کیا گیا اسے قبول فرمائے۔

اسی سلسلہ میں یکم رمضان، پہلے دن سے یہ عرض کرنا شروع کیا تھا کہ مجاہدہ تو اِن اولیاء اللہ نے فرمایا۔ کس طرح سے مجاہدے عبادات میں وہ کرتے رہے۔ اسی سلسلے میں حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر گذشتہ کل کیا تھا، جو پوتے تھے ایک بہت بڑے آدمی کے، جنہیں شاہ جہاں کی طرف سے بڑے بڑے القاب دیئے گئے، جنہوں نے تاج محل تعمیر کیا، لال قلعہ تعمیر کیا، جامع مسجد تعمیر کی، کتنی ساری عمارتیں ہندوستان میں اور پاکستان لاہور وغیرہ میں شاہجہاں کے زمانہ کی سب ان کی بنائی ہوئی ہیں۔ تو یہ ان کے پوتے ہیں۔

ان کے تذکرہ میں عرض کیا تھا کہ انہیں کوئی روگ لگ گیا، بیماری لگ گئی کہ کسی سے تعلق ہو گیا۔ پھر احساس ہوا کہ اوہو! یہ تو غلط راہ پر میں چل پڑا۔ مجذوب کی خدمت میں پہنچے تب وہ ایک روگ تو گیا اب دوسرا شروع ہو گیا۔ کہ اس سے نجات ملی، اب کیا کِیا ہوگا اس مجذوب

نے؟ کِیا کچھ بھی نہیں۔

ان کی نظروں کے پیکاں جو چلتے گئے...
لعل وگوہر کے چشمے ابلتے گئے

یہ منظر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہم بار بار دیکھتے تھے۔ اگر ڈائری لے کر اس وقت لکھنا شروع کرتے تو ہزاروں داستانیں بن جاتیں، لیکن ہم جاہل، احمق، بے عقل تھے اس لئے کچھ وصول نہیں کر سکے۔

## 'آج جو کچھ فرماؤں وہ لکھ لیجئو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ خاص طور پر فرمایا تھا کہ 'آج میں جو کچھ فرماؤں' یہ لفظ فرمایا تھا کہ 'آج جو کچھ فرماؤں وہ لکھ لیجئو'۔ کہوں نہیں، پیار میں ایسا فرمایا 'وہ لکھ لیجئو وہ باتیں تجھے کام دیں گی'۔ یہ فرمانے پر بھی کاغذ قلم کا ٹھکانا نہیں۔ جب حضرت کے سامنے بیٹھ گئے تب یاد آیا کہ اوہو! آج تو یہ فرمایا تھا تب حضرت مولانا ہاشم صاحب سے میں نے پوچھا کہ کوئی کاغذ؟ ان کی جیب میں اس وقت ایک مدنی ڈائری تھی جو اس زمانہ میں چھپا کرتی تھی حضرت مولانا ہاشم صاحب سے ان کی وہ مدنی ڈائری لے کر اس میں اس دن کے حضرت کے وہ ملفوظات لکھے تھے۔ اب تک بھی ان کے پاس میں نے کچھ عرصہ پہلے دیکھی محفوظ ہے، اس میں وہ ملفوظات لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت کے یہاں تو بارہا یہ منظر دیکھا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ کئی دفعہ عرض کیا کہ حافظ سورتی رحمۃ اللہ علیہ پر جو حال طاری ہوتا تھا۔ اچھی آواز کا شعر نہیں سن سکتے تھے، اچھی آواز کا قرآن سنتے ہی حال شروع ہو جاتا، انہوں نے بتایا کہ میں تو جاہل آدمی، صرف حافظ بے علم مگر آپ کے یہاں نانی نرولی کے جلسہ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ نے اسٹیج پر سے میری طرف ایک نگاہ فرمائی اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت کی آنکھوں سے میرے دل تک ایک نور آیا۔ کہتے

ہیں کہ میں نے ضبط کرنے کی کوشش کی۔ نہ ہوسکا اور چیخیں نکل گئیں۔ وہاں اسی سٹیج پر بے ہوشی کی سی کیفیت ہوگئی۔

## حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فضل حق قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ تھے۔ جب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مدینہ پاک تشریف لے گئے، اس وقت دو بزرگ وہاں تھے حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب۔ حضرت بطور خاص ان کے یہاں عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ ان کے یہاں بھی سنا کہ بہت بڑے بڑے لوگ، بڑے بڑے افسران پہنچتے تھے مگر جیسے ہی ہاتھ مصافحہ کیلئے بڑھایا اور مصافحہ نہیں کر سکتے تھے اور کانپتے تھے زار وقطار روتے تھے۔ کیا ان کی نگاہ میں تاثیر ہوگی۔

اور نگاہ کیسی دیکھنے والی کہ یہ جو حضرت مولانا کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، انہوں نے جب شکایت کی کہ معشوق سے تعلق کا روگ تو چلا گیا مجھے اس سے تو نفرت ہوگئی، لیکن اب آپ سے جو آگ ملی ہے تو یہ آگ برداشت نہیں ہوتی، مجذوب کہنے لگے کہ ہمارے پاس تو آگ ہی آگ ہے۔

## حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت دل سخت ہوگیا رونا نہیں آتا۔ بس اس کے بعد جو کیفیت بدلی ہے، روتے رہے، روتے رہے۔ لیکن اب برداشت نہیں ہوتا۔ کچھ زمانہ کے بعد پھر جا کر دل پر ہاتھ رکھ عرض کرتے ہیں کہ حضرت اب تو گریہ کا غلبہ برداشت نہیں ہوتا، پسلیاں ٹوٹتی ہیں۔ تب حضرت کی توجہ سے گریہ کا غلبہ جاتا رہا کہ پھر حال معمول کے مطابق

ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد جو رونے دھونے کی کیفیت تھی وہ پھر یاد آئی۔ یہ تیسرا دور آیا۔ ایک دور وہ تھا کہ رونے کیلئے ترستے تھے۔ پھر رونا برداشت نہیں ہوسکا تو عرض کیا کہ پسلیاں ٹوٹتی ہیں۔ پھر یاد ستاتی ہے کہ بڑا مزہ آتا تھا رونے میں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے جب دوبارہ عرض کیا کہ حضرت! وہ پہلے والی رونے کی کیفیت پھر واپس آجائے۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ 'پسلیاں ٹوٹیں گی تو؟'۔ حضرت نے وہی ان کا جملہ دہرایا۔

## حضرت مولانا یحییٰ مدنی احمد آبادی ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ

کیا اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کی نگاہوں میں تاثیر فرمادیتے ہیں کہ جس کسی کو محبت سے دیکھ لیں انکی قسمت بدل جائے۔ ہزاروں واقعات ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ کے واقعات آپ پڑھیں تو حیران کن ہیں۔ مجذوب نے جب یہ فرمایا کہ بھئی ہمارے پاس تو بس آگ ہی آگ ہے۔ ہاں اگر آپ کو پانی کی طلب ہے تو پھر مدینہ شریف میں حضرت مولانا یحییٰ مدنی احمد آبادی ثم المدنی ہیں ان کی خدمت میں آپ کو جانا ہوگا۔ کئی روز پہلے مجاہدات کے سلسلہ میں حافظ محمد علی خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق [عرض کیا تھا] کہ انہوں نے دس برس، تونسہ شریف میں گذارے، دس برس اجمیر اور کتنی جگہوں پر چلوں پر چلے کرتے رہے اور دس برس حضرت مولانا یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدینہ شریف میں گذارے۔ ان کا نام مجذوب نے لیا۔ شاید وہ کبھی گئے بھی نہ ہوں لیکن انہیں پتہ ہے کہ مولانا یحییٰ مدنی وہاں ہیں، وہاں پانی ہے وہاں جاؤ۔ وہاں تشریف لے گئے، وہاں مدینہ شریف حاضری دی۔ ان کی خدمت میں رہے۔

یہ حضرت مولانا یحییٰ مدنی وہ ہیں جن کے حالات میں نے مشائخ احمد آباد میں لکھے ہیں اُس میں کوئی پانچ سو کے قریب بزرگان دین کے حالات لکھے ہیں اس میں ان کے احوال بھی

تفصیل سے ہیں۔ بڑے اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ان سے ملنے کیلئے اورنگ زیب عالمگیر نے کئی دفعہ آدمی بھیجے مگر انکار فرماتے رہے۔ بالآخر ایک مرتبہ بغیر اطلاع کے اچانک پہنچ گئے، ملاقات ہوئی تو دیکھتے ہی اورنگ زیب عالمگیر کو فرمایا کہ تمہیں تخت شاہی ملے گا۔ ایک بات، پھر دوسری بات ارشاد فرمائی کہ تمہارے ذریعہ شریعت محمدی اور دین محمدی کو تقویت پہنچے گی۔ان کی یہ پیشین گوئی اسی طرح پوری ہوئی۔ کتنے دور کی وہ دیکھ لیتے تھے۔

کسی کے ایک شعر پر مولانا ابوالکلام آزاد نے جیل میں سے لکھا کہ

'اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی'

شاید شاعر نابینا ہوں گے، یا نگاہ بہت کمزور ہوگی اور وہاں جیل میں اندھیرا ہی اندھیرا تو وہ شعر پڑھ کر پسند آیا تو فرمانے لگے کہ 'اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی'۔ اسی طرح اولیاء اللہ کتنے دور کا دیکھ لیتے تھے حضرت مولانا یحییٰ مدنی نے فرمایا کہ یہ تخت شاہی پر فائز ہوں گے اور دین محمدی کو تقویت پہنچے گی۔

چنانچہ زبردست انقلاب آیا۔ کہاں وہ دین اکبری، سارے ادیان کا ایک ملغوبہ بنایا جارہا تھا ایک مشکّل۔ کہ نکاح مولوی اور قاضی بھی پڑھائے اور ساتھ پھیرے بھی ہندوؤں کی طرح سے کئے جائیں۔ عجیب وغریب وہ دین اکبری تھا۔مگر وہ تمام چیزیں ختم ہوئیں اور حق تعالیٰ شانہ نے وہیں پر دین کو عالمگیر کے ہاتھوں زندہ فرمایا۔ جیسے انہوں نے یہاں دیکھ لیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی فراست عطا فرماتے ہیں کہ کوئی عام سا خواب کسی نے بیان کیا تو کہاں دور کی وہ دیکھ لیتے ہیں اسی خواب کے پس منظر میں۔

## حضرت مولانا عبدالاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں حضرت مولانا عبدالاحد صاحب، انہوں نے خواب دیکھا۔ خواب تو یہ تھا کہ ایک جگہ تاریکی ہی تاریکی، اندھیرا ہی اندھیرا کوئی

چیز نظر نہیں آ رہی۔ اس میں سور انسانوں پر حملہ کر کے انہیں چیر رہے ہیں پھاڑ رہے ہیں۔ اور چیتے اور بندر ہیں اور کتنے جانوروں کے نام انہوں نے لئے۔ اندھیرا ہے ایک طرف اور ایک طرف یہ بلا مسلط ہے۔ اور بھی خواب کے کچھ اجزاء تھے۔ خواب میں یہ بھی تھا کہ وہ دیکھتے ہیں کہ حضرت کے والد صاحب مولانا عبدالاحد صاحب کے دل سے ایک نور نکلا اور اس نور نے اس تاریکی کو ختم کیا اور اس کے بعد جو چیرنے پھاڑنے والے درندے تھے ان پر عذابِ الٰہی مسلط ہوا اور ان تمام کا خاتمہ ہوا۔ اتنا خواب سن کر حضرت شاہ کمال صاحب نے فرمایا کہ خدا تمہیں ایک بیٹا دے گا۔

ہماری والدہ کے لئے والد صاحب کو بھی انگوٹھیاں دی گئی تھیں۔ ایک دفعہ انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اللہ بیٹا دے گا، ایسا ہوگا۔ پھر دوسری دفعہ آئے پھر انگوٹھی دی کہ بیٹا دے گا ایسا ہوگا۔

اسی طرح مولانا عبدالاحد صاحب کا خواب سن کر فرمایا کہ اللہ بیٹا دے گا اور اس سے عالم منور ہوگا اور ظلم کا خاتمہ ہوگا۔ یہ بھی دین اکبری کے خاتمہ کی بشارت تھی۔ چنانچہ ان کی وہ تعبیر پوری ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت مولانا عبدالاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹا دیا۔

## حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد صاحب اپنے والد صاحب سے پڑھتے رہے۔ کتب درسیہ ان سے پڑھیں، پھر دیگر اساتذہ سے کتابیں پڑھیں پھر اور تمام فنون پڑھ لئے۔ پھر اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے انہوں نے سلسلہ چشتیہ میں انہیں بیعت فرمایا۔

مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ انہوں نے پہلے سلسلہ چشتیہ میں بیعت فرمایا اور اس کے بعد پھر اس میں سلوک کی تکمیل ہوئی اور خلافت عطا فرمائی۔ پھر دوبارہ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے والد صاحب سے۔ سلسلہ قادریہ کے معمولات پورے کرتے رہے انہوں نے اس سلسلہ کی

خلافت عطا فرمائی۔ وہاں پر ان کے یہاں یہ سلسلہ تھا۔

ہمارے قریبی اکابر کے یہاں سلسلہ یہ تھا کہ سلاسل اربعہ میں وہ بیعت فرماتے تھے اور ان کی طرف سے اجازت بھی سلاسل اربعہ میں ہوتی تھی۔ اب یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن عمر کیا تھی، حضرت مجدد الف ثانی کی، کہ تمام فنون، تفسیر، حدیث، معقولات، فقہ، ادب، تمام چیزیں پڑھ لیں اور ان سلاسل میں اجازتیں ملنا شروع ہوگئیں اور والد صاحب کا جیسا ہی انتقال ہوا اور گدی پر بیٹھے اور مرشد بن گئے اس وقت عمر تھی حضرت کی ۱۷ر سترہ برس۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی اولاد عطا فرمائے۔ اس عمر میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کر کے ان کی طرح جلدی جلدی دوڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی پر بس نہیں کیا کہ اب مرشد بن گئے خلافت مل گئی اور والد صاحب کی جگہ پر لوگ بیعت ہونے لگے مگر خیال ہوا کہ نہیں ابھی بھی مجھے بیعت ہونا چاہئے پھر حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت ہوئے اور اس سلسلہ کی خلافت پائی۔

## حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ

میں نے کہا تھا کہ کتنے دور کی دیکھ لیتے ہیں، کہ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ آخری وقت ہے اور [اس وقت شیطان] ایمان چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح کے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے قصے میں سناتا رہا ہوں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ابلیس پہنچا تھا، تمام اکابر اصاغر ہر ایک کے یہاں آتا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ '**اکثر ماینزع الایمان عند الموت**'۔ کہ ساری عمر ایمان کو سنبھال کر رکھتا ہے انسان، مگر آخری وقت جب وہ ابلیس ورغلاتا ہے تب کھو دیتا ہے۔ ایمان چھن جاتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ابلیس آیا اور چونکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ معقولات کے

امام تھے، ابلیس نے کہا خدا ہے کہاں؟ ایک دلیل دی اس کا جواب دیا۔ دوسری دلیل دی، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ ننانوے دلائل قائم کئے ابلیس نے خدا کے نہ ہونے پر اور یہ جواب دیتے رہے۔ اور ادھر سینکڑوں میل دور حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت وضو فرما رہے تھے۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ملک الموت سے ملاقات

جیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق اس دن واقعہ سنایا تھا کہ حضرت کے خلیفہ حضرت مولانا مظہر صاحب جو کینیڈا میں ہیں، حضرت مولانا احمد لولات صاحب تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں پہنچ گئے۔ یہ دونوں حضرت کی چارپائی کے پاس لیٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سنا کہ حضرت کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ تاریک حجرہ، چاروں طرف سے بند، اب یہ حضرت کس سے باتیں کر رہے ہوں گے۔ یہ ایک دوسرے کو اشارے کر رہے ہیں۔

جب حضرت کو جگایا عصر کی نماز کیلئے، وضو کا پانی ڈالتے ہوئے ایک دوسرے کو کہنی مار رہے ہیں کہ تم پوچھو، تم پوچھو۔ بالآخر مولوی احمد نے پوچھا کہ حضرت کس سے باتیں فرما رہے تھے۔ جب حضرت کو ہم نے لٹایا تھا یہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ جو پانی تھا چلو میں ان کے منہ پر مار کر فرمایا 'ابے تو نے آواز سن لی تھی؟' انہوں نے عرض کیا جی حضرت سن لی تھی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ ملک الموت آئے تھے ان سے باتیں کر رہا تھا۔

اسی طرح نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ وہاں اپنے مقام پر وضو فرما رہے ہیں اور دیکھا کہ مرید کا یہ حال ہے کہ ابلیس ایمان چھیننے کی کوشش کر رہا ہے۔ ننانوے دلائل کا یہ جواب دے چکے ہیں اور بالکل آخری وقت سانس اب نکلے تب نکلے۔ آخری وقت ہو رہا ہے۔ حضرت نے یہاں سے پانی پھینکا تا کہ چونک اٹھیں۔ ان کو بھی نظر آئے ہوں گے پیر صاحب۔ وہاں سے پانی پھینکا، پانی بھی یہاں پہنچ گیا، کیسا پڑھا لکھا پانی، کتنے دور مسافت طے کر کے بارش کی

طرح سے کیسے پہنچا ہوگا۔ اور ساتھ ہی حضرت نے یوں فرمایا کہ 'ارے یوں کہہ دے کہ میں خدا کو بلا دلیل کے مانتا ہوں'۔ یہ کتنے دور کی یہ دیکھ لیتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جملہ کہا اور جان خدا کے حوالے کر دی۔

حضرت مجدد الف ثانی کے والد ماجد حضرت مولانا عبد الاحد صاحب نے خواب بیان کیا اور شاہ کمال صاحب نے اس سے دیکھ لیا کہ بیٹا ہوگا یہ دیکھ لیا۔

## حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اب حضرت مجدد صاحب بیعت ہوئے اور اس میں خلافت پائی۔ اب چوتھا ایک سلسلہ نقشبندیہ رہ گیا تھا۔ حضرت نے سفر شروع فرمایا، جا رہے ہیں حج کو۔ سرہند شریف سے چل کر کے دہلی پہنچے۔ تو عرصہ سے سنتے رہتے تھے بزرگوں کے متعلق۔ وہاں نقشبندیہ سلسلے کے اکابر میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا نام نامی سن کر ان کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ کہاں وہ حج کا سفر ہو رہا تھا اور بس اب دلی ہی میں رہ پڑے۔ ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے۔ وہاں معمولات سلوک کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد پھر دوسرے مہینہ کے اختتام پر خلافت پائی۔ لکھا ہے کہ جب دوبارہ حضرت تشریف لے گئے ہیں تو حضرت نے انتہائی اکرام فرمایا اور تیسرے سفر میں حضرت دہلی سے باہر دور استقبال کیلئے تشریف لائے خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مرید کے استقبال کیلئے۔ کیوں؟

پھر حضرت خواجہ باقی باللہ نے بتایا کہ مجھے جب حکم ہوا تھا کابل میں کہ تم ہندوستان جاؤ وہاں دین کی خدمت کرو جیسے حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا تھا اب میں استخارہ کر رہا تھا۔ استخارہ میں سوچا کہ ہندوستان جاؤں نہ جاؤں۔ استخارہ میں میں نے دیکھا کہ ایک طوطا آ کر میرے بازو پر بیٹھ گیا اور میں اپنا لعاب اس طوطے کے منہ میں، اس کی

چونچ ڈال رہا ہوں اور وہ طوطا شکر اور شکر کے دانے میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ فرماتے ہیں خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ وہاں کابل میں حضرت خواجہ احرار اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے ان کو میں نے یہ خواب بیان کیا، انہوں نے اس کی تعبیر دی۔ دیکھو! کہاں دیکھتے ہیں۔ طوط کے منہ میں لعاب ڈالا جارہا ہے اور طوطے کی چونچ میں سے شکر آرہی ہے۔ اس خواب میں کوئی ہے دہلی؟ اور دہلی میں کتنے زمانہ کے بعد ایک شخص تم سے ملے گا؟ مگر وہ دیکھ لیتے ہیں۔ سارا خواب سنا اور اس کے ساتھ ہی پورا نقشہ حق تعالیٰ شانہ ان کے سامنے کر دیتے ہیں۔

## خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

استخارہ میں خواجہ باقی باللہ صاحب کو فرمایا گیا کہ تمہارے ہاتھوں ایک ایسے شخص کی تربیت ہوگی کہ جس سے دین محمدی کو عروج ملے گا۔ وہی کلمات یہاں بھی ہیں، عالمگیر کو مولانا یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے۔ خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تمہارے ہاتھوں ایسے شخص کی تربیت ہوگی کہ جس سے دین محمدی کو عروج ملے گا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں عالمگیر کی اصلاح ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے ان سے کام لیا۔

دوستو! میں اپنی بک بک میں آپ حضرات کا روز وقت ضائع کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور ہمیں ان اکابر کی طرح مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں جسم دیا اسی لئے دیا کہ اسی کے آگے ہم ماتھا رگڑتے رہیں، اسی کو ہر وقت دماغ میں سوچتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ان حضرات نے کتنا وصول کیا، آپ سنتے رہے سارا مہینہ کتنا اس جسم کو وصول کیا۔ اس کو اپنا سمجھا ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ

حضرت کا معمول تھا شروع میں روزانہ نفلوں میں اور تہجد میں حضرت ۸۰/اسی مرتبہ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ شروع میں یہ معمول رہا اس کے بعد معمول بدلا اور روز نوافل میں ختم قرآن فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔ نماز میں پڑھنے کی توفیق دے۔ نماز سے باہر پڑھنے کی توفیق دے۔ اپنی اولاد کو حق تعالیٰ شانہ حفاظ، قراء، علماء بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا عبد الاحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خواب بیان کیا تھا اور اس کی تعبیر عرض کی تھی۔ حضرت مولانا شاہ کمال کیتھلی نے تعبیر دی تھی کہ 'تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہوگا جس کے انوارات سے تاریکی اور ظلمت تم نے دیکھی وہ سب ختم ہوگی اور سنت کا راج ہوگا اور بدعت ختم ہوگی'۔ اسی طرح کی پیشین گوئی فرمائی تھی حضرت مولانا یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عالمگیر سے کہ تمہیں تخت شاہی ملے گا اور دین محمدی کی تمہارے ذریعہ نصرت ہوگی اور دین محمدی کو عروج ملے گا۔ چنانچہ دونوں بزرگوں کی تعبیرات پوری ہوئیں۔ عالمگیر آئے، وہ کیا آئے بلکہ فتاویٰ عالمگیری علماء کی مجلس منعقد کر کے مرتب کروادی۔ اب دین محمدی کا راج ہے۔ جگہ جگہ محتسب ہیں۔ شرعی امور کی مخالفت نہ ہو اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

اتنے میں ایک شکایت پہنچتی ہے حضرت مولانا یحییٰ مدنی نور اللہ مرقدہ کے سامنے کہ ہماری فلاں جگہ مجلس سماع منعقد تھی اس میں حکومت کے محتسب پہنچ گئے اور سماع کو بدعت کہہ دیا، روک دیا۔ حضرت مولانا یحییٰ مدنی نور اللہ مرقدہ نے فوراً عالمگیر کو خط لکھا اور شرعی دلائل پیش کر کے اسے باور کرایا کہ یہ سماع جو ہمارے یہاں ہوتا ہے وہ جائز ہے۔

جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوتا تھا، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہوتا تھا، قصیدے میں خود پڑھتا تھا حضرت سنتے تھے، روتے تھے، کیا سہارنپور میں، کیا مدینہ شریف میں۔

فرمایا کہ یہ صرف جائز نہیں بلکہ یہ تو غذا ہے۔ حضرت یحیٰی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے عالمگیر کو لکھا کہ یہ تو خواص کی غذا ہے اور یہ خواص کی دوا ہے۔

## حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

جیسے شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں محتسب کا فتویٰ پہنچا اور مجلس سماع رکوادی۔ فوراً ہی سارا جسم آبلوں سے بھر گیا۔ بڑے بڑے دنبل، پھوڑے نکل آئے۔ یہ علاج، وہ علاج۔ کوئی علاج کارگر نہیں ہوا۔ جب وہ علاج کر رہے تھے تو خادم کے کان میں حضرت نے فرمایا کہ کس کاوش میں تم پڑے ہو؟ کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ یہ تو آگ ہے، آگ۔ جیسا اس مجذوب نے کہا تھا کہ 'ہمارے یہاں تو آگ ہے'۔ تو فرمایا کہ یہ تو آگ ہے اندر، مجلس سماع میں کچھ سن کر کے، آہ نکل کر کے وہ گرمی نکل جاتی ہے تو یہ کسی دوا سے اچھی ہونے والی نہیں ہے۔

چنانچہ جو معترض تھے انہوں نے آ کر پھر معافی مانگی، پھر مجلس سماع ہوئی اور سب آبلے ختم ہو گئے۔ تو یہ ان حضرات کیلئے دوا ہے۔ جیسا حضرت شاہ یحیٰی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا عالمگیر کو یہ ان کی غذا ہے۔

محتسب میری اس مے کا مزہ کیا جانے

شاعر اسے سمجھاتا ہے۔ وہ بے چارہ کیا سمجھے گا؟ آپ حضرات سے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ موت کی یاد کے قصائد سنتے تھے، نعتیہ قصائد سنتے تھے۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ روز رات کو سنتے تھے۔ قصیدہ قاسمیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ

علیہ کا روز سنتے تھے۔اب جو غذا فراہم کرنے والے ہیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ انہیں یہ فتویٰ نہیں معلوم؟ قصیدہ بہاریہ لمبا قصیدہ لکھا۔قصیدہ کیوں لکھا، سینکڑوں اشعار اس میں ہیں۔ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ میں لکھ رہا ہوں کسی جگہ کوئی اسے پڑھے گا اور اسے بدعت قرار دیا جائے گا۔نہیں یہ تو غذا ہے۔پڑھنے سننے کے لئے انہوں نے لکھا۔اسی لئے پھر آگے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں وہ قصائد لکھے ہیں، ایسے کہ ازہر کے بڑے بڑے ادیب نہیں لکھ سکتے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی خواب میں، جس طرح مکان ہے کہ اوپر کے دروازے اوپر سے جاتے ہیں اور تہہ خانے کا دروازہ زمین سے تھوڑا نیچے تھا اس طرح کا وہ دروازہ تھا۔میں دروازہ پر پہنچا knock کھڑکا کیا۔حضرت نے دروازہ کھولا۔اندر بلایا، بٹھایا اور دو باتیں پوچھیں۔فرمایا کہ قصیدہ بھی سنو گے؟ حضرت کے یہاں بھی یہ بہت تھا۔حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے قصائد ہیں۔پھر دوسری بات ارشاد فرمائی اندر دوسرا کمرہ تھا۔اس میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب تشریف رکھتے تھے۔فرمایا کہ 'حضرت کی بھی زیارت کرو گے؟' حضرت مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہ قصائد لکھے۔کیا قصائد، صرف انہوں نے لکھ لئے، چھپوا کر کتاب میں چھپ دیے جائے۔

قصائد حضرت نے لکھے اور ان قصائد پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حضرت تو اس لائن کے تھے کہ جب بخاری شریف حضرت کے ذمہ ہوئی ہے دار العلوم دیوبند میں تو قبل اس کے کہ سبق شروع فرمائیں، سرہند شریف پہنچے۔حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا کہ حافظ ابن حجر پر رد کروں یا نہ کروں؟۔

## حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔کون ہیں؟ جانتے ہو۔ایک مرتبہ کسی جگہ کے

متعلق اطلاع آئی کہ فلاں جگہ بڑا نادر کتب خانہ تھا اور بدقسمتی سے آگ لگی اور سارا خاکستر ہوگیا۔ سب اس پر افسوس کر رہے تھے لیکن مہتمم صاحب فرمانے لگے کہ ہمیں دار العلوم کے کتب خانہ کا کوئی فکر نہیں۔ خدانخواستہ یہ حادثہ یہاں پیش آجائے تو ہمیں کوئی فکر نہیں اس لئے کہ مولانا انور شاہ صاحب نے اس کتب خانے کی ساری کتابیں دیکھ لی ہیں۔ اگر ایسا حادثہ ہوا تو ہم ان سے پھر لکھوالیں گے۔ یہ ان کے بیٹے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب لکھتے ہیں اپنے والد صاحب کے حالات میں۔

ان کے ذمہ جب بخاری شریف ہوتی ہے تو خوشی خوشی بخاری شریف بسم اللہ کرادیتے! نہیں۔ سرہند کا سفر ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے؟ کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جارہے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اب میں کیا کروں۔

دوستو! آج کل عقائد کی درستگی کی بڑی ضرورت ہے۔ ہم کھوگئے، کہاں سے کہاں بھٹک گئے۔ ہمیں گمراہ کیا گیا۔ ہماری لائن سے، جس سمت میں ہمیں بزرگوں نے ڈالا تھا وہاں سے کہیں اور ہمیں بھٹکا دیا گیا۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرہند شریف کیوں جارہے ہیں؟ حضرت امام ربانی کی قبر پر مراقبہ کریں گے۔ حضرت سے پوچھیں گے کہ حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فتح الباری میں حنفیہ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ ان کے جتنے مستدلات تھے ان کے رواۃ پر اس طرح جرح ونقد کیا ہے کہ کوئی سمجھ بھی نہ سکے۔ آیا میں اپنے درس میں ان کے خلاف یہ بیان کرسکتا ہوں؟ تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لائے اور حضرت نے پھر فرمایا کہ حضرت امام ربانی سے میں نے یہ عرض کیا اور وہاں سے جواب ملا۔ کتنے سارے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔

مماتی کہتے ہیں 'انک میت وانھم میتون'۔ سب مر گئے، انبیاء اولیاء مر کے مٹی ہوگئے، خاک ہوگئے۔ کیا رکھا ہے ان کے یہاں؟ جو اس طرح کے عقائد جو سکھاتے ہیں ان کے خلاف ہمارے پاس یہ بہت بڑی دلیل ہے۔

## حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر امام ربانی حضرت کشمیری پہنچ کر ان سے سوال کرتے ہیں اور واپس آ کر جواب بھی بتاتے ہیں کہ میں نے جب سوال کیا حضرت سے کہ میں کیا کروں ؟ حضرت مجدد صاحب نے ارشاد فرمایا، کتنا پیارا جواب۔ حضرت نے فرمایا کہ بالکل تمہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ تم نے آغاز جنگ نہیں کیا، آغاز جنگ ان کی طرف سے ہے تم تو دفاع کرو گے۔ تمہارے ساتھ تو جنگ چھیڑی گئی ہے۔ آغاز جنگ ان کی طرف سے ہے تم اپنا دفاع کرو گے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر ساری عمر دفاع کرتے رہے۔

خیر میرا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ سلام کا بھی جواب بتا دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کیا؟ عامۃ المسلمین بھی جواب دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر مومن سلام سنتا ہے، آپ بری کے قبرستان میں چلے جائیں، بلیک برن چلے جائیں، پریسٹن چلے جائیں، آپ جا کر سلام کریں اپنے کسی عزیز قریب کی قبر پر کھڑے ہو کر تو ہمارے سلام کو سنتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ بس یہ کہ ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے ہم سن نہیں پاتے۔ مکہ کے مشرک قصداً روئی ٹھونس لیتے تھے کہ کلام الٰہی کان میں نہ پڑ جائے۔

میں نے مکہ کے مشرکین کی مخالفت کا ذکر کیا کہ قرآن کریم سے مکہ کے معاند مشرک ظالم دوسروں کو روکتے تھے۔ ایک نو وارد کو کہا گیا کہ ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور اس کے کلام میں ایسا جادو ہے کہ ہر کوئی جو سن لیتا ہے گرویدہ ہو جاتا ہے تم اگر اپنی حفاظت چاہتے ہو تو ان سے نہ ملنا۔

ان کا خود اپنا بیان ہے کہ انھوں نے جب یہ کہا تو مجھے شوق پیدا ہوا کہ بھئی یہ کون ہیں زیارت تو کروں۔ لیکن جیسا انھوں نے کہا کہ جو کلام وہ فرماتے ہیں تو فوراً تیر بہدف اثر کرتا

ہے، اس سے بچنے کیلئے وہ کہتے ہیں کہ میں کانوں میں روئی ٹھونس کر گیا۔ حرم میں پہنچا، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں۔ دھیمی دھیمی آواز سے قرأت ہو رہی ہے، اب جس نے ایک دفعہ رخِ انور کی زیارت کر لی تو سننے کی کیا ضرورت؟ عبداللہ بن سلام نے دور سے چہرہ انور کی زیارت کی تو کہنے لگے کہ **ان ھذا الوجہ لیس بوجہ کاذب**۔ اب یہ نو وارد تکتے رہے اور دیکھا کہ دھیمی دھیمی آواز سے کچھ پڑھ رہے ہیں تو اب شوق اور بڑھا کہ پیاری صورت دیکھ لی تو پیاری آواز بھی سن لوں۔ روئی کانوں سے نکالنا ہی تھا کہ قرأت سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے فارغ ہو کر نکلے کہ اس نو وارد نے کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ**۔

علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو امام ربانی مجدد الف ثانی کے مزار پر مراقبہ سے جواب ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تم دفاع کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے آغاز جنگ نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے اس سفر سے، اس سوال و جواب سے ہمیں بہت کچھ ملا۔

## 'میں بیداری میں بھی زیارت کا قائل ہوں'

حضرت شاہ صاحب آگے اور فرماتے ہیں کہ صرف یہی نہیں بلکہ میں تو بیداری میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قائل ہوں۔ یہ بھی ان کے صاحبزادہ نے اباجان کا جملہ نقل فرمایا۔ اور کتنا بڑا امام اور وہ فرماتے ہیں کہ 'میں بیداری میں زیارت کا قائل ہوں'۔ اور کیوں قائل نہ ہوں۔ جو محروم ہوں وہ انکار کریں گے، حضرت شاہ صاحب کی دل کی آنکھیں کھلی ہیں مجدد صاحب کے مزار پر حاضری دے کر سوال وجواب سے مستفید ہو رہے ہیں اور جو محروم ہیں وہ، قرآنی آیات، احادیث کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے پھر بھی اِس سلسلہ کی صرف یہ آیت پڑھ دیتے ہیں '**انک میت وانھم میتون**' اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس حیاتِ برزخی پر تو اجماع ہے۔

# ’حَجَّ وَ زَارَ‘

شاید کسی نے اس پر غور نہیں کیا کہ جتنے زائرینِ مدینہ حضرات کے حالات لکھے گئے، جس نے وہاں کی حاضری دی چاہے صحابہ کرام ہوں، تابعین ہوں، تبع تابعین، محدثین، اولیائے کرام، ان کے حالات میں یہ چیز ملے گی کہ جہاں کہیں ان کے حالات لکھتے ہیں تو لکھے گئے ہیں کہ ’حَجَّ‘ کہ حج کیلئے گئے اور وہاں جا کر کے انہوں نے حج کیا۔ اور اس کے ساتھ بالکل متصل دوسرا کلمہ آتا ہے کہ ’وَزَارَ‘ اَیْ قَبْرَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم کہ انہوں نے زیارت کی۔ تو زیارت سے مراد کیا ہے؟ کہ زیارت سے مراد جو ٹیکسی والوں کی اصطلاح مراد ہے زیارت زیارت؟۔

میں نے عرض کیا تھا کہ والدہ صاحبہ کو میں زیارت کیلئے لے گیا اور والدہ نے یہ دیکھا کہ اوہو! یہ احد پہاڑ اور یہ پتھریہ ریگستان۔ میرے سرکار یہاں زخمی ہوئے تھے اور ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ریگستان میں ہماری خاطر، پچاس ڈگری کی گرمی میں اس طرح تکالیف برداشت کرتے رہے۔ یہ کہتی جاتی تھیں اور روتی تھیں روتی تھیں۔ جب تک مدینہ منورہ میں رہیں کھانا پینا موقوف ہو گیا، ڈربن پہنچیں اسی حال میں سیدھی ہاسپٹل پہنچیں، کئی ہفتے ہاسپٹل میں رہیں۔ ان تمام مقامات کی زیارت مراد نہیں، بلکہ ’حج وزار قبر النبیصلی اللہ علیہ وسلم‘۔

کسی کے بھی حالات آپ اٹھا کر دیکھ لیں ملے گا حج وزار یہ ڈیڑھ ہزار برس سے اس عمل کا تسلسل ہے کہ ہر ایک کے حالات میں لکھا ہوا ملے گا؟۔ ان سب کا عمل آپ دیکھ لیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ’حج وزار قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘۔

## حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

اسی بنا پر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے خادم نے پوچھا کہ

حضرت میرا سفر ہے اور میں حج کیلئے جا رہا ہوں تو میں احرام کہاں سے باندھوں؟ فرمایا کہ مدینہ شریف پہلے جاؤ، سلام کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے بعد پھر وہاں سے احرام باندھو۔ ہمارے اکابر نے ہمیں تعلیم دی، ہمارے اکابر نے طریق محبت ہمیں سکھایا۔ 'زار' سے مراد یہ **زار قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔**

بہت سے الفاظ درس کے وقت آتے تھے میں طلبہ کو ایک فہرست ایک سانس میں سنا دیا کرتا تھا۔ ولد کا لفظ جہاں کہیں آئے تو اس کا ہرگز ترجمہ یہ نہ کیجئے کہ 'بیٹا'۔ بلکہ جہاں کہیں بیٹا ہوگا وہاں بیٹا، ورنہ اس سے مراد مطلقاً اولاد ہے۔ چاہے بیٹا ہو چاہے بیٹی ہو۔ اسی طرح میں کہا کرتا تھا کہ جہاں کہیں لفظ 'نعل' آئے تو اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے 'جوتا'۔ میں نے کہا کبھی یہ ترجمہ نہ کرنا۔

ابھی آپ چلے جائیں عرب میں، سارے سعودی عرب میں گھوم پھر کر مجھے بتایئے کہ کتنے عربوں کے پیر میں آپ نے جوتے دیکھے۔ وہ گرم ملک، وہاں کون جوتا پہنتا ہے؟ پہن ہی نہیں سکتے، چپل مشکل سے پہنتے ہیں کہ تلوے گرم نہ ہوں۔ تو میں ان سے کہا کرتا کہ نعل جہاں کہیں آئے تو نعل کا ترجمہ کیجئے چپل۔ کہیں کہیں تصریح ہو تو اس کا ترجمہ جوتا۔ نعل سے یاد آیا۔

...

[یہ بیان ہو رہا تھا کہ پیغام ملا کہ کچھ حضرات مسجد سے باہر ہیں اور مسجد میں جگہ پانے کیلئے بے تاب ہیں۔ ان کیلئے جگہ بنانے کی مجمع سے درخواست کی گئی۔ اس پر کچھ شور شروع ہوا تو سن کر فرمایا]

آپ حضرات کو بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی اعلان ہو رہا تھا کہ مسجد میں بات نہ کریں۔ جیسے ہمارے مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ حدیث سناتے تھے کہ مسجد میں دنیاوی بات کرنے سے چالیس سال کے مقبول اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو

حضرت مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضرت میری ایک رکعت بھی ایسی نہیں کہ جس پر ڈھارس ہو کہ جو قبول ہوئی ہو اس پر حضرت نے فرمایا کہ تم تو نماز اور ایک رکعت کو روتے ہو یہاں تو ایک سجدہ بھی میرے پاس نہیں۔ اب مسجد میں باتیں کر کے جو کیا گیا اسے کیوں ضائع کیا جائے۔

...

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اب نعل کا ذکر آ گیا، حضرت تھانوی قدس سرہ کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کے ایک قریبی عزیز دوسری لائن کے تھے، ان کے اثرات کو دور کیا حضرت امام ربانی حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے۔ ایک درجن خطوط حضرت نے لکھے اُدھر سے جواب آئے، اس کے بعد حضرت کو شرح صدر ہوا۔

حضرت تھانوی قدس سرہ میں حب نبوی، عشق نبوی اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ یہ قصہ ہو چکا پھر بھی حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ جلال آباد میں کسی پیرزادہ کے یہاں ایک شال آئی ہوئی تھی اس عنوان سے کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شال مبارک ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ طبیعت میں جو آگ تھی، وہ فوراً بھڑک اٹھتی، یہاں بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو منع فرمانا پڑا، روکنا پڑا۔ حضرت نے فرمایا کہ 'ارے اتنا تو سوچو! کہ وہ تو شام گئی تھی خلفائے بنوامیہ کے پاس، خلیفہ کے پاس، وہاں سے یہاں جلال آباد کیسے پہنچ گئی؟'

اسی طرح جب یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی تصویر چھپی تو پھر وہ آگ بھڑکی، حضرت تھانوی قدس سرہ کی۔ حضرت نے اس نعل مبارک کی تصویر زاد السعید میں چھپوائی اور پھر اس کا پورا ایک طریقہ لکھا۔ جیسے حزب البحر اور مختلف وظائف کے بارے میں اس کے مستقل طریقے ہیں کہ یوں روزہ رکھو اور اس وقت میں اتنی دفعہ پڑھو اور یوں دعا

کرو۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل شریف سے کیسے استبراک کیا جائے تو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اس کا طریقہ لکھا کہ اس طرح اس سے استبراک اور برکت آپ حاصل کر سکتے ہو۔ لیکن پھر بعد میں حضرت نے اس سے رجوع فرمالیا۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف میں ایک دفعہ فرمانے لگے، جب زاد السعید کی اور نعلین شریفین کی بحث چلی تو حضرت مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فلاں کتاب میں فلاں جگہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول سے رجوع فرمالیا ہے۔

میرا عرض کرنے کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ وہ ایک آگ تھی جو بھڑک اٹھتی تھی۔ جیسا کسی نے چھاپا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین ہیں۔ کیونکہ یہ جو صرف تصویر ہے اس سے استبراک اور اس کے متعلق یہ احکام کیسے دیئے جاسکتے ہیں۔

جیسا کہ، گلاسٹر سے ایک دفعہ ایک مسئلہ چلا تھا کہ جن مصلوں پر کعبہ شریف کی تصویر ہوتی ہے، گنبد شریف کی تصویر ہوتی ہے اس پر پیر پڑ جائے تو یہ آدمی کافر ہوجائے گا۔ پھر اس کی تردید میں دیوبند وغیرہ سے، مختلف جگھوں سے یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ عین کعبہ نہیں یہ تو اس کی تصویر ہے، رمز ہے، تصویر بھی نہیں، رمز ہے، ہاتھ سے بنا ہوا ایک نشان ہے۔ اس کو وہ درجہ نہیں دیا جاسکتا جو کعبہ کی توہین کا ہے۔

وہیں سے گلاسٹر سے اس زمانے میں مسئلہ چلا تھا کہ یہ ملک دار الحرب ہے۔ ابھی قریب میں ہمیں، جو بیانات ہمارے چھاپتے ہیں، انہیں میرا ایک بیان ملا کوئی بارہ تیرہ برس پہلے کا۔

دارالعلوم میں اسی جگہ پر مولانا محمود چانڈیا کو جب پی ایچ ڈی کی سند ملی اور وہ دکتور بن گئے، تو ان کے اعزاز میں یہاں ہم نے ایک جلسہ کیا تھا اس میں یونیورسٹی کے، ان کے اساتذہ کو بھی ہم نے دعوت دی تھی۔ تو اس میں میں نے بیان کیا تھا کہ یہ ڈاکٹر چانڈیا، انہوں نے نرسری یہاں کی، پرائمری یہاں کی، سیکنڈری اسکول گئے، کالج گئے، یونیورسٹی گئے۔ آپ

ان سے پوچھیں کہ ایک پائی، ایک پینی (penny) انھوں نے خرچ کی؟ جس حکومت میں رہ کر کے اتنا انتفاع اٹھایا جاسکتا ہے اور مسلمان آزادی سے اتنا انتفاع حاصل کر سکتے ہیں اور پھر میں نے دوسری تمام چیزیں بیان کیں، پھر اس ملک کے متعلق کس کو جرأت ہوگی کہ وہ اسے کہے کہ وہ دار الحرب ہے؟، تو کوئی بارہ تیرہ برس پہلے کا وہ بیان تھا۔ اسی طرح وہاں سے یہ مسئلہ چلا تھا اور مفتیان کرام سے پوچھا گیا کہ مصلے پر پیر پڑ جائے تو کیا حکم؟ تو حضرت تھانوی قدس سرہ کا مزاج عاشقانہ تھا۔ حضرت کے اشعار بھی آپ سنیں۔ مثنوی کے اشعار کی شرح سنیں۔

خیر میں اپنی گذارشات میں آپ کا وقت ضائع کر رہا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے اور ہم نے ماہ مبارک کے سلسلے میں اب تک جتنی کوتاہیاں کی ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان سب کو معاف فرمائے۔ حضرت امام ربانی، علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جو ان مراقبات کے بھی قائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کے قائل، بیداری میں زیارت کے قائل ان کے پیچھے چلو گے یا جو آزاد منش جنہوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی ہے ان کے پیچھے چلو گے؟ پھر آخرت میں وہاں کس کا سایہ تلاش کرو گے؟ کس سے شفاعت چاہو گے جہاں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تلاش کرتے ہوں گے کہ سید الانبیاء کہاں ہیں؟ کس کے پاس جاؤ گے؟ جب یہ سمجھ لیا، عقیدہ بنا لیا کہ **انک میت وانهم میتون** کہ وہ مر کر مٹی ہو گئے۔ اسی لئے بڑی عافیت ہے مذہب حنفی میں۔

میں نے اس دن بیان کیا تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدات پر اور ان کی جانفشانی علم وعبادت کا ذکر کیا تھا اور یہ کہ انھوں نے مجلس منعقد کی تھی، اس میں ایک ہزار افراد تھے، اس زمانہ کے بڑے بڑے مجتہدین ان کو اکٹھا فرمایا اس مجلس نے یہ مذہب حنفی کو مدوّن کیا اور حضرت امام صاحب کے زمانہ کے لوگ اس کے متعلق شہادت دیتے ہیں۔ وہ موازنہ کرتے ہیں۔ لوگ تو کہتے ہیں مدینہ کے حضرت امام مالک سے سب کچھ پوچھو۔ سفیان

بن عیینہ اس کی تردید کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ کتنا بڑا دعویٰ؟ فرمایا کہ نہیں۔ ان کا فتویٰ سنئے، سفیان بن عیینہ کا۔ انہوں نے تقسیم کردی بڑے انصاف سے۔

## حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو حج کے مسائل پوچھنے ہوں تو کوفہ والوں سے مت پوچھو، جہاں حج ہوتا ہے ان سے پوچھو۔ مکہ والوں سے پوچھو، مدینہ والوں سے پوچھو، وہ اس کے ماہر ہیں۔

اور فرمایا کہ اگر کسی کو قرآن پاک کی قرأت کے بارے میں کوئی اشکال ہو کہ قرأات سبعہ میں سے کون سی صحیح؟ قرأات عشرہ میں سے کون سی صحیح؟ اور سبع عشر قرأات، سترہ میں سے کون سی صحیح؟ کس کو اختیار کیا جائے تو سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق تم مدینہ والوں سے پوچھو، مکہ والوں سے پوچھو، جہاں قرآن اترا ہے۔ وہ اس کے زیادہ ماہر ہیں۔

فرمایا اس کے علاوہ جو کچھ پوچھنا ہو وہ سارا کوفہ والوں سے پوچھو۔ حرام حلال ساری شریعت کے ابواب ان سے پوچھو۔ کیوں؟ بڑی دلیل ان کے پاس سفیان بن عیینہ کے پاس، کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ میں کام کیا اور کوفہ میں بدریین صحابہ ۷۰/ ستر صحابہ کرام کا وہ مرکز اور مسکن تھا۔

پھر آگے آپ حساب کرلیں کہ جب بدریین ستر (70) تھے، پھر آگے اصحاب شجرہ کتنے ہوں گے، فتح مکہ میں جو شریک تھے وہ کتنے ہوں گے پھر عام صحابہ کرام جن کا باقاعدہ روایات کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا شغل تھا وہ سولہ سو سے زائد بیان کئے گئے، تو پھر عام صحابہ کرام کتنے ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔

اس لئے سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ تم وہاں کوفہ جا کر ان سے پوچھو۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں مذہب حنفی سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کی طرف سے ہمارے دلوں کو

مطمئن رکھے۔

## سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اب اخیر میں ایک گذارش کر کے میں ختم کروں گا۔ کہ دوستو! یہ اب آخری دو تین راتیں، چند گھڑیاں رہ گئی ہیں اسے وصول کیجئے اور وصول کیسے کریں گے کہ ہر وقت پڑے رہئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقعہ پر میں رات کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں پہنچا عریش میں۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ سجدے میں ہیں **یاحی یا قیوم**، '**یاحی یاقیوم**'، رب کو منانے کیلئے، '**یاحی یاقیوم**' ۔تو پڑے رہئے، مناتے رہئے۔ کیوں کہ اس کی رحمت وسیع ہے **وسعت رحمتی کل شیء** بڑا رحیم ہے وہ۔ گنہگار یہ نہ سوچے کہ اوہو! میرے تو اتنے ایسے کرتوت ہیں۔ کیا ہوگا۔ اس کی رحمت وسیع ہے۔

ابلیس کو براہ راست خدا نے حکم دیا کہ تمام ملائکہ کو حکم تھا کہ سجدہ کرو آدم کو۔ پھر خدا پوچھتا ہے کہ ارے تو نے سجدہ نہیں کیا؟ وہ حجت پیش کر رہا ہے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اسے مٹی سے پیدا کیا آگ تو رفعت چاہتی ہے وہ مٹی کے سامنے جھکے گی۔ اتنی بڑی بارگاہ ایزدی میں گستاخی، اتنا بڑا گستاخ کون ہوگا؟

لیکن ان سب کے بعد جب خدا نے اس کیلئے جہنم کا فیصلہ فرمایا تو وہ پھر ایک درخواست پیش کرتا ہے۔ اسے یقین ہے ابلیس کو کہ اس کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ وہ کہتا ہے کہ **اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ** ۔ابھی نہ پھینکئے مجھے جہنم میں، مجھے مہلت دیجئے۔ ابھی نہیں۔ **انظرنی**! کتنی رحمت وسیع کہ اسے بھی **یوم یبعثون** تک مہلت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت درست فرمائے۔ دعا کر لیتے ہیں۔

درود شریف پڑھ لیجئے۔ **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ**

جدک وجل ثناؤک ولاالٰہ غیرک۔

**۳۰/رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ**

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا یہ رمضان، دیگر رمضانوں کے مقابلہ میں اس اعتبار سے شاید زیادہ بابرکت رہا کہ اس رمضان میں ہمیں پانچ جمعے ملے۔ جب حضرت شیخ قدس سرہ کا اسٹینگر میں آخری رمضان تھا،تو وہاں بھی حضرت کے آخری رمضان میں پانچ جمعے ملے تھے۔اور چار کی بجائے پانچواں جمعہ ملنے کی وجہ سے کتنی ساری ساعتیں ہمیں اجابت کی دیگر ایام کی بہ نسبت زیادہ مل جاتی ہیں۔اور بہت سے فضائل ہیں۔

لیکن ہم لوگوں پر افسوس کہ معلوم ہوجائے کہ شب قدر ہے پھر بھی اس کی ساعتیں، مبارک گھڑیاں بھی ہم اسی طرح گذار دیتے ہیں۔آج جمعہ ہے، آخری جمعہ ہے۔اللہ کرے ہمیں قدر ہو۔

حالانکہ رمضان میں تو اس کا بار ابلیس پر بھی نہیں ڈالا جاسکتا کہ اس نے ہمیں گمراہ کیا، اس نے ہمیں روک دیاہے۔اس لئے کہ حدیث پاک میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے بارہا رمضان میں سنا کہ شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں مگر پھر بھی رمضان سے پہلے کی اس کی ابلیسی طاقت ہمارے اندر اس نے بھردی ہے، وہ شیطانی پاور اور اثر اتنا بھردیا ہے کہ رمضان غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس کے اثر سے وہ گناہ ہوتے ہی رہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ابلیسی طاقت کو سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

پہلے دن یہی مضمون شروع کیا تھا، گذشتہ کل اسی پر ختم ہوا کہ ابلیس نے دعا کی 'اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ' ۔اس میں میں نے آخری جملہ عرض کیا تھا کہ ہم گنہگاروں کو مایوس ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں کہ ابلیس جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ نے اسے فرمادیا کہ 'تجھ پر میری لعنت اور میری رحمت سے تو دور'۔ پھر بھی جب اس نے کہا 'اَنْظِرْنِیْ' ابھی مہلت دیجئے اور مہلت بھی کیسی مانگی، چونکہ عزازیل بڑا عالم تھا،۔ یہ عزازیل اس کا لقب تھا ابلیس کا۔ یہ سب سے بڑا عالم بھی، عابد بھی مگر حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے کس طرح دور ہوا۔

اسی علم کی وجہ سے اس نے سوچا کہ اب تو میں رحمت سے دور ہوگیا اور مارا گیا تو جتنا اپنا بچاؤ ہوسکتا ہے اس نے وہ مانگا۔کہ جتنی ان مخلوقات کے بقا کی مدت ہے وہاں تک میں عذاب سے امن میں رہوں۔مخلوقات کی مدت ختم ہونے کے بعد ایک لمبا زمانہ جو برزخ کا ہے جس طرح کہ ہر شخص کی قیامت اس کی موت پر آجاتی ہے اس کے بعد برزخ کا زمانہ شروع ہوتا ہے تو پتہ نہیں جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں کب سے پڑے ہوئے ہیں، کب یہ اٹھیں گے، اس نے دو لمبے زمانوں کے عذاب سے نجات کی مہلت مانگ لی۔

## حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے قصے سے ہم نے پہلے دن شروع کیا تھا پھر ہم مجاہدہ کی طرف چلے گئے، ان کے رونے کا مجاہدہ، پیدل حج کے سفر کے مجاہدے کا ذکر آیا، انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے عظام کے مجاہدات کا ہم ذکر خیر کرتے رہے۔

یہ جو قصہ ہے ابتدائے آفرینش کا کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا جب پتلا بنایا پھر روح پھونکی، تو یہ جمعہ کا دن آج گذرا، اسی دن میں یہ سارے کام ہوئے ہیں

جمعہ ہی کے دن۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے فضائل میں بیان فرماتے ہیں کہ جمعہ ہی کا دن تھا جب حق تعالیٰ شانہ نے اپنے ہاتھوں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا پتلا بنایا 'خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ' ۔حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا جب پتلا بنا تھا، اس وقت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی صلب میں، آپ کی پیٹھ میں آپ کی ذریت رکھ دی گئی تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس ذریت کو جو آدم علیہ السلام کی قیامت تک کیلئے آنے والی تھی، اسے صلبِ آدم سے نکالا۔ اسی میں وہ قصہ آتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام کا کہ داؤد علیہ السلام کی پیشانی کا نور دیکھا۔ پوچھا کہ یہ کون؟ کہا گیا کہ تمہارے بیٹے، تمہاری ذریت میں سے داؤد۔ وہ پسند آ گئے۔

عرض کیا الٰہی ان کی عمر کتنی؟ بتایا گیا کہ ساٹھ برس۔ عرض کیا حضرت آدم علیہ السلام نے کہ اچھا میری عمر میں سے انہیں چالیس سال دے دو۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ اچھا! ایک دفعہ فیصلہ ہو جائے گا تو پھر بدلے گا نہیں۔ آپ کی عمر انہیں دے دی جائے گی۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا جی ہاں، منظور ہے۔

آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر تھی ہزار برس۔ اس میں سے چالیس برس دے دیئے گئے۔ تو ہزار میں سے چالیس برس سے کم ۹۶۰ر برس کی عمر پر ملک الموت پہنچتے ہیں۔ ملک الموت کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ابھی تو ہماری عمر کے چالیس برس باقی ہیں۔ ہزار برس ہماری عمر تھی۔ کیوں کہ گنتے رہتے تھے حضرت آدم علیہ السلام، اللہ اکبر۔ ہم تو نہیں گنتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ گنتے تھے حضرت آدم علیہ السلام۔ ہمیں تو کتنے مراحل حوادث پیش آتے ہیں کہ جس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اب گئے کہ تب گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام گنتے رہتے تھے تو فرمایا کہ ابھی تو چالیس برس باقی ہیں، ملک الموت نے یاد دلایا کہ آپ نے تو وہ دے دیئے تھے چالیس برس اپنے بیٹے داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کو۔ فرمایا کہ کب دیئے تھے؟ بھولے بھالے جیسے لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کو بھول گئے

تھے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کا پتلا اپنے ہاتھوں بنایا 'وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ'۔ اللہ! کتنا پیار کہ میں نے روح خود پھونکی، کسی فرشتے سے نہیں کہا کہ جان ڈال دو۔ اتنے پیار سے آدم علیہ السلام کو بنایا۔

اور اس کے بعد جنت میں رکھا فرمایا کہ ہر چیز کی اجازت ہے، صرف اس درخت کے قریب مت جانا۔ پھر آگے کیا ہونا ہے انجام یہ بھی بتادیا۔ کہ اگر جاؤ گے تو پھر یہاں نہیں رہ سکتے۔ یہ تمہارا لباس بھی اتر جائے گا۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آیا کہ حق تعالیٰ شانہ کا حکم ہوا تمام ملائکہ کو کہ انہیں سجدہ کرو۔ ابلیس نے نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟

## تکبر سے بچنے کی تاکید

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِيَّاكُمْ وَالْكِبْرَ'۔ تکبر سے بچو۔ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قصہ بہت عظیم ہے۔ ہمارے لئے قدم قدم پر رہنمائی ہے ہر چیز میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'اِيَّاكُمْ وَالْكِبْرَ' کہ تکبر ہی کی وجہ سے عزازیل ہلاک ہوا۔ کہ تکبر نے اسے سجدہ کرنے سے روکا۔ اس نے حق تعالیٰ سے حجت بازی کی کہ تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا مجھے آگ سے پیدا کیا۔ آگ مٹی کو سجدہ کرے؟ میں نہیں کروں گا اس نے نہیں کیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے اسے جنت سے نکال دیا۔ ابلیس کی اس عداوت کو بھی آدم علیہ الصلوۃ والسلام بھولپن میں بھول گئے۔

ہمارے بھائی حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب مدظلہ العالی کہیں سفر پر تھے اور میں اپنے ننھیال نانی نرولی میں تھا کہ ورٹھی سے والد صاحب کے گاؤں سے جہاں ہمارے بھائی جان کے اہل خانہ اور بچے تھے، عبد الحلیم اس وقت شیر خوار تھے تو عمر ہو گی کوئی برس ڈیڑھ برس کی، تو ورٹھی سے گھوڑے پر اسپیشل آدمی آیا کہ عبد الحلیم پر بے ہوشی کا دورہ پڑ رہا ہے، بے ہوشی طاری ہو رہی ہے اور بچہ شدید بیمار ہے۔ میں پہنچا۔ علاج کیا۔ پھر شام کو جا کر گورا ہانسا

ایک عزیز تھے ان کے یہاں میں ان کے برآمدے میں گھر سے باہر چارپائی پر سو گیا۔ رات کے وقت بہت اچھی سہانی راتیں تھیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا گاؤں میں۔ نہایت عمدہ گہری نیند میں ہوں، اچانک میری آنکھ کھلی گرمی سے۔ جس طرح آگ لگی ہو چاروں طرف۔

کیا دیکھتا ہوں کہ کتے کی شکل میں جن میرے سامنے ہے، کتے کی شکل ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شرارے نکل کر میری طرف پہنچ رہے ہیں۔ جو علاج کیا تھا بے ہوش عبد الحلیم کا اس کا انتقام لینے پہنچا۔

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ابلیس باہر ہے وہاں سے **'فَوَسْوَسَ لَهُمَا'**۔ اس نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ دیکھو! یہ جو درخت کھانے سے تمہیں منع کیا گیا ہے یہ اس لئے ہے کہ اگر تم اس میں سے کھالو گے تو ہمیشہ کیلئے جنت کے باسی ہو جاؤ گے، ہمیشہ کیلئے تم جنت میں رہو گے۔ **'فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا'** چکھتے ہی سارے لباس اتر گئے اور حکم ہوا کہ نیچے اتر جاؤ۔

## فضائل جمعۃ المبارک

جس دن حق تعالیٰ شانہ نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا فرمایا اسی وقت ان کی ذریت جو قیامت تک کیلئے پیدا ہونے والی تھی ان کی کیا صورتیں ہوں گی، شکلیں ہوں گی، کیا رنگ ہوں گے، اسی وقت بن چکے تھے۔ **صَوَّرْنَاكُمْ**، تم سب کی ہم نے صورتیں اسی وقت بنا دیں۔ کیا قدرت ہے اس خالق کی۔

جمعہ کا دن جس میں آدم علیہ السلام کی خلقت ہے۔ آپ کو پیدا کیا گیا۔ اور جس دن وہ چکھا درخت میں سے۔ اور چکھتے ہی حکم ہوا کہ دیکھو! یہ تو تمہارے لباس بھی اتر گئے۔ **اَلَمْ اَنْهَكُمَا؟** ہم نے تم کو روکا نہیں تھا کہ اس درخت کے قریب بھی مت جانا؟ یہاں سے اتر جاؤ، یہ **ھبوط** ہے، اترنا حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا جنت سے زمین پر۔ یہ بھی جمعہ

کے دن ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی فضیلت میں بیان فرمایا اور جمعہ کے دن کی فضیلت میں بیان فرمایا کہ جمعہ کا دن ایسا معظم، مکرم، فضیلت والا کہ اس میں آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی اس میں آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے اور پھر اسی میں روتے رہے۔مختلف مدت روایات میں آتی ہے۔ برسہا برس روتے رہے۔ندیاں بہتی تھیں آنسوؤں کی۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کا کسی نے تالاب دیکھا تھا آنسوؤں کا۔آدم علیہ السلام روتے رہے، اس کے نتیجہ میں توبہ قبول ہوئی۔

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ ۔حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو کلمات القاء کئے گئے 'رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ' یہ دعا قبول ہوئی اور توبہ قبول ہوگئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو توبہ قبول ہوئی وہ بھی جمعہ کا دن تھا۔کتنی فضیلت جمعہ کے دن کی۔اس لئے میں نے عرض کیا کہ ہمیں رمضان کا ایک زائد ایکسٹرا جمعہ ملا ہے۔

اس کے بعد حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات ہوئی، اس جہاں سے تشریف لے گئے تو وہ بھی جمعہ کا دن تھا۔

محدثین نے یہاں ایک بحث کی کہ پیدا کیا جانا جمعہ کے دن اسے فضیلت میں شمار کیا گیا یہ تو سمجھ میں آتا ہے مگر آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو جنت سے اتارا گیا تو اس کو اس دن کی فضیلت میں شمار کیا گیا، اس کی کیا وجہ؟ پھر آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کو بھی شمار کیا گیا کہ اس جہان سے تشریف لے گئے۔

# موت کے وقت اولیاء اللہ کی خوشی

پھر وہ سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں کہ وفات تو بڑی اچھی چیز ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ اولیاء اللہ کے وفات کے قصے آپ پڑھیں گے ہر ایک کے قصے میں، وہ نہایت مسرور مزے میں معلوم ہوتے ہیں جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ بیمار پرسی کی گئی تو فرمایا اوہ! 'غدا نلقی الاحبه، محمدا و حزبه' ۔ کہ اس بیماری میں میں مر بھی جاؤں تو یہ موت تو بڑی اچھی ہے۔

ہزاروں اولیاء اللہ اس طرح ان کا حال مسرت کا، کہ جانے کا وقت آ گیا۔ اب مولیٰ سے ملاقات ہوگی۔ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو اس قید خانہ سے چھوٹنے کی کتنی خوشی اور مسرت تھی کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کو بھی نعمتوں میں شمار کیا گیا۔

گناہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گنوائے کہ 'اِیَّاکُمْ وَالْکِبْرَ۔ اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ تکبر سجدہ سے مانع ہوا۔

دوسرا گناہ، دوسری ایک بری خصلت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمائی کہ اِیَّاکُمْ وَالْحِرْصَ' ۔ کہ ابلیس کے وسوسہ کی وجہ سے ہمیشہ جنت میں رہنے کے خیال سے کہ کہیں نکال نہ دیئے جائیں، یہیں رہیں تو اس کی وجہ سے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو جو ممانعت تھی درخت کے قریب جانے کی وہ بھول گئے اور کھا لیا۔ انسان کی طبیعت میں جو حرص ہے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس سے انسان دنیا کے نقصانات بھی اٹھاتا ہے اور اخروی بھی۔

اور تیسری چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ اسی قصہ سے تینوں لی گئی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ فرمایا کہ 'اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ حسد سے بچو۔ کہ سب سے پہلا روئے زمین پر جو قتل ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا وہ اسی حسد کی وجہ سے کیا۔ اس کی

زوجہ سے مجھے نکاح کرنا تھا، اسے میں اپنی منکوحہ بناتا۔ اس حسد کے مارے اس نے قتل کیا۔
حق تعالیٰ شانہ ان تمام برائیوں سے ہمیں ہمیشہ کیلئے نجات عطا فرمائے۔ دعا کر لیتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ ہماری طرف سے یقیناً بہت بے ادبیاں گستاخیاں ہوئیں حق تعالیٰ شانہ اس کی معافی دے دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۱رشوال ۱۴۳۳ھ (عیدالفطر)

**اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد**

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ میں عرض کیا کہ ابلیس کی انتہائی درجہ کی گستاخی کے باوجود بھی خدائے رحیم وکریم کی اپنی وسعت رحمت کے نتیجہ میں جو اس نے جو دعا کی **انظرنی الی یوم یبعثون** وہ منظور ہوگئی اور فرمایا کہ وقت معلوم تک تجھے مہلت ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس نے تو **نفختین** تک کی مہلت مانگی تھی کہ پہلا جو صور پھونکا جائے گا سب فنا ہوں گے۔ دوسرا صور پھونکا جائے گا پھر زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے میں نے عرض کیا تھا کہ انتہائی شاطر، چالاک، زبردست عالم کہ اس نے کتنی لمبی مدت کیلئے عذاب کو ٹالنا چاہا، حق تعالیٰ شانہ نے آدھی مدت نفخہ اولیٰ تک مہلت دی، جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں کہ وقت معلوم سے مراد پہلا صور ہے۔ اس کے بعد وہ جہنم رسید ہوگا، ابھی بھی طوق لعنت کے عذاب میں ہے۔

اس کے بعد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمین پر اتر جانے کے بعد جو کچھ پیش آیا وہ بہت غور طلب مقام ہے۔ ایک تو یہ کہ ابلیس نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو سرکش بناؤں گا، گمراہ کروں گا۔ راہ مستقیم سے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا مگر اس کو بھی پتہ تھا کہ جو حق تعالیٰ شانہ کے مخلَص بندے ہوتے ہیں ان کا پاور ان کی طاقت کیا ہوتی ہے۔ اس

لئے اس نے خود ہی کہہ دیا کہ **اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ** ایک طرح سے عصمت نبوت کی قوت کا اندازہ اسے بھی تھا۔

یہاں اشکال نہیں ہوسکتا کہ خود حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی تو نبی تھے۔ایک تو یہ کہ آپ کی نبوت کا وقت ہمیں نہیں معلوم کہ کب سے نبی بنائے گئے۔ دوسرا یہ کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر کبھی بھی کسی موقعہ پر اسے تسلط حاصل نہیں ہوسکا۔ یہ تو حضرت حوا کے راستہ سے آیا۔اسی لئے ایک روایت ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس کی دلیل ہے اس کی جو میں نے عرض کیا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی عمر جب ایک ہزار برس ہوئی اور اس جہان سے جب تشریف لے جارہے تھے آخری وقت ہے تمام اولاد، اور حضرت حوا، سب قریب ہیں۔اس وقت آپ نے حضرت حوا سمیت سب کو اٹھا دیا اور فرمایا کہ میرے پاس صرف ملائکہ رہیں گے۔اور اس روایت میں اس کی تصریح ہے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہیں جو پہلے پیش آیا تھا پھر تمہارے ذریعہ پیش نہ آئے۔

## اللہ کے مخلص بندے ابلیس کو پہچان لیتے ہیں

اور یہ جو ہزار برس کی عمریں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو ملی، حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کو ملی اور دیگر بعض انبیاء کو بھی ملیں تو یہ ایک طرح سے ابلیس کے چیلنج کا جواب تھا کہ نبوت کبھی داغدار نہیں ہوسکے گی چاہے غیر عادی، غیر معمولی عمر ہم ان کو دیتے رہیں، اس لئے ہزار برس کی عمریں دی گئیں۔تو ہزار برس میں تو کتنے مواقع پیش آسکتے تھے۔

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر کسی حال میں کسی وقت بھی تسلط تو درکنار بلکہ ابلیس کو قریب پہنچنے پر پتھر کھانے پڑے جیسا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے قصہ میں آپ غور کریں تو جگہ جگہ تذکرہ آتا ہے ابلیس کا۔ جب قربانی کیلئے حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو لے کر جارہے ہیں ایک جگہ کنکریاں ماری گئیں، پتھر مارے گئے، دوسری

مرتبہ بھی، تیسری مرتبہ بھی۔ جو مناسک کا جزو بن گئے۔ تو یہ اللہ کے مخلِص اور مخلَص بندے، منتخب بندے ابلیس کو پہچان لیتے ہیں۔ 'انداز قدت را می شناسم' چاہے کسی صورت شکل میں آئے وہ پہچانا جائے گا۔

انبیاء علیہم الصلوات والسلام تو بہت عالی مرتبت ہیں ان کے خدام پہچان لیتے ہیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ 'ابلیس تمہیں دیکھ کر دور سے رستہ بدل لیتا ہے'۔ ایک دفعہ بہت ہمت کر کے پاس جا پہنچا روایت میں آتا ہے کہ وہ کہیں گلی میں مل گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دبوچ لیا۔ جس طرح کشتی ہوتی ہے اس طرح اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اسی لئے اولیاء اللہ کے قصوں میں جو سنایا کہ سکرات کے وقت وہ آتا ہے اور وہ پہنچان لیتے ہیں۔ زندگی میں بھی اور سکرات کے وقت بھی۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ دائیں طرف کونہ تھا، اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ مارو اس کو۔ کتنی خوبصورت شکل میں وہ آیا ہوگا فرشتہ بن کر مگر حضرت شیخ کی ڈانٹ پڑی اور ڈانٹ کر ہی بھگا دیا اور مسکرا کر حضرت نے فرمایا ابلیس آیا تھا۔

اسی طرح حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ بیابان میں ہیں، انتہائی تکلیف میں ہیں، جان نکل رہی ہے مارے پیاس کے۔ کوئی دور دور امکان بھی نہیں کہ پانی کہیں سے میسر آسکے اور جان بچاسکیں۔ ایک دم ابلیس پیالہ لے کر پہنچ گیا فوراً پہچان لیا۔ بہت واقعات ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء علیہم الصلوات والسلام پہچان لیتے تھے اس طرح ان کے خدام بھی پہچان لیتے تھے۔

## اخوان الشیاطین بھی پہچانے جاتے ہیں

اور ابلیس جب پہچانا جاتا ہے ان کے یہاں تو پھر اخوان الشیاطین کا کیا معنیٰ؟ وہ کہاں

چھپے رہ سکتے ہیں ان کی نگاہوں سے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر فرمایا، فرمایا، فرمایا۔ برسہا برس منافقین کے بارے میں۔ پھر پہلے تو چپکے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو فہرست بتادی کہ یہ منافق ہے، یہ منافق ہے، یہ منافق ہے۔ ابلیس کی طرح سے اخوان الشیاطین، اس کے بھائی بھی پہچانے جاتے ہیں ان کے یہاں۔ پھر ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھری مسجد میں اشارے فرما کر، نام لے لے کر فرمایا کہ اٹھو! نکلو مسجد سے۔ تمام منافقین کو نکالا۔

جیسے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق اس دن روایت عرض کی تھی کہ ساری ذریت میں سے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی پیشانی کے نور سے پہچانا کہ یہ بڑی نورانی پیشانی، بڑی نورانی صورت۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ آپ کی ذریت میں سے حضرت داؤد ہیں۔ اسی طرح پیشانی سے پہچان لیتے تھے۔ کیوں نہ پہچانیں اور کیوں اس طرح جماعت کی جماعت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نکالیں؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف منافقین کی کیا فہرست دی گئی بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی فہرست دے دی گئی۔

## جنتیوں اور جہنمیوں کی فہرست

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا، ایک کتاب دائیں ہاتھ میں ہے، ایک بائیں ہاتھ میں ہے۔ فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا؟ عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ فرمائیں ہمیں نہیں معلوم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو دائیں ہاتھ میں کتاب ہے اس میں جنتیوں کی فہرست ہے۔ ان کے نام ہیں، ان کے آباء کے نام کے ساتھ، ان کی نسبت کے ساتھ۔ پورے تعارف کے ساتھ کہ یہ فلاں شخص متعین طور پر۔ اور اہل جنت کی فہرست اور اس کا ٹوٹل کتنا بنتا ہے سارا نیچے اس کا ٹوٹل لگا دیا گیا۔ 'وأجمل علیه'۔

اور بائیں دست مبارک کے متعلق فرمایا کہ اس میں اہل نار کی فہرست ہے۔ دوزخیوں کی فہرست ہے۔ اس میں بھی فرمایا کہ ان کے اوران کے آباء کے نام کے ساتھ پوری تعیین ہے اس شخص کی اور یہ کہ یہ سارے کے سارے دوزخی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابلیس کو پہچان لیتے تھے کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں کہ اچانک سامنے آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو یہاں گلے سے پکڑ لیا اور دیوار کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دبایا اور اتنے زور سے کہ اس کی زبان باہر آ گئی اور اس کے منہ کی رال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر لگی۔ فرمایا کہ اگر مجھے حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی دعا کا خیال نہ آتا تو میں اسے پکڑ کر مدینہ منورہ کے بچوں کے کھیلنے کیلئے صبح کو ان کے حوالہ کر دیتا۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پہچان لیا، ایسے ہی پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کہ زبردست ایک نور اتر رہا ہے آسمان سے۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ 'اخسأ یا عدو اللہ'۔ میں نے عرض کیا کہ 'انداز اقدت را می شناسم' کی کسی شکل اور صورت میں آئے مگر پہچانا جائے گا۔

ایک بزرگ عبادت میں مصروف ہیں، اپنے رونے دھونے میں مصروف ہیں کہ سامنے محراب میں نورانی شکل نظر آئی، نورانی شکل خوشخبری دے رہی ہے 'أنا اللّٰہ' ۔ یہ سن کر کے فوراً ہی حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے فرمایا کہ 'اخسأ یا ابلیس'۔ پھر انبیائے کرام علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کیسے نہیں پہچانیں گے جب ان کے غلاموں کے غلام پہچان لیتے ہیں۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابلیس کو اور اخوان الشیاطین کو اس کے بھائیوں کو پہچان لیتے ہیں، اولیاء اللہ پہچان لیتے ہیں، اس کے ابلیس کے بھائیوں کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر شکلوں کے دنیا میں آنے سے پہلے پہچان لیا تھا۔ ایک خارجی تھا، خوارج کا موجد جس سے یہ

خوارج پیدا ہوئے وہ پہنچا۔ کوئی نازیبا کلمہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زبان سے نکالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت جبکہ وہ جانے لگا کہ **یخرج من ضئضئی هذا قوم** اس شخص کی پشت سے، نسل سے خوارج پیدا ہوں گے، جتنی مخلوق آنے والی تھی خوارج کی، اور گمراہوں کی اور اخوان الشیاطین کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت دیکھ کر فرمایا کہ اس کی پیٹھ سے ساری نسل ایسی نکلے گی، شیطانی فوج نکلے گی۔

اسکے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعداء کو بھی پہچانتے تھے۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ دائیں دست مبارک میں جنتیوں کے نام تھے۔

## حضرت قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ایک بہت بڑے محدث ہیں، حضرت قتیبہ بن سعید۔ ان کے والد صاحب فرماتے ہیں کہ قتیبہ ابھی بچے تھے میں نے اس وقت خواب دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور دیکھا کہ **وفی یده صلی الله علیه وسلم صحیفة**۔ کوئی کاغذ، کوئی کتاب ہے، کوئی رجسٹر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں علماء کے ناموں کی فہرست ہے۔ اس میں علماء کون کون ہوں گے ان کے نام اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ قتیبہ بن سعید کے والد صاحب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنے بیٹے کا نام اس میں دیکھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ صحیفہ عنایت فرمادیا۔ حضرت قتیبہ بن سعید کے والد صاحب وہ فہرست ملاحظہ فرمارہے ہیں، دیکھ رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ ان کے والد صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ '**رأیت فیها اسم ابنی**'۔ کہ مجھے اپنے بیٹے کا نام اس فہرست میں مل گیا۔ ابھی تو بچے ہیں قتیبہ بن سعید۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو فہرست تھی اس میں بیٹے کا نام دیکھ لیا جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں علماء کے نام ہیں۔

پھر کیا ہوا کہ حضرت قتیبہ بن سعید جب محدث بنے اور پڑھانا شروع کیا ایک شاگرد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنا چاہتا ہے تو حضرت قتیبہ بن سعید اس سے فرماتے ہیں کہ 'اقم عندی هذه الشتاء' کہ یہ جو سردیوں کا موسم ہے اس موسم میں تم ہمارے پاس چار مہینے چھ مہینے ٹھہر جاؤ اور **'احدث لک مائة الف حديث'**۔ فرمایا کہ ایک سردی کا موسم تم ٹھہرو گے تو میں تمہیں ایک لاکھ احادیث سناؤں گا۔ اور وہ ایک لاکھ احادیث جو صرف پانچ محدثین سے میں نے سنی ہیں وہ میں تمہیں سناؤں گا۔ اب ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو علماء کی فہرست تھی اور اس فہرست میں ان کا قتیبہ بن سعید کا نام تھا تو ایسے عالم کا پھر کیا پوچھنا۔ ان کے والد صاحب نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تصدیق ہوئی۔ ایک لاکھ احادیث تمہیں سناؤں گا۔ اب ان کو یاد کتنی ہوں گی جب ایک شاگرد کو ایک لاکھ بیان کرنے کا وعدہ فرما رہے ہیں۔

اور سنئے ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا تذبذب دور فرما دیا جہاں کہیں تذبذب ہوتا ہے کسی کو کہ آیا یہ شخص مخلصین میں سے ہیں، اہل سعادت میں سے ہے یا اہل شقاوت میں سے ہے منافق ہے کسی کو پتہ نہ ہو تو وہاں بھی جگہ جگہ ان حضرات کو تنبیہ ہوتی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور مجھے فلاں کے بارے میں تنبیہ فرمائی۔

## تیمور لنگ

اسی طرح کا واقعہ تیمور لنگ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ تیمور لنگ کی قبر پر قراء متعین کیئے گئے اجرت دے کر، ملازمت کے طور پر، کہ یہاں بیٹھ کر تم قرآن پڑھتے رہو تمہیں اجرت، تنخواہ ملتی رہے گی۔ لیکن چونکہ عرب میں بڑا زبردست قتل عام تیمور لنگ نے مچایا تھا کسی وقت، اس کی وجہ سے ایک شخص کا بیان ہے کہ جن قراء کو اس کام کیلئے متعین کیا گیا

تھا ان میں میں بھی شامل تھا۔مگر جب ساتھی قراء موجود ہوتے تھے،کوئی سنے اس وقت تو مجھے مجبوراً قرآن پڑھنا پڑتا تھا، بادل نخواستہ میں قرآن پڑھتا تھا لیکن جب کوئی نہیں ہوتا تھا تو میں ایک ہی آیت دہراتا رہتا تھا۔اور وہ کیا ہے؟'خُذُوْ هُ فَغُلُّوْهُ، ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ، ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ' ۔جو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ پکڑ و اس کو مجرم کو اور اس کے ہاتھوں میں پیروں میں بیڑیاں اور طوق ڈال دو۔ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ۔ پھر اس کو جہنم رسید کرو آگ میں پہنچادو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں زور زور سے ہر وقت یہی آیت چلتا پھرتا دہراتا رہتا تھا۔غصہ تھا اندر سے کہ اس نے ہم پر بڑا ظلم کیا ہے۔

ان کا بیان ہے کہ میری اس حرکت پر مجھے متنبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے ہیں اور آپ کے بالکل برابر میں ایک طرف تیمور لنگ بیٹھے ہوئے ہیں۔تو میں وہاں پہنچا اور میں نے تیمور لنگ سے کہا کہ 'تَنَحَّ ہٹ جاؤ، بھاگ نکلو یہاں سے، دور ہوجاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں،اور اور تیمور لنگ کے متعلق کلمات خیر ارشاد فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے زندگی میں فرماتے کہ یہ منافق ہے انہ منافق اور کبھی یہ فرماتے یہ پکا مومن ہے۔

## اِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کئی ایک صحابہ کرام کے متعلق تو کتنا پیارا جملہ ارشاد فرمایا اِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ' یہ آخری تعریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔اور کبھی فرماتے اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ کسی کے متعلق فرمایا کتنے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا۔کبھی فرمایا کہ کسی کو جنتی دیکھنا ہو تو دیکھنا ابھی جو دروازے میں داخل ہوگا اسے دیکھ لینا۔مختلف کلمات وارد ہوئے ہیں مگر ان میں سب

سے پیارا تمغہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ملتا تھا کہ **اِنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔**

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ یہ متعین طور پر نہیں معلوم کہ کہاں اتارا گیا، مختلف روایات ہیں۔ پہلے دن عرض کرنا شروع کیا تھا کہ ایک قول یہ ہے کہ لنکا میں سراندیپ میں اتارا گیا اور وہاں سے پھر مجاہدات کا ذکر شروع ہوا کہ آپ وہاں سے پیدل حج کیلئے تشریف لاتے تھے۔ مختلف اقوال میں سے ایک قول مکہ مکرمہ کا ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ کو اتارا گیا۔ تو یہ مکہ مکرمہ میں آپ کو اتارا گیا اس سے متعلقہ روایات آپ پڑھیں۔

اوہو! لطف آجاتا ہے کہ جیسے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو اتارا گیا تو جیسا اس دن عرض کیا تھا کہ ایک روایت میں ہے کہ تین سو برس روتے رہے۔ ایک روایت میں اس سے زیادہ مدت کا بیان ہے۔ اس رونے کے نتیجے میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جب معافی ملی ہے اور پھر ارشاد ہوا کہ اچھا اب مدّعا پیش کیجئے! عرض کیجئے کیا چاہئے؟

## تیرے عرش کا طواف یاد آتا ہے

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ تیرے عرش کا طواف یاد آتا ہے۔ اب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اس چاہت کو پورا کرنے کیلئے بیت المعمور اتارا گیا۔ اب بیت المعمور اتر رہا ہے، ساری دنیا جگمگ روشن ہوگئی، اس روایت میں ہے کہ روشنی مشرق سے مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک پوری دنیا روشن ہوگئی تھی جب اتر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ جتنی روشنی پھیلتی ہے، نور پھیلتا ہے، ہدایت پھیلتی ہے دین پھیلتا ہے تو شیاطین اور ان کے بھائی، اخوان الشیاطین اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اب پوری دنیا سے دوڑ کر پہنچ گئے شیاطین اور ان کے اخوان کہ یہ کیا ہوگیا۔ اب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اخوان الشیاطین کے شر سے بیت المعمور کے تحفظ کیلئے ملائکہ اتارے گئے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ آپ عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ کے قیام میں جانا چاہیں تو آپ کو کہا جاتا ہے کہ مسجد عائشہ تنعیم چلے جاؤ کہ وہ حدود حرم سے باہر ہے۔ اب حدود حرم ہونا تو چاہئے تھا ایک گول دائرہ۔ ایک جیسی ہو کہ مشرق سے مغرب تک بھی تین میل اور ادھر شمال جنوب کی طرف دیکھو تو وہاں بھی تین تین میل ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہے چاروں طرف کے حدود مختلف ہیں۔ اب تنعیم سے جتنا بنتا ہے اتنا ادھر عرفات والا نہیں وہ اس سے مختلف ہے۔ تیسرا اور مختلف ہے، چوتھا اور مختلف ہے۔ ہر طرف سے الگ الگ میل بنتے ہیں۔ اس روایت کے ذریعے اس کی تطبیق دی گئی کہ جب ملائکہ کو اتارا گیا اور جب ملائکہ اترے ہیں تو وہ ایک دائرے میں ایک طرح سے کھڑے نہیں ہوئے بلکہ کیف ما اتفق جہاں وہ تھے وہاں تک وہ حدود حرم بنائی گئیں۔ ملائکہ جہاں جہاں جیسے صف میں کھڑے ہوئے تھے اس کو حدود حرم بنایا گیا۔

## نشاناتِ حدودِ حرم

اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ کسی کو کیا سوجھی کہ کسی نے یہ حرکت کی کہ جہاں جہاں حدود حرم کے نشانات جیسے کہ ابھی محراب کی شکل پر ہیں وہ محراب کی شکل کے پتھر نصب تھے کسی نے وہاں سے وہ ہٹا دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو بہت غمگین ہوئے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام آ کر تسلی دیتے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ فکر نہ فرمائیں اس کا انتظام ہو جاتا ہے۔

ادھر قریش میں سے کئی ایک نے خواب دیکھنا شروع کئے، ایک نے دیکھا دوسرے نے دیکھا، کئی ایک نے دیکھا کہ ارے یہ جو حدودِ حرم کے نشانات تھے، یہ دیگر قبائل سے تحفظ تمہیں اس سے ملتا تھا اس کو ہٹا دیا گیا ہے اب یاد رکھو! تمہاری کیا درگت بنتی ہے' پھر جلدی جلدی انہوں نے دوبارہ ان کو نصب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل امین آئے اور

عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے جس طرح بتایا تھا حدودحرم کی تجدید ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'صحیح جگہ پر؟' تو جبریل امین عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ وہ جب لگا رہے تھے تو فرشتے ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ جو صحیح جگہ تھی وہاں پر فرشتوں نے ان کو نصب کیا ہے۔

اور باقی تین روایتیں اور ہیں جو ان حدودِحرم سے متعلق ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ بار بار ہمیں وہاں حاضری نصیب فرمائے، ہمیں انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام کے طریق پر رکھے۔ انہی کے زمرے میں ہمارا حشر فرمائے۔

**واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين**

...

علماء حضرات کون کون ہیں؟ کون کون علماء حضرات ہیں؟ ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ۔

...

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم**

دیکھئے، ابھی یہ آپ کی صحیحِ بخاری کا افتتاح ہے، اس کی پہلی حدیث پڑھنے سے پہلے میں **الحديث المسلسل بالاولية** پڑھ دیتا ہوں، تا کہ آپ میں سے جنہوں نے مجھ سے پہلے حدیث نہ سنی ہو، ان کی اولیت کا تسلسل باقی رہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا یہی معمول تھا۔

## عید کا دن اور مسلسلات

ابھی ہمارے یہاں عید کے دن، دار العلوم میں، عید کی نماز کے لئے میں جا رہا تھا، تو مولانا اسماعیل راجا کا ٹیکسٹ آیا کہ **الحديث المسلسل بيوم العيد** اور **حديث المصافحه** اور **حديث الضيافه بالاسودين التمر و الماء**، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں عید کے دن آپ معمولات میں بتاتے ہیں تو وہ اگر آج ہو جائیں۔

میں نے ان کو راستہ ہی میں سے ٹیکسٹ کیا کہ وہ پہلے سے فرماتے، تو کتاب میں لے آتا، ابھی تو میں روڈ پر ہوں، گاڑی میں ہوں۔ وہاں پہنچے، عید سے پہلے جو بیان تھا، وہ ہو گیا، پھر نماز ہوئی، نماز سے فارغ ہو کر سب ملنے لگے، تو میں نے اس وقت کہا کہ یہ مولانا اسماعیل صاحب کا یہ حکم نامہ پہنچا تھا، مگر ایسے وقت میں کہ میں روڈ پر تھا اور کتاب نہیں تھی اور یہ حدیث مجھے زبانی یاد نہیں ہے، اس لئے میں یہ اس وقت نہیں پڑھا سکتا۔

وہ کہنے لگے کہ کتاب تو میں لے کر آیا تھا، میں نے کہا کہ آپ پہلے بتا دیتے، ابھی تو چونکہ سارا مجمع موجود تھا تو وہیں پر بیٹھ گئے۔ پھر میں نے ان کو سنایا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ سالہا سال، بہت ساری عیدیں، عید الفطر بھی، عید الاضحیٰ بھی، حضرت کے ساتھ ہم نے کی، کہ وہاں حضرت جب فجر کی نماز سے فارغ ہوئے کہ فوراً دسترخوان بچھا دیا جاتا اور وہاں رطب یا کھجور، مدنی کھجور اور زمزم رکھ دیا جاتا اور پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ، شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو مسلسلات ہیں اس میں سے خود پڑھتے یا کسی سے سنتے تھے۔

## دو کالی چیزیں

**الحدیث المسلسل بالاسودین التمر و الماء** ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضیافت کی فضلیت بیان فرمائی کہ جو کسی ایک کی ضیافت، ایک شخص کی، ان دو کالی چیزوں سے کرے، کالی چیزیں ایک کھجور اور ایک پانی۔

پانی کے رنگ میں کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ اس کا کوئی رنگ نہیں ہے، جیسے برتن میں آپ ڈالو گے اگر بلو میں آپ نے ڈالا، تو اس کا رنگ بلو ہوگا، گرین میں ڈالا، تو گرین نظر آئے گا، تو یہ جو theory ہے اس کو یہ حدیثِ پاک غلط بتاتی ہے کہ پانی کا اپنا رنگ نہیں ہے کیوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رنگ بتایا کہ وہ کالا ہے، اس حدیثِ پاک میں کہ دو کالی چیزوں سے جو ایک شخص کی ضیافت کرے اسے یہ ثواب، دو کی کرے تو آدم اور حوا کی

ضیافت کا ثواب، تین کی کرے تو یہ ثواب، تو یہ حدیث پڑھی جاتی۔
اب کوئی کہے گا کہ کھجور، ہر کھجور کا رنگ تو کالا نہیں ہوتا، اس میں تو التمر کے ساتھ تشریح کی گئی اور الاسودین، اس کا رنگ بتایا گیا کالا، اگر چہ ہمارے یہاں منقول جتنی چیزیں ہیں، قرآن اور حدیث جو نقل ہوتی چلی آرہی ہے، اس کو، مزاج ہمارا یہ ہونا چاہئے کہ جیسے نقل ہو کر آئی، اس کو اسی طرح مان لو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کالا تو کہو آنکھیں بند کر کے کالا، دوسری طرف کی بات سننے کی نہ تمنا، نہ طلب، نہ تحقیق، نہ جستجو، یہ طبیعت ہوگی تو ایمان سلامت رہے گا، اور ذرا سا اس میں تزلزل آیا، تو پھر ہر چیز کا تجسس پیدا ہوگا۔
میں نے گذشتہ مرتبہ ایک جلسہ میں بیان کیا کہ تجسس جب بڑھتا ہے، تو اتنا بڑھتا ہے کہ ایک بیٹی اپنے سگے والدین سے آکر کہتی ہے کہ تم تو میرے والدین نہیں ہو؟ کیا دلیل کہ میں تمہاری بیٹی ہوں؟ سچا قصہ ہے یہ۔ والدین میرے پاس آکر اتنا روئے، اتنا روئے، میں نے کہا کہ یہ ماں باپ زندہ کیسے ہیں بیچارے؟ یہ کلمہ جو سن رہے ہیں۔

## عقل پرستی

یہ جو زہر عقل پرستی کا، مجھے تو پہلی دفعہ آپ کے یہاں کے Leyton کے حالات معلوم ہوئے، سلفیوں کی مسجد کے، کہ Darwin Theory کو فلاں اور فلاں ماننے والے ہیں۔ اپنی عقل کو جب معیار سمجھے گا انسان تو ایسا ہی ہوگا، سچ مچ ہم نہیں سمجھ سکتے، یعنی کروڑہا چیزیں ہیں کہ جس کو نہیں سمجھ سکتے۔ آپ جنگل میں چلے جائیں، وہاں آپ کو کھڑا کیا جائے، کسی ایک پودے کا نام آپ کو معلوم؟ نہیں معلوم، آپ کے سامنے، آنکھوں کے سامنے ہیں، نہ اس کی خاصیت معلوم، کوئی چیز معلوم نہیں اس کی۔ آپ انڈیا میں جائیں گے، تو یہ کپاس اور یہ جوار اور یہ فلاں دو تین نام معلوم ہوں گے، لیکن جو اللہ تبارک وتعالی نے دوسرے لاکھوں نباتات پیدا کئے اس سے ہم جاہل ہیں۔ یہی حال ستاروں کا ہے، نگاہ اوپر کریں، کسی ایک ستارہ کا نہ

نام معلوم، نہ کام معلوم، ہم دعویٰ کر سکتے ہیں کہ میری عقل کوئی ٹھکانے پر ہے؟ کچھ بھی نہیں!
اس لئے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ جو منقول اس کی پیروی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پانی کالا، کالا، یقیناً کالا اور وہ جو کھجور کے متعلق بھی ہم کہیں گے کھجور کالی، کیسے کالی کہ سرخ بھی تو ہوتی ہے کھجوروں کی اقسام کوئی۔

## تین ہستیاں

ابھی ہندوستان میں، ہندوستان mango کا ملک ہے تو اس میں حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے فرمایا، ابھی آج کل میں آنے والے ہیں، سادات میں سے ہیں، ماشاء اللہ اس وقت ہندوستان کے بڑے، اوران کی زیارت و ملاقات بھی نعمتِ کبریٰ ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طریق پر، ہمارے بزرگوں کی اولاد، جن کی برکت سے ہندوستان میں اس وقت مسلمان نماز پڑھتے ہیں، اذان دیتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ سارا کا سارا جتنا کام اس وقت ہندوستان میں ہو رہا ہے صرف تین ہستیوں کے کھاتہ میں، صرف تین ہستیوں کے کھاتہ میں، باقی سب نے تو پلہ جھاڑ دیا تھا۔ یہ ایک بڑی تلخ کڑوی داستان ہے، کیسے سنائیں؟

مختصر یہ کہ ایک تخلیہ میں مشورہ ہوا تھا، جب پاکستان کی اس وقت کی بورڈر سے لے کر قتلِ عام ہوتے، ہوتے، ہوتے سارا مشرقی پنجاب، جس میں ہزاروں خانقاہیں، ہزاروں مدارس اور ہزاروں مساجد تھیں مساجد پر بھی قبضہ کر لیا گیا اور اس وقت سے لے کر آج تک وہاں جائیں گے، ابھی بھی آپ مشرقی پنجاب کا دورہ کریں، تو کوئی سینکڑوں یعنی کتنے برس ہو گئے آزادی کو؟ اتنے برسوں کے بعد بھی اس وقت فوٹو لے سکتے ہیں کہ اوہو! پوری ایک محراب بھی ہے، گنبد بھی ہے، مسجد بھی ہے، اور یہاں یہ جانور بندھے ہوئے ہیں، بھینسیں بندھی ہوئی ہیں یا یہاں کسی کی رہائش گاہ ہے۔

ایسے حالات میں اب وہ سہارنپور کے علاقہ تک دہلی سارا اجڑ چکا تھا، ایک تنِ تنہا مولانا حفظ الرحمٰن، اوہو! اسی لئے جب ان کو دیکھتے ہیں تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ رو پڑتے تھے، اور اتنا تو وہ ایک حضرت کے ادنیٰ شاگرد، یا حضرت کے ادنیٰ مرید کی طرح سے عرض کرتے حضرت مجھ سے نہیں برداشت ہو رہا، اتنا ادب کا معاملہ فرماتے تھے۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاں سے، اتنا بڑا قطب کہہ رہا ہے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو، کہ جہاں سے تمہاری ابتداء ہوتی ہے ہمارا وہاں منتہا ہے، ہم تصوف میں مراقبہ کرتے کرتے، مجاہدات کرتے کرتے جس آخری منزل کو پہنچ جائیں گے، تو تم، تم نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے، ان کو بچانے کے لئے جو جدو جہد کی ہے، وہاں جو تمہارا پہلا قدم ہے وہاں ہم ساری عمر کے مجاہدات کے ذریعہ وہاں ہم پہنچ سکتے ہیں۔

ایسے حالات میں کہتے ہیں مشورہ ہوا تین بزرگ کا: حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ تین۔ کہ رو رہے تھے تینوں کہ اب کیا کریں؟! قتلِ عام جاری ہے، جو ٹرین، ٹرینیں ہوتی ہیں، سو فیصد سب قتل کردئے جاتے ہیں، ٹکڑے کردئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت کے حالات جو سنائے تھے، آپ سن نہیں سکتے۔ فرماتے ہیں کہ ملینوں مسلمان پیدل، ایسی ایسی دوشیزائیں، خواتین کہ جنہوں نے کبھی ساری عمر کبھی گھر سے باہر نقاب اور حجاب کے بغیر وہ نہیں نکلیں۔ فرماتے ہیں نہ سر پر دوپٹہ ہے، نہ اس کا کوئی خیال، ننگے سر، ننگے پیر، ساری عمر زندگی میں کبھی بھی انہوں نے ایک قدم خالی زمین پر نہیں رکھا، عالیشان محلات میں رہنے والی دوشیزائیں، کہتے ہیں کہ وہ سفر کرتی تھیں اور ان میں سے کتنے راستہ میں اللہ کو پیارے ہوجاتے تھے۔

# ہندوستان کے مسلمانوں کے خاطر

مشورہ ہوا کہ اب ان حالات میں کیا کریں؟ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے تو یہاں کے مسلمانوں کے لئے، مدینہ پاک کو میں چھوڑ کر آیا ہوں، اور مدینہ پاک میں ان کے بھائی شیخ محمود، ان کے بیٹے سید حبیب، وہ سالہا سال مدینہ منورہ کے گورنر کے درجہ پر رہے، سالہا سال۔ جو کوئی گورنر آتا، وہ تو کنگ عبد اللہ کا بھائی، گورنر، اور انہیں تو ایسے انتظامی امور کے لئے نہ فرصت، وہ سب ان کے حوالے، یہ جتنی مسجدِ نبوی بابِ عمر جو پرانا ہے، وہاں جہاں کتب خانہ ہے، وہاں تک کی یہ ساری ان کی نگرانی میں، شیخ سید حبیب صاحب کی زیرِ انتظام، یہ مسجدِ نبوی بنی ہے۔

وہ حضرت شیخ محمود حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی فرماتے ہیں کہ بھائی آپ کیوں وہاں ہندوستان میں پڑے ہوئے ہو؟ میں آپ کو لینے کے لئے آتا ہوں، اسپیشل جہاز لے کر آتا ہوں، دہلی ائر پورٹ تک نہ آئے، آپ کے قریب جو ائر پورٹ ہوگا وہاں میں اجازت لے کر جہاز اتاروں گا اور میں آپ کو مدینہ پاک لے آتا ہوں۔

مدینہ پاک میں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کا عقد ہوا تھا وہیں، غالبًا چچا زاد بہن سے، وہیں رہتے تھے، حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تو ہندوستان کے مسلمانوں کے خاطر مدینہ پاک کو چھوڑا ہے۔ میں یہاں سے نہ کہیں جا سکتا ہوں، نہ ہل سکتا ہوں۔ دونوں بزرگوں نے رو کر عرض کیا کہ حضرت ہم تو دنیا میں بھی آپ کا دامن تھامے ہوئے ہیں اور آخرت میں بھی ہمارا خیال رکھئے۔ وہاں بھی آپ کا دامن ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

ایک دفعہ کسی موقع پر حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی بے تکلفی میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی گفتگو ہو رہی تھی، حضرت نے فرمایا کہ آپ مجھے ساتھ لے کر نہیں گئے،

کہا کہ غلطی ہوگئی، فرمایا کہ نہیں آپ کو لے کر جانا پڑے گا ؟ کہا بالکل وعدہ ہے، کہ چلئے اور جگہ نہیں لے گئے، ایک جگہ کا تو آپ کو وعدہ کرنا پڑے گا۔ کہا وعدہ ہے، کہاں؟ کہا جنت میں۔ پھر کسی موقع پر حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہیں تشریف لے گئے، حضرت کو پتہ چلا تو حضرت نے ویسے ہی عرض کیا کہ حضرت، وہ آپ اکیلے ہی تشریف لے گئے، ہمیں نہیں لے گئے؟ فرمایا کہ وہ تو وعدہ ہے، وہ تو کسی اور جگہ کا ہے ساتھ لے جانے کا۔ حضرت کو یاد تھا کہ جنت میں ساتھ جانے کا وعدہ۔ یہ ان کے کھاتہ میں ہے یہ سارا اجر وثواب اور یہاں کا ذکر خدا واعلاء کلمۃ اللہ۔

## ہندوستان: مینگو کا ملک

خیر، میں تو یہاں سے وہاں بھٹک رہا ہوں، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب تشریف لا رہے ہیں، انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہندوستان میں چند سال پہلے کی بات کہ mango کا ملک ہے، انہوں نے نمائش رکھی تھی کہ جس میں کوئی چار سو سے زائد قسم کے mango، الگ الگ نام، الگ الگ ذائقہ، الگ الگ سائز انہوں نے نمائش میں رکھی تھی ہندوستانی حکومت نے۔ ایک mango وہ بھی تھا کہ جس کی گٹھلی نہیں ہوتی، بغیر گٹھلی کا۔

## کھجور کے اقسام

اسی طرح وہاں جو انواع ہیں سعودی عرب میں، وہ کوئی پانچسو کے قریب بتائی جاتی ہیں اور ایک غالباً Prince Bandar کے باغ کا حال بتا رہے تھے کہ وہاں کئی سو۔ حکیم سعد رشید اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں روز جاتا تھا عصر کے بعد وہاں ان کے باغ میں، وہاں کئی سو قسم کے کھجور کے درخت ہیں۔ اور ان کے یہاں ہر کھجور کے بارے میں وہاں کے پرانے عربوں کو معلوم، کہ یہ کھجور، یہ ہڈیوں کے درد کے لئے اور یہ کھجور نزلہ کے لئے، یہ

کھجور گرم، یہ سرد، یہ بخار کے لئے، ہر ایک کی تأثیر بھی الگ۔

## دو کالی چیزیں

لیکن جو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کالی چیزیں اور فرمایا کہ **التمر و الماء**، تمر کھجور کے ساتھ اس کی تشریح فرمائی کالی چیز کی۔ اور میں نے کہا کہ کوئی کہے گا بے وقوف کہ وہ تو کھجور تو الگ الگ کلر کی بھی ہوتی ہے، صرف کالی تو نہیں ہوتی، مگر کہتے ہیں نا، کہ انسان تو ایک ہی ہے، عالم تو ایک ہی ہے۔

ہم نے کہا کہ بھائی وہ تو پیر اور مرشد تو ایک ہی تھے، حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ، دنیا نے دیکھے ہوں گے، پہلے بھی ہوئے ہوں گے، آئندہ بھی ہوں گے، مگر وہ تو پیر اور مرشد تو وہ ایک ہی تھے، شیخ الحدیث تو وہ ایک ہی تھے۔ تو یہ دعویٰ کیسے؟ کہ بھائی جو ہم نے انہیں دیکھا، برتا، سالہا سال ان کا علم دیکھا، ان کی روحانیت دیکھی، ان کا مزاج دیکھا، انہیں آزمایا، تو ہمیں اتنے پیارے لگے، تو ہم کہیں کہ وہ تو ایک ہی۔ اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام کھجوریں ہیں، تمام اور یہ بھی معلوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سب کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ کھجور تو ایک ہی ہے، وہ کالی عجوہ، جنتی کھجور۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ please یہ جو اپنی عقل ہے کبھی کسی چیز میں نہیں، عقل پرستی ختم، ہتھیار ڈال دیں، جو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح، ورنہ اس کے پیچھے پڑیں گے، تو پھر ماں سے بھی پوچھیں گے کہ میں آپ کا بیٹا ہوں، کیا دلیل؟ اللہ تبارک وتعالی جو کچھ بچیاں پڑھیں گی، پڑھانے والے پڑھائیں، اللہ تبارک وتعالی اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## حديث الضيافة

آگے ہمارا سفر ہے، اس لئے میں **الحديث المسلسل بالاولية** پڑھ دیتا ہوں۔ یہ

اس کے ذیل میں میں نے سنایا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں عید کے دن یہ الضیافۃ، حدیث الضیافۃ پڑھی جاتی تھی، اور اس پر عمل کے لئے کھجور اور زمزم رکھا جاتا تھا، اس سے ضیافت کی جاتی تھی۔

## الحديث المسلسل بيوم العيد

پھر الحديث المسلسل بيوم العيد کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے عید کے دن وہ حدیث سنی تو اب تک وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تک ہم لوگ سنتے تھے ہر عید پر حضرت سے، کہ جو عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے سنی۔

## الحديث المسلسل بالمصافحه

اسی طرح الحديث المسلسل بالمصافحه ۔ہم نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے مصافحہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک! دنیا کا کوئی مخمل اور نازک سے نازک چیز سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے، ایسے ملائم۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ ہتھیلیاں بالکل ایسی ہی تھیں۔ یہ حضرت نے اپنے شیخ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ، انہوں نے اپنے استاذ سے، یہاں تک کہ یہ چین (زنجیر) ہے پوری مصافحہ کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک، وہ پڑھی جاتی، پھر مصافحہ ہوتا۔

**الحديث المسلسل بالاولية** میں پڑھ دیتا ہوں

**عَنْ عَبْدِ اللّٰه بن عَمْرو بْنِ العَاص رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ يَرْحَمكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَايَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا۔**

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم**

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
وَ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ
حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَان قَال حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ
اَخبَرَنِی مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاھِیْم التَّیْمِیُّ اَنَّہُ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاص اللَّیْثِی یَقُوْلُ
سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَلَی الْمِنبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ
کَانَتْ ھِجْرَتُہُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُھَا أَوْ اِلَی امْرَأَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہُ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ

*ہاتھ اٹھا کر دعا کریں*

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ
وَسَلِّمْ... وصلّی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وعلی اٰلہ واصحابہ وبارَکَ
وسَلَّمَ۔

# مجالسِ رمضان ۱۴۳۴ھ

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

**بسم اللہ الرحمن الرحیم**

تراویح میں امام نے 'مشرکین' کی جگہ 'مسلمین' پڑھ دیا تھا، اب مفتیان کرام کے یہاں فتویٰ یہ ہے کہ چونکہ لقمہ لے کر اس کو دہرا لیا گیا اس لئے ان کے یہاں نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں، مگر ہمارے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کا فتویٰ یہ ہے کہ جو کلمہ کفر ہوتا ہے غلطی سے بھی نماز میں اگر وہ نکل گیا تو اس کی وجہ سے کم از کم نماز تو ٹوٹ ہی گئی۔ اور پھر لقمہ دیا گیا، دہرا لیا گیا، مسلمین کی جگہ پھر مشرکین صحیح پڑھ بھی دیا تھا پھر بھی حضرت فرماتے ہیں کہ جو نماز ٹوٹ گئی وہ ٹوٹ گئی۔ اس کلمہ کا، جو بے اختیار امام کی زبان سے نکلا تھا اس کا یہ اثر تو ہو ہی گیا، اس لئے حضرت کا فتویٰ یہ ہے کہ نماز دہرانی چاہئے۔ اس لئے ہم نے دہرائی اور اس کی اور بھی نظیریں ہیں۔

**ثلاث جدھن جد وھزلھن جد، النکاح والطلاق والعتاق** ۔ کہ اگر کسی نے ایجاب وقبول کر لیا اور پھر کہا کہ یہ تو ویسے ہی مذاق میں کہا تھا لیکن یہ نکاح تو ہو گیا۔ اسی طرح ہنسی مذاق میں طلاق دے دی تو واقع ہو گئی۔ اس کا یہ عذر کہ میری نیت نہیں تھی، میں نے مذاق میں یہ کہا تھا یہ عذر نہیں چل سکتا۔ غلام باندی کو آزاد کر دیا مذاق میں تب بھی وہ آزاد ہو گئے۔ اسی طرح حضرت فرماتے ہیں کہ اس بے اختیار کلمے کے نکل جانے کا کم از کم اثر نماز

پرتو یہ ہوگا کہ نماز ٹوٹ گئی پھر جڑ نہیں سکتی۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت، زبردست ملت ہے۔اسی آیت میں 'وقالوا کونوا ھودا او نصٰرىٰ تھتدوا قل بل ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ۔کہ آپ فرمادیجئے کہ میں تو ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ملت پر ہی چلوں گا۔ کیوں؟ کہ وہ سارا ریسرچ کر چکے ہیں۔فلما رأ ی الشمس، فلما رأی القمر ۔ستاروں کو دیکھا، چاند کو دیکھا، سورج کو دیکھا ان کے پوجا کرنے والوں کو دیکھا تو سارا ریسرچ فرما کر آگ میں کود گئے۔اس سے آگے کیا ہوسکتا ہے؟اور اس کے علاوہ انسان خدا کی بارگاہ میں کیا نذرانہ پیش کرسکتا ہے؟۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا کہ قل بل ملة ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ہمیں تعلیم ہے۔اور یہی تعلیم ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہے۔ کہ جیسے وہاں چاند اور سورج اور ستاروں کو لوگ پوج رہے ہیں انہیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام دیکھ رہے ہیں اور پھر پورا ریسرچ کیا۔

ہمیں نہیں کہا گیا کہ اندھا دھند رمضان شروع کردو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، 'صوموا لرؤیتہٖ و أفطروا لرؤیتہٖ' چاند کو دیکھو۔ چاند ہر مہینے کا دیکھو، ہمارے یہاں دیہات میں ہم بچپن سے دیکھا کرتے تھے کہ جو بڑے بوڑھے ہوتے تھے انہیں بڑا اہتمام ہوتا تھا ہر مہینے کا چاند دیکھنے کیلئے بلند جگہ پر پہنچ جائیں گے پھر نوٹ کرتے رہیں گے۔ اور پھر باقاعدہ چاند کا استقبال بھی، اس میں بتایا گیا، اللھم اھله علینا بالیمن والایمان ۔ ہمیں دعائیں سکھائی گئیں تاکہ ہم اس سنت پر چلیں۔ ہر مہینہ ہم چاند دیکھنے کی کوشش کریں اور

پھر اپنے لئے یہ دعا پڑھیں۔

## حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ دعا حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے دل [اخلاص] سے پڑھی ہوگی؟۔ **اللھم اھلہ علینا بالیمن و الایمان**، کتنے دل [اخلاص] سے پڑھی ہوگی؟۔ شروع زمانے سے دعائیں پڑھتے رہے اور وہ ایسی مستجاب ہوئیں کہ جب یہ مہینہ شعبان ختم ہوا ور رمضان کی آمد ہوگئی تو اب رمضان المبارک کا مہینہ ہے تو، حق تعالیٰ شانہ اس رمضان المبارک کے مہینہ کو انسانی شکل عطا فرماتے تھے اور یہ مہینہ انسانی شکل میں پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور ہر مہینہ کی شکل وصورت جداگانہ، ہر چیز، چہرہ، ہاتھ، پیر، رنگ، آنے کا انداز الگ الگ لیکر آتا۔ کبھی نوجوان کی شکل میں آرہے ہیں، کبھی کسی اور شکل میں۔

لکھا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا اس آخری سال اہل مجلس نے بھی دیکھا۔ رجب کا ادھر چاند ہوا اور مجلس شروع ہوئی تو ایک شخص نوجوان خوبصورت شکل میں آیا اور سلام کیا۔ السلام علیکم یا ولی اللہ۔ سلام پیش کیا اور اپنا تعارف کیا کہ میں رجب کا مہینہ ہوں آپ کیلئے مسرت اور خوشیاں لے کر آیا ہوں۔ یہ مہینہ سارا مسرتوں سے بھرا ہوا ہے کسی قسم کی بری خبر آپ نہیں سن پائیں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب شعبان کا مہینہ آیا تو بدو کی شکل میں آئے، بگڑا ہوا چہرہ ہے اور اس مہینہ میں کہاں کہاں خونریزیاں ہونے والی تھیں، آسمانی سلطانی مصیبتیں کہاں کہاں نازل ہونے والی تھیں اس کی ساری کہانی پہلے سے بتادی۔

فرماتے ہیں کہ جب رجب اور شعبان کے بعد رمضان المبارک کا چاند ہم نے دیکھا اور مجلس ہوئی تو پھر انسانی شکل میں فرشتہ کو حق تعالیٰ بھیجتے ہیں اور وہ آکر حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بس یہ آپ سے آخری ملاقات ہے اس کے بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد کچھ ہی مدت گزری اور حضرت

پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں تشریف لے گئے۔

یہ مہینہ کی آمد اور اس کا استقبال کیسے ہم کریں یہ ہمیں سکھایا گیا۔ بچہ آئے اس کا استقبال کیسے کیا جائے یہ بتایا گیا کہ اذان کہو، اللہ اکبر، اللہ اکبر، پہلے ہی سے اللہ اکبر۔ کیونکہ تکبیر کا بڑا زور تھا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے یہاں۔ اس لئے ملت محمدیہ میں، شریعت محمدیہ میں بھی وہی ملت ابراہیمی کا اثر ہے، کہ تکبیر کا زور ہر جگہ ہے، کہ بچہ کے کان میں سب سے پہلے اذان دی جائے۔ جب بچہ کو بولنے کی تعلیم آپ شروع کریں تو سب سے پہلے کلمات کیا کہلوائے جائیں؟ **اللہ اکبر کبیرا، والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا**۔ اس ملت ابراہیمی کا اتباع حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے تلے ہمیں بھی یہ نعمت میسر ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر دانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

ابھی پچھلے ہفتے بھائی جان کی ایک عجیب عادت کا ہمیں علم ہوا۔ گھر میں عزیزہ امامہ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا عبدالرؤف کے یہاں بیٹا آیا، اس کے بعد میں برابر حضرت کو دیکھتی تھی کہ بچہ کو بلانا ہوتا تو فرماتے اس کو ذرا ادھر لاؤ۔ دیکھو وہ کیا کر رہا ہے؟ وہ اور یہ فرماتے۔ کہتی ہیں کہ کبھی کبھار فرماتے کہ محمد کو دیکھو ذرا۔ پھر جب بچہ ذرا بولنے چلنے لگا، کہتی ہیں کہ میں بھی برابر نوٹ کرتی رہی کہ یہ بہت کم نام لیتے ہیں۔ وہ اور یہ فرماتے۔ کہتے کہ وہ ادھر چلا گیا دیکھو اس کو۔ امامہ کہتی ہیں کہ پھر میں نے ایک دفعہ پوچھ ہی لیا کہ حضرت! اور بچوں کو تو آپ نام لے کر ان کو بلاتے ہیں کہ فلاں تو ادھر آ، اور محمد کے متعلق میں ہمیشہ دیکھتی ہوں کہ وہ اور یہ، اور تو ادھر آ فرماتے ہو نام نہیں لیتے۔ فرمایا یہ کسی کو نہ بتائے ایسا اس لئے کرنا پڑتا ہے

کہ اس وقت میرا وضو نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی عظمت و قدر دانی ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا گورا صاحب کو بھی شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سید نا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

بارگاہ محمدی کے ادب کا یہ عمل نہ جسمانی محنت مانگتا ہے نہ دماغی۔ اس عبادت میں کسی طرح کی جسم کو کوئی مشقت نہیں ہوتی۔ نہ دماغ تھکتا ہے نہ جسم تھکتا ہے۔ نہ روزہ رکھنا ہے نہ بھوکے رہنا ہے۔ صرف ایک تصور کو ٹھیک کرنا ہے صرف ایک تصور کو ٹھیک کرنے سے اور باادب بننے سے ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کو کیا صلہ ملا، کہ ادھر جس بستر میں، جس کمرہ میں ان کا جس وقت وصال ہورہا تھا اسی وقت وہیں کے ایک طالب علم ایوب اوگرادار جو آج کل سہارنپور میں پڑھ رہے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت بیمار ہیں۔ وہ اپنے گھر پر پڑے سورہے ہیں وہ خواب میں اسی وقت دیکھ رہے ہیں۔

دیکھا کہ اسی کمرہ میں اسی بستر پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بھائی جان کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ مجھے بھی دیکھا کہ میں بھی بیٹھا ہوں۔ یہ عمل کتنا مقبول ہوا۔ کتنا پسند آیا کہ یہ ہمارا نام بھی بے وضو نہیں لیتے۔ اپنے پوتے محمد کو بھی بے وضوء نہیں پکارتے بلکہ اس کو لاؤ ذرا کہیں گے۔

خادمہ پوچھتی ہے کہ سب کو آپ نام سے پکارتے ہیں اس کو کیوں نہیں؟ تو فرمایا کہ کسی کو کہنا نہیں۔ چپکے سے کہتے ہیں کہ اس وقت میرا وضو نہیں ہوتا۔ وضو ہوتا ہے تو نام لیتا ہوں، محمد کہتا ہوں۔

## ابراہیم علیہ السلام

میں نے عرض کیا تھا کہ **ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين** کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمیں ملت ابراہیمی ملی۔ دس خصائل کا ذکر آتا ہے احادیث میں بار بار۔ کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی دس سنتیں ہیں۔ جو سنن الفطرۃ ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں حج کے ارکان ملے وہ بقاع مبارکہ مبارک جگہیں ملیں۔ صرف حج نہیں بلکہ ہر چیز ہمیں ملی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلمہ حق تعالیٰ شانہ کو کتنا پیارا لگا، کتنا پیارا لگا کہ وہ بیٹے کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں نہیں چلتی تو پھر گدی کے بل لٹایا اور ادھر پھیر رہے ہیں اور فرشتے پکار اٹھتے ہیں **الله اكبر الله اكبر** اور وہ جواب میں کہتے ہیں کہ **لا اله الا الله** اور تائید کرتے ہیں ابا جان کی اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام نیچے پڑے پڑے فرماتے ہیں **الله اكبر ولله الحمد**۔

ہر جگہ **الله اكبر**، یہ تکبیر کتنی پسند آئی کہ ہم سوچتے ہیں کہ چلئے مناسک حج ابراہیم علیہ السلام کی برکت سے ہمیں ملے کہ جب طواف شروع کرتے ہیں '**بسم الله الله اكبر**'۔ ہر پھیرے پر '**بسم الله الله اكبر**'۔ ادھر صفا مروہ کی سعی پر وہاں سے '**بسم الله الله اكبر**'۔ رمی کرتے ہوئے '**بسم الله الله اكبر**'۔ ہر جگہ '**الله اكبر**'۔ میں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے اس امت کو تکبیرات کا زور اور شور ملا۔

جس طرح وہاں ابلیس کو کنکر مار کر بھگا رہے ہیں تو اس کیلئے بھی تکبیر اور ابلیس کو دفع کرنے

کے لئے ہمیں اذان ملی۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آواز شیطان سن نہیں سکتا، بھاگتا ہے، اس سے برداشت نہیں ہوتا، دور بھاگ جاتا ہے۔

اور آپ کی نماز ہو ہی نہیں سکتی جب تک یہ تکبیر نہ کہیں۔ آپ نے ہزار نیت کرلی کہ 'نویت ان أصلی اربع رکعات للظهر متوجها الی القبلة خلف هذا الامام' کچھ نہیں ہوگا ابھی۔ جب تک کہیں گے نہیں 'الله اکبر' ۔تحریمها التکبیر۔ حریم ملک میں اور خدائی بارگاہ میں آپ پہنچ ہی نہیں سکتے جب تک ابراہیم علیہ السلام والی اور اسمٰعیل علیہ السلام والی وہ تکبیر نہ دہرائیں۔ الله اکبر۔

کاش کہ جس عشق ومحبت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ تکبیر کہی اور جس محبت سے انہوں نے ہر جگہ اس کو دھرایا اور اس کے نتیجہ میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ نعمت ہمیں عطا فرمائی ان تمام کو سوچ کر اسی والہیت سے اور اسی عشق ومحبت سے ہم بھی پڑھیں اور ہمارے دل ودماغ میں تصور وہی ہو۔

پورا پورا ادب ہو الله اکبر کا، جس طرح بھائی جان سوچتے تھے کہ اوہو! محمد نام لینے کیلئے بھی پاکی ضروری ہے اور میری زبان وضو کے بعد بھی نمعلوم اس نام کے لینے کے قابل ہوگی یا نہیں، یہ بھی وہ تصور کرتے ہوں گے، سوچتے ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں با ادب رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بارگاہِ ایزدی بڑی بے نیاز ہے۔ بارگاہِ محمدی بہت بے نیاز ہے لیکن ذرا سا ہم ادھر کچھ جھکنا شروع کریں پھر ادھر سے کھینچ لیا جاتا ہے۔

## امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دیر سے کیوں مشغلہ حدیث شروع کیا، کیونکہ اس زمانہ میں دستور یہ تھا کہ بیس برس پہلے اپنے کو مصفیٰ مزکیٰ بنانے میں خرچ کرو پھر میرے محبوب کے

کلام کے حصول کی کوشش کرو، ہمیں تو ایک چلہ چالیس دن بھاری لگتے ہیں، طلبہ کیلئے آتے ہیں تو ہمیں ترغیب دینی پڑتی ہے، مگر وہاں تو بیس برس متعین تھے بیس برس تک عملی زندگی گذارو، تنہائی میں عبادت کرو۔ اسی اصول پر عمل کرنے کیلئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سب چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے۔ عبداللہ بن مبارک سب چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے۔ تب وہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ امام اعظم سے فرمایا کہ آپ تو اس کیلئے پیدا نہیں ہوئے اُدھر جائیے اور عملی میدان میں آیئے۔

جب ادھر گئے تو کتنا پیار ملا، ادھر بھی کہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں خواب لکھا ہے کہ میں سویا ہوا تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا جہاں مزار ہے دمشق میں اس مسجد کے صحن میں میں سویا ہوا تھا، میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حرم مکی میں داخل ہو رہے ہیں اور گود میں ایک بچہ ہے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون؟ فرمایا کہ تمہارا امام۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان عالی بارگاہوں کی طرف متوجہ ہوکر ہر وقت اسی کی طرف باادب رہ کر ٹکٹکی لگا کر دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

ایک زامبین افریقی وہاں معہد الرشید میں نماز پڑھا کرتے تھے، انہوں نے دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بھائی جان کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تیری جگہ نہیں ہے۔ جب یہ بشارت سنائی گئی حضرت شیخ یونس صاحب کو، تو سننے کے بعد محدثانہ طرز پر فرمایا کہ ان بڑے میاں کو لاؤ۔ ان کو دیکھا اور ان سے پھر سارا خواب خود سنا۔ انہوں نے سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھائی جان کو لے کر تشریف لے جارہے ہیں تو راستہ میں دیکھا کہ ایک جگہ آئی کہ جہاں لوگوں کو اوندھا لٹکایا گیا ہے۔ بھائی جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'یہ جہنم ہے'۔ آپ کی شان کے خلاف جو زبان کھولے گا اسے ہم یہاں اوندھا لٹکائیں گے۔ پھر آگے لمبا خواب ہے۔

خواب بیان کر کے شیخ یونس صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بڑے میاں افریقن کا یہ بیان ہے جس میں تصنع، بناوٹ، تکلف کسی قسم کا کوئی شائبہ نہیں اور کسی چیز کی گنجائش نہیں۔ نہ ان

کے حلئے سے نہ زبان سے۔ وہ بے چارے جنگل کے رہنے والے ان کو کیا معلوم کہ خواب بھی کبھی کوئی جھوٹ بیان بھی کرسکتا ہوگا اور اس طرح کا خواب۔ شیخ یونس صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ان کو میں نے بلایا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تمام اشکالات سے کوسوں دور ہیں۔ بھائی جان کا یہ ادب وہاں پسند آ گیا اور کام بن گیا۔

## حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام

وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی تکبیر **اللہ اکبر** حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسی پسند آئی کہ ہر عبادت کا جزو بنا دیا گیا، فرض کے درجے میں اس کو رکھ دیا گیا کس دل سے انہوں نے کہا ہوگا **لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر**۔

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا اسعد اللہ صاحب اقامت وتکبیر کی غلطی پر ٹوکا کرتے تھے۔ تکبیر میں کبھی 'حي علی الصلوٰۃِ حي علی الصلوۃ، حي علی الفلاحِ حي علی الفلاح' کچھ لوگ ۃ اور ح کو زیر کے ساتھ اعراب دے کر پڑھتے ہیں تو فرماتے تھے کہ اذان وتکبیر کی جو روایت ہے اسی طرح اس کو پڑھنا چاہئے۔ یہ نداء ہے نداء اخیر میں حرکت دینے سے نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح بعض عربی حضرات کو آپ نے کبھی دیکھا ہوگا کہ راء کو پیش دے کر پڑھتے ہیں 'اللہ اکبرُ اللہ اکبر '۔ اس لئے جہاں وقف ہے وہاں وقف کرو۔ جہاں وصل ہے وہاں وصل کرو۔ جہاں وصل نہیں ہے وہاں وصل نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم میں بھی اس کے خلاف کرنے سے کئی جگہ معانی بدل جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی جب پڑھیں تکبیر میں تو **اللہ اکبرُ اللہ اکبرُ، لا الہ الا اللہ واللہ اکبرُ، اللہ اکبرُ وللہ الحمد**۔ راء کو ساکن پڑھو۔ کیونکہ تینوں کے قائل الگ الگ ہیں۔ پہلا '**اللہ اکبرُ اللہ اکبرُ**

فرشتوں نے کہا ہے۔ '**لا الہ الا اللہ واللہ اکبر**' ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اور

آخری 'اللہ اکبرُ وللہ الحمد' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

یہ جوکلمات ہیں ان میں کسی طرح ذرہ برابر اِدھر اُدھر نہ ہونا چاہیئے ۔'وما کان من المشرکین' کی تبدیلی سے ہم نے کہا کہ ہماری نماز حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ٹوٹ گئی۔

ایک بزرگ تھے، اُمی تھے۔ اپنے کسی مقصد کیلئے کچھ پڑھنے کیلئے کسی نے پوچھا تو بتادیا 'یا اُھـاَبُ' پڑھا کرو۔ چونکہ امی تھے تو انہوں نے کہا 'اُھاَبُ' اب سننے والے صاحب علم تھے انہوں نے سوچا کہ 'اُھاَبُ' یہ تو کوئی عربی کلمہ بنتا نہیں ہے 'یااھاب'. یہ بزرگ بے چارے نہیں بول سکتے ہوں گے تو انہوں نے اس کوٹھیک کر کے پڑھنا شروع کیا 'یا وَھاّب، یاوَھاّب' ۔مگر کام بنتا ہی نہیں، اب سب کا تجربہ تھا کہ جوان کے پاس گیا تو اس کا کام بن گیا اور میں اتنی مدت سے پڑھ رہا ہوں کام نہیں بن رہا۔

پھر آکر عرض کیا کہ حضرت! کیا بات؟ تو فرمایا کہ میں نے آپ کو بتایا نہیں کہ آپ یا اھاب پڑھا کرو۔ پھر بتایا دوبارہ۔مگر یہ پھر جا کر 'یاوھاب' پڑھ رہے ہیں پھر خواب میں حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوا۔ دیکھو! کہاں پہنچادیا۔ جو 'یاوھاب' بول نہیں سکتے مگر ان کا مقام حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک کتنا بلند کہ حق تعالیٰ شانہ کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے اپنا مدعا حق تعالیٰ شانہ کے سامنے عرض کیا کہ الٰہی میرا فلاں کام ہوجائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ ارے تمہیں انہوں نے پڑھنے کیلئے بتایا، وہ پڑھا کرو۔ انہوں نے عرض کیا الٰہی میں پڑھتا ہوں 'یاوھاب' ۔فرمایا کہ نہیں جوانہوں نے بتایا وہی پڑھو۔ان کی وہ اُمِّیتُ والی زبان سے 'یااھاب' نکلتا ہے وہی ہمیں پسند ہے۔ وہی مقبول ہوگیا۔ وہی وظیفہ بن گیا۔

خیر آج کل تو یہ بھی الزام لگائے جاتے ہیں کہ یہ بزرگوں کے واقعات گھڑے جاتے ہیں، اس لئے اور اوپر چلے جایئے جہاں تحقیق کے ساتھ، محدثین کے یہاں یہ آپ کو ملے گا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مغرب کی نماز نہیں پڑھی تھی حبیب عجمی کی خانقاہ

سے، مسجد سے گذر رہے ہیں۔ وہاں سے گذر ہوا تو حبیب عجمی کی نماز شروع ہو چکی تھی۔

## 'حبیب عجمی' رحمۃ اللہ علیہ

نام ہی ان کا 'حبیب عجمی'۔ اُمّی بزرگ کی طرح تھے۔ تو ان کا بھی عربی تلفظ درست نہیں تھا اس لئے ان کا لقب ہی 'حبیب عجمی'۔ کہ عربی زبان صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ کیا صحیح نہیں ادا کر سکتے؟ '**الحمد**' نہیں پڑھ سکتے۔ وہ پڑھتے '**الھمد**' چھوٹی ھا سے۔ وہ پڑھتے '**الھمد لله رب العالمین**'۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں سے گذرے دیکھا کہ وہ نماز پڑھا رہے ہیں ان کو پتہ تھا، سب کو معلوم تھا کہ ان کا تلفظ درست نہیں، تجوید سے نہیں پڑھ سکتے، صحیح قرأت کے ساتھ قرآن پڑھ نہیں سکتے۔ اس لئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے گذر گئے، آگے تشریف لے گئے کہیں اور مغرب کی نماز پڑھی۔

کیا مقام ہے ان حضرات کا حق تعالیٰ شانہ کے یہاں۔ جیسے اس امی بزرگ نے **یا اھاب** بتایا اور مولانا صاحب کو وہ پسند نہیں آیا، اور واقعۃً وہ صحیح نہیں تھا اس لئے نہیں پڑھا تو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار کرایا گیا، اسی طرح یہاں بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوا۔

حق تعالیٰ شانہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ پوچھا حق تعالیٰ شانہ نے کہ احمد! کیا مانگتے ہو؟ عرض کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہ الٰہی تیری رضا چاہئے۔ کہ بس تو خوش رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سے ہمیشہ کیلئے خوش رہے۔ **ورضوان من اللہ اکبر**۔ سب سے بڑی نعمت رضاء باری تعالیٰ ہے، سب سے بڑی نعمت کہ جنت اور دنیا اور عقبیٰ اور سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ '**ورضوان من الله اکبر**'۔ امام احمد نے جو مانگنا تھا وہ مانگ لیا لیکن حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ وہ تو کل ہی تمہیں مل جاتی ہماری رضا۔ پوچھا کہ وہ کیسے؟ فرمایا کہ کل تم گذر رہے تھے حبیب عجمی نماز پڑھا رہے تھے۔ اگر تم ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے

تو ہماری رضا مل جاتی۔

ہمیں بھی حق تعالیٰ شانہ اپنی رضا عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل یہاں سے اٹھنے کے بعد میں یہاں سے چلنے لگا، اسی وقت اطلاع ملی تھی کہ حضرت مولانا محمد گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ سے بیعت تھے۔ حضرت کے یہاں رمضان المبارک میں وقت بھی گذارا اور ساری عمر حضرت کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے اور اسی رنگ میں اپنی نسل کو اولاد کو خاندان کو رنگنے کی کوشش کی۔ جس کا نتیجہ آپ ان کے صاحبزادگان حضرت مولانا ریاض الحق صاحب اور ان کے بھائیوں میں دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دعائیں ان کے حق میں قبول فرمائے ان کی دعاؤں کا سایہ ان کی نسلوں پر تادیر باقی رہے۔ میں جب میں دیکھ رہا تھا وہاں جنازہ گاہ میں کہ عظیم الشان پارک ان کی جنازہ گاہ کیلئے ناکافی معلوم ہورہا تھا۔

یہ دیکھ کر میں سوچ رہا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں جو تھوڑی دیر کیلئے چند روز کیلئے، کچھ وقت کیلئے پہنچ گئے ان سے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام لئے اور کیا قبولیت عطا فرمائی۔ اس آج کے جنازہ کو دیکھ کر مجھے ہمارے دارالعلوم کے شہداء کا جنازہ یاد آ گیا۔ کہ اسی طرح کا

مجمع تھا، اسی طرح عظیم الشان پارک میں جنازے ہوئے تھے۔ یہ حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں شرکت کرنے اور وہاں جو دعائیں ہوتی تھیں، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور حضرت مولانا اظہار صاحب کی اور اس پر جو آمین کہی گئی اس کا یہ اثر تھا۔

## حضرت مولانا غلام وستانوی صاحب

حضرت مولانا غلام وستانوی صاحب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینی علمی خدمات کے بلندیوں پر پہنچا دیا۔ آج سے کوئی پندرہ بیس برس پہلے انہوں نے اپنی کارگذاری سنانی شروع کی کہ فلاں جگہ دارالعلوم، فلاں جگہ مدرسہ، اتنے مکاتب اور اتنی مساجد، تھوڑی دیر سن کر میں نے ان کو روک دیا، میں نے کہا بس۔ آگے آپ نہ سنائیں اور میری طرح سے ہر کسی کے سامنے اس کا ذکر بھی نہ کریں کہ یہ حسد انسان میں فطری چیز ہے، اس سے حسد خواہ مخواہ پیدا ہوگا آپ کی طرف نظریں اٹھیں گی۔

کچھ مدت کے بعد وہ مجھ سے ملے تو فرمانے لگے کہ حضرت مولانا صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا آپ نے کہا تھا اسی طرح انہوں نے بھی فرمایا۔ میں نے کہا یہ تو حقیقت ہے۔ اور میں نے ان سے کہا کہ یہ تو آپ جو حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بچپن سے رمضان گذارا کرتے تھے تو حضرت کی نگاہ مبارک کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آپ سے اس قدر کام لیا۔

## حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آج مولانا گورا صاحب کا جنازہ دیکھ کر مجھے یہ تمام حضرات یاد آ گئے۔ جیسا کہ میں نے چلتے چلتے اس وقت عرض کیا تھا کہ ہم ایک کمرہ کے ساتھی تھے۔ میں تو عمر میں سب سے چھوٹا تھا، درجات اور کلاسوں میں سب سے نیچے تھا۔ مجھ سے ایک کلاس اوپر یہ حضرت مولانا گورا صاحب محمد پیر بھائی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ پوتہ محمد کو بلا وضو نہ پکاریں اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے بڑے بوڑھے بہت ذہین تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں گو علم کم دیا تھا مگر تدیّن بہت زیادہ تھا۔

مولانا گورا کا بھی نام بچپن میں بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ان کا نام محمد ہے۔ ان کو گورو میاں کہتے تھے بچپن میں تاکہ محمد نام نہ لینا پڑے۔ کیوں کہ جو ان کے نانا تھے وہ بڑے اللہ والے تھے۔ یہ نہیں پوچھ سکے ہم ان سے کہ آپ کس سے بیعت ہو مگر ان کے سارے بزرگوں والے معمولات تھے۔ اور اس کا اثر محسوس ہوتا تھا مسجد میں بھی جب تراویح ہوتی تھی، چار رکعت ختم ہوئی کہ بلند آواز سے 'سبحان ذی الملک والملکوت' پڑھنا شروع فرماتے اور ان کی تسبیحات جب تک ختم نہ ہو جاتیں دوسرے ترویحہ کیلئے امام اللہ اکبر نہیں کہے گا۔

ابھی دو تین دن پہلے جب مجھے اطلاع ملی کہ مولانا گورا صاحب ہاسپٹل میں ہیں، میں ہاسپٹل ان کو دیکھنے کیلئے گیا، اس وقت تو بات چیت وغیرہ وہ نہیں کر سکتے تھے۔

وہاں سے واپس آ کر جب میں سویا ہوں تو میں نے خواب میں ان کے نانا جان کا مکان دیکھا۔ ان کے نانا جان کو ممدو پٹیل کہا کرتے تھے۔ گاؤں کے پٹیل تھے۔ سرکاری نمائندہ تمام دیہاتوں میں حکومت کی طرف سے ایک ہوتا تھا۔ اسے پٹیل کہا جاتا تھا۔ بچہ کی ولادت ہوئی تو اندراج ان کے یہاں ہوتا تھا، کسی کی وفات ہوئی تو اندراج ان کے یہاں ہوتا تھا۔ بڑے اللہ والے تھے۔

خواب میں میں نے دیکھا ان کا جو اصلی مکان تھا ہمارے بچپن میں، ان کا وہ مکان ہے اور اس مکان کے سامنے جس طرح علماء اور بزرگ سر پر طیلسان (چادر) ڈالتے ہیں رومال ڈالتے ہیں، اس طرح ان کے نانا کی بھی یہ ہمیشہ کی عادت تھی کہ رومال ڈالا کرتے تھے۔ اسی طرح کے رومال ڈال کر تین چار بزرگ وہاں ان کے گھر کے سامنے راستہ پر بیٹھے پڑھ رہے ہیں،۔

جب آنکھ کھلی تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اب اس بستر سے اٹھ نہیں پائیں گے۔ کیوں کہ تعزیت کرنے والے پہنچ گئے، ایصال ثواب کرنے والے آگئے۔ بھیڑ کی وجہ سے جگہ نہیں ہوتی تو آدمی نہیں سوچتا کہ میں رستہ پر بیٹھا ہوا ہوں کہ گرد وغبار پر بیٹھا ہوا ہوں، بالخصوص تعزیت کے موقع پر ایسا ہوتا ہے۔

آج ہم لوگ پہنچے جنازہ میں اس وقت کچھ گھنٹہ ڈیڑھ باقی تھا، میں لیٹا تو میں نے خواب میں ہمارے دوست حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بریڈفورڈ میں ہوتے تھے ان کو دیکھا، بہت خوش تھے۔ میں نے اسی وقت بلال سے کہا کہ ابھی میں ان کو دیکھ رہا تھا، یہ استقبال کیلئے پہنچ گئے۔ یہاں مرحوم دینی کاموں میں شریک رہے۔ حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا گورا کی طرح کے اہل علم بہت پسند تھے۔ چونکہ اوکاڑہ میں اپنے سسر صاحب کے مدرسہ میں اونچی کتابیں ساری عمر انہوں نے پڑھائی تھیں، یہاں آنے کے بعد بھی وہ متلاشی رہتے تھے کہ کوئی صاحب علم ملے جس کے ساتھ علمی، دینی بات چیت کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا گورا صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۶ ؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

## حضرت مولانا گورومیاں صاحب رحمۃ اللہ

ہمارے کمرہ کے سالہا سال کے ساتھی حضرت مولانا گورومیاں صاحب رحمۃ اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ قدس سرہ سے وابستگی کے نتیجہ میں کس قدر نوازا۔ کس قدر نوازا آپ حیران ہوں گے۔ جیسے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ مسنون دعا ہر کوئی مسلمان پڑھتا ہے چاند دیکھا '**اللھم اھلہ علینا بالیمن و الایمان** '۔ کتنے دل سے وہ دعا نکلی ہوگی کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ان کیلئے ہمیشہ ہر مہینہ کے شروع میں، رمضان کا مہینہ شروع ہوا، رمضان کے مہینہ کا چاند ابھی طلوع ہوا کہ ادھر، ساری دنیا تو افق پر چاند کو دیکھ رہی ہے، مہینہ کو تلاش کر رہی ہے اور وہ مہینہ حضرت پیران پیر کی مجلس میں موجود ہے، السلام علیک یا ولی اللہ اور اس مہینہ میں جتنی خیر اور شر ہونے والی ہے سارے کی وہ خبر سنا دیتا۔ کیسی مقبول اور مستجاب دعا کہ ہر مہینہ کی تفاصیل انہیں مل جاتی۔

ایسا ہی کچھ ہمارے حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ ہوا۔ کہ دو دن پہلے، اڑتالیس، پچاس گھنٹے پہلے جب میں ہاسپٹل میں پہنچا تو میں مولانا ریاض صاحب کو میں بتا رہا تھا کہ دیکھئے کہ

یہ چہرہ تو بیمار کا چہرہ معلوم نہیں ہوتا، کوئی بڑی بیماری تو درکنار۔ مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ خواب میں ان کے نانا کے گھر تعزیت کرنے والے پہنچ گئے ہیں ایصالِ ثواب کر رہے ہیں، چنانچہ پھر مولانا کے لیے اللہ کا حکم آ گیا، انتقال ہو گیا رات ساڑھے گیارہ بجے۔

اب سینیچر اتوار ہے، یہ بھی یاد رکھئے، کہ جیسے حج کے ایام میں راتیں پچھلے دنوں دونوں دن کے تابع رہتی ہیں ان کے بیچ میں دن رہتا ہے اسی طرح جمعہ کا دن جیسا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جمعہ کی ساعتیں جمعرات کی شام سے گننا شروع کرو تو جمعہ سے پہلے، پچھلی رات، جو جمعہ سے پہلے گذر گئی، جمعرات اور جمعہ کے درمیان وہ رات بھی جمعہ کی، اور جمعہ کے بعد سینیچر اور جمعہ کے درمیان والی جو رات ہے وہ رات بھی جمعہ کی ہے۔ اس درمیان میں جس کسی کا انتقال ہوتا ہے تو وہ انتقال جمعہ کی شب میں شمار ہوتا ہے۔

اسی لئے فرمایا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ تم قبرستان جایا کرو جمعہ کے دن وہ منتظر رہتے ہیں تو کب سے وہ منتظر رہتے ہیں؟ فرمایا کہ جب جمعہ کی شب شروع ہونے والی ہوتی ہے، جمعرات کی شام کو، اس وقت سے لے کر سینیچر کی صبح تک قبرستان جاؤ۔

اب ان کا جو انتقال ہوا تو یہ گویا جمعہ کی ساعتیں ابھی چل رہی تھیں اور یہاں کی چھٹی کی وجہ سے کوئی بظاہر امکان نہیں تھا کہ تدفین جلدی ہو سکے مگر خدا کی شان کہ صبح سات بجے تک ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ بھی مل چکا تھا اور وہ رجسٹرار کے پاس پہنچ بھی چکا تھا اور اور کورونر نے بھی اپنی طرف سے اجازت دے دی اب صرف تدفین اور نماز جنازہ کے متعلق ان کو طے کرنا تھا، گھر والوں نے طے کیا کہ نماز سینیچر ہی کو ہو جائے۔ اب سینیچر کو نماز کہاں پڑھی جائے اس کے متعلق ان بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ نماز جنازہ اور تدفین کے اوقات کیا رکھے جائیں۔

کچھ ساتھیوں نے مولانا ریاض صاحب کو فون کیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ پارک میں نماز جنازہ ہو۔ مولانا ریاض صاحب نے کہا سب کی نماز جنازہ تو قبرستان میں ہوتی ہے۔ کتنا ہی

بڑا مجمع ہو بڑا قبرستان ہے جو کافی ہے اس لئے اس کی ہمیں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر اجازت ملے تو آپ کی کیا رائے؟ انہوں نے کہا کہ ضرورت ہی نہیں ہے، انہوں نے اپنی طرف سے رات تین بجے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بعد صبح جب یہ مشورہ ہوا تو انہوں نے ضمناً یہ بات بھی ان کے سامنے رکھی کہ رات تین بجے میرے پاس ٹیلی فون آیا خالد بھائی کا اور اسماعیل کا اور انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ اگر پارک میں پڑھی جائے تو میں نے انہیں انکار کر دیا کہ ضرورت نہیں۔ قبرستان میں پڑھ لیں گے۔

یہ سن کر چھوٹے بھائی ابراہیم کہنے لگے کہ سال بھر پہلے فلاں کی نماز جنازہ میں میں ابا کو لے کر گیا تھا چونکہ انہیں پیروں میں تکلیف تھی وہاں قبرستان سے بیٹے کی کار میں جنازہ پڑھ کر آئے تو مسجد نور کے سامنے اسی پارک کے دروازے پر بیٹے سے کہا کہ گاڑی ذرا یہاں روک لو اور مولانا گورا کار سے اتر گئے اور چند قدم پارک میں چلے اور بیٹے ابراہیم سے فرمانے لگے کہ یہاں پارک میں جنازہ کی نماز کا انتظام ہو جائے تو کتنا اچھا؟

قبرستان جو جانے آنے میں ان کو تکلیف ہوئی اور فرمایا یہاں جنازہ کی نماز ہو تو کتنا اچھا؟ پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی طرح سے ان کے یہ کلمات حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کس قدر مقبول ہوئے۔ کہ اب سنیچر کا دن ہے اگر کوئی بہت پہلے سے کوشش کرتا تو بھی یہ مشکل تھا اسی لئے جب دوستوں نے پوچھا مولانا ریاض صاحب سے تو انہوں نے انکار کیا تھا۔ پھر جب آپس میں مشورہ کے بعد جب یہ ابا کا قصہ ابراہیم نے سنایا تو مولانا ریاض صاحب نے پھر ساتھیوں سے کہا کہ اچھا اگر اجازت ملتی ہو تو ہمارے لئے کوئی مانع نہیں ہم یہاں پڑھ لیں گے۔

ان ساتھیوں کا یہ بیان ہے کہ جب مولانا ریاض نے یہ اجازت دی تو ہم نے میئر کو فون کرنا شروع کیا اور کونسل کو فون کرنا شروع کیا لیکن کوئی نہیں مل سکا۔ چنانچہ اسماعیل بھائی اسی پارک میں پہنچے کہ جو وہاں صفائی کیلئے اور گیٹ کھولنے کیلئے اور بند کرنے کیلئے کام کرنے

والے ہیں ان میں سے کسی کا پتہ چلے کہ کون ذمہ دار ہے ان میں سے کسی کا ٹیلی فون نمبر ملے، وہ کہتے ہیں کہ یہ پارک کے منتظم اعلی سے اتفاقاً وہاں ملاقات ہوگئی۔

انہوں نے اس سے کہا کہ یہاں ہمیں نماز جنازہ پڑھنی ہے اور ہم میئر کو تلاش کررہے ہیں، اس سے ملاقات نہیں ہو پارہی، کونسل والوں سے بھی نہیں ہو پارہی۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ میری طرف سے تو اجازت ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی طرف سے اجازت ہے لیکن کون ہمیں یہاں پڑھنے دے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب میرے ذمہ ہے۔ دیکھیں۔ یہ جو مولانا نے سال بھر پہلے بیٹے کو لے جاکر وہاں جو کلمات کہے تھے حق تعالیٰ شانہ کے یہاں کیسے مقبول ہوئے۔

دوستو! یہ دل سے مانگنا ہمیں آجائے۔ **اللهم اهله علينا باليمن والايمان** جس طرح پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے تھے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں، حضرت مولانا ہاشم صاحب بھی تھے، دارجدید کے رمضان میں، ایک بڑے میاں آئے، سیدھے سادے۔ جیسے حج کے موسم میں مصافحہ ہوتا تھا اور آپ کے مدینۃ العلوم میں حضرت مولانا سے لوگ مصافحہ کررہے تھے، پیر صاحب سے کرتے تھے۔

اس طرح حج کے مہینہ میں، حج کے ایام میں جو مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں لائن لگتی تھی مصافحہ کی، اب مسجد نبوی سے جو کوئی نکل رہا ہے مصافحہ کے لئے آرہا ہے۔

اسی مجمع میں مصافحہ ہورہا تھا اور حضرت نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پوچھا تمہارا نام؟ تو عرض کیا کہ یہ نام ہے۔ فرمایا کہ میری طرف سے تمہیں بیعت کی اجازت ہے۔ اب وہ نہیں

سمجھ پا رہے۔ جی حضرت! تو صوفی اقبال صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ کو بیعت کی اجازت دے رہے ہیں۔ خلافت دے رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ، جاؤ ان کو بتاؤ، صوفی جی کے حوالے کیا۔

پھر مصافحہ شروع ہوگیا۔ پھر صوفی جی نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا کرو؟ انہوں نے کہا کہ میں تو مزدور ہوں دبئی میں مزدوری کرتا ہوں۔ پھر آگے ان کے خاندان کے متعلق پوچھا اور خاندان کا کام؟۔ بتایا گیا کہ بہت بڑی گدی ان کے اجداد کی ہے سرحد میں ایک عظیم الشان خانقاہ چلتی تھی۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسے حضرت شیخ کو مطلع فرمادیا اور مصافحہ میں کیسے معلوم ہوگیا جیسے حکیم صاحب نبض پکڑ کر پہچان لیتے تھے۔

اسی طرح ایک بڑے میاں آگرہ سے دار جدید کے اعتکاف میں پہنچے۔ ان کو حضرت شیخ قدس سرہ نے بیعت کی اجازت دی۔ سب حیران کہ ان کو نہ کبھی یہاں دیکھا اور حضرت نے ان کو بیعت کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت کو ایک خواب سنایا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شیخ قدس سرہ جو دعا میں کلمات کہتے ہیں ان کلمات کی تعریف فرمائی۔ پھر ہم نے حضرت سے اس کے متعلق پوچھا تو حضرت رو پڑے۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت روز دعا سری فرماتے ہیں وہ کلمات معلوم ہوجائیں اس کے لیے جہری دعا فرمادیں۔ حضرت کے یہاں ہمیشہ سری دعا ہوتی۔ حضرت نے پھر **اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات، اللھم اغفر لامۃ محمد** دعا میں جہراً یہ کلمات فرمائے۔

آپ پورے استحضار کے ساتھ ۲۵/ دفعہ یا ۲۷/ دفعہ یہ کلمات **اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات** پڑھ لیا کریں۔ ایک دفعہ میں نے حوالہ بھی دیا تھا کہ حصن حصین میں یہ روایت ہے۔

اس کے بعد ایک طالب علم تھے ری یونین کا، وہ دوسرے تیسرے دن کہنے لگے کہ حصن حصین میں میں نے تلاش کی مگر مجھے نہیں ملی۔ کتابیں چھاپنے والے، بڑے علامہ بن کر

ستیاناس کرتے ہیں تصانیف کا، اور بزرگوں کی کتابوں کا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کی کتابوں کے ساتھ بھی ایسا ہورہا ہے۔ یہ اس نسخہ میں نہیں ہوگا کیوں کہ کسی نے خود علامہ بن کر یہ حدیث تلاش کی ہوگی، ان کے محدود علم میں نہیں ملی ہوگی تو کتاب سے دعا ہی نکال دی۔

حالانکہ یہ روایت طبرانی میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حصن حصین میں بھی ہے۔ حصن حصین پرانی چھپتی تھی مجتبائی دہلی کی، اس میں یہ دعا ہے اور طبرانی میں بھی ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پچیس مرتبہ یا ستائیس دفعہ یہ دعا پڑھے '**اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات**' تو وہ شخص مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے۔

ایک فضیلت یہ کہ مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے، اور فرمایا کہ اس کے وسیلہ سے دنیا بھر کے انسانوں کو اور تمام جانداروں کو روزی ملتی ہے۔ کتنا اونچا مرتبہ ولایت کا اس کے پڑھنے سے ملتا ہے۔ آپ آج سے معمول بنالیں، کہ ہر نماز کے بعد، ہر نماز سے پہلے اس کو پڑھنا ہے بلکہ ہر دعا کا جزو بنالیں '**اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات**'۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا گوراصاحب نے فرمایا کہ یہاں جنازہ کی نماز کی اجازت مل جائے تو کتنا اچھا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ کلمات کس قدر مقبول ہوئے۔ کہ آدھی رات کو انتقال ہوتا ہے، جمعہ سنیچر کی رات ہے اور ابھی چودہ، پندرہ گھنٹے نہیں گذرے کہ ان کی تدفین ہوجاتی ہے اور یہاں کے متعدد مراحل کے اعتبار سے ہر طرف سے اجازت اجازت کا مِل جانا، یہ ان کی کرامت ہے اور پھر جہاں ان کی خواہش تھی کہ یہاں جنازہ کی نماز کی اجازت ملے تو کتنا اچھا اسی جگہ اجازت مل گئی، اور اس جگہ بھی کتنا بڑا مجمع تھا، جو نہیں گئے وہ تصور نہیں کرسکتے کہ کتنا بڑا مجمع تھا۔

بہت بڑا مجمع تو نماز میں شریک تھا اور سلام پھیرنے کے بعد ہم چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ بے چارے دوڑتے بھاگتے آرہے تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ سلام پھر رہا ہے تو وہاں ٹھہر گئے۔ اور ان سے زیادہ سینکڑوں کی تعداد میں جو کاروں میں ابھی گھوم رہے تھے کہ جن کو ٹریفک کی وجہ سے آگے جانے کا موقعہ نہیں ملا۔

یہ کتنی بڑی ان کی کرامت۔ تو یہ کرامت کیسے ملی؟ والدین کی سوچ سے ملی۔ کیسی سوچ؟ میں نے بتایا تھا کہ ان کو محمد نام سے بار بار نہ پکاریں، اس کیلئے گورا نام رکھ لیا۔ اور گورا کی

تصغیر، مصغر کر کے گورو کہہ کر پکارتے تھے۔ ممکن ہے کہ گورو میاں کوئی بزرگ رہے ہوں گے اس لئے گورو میاں کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کا سر نیم ہی 'پیر بھائی'۔ جس بزرگ کے متعلق ان کو عقیدت ہوگی وہ کتنے بڑے ہوں گے گورو میاں۔ ہمارے بوڈان کے علاقے میں بھی دو بزرگ تھے، مشہور تھے اس طرح کے نام سے۔ گورو میاں اور چھوٹو میاں۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نام اولاد کے اچھے رکھنے چاہئیں۔ جن کی طرف نسبت کر کے محمد زکریا نام رکھیں تو دل میں وہی تمنا ہر وقت رہنی چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ قدس سرہ کی طرح اس کو بنائے۔ دل میں تمنا بھی ہو پھر اس کے ساتھ کوشش بھی ہو، عمل بھی ہو۔ اسی طرح کی تربیت بھی ہو۔ مولانا کے والدین نے بھی اسی طرح تربیت فرمائی۔ بالکل اسی طرح تربیت۔ حالانکہ مولانا گورا صاحب کے بچپن جو زمانہ تھا ہندوستان والے کو یاد ہوگا کہ ۵۰ر ففٹیز سے ۶۰ر سکسٹیز تک، اکیاون ۱۹۵۱ء سے لے کر ستر ۱۹۷۰ء تک کا جو زمانہ ہے یہ وہاں زمین داروں پر بڑا سخت گذرا۔

ابھی اس وقت تو مالی فراوانی ہے میں وہاں دیکھ کر آیا، ان کو تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ ہمارے آباؤ اجداد چند سال پہلے چالیس سال پہلے سوکھی روٹی کھاتے تھے۔ کھانے پینے کی اس وقت کتنی سخت تکلیف تھی۔ اس طرح کے کڑے وقت میں ان کو پڑھاتے رہے، گاؤں میں حفظ کرایا، راندیر تعلیم کے لئے بھیجا۔

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بھائی جان کا جب وصال ہوا تو ہر طرف سے ایک جملہ سننے میں آیا تھا۔ کیا عوام کیا خواص، سب یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے ان کو پہچانا نہیں۔ اب حضرت شیخ قدس سرہ نے تو کیسے پہچان لیا تھا کہ عبد الرحیم کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے، یہ ہو رہا ہے۔ اس وقت خطوط میں حضرت نے لکھا۔ ہمارے بھائی بہن وہ کہہ رہے تھے کہ ہم پہچان نہیں سکے۔ کیونکہ انہوں نے

دیکھا۔ قصہ سنا کہ نہ کوئی سکرات کی تکلیف۔ سکرات میں تو انسان کا کیا سے کیا حال ہوجاتا ہے۔ اب وہ شیطان کہاں چلا گیا۔ اسی رات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی چارپائی پر کسی نے دیکھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کیلئے تشریف رکھتے ہیں۔ شیطان کیسے پہنچ سکے گا۔ ملک الموت بھی اپنا فریضہ دور سے ادا کر رہے ہوں گے، اوپر والوں کو یہاں نیچے سے کتنی زوردار آواز سے 'السلام علیکم' سکرات کے وقت کہا؟ حالانکہ انسان کی اس سے بہت پہلے سب قوتیں ختم ہوجاتی ہیں، پورے جسم کے ہر عضو سے۔

اسی طرح کی مولانا گورایہ کی کرامت، یہ اعزاز واکرام جب مسجد نور کے علاقہ والوں نے دیکھا ہوگا تو پچھتا رہے ہوں گے کہ کاش کہ ہم نے قدر کی ہوتی۔

ان کی سب سے بڑی کرامت تو وہ روز دیکھتے تھے۔ جب لاٹھی لے کر مولانا گورا صاحب اپنے گھر سے نکلتے تھے چند قدم چلے اور سانس پھول گیا تو کسی کے مکان دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کے کھڑے ہوئے ہیں، کبھی بیٹھ گئے۔ ان کا حال اخیر میں میں پوچھتا رہتا تھا تو کہتے کہ مسجد تک پہنچنے میں تین جگہ ان کو بیٹھنا پڑتا تھا۔ اس سے بڑی کیا کرامت؟۔ **الاستقامۃ فوق الکرامۃ** ۔ کرامت کوئی چیز نہیں، اصل استقامت ہے۔ اب انہیں افسوس ہورہا ہوگا کہ کاش ہم نے قدر کی ہوتی کہ کتنا بڑا ولی انسان تھا۔

اوران کی کرامت آج پھر سنئے ایک اور۔ کہ بغیر کسی دعایۃ، بغیر کسی پبلسٹی کے، نہ ریڈیو، نہ ٹی وی، اس کے بغیر ہی صرف اطلاع ہوگئی ٹیکسٹ کے ذریعہ کہ جنازہ اتنے بجے اس پارک میں ہوگا اور اتنی ساری مخلوق جمع ہوگئی۔ تمام قلوب کھنچے چلے آئے جس طرح تمام محکمے کھنچے ہوئے چلے آئے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے اجازت، وہ کہتے ہیں ہماری طرف سے اجازت، سب اجازت دے رہے ہیں۔ جس طرح تمام قلوب کو اللہ نے کھینچ لیا، اسی طرح پولیس نے خود اپنی طرف سے پیش کش کی، کہ ہم اپنا کانوائے لے کر آئیں گے اگر اجازت

ہو۔اسی کے پیچھے جنازہ چل رہا ہے ایک شان کے ساتھ۔
نیچے تو یہ شان ہے جس طرح کسی بڑے کا جنازہ ہو۔آگے پیچھے تمام پولیس۔ پولیس نے کہا کہ یہ ہماری گاڑیوں اور ہمارے لباس پر پولیس، پولیس لکھا ہوا سب دیکھ کر لوگ کہیں دہشت زدہ نہ ہوں،اس لئے ہم یہ سبز رنگ اس کا اتار دیں گے تاکہ عام سمجھا جائے۔قبرستان سے آدھ کلومیٹرت اطراف تک آپ دیکھیں گے کہ وہاں بتیس ڈگری کی گرمی ہورہی ہے۔ اور دھوپ ہے تیز، مگر قبرستان پہنچنے والوں نے دیکھا کہ وہاں پہنچنے کے ساتھ گرج شروع ہوگئی۔چمک شروع ہوگئی اور بارش ہوئی،اولے گرنے لگے۔

## والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا

ہماری والدہ محترمہ کا جنازہ گھر سے اٹھایا تو دھوپ تھی۔اور دس قدم پر گاڑی تھی جس میں جنازہ رکھنا تھا۔ جب دہلیز سے، دروازے سے جنازہ باہر نکلا تو بارش جنازہ پر ہونے لگی۔اندر رکھ دیا تو دومنٹ میں وہ بارش ختم ہوگئی۔ جب قبرستان پہنچے پھر دھوپ۔ جب قبرستان میں میں اور بھائی ہم قبر میں اترے۔اور جب ماں کو ہمارے ہاتھ میں دینے کیلئے مجمع نے صندوق میں سے ماں کو اٹھا کر ہمیں دینا شروع کیا اور اوپر کپڑا تاننے لگے تو پھر زور کی بارش شروع ہوگئی۔

گیارہ بجے جنازہ ہوا تھا جب ظہر کی نماز میں پہنچا، سلام پھیرنے کے بعد بھی میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پتہ نہیں میری وہ فرض بھی ہوئی ہوگی نہیں ہوئی ہوگی۔سلام پھیر کر میں اسی صدمہ کی کیفیت میں تھا۔پڑوس میں ساتھی تھے تو وہ روتا ہوا دیکھ کر مجھے مشغول کرنے کیلئے کہنے لگے،قبرستان مسجد سے نظر آتا ہے، اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ وہاں گیارہ بجے کیا موسم تھا اور یہاں کیا موسم ہے!۔
اسی طرح وہ بارش صرف اس جنازہ گاہ میں اور قبرستان میں ہورہی تھی مولانا گورا صاحب

کیلئے۔ اور اولے برس رہے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ستاری فرمائے، ہمیں معاف فرمائے۔ یہ کرامت ہوتی ہے اکرام کیلئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بتانا چاہتے ہیں مخلوق کو کہ میرے یہاں اس آنے والے کا کیا اکرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے۔ اسی طرح ہمارے بریڈفورڈ جامعہ کی فارغات میں سے چار پانچ بچوں کی ماں تبسم، ان کے شوہر ہمارے دارالعلوم سے فارغ ہیں، ریحان، اس خاتون کا چار پانچ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے، بچوں کی کفالت کا، تربیت کا بہترین انتظام فرمائے۔

اس کی کسی سہیلی اور دوست نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ کیا گذری؟ تبسم نے بتایا کہ میں بہت اچھے حال میں ہوں۔ جن کو یہاں چھوڑ کر جاتے ہیں ان سب کو بھول جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ دیکھو چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑا ہے ان کی کوئی یاد نہیں۔ وہ عالم ہی کچھ اور ہے۔

اور آج ہی تدفین ہوئی ہمارے ایک دوست کے والد صاحب کی، وہ بڑے اہتمام سے یہاں اعتکاف کیلئے رمضان میں بھی تشریف لائے تھے اور جلسوں میں بھی آتے ہیں۔ جناب معروف صاحب۔ اچانک انتقال ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

مبارک گھڑیوں میں یہ سب جارہے ہیں اور جس شان سے حضرت مولانا گورا صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اٹھایا، وہ کتنا قابل رشک؟ کیسی ظاہری کرامتیں؟

## حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناظرہ، حفظ گاؤں میں کیا، لیکن بچپن سے انہیں کھیل کھود سے اور کھیلوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ راندیر میں بھی ہم نے یہی دیکھا۔ کمرہ میں ایک ساتھ میرا بستر ہوتا تھا۔ یہاں میں ہوں اور میرے داہنی طرف وہ ہوتے تھے۔ مگر ہر وقت اپنی پڑھائی میں مصروف، اور عربی اول سے لے کر دورہ حدیث تک ممتاز رہے۔ نمبر اول اپنی کلاس میں آتے، حالانکہ ان کی کلاس میں اچھے ذی استعداد طلبہ ہوتے تھے۔ ترکیسر کے مولانا یعقوب گورا ڈیسائی بھی ان کے ہم جماعت تھے۔ اور مولانا غلام حسین انگار، مولانا یونس نورگت۔ یہ سب انہی کی جماعت میں تھے۔

جب فارغ ہوئے تو پھر حضرت شیخ قدس سرہ سے تعلق جوڑا اور حضرت کی ہدایت پر عمل پیرا رہے۔ اور پھر یہاں آنے کے بعد کتنے سارے دوستوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہاں آکر بدل گئے۔ اور خاندانی روایات تک کو چھوڑ دیا۔ ان کی شکل وصورتیں بدل گئیں۔ علماء بدل گئے، حفاظ بدل گئے۔ مگر مولانا گورا اپنے اس مشن میں کامیاب رہے، حضرت شیخ قدس سرہ نے جس لائن پر ڈالا تھا اس لائن پر ترقی کرتے رہے۔ خود بھی اس پر رہے بچوں کو بھی اس پر ڈالا۔ نواسوں کو، پوتوں کو بھی اس پر ڈالنے کی کوشش کی۔

اسی کا نتیجہ کہ جب ہاسپٹل گئے ہیں تو وہاں روتے ہوئے کہنے لگے کہ میری دو نمازیں آج قضا ہوگئیں ان کے فدیے کا انتظام کرلیں کہ وہاں ہندوستان فدیہ فقراء میں تقسیم ہوجائے۔ نماز کا فکر سب سے پہلے کیا۔ جب آپریشن کیلئے لے جارہے تھے تو مجھے یاد کیا، بیٹے سے فرمایا کہ ان کو فون کردینا۔ اب آپریشن ہوا، آنکھ کھلی۔ ابھی آنکھ بھی نہیں کھلی، یہ گھر والے پہنچے۔ تو وہ سن رہے ہیں کہ لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، یہ زور

زور سے ذکر اللہ جاری ہے۔

کتنی اللہ، اللہ کی ضربیں انہوں نے لگائیں اور کتنا ذہن کو اس میں مشغول رکھا، دل دماغ ہر وقت اس میں مشغول رہے۔ چونکہ وہ عام وارڈ میں تھے، چاروں طرف سارے مریض ہیں تو گھر والوں نے کہا آہستہ، آہستہ ذکر کیجئے۔ اور وہ خود بھی چونکہ intensive care میں تھے، سب پائپس وغیرہ سب لگے ہوئے ہیں۔ اور اتنی طاقت بھی نہیں تھی مشکل سے بول پا رہے تھے۔ ایک ایک لفظ ٹوٹ کر۔ ایک کلمہ دو دفعہ بیچ میں ٹوٹتا تھا اور پورا ہوتا تھا۔ ہماری طرح سے نہیں بول سکتے تھے مگر اس کے باوجود زور لگا کر، کوشش کر کے، وہ زور زور سے ذکر کئے جا رہے ہیں۔

بار بار سب روک رہے ہیں پھر بھی اسی طرح ذکر جاری ہے اور گھر والوں کو اشارہ سے منع کیا کہ مجھے مت روکو۔ اور پھر اس کی وجہ بتائی۔ اور بتایا کہ ایک ایک لفظ توڑ کر بتایا کہ مجھے جب ہوش آیا تو میری زبان پر یہی جاری تھا۔ **لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اللہ، اللہ، اللہ**۔ اسی لئے میں ذکر کر رہا ہوں۔

کاش کہ ہم اپنے دل و دماغ کو، روح کو اسی کا عادی بنائیں۔ اسی میں ہر وقت مشغول رکھیں کہ یہ بلا ارادہ ہر وقت جاری رہے۔ ظاہر ہے کہ اتنا بڑا آپریشن ان کا ہوا۔ کتنی تکلیف ہوئی ہوگی جس کیلئے morphine دی جا رہی ہے، فلاں چیزیں دی جا رہی ہیں۔ کتنی محنت کی انہوں نے کہ بلا ارادہ یہ چیزیں جاری ہیں۔ روکنے کے باوجود۔ سانس نہیں لے سکتے پھر بھی ذکر اللہ جاری ہے۔

کہتے ہیں کہ بیٹا آیا ابراہیم۔ کلمہ پورا نہیں پڑھ سکتے تھے تو کہا کہ **ال۔ حمد**۔ رک گئے۔ بیٹا سمجھ گیا اور اس نے پڑھا **الحمد للہ رب العالمین**... پوری سورت پڑھ لی۔ تو پھر فوراً پڑھا **الف، لام، میم**۔ جب وہ **ھم المفلحون** تک پہنچا تو فوراً کہا '**اٰمن الرسول**' سورت کے اخیر تک، پہنچا تو آگے بتاتے جا رہے ہیں '**قل اللھم مالک الملک**'۔ اور پوری

منزل پڑھوائی۔ اس کو لقمہ دیتے رہے جس طرح حافظ اٹکتا ہے اس کو لقمہ دیا جاتا ہے۔

کتنا استحضار۔ کتنا دماغ حاضر۔ اور بہت ہی ذہین تھے جیسا کہ میں نے بتایا کہ شروع سے لے کر اخیر تک دورہ تک یہی حال تھا ان کی استعداد کا اور کامیابی کا۔ یہ تو کسی بہت بڑے مدرسہ کے شیخ الحدیث ہوتے۔ جس طرح میں نے بتایا تھا کہ وہ بہت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا ۵۰ رففٹیز کا اور ۶۰ رسکسٹیز کا زمانہ۔ زمین والوں کیلئے اور کاشتکاروں کیلئے۔ اس لیے فارغ ہوتے ہی مٹواڑ اور اس کے آس پاس مدرس ہوگئے۔ اس کے بعد یہاں لیسٹر ان کو بلایا گیا۔

اب جو ان کا آپریشن ہوا تو اس کے بعد ڈاکٹروں نے چاہا کہ ان کو سلائے رکھیں۔ دوا دیتے رہے جب وہ دوا بند کردیتے اور ان کو جگانے کی کوشش کرتے تو چونکہ ساری عمر کبھی مُسکّن دوائیں کھائی نہیں، اس لئے طبیعت پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہوگا، اب ڈاکٹر ان کو اپنے وقت پر جگانا چاہتے ہیں اور اس وقت وہ نہیں جاگ رہے اس سے وہ مایوس ہوگئے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ اب تو ان کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور ان کی میموری ختم ہوگئی ہے.

اس کے علاج کی کوشش کرتے رہے، ایک دن، دو دن، تیسرے دن، یہ گھر والے فون کرتے رہے تو نرس نے کہا کہ وہ ہوش میں نہیں ہیں اور آپ لوگ نہیں مل سکتے۔ صاحبزادگان نے کہا کہ کم از کم ہمیں بتاؤ کہ کیا وجہ ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ وجہ ہے۔ اُس وقت کسی ڈاکٹر کی ہی زبان سے نکل گیا کہ شاید ممکن ہے کہ ہماری زبان کی وجہ سے کہ وہ انگریزی برابر نہیں سمجھتے، شاید اس لئے ہمیں جواب نہیں دے پاتے پھر میٹنگ کے بعد انہوں نے مولانا ریاض الحق صاحب کو اجازت دی۔

وہ پہنچے تو انہوں نے جا کر جیسے ہی کہا ’السلام علیکم ابا! میں ریاض‘ تو آنکھیں کھول دیں۔ یہ دیکھ کر اب سب ڈاکٹر ہنس پڑے۔ کہ اب جاگ تو گئے۔ کہا کہ ان سے کہیں کہ انگوٹھا ہلائیں دائیں پیر کا، بائیں پیر کا، داہنا ہاتھ اٹھائیں۔ سب کا اچھی طرح جواب دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹروں نے کہا کہ کبھی تھوڑا سا دماغ کام کرتا ہے، اس میں بھی یہ چیزیں پیش آسکتی ہیں مگر

دماغ میں قوت حافظہ موجود ہے یا نہیں اس کا امتحان ضروری ہے اس کیلئے انہوں نے کہا کہ آپ کوئی پرانی آپ کی یادیں ہمیں سنایئے۔

چونکہ وہ بول نہیں سکتے تھے۔ سانس پورا نہ لے سکنے کی وجہ سے حروف ٹوٹ رہے تھے۔ پھر بھی انہوں نے بتایا کہ میں ۱۹۷۲ء میں فلاں تاریخ کو فلاں دن، فلاں فلائٹ سے اتنے بجے اس ائر پورٹ پر اترا ہوں اور میں جب سوار ہوا تھا تو وہاں ہندوستان میں فلاں گیٹ پر سے ہمارا جہاز چلا تھا اور اتنے گھنٹے کی مسافت طے کر کے اتنے بجے یہاں ہم لندن پہنچے تھے۔ ساری داستان سنادی۔ حافظہ کتنا زبردست تھا۔ ڈاکٹر آپس میں کہنے لگے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ پرانی چیزیں یاد رہ جاتی ہیں۔ قریب کی باتیں آپ کیجئے۔

اب انہوں نے وہی کہا، جس نے دل ان کا پھاڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح مسلمانوں کا غم اوڑھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ جس غم نے ان کے دل کو پھاڑا، رگ کو پھاڑا۔ جب ڈاکٹروں نے یہ کہا کہ ابھی کی تازہ، قریب کی کوئی چیز سنائیں تو مولانا گورا صاحب فرمانے لگے کہ سیریا شام کے مسلمان کیسے ہیں؟ اللہ اکبر۔ مصر میں ابھی کیا ہو رہا ہے؟ کتنا درد؟ امت کا درد؟ ہمیں تو اپنے عیش سے فرصت نہیں۔

صرف دوستو! دعا کرنی ہے ان مصیبت زدہ مسلمانوں کیلئے، غم کھانا ہے ان کا۔ ہم پیسے نہیں مانگتے کہ ان کو پیسے دو، بلکہ صرف غم کھاؤ، دعا کرو حق تعالیٰ شانہ سے۔ ان کا غم اپنا غم سمجھو، کہ لقمہ اٹھاتے وقت آپ کو وہ یاد آئیں کہ اس وقت وہاں بھی رمضان ہے وہ بے چارے بھوکے ہیں پیاسے ہیں۔ یہی انہوں نے پوچھا۔ سیریا کے مسلمانوں کو یاد کیا، ان کا حال پوچھا، وہ کیسے ہیں۔

چلیں آگے پھر کل سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ اوصاف ہمیں بھی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے دلوں میں یہ اوصاف پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسان فرمائے کہ اس دنیوی عیش وعشرت کو ہم کم کریں، آخرت کو اپنا مقصد سمجھیں۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانامحمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۹/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف محاسن اور خوبیوں سے نوازا تھا، سب سے بڑی خوبی عرض کی تھی کہ وہ دردمند دل لے کر آئے تھے کہ کہ ہر ایک کا درد محسوس فرماتے تھے اور دل دماغ ہر وقت حاضر اور باخبر تھے، پڑوس میں کیا ہو رہا ہے، محلّہ میں کیا ہو رہا ہے، مسجد میں کیا ہو رہا ہے، شہر میں کیا ہو رہا ہے، ملک میں کیا ہو رہا ہے، اسلامی ملکوں میں کیا ہو رہا ہے، دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔

دل ان کا اتنا درد محسوس کرتا تھا کہ اگر کسی کی وہ شکایت بھی کرتے کہ فلاں نے ایسا کیا؟ اوہو! تو بیچ میں، ابھی بات پوری نہیں ہوئی کہ انکی زبان پر یہ کلمات ہوتے 'اللہ اس کا بھلا کرے' اور پھر آگے کیوں اس نے ایسا کیا ہوگا؟ کیسے کر سکتے ہیں؟ پھر اللہ اس کا بھلا کرے۔ کہ جو موذی ہے اس کے متعلق بھی خدا اس کا بھلا کرے۔

اور بات بات میں رو پڑتے تھے۔ وہاں آخری ان کا لپٹ کر رونا مجھے یاد ہے جب بھائی کے وصال پر میں زامبیا جا رہا تھا تو لندن مجھ سے پہلے وہ پہنچ گئے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ میں یہاں سے سفر پر نکلا ہوں، لندن آ کر ملے، لپٹ گئے، اوہ! زبان پر تھا کہ ہمارا بھائی چلا گیا۔ روتے رہے۔ یہ جو میں نے ان کی خوبی عرض کی تھی۔

اس دن کے تتمہ کے لئے آگے چلتے ہیں۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ ان کا دل کتنا دردمند تھا اور درد محسوس کرنے والا تھا کہ ڈاکٹر جب پوچھ رہے تھے کہ پیر ہلا سکتے ہو؟۔ پھر وہ کہتے کہ پرانی یادیں بتاؤ، تازہ معلومات بتاؤ، اسی میں ذکر کیا تھا تازہ یادوں میں کہ سوریا (شام) کا کیا حال ہے؟

ان کو جس طرح درد اپنوں کا تھا، مسلمانوں کا تھا، اپنے بچوں کا تھا، خود اپنی ذات کا، وہی غیر مسلموں کے متعلق وہ سوچا کرتے تھے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں مدینہ طیبہ میں ہم حاضر ہیں۔ حضرت اپنے کمرہ میں مشغول تھے، میں خدام والے کمرہ میں تھا۔ اتنے میں بھائی اعجاز جو بہار کے رہنے والے تھے، حضرت مولانا اشتیاق صاحب اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے ساتھیوں میں سے تھے، وہ آئے کہ حضرت یاد فرمارہے ہیں۔ میں حاضر ہوا، دیکھا کہ حضرت شیخ زار و قطار رو رہے تھے۔

فرمانے لگے کہ ابھی اس نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ جو غیر مسلم بغیر ایمان کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوں گے کہ جن کو دعوت کسی کی طرف سے ایمان کی، اسلام کی نہیں پہنچی تو اس کا ہم سے سوال ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ میرے پیارے اس پر کام ہونا چاہئے۔ اور اسلام کی خوبیاں غیر مسلموں تک پہنچانی چاہئیں، عمل کے ذریعہ بھی، تحریر کے ذریعہ بھی، تقریر کے ذریعہ بھی۔

اس وقت حضرت سے عرض کیا تھا کہ ہمارے یہاں حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے جید علماء میں سے ہیں، دارالعلوم میں دورہ کی کتابیں پڑھاتے ہیں، وہ اس موضوع پر بہت اچھا کام کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ جب یہاں تشریف لائے تو

حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اس وقت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب سے جس کام کے لئے عرض کیا تھا، شہادت کے بعد ان کے گھر میں سے جو کتابیں نکلیں اس میں ایک پوری کاپی نکلی جس پر یہی عنوان تھا 'محاسن اسلام'۔ کئی ایک صفحات وہ لکھ چکے تھے۔

## حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح حضرت شیخ قدس سرہ رو پڑے اعجاز بھائی کے اس سوال پر کہ غیر مسلموں میں تبلیغ کے متعلق ہم سے پوچھا جائیگا، اسی طرح ڈاکٹر اب تک پوچھ رہے تھے کہ یہ بیمار ہیں ان کے دل کا کیا حال؟ دماغ کا کیا حال؟ مگر مولانا گورا صاحب اب اپنا درد بتا رہے ہیں۔ کہ جب اچھی طرح بات چیت ہوئی، ڈاکٹر خوش ہو رہے ہیں کہ ان کا دل بھی حاضر، دماغ بھی حاضر، جواب بھی ہر چیز کا اچھی طرح دے رہے ہیں، اس لئے اب انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ یہ ٹیم آپ کے آپریشن میں شریک تھی اور یہ فلاں ڈاکٹر صاحب ہیں، یہ فلاں ہیں۔

مولانا گورا صاحب نے پوچھا کہ یہ مسلم ہیں؟ مولانا ریاض صاحب نے نفی میں جواب دیا۔ تو اس طرح تعجب کے انداز میں ہاتھ پلٹا۔ بول نہیں سکتے تھے۔ سوچا ہوگا کہ ڈاکٹر اوہ! اتنا بڑا انسان؟ ان کو تکلیف محسوس ہوئی۔ انہوں نے تعجب سے ہاتھ کی ہتھیلی الٹ کر، آسمان کی طرف ہلائی، تعجب کا اظہار کیا کہ تعجب ہوتا ہے کہ اتنا بڑا آدمی اور انہیں اسلام کی دولت نہیں ملی۔ پھر اس کے بعد باقاعدہ دعوت دی اور انگلش میں دی۔

سانس دو کلمے میں دو چار جگہ رکا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ Islam is good religion۔ پھر اسی طرح دوسرے ڈاکٹر کے متعلق پوچھا کہ یہ؟ کہا گیا کہ یہ بھی مسلمان نہیں۔ پھر اسی طرح ہاتھ پلٹا، پھر اسی طرح رو کر ہاتھ ہلا کر کہنے لگے کہ Islam is best religion۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی طرح سے ہمیں بھی درد محسوس کرنے کی توفیق دے، ان کو درد اس لئے محسوس ہوا کہ یہ سب کتنی محبت سے، پیار سے مجھے یہ hug کر کے بستر پر سے اٹھاتے ہیں، بٹھاتے ہیں اور آپریشن میں لے جاتے ہیں اور میرے متعلق یہ فکرمند ہیں کہ کسی طرح ان کی تکلیف دور ہو اور ان کی ہم help کرسکیں۔ اس لئے اس احسان کا وہ ان کو صلہ دینا چاہتے تھے۔

یہ درد جس طرح میں نے بتایا کہ ہر ایک کے متعلق رکھتے تھے، دل دماغ میں یہی چیز بسی ہوئی تھی۔ اتنا بڑا آپریشن ہوا ہے اور رگیں سب پھٹ چکی ہیں اور آپریشن کر کے انہوں نے علاج کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ملی۔

ہوش میں آنے کے ساتھ مولانا ریاض صاحب کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے چار بھائی پہنچے۔ ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی دیکھ کر پڑھنا شروع کیا 'ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت'۔ دماغ کتنا زبردست حاضر ہے، آیت کہاں سے پڑھی، اور کونسی آیت پڑھی۔ موقع محل کے مناسب آیت پڑھی۔

حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا بھی وفات کا وقت ہے، بیٹے حاضر ہیں۔ یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام ان کا امتحان لیتے ہیں، پوچھتے ہیں کہ میں تو مر جاؤں گا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود کی، ابراہیم واسحاق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے اور ہم مسلمان ہی رہیں گے۔ یہ آیت پوری پڑھی، ایک ایک کلمہ مشکل سے ادا کر کے پڑھی۔ فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔ کہ جس طرح یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے متعلق کہا تھا تو میری بھی یہی وصیت اور دعا ہے، یعقوب علیہ السلام نے جو بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی یہی میری بھی وصیت ہے کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ 'فلا تموتن الا وانتم مسلمون'۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں، ہماری نسلوں کو، قیامت تک کی نسلوں کو اسلام پر قائم رکھے، ایمان

پر قائم رکھے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسے ڈاکٹروں کو حضرت مولانا گورا صاحب دعوت دے رہے تھے اسی طرح اپنے پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں، بچوں کو جب دیکھا تو ارشاد فرمایا، کہ نماز، نماز کہ نماز کی اچھی طرح پابندی ہونی چاہیئے اور خود بھی اخیر تک اس کا انھوں نے اہتمام فرمایا جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ گھر سے مسجد تک مشکل سے لاٹھی کے سہارے تشریف لے جاتے تھے۔

لاٹھی دیکھ کر میں نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ حضرت پیر غلام حبیب صاحب کی طرح سے ذرا لمبے والا عصا آپ لیا کریں تو فرمایا کہ اس سے ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے کہ اس میں ہاتھ اوپر رہنے کی وجہ سے یہ مسلز (muscles یعنی پٹھے) دکھ جاتے ہیں۔ بڑی عمر کے حضرات چھوٹی والی چھڑی لیتے تھے تو فرمایا کہ اس میں سہولت رہتی ہے۔ وہ چھڑی لے کر مسجد تک جاتے اور جاتے ہوئے آتے ہوئے کم از کم تین جگہ انہیں بیٹھنا پڑتا تھا۔ پھر بھی جانا ضروری سمجھتے۔

دوسری چیز بچوں کے بارے میں فرمایا کہ ان سب کو حافظ بناؤ، ہر ایک کو حافظ بناؤ۔ حفظ کو خوب عام کرو۔ اور عملی طور پر اپنی اولاد کے بارے میں جو وہ کر سکتے تھے انہوں نے یہی اہتمام فرمایا۔ بیٹوں کو، بیٹیوں کو سب کو عالم باعمل بنایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت تک ان کی

نسلوں میں علم، قرآن، سنت کو جاری رکھے۔ حضرت مولانا کے فیض کو قیامت تک کیلئے جاری رکھے۔

یہ دنیا فانی ہے دوستو! جس طرح میں نے اس کہانی کی ابتدا کی تھی، بتایا تھا کہ کمرہ میں ہم ساتھ ساتھ رہتے تھے، میرے دائیں طرف ان کا بستر تھا اور میرے الٹے ہاتھ پر ایک دوسرے ساتھی، ہمارے گاؤں کے مولانا عبدالرحیم گلاب ملک رحمۃ اللہ علیہ، ہوتے تھے۔ یہ دائیں طرف اور وہ بائیں طرف۔ اور اس زمانہ میں، اس وقت کا بورڈنگ حضرت مولانا داؤد صاحب کو یاد ہے حضرت مولانا ہاشم صاحب کو یاد ہے کہ نیچے کی منزل میں بالکل وسط میں ہمارا کمرہ ہوتا تھا اور سامنے پینے کیلئے مٹکوں میں پانی رہتا تھا۔

مزاح میں کسی کو جب پتہ لکھتے تو کبھی لکھتے کہ پرب کے سامنے، کبھی لکھتے سبیل کے سامنے۔ اسی عنوان کے کارڈ میرے پاس اب تک بھی ہیں۔ کوئی لکھتا کہ پانی کی ٹنکی کے سامنے۔ بالکل وسط میں ہمارا کمرہ تھا اور ہمارے کمرہ کے اوپر حضرت مولانا سلیمان ماکروڈ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ تھی۔ اساتذہ کرام ان کے کمرہ میں آتے جاتے تھے۔ رات دیر تک ان کی مجلس ہوتی تھی۔ ہمارے کمرہ کے الٹے ہاتھ والے کمرہ میں، دال چاول اور آٹا وغیرہ کی بوریاں رکھی جاتی تھیں اور اس کے بعد والے کمرہ میں حضرت مولانا ہاشم صاحب اور ان کے ساتھی رہا کرتے تھے۔

میری دائیں طرف والے مولانا گورا صاحب بھی چلے گئے اور بائیں طرف مولانا عبد الرحیم ملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی تشریف لے گئے۔ اور یہ سال بڑا عجیب ہے میرے لئے کہ اسی ایک سال میں سارے، ایک کے بعد ایک جاتے رہے۔ جیسا میں نے بارہا اس کی ترتیب بتائی کہ سب سے پہلے تو ہمارے خالہ زاد بھائی الحاج سلیمان لمباڈا صاحب کا وصال ہے۔ وہ بھی ساری عمر سے پنج وقتہ نمازوں کے، نوافل، سنن، تہجد، اوابین، اذکار، تلاوت قرآن کے بہت پابند رہے۔

وہ اس طرح گئے کہ تسبیح پڑھ رہے ہیں، جمعہ کا دن ہے سب کو پتہ ہے کہ یہ درود شریف میں مشغول ہیں کوئی بات نہیں کرے گا۔ بچوں کو ادھر جانے سے روکے رکھتے تھے، باہر بھیج دیتے تھے تاکہ وہ اپنی تسبیح میں مشغول رہیں۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ وہ درود شریف پڑھ رہے ہیں، تھوڑی دیر میں دیکھا کہ گردن جھک گئی اور یہ جا وہ جا۔ پہلے وہ تشریف لے گئے۔ ان کے بالکل ڈھائی ماہ کے بعد ہمارے بھائی جان قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔

ان کا قصہ بار بار آپ نے سنا کہ کس شان سے تشریف لے گئے۔ ان کے بالکل ڈھائی ماہ بعد دوسرے خالہ زاد بھائی کا وصال ہے، ایک دن بھی آگے پیچھے نہیں، عجیب ٹائم ٹیبل، تقدیر کا ٹائم ٹیبل بھی دیکھئے کتنا عجیب، تینوں بھائیوں میں ڈھائی ڈھائی ماہ کا فصل ہے۔ حافظ غلام احمد ترکی، ہمارے خالہ زاد بھائی بھی اسی کمرہ میں ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ ہمارے پیروں کی طرف دیوار کے ساتھ ان کا بستر ہوتا تھا۔ بھاری بھرکم تھے اس لئے الگ ان کا دیوار کے ساتھ بستر تھا۔

حضرت مولانا گورا صاحب شروع سے بہت کم سخن، کم بولنے والے تھے، ہنسی مزاح نہیں، بیہودہ باتیں نہیں، کھیل کھود نہیں مگر یہ جو ہمارے مولانا عبدالرحیم ملک میرے الٹے ہاتھ پر تھے تو میں عمر میں ان سے کوئی آٹھ نو برس چھوٹا ہوں گا مگر ان سے بہت بے تکلفی رہتی تھی، وہ مولانا ابراہیم نوساروی، اور مولانا گل مصطفیٰ کی جماعت میں تھے، مولانا عبد الرحیم ملک صاحب کے ساتھ اتنی بے تکلفی تھی کہ جب ہم سوتے تو وہ کہیں سے پنکھا لے آتے، تھوڑی دیر دونوں کے بیچ میں وہ ہلاتے اس طرح کہ مجھے بھی ہوا لگے انہیں بھی ہوا لگے۔ اس کے بعد کہتے کہ میں تو تھک گیا۔ میں کہتا کہ لاؤ مجھے دے دو۔

دو سال تک تو میں نے گاؤں میں تراویح پڑھائی تھی۔ اب تیسرا سال آیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم تراویح نوساری میں جھالا واڑ مسجد میں پڑھائیں گے۔ جھالا، یہ پارسیوں کی پہچان ہے، انہی کی طرف منسوب وہ محلّہ جھالا اواڑ تھا، وہاں کی مسجد میں میں نے ان کے

ساتھ تراویح بھی پڑھائی تھی۔ اور مولانا عبدالرحیم صاحب طالب علمی کے زمانہ سے نقشبندی سلسلہ میں بیعت تھے۔

## حضرت مولانا منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب جے پوری جن کا راجستھان میں بڑا عظیم الشان دار العلوم ہے، ان کے پیر بھائی حضرت مولانا منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان سے بیعت تھے۔ جن کا میں نے کبھی قصہ سنایا ہوگا کہ ان کی مسجد میں ان کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھنے کیلئے ہم راندیر سے جمعرات کی شام کو خاص طور سے جایا کرتے تھے۔ گاندھی باغ کے ساتھ تاپی ندی کے کنارہ پر بوٹا والا مسجد تھی، ہمیشہ وہ وہیں نماز پڑھا کرتے تھے۔

ان کا ایک قصہ کہیں میں نے بیان میں بھی ذکر کیا تھا کہ وہ بڑے زبردست قوی النسبت بزرگ بھی تھے، ساتھ ہی عملیات کے بھی بہت بڑے ماہر تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عمل شروع کیا دست غیب کا۔ دست غیب کے اس عمل میں، وہ فرماتے ہیں کہ کچھ پڑھنا ہوتا تھا اور کچھ لکھ کر سمندر کے حوالے کرنا ہوتا تھا تو میں اِس مسجد سے دور جس طرف سمندر ہے وہاں سمندر کے کنارہ کے قریب پہنچ جاتا اور غروب تک وہاں بیٹھ کر لکھتا رہتا اور پڑھتا رہتا، چالیس دن کے چلہ کا وہ عمل تھا۔

کہتے ہیں کہ روز میں پڑھتا تھا، ایک گھنٹہ کا وہ عمل تھا، لیکن جب چالیسواں دن آیا تو عجیب قصہ ہوا، فرماتے ہیں کہ وہاں جاکر پڑھ رہا ہوں ابھی میں نے اپنا عمل آدھا نہیں پڑھا اتنے میں میں نے دیکھا کہ سورج بالکل ڈوبنے کے قریب ہے اور مغرب میں صرف چار پانچ منٹ کا وقت باقی ہے، جیسے ہی میں نے یہ منظر دیکھا اپنا وظیفہ چھوڑ کر میں بھاگا مسجد کی طرف اور یہاں پہونچ کر جب میں مغرب کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں تو سورج اسی طرح باقی ہے، کافی اونچا ہے ایک گھنٹہ اس کے ڈوبنے میں باقی ہے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجھے ایک قسم کی تنبیہ کی گئی ردشمس کے ذریعہ، کہ پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے نیچے کردیا پھراسے دوبارہ اپنی جگہ پراوپرکردیا، یہ بتانے کیلیئے کہ اس دنیا طلبی کے جھگڑوں میں تم کاہے کو پڑتے ہو۔ وہ فرماتے تھے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن سے ہمارے مولانا عبدالرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ صاحب بیعت تھے۔

انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت اچھے حال میں اس دار فانی سے اُٹھایا۔ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، آج ہی میں نے ان کا واقعہ معلوم کرنے کیلیئے نانی نرولی فون کیا، مولانا عبدالرحیم لمباڈا ہمارے بھتیجے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ انکے گھر جاکر معلوم کروکہ ان کی وفات کا قصہ کسی سے معلوم ہوجائے۔ انہوں نے فون پر بتایا کہ مرحوم کی والدہ سے ملاقات ہوئی، ان کے دو بھائیوں سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ پانچ ماہ پہلے ان کا انتقال ہوا۔ جمعہ کا دن تھا اور بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ صبح اٹھے وہاں تک مرض وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ تھوڑی سی طبیعت میں کچھ کمزوری سی محسوس ہوئی۔ جمعہ کی صبح کو پورے آٹھ بجے کہنے لگے کہ مجھے لٹادو اور میرے ہاتھ پیر سیدھے کردو۔ خود ہی پڑھا **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله**۔ اوراس جہان سے رخصت ہوگئے۔ **انا لله وانا اليه راجعون**۔

انہیں قرآن بہت یاد تھا اوراپنے پیرومرشد کی طرح سے انہیں بھی عملیات کا شوق تھا اس لئے جب یہ طالب علم تھے، ابھی انتہائی درجات میں نہیں تھے متوسط درجات میں تھے۔ اس وقت بھی ان کے پاس مریضوں کو لایا جاتا، مدرسہ میں مریض آتے۔ ہمارے نگران مولانا ماجو کی اجازت سے وہ عملیات کے ذریعہ علاج کیا کرتے تھے۔ اور جب ہم تراویح کیلیئے نوساری رہے تو حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس مریض آتے، بوہاری سے لوگ ان کے پاس علاج کیلیئے آتے تھے۔

دائیں طرف والے ہمارے ساتھی بھی گئے، بائیں طرف والے بھی گئے، پیروں میں تھے

ہمارے خالہ زاد بھائی حافظ غلام احمد، وہ بھی گئے۔ بھائی جان بھی ہمیں چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ پانچوں میں سے ایک رہ گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ گذشتہ زندگی پر ندامت کی توفیق دے، آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاف کیجئے، مختصر چھوٹی راتوں میں، آپ لوگوں کا روز میں وقت ضائع کرتا ہوں، ایک غلط رسم ہم نے شروع کردی۔ اب اس کو نباہنے کی خاطر چند منٹ ضائع ہوتے ہیں۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔

ہمارے ساتھیوں کا ذکر تھا کہ سب سے اوپر کی کلاس میں تو مولانا عبدالرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ صاحب تھے اور سب سے نیچے کی کلاس عربی اول میں، نحو میر میں میں تھا۔

ہمارے مہتمم صاحب حضرت مولانا سعید احمد راندیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین تھے، ان کا دماغ ہر وقت دینی مصالح میں، مدرسہ کے مصالح کے بارے میں چلتا رہتا تھا، فارسی اول میں میں نے داخلہ لیا تھا جب فارسی اول کا امتحان دیا اور اگلے سال فارسی دوم میں داخلہ لینا تھا لیکن مہتمم صاحب نے مجھے اور تین چار طلبہ اور تھے ان کو بلایا اور فرمایا کہ آپ سب کو فارسی دوم کی بجائے عربی اول میں داخلہ لینا ہے ایک سال بیچ میں چھوڑ کر اوپر کر دیا۔

اس طرح بہت کثرت سے ان کے یہاں ایسا ہوتا تھا، ری یونین میں حضرت مولانا سعید انگار صاحب ہیں تو وہ ہمارے بھائی جان کی کلاس میں تھے مگر وہ حج سے آئے یا حج سے پہلے، مہتمم صاحب نے ان کو بیچ میں ایک کلاس چھوڑ کر اوپر کی کلاس میں کر دیا، مولانا عبدالرحیم

ملک رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی جماعت میں کر دیا۔ اسی طرح ہم چار پانچ طلبہ کو بلایا اور فرمایا کہ تمہیں عربی اول کی کتابیں پڑھنی ہیں۔

مجھے خوشی ہوئی کہ ایک سال کم ہوگیا اور شاید امتحان کے نتائج انہوں نے دیکھے ہوں گے تو اس کے اعتبار سے انہوں نے مجھے بھی منتخب کیا یا یہ کہ میرے جو ساتھی تھے تین چار ان کی مدد ہوجائے اور مصلحت جو ظاہر ہورہی تھی وہ یہ کہ میں تو بہت چھوٹا تھا عمر کے حساب سے اپنی کلاس میں مگر جن طلبہ کو، تین چار کو، میرے ساتھ منتخب کیا تھا وہ سب بڑی عمر کے تھے۔ مولوی حسین مال، مولانا قاسم پٹیل اور ایک دو کوئی اور تھے۔ یہ سب مجھ سے چار پانچ سال بڑے تھے۔ تاہم ان کو میں تکرار کراسکوں، اس لئے انہوں نے ہماری ایک سپیشل کلاس بنائی اور فرمایا کہ میں خود تمہیں پڑھاؤں گا۔ صحن میں ہمارا سبق ہوتا تھا، آفس کے سامنے بٹھا کر ہمیں کبھی خود اور کبھی حضرت ناظم صاحب مولانا اسماعیل موٹا صاحب پڑھاتے تھے۔

اب فارسی دوم جب حذف ہوگیا فارسی دوم میں ایک کتاب تھی بہشتی زیور اس کے حذف ہوجانے کی مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ آپ سوچیں گے کہ ایسی مبارک کتاب، جو ساری دنیا میں دلہنوں کو جہیز میں دی جاتی ہے اس کے حذف پر خوشی ہوئی۔ جامعہ میں دو کتابیں طلبہ کو بہت مشکل معلوم ہوتی تھی ایک کافیہ جو حضرت مولانا غلام رسول بورسری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تھی، اور ایک بہشتی زیور جو حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوتی تھی۔

مجھ سے، ایک سال اوپر حضرت مولانا گورا صاحب تھے، اور ان کے اوپر حضرت مولانا ہاشم صاحب اور حضرت مولانا اسمٰعیل بدات صاحب ایک کلاس میں تھے اور ان سے اوپر ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے اوپر مولانا عبدالرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ تھے اور مولانا سعید انگار صاحب دامت برکاتہم پہلے ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں تھے پھر مولانا عبدالرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی بنے، اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا سعید

صاحب کی زندگی میں صحت میں برکت دے۔

حضرت مولانا عبد الرحیم ملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے استاذ مولانا سرکار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحفیظ کے اولین تلامذہ میں سے تھے جو تحفیظ کا سلسلہ استاذ مرحوم نے شروع فرمایا تھا اس کے اولین فارغ ہونے والے حفاظ میں تھے۔ بہت جید حافظ تھے اور بہت یاد تھا اور حفاظ میں سے ان کو پہلے جامعہ حسینیہ بھیجا گیا تھا۔

اگر چہ گاؤں سے تو ہمارے دو بھائی جامعہ حسینیہ پہلے جا چکے تھے، ہمارے نانا جان نے اپنے نواسوں کو ساؤتھ افریقہ سے نرولی اپنے یہاں بلایا۔ ایک کی عمر آٹھ برس تھی دوسرے کی گیارہ برس ہوگی۔ اور یہاں نرولی میں زیادہ انتظام نہیں تھا، اس لئے ترکیسر میں مکان کرایہ پر لیا، وہاں قاری نورگت صاحب اور دیگر اساتذہ کے پاس وہ پڑھتے رہے مدرسہ فلاح دارین میں وہاں پڑھتے رہے اور اس کے بعد آگے پھر انہیں دو بھائیوں کو جامعہ حسینیہ بھیجا تھا۔

چھوٹے بھائی مولانا حسن بھورات صاحب، یہ مولانا داؤد صاحب دام مجدہم کی کلاس میں ہوں گے اور بڑے بھائی مولانا محمد بھورات صاحب، حضرت مولانا عبد الحق صاحب برمنگھم والوں کی کلاس میں تھے۔ مولانا محمد شاید مشکوٰۃ کی کلاس میں ہوں گے کہ اس سال ان کے چچا ہندوستان آئے، پھر یہاں سے وہ ان کو اپنے ساتھ حج کے لئے لے گئے۔

مدینہ طیبہ میں انہوں نے دیکھا کہ او ہو بڑا اچھا موقعہ ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ بھی سفر حج پر ہیں، حضرت کا وہاں مدینہ طیبہ میں جوانی میں قیام برسہا برس رہا ہے حضرت نے ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر درس حدیث دیا ہے۔

اس سفر میں بھی موسم حج میں بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو جاتا تھا مسجد نبوی میں حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوتی تھی، اس مجلس میں روز مولانا محمد پابندی سے جایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ نے ان کو اپنے پاس بلایا۔ پوچھا کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ پھر فرمایا کہ آئندہ کل اپنے چچا وغیرہ کو لے کر آنا، جب وہ اگلے دن پہنچے تو حضرت شیخ

الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بچہ میرے ساتھ کردو۔ میرے ساتھ یہ دیوبند جائے گا، وہاں پڑھے گا۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ اپنے ساتھ ان کو لے گئے تھے، اس طرح بقیہ تعلیم وہاں دیوبند میں پوری ہوئی۔ جس سال حضرت کا وصال ہوا اس سال بھی وہ دیوبند ہی میں تھے۔

## مولانا محمد حسن صاحب

ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد حسن صاحب جن کے متعلق میں نے عرض کیا کہ شاید وہ مولانا داؤد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں تھے وہ جب جامعہ حسینیہ سے فارغ ہوئے تو یہ بھی پہلے رائے پور پہنچے۔ حضرت رائپوری قدس سرہ کی خدمت میں چلہ گذارا۔ حضرت کی طرف سے اجازت بیعت اور خلافت ملی۔ اِس وقت شاید ہندوستان پاکستان چھوڑ کر کے پوری دنیا میں واحد یہی حضرت کے ایک خلیفہ ہوں گے ہندوستان پاکستان سے باہر جن کو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت دی ہے۔

مولانا مسعود عزیزی ایڈیٹر نقوش حیات، جنہوں نے ہمارے بھائی جان پر ایک کتاب حیات حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لکھی ہے، وہ گذشتہ سال ساؤتھ افریقہ کے سفر پر تھے تو میں نے ان کو مولانا حسن صاحب کے نمبر وغیرہ دیئے تھے کہ ان سے رابطہ کریں اور سارے احوال، حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کس طرح تعلق ہوا؟ کس طرح خلافت ملی؟ ان سے خود براہ راست معلوم کریں مگر انکا وہاں ان سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ اب پھر وہ افریقہ کے سفر پر ہیں اگر ان کی ملاقات ہوگئی تو شاید تفاصیل بھی آسکتی ہیں۔

یہ دونوں بھائی نرولی سے جامعہ حسینیہ پہلے گئے تھے مولانا محمد بھورات اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن۔ حضرت مولانا محمد بھورات صاحب کی فراغت تو دیوبند سے ہوئی اور مولانا محمد حسن صاحب بھورات یہ نرولی سے جانے والے طلبہ میں جامعہ حسینیہ سے فارغ ہونے

والے فضلاء میں سب سے پہلے ہیں۔ ان کے بعد یہ مولانا عبدالرحیم ملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے نمبر پر تھے۔

## حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح میں نے کل عرض کیا تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب نقشبندی سلسلہ کے بزرگ منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔ ہمارے گاؤں میں جھگڑا فساد وغیرہ ہوتا رہتا تھا، ایک مرتبہ اس سلسلے میں انہوں نے دعوت دی حضرت منشی بیت اللہ صاحب کو۔ اور عرض کیا کہ آپ دعا بھی فرمائیں علاج بھی فرمائیں کہ یہاں کے باشندے آپس میں الفت ومحبت ومودت کی زندگی بسر کریں۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ ماٹلی والا دارالعلوم کے جلسہ میں فرمایا کہ ُماء زمزم لما شرب لہ' اس کی خصوصیات بیان فرماتے ہوئے فرمانے لگے کہ پانی میں بھی اللہ نے بڑا اثر رکھا ہے جس طرح زمزم کی تاثیر بیان فرمائی پھر فرمایا کہ نرولی کے کنویں کے پانی میں لڑانے کی تاثیر ہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لائے اور ان سے دعا کروائی، گاؤں کی سب سے بہت بلند جگہ پر وہ تشریف لے گئے اور وہاں سے حصار کیا اور چوکی انہوں نے بنائی۔

اسی سفر میں انہوں نے حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ہمارے یہاں بہت مشہور تین بزرگوں کی قبریں ہیں۔ ایک کوٹھوا میں ہے، ایک نانی نرولی میں ہے اور تیسری مانگرول میں ہے اور تینوں قبریں کافی لمبی ہیں کہ جس طرح عام قبریں پانچ چھ فیٹ کی ہوتی ہیں، یہ تینوں ایسی نہیں بلکہ اس سے زیادہ لمبی ہیں۔

اتنی لمبی قبریں کیوں بنائی گئیں؟ لوگ اس کے متعلق مختلف رائے رکھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اجتماعی قبریں ہیں۔ ایک جگہ ایک خاندان کو اکٹھا دفن کیا گیا ہے یا کسی جگہ ایک ساتھ

آدمی مارے گئے، شہید ہوئے تو ان کو اکٹھا دفن کیا گیا ہوگا۔ کسی نے کہا کہ ایک ہی شخص کی قبر ہے مگر وہ جھنڈا لئے ہوئے ہوں گے جھنڈے سمیت ان کو دفن کیا گیا ہے۔ منشی صاحب کو وہاں قبروں پر لے گئے۔ کوٹھوا لے گئے، نانی نرولی اور شاید مانگرول بھی لے گئے ہوں گے۔

منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ متبع سنت، نقشبندی سلسلہ کے بہت قوی النسبت، بہت اونچے بزرگوں میں سے تھے مگر ان کے یہاں اخفاء وغیرہ کی کوئی لغت نہیں تھی، کہ آپ بھی کوئی چیز پوچھیں تو جھٹ سے فوراً جواب دیتے تھے اسی لئے اِنہوں نے جب یہ عرض کیا تو قبروں پر تشریف لے گئے اور جس طرح انہوں نے وہاں دیکھا تفصیل سے بیان کیا۔

انہوں نے فرمایا کہ کوٹھوا والے جو بزرگ ہیں ان سے میں نے درخواست کی کہ یہ میری آپ سے روحانی طور پر ملاقات اور گفتگو ہورہی ہے، مراقبہ میں، مکاشفہ میں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے بیداری میں بھی ملیں۔ ہماری والدہ صاحبہ کے وصال کے بعد اس وصال والے ہفتے میں میں نے دو دفعہ انہیں بیداری میں دیکھا۔ ہمارے بھائی جان کو بھی دو دفعہ دیکھا۔ وصال کے فوراً بعد کے جو ایام ہوتے ہیں وہ بڑے زبردست ہوتے ہیں جب اس دنیا سے وہ رخصت ہوتے ہیں۔ اس وقت کی نئی نئی اس دنیا سے ہجرت عالم بالا کی جانب ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ کمزور دماغ والوں کو شدت تعلق کی بنا پر ایسا وہم ہو جاتا ہوگا مگر ان کا قصہ ایسے وہم سے بالا ہے۔

ایک نکاح کے سلسلے میں پریسٹن جانا ہوا، اسماعیل بھائی آرکیٹیکٹ کے صاحبزادہ کا نکاح تھا وہاں اقبال قاضی سے ملاقات ہوئی تو پندرہ بیس افراد کا مجمع تھا۔ میں نے اسماعیل بھائی سے کہا یہ وہ اقبال قاضی ہیں جنہوں نے ہمارے شہداء کو نماز جنازہ کے بعد زندہ دیکھا تھا۔

حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق جیسے ہی قبر کے پاس رکھا گیا تو سارا مجمع تو نہیں دیکھ پایا مگر اقبال قاضی نے دیکھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد

جیسے ہی صندوق زمین پر رکھا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنا صندوق کھولا پھر ڈھکن دوبارہ رکھا۔ اور ڈھکن کے اوپر بیٹھ گئے، اور مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صندوق رکھا گیا تو انہوں نے بھی خود اپنا صندوق کھولا، ڈھکن رکھا، اس کے اوپر بیٹھ گئے اور آپ نے جو یہ لیفلیٹ شائع کیے ہیں جس میں ان کے حالات ہیں وہ دونوں حضرات کے ہاتھ میں ہیں اور ایک دوسرے کو مسکراتے ہوئے ہنستے ہوئے دکھا رہے ہیں کہ دیکھو یہ ہمارے متعلق کیا لکھتے ہیں۔

اسی طرح منشی بیت اللہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو بیداری میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ چلئے وقت ہوگیا دعا کر لیتے ہیں

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۱۳/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

## حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں میں سے حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ چل رہا تھا کہ وہ تاپی ندی کے کنارہ والی مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ آج ہمارے ڈاکٹر محمد عمر صاحب ان کے متعلق مجھ سے فون پر پوچھنے لگے، جیسے ایک دو سال قبل سورت کی مسجد کے ایک بزرگ، ان کا میں نے تذکرہ کیا تھا اور انہوں نے فون پر حالات پوچھے تھے کہ لال پتھروں والی مسجد تھی اور وہ اس میں رہا کرتے تھے اور ذکر کا ان کا حلقہ ہوا کرتا تھا اور بڑے مرتاض قسم کے بزرگوں میں سے تھے۔

ان کی عادت تھی کہ طویل عرصہ کیلئے، سورت سے دور دراز علاقہ کے جنگلوں میں جہاں درندے اور شیر وغیرہ ہوتے ہیں، ایسے جنگل میں چلے جاتے تھے، کئی کئی ماہ وہاں گذارہ کرتے تھے، طویل عرصہ وہاں رہتے۔ کیوں کہ جب وہاں جا کر مسجد میں ہم معلوم کرتے کہ حضرت ہیں؟ تو مصلی بتاتے کہ ابھی تو اتنے مہینوں سے وہ تشریف لے گئے ہیں۔

مجھے معلوم نہیں تھا مسجد کا اب اس وقت نام کیا ہے، ڈاکٹر عمر صاحب، چونکہ اس وقت

ہندوستان میں سورت میں صبح کا وقت ہے تو وہ حضرات سن رہے ہوتے ہیں، کہ یہ لائیو(live) نشر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب آج بھی مجھے پوچھ رہے تھے کہ یہ کونسی ؟ بوٹا والی مسجد؟ میں نے کہا جی ہاں بالکل یہی نام اس کا اُس وقت بھی تھا۔

بوٹا والا خاندان کی بنائی ہوئی، ان کے بنائے ہوئے مسافر خانے مسجدیں بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو جنہوں نے یہ کارہائے خیر انجام دیئے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، مراتب بلند فرمائے ان کے خاندان میں علم وسنت قیامت تک کیلئے باقی رہے اس کا انتظام فرمائے۔ یہ ایک دور تھا سورت کا، 50s کے اخیری سالوں میں اور 60s کے ابتدائی سالوں میں۔ کہ یہ بزرگ لال مسجد والے جن کا ابھی میں نے ذکر کیا، وہ اس وقت وہاں ہوا کرتے تھے۔

ادھر حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ چل رہا ہے وہ بوٹا والے مسجد میں ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح کے ایک اور بزرگ، حضرت مولانا نور احمد صاحب، جامعہ حسینیہ راندیر کے سابق شیخ الحدیث تھے۔ غالبًا انہی کے بعد حضرت مولانا احمد اللہ صاحب پالوی راندیری کا تقرر ہوا تھا۔ یہ تمام بزرگ ایسے ہیں کہ جن کی زیارت کیلئے ہم لوگ جب کبھی وقت ملتا تو سورت جایا کرتے تھے۔

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

بھائی جان کے وصال کے بعد جب میں چیپاٹا پہنچا تو میں نے کہا کہ وہ میرے صرف بھائی جان ہی نہیں تھے بلکہ سب کچھ تھے۔ باپ بھی تھے، ماں بھی تھے، بھائی بھی تھے، بڑے بھائی تو تھے ہی چھوٹے بھائی کے ناز نخرے وغیرہ سب کچھ وہ برداشت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ سب راستے دکھائے۔ میں نے دیکھا کہ وہ سورت جاتے ہیں، واپس آکر تذکرہ فرماتے تھے کہ ہم سورت گئے تھے، فلاں بزرگ سے ملے۔ تو میں نے بھی پھر جانا شروع کیا۔

میں نے کہا کہ میں تو ساری عمر ان کے پیچھے پیچھے ہر چیز میں چلتا رہا۔
انہوں نے تو ان بزرگ کو بہت قریب سے دیکھا۔ لال مسجد والے بزرگ ان سے کافی تعلق تھا بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اسی طرح مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تو کچھ عرصہ اسباق پڑھنے کیلئے جایا کرتے تھے۔ چند ماہ سورت میں ان کا قیام رہا تھا اس وقت خاص طور سے ان کے پاس جا کر پڑھا کرتے تھے اسی طرح مولانا رامپوری صاحب سے رام پورہ دار العلوم میں بھی چند کتابیں اس وقت پڑھی ہیں۔ مجھے خود یاد ہے کہ ہم لوگ ایک دفعہ حضرت مولانا نور احمد صاحب کی خدمت میں پہنچے تو سبح اسم یا والسماء والطارق کی تفسیر بیان فرمارہے تھے عربی لغات کی تشریح کے ساتھ۔ کہ اس کا مادہ یہ ہے۔ اس مادہ سے لیا جائے تو یہ معنیٰ ہوتے ہیں، فلاں مصدر سے لیا جائے تو یہ معنی ہوتے ہیں۔
منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بھائی جان کا تعلق تھا کیونکہ مولانا عبد الرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ وہ بھائی جان کے متعلق چاہتے تھے کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب جے پوری رحمۃ اللہ علیہ یا منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو جائیں۔ شاید ہمارے گل مصطفیٰ وہ بھی ایسا ہی کچھ چاہتے تھے وہ بھی ان سے بیعت تھے نقشبندی سلسلہ میں۔ غرض منشی بیت اللہ صاحب، لال مسجد والے بزرگ وہ بزرگی کی لائن کے سلسلہ کی خدمت انجام دے رہے تھے اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ذوق تھا۔ ساری زندگی اسی میں گذری۔

سورت کے بزرگوں میں سب سے زیادہ جن سے ہمارے بھائی جان نے پڑھا ہو وہ حضرت مولانا داہودی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ گجرات اور راجستھان کی سرحد پر واقع ہے دوحد، کہ دوحدیں آپس میں ملتی ہیں اس لئے اس کا دوحد سے نام بگڑ کر داھود ہو گیا۔ وہاں کے یہ بزرگ تھے جو دار العلوم رامپورہ میں ہوا کرتے تھے ان کے پاس تو کافی عرصہ بھائی جان نے پڑھا۔ اور اس کے بعد بڑے اہتمام سے استاذ ہونے کے ناطے ان کی خدمت میں حاضری

دیا کرتے تھے۔

ایک اور بزرگ تھے انہیں ایام میں سورت میں وہ فن تجوید کے امام تھے اور زبردست جفاکش انسان تھے، کہ اتنا مجاہدہ ہم نہیں کر سکتے، اسی ۸۰/ پچاسی ۸۵/ برس کی عمر میں ہم نے ان کو دیکھا۔ کہ بہت بڑا ایک گٹھڑ اور پیچھے لٹکایا ہوا ہے اور اٹھا کر چل رہے ہیں۔ لمبا سا قد تھا، بہت دبلے پتلے حضرت قاری موصلی۔ موصل سے چلے تھے عراق سے چلے تھے۔ ساری زندگی اس طرح ان کی ہجرت ہی میں گذری۔ کہیں مستقل ان کا قیام نہیں ہوسکا۔ کچھ عرصہ جامعہ حسینیہ راندیر والوں نے بھی کوشش کی اپنے یہاں رکھا۔ قاری یعقوب صاحب ان کے خصوصی شاگردوں میں ہیں۔

ہمارے بھائی جان نے جامعہ حسینیہ میں داخلہ لیا اس وقت بھی قاری موصلی صاحب تجوید کے استاذ تھے۔ مولانا داؤد صاحب نے بھی ان کے پاس پڑھا ہوگا۔ وہ مولانا داؤد صاحب کے بھی استاذ ہیں۔ وہ فن تجوید کے امام کہے جاسکتے ہیں۔ اگر پچاس جگہ ان کا سفر ہوگا، پچاس مسجدوں میں وہ نماز پڑھیں گے تو پانچ مسجدیں مشکل سے ہوں گی جن کو وہ پاس کر سکتے ہوں۔ ورنہ وہ اپنی نمازیں دہراتے رہتے تھے اور جب ان کو غصہ آتا کہ امام نے قرآن کریم کی قرأت میں یہ غلطی کی ہے تو اس کو وہ نوٹ کرتے رہتے پھر کچھ عرصے کے بعد اپنے ہاتھ سے لکھ کر کسی کو دیتے وہ اس کی کاربَن کاپی کر کے تمام مسجدوں میں پھر اسے بھیج دیا جاتا۔

## حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میری حاضری ہوئی، حجام کی دکان کے اوپر اس وقت وہ رہا کرتے تھے۔ ہوٹل کے اوپر والی عمارت سے پہلے وہاں قیام تھا۔ مدرسہ کی اس عمارت میں تو بعد میں قیام ہوا جب مولانا ہاشم بخاری صاحب کا تقرر ہوا ہے۔ حجام کی دکان کے اوپر ایک ہی کمرہ تھا۔ عام راستہ پر سے لب سڑک دروازہ تھا

اس کے ساتھ زینہ تھا۔ اس سے اوپر جانا ہوتا تھا۔ اب میں نے چند سیڑھیاں چڑھ کر سلام کیا 'السلام علیکم' فرمایا کہ بسا نہیں مگر آ جا۔

میں جیسے ہی پہنچا تو حضرت مولانا شمس الدین صاحب نے رومال منہ پر رکھ لیا اور ہنسے جا رہے ہیں بے تحاشا ہنس رہے ہیں اور فرمایا کہ بندہ جب ان کتابوں سے اکتا جاتا ہے تو قاری موصلی کے ان رسائل کو لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ کسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں وہاں کی قرات ان کو پسند نہیں۔ یہاں کے امام کی یہ غلطی ہے کسی مسجد کے حوض کا پانی ایسا ہے، اس سے وضو جائز نہیں۔ بہت متقی انسان تھے اور زبردست صاحب علم تھے۔ اور متبع سنت تھے۔ ان کا لباس آپ دیکھیں گے نصف ساق تک لنگی اور کرتہ ہوتا تھا، ان کی پنڈلیاں صاف نظر آتی تھیں کیونکہ قد لمبا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان اکابر کی طرح ہمیں بھی قرآن کریم کا ادب عطا فرمائے، اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## حضرت حکیم فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سورت کے بزرگوں میں حضرت حکیم فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے درسیات کا علم بہت پختہ تھا، طبابت میں بہت ہی مہارت و تجربہ تھا۔ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار علاج کے لئے انکی خدمت میں بھیجا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گجرات کے سفر میں بطور خاص ان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے کیونکہ حکیم فخر الدین صاحب بھی لکھنؤ سے تھے تذکرہ منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چلا تھا کہ مولانا عبد الرحیم ملک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے درخواست کی کہ حضرت یہ تین چار قبریں ہیں، مشہور ہیں، کوٹھوا، نرولی، مانگرول اور ایک جیسی کافی لمبی قبریں ہیں، اس کا کیا راز، تو منشی بیت اللہ صاحب نے کوٹھوا میں مراقبہ کیا۔ بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ نام بتایا کہ میرا نام یہ ہے۔ پہلے تو میں بہت سی تازہ یادداشتیں اپنے اسباق میں بھی بیان کر دیتا تھا۔ طلبہ

نے شاید لکھی بھی ہوں۔ اس میں انہوں نے اپنا نام بتایا۔ کتنے برس پہلے وہ گذرے ہیں یہ بتایا۔ پھر منشی صاحب نے اپنی طرف سے بھی ان سے ایک درخواست کی۔ کتنی پیاری درخواست۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

ایک تو کسی کی زیارت ہوتی ہے خواب میں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اردو کی کتابوں میں اونچے اونچے علوم بیان فرمائے ہیں، ایک جگہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا جو باب ہے فضائل درود شریف میں، اس میں حضرت نے یہ بحث چھیڑی ہے اور اس میں حضرت نے اقوال نقل فرمائے ہیں کہ آیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جو خواب میں ہو وہ زیادہ باعث برکت ہے اور زیادہ افضل اور اونچی ہے یا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں ہو اس کی فضیلت زیادہ ہے؟۔

کل انشاء اللہ آگے بیان کریں گے۔ دعا فرمائیں۔

**اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد۔**

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت منشی بیت اللہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت منشی بیت اللہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارے کمرہ کے ساتھی مولانا عبد الرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ کوٹھوا لے جاتے ہیں، کہ یہ بزرگ ہیں، ان کی تاریخ ہمیں معلوم نہیں۔ چنانچہ وہ وہاں مراقب ہوتے ہیں۔ ہم بھی قبرستان جاتے ہیں وہاں مردوں کو دفن کرتے ہیں۔

ہمارا جانا اوران کا جانا مختلف ہوتا ہے۔کبھی جنازہ پر آپ جائیں تو غور سے آپ دیکھئے کہ کئی سو کی جنازہ کے شرکاء کی تعداد ان قبرستان والے کس قدر تکلیف محسوس فرمارہے ہوں گے کہ وہیں قبروں کے بیچ کھڑے ہوئے ہیں اور السلام علیکم اور ہا ہا ہنسی، کوئی چہرے پر غم، افسوس نہیں کہ یہاں اسی کونہ پر میری خالہ ہے، میری بہن ہے، میرا باپ دفن ہے۔ ان سب سے بے پروا ہوکر وہی باتیں جو بازاروں میں جس طرح ہوتی ہیں اسی طرح کی وہاں ہورہی ہیں۔ ان کو کیسے یقین آئے گا کہ یہ منشی بیت اللہ صاحب وہاں کیوں مراقب ہوئے اور جو وہ کہتے ہیں وہ سچا بھی ہے یا نہیں۔ جن کو یقین ہی نہیں۔ اپنوں کے بارے میں یقین نہیں۔ خود

جانا ہے، قبرستان گئے ہیں۔ آپ سب نے دیکھا ہوگا۔ قبرستان میں یہی حال ہوتا ہے۔ سو فیصد مجمع کا یہی حال، ہر ایک کو جس طرح کہ کہیں دس سال بعد ملے ہوں اور سو سال کے بعد دوبارہ ملیں گے تو وہاں مصافحہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور پھر مصافحہ کے بعد ساری باتیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قبر والے یہ کتنی تکلیف محسوس فرما رہے ہوں گے یہ قبرستان والے کہ انہیں کوئی احساس نہیں کہ ہم یہاں پڑے ہوئے ہیں۔

منشی بیت اللہ صاحب، جس کا دل حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے روشن کر دیئے جاتے ہیں وہ عالمِ برزخ ان پر منکشف کر دیا جاتا ہے تو وہ عقیدہ کی پختگی کی وجہ سے۔ کہ وہ جا کر بیٹھتے ہیں، یہی سوچ کر کہ میرا کیا حال ہوگا۔ قبر والے کا حال معلوم کرنے کے لئے نہیں کہ کس حال میں ہیں، اپنے حال پر روتے ہیں وہ۔ اسی میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ان کے لیے عالمِ برزخ کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

چنانچہ منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہوئی کوٹھا والے بزرگ سے۔ اور بتایا کہ ہمارا نام یہ ہے۔ جیسے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہنچے وہ فرمانے لگے کہ میں کیا، میرا کشف وکشوف کیا لیکن میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ تاریخ داں ہیں، تاریخ کی روشنی میں یہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ درست ہے یا نہیں؟ بتایا کہ حضرت داتا گنج بخش حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جہاں ان کا مزار ہے۔ اس سے بہت دور، جہاں بس اڈا ہے وہاں اس کے پاس مجھے ملے اور مصافحہ کر کے ملاقات کر کے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ میں سید علی ہجویری ہوں اور جو میرا مزار وہاں بتایا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، وہ مزار ہے کسی اور کا ہے۔ جو میرے ہی ہم نام ہیں۔ ان کا نام بھی علی ہے۔ مگر میرا مزار تو یہاں ہے، بس اڈا جہاں بنا ہوا ہے اس جگہ پر ہے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تاریخ کی روشنی میں کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بالکل صحیح

ہے۔ کیوں کہ ہزار تاویلیں کرنی پڑتی ہیں کہ وہاں ان کا مزار ہے اس لئے کہ لکھا ہے کہ کہ دریا کے کنارہ ان کا مزار تھا۔ اور دریا موجودہ مزار سے بہت دور ہے دریا یہاں سے نزدیک ہے۔

حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان کوٹھوا والے بزرگ نے اپنا تعارف کرایا۔ اب منشی صاحب نے اپنی طرف سے ایک اور درخواست کی۔ جس طرح کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ایک خواب کی ملاقات ہوتی ہے، وہ آپ سوئے ہوئے ہوتے ہیں، وہ زیادہ افضل یا اس طرح مکاشفہ میں، مراقبہ میں کسی سے ملاقات ہوجائے، بیداری کی حالت میں وہ زیادہ افضل ہے، حضرت شیخ قدس سرہ نے فضائل درود شریف میں اس کو ذکر کیا ہے۔

جب یہ ملاقات ہوئی تو حضرت منشی بیت اللہ صاحب نے سنت ابراہیمی ادا فرمائی کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام حق تعالیٰ شانہ سے عرض کرتے ہیں کہ رب ارنــی ۔حضرت منشی بیت اللہ صاحب نے بھی یہی ان بزرگ سے فرمایا کہ یہ میں آپ کو اس طرح دیکھ سکا یہ بھی آپ کا کرم اور آپ کی مہربانی لیکن اس سے آگے ایک کرم اور ہوجائے کہ جس طرح دنیاوی زندگی میں، بالکل عام انسانوں سے ملتا ہوں، اسی طرح آپ مجھ سے ملاقات فرما سکتے ہیں؟ وعدہ فرمالیا کوٹھوا والے بزرگ نے کہ 'ٹھیک ہے' اور جگہ بھی بتادی اور وقت بھی بتادیا۔

فرمایا کہ جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے اور کیم اسٹیشن پر ریل کا انتظار کررہے ہوں گے اس وقت میں آپ سے آکر ملوں گا۔ کوئی لمبا زمانہ پورا دن، ہفتے، مہینے نہیں بتائے کہ فلاں مہینہ، فلاں ہفتہ، فلاں دن میں ہوں گا۔ بلکہ ریل کا انتظار میں چند منٹ کے لئے اسٹیشن پر ہوتا ہے۔

اب منشی بیت اللہ صاحب کوٹھوا سے فارغ ہوئے، ابھی وہ راستہ ہی میں ہیں، وہاں سے آج کل کوئی پانچ سات منٹ ہوتے ہوں گے کیم اسٹیشن تک۔ وہاں تشریف لے گئے۔

وہاں کھڑے رہے، ٹرین آئی، اس میں سوار ہوگئے۔ جب ٹرین چلنے لگی سوچا انہوں نے

وعدہ فرمایا تھا وہ آئے کیوں نہیں؟ وعدہ تو فرمایا تھا انہوں نے کہ میں آؤں گا تو پھر پڑھنا شروع کیا، پڑھ رہے ہیں، **بسم اللہ الرحمن الرحیم. قل ھو اللہ احد. اللہ الصمد...** ایصال ثواب کر رہے ہیں کہ کیا غلطی ہوگئی، کوئی قصور ہوگیا؟ اب پھر مکاشفہ شروع ہوگیا۔

مکاشفہ میں دیکھ رہے ہیں کہ حضرت تشریف لائے انہوں نے شکوہ کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں وہاں اسٹیشن پر آپ سے ملوں گا؟ فرمایا کہ میں تو آیا تھا وہاں آپ سے ملا بھی تھا۔ پھر بتایا کہ مجھ سے پہلے فلاں ایک شخص تھے اس حلیہ کے وہ آپ سے ملے۔ پھر اس کے بعد ایک شخص کوئی سائل تھا فقیر تھا۔ اس نے آپ سے سوال کیا۔ اور اس کے پیچھے فلاں حلیہ میں میں تھا میں نے آپ سے مصافحہ کیا تھا۔ آپ نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ آپ کون؟

اب ہمیں تو یقین ہے کہ حضرت منشی بیت اللہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کے اتنے اونچے بزرگوں میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب جے پوری رحمۃ اللہ علیہ یہاں بارہا تشریف لائے، ان کے صاحبزادہ بھی ان کی جگہ ہر سال تشریف لاتے ہیں، منشی صاحب ان کے پیر بھائی ہیں۔ ہمیں تو یقین ہے کہ جو حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ بالکل سچ، وہاں کوٹھوا میں ملاقات ہوئی وہ بھی بالکل سچ۔ اور پھر جو بیداری میں کیم اسٹیشن پر ملاقات ہوئی وہ بھی سچ، پھر اس کے بعد شکوہ کے طور پر انہوں نے، وہ جو مکاشفہ میں ملاقات کی وہ بھی سچ ہے۔

لیکن جس طرح میں نے عرض کیا کہ جنازہ کے مجمع کو آپ دیکھتے ہیں قبرستان میں کہ سب باپ دادا چچا کتنے رشتہ دار اس قبرستان میں سوئے پڑے ہیں لیکن اس قبرستان میں انہیں فرصت ہی نہیں اپنی عیش سے اور اپنی مستی سے اور ہنسی سے اور مزاح سے اور دل لگی سے۔ اس مزاج کے لوگ جب اسے سنتے ہیں تو انہیں یقین نہیں آتا۔

ہم نے کہا کہ کوئی نہیں ہم آپ کو آگے لے چلتے ہیں۔ دیکھئے کہ یہ سب کچھ تو ہندوستان

میں ختم ہوگیا تھا، جس خاندان سے یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا، علم کا، حدیث کا، قرآن کا، سنت کا، تصوف کا، روحانیت کا، دہلوی خاندان۔ ان کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مصرعہ گنگنا رہا تھا۔ میں بار بار اس کو پڑھ رہا ہوں مگر اس کے بعد کا مصرعہ کیا ہے؟ آدھا شعر وہ یاد آ کر ہی نہیں دیتا۔

اتنے میں دیکھا کہ سامنے محلّہ میں سے جس طرح کہ سائل صدا لگاتے ہیں، اس طرح بچے کبھی زور زور سے اشعار پڑھتے ہوئے یا کچھ گنگناتے ہوئے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ کوئی متشرع قسم کے بزرگ وہ زور زور سے پڑھنے لگے کہ

'علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست'

وہ کہتے ہیں کہ سنکر مجھے تنبہ ہوا کہ یہی تو مصرعہ ہے جو مجھے یاد نہیں آ رہا تھا وہ میں نے ان سے سن لیا تو میں نے آواز دی کہ ارے بھائی! آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں اس مصرعہ کی تلاش میں کافی دیر سے متفکر ہوں اور پریشان ہوں۔ آپ کون ہو؟ فرمانے لگے کہ 'میں شیخ سعدی ہوں۔ السلام علیکم'۔ یہ صدیوں بعد ہوا۔

اس پر کوئی کہے گا کہ یہ تو تمہاری لائن کے ہیں، جس طرح منشی بیت اللہ اس طرح وہ دہلوی بزرگ۔ ایسی چیزوں کا جواب ہمارے مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے جواب بڑے تلخ اور زبردست ہوتے تھے۔ وہ چمچ والا کہ خمیرہ آپ کو پسند نہیں تو یہ دوسرا چمچ۔

ہم نے کہا کہ کوئی نہیں۔ آپ کو ذرا اوپر لئے چلتے ہیں جہاں اس قسم کا فقیری کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ سنئے۔

## علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

جو یہ احادیث کو جو پرکھا جاتا ہے، اس کی سند کو جانچا جاتا ہے کہ سند میں کون کون راوی اس میں کیسے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں صرف ایسے

راوی جنہیں متہم قرار دیا گیا، جنہیں جھوٹا قرار دیا گیا، جن پر کلام کیا گیا، صرف انہی کو انہوں نے ایک جلد میں جمع کیا ہے۔ اسی طرح ان کی اسی لائن کی بہت سی کتابیں ہیں۔ ان کی ایک بہت عظیم الشان کتاب ہے 'سیر اعلام النبلاء'۔ اس میں ہر جگہ ہر راوی پر کلام کرتے جاتے ہیں کہ اس میں یہ راوی فلاں اس کے متعلق یہ کلام کیا گیا ہے مگر وہ صحیح نہیں تو تصحیح اور توثیق کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

انہوں نے اس میں اسی کتاب 'سیر اعلام النبلاء' میں ایک محدث کے حالات لکھے ہیں۔ ان کے حالات لکھ کر اخیر میں لکھا کہ فلاں سن میں ان کی وفات ہوئی۔ مگر ان کی وفات کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ ان کی وفات کے بعد جب انہیں غسل دیا جانے لگا تو جنہوں نے غسل دیا ان سے سنئے۔

وہاں زکریا مسجد میں ہمیشہ مردوں کو نہلانے کے لئے ہمارے حاجی صاحب آڑیا کے ساتھ مل کر ہم مردوں کو غسل دیا کرتے تھے۔ وہ جو ساتھی غسل دے رہے تھے تو ذرا ان سے سہو ہو گیا کہ ذرا سی لنگی کھل گئی۔

قبل اس کے کہ یہ غسل دینے والے اپنے آپ اس لنگی کو ٹھیک کریں تو اتنے عظیم محدث، کتنی ان کی زندگی پاکیزہ رہی ہوگی، اپنا دامن کتنا انہوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح سے بچایا ہوگا، اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح سے انہوں نے کس طرح بچنے کی کوشش کی ہوگی، کتنا ایمان ان کا پختہ ہوگا کہ مرنے کے بعد بھی انہیں یہ گوارا نہیں ہوا کہ میرا استر کھلا کیوں؟

فرماتے ہیں کہ قبل اس کے کہ نہلانے والے اس کو ڈھکیں انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس کو ڈھک دیا۔ سب زور سے بول پڑے کہ سب نے دیکھا کہ اوہو! یہ تو ہاتھ گیا اور لنگی اس طرح انہوں نے اپنے اوپر ڈال لی۔ سب بول پڑے کہ 'احیٰوۃ بعد الموت؟' کہ آپ تو وفات پا چکے تھے؟ یہ بھی تو زندگی ہے۔ یہ بھی تو دوبارہ زندہ ہوگئے۔ ایک لمحہ کے لئے سہی، چند سیکنڈ

کے لئے سہی، انہوں نے سمجھا کہ کہ میں ننگا ہو گیا اور یہ میرے ستر کا یہ خیال نہیں رکھ رہے ہیں اس لیے انہوں نے خود کپڑا اپنے اوپر ڈال لیا۔

چلئے اور اوپر لے چلتے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے ایک مرتبہ میں نے شکایت کی چائے پیتے ہوئے چار بجے کہ حضرت میں تو مطمئن تھا کہ یہ لڑکوں کا دارالعلوم کا چلانا مشکل اور یہ بچیوں کا بہت آسان۔ مگر جو وہاں مدینۃ العلوم مدرسہ سے جو رپورٹیں آرہی ہیں، توڑ پھوڑ، دروازے، کھڑکی، گلاس، کھیل کود اندر۔ تو میں نے کہا کہ یہ تو الٹا ہے کہ موازنہ ہم کرتے ہیں ہمارے دارالعلوم کے مقابلہ میں تو وہاں اس کی شکایات زیادہ آرہی ہیں۔

حضرت نے کیا جملہ فرمایا کہ 'ارے ابھی آپ نے حوا کی ان بیٹیوں کو پہچانا کہاں؟' اسی طرح ہم ان سے کہتے ہیں ان سے یہ بے چارے خود جن کے اپنے دماغ خراب، جنہیں اپنی بدبو محسوس ہوتی ہے اسے وہ دوسروں پر ڈالتے ہیں کہ یہ ان کی بدبو ہے۔

منشی بیت اللہ صاحب میں جھوٹ کی بدبو، دہلوی خاندان میں جھوٹ کی بو ان کو معلوم ہوئی۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق وہ کیا کہیں گے، وہ تو صوفی نہیں بلکہ جگہ جگہ وہ نقد کرتے ہیں صوفیا پر ابن تیمیہ کی طرح سے۔ ان کے وہ معاصر ہیں۔ وہی رنگ ہے ان میں۔

## مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رحمۃ اللہ علیہ

ہم ان سے کہتے ہیں کہ تم نے ان محمدیوں کو پہچانا کہاں؟ مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر جارہے ہیں۔ قبرستان وہاں سے دور ہے۔ گھوڑے پر ہیں۔ خود انہوں نے لکھا علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کو گھوڑے بہت پسند تھے قسم ہا قسم کے گھوڑے وہ اپنے پاس ایک ہی وقت میں رکھا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ گھوڑے پر جمعہ

کی صبح کو جارہے ہیں۔ وہ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سارے قبرستان کے مردے اپنی قبروں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا کہ تم ایک کو زندہ نہیں مان رہے تھے یہ سارا قبرستان زندہ ہوکر بھرا پڑا ہے۔تو میں نے کہا نا کہ ان محمدیوں کو پہنچانا کہاں۔ سارا قبرستان زندہ ہوگیا، ہر ایک قبر والا اپنی قبر پر بیٹھا ہوا ہے۔

وہ آپس میں ایک دوسرے کو بتارہے ہیں کہ **ھذا مطرف یذھب لصلوۃ الجمعۃ** ۔ ان کو یہ بھی پتہ ہے کہ یہ مطرف ہیں، نام بھی معلوم ہے، کہاں جارہے ہیں وہ کام بھی معلوم ہے۔

چلئے اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کے طریقہ پر رکھے، انہی کے طریقہ پر ہمیں جینے کی توفیق عطا فرمائے، انہی کے دامن تلے، اللہ تعالیٰ ہمیں حشر میں ہماری سیآت سے بچائے رکھے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۱۵/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل اس پر ختم کیا تھا کہ بعضوں کو یہ اشکال ہے کہ یہ خوابوں کو اہمیت دیتے ہیں، اپنے بزرگوں کے مکاشفات کو مانتے ہیں اور میں تو آپ لوگوں کو اس سے بھی آگے لے گیا کہ حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مکاشفہ میں، وہ بزرگ ملتے ہیں تو وہ عرض کرتے ہیں کہ میں بیداری کی حالت میں جس طرح سب لوگوں سے ملتا ہوں اس طرح میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے وعدہ پورا کیا اور جس جگہ کا وعدہ تھا اسٹیشن کا، اس جگہ پر آکر وہ ملے۔

## حضرت منشی بیت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے عرض کیا تھا کہ منشی بیت اللہ صاحب کی یہ درخواست بھی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کو، ہر چیز کو دیکھتے تھے کہ یہ ستارے کہاں چلے گئے؟، کیوں ڈوب گئے؟، یہ تو معبود نہیں ہوسکتا۔ چاند کو ڈوبتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ معبود نہیں۔ سورج کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہر چیز میں اس کو ڈبونے والے، غروب کرنے والے خدا کی

قدرت کو دیکھ رہے تھے مگر انہوں نے بھی حق تعالیٰ شانہ سے درخواست کہ رب ارنی۔ کہ یہ تو میں آپ کو دیکھتا ہی ہوں مگر رب ارنی۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی رب ارنی۔ مگر ارنی کے بعد تھوڑا سا فرق ہو گیا۔ حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام عرض کرتے ہیں کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی؟ کہ اے خدا تو مردوں کو زندہ کیسے کرے گا؟ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب ارنی انظر الیک۔

یہاں ہمارے منشی بیت اللہ صاحب تو قبر پر کھڑے ہیں وہ سلفیوں کی طرح سے یہ نہیں کہتے کہ انک میت و انھم میتون۔ کیونکہ وہ حیات برزخ قبر کی زندگی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بار بار یہ آیت ہم سنتے رہتے تھے اقدام عالیہ میں اور مواجہہ شریف میں، مزید یوں بھی کہتے کہ ھؤلاء ماتوا؟ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔اسی لئے میں نے کہا تھا کہ اگر ان کا حیات برزخ پر ایمان ہوتا تو یہ کلمات کیسے زبان سے ادا ہو سکتے تھے۔

اور یہ منشی بیت اللہ صاحب تو قبرستان میں کھڑے ہوئے ہیں، قبر پر کھڑے ہوئے ہیں مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ سب مٹ مٹا گئے، ختم ہو گئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے، حدیث کہتی ہے کہ مومن ہے تو اس کی بھی برزخ کی زندگی ہے، کافر کی بھی برزخ کی زندگی ہے۔ دونوں زندہ ہیں۔ کیسی زندگی ہے اس کو ذرا دیکھ لوں۔ تمنا تھی تو اللہ نے پوری فرمادی کہ برزخ کی ان کی زندگی یہ ہے۔ جو منعم علیہم جن پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نعمتیں ہیں وہ بھی زندہ ہیں۔

شہداء کے متعلق تو قرآن صاف کہتا ہے کہ 'احیاء عند ربھم'۔ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، عام مومنین ہی نہیں بلکہ کفار کو بھی حیات برزخ حاصل ہے جب ہی تو وہ قبر میں عذاب بھگتتے ہیں۔

## حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بدر سے گذر رہے ہیں، ان کی سواری چل رہی ہے، اتنے میں کوئی چلاتا ہوا آیا پانی، پانی، پانی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر ترس آگیا کہ اس پیاسے کی مدد کردیں، پانی پلادیں۔ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مگر پیچھے سے کوئی دوڑتا ہوا آیا 'یاعبداللہ!' آنے والے کو اِن کا نام بھی معلوم یہ کون ہیں۔ کہ اے عبداللہ! ان کو پانی مت دینا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آنے والے کے ہاتھ میں کوڑا تھا تو جیسے ہی اس نے اس کو مارا تو آگ کے شعلے نکلتے ہوئے میں نے دیکھے۔ فرماتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں تب وہ آنے والا کہتا ہے کہ اے عبداللہ یہ ابوجہل ہے۔ اب دیکھ لیجئے ابوجہل بھی زندہ ہے۔ عام مومنین، کفار سب کو حیات برزخی حاصل ہے۔

گذشتہ سال انہی دنوں میں نانی نرولی میں ایک سبزی بیچنے والے کا انتقال ہوا تھا جس کا واقعہ میں نے آپ کو سنایا تھا آپ کو یاد ہوگا۔ کہ وہ جس کسی کے یہاں سبزی کھولتا تھا تو ان سے کہتا روتے ہوئے کہ ابھی میں فلاں جگہ سے گذرا جہاں کفار کے مردوں کو جلایا جاتا ہے تو میں نے اس طرح وہاں سسکیاں، رونے اور چلانے کی آوازیں سنیں اور ایسی خوفناک آوازیں میں بارہا سنتا رہتا ہوں۔ بہت سے حضرات کہتے ہیں کہ روتے ہوئے وہ داستان سناتا تھا۔ کتنا اس کا دل روشن ہوگا۔ کتنا دل پاکیزہ ہوگا اس کا، کیونکہ حلال پاکیزہ روزی ہے، سر پر ٹوکرا اُٹھا کر خود کماتا کھاتا ہے۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا دعویٰ ہے کہ جو چالیس دن وہ کھائے جو میں اسے کھلاؤں اور وہ پیئے جو میں اسے پلاؤں تو میرا دعویٰ ہے کہ اس کا دل

روشن ہو جائے گا۔

جس طرح منشی بیت اللہ صاحب قبر پر کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں تو ایسے بیسیوں کو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے زندہ دل روشن ضمیر بنادیا۔ ان کے دل روشن ہو گئے۔ حضرت فرماتے تھے کہ اس کا تعلق ہی غذا سے ہے۔ ورنہ ہر کوئی دیکھ سکتا۔ جیسے وہ نوجوان دیکھتا تھا سبزی بیچتے ہوئے کہ ان کفار پر کیا گذر رہی ہے ان کے قبرستان والوں پر، اور ابوجہل کی پٹائی کوڑے سے ہو رہی تھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں دیکھا۔ اسی لئے حضرت منشی بیت اللہ صاحب یہ درخواست کرتے ہیں یہ دیکھنے کیلئے کہ ان کی زندگی وہاں کیسی ہے، ان کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کتنی اجازت ملتی ہے کہ وہ ہم سے مل سکیں۔

## حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

میں نے عرض کیا کہ یہ بھی سنت ابراہیمی، کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام حق تعالیٰ شانہ کو دیکھ رہے تھے مگر پھر بھی اور آگے بڑھ کر دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام بھی دیکھ رہے تھے ہر جگہ حق تعالیٰ شانہ کو مگر اور آگے صفات کے مشاہدہ سے بڑھنا چاہتے تھے تو دونوں نے کہا 'رب ارنی' ۔مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے عرض کرتے ہیں 'رب أرنی کیف تحیی الموتی' ۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں 'رب ارنی انظر الیک' کہ میں تیری ذات عالی کو دیکھوں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے حق تعالیٰ شانہ کی ذات کیلئے عرض نہیں کیا بلکہ 'کیف تحیی الموتی' کہ تیری جتنی صفات ہیں ان سب پر میرا عقیدہ ہے، ایمان ہے کہ تو ہی خالق ہے، مالک ہے، پیدا کرنے والا، محیی ہے، ممیت ہے، انعام دینے والا، سزا دینے والا تو ہے مگر تیری ایک صفت، صفت احیاء، وہ صفت میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیسے تو ان مردوں

کو زندہ کرے گا؟

یہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں سب صفات ہی کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ کو دیکھ سکتے ہیں اسی لئے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں بتادیا امت محمدیہ کو کہ اسی راہ پر رہنا چاہیئے۔اسی کو تم دیکھ سکو گے۔اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے 'انظر الیک' تو وہاں جواب مل گیا 'لن ترانی' آپ ہرگز نہیں دیکھ سکتے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کی شان عالی ہے، مگر وہاں جنت میں پہنچنے کے بعد دیدار ہو سکے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے مقدر فرمائے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے جو درخواست کی وہ پوری ہوئی اگرچہ پہلے سوال تو ہوا 'اولم تومن؟' کہ آپ کو ایمان نہیں کہ یہ کارخانہ سارا ہم نے پیدا کیا؟ تو عرض کیا 'بلیٰ' کیوں نہیں ایمان تو ہے مگر میں اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت منشی بیت اللہ صاحب نے درخواست کی تو ان کی درخواست پوری ہوئی۔تو اس دن میں نے کہا تھا ان سلفیوں سے کہ محمدیوں کو تم نے اب تک سمجھا نہیں ہے۔سنت سنت سنت کی تسبیح سے ہمیں ڈرانا چاہتے ہو یہ مطرف بن عبداللہ ابن الشخیر کے ایمان کو دیکھو۔

اگر تمہارا عقیدہ بھی جیسا ان کا عقیدہ تھا منشی بیت اللہ صاحب کا ویسا پختہ عقیدہ ہو کہ الٰہی تو ہی زندگی دیتا ہے تو ہی موت دیتا ہے تو نے اس عالم میں جب تک چاہا اس کوٹھوا والے بزرگ کو رکھا اور اب وہ مٹی کے نیچے ہیں اور وہاں بھی تو نے ان کو زندگی دی ہے جس طرح کہ ہمیں ہمارے نبی نے بتایا تو وہ زندگی کیسی ہے وہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔چونکہ یقین تھا ان کا تو جہاں بیٹھ جاتے تھے تو وہ پردے کھل جاتے تھے یہ عقیدہ کی پختگی کی برکت تھی۔

## مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمۃ اللہ علیہ

جیسے مطرف بن عبداللہ بن شخیر گذر رہے ہیں تو سارے قبرستان والے زندہ بیٹھے ہوئے ہیں اور قبرستان کے مردوں کو ان کا نام بھی معلوم۔کہتے ہیں کہ 'ھذا عبد اللہ یذھب

**لصلوۃ الجمعہ**' ان کے دل تک پہنچ گئے کہ دل میں کیا ان کا ارادہ ہے، مطرف کے دل میں یہ بھی انہیں معلوم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر ایسا یقین عطا فرمائے۔

عقیدہ کی پختگی دوستو! اس قدر ہوگی جبھی آخرت کیلئے کچھ کر پائیں گے ورنہ یہ سارے حجابات موانع بنے رہیں گے، یہ جو کچھ ہمیں سامنے نظر آتا ہے سارے کے سارے حجاب ہیں۔ اس حجاب کی وجہ سے ہم نہیں سمجھ پاتے کہ اندر قبر والوں کے ساتھ کیا کیا ہو رہا ہے۔ اگر عقیدہ کی پختگی ہو تو پھر اس عمارت کے اوپر آسمان تک سب کچھ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ رحمت کے فرشتے اتر رہے ہیں، یہ غضب کے فرشتے اتر رہے ہیں یہ ارواح اوپر لے جائی جا رہی ہیں۔ یہ ارواح اوپر سے اتر رہی ہیں۔

اب کتنے بزرگوں کے بارے میں میں نے سنایا تھا کہ ابھی تو ارواح اوپر سے آنے والی ہیں نہ جانے کب آئیں گی مگر جس جگہ پر آنے والی ہیں وہ مقام دیکھ کر بتا دیتے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے ناراض ہوئے تو وہ آدمی جا رہا ہے تو اس کی پشت پیٹھ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ '**یخرج من ضئضئی هذاقوم**'، کہ اس شخص کی پشت سے ایسی ایک نسل نکلے گی کہ جو حقانیت کو اور دین اسلام کو اور حق کو نقصان پہنچائے گی۔ پوری قوم کو دیکھ لیا جو وہاں سے نکلنے والی تھی۔

## حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں فلاں بزرگ کی دعا کا نتیجہ ہوں، کتنے بزرگوں نے پیشین گوئی کی کہ تمہارے یہاں حق تعالیٰ شانہ اولاد دے گا۔ اس طرح کا ایمان حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

**وصلی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعین۔**

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

محمد یوں کی طرف سے وکالت میں ہم سلفیوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ سلاسل سب صحیح ہیں اور مشائخ طریقت اور اربابِ سلاسل روحانی طور پر حق تعالیٰ شانہ نے انہیں بہت اعلیٰ مقامات پر پہنچایا تھا۔ ان کی باتیں تمہاری سمجھ میں آئیں نہ آئیں ہر حال میں فائدہ اسی میں ہے کہ تم اسے تسلیم کرلو۔ ورنہ ان پر اعتراض کے نتیجہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بھی انکار کر بیٹھو گے، صحابہ رضی اللہ عنہم کی کرامات کا انکار کر بیٹھو گے۔

یہ تو ایک تسلسل ہے۔ جو چیزیں صحابہ کرام کی روحانیت سے صادر ہوئیں وہی اِن حضرات اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہیں۔ جیسا میں نے عرض کیا کہ دلی والے بزرگ نے

صدیوں بعد شیخ سعدی کو کھلی آنکھوں بیداری کی حالت میں دیکھ لیا انہوں نے وہ مصرع بتادیا کہ

'علمے کہ رہِ حق نہ نماید جہالت است'

پھر اس کے بعد میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ بتایا کہ کس طرح انہوں نے ابوجہل کی پٹائی ہوتے دیکھی۔

یہ سب سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا تسلسل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہاتھوں ظاہر ہو رہے ہیں تا کہ امت اس روحانیت پر یقین کرے۔ یہ بزرگ جو صاحب قبر سے ملنے کی درخواست کر رہے ہیں یہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں کیوں کہ انہیں پختہ یقین ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زندہ فرمایا۔ صحابہ کرام کی دعاؤں سے مردے زندہ ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچتی ہیں ان کے ساتھ اکلوتہ، ان کا ایک بیٹا ہے اور وہ صحابیہ بھی آنکھوں سے معذور، نابینا۔ خدا کی قدرت کہ بیٹا معمولی علالت کے بعد چل بسا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے اسے چادر اوڑھادی اور اس کی والدہ کو جا کر اطلاع دی کہ قضا و قدر کے فیصلہ نے، امر الٰہی نے تیرے بیٹے کو اٹھالیا اور وہ اللہ کا پیارا ہو گیا۔

وہ روتی ہوئی چار پائی کے پاس پہنچی اور صحابہ کرام سے پوچھتی ہے کہ واقعی میرا بیٹا مر گیا؟ اور ٹٹول کر دیکھتی ہے کہ وہ تو ابدی نیند سو چکا ہے۔ اب وہ گڑگڑانا شروع کرتی ہے کہ اے خدا!، سلفی توسل کو نہیں مانتے، حالانکہ یہاں صحابیہ نے بھی اپنے اعمال کا وسیلہ دیا اس کے وسیلے میں دعا مانگی جس طرح وہ اصحابِ ثلاثہ کے لئے غار کی چٹان ان کی دعا سے کھل گئی۔ ہر ایک نے اپنے عمل کا واسطہ دیا تھا یہی توسل ہے۔ اب وہ دعا کرتی ہے کہ 'اے خدا! میں تجھ پر تیرے رسول پر ایمان لائی اور میں نے تیرے اور تیرے رسول کی خاطر ہجرت کی اور میں نے اپنے قبیلہ کو چھوڑا، رشتہ داروں کو چھوڑا اور تو نے میرے بیٹے کو لے لیا؟ میرے بیٹے کو واپس کر دے'۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں بیٹا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا بھوک لگی ہے کھانا لاؤ، اس نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ صحابیہ کی اس دعا سے بیٹا زندہ ہوا۔ اس امت کو امتیازی شان عطا کی گئی ہے

جیسے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا یہ احیاء موتیٰ کا معجزہ تھا، وہ اس خاتون کے ذریعہ، صحابیہ کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ نے اس امت کو دوبارہ دکھلایا کہ جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات تھے وہ اس امت کے افراد کے ہاتھوں دنیا دیکھتی ہے۔

اس امت کی امتیازی شان حق تعالیٰ شانہ بتاتے ہیں اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی حاضر ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری ایک بیٹی تھی وہ فوت ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، تسلی دی، تعزیت فرمائی اور آبادی سے باہر تشریف لائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ صحابی عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! اس جگہ میں نے اسے دفن کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچی کا نام لے کر آواز دیتے ہیں، دور سے جس طرح زندوں کو بلایا جاتا ہے دفن کی ہوئی بچی، مٹی میں دبی ہوئی وہ بچی اپنے آپ باہر نکلتی ہے دوڑ کر حاضر خدمت ہوتی ہے، عرض کرتی ہے یارسول اللہ!۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بچی کو ارشاد فرماتے ہیں کہ **تریدین ان ترجعی الی ابیک وامک؟** تم یہ چاہوگی کہ تم اپنے والدین کے ساتھ رہو؟ یہ تمہارے ابا ہیں میرے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ وہ کتنے ہی پیارے محبت کرنے والے ہوں مگر اس جہان سے جا کر سب کو بھول جاتے ہیں۔ وہ عالم ہی دوسرا نرالہ ہے۔ وہاں کی نعمتیں بھلا دینے والی ہیں۔

یہ جتنے حضرات یاد فرما کر کسی کے خواب میں تشریف لاتے ہیں اپنا ذرا سا جلوہ دکھا کر تھوڑی دیر میں بہت سے امور کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا بڑا کرم ہے کہ وہاں کی نعمتوں کو چھوڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ورنہ یہ بچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا کیا جواب دیتی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو خدا مل گیا یہ والدین نہیں چاہئیں۔ صاف جواب دیا۔

حق تعالیٰ شانہ ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات کے تسلسل پر یقین عطا

فرمائے۔ اسی عقیدہ پر ہمیں قائم رکھے، اسی پر موت دے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اسی میں خیر ہے۔ ذرا سا کوئی کہیں پر اٹکے گا تو وہ گیا۔ ایمان ہاتھ سے چھوٹ سکتا ہے۔

اسی لئے جیسا میں نے پرسوں عرض کیا تھا کہ علامہ ذہبی اور ابن تیمیہ یہ ہم عصر ہیں۔ علامہ ذہبی دیکھتے رہے ابن تیمیہ کے اتار چڑھاؤ کو۔ ان کے تفردات پر بھی ان کی نظر تھی، اور ان کے علوم کے بھی وہ قائل تھے۔ بہت تعریف بھی لکھی ہے۔

چونکہ معاصر تھے، ساتھی تھے، ایک زمانہ میں تھے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق بھی تھا ان کی اس پر نظر تھی کہ فلاں مسئلہ میں وہ اٹکے ہوئے ہیں، فلاں چیز کا انکار کرتے ہیں۔ فلاں پر نکیر فرماتے ہیں اب ان سے ایک دفعہ نہیں رہا گیا اب ذہبی نے ان کو ایک خط لکھا، ابن شھبہ نے وہ خط نقل کیا ہے مولانا علامہ مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کیا ہے۔ کسی دن فوٹو کاپی لے آیا تو میں آپ کو سنا سکتا ہوں۔ جس میں علامہ ذہبی اتنے بڑے امام کو، جن کو سلفی اپنا امام مانتے ہیں انہیں ذہبی ڈانٹ رہے ہیں۔

انہوں نے لکھا ہے کہ علم کلام کے پیچھے تم پڑے اور اس کیلئے تمہیں فلسفہ کی ضرورت پڑی، فلسفہ تم نے اتنا پڑھ لیا اتنا پڑھ لیا کہ اس کی وجہ سے تمہارے دل و دماغ پر وہ فلسفہ ہی چھا گیا۔ ہر شخص کو، ہر چیز کو ان تمام چیزوں کو، منقولات کو اسی نظر سے تم دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ تم نے احادیث کے متعلق بھی بہت جلدی جلدی فیصلے شروع کر دیئے کہ یہ روایت ضعیف ہے، یہ صحیح نہیں ہے، یہ نا قابل عمل ہے، یہ ثابت نہیں ہے۔ تمہارا یہ رویہ کب تک رہے گا؟

حالانکہ ابن تیمیہ بڑے متقی، زبردست محدث و امام ہیں، سب کچھ دین کیلئے انہوں نے قربان کیا، جیلیں کاٹیں، مظالم برداشت کئے۔ مگر یہ چیز ان میں تھی اس سے کتنا بڑا امت کو نقصان پہونچا کہ ابھی قریب میں البانی نے حدیث کی کتابوں پر آرہ چلایا۔ کہ اب تک تو نام ہی تھا 'صحاح ستہ' چھ صحیح کتابیں، مگر اس نے کانٹ چھانٹ کی کہ یہ ضعیف ہے، یہ موضوع ہے،

یہ فلاں، یہ فلاں۔ بہت سی احادیث اس نے نا قابلِ اعتماد ٹھہرائیں۔ کہ اس میں اتنی ساری روایات ضعیف ہیں۔ اس نے لکھ دیا اور اس کے ماننے والے پیدا ہوگئے۔ البانی کیوں یہ کرسکا اس لئے کہ اس نے پڑھا تاریخ میں کہ ابن تیمیہ نے ایسا کیا تھا۔

انہوں نے بھی یہ کام کیا تھا اگر چہ وہ اتنے وسیع پیمانہ پر نہیں تھا، یہ چیزیں بعد میں بھی اگتی ہیں۔ایک بیج پڑ جاتا ہے۔ اچھا بیج پڑ جائے تو ہدایت پھیلتی ہے برا پڑ جائے تو اس سے گمراہی پھیلے گی۔ کتنی گمراہی پھیلی اور کتنی ساری کتابیں مشکوک ٹھہرادی گئیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اکابر کے طریق پر ہمیں رکھے۔ اسی پر ہمیں زندہ رکھے۔ اسی پر ہمیں موت دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم الله الرحمن الرحيم

بہت مبارک ایام ہیں اوراس قدر برکت والے ہیں کہ **یو م الفرقان یوم التقی الجمعان**، جنگ بدرانہی دنوں میں سترہ رمضان المبارک کوواقع ہوئی۔اور جنگ بدرایک ایسا نازک موڑ تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حق جل مجدہ کوصحابہ کرام کے زندہ رہنے، موجود رہنے، ان کے وجود کوحق کے موجود رہنے کے ساتھ معلق اور وابستہ قراردے رہے ہیں۔

اورحق تعالیٰ شانہ سے کیا عرض کررہے ہیں کہ '**اللھم ان تھلک ھذہ الفئة لن تعبد ابدا**'۔اوہو! خدا کو کہہ رہا ہےاس کا ایک بندہ کہ اے خدا! یہ جماعت جو میں نے تیار کی ہے یہ ایسی جماعت ہے کہ ان کا وجود حق کے وجود سے وابستہ ہے، یہ نہیں رہیں گے تو حق نہیں رہے گا۔**ان تھلک ھذہ الفئة لن تعبد ابدا**۔کہ اگر یہ جماعت ختم ہوگئی تو قیامت تک کیلئے روئے زمین پرعبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

اللہ! کیا تھے صحابہ کرام؟ کیا شان ان کی؟ ان الفاظ میں غور کیجئے کہ یہ بہت زبردست موڑ تھا۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کوخود بھی اس کا اندازہ تھا چونکہ سالہا سال برداشت کرتے رہے، مار کھاتے رہے، وطن چھوڑ دیا، ہر چیز چھوڑ دی، پھر بھی انہوں نے پیچھا نہیں چھوڑا۔

ایک دفعہ آئے، دو دفعہ آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ صحابہ تو مٹھی بھر ہیں۔ دو گھوڑے ہیں ان کے پاس، چھ زرہیں ہیں، صرف چھ تلواریں ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار کا لشکر جرار ہے جن کے پاس ہر چیز ہے، کوئی حساب نہیں بیٹھتا۔اس لئے کتنی بڑی خدا کو اس کی خدائی کی دہائی دی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیچھے سے سن رہے تھے تو چادر مبارک جو پیچھے گر گئی تھی۔ اس کو واپس ڈالتے ہوئے تسلی دی کہ **کفاک مناشدتک ربّک**، کہ آپ نے جو حق کو، اللہ عز وجل کو قسمیں دی ہیں یہ کافی ہو گئیں بس، انہیں یقین ہو گیا کہ اب کام بن گیا۔فرمایا کہ کفاک۔تو تسلی دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں۔

یہ گھڑی بھی ہر سال آتی ہے کاش کہ یہ گھڑی ہم اپنے گناہوں میں نہ گذاریں۔ یہ گھڑی بھی یاد کرتی ہوگی کہ حبیبِ خدا میرے اندر کس طرح خدا سے لڑ رہا تھا حق کو بچانے کیلئے، اس دین کو بچانے کیلئے، تو ان گھڑیوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قدر دانی عطا فرمائے۔

میں بولٹن جنازہ میں گیا تھا وہاں میں یہی سوچتا رہا کہ کسی کی نیکی اللہ عز وجل کو پسند آجاتی ہے تو کیسے مبارک ایام میں، مبارک حالت میں اللہ اٹھاتے ہیں۔انہی دنوں ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے، ایک خلیفہ حضرت مولانا سید خلیل حسین صاحب مدرسہ اصغریہ دیوبند کے مہتمم، وہ گذشتہ کل اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بھائی صاحب ڈاکٹر جمیل صاحب کو میں نے فون کیا، تعزیت کی۔

جس طرح سب کی کہانیاں میں آپ کو سناتا رہتا ہوں۔ ان کے ساتھ بھی بہت وقت گزرا، بہت واقعات ہیں۔ ایک دفعہ صوفی جی کے سامنے اپنا بریف کیس کھولا، وہ تعویذات بنا کر تیار رکھتے تھے اور اس طریقے سے وہ اس کو لپیٹتے تھے کہ آپ کھول نہیں سکتے سوائے اس کے آپ اس کو پھاڑ دیں۔

واقعی سادات کا یہ خاندان بہت ممتاز تھا۔ حاجی بلال تھے۔ حضرت مولانا اصغر حسین

صاحب کا تو کیا کہنا ؟۔کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا کہ عصر کی نماز کے بعد مولانا قاسم ویر پوری صاحب کے ساتھ میں نے ان کے مزار پر حاضری نہ دی ہو۔

راندیر کے طالب علمی کے زمانہ میں معمول تھا کہ کھانا کھایا اور سب سے پہلے ان کی قبر پر پہنچے۔ پھر وہاں سے تاپی ندی کا کنارہ نزدیک تھا، وہاں کنارہ پر بیٹھتے سیر کرتے پھر حضرت مولانا اجمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے بزرگوں میں سے تھے۔ اللہ عز وجل نے بہت نوازا تھا۔علوم ظاہرہ باطنہ سے مالامال تھے۔دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث تھے۔

اساتذہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے،مجلس ہوتی۔اب جیسا ماحول ہے کسی کی شکایت کرتے کہ اس نے ایسا کیا، حضرت یا تو تھوڑی دیر چپ رہتے،کبھی اُٹھ جاتے سب سمجھ جاتے کہ ناگواری کا اظہار ہے۔ جب حضرت نے سوچا کہ یہ مرض تو جاتا نہیں غیبت کا، ہماری مجلسیں اس سے خالی نہیں ہوتیں، حضرت نے کیا اعلان فرمایا۔ کتنا اچھا علاج فرمایا۔حضرت نے فرمایا کہ کل سے ہماری اس نشست میں، ملاقات میں ہماری گفتگو عربی میں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ عربی تو وہ علماء بول سکتے تھے لیکن آج یہ واقعہ پیش آیا، فلاں نے یہ کیا، یہ کیا، اس کو عربی میں قصہ کہانی کے طور پر پیش کرنا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ ہماری مجلسوں کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔ ہماری زبانوں کو محفوظ رکھے۔

میں نے ایک موضوع تو یہ سوچا تھا کہ حضرت مولانا سید خلیل صاحب کا انتقال ہوا جن کے ساتھ حضرت کی خانقاہ میں دسیوں، درجنوں رمضان حضرت کے یہاں گذارے، سہارنپور میں گذارے، مدینہ شریف میں گذارے، ساؤتھ افریقہ میں گذارا۔اور بالکل قریب قریب سہارنپور میں بستر رہا۔ اور اس وقت میں پان بھی کھاتا تھا اور پان کی مجلس رہتی تھی۔اور اللہ تعالیٰ نے سادات کو جو خوبیاں عطا فرمائی ہیں، تحمل، حلم، حسن خلق، سخاوت، تمام اوصاف سے بدرجہء کمال تھے۔ اللہ تعالیٰ سادات والے یہ تمام اوصاف ہم میں بھی پیدا

فرمائے۔

## سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ میاں صاحب کے نام سے معروف تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ جب دیو بند تشریف لے جاتے تو بکثرت حضرت کے یہاں تشریف لے جایا کرتے۔

حضرت نے ایک دفعہ درس میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ پہنچا تو جیسے ہی میں نے سلام کیا تو اندر سے فرمانے لگے کہ آپ ادھر نہ آئیں!، آپ وہیں تشریف رکھیں۔ اس جن کو میں نے بہت مشکل سے حاضر کیا ہے آپ کو دیکھ کر ہی وہ بھاگ جائے گا!۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ دور سے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ وہیں بیٹھ جاؤ۔ آپ کی شکل دیکھ کر ہی واپس یہ بھاگ جائے گا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے مولانا عبد الرحیم ملک رحمۃ اللہ علیہ بھی علاج بالقرآن کیا کرتے تھے۔ جو آتے وہاں نوساری میں ان کے پاس مریض، جب جن کو وہ حاضر کرتے، پھر بیچ میں کبھی استنجے کی حاجت پیش آجاتی، کبھی کوئی اور کام پیش آجاتا، کبھی چائے پینی ہوئی تو، تو مجھے کہتے کہ ذرا سنبھالو ان کو یہ بھاگ نہ جائے۔ اس کو پکڑے رکھنا یہ میرے ذمہ کر کے وہ جاتے تھے۔

سوچا تھا کہ حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ عرض کروں گا اور دوسرا یہ جنگ بدر کے ایام ہیں اس کے متعلق کچھ عرض کروں، تیسرا یہ سوچا کہ سترہ رمضان المبارک ہی کو جمعہ کے دن افطاری کے بعد، عشاء کے وقت میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کے واقعات بہت سارے میں نے آپ کو سنائے ہیں۔ابھی دو تین دن پہلے سنایا کہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بیداری میں ملاقات کی اور فرمایا کہ میرا مزار جہاں بنا رکھا ہے اور اسے میرا مزار سمجھتے ہیں، داتا گنج بخش کے نام سے موسوم ہے۔فرماتے ہیں وہ میرا نہیں ہے۔میری قبر تو یہاں بس اڈہ کے پاس ہے۔

میں نے یہ واقعہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق صاحب کراچی سے تشریف لائے تھے، بنوری ٹاؤن کے مہتمم صاحب ان کو میں نے یہ سنایا۔ کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا یہ کشف حضرت مولانا علی میاں صاحب کو سنایا تھا حضرت لاہوری نے فرمایا کہ آپ تاریخ داں ہیں،تو تاریخ کی روشنی میں میرا یہ کشف کتنا صحیح ہے؟ مولانا علی میاں صاحب نے اس کی تصدیق وتوثیق فرمائی کہ بالکل صحیح ہے۔

اس کے بعد کا جملہ میں نے آپ سے عرض نہیں کیا تھا۔ جو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ۔ میں کیا اور میرا کشف کیا؟ میں تو ایک گنہگار بندہ ہوں۔مگر میں جن اکابر کا غلام ہوں،جن کا میں نے دامن پکڑ رکھا ہے ان کے کشف کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کے سامنے ایک تصویر رکھ دی جائے اور وہ تصویر ایسی ہو کہ کسی مسلمان کا حلیہ بگاڑ کر کے اسے غیر مسلم حلیہ میں پیش کیا جائے اس کی چوٹی بنادی جائے، چندن کا یہاں نشان لگا دیا جائے پیشانی پر، اور دھوتی پہنا دی جائے اور ایک غیر مسلم کو اسلامی لباس پہنایا جائے اور دونوں کی تصویریں لی جائیں تو میرے اکابر کے کشف کا یہ حال ہے کہ تصویر دیکھ کر آنکھیں بند کر کے وہ رکھ دیں گے انگلی دھوتی والے پر کہ یہ مسلم ہے اور دوسرے پر انگلی رکھیں گے کہ یہ کافر ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان کے باطن کی روشنی کا یہ عالم ہے۔ پھر آگے کوئی اصلاح کی بات

فرمائی۔ جن کا باطن اس قدر روشن، تو وہ کسی کی تحریر دیکھ کر نہیں پہنچان سکتے کہ اس میں گمراہی ہے یا یہ اس میں حق ہے۔

## حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جب میں نے یہ واقعہ ان کو سنایا تو ڈاکٹر عبد الرزاق صاحب نے فرمایا کہ مجھے حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ذاتی واقعہ سنایا۔ بالکل اسی طرح کا واقعہ جو آپ نے بیان کیا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ سرکاری دفتر میں کسی دینی کام کی خاطر مجھے جانا ہوا، وہاں کے سرکاری دفاتر میں، جو وزارتوں کے دفاتر ہوتے ہیں، اس میں تصویریں لگی ہوتی ہیں۔ جو بڑا وزیر ہوگا، جس کے ماتحت یہ دفتر ہوگا اس کی تصویر ہوگی پھر اس کے نائب کی تصویر ہوگی۔ یہ عام دستور ہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے خود حضرت ڈاکٹر مولانا عبد الرزاق صاحب کو سنایا کہ ہم کسی کے انتظار میں ایک دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ تصویریں سامنے تھیں حضرت نے ان تصویروں کو دیکھ کر فرمایا کہ اس میں ایمان ہے، اس میں ایمان نہیں ہے۔

دیکھئے آج میں نے یہی دو موضوع سوچے تھے کہ آج میں حضرت میاں صاحب پر کچھ عرض کروں یا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ عرض کروں، میں سوچتا رہا، ابھی افطاری سے پہلے میں کتب خانے میں گیا کتب خانہ میں میں کتابیں دیکھتا رہا، دو چار کتابیں مولوی یوسف کو نکال کر دیں کہ یہ رکھ دو اور میں نے کہا ابھی تو وقت ہوگیا اور افطاری سے پہلے مجھے گھر جانا ہے وہ مجھے ایک جگہ روک کر کہنے لگے کہ یہاں میں نے ایک کتاب نکال کر رکھی ہے۔ تو وہ کتاب تھی حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات۔

اور جیسے ہی میں نے اسے کھولا، مولانا یوسف صاحب آپ کے سامنے بیٹھے ہیں، کھولتے ہی دیکھا کہ عنوان ہے، 'حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ

کے یہاں تین دن قیام۔ دیکھئے۔ ہم تو کہتے ہیں ان منکروں سے کہ یہ اس عالم میں پہنچنے کے بعد بھی یہاں خبر رکھتے ہیں ان کی جن سے تعلق ہوتا ہے۔ان کو یہ بھی پتہ ہوگا کہ میں نے ان کی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لاہور جانا ہوا۔

ہم صبح دس بجے کے قریب وہاں پہنچے سلام کرنے کیلئے میاں اجمل صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ کو یہاں جمعہ پڑھانا ہے۔ ہم نے عذر بھی کیا کہ کوئی پروگرام پہلے سے طے ہے۔ کہا کہ نہیں۔ وہاں بیان کیا، جمعہ پڑھا دیا۔ میں کراچی آیا۔ مجھے صرف اتنا معلوم کہ ہمارے بزرگ تھے۔آگے سلسلہ کیا ہے جو بزرگ اوپر والے ہیں،کون کہاں مدفون ہیں اور کس کو کن سے خلافت اوراجازت ہے، کچھ معلوم نہیں۔

## حضرت عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ اور خلفاء پر ہم کام کر رہے تھے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب صبح تشریف لے آئے تو میں نے کہا کہ آج میں نے خواب دیکھا کہ مجھے کہا جارہا ہے کہ پیر راشدی صاحب آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔ میں نے جب حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب سے خواب عرض کیا،سن کر فرمانے لگے کہ اوہو! یہ تو قادری سلسلہ کے بہت اونچے بزرگوں میں سے ہیں۔مگر سندھ میں ہیں اور اندرون سندھ، بہت اندر، کچے راستہ سے جانا ہے اور کئی گھنٹوں کا سفر ہے اور آپ نازک آدمی ہیں آپ اتنی مشقت والا سفر برداشت نہیں کر پائیں گے۔ پھر کسی وقت پر رکھتے ہیں، اس لئے ہم نہیں گئے۔

کیا جملہ تھا کہ 'پیر راشدی آپ کو یاد فرمارہے ہیں'۔ اس کے کئی سال بعد حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث مدرسہ صولتیہ، وہ رات کو دو بجے مسجد نبوی میں ملے، فرمایا کہ حضرت درخواستی تراویح بعد آپ کو یاد فرماتے تھے چنانچہ اگلی رات حضرت درخواستی کی خدمت

میں بابِ عمر پر پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ کل جب ہم صلوٰۃ وسلام کیلئے حاضر ہوئے تو ہمیں حکم ہوا کہ ہم آپ کو ہمارے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اجازت دیں۔

اب یہ روحانی سلسلہ کتنا مرتب کہ میں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جا کر جمعہ پڑھایا۔ اوپر والے قادری سلسلہ کے چار پانچ سلسلوں کے بعد کے جو بڑے بزرگ ہیں انہیں پتہ ہے کہ میں وہاں گیا ہوں اور میری باتیں انہیں پسند آئی ہوں گی اس لئے یاد فرمایا۔ میں نہیں جاسکا وہاں تو کئی سال کے بعد مدینہ طیبہ میں پھر وہی جملہ پہنچا۔ کہ حضرت درخواستی یاد فرمارہے ہیں۔

حضرت درخواستی بھی اسی سلسلہ سے ہیں۔ دونوں طرف سے حضرت درخواستی کو اجازت ہے، جس طرح کہ بہت سے ہمارے بعض بزرگوں کو حضرت گنگوہی قدس سرہ کی طرف سے بھی اجازت اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔ جس طرح وہ دیکھتے ہیں اوپر سے کہ نیچے کیا ہورہا ہے تو آج میں نے کسی سے اظہار بھی نہیں کیا۔ صرف دماغ میں سوچ تھی مگر حق تعالیٰ کی طرف سے انتظام ہے، حق تعالیٰ شانہ اس پر مطلع فرماتے ہیں تو میرے لئے کتاب کا انتظام کیا اور کتاب بھی کھولی تو اس میں ساتھ ہی دونوں چیزیں موجود۔ کہ ’حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تین دن حضرت سید اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام‘۔ اب اس کو کہتے ہیں کہ اتفاق سے ایسا ہوگیا، اتفاق سے کتاب مل گئی، اتفاق سے مولانا یوسف صاحب نے وہ مجھے دے دی، اتفاق سے میں نے کھولی تو یہی مضمون سامنے تھا مگر کہاں تک کہیں گے اتفاق، اتفاق۔ یہ جملہ ہماری زبانوں پر آجاتا ہے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملے کے استعمال سے ہمیں منع فرمایا۔ فرمایا کہ اتفاق پر میرا ایمان نہیں ہے ہر چیز قضا وقدر سے ہوتی ہے۔

قضا وقدر نے وہ چیز مجھے کھول کر دی کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت میاں سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طلب فرمایا۔ میں ان کے یہاں

گیا۔تین دن میرا قیام رہا۔آپ کا بھی چند روزہ یہاں قیام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان گھڑیوں کی قدر دانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔جیسی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے قدر دانی فرمائی۔کیسی فرمائی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں تین دن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔فرمایا کہ میں تین دن مسلسل وضو کے ساتھ رہا، باوضو رہا۔اب آدمی سوتا ہے تو وضو تو ٹوٹ جاتا ہے۔فرمایا کہ میں تین دن تک سویا نہیں۔

کتنا مجاہدہ! ان کے مجاہدات آپ دیکھیں گے تو حیران ہوں گے، ہم سوچتے ہیں کہ ایک رات ہم نہیں جاگ سکتے وہ ایک دن، ایک رات، دو دن، دو راتیں، تین دن اور تین راتیں۔ کیسے جاگ کر انہوں نے گذاری ہوں گی۔فرماتے ہیں کہ تین دن تک میں نہیں سویا، فرماتے ہیں کہ میں مسلسل باوضو رہا جب بھی استنجاء کی حاجت ہوئی فوراً وضو کرلیا اور تیسرے فرمایا کہ مسلسل میں ذکر الٰہی میں مصروف رہا۔تین دن بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ جیسے مہمان آئیں تو روح خوش ہوجاتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس قیام سے بھی ہمیں متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے یہاں بلایا۔ تین دن رہے۔ جیسا عرض کیا تھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا اہتمام کیا کہ کوئی لمحہ ضائع نہ ہو اور ہر وقت میں متوجہ الی اللہ رہوں۔ اس کیلئے میں تین دن، تین رات جب تک وہاں رہا بالکل نہیں سویا۔ اِس ادب اور قدر دانی کے نتیجے میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا عطا فرمایا؟ فرماتے ہیں کہ حضرت نے بہت کچھ مجھے عطا فرمایا۔ چند ایک چیزیں حضرت نے گنوائیں بھی کہ یہ عطا فرمایا، یہ عطا فرمایا۔ کاش کہ ہم بھی یہاں پڑے ہیں، مبارک ساعتیں ہیں، حق تعالیٰ شانہ ہمیں ان ساعتوں کی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ تین دن رہے اور حضرت کو کتنے پسند آ گئے۔ حضرت میاں صاحب اِن سے خوش ہو گئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بدر کے ساتھیوں سے کتنے خوش ہیں۔ کتنے خوش کہ حق جل مجدہ سے جھگڑ رہے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ پر اصرار فرما رہے ہیں جسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم سے تعبیر فرمایا۔ جس طرح آپ کسی پر بہت اصرار کر کے کہتے ہیں کہ آپ

کوقسم ہے!' تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا الفاظ ارشاد فرمائے کہ **'کفاک مناشدتک ربک'** کہ اللہ کو آپ نے بہت کافی قسمیں دے دِیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس جماعت سے کتنے خوش کہ سب سے مقدم ان کے بچانے کا فکر ہے۔ اور سرکار خوش تو حق تعالیٰ شانہ نے پھر آیات پر آیات نازل فرمائیں، جہاں کہیں صحابہ کرام کا ذکر آیا **رضي الله عنهم ورضوا عنه** ۔تو یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کوخوش کرنے کا صلہ ہے اِس خوشی کے نتیجہ میں، پروانہ رضوان، پروانہ رضا ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملتے چلے گئے۔

ہمیں سبق ملتا ہے کہ کس طرح حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن کی قدر پہچانی۔ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کیلئے تو وہ دیوانہ تھے،حضرت کے عاشق زار تھے۔مولانا عبید اللہ انور کو بلایا۔ ناف سے نیچے تک لمبی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی تھی۔ کنگھی اہتمام سے فرماتے تھے، جب مولانا عبیداللہ انور صاحب کو دیوبند بھیج رہے تھے، اپنے دونوں صاحبزادوں کو دارالعلوم دیوبند بھیجا تھا۔مولانا حبیب اللہ صاحب کو بھی بھیجا تھا اورمولانا عبید اللہ انور کو بھی بھیجا تھا۔

مولانا عبید اللہ انور کو بلایا۔فرمایا کہ بیٹے! یہ میری داڑھی کے بال میں نے رکھ رکھے ہیں۔ جب تم وہاں پہنچوتو حضرت کے پاپوش میں،نعلین مبارکین میں،حضرت کے جوتوں میں،ایک آدھ تسمہ اٹھا کر کے نیچے دبا دینا کہ میری داڑھی کے بال پر حضرت کے پیر مبارک پڑتے رہیں۔اس محبت اور گرویدگی کی مثال نہیں ملتی۔آپ نے کہیں پڑھا نہیں ہوگا۔اس کا نتیجہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو کیا ملا کہ ادھر حضرت مدنی قدس سرہ کا وصال دیکھئے اور ادھر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھئے، دونوں کا۔ بالکل ایک جیسا۔ کیسے؟

اس زمانہ میں یہ ٹیلی فون نہیں تھے کہ فوراً اطلاع پہنچ جائے اس کا انتظام نہیں تھا۔ ٹیلی

گرام ہوتے تھے جو جلد سے جلد دو تین دن میں پہنچتے تھے۔صوبہ گجرات کٹھوڑ میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے ایک مسترشد، ایک مرید حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار تھے۔ ان کی حضرت سے خط وکتابت ہمیشہ رہتی تھی انہوں نے ایک خواب دیکھا۔ دیکھ رہے ہیں کہ سورج اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ چمک رہا ہے۔ بالکل جس طرح نصف النہار کا سورج ہو، ساری دنیا دیکھ سکتی ہو اس کی روشنی کو۔ اچانک میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ آنا فاناً وہ ڈوب گیا اور ساری دنیا میں ظلمت ہے اور اندھیرا چھا گیا۔کوئی چیز نظر نہیں آرہی۔

انہوں نے اٹھتے ہی خواب لکھا کارڈ پر اور حضرت کی خدمت میں بھیجا جو الجمعیۃ نمبر میں چھپا ہوا ہے۔ یہ خواب حضرت کی خدمت میں لکھا اور اسی دن ادھر سے خط چلا کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔جن کے وجود سے ساری دنیا روشن تھی، جن کی روحانیت سے۔ ان کا مرتبہ بتلایا گیا کہ ساری دنیا میں روشنی اور رحمتیں اور رشد وہدایت ان کی ذات سے پھیل رہی تھی۔ ان کے ساتھ ہم نے ساری دنیا کو وابستہ کر رکھا تھا۔ دونوں خط کروس(cross) ہوئے، ادھر سے خواب جارہا ہے اور ادھر سے وفات کی اطلاع کا کارڈ آرہا ہے۔تو جب وہ کارڈ ملا کہ وصال ہوگیا تو تعبیر سوچ کر عمر بھر روتے رہے، کہ اوہو! میں نے کیا دیکھا تھا کس طرح سورج کو ڈوبتے ہوئے دیکھا تھا، کائنات کے لئے مثل آفتاب تھے وہ سورج ڈوب گیا۔حضرت شیخ الاسلام چلے گئے۔

بالکل یہی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا کہ حضرت کے صاحبزادہ، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب، جن کی بہت ساری کرامتیں میں نے سنائی تھیں، واحد شخص تھے جو حرم مکی میں، مسجد حرام کے حجرہ میں مقیم تھے،سب سے پہلے نیچے کا تہ خانہ بیسمنٹ بن چکا تھا۔ اس میں ان کو تنہا حجرہ دیا گیا تھا۔ جب میں مولانا غلام رسول صاحب مالیگاؤں والوں کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دعا کی درخواست کی تو فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا ’ربنا آتنا ...‘ درود شریف پڑھنے کے بعد شروع ہوگئے ’ومن احسن قولا ممن دعا

**الی اللہ** سے لے کر **وھو السمیع العلیم**' تک پڑھا۔روتے جاتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے۔

مولانا حبیب اللہ صاحب نے مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا مولانا عبد الرحیم حوالدار کی طرح۔فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ساری دنیا روشن ہے اور سورج چمک رہا ہے اپنی توانائی کے ساتھ۔نہایت روشن پھر اچانک میں دیکھ رہا ہوں کہ آہستہ آہستہ تیزی کے ساتھ نیچے گیا اور فوراً ڈوب گیا اور ساری دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔فرماتے ہیں کہ اسی وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب میرے ابا نہیں رہیں گے۔انہوں نے خط لکھا اور وہ وقت، اور جس وقت خواب دیکھا وہ تاریخ اور دن نوٹ کر لی، بعد میں پتہ چلا کہ عین اسی وقت حضرت کا ادھر انتقال ہو رہا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے یہ جو محبت تھی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو، اس کے نتیجہ میں حق تعالیٰ شانہ نے، جس طرح حضرت مدنی کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اعزاز اور رفع شان کا معاملہ تھا وہ ان کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔

پھر جب وصال ہو گیا تو اپنا یہ خواب بھی لکھا اور اس کے ساتھ لکھا کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ دو خیمے ہیں اس میں بہت سارے لوگ ہیں۔ایک دوسرا خیمہ ہے اس میں بہت سارے لوگ ہیں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں خیموں کے بیچ میں تشریف رکھتے ہیں۔اور اشارہ فرمایا کہ اس خیمہ میں وہ حضرات ہیں جنہوں نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے اور اللہ کا نام سیکھا ہے۔دوسرے خیمہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کی تفسیر پڑھی ہے۔

جیسے ہی یہ خط پڑھا گیا تو ایک مولانا صاحب اٹھ کر عرض کرتے ہیں کہ الحمد للہ میں دونوں میں شریک تھا۔میں بیعت بھی ہوں اور میں نے حضرت سے تفسیر بھی پڑھی ہے۔

جس رات وصال ہوا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا اسی رات حافظ عبدالغنی نے دیکھا۔ یہ کوئی بہت بڑے لوگوں میں سے نہیں، کوئی بزرگ نہیں، کوئی صاحب علم نہیں، عامۃ الناس میں سے تھے۔ جس طرح گاؤں کے، نانی نرولی کے، سبزی بیچنے والے نوجوان کا قصہ بتایا تھا کہ اس پر سب مکشوف ہوتا تھا، یہ حلال کمائی کا اثر تھا۔ یہ حافظ صاحب اپنی روزی روٹی کیلئے لکڑی کا کام کرتے تھے حافظ عبدالغنی۔

وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ بہت بڑا مجمع ہے مجمع میں آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک بزرگ، نہایت حسین جمیل خوبصورت، چاند اور سورج کی طرح انوارات ان سے نکل رہے ہیں۔ اب وہ کسی کو پوچھتے ہیں کہ یہ کون بزرگ ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ حافظ عبدالغنی جلدی سے لپکے اور جا کر مصافحہ معانقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اشارہ فرمایا ایک دوسرے بزرگ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھے۔ ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ ان سے بھی حافظ عبدالغنی مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں۔

کاش کہ ہم کچھ کر پائیں اور خوش کر پائیں اللہ اور اس کے رسول کو، کہ ایسے اعمال ہوں کہ جن سے وہ خوش ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام حافظ عبدالغنی سے خوش ہو کر خواب میں تشریف لائے۔ موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔

اس کے بعد آگے کیا فرمایا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے، کتنے خوش، جیسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے خوش کہ اے خدا! یہ رہیں گے تو حق رہے گا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ آج ہزاروں کے مجمع کے ساتھ ہم آئے ہیں، یہ تو آپ نے مجھ سے ملاقات کی اور اللہ کے ایک اور پیغمبر سے میں نے تمہیں ملوایا۔ مگر ہم جو آئے ہیں وہ ہزاروں کی تعداد میں اوپر سے آئے ہیں۔ فرمایا کہ

ہزاروں کی تعداد میں ہم اوپر سے ہمارے ایک دوست کی مجلس میں شرکت کیلئے آئے ہیں۔
حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمارہے ہیں کہ یہ ہمارے ایک دوست ہیں۔
میں نے عرض کیا کہ ہم تو اس کی تمنا بھی نہیں کرسکتے۔حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی عرض کرتا کہ حضرت! میں نے اتنا کچھ پڑھا، درود شریف اتنا پڑھتا ہوں اور اتنے میں نے وظیفے کئے کہ کاش کہ زیارت ہوجائے حضرت فرماتے کہ بھئی! ہمارا تو اس تمنا کا بھی منہ نہیں ہے۔اس طرح ہمارا بھی تمنا کرنے کا بھی منہ نہیں ہے کہ ہم تمنا کرسکیں کہ ہم سے خوش ہوں۔
یہ حافظ عبدالغنی فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی، صبح فجر کے بعد جیسے ہی میں چلا، ہندوپاک میں رات تین بجے سے آوازیں شروع ہوجاتی ہیں اخبار والوں کی،تو کہتے ہیں کہ صبح اخبار والا بیچ رہا تھا تو جیسے ہی سرخی پر نگاہ پڑی تو معلوم ہوا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہوگئے کہ جن کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ ہم ان کیلئے اوپر سے اترے ہیں۔

## حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے عالم بننے والوں میں، ہمارے بھائی مولانا محمد بھورات صاحب تھے۔ ہمارے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں نواسوں کو افریقہ سے اپنے پاس طلب فرمایا تھا۔ایک کی عمر آٹھ برس تھی حسن کی، اور بڑے محمد وہ گیارہ، بارہ برس کے تھے۔جیسا اس دن عرض کیا تھا کہ ان کے چچا افریقہ سے آئے، جب محمد مشکوٰۃ میں ہوں گے انہیں حج کیلئے لے گئے۔ جب حج سے فراغت پر مدینہ منورہ پہنچے،نوجوان تھے، حق تعالیٰ شانہ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو راہ دکھاتے ہیں۔
مولانا محمد بھورات نے دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام کی مجلس اور مسجد نبوی میں درس روز

ہورہا ہے، اہتمام سے اس میں شرکت فرماتے رہے۔ ان کی شرکت اور ان کا ادب دیکھ کر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ان سے اتنے خوش ہوئے کہ فرمایا کہ کہاں سے ہو؟ کس کے ساتھ آئے ہو؟ سب معلوم کر کے فرمایا کہ کل تمہارے چچا کو بھی لے کر آؤ۔ اگلے دن جیسے ہی چچا سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ یہ لڑکا ہمارے حوالے کرو۔ حضرت یہاں سے واپس دیوبند تشریف لے گئے، پیچھے مولانا محمد صاحب بھی راندیر چھوڑ کر دیوبند پہنچ گئے۔

ان کے پیچھے ان کے دوست مولانا عبدالحق صاحب برمنگھم والے بھی چلے گئے۔ وہ مجھ سے زیادہ تفصیل آپ کو بیان کر پائیں گے۔ ان کے پیچھے ان کے ایک اور دوست تھے مولانا شوکت صاحب، جو اس وقت ممبئی جامع مسجد کے خطیب ہیں وہ بھی دیوبند منتقل ہوگئے، حضرت کے پاس پڑھتے رہے اور مولانا شوکت صاحب نے حضرت کا دل موہ لیا اور مولانا محمد بھورات صاحب نے بھی۔ اپنا ایک مستقل ٹائیٹل بنالیا آزاد، جیسا اخبار میں مضامین لکھنے والے مستقل اپنا نام رکھتے ہیں، شعراء کا تخلص ہوتا ہے، پھر حضرت کی سیاسی زندگی میں جگہ جگہ نعرے لگانا، اسٹیج پر جوشیلے بیانات دینا یہ ان کا شغل درسیات کے ساتھ رہا۔ اسی لئے تو اپنا نام رکھا تھا محمد آزاد۔ وہ اسی نام کے ساتھ اپنا تعارف کراتے تھے۔

مولانا شوکت صاحب نے حضرت کا دل اس قدر موہ لیا کہ حضرت سے ایک دفعہ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے جب ایک سفر میں واپس اپنے گھر جارہے تھے تب حضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے گاؤں میندری آیا ہوں اور وہاں کے چمپا کے پھول مجھے بہت خوشبودار معلوم ہوئے اور بہت خوبصورت معلوم ہوئے۔ مولانا شوکت صاحب نے بڑا اہتمام فرمایا کہ سِر کے میں پانی ڈال کر جس میں پھول کو دیر تک رکھا جاسکتا ہے میندری سے اس میں پھول ڈال کر لے گئے۔

پھول کی کتنی نازک پتیاں کہ چند گھنٹوں سے زیادہ وہ نہیں رہ سکتیں مگر حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پھول طویل عرصہ رہا، مولانا شوکت صاحب

لے کر گئے اس کے بعد سے جب تک حضرت زندہ رہے اس وقت تک وہ پھول اسی طرح تازہ رہا۔ادھر حضرت کا وصال ہوا اور وہ پھول مرجھا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی ان پر اس قدر توجہ تھی کہ جب مولانا شوکت صاحب بیمار ہوئے تو حضرت نے ان کی تیمارداری کا اہتمام فرمایا کیونکہ دل موہ لیا تھا،اس قدر باادب رہے کہ پسند آ گئے نوجوان طالب علم۔ اللہ تعالیٰ ان اولیاء اللہ کی شفقتیں،نظرعنایت ہماری طرف بھی متوجہ فرمادے کہ ہمارا بھی کام بن جائے۔ اب حضرت ان کی تیمار داری میں ہیں اور حضرت بھیج رہے ہیں کہ فلاں حکیم صاحب کے پاس لے جاؤ۔

اس زمانے کے حکماء بھی بڑے قابل تھے۔ وہ فن ہی ختم ہوگیا۔ ابھی وہ واقعات سنائے جائیں تو یقین نہیں آئے گا،کہیں گے کہ گھڑی ہوئی کہانیاں ہوں گی۔ مولانا شوکت صاحب کو حکیم صاحب دیکھ رہے ہیں، انگلی نبض پر ہے اور پوچھتے چلے جارہے ہیں۔آپ یہاں کب آئے؟ کہاں سے آئے؟ وہاں کہاں رہتے ہو؟ اور آپ کے والد صاحب کہاں ہیں، والدین؟ آپ کے آباء واجداد؟ آپ کا خاندان وہاں کب سے ہے؟ یہ سوالات کے جوابات دیتے چلے گئے،مگر دیکھا کہ بوچھاڑ ہوتی چلی جارہی ہے سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔

اِس وقت مولانا شوکت صاحب کی اسّی ۸۰/ سے زیادہ عمر ہے،اِس وقت بھی پھول جیسے ہیں بالکل جیسے چھ مہینے کا بچہ ہو اس طرح ہیں۔مگر حکیم صاحب کے سوالات اس طرح کے تھے کہ سن کر حیران ہوگئے، اور سچ مچ ان سوالات کا اس نبض سے اور بیماری سے کیا تعلق؟ کہ پوچھتے چلے جارہے ہیں۔اس لئے ان کو پھر کہنا پڑا۔انہوں نے عرض کیا کہ حکیم صاحب ان سوالات کا اس علاج سے بھی کوئی تعلق ہے؟ مگر وہ زبردست حکیم تھے، وہ کہنے لگے کہ ہاں اس کا اس علاج سے بھی تعلق ہے۔اس لئے کہ نبض سے میں معلوم کر رہا ہوں کہ آپ کا خون عربی خون ہے۔آپ کی رگوں میں عربی خون دوڑ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت مولانا شوکت صاحب ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ سات سو سال پہلے ہمارے آباؤ اجداد حضرموت سے بمبئی

پہنچے تھے۔

حضرت مدنی قدس سرہ نے ایسی شفقت فرمائی مولانا شوکت صاحب پر اور مولانا محمد بھورات صاحب ہمارے بھائی پر، جس طرح شفیق ہوئے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ پر، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں پر قدر دانی کی وجہ سے بہت شفقت فرمائی۔

ایک خط تھا شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔ اس کو جان کی طرح رکھتے تھے۔ کوئی جاتا تو سب سے پہلے اس کی زیارت کراتے۔ ایک فریم میں اسے بیڈ روم میں اپنے سامنے لگا رکھا تھا کہ تکئے پر سر ہو اور وہاں سے زیارت فرماتے رہیں اس طرح اس فریم کو رکھ رکھا تھا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ فرمایا کہ یہ میرے ساتھ جائے گا۔ جیسے کچے گھر میں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے حضرت مدنی قدس سرہٗ کا مرثیہ صابری صاحب کا دیوار پر لٹکا رکھا تھا

'جگاؤ نہ حضرت کو نیند آ گئی ہے'

غرض حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو کیسی مماثلت نصیب فرمائی حق تعالیٰ شانہ نے کہ حضرت مدنی قدس سرہ کے وصال پر بھی سورج ڈوبتا ہوا دکھایا گیا اور ان کے وصال پر بھی سورج ڈوبتا ہوا دکھایا گیا۔ یہ حضرت مدنی قدس سرہ کی طرف سے ان پر شفقت کا نتیجہ تھا، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی شفقت ملی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات ملیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو سانس رہ گئے انہیں خدا اور رسول کو خوش کرنے میں لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## حضرت مولانا شوکت صاحب

حضرت مدنی قدس سرہ کو کوکن کے علاقے میندری کے چمپا کے پھول پسند آئے۔ حضرت مولانا شوکت صاحب سے فرمایا کہ آپ کے یہاں کے چمپا کے پھول ہمیں بہت پسند آئے، مولانا شوکت صاحب واپسی پر اسے لے کر گئے اور سرکے کے پانی میں اسے رکھا۔ لیکن بے چارے سرکے کے پانی میں تو یہ کیا تاثیر کہ ایک طویل زمانے تک وہ پھول اسی طرح کھلا رہے اور وہ تروتازہ رہے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ نے مولانا شوکت صاحب کو اور بہت سوں کو خود بتایا کہ طویل عرصہ تک وہ پھول اسی طرح رہا۔ ادھر حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہوتا ہے اور اس پھول کا بھی وصال ہوجاتا ہے، وہ بھی مرجھا تا ہے کہ حضرت کی وجہ سے میری زندگی تھی جنہیں میں پسند تھا وہ بھی حضرت پر قربان ہوگیا۔

مولانا شوکت صاحب نے کتنی پیاری زندگی طالب علمی کی وہاں دیوبند میں گذاری ہوگی کہ حضرت مدنی قدس سرہ کی اتنی شفقت ان پر رہی۔ جن کے متعلق لوگ تمنائیں کیا کرتے تھے کہ کاش کہ مصافحہ ہوجائے، کاش کہ مجھے ایک نظر حضرت دیکھ لیں۔ کاش کہ مجھے پہچان لیں

کہ میں فلاں آدمی ہوں میرا نام جان لیں۔ اس لئے ادب کے نتیجہ میں وہاں اتنا پیار ملا، جیسے حضرت لاہوری قدس سرہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت میاں صاحب نے ان کی طلب اور ان کے ادب پر کیا کیا بھر دیا تین دن میں، اسی طرح مولانا شوکت صاحب میں جو بھرا گیا، وہ ساری عمر کیلئے تھا۔

میں نے بچپن میں ان کو دیکھا تھا، ہمارے نانا کے گھر بہت تشریف لاتے تھے، ان کے دوست تھے مولانا محمد بھورات اور مولانا حسن بھورات، ان سے دوستی اور تعلق کی وجہ سے آتے تھے۔ وہ ۸۰/اسّی سال میں بھی چمپا کے پھول کے مانند تروتازہ ہیں۔ پہلے سے زیادہ حسن و جمال ہے، پہلے سے زیادہ نزاکت، پھول کی طرح سے ہیں، کیا ان کا لباس، کیا ان کی گفتگو۔ اصل چیزیں تو ان کو آخرت میں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ سلامت رکھے، ان کی عمر میں برکت دے۔

جب رشدی کی کتاب آئی تو میں اور آپ، انگلینڈ والے تو ایک مظاہرہ کر کے یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے بہت کچھ کرلیا۔ اور حضرت مولانا شوکت صاحب نے جو حمیت اسلامی پائی تھی اپنے شیخ سے، حضرت مدنی قدس سرہ سے، انہوں نے اس موضوع پر پہلے جمعہ سے بولنا شروع کیا۔ دوسرا جمعہ، تیسرا، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا وہ بولے؟ ۵۲/ باون جمعے تک ایک ہی موضوع پر بولتے رہے۔ ۵۲/ باون خطبے انہوں نے اس پر دیئے۔ اب کتنا دل جلا ہوا ہے، کوئی تقریر کا شوق تو انہیں تھا نہیں کہ اسٹیج مل جائے اور بولتے رہیں۔ وہ تو خود ایک بہت بڑی مسجد، بمبئی کی جامع مسجد کے منبر پر تھے۔ یہ حمیت اسلامی جو بھری گئی تھی اس کا نتیجہ تھا اور جو آخرت میں ملے گا وہ تو اللہ ہی کو معلوم۔

جیسے ان کے دوست ہمارے بھائی مولانا محمد بھورات ان کو حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں پسند فرمالیا، اپنے ساتھ لے گئے وہاں رہے ان کیلئے کیا مراتب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مانگے ہوں گے؟۔

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجاہدے دوقسم کے ہوتے ہیں۔، ایک اختیاری، ایک اضطراری۔ اختیاری مجاہدہ تو یہ کہ ابھی آج ہم تہیہ کرلیں کہ کل سے حضرت شیخ قدس سرہ کی طرح تلاوت کا معمول بنائیں گے کہ وہ ساری عمر ہر رمضان میں ایک سے زیادہ قرآن روز پڑھتے رہے تو میں بھی آج سے چوبیس گھنٹہ میں ایک قرآن پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی خانقاہ میں کئی درجن حفاظ اور قراء اور علماء ہوتے تھے جن کا معمول تھا کہ روز ایک قرآن شریف وہ ختم کرتے تھے۔ آپ یہ جو تہیہ کرکے پڑھنا شروع کریں گے تو یہ آپ کا مجاہدہ اختیاری ہوگا کہ آپ نے اپنے لئے یہ چیز بطور معمول اختیار کی۔

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کیلئے بہت اونچے مراتب حق تعالیٰ شانہ کے یہاں تجویز ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ عزوجل وہاں تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ وہ مراتب علیا وہ پائیں۔ اور ان کے اعمال اور مجاہدے اُس درجہ کے ہوتے نہیں اس لئے پھر انہیں اضطراری مجاہدہ کروایا جاتا ہے۔ کبھی کوئی تکلیف آئی، کوئی مصیبت آئی۔

اسی لئے آپ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے احوال پڑھیں گے 'اشد بلاء الانبیاء'۔ سب سے زیادہ بلا وآفت جن پر آئی وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تھے۔ عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے برداشت کرنا تو درکنار۔ اس کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'من أحبه الله يسلط عليه من يؤذيه'۔ یہ جتنے فتنے آتے ہیں ہم پریشان ہوجاتے ہیں اوہو! یہ مصیبت آگئی، وہ ہم پر مسلط ہوگئے۔ اس نے یہ مقدمہ کردیا، اس نے یہ گھر لے لیا، اس نے یہ فلاں تکلیف دی۔ یہ جتنے موذی ہوتے ہیں، یہ حق تعالیٰ شانہ کی محبت کا نتیجہ ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ مسلط فرماتے ہیں اس موذی کو 'من احبه الله يسلط عليه من يؤذيه' کہ جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کسی موذی کو اس پر مسلط فرمادیتے ہیں۔

ابوجہل ابولہب نے کیا کیا نہیں کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ اور ابولہب

جیسے تو مکہ کے ہر گھر میں تھے، مکہ کے ہر موڑ پر تھے۔ جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نظر اٹھاتے تو موذی اور موذیات نظر آتیں۔

ہمارے بھائی کے متعلق میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے کیا مانگا ہوگا اپنے اس شاگرد اور اپنے اس خادم کے متعلق کہ میرے پاس برزخ اور آخرت میں بھی ساتھ رہے اس لئے جب ان کا وصال ہوتا ہے تو وصال افریقہ میں ہوتا ہے اور شور ادھر انگلینڈ میں سنائی دیتا ہے۔

میں لیٹا ہوا تھا اچانک میں نے آواز سنی مرحوم ہمارے بھائی کے جو سالے ہیں محمود، افریقہ میں ہیں، اللہ انہیں زندہ سلامت رکھے، ان کی آواز ہے، اور سامنے میں انہیں دیکھ رہا ہوں اور وہ چلا کر کہہ رہے ہیں او مائی گوڈ گورا موٹا! ۔ مرحوم کو سب گورا موٹا کہا کرتے تھے مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے۔ یہ سن کر میں پریشان کہ کیا ہوگیا؟۔ پانچ دس منٹ گذرے کہ ایک فون آیا، دوسرا، تیسرا کہ اسی وقت ان کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ اور ایکسیڈنٹ وہاں اسٹینگر کے قریب ہوا اور شور ساری دنیا میں ہے۔

یہ حضرت مدنی قدس سرہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ حضرت نے اتنا اونچا مرتبہ مانگا کہ وہ شہادت کے بغیر اسے پا نہیں سکتے تھے۔ اس لئے شہادت کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے ان کو اٹھایا۔

یہ میں اس پر عرض کر رہا ہوں سارے واقعات ادب کا نتیجہ ہیں کہ جیسے حضرت لاہوری قدس سرہ نے تین دن گذارے نہ سوئے، اور وضو جیسے ہی ٹوٹا کہ فوراً وضو فرما لیا۔ تین دن وضو کے ساتھ ذکر وشغل ہی میں لگے رہے۔ اور دیوبند سے بہت کچھ لے کر آئے۔

## بھائی مولانا حسن

مولانا محمد بھورات کے چھوٹے بھائی مولانا حسن ہیں، میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سب

ہمارے نانا جان کی دعائیں اوران کی کڑھن اور تربیت کا نتیجہ ہے،اور نانا جان نے جو دعا پائی حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کے صاحبزادے غلام حسین مہتر رحمۃ اللہ علیہ سے، یہ سب اس کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے طلب فرمایا تھا افریقہ سے۔ جب گیارہ بارہ سال کے محمد تھے اوران سے چھوٹے حسن تھے۔اس وقت سے پھر یہیں رکھا نانا جان نے،مولانا حسن کو پڑھایا ترکیسر میں، پھر راندیر، پھر دیوبند بھیجا۔

مولانا حسن صاحب فراغت پاتے ہیں راندیر سے اور سیدھے پہنچتے ہیں حضرت رائپوری قدس سرہ کے یہاں۔ وہاں ایک چلہ گذارتے ہیں۔ میں نے کئی دفعہ کہا کہ وہ ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ پورا چلہ حسن اور ابوالحسن دونوں کا بستر ساتھ ساتھ رہا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ اور یہ حسن بھورات۔ دونوں ساتھ ساتھ بہٹ ہاؤس میں رہے۔

ایک چلہ کتنے ادب سے گذارا ہوگا اور کتنے یہ مشغول رہے ہوں گے کہ ادھر چلہ ختم ہوا اور روانگی ہورہی ہے حضرت لاہوری قدس سرہ کی خدمت میں جانے کی اجازت مانگ رہے ہیں تو حضرت نے سفر کی اجازت کے ساتھ اپنی طرف سے خلافت بھی عطا فرمائی۔اور یہ خلافت کیسی دیکھئے؟ کہ میں نے جو رائپوری سلسلہ سے واقف مولانا مسعود عزیزی 'نقوش حیات' کے ایڈیٹر ہیں۔ وہ ساؤتھ افریقہ گذشتہ سال تھے تو میں نے مولانا حسن صاحب کا نمبر وغیرہ ان کو دیا،مگر وہ ان سے نہیں مل پائے۔ابھی اس سفر میں مولانا مسعود کی مولانا حسن صاحب سے بات چیت ہوئی، مجھے گذشتہ ہفتے فون پر کہنے لگے کہ ہاں واقعی انہوں نے خلافت ملنے کا واقعہ کہ کس طرح ہوا سب تفاصیل سنائیں۔

میں نے پوچھا کہ حضرت رائپوری قدس سرہ کے خلفاء میں کتنے حضرات بقید حیات ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کے علاوہ صرف دو ہیں پوری دنیا میں۔ پاکستان میں کوئی نہیں حالانکہ سب سے زیادہ قیام حضرت رائپوری قدس سرہ کا پاکستان میں رہا، وصال وہیں ہوا۔فرماتے

ہیں کہ صرف دو ہیں۔ ایک حضرت پیر صاحب دام مجدہم کے خسر صاحب حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے، ان کا سایہ تادیر باقی رکھے۔ اور دوسرے سید شاہ مکرم صاحب سنسار پور والے ہیں۔ بس یہ دو اور تیسرے مولانا حسن بھورات صاحب ہیں۔ تو یہ وقت کی، جگہ کی، صحبت کی قدر پہنچاننے اور اس کے ادب کا نتیجہ ہے۔

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

ادب پر مجھے یاد آیا کہ آج مجھے اسماعیل بھائی آرکیٹکٹ نے فون کیا کہ آپ کا بیان سنا۔ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ محمد نام بغیر وضو نہیں لیتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں سوچ رہا ہوں کہ ہمارے یہاں بھی کتنے سارے اس طرح کے واقعات پیش آئے مگر ہم نے اس نظر سے اس کو دیکھا نہیں اور سوچا نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ۔ فرماتے ہیں کہ لوساکا میں مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ کچھ تھوڑا سا بنیادی کام ہوا تھا اور بھائی جان مہمانوں کو لے کر پہنچے۔ دار العلوم دیوبند کے مہتمم صاحب حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دام مجدہم، انہیں لے کر پہنچے سینکڑوں کا قافلہ ساتھ ہے کہ جہاں مسجد ابھی تجویز ہے اور بننا شروع ہوئی ہے وہاں ان مہمانوں کو لے جاتے ہیں۔

اسماعیل بھائی کہتے ہیں کہ میں وہاں دیکھتا رہا کہ سارا مجمع زیر تعمیر جگہ پر ہے اور دعا بھی شروع ہو گئی مگر بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ نظر نہیں آرہے، فرماتے ہیں کہ جب مجمع چھٹنے لگا تو میں نے دیکھا کہ وہ مجمع ہی میں سے نکل رہے ہیں، اس جگہ احکامِ مسجد کا تصور کب ہو سکتا ہے کہ یہ مسجد ہے۔ مسجد تو فقہاء فرماتے ہیں کہ جب پہلی نماز پڑھی جائے گی اس کے بعد پھر وہ مسجد بنے گی۔ ابھی تو وہ ایک عام جگہ کی طرح ہے مسئلہ کے اعتبار سے بھی۔

فرماتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ پتہ نہیں کہاں جا کر کس طرح انہوں نے وضو

کیا ہوگا کون سے پانی سے۔ دور کیچڑ کی جگہ اپنے جوتے نکالے اور ننگے پیر اس کیچڑ میں اس جگہ تک چل رہے ہیں کہ کہ یہ خدا کا گھر ہے، مسجد ہے۔ حالانکہ خدا کا گھر ابھی مسئلہ کے اعتبار سے نہیں بنا اس کا اتنا ادب کہ چپل جوتے کے ساتھ وہاں میں کیوں جاؤں۔ اور پوتے محمد کا نام کبھی لے کر پکارا نہیں۔ اس ادب کا صلہ کیا پایا؟

میں نے عرض کیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت تشریف لے گئے، استقبال کیلئے تشریف لے گئے۔ 'چلو'۔ اور انہیں الفاظ کے ساتھ کہ 'چلو'۔ وہ جو زامبین افریقی کا خواب ہے، شیخ یونس صاحب کا محدثانہ مزاج ہے، تحقیق، تنقیح کی جاتی ہے، ان کو بلایا زامبین کو، ترجمہ سے خواب سنا۔ پھر مجھے کہنے لگے کہ کوئی گنجائش نہیں کسی شک وشبہ کی اور کسی تصنع و بناوٹ کی۔ کیوں کہ بالکل سادہ لوح ان کی لغت اور ان کے دماغ میں وہ چیزیں ہیں ہی نہیں جو سب دنیا میں ہوتی ہیں۔ وہ افریقی بزرگ دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک پکڑا کہ یہ آپ کی جگہ نہیں چلو۔ ادب کے نتیجے میں کیا کیا پایا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دوستو ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ صرف درود شریف پڑھتے ہیں وہ بھی اس طرح پڑھتے ہیں اپنی نظریں اُدھر، دماغ اُدھر۔ شاید یہ ذریعہ مغفرت بنے جیسے حضرت گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کتنی ہی غفلت کے ساتھ خدا کا نام لیا جائے اثر کیے بغیر نہیں رہتا۔ کتنا اچھا فتویٰ دیا حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ہم غافل لوگوں کو بچانے کیلئے۔ ورنہ صوفیاء کے یہاں کوئی گنجائش نہیں غفلت والے ذکر کے متعلق۔ وہ فرماتے ہیں کہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا یہ ذکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت، ہر گھڑی، ہر قدم پر یاد کیا کریں۔ اور کم از کم ایک دفعہ تو یٰسین روز پڑھیں۔ اور یٰسین بھی آپ انوکھے انداز سے پڑھیں۔ کہ جب آپ یٰسین پڑھیں تو روتے ہوئے، رونے کے لہجے میں پڑھیں **ومالی لا اعبد الذی فطرنی والیه ترجعون** روتے ہوئے پڑھیں۔ تاکہ بارگاہِ نبوی حاصل ہو۔ یہ تمام اکابر قریب ہو کر کتنا پا گئے۔

# شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، صدیوں پہلے کے عظیم محدث، گجرات پٹن کے ہیں۔ ان کے ایک خادم خاص محمد حسن ہیں، ان کا نام بھی حسن ہے۔ شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب متقی، فرماتے ہیں کہ وہ نوجوان حضرت محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آیا تھا۔ اس کے بعد وہ مکہ میں رہ پڑا۔ ایک دن شیخ عبدالوہاب متقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ حسن کا ذرا خیال رکھئے۔ اس کو دیکھئے۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میں اٹھا اور فوراً جس رباط میں ان کا قیام تھا وہاں پہنچا، واقعی وہ بیمار تھے، بیمار پرسی اور تیمارداری اور خدمت کے وہ محتاج تھے۔ بلکہ ہم نے دیکھا کہ ان کا آخری وقت ہے۔ اب ہم نے تلقین شروع کی **لا الہ الا اللہ، لاالہ الا اللہ** پڑھتے رہے، تلقین کرتے رہے۔

جواب میں **لا الہ الا اللہ** پڑھا ہی ہوگا پھر محمد حسن نے، مریض نے، اس جہان سے کوچ کرنے والے نے آیت پڑھی ’**ویثبت اللہ الذی آمنوا بالقول الثا بت**‘ کہ یہ وہ کلمہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس وقت انسان متزلزل ہوتے ہیں، پھسل جاتے ہیں ایسے وقت میں اسی سے ثابت قدم رکھتے ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساری عمر بڑی اچھی گذری، ساری عمر دین پر رہے۔ مگر وہ گھڑی آخری ایسی ہوتی ہے کہ اُس وقت ایمان ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ **اکثر ماینزع الایمان عند الموت** کہ جتنے بے ایمان مرتے ہیں ان کی اکثریت وہ ہوتی ہے کہ جن کا اس آخری وقت میں ایمان ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے۔ ہم ایمان پر زندہ رہیں، ایمان پر مریں، ایمان کو لے کر جائیں۔

یہی آیت پڑھی محمد حسن نے 'ویثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت' اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اِس جہاں سے اُس جہان میں پہنچ گئے۔ شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں دفن کیا۔

وہ کہتے ہیں میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ اس نے خواب میں ہمارا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد بتایا کہ چلو میں اپنا گھر تمہیں دکھاتا ہوں۔ اپنی جنت ان کو دکھائی، سیر کرائی۔

کہتے ہیں کہ بڑی عظیم الشان جنت دکھائی۔ وہاں کی نعمتوں کو کون بیان کرسکتا ہے اس دنیا میں رہ کر ہم جتنا ہم اس کے متعلق کہیں گے وہ سب محض ایک اندازہ اور تمثیل ہوگی۔ وہ سب دکھا چکے تو ان کا گھر دیکھ کر میں باہر نکلا تو ایک اور صاحب وہاں ملے۔ اور وہ ہمیں اشارہ کرنے لگے کہ ذرا اس گھر میں بھی چلئے۔

شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ نہ اس گھر کو جانتے ہیں، نہ گھر والے کو جانتے ہیں اور نہ آپ کو جانتے ہیں، کیسے اس میں چلے جائیں۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام ہے ابوالعباس مُرسی۔ اور یہ گھر میرا ہے۔ آپ تشریف لائیے۔ کہتے ہیں وہاں گیا۔ تو عجیب وغریب نعمتیں انہوں نے بیان کیں کہ میں نے اس میں یہ دیکھا، یہ دیکھا۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کو دیکھ کر ہم فارغ ہوئے اور باہر نکلے تو انہوں نے اشارہ کیا کہ ہمارے پڑوس میں یہ شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر ہے۔ یہ خود ان کے خلیفہ، ان کے مرید تھے۔ تو فرماتے ہیں کہ میں جلدی سے اس گھر میں گیا کہ اپنے شیخ کا گھر، ان کی جنت دیکھوں۔ انہوں نے کہا آہ! کیا جنت تھی، کیا گھر تھا میرے شیخ کا جو آخرت میں ان کو ملا۔ اس میں ایک عجیب چیز میں نے دیکھی، میرے شیخ کی اس جنت میں۔

فرمایا کہ نہریں تھیں۔ اور تمام نہروں پر نام لکھے ہوئے ہیں۔ کیسی نہریں اور کیا نام لکھے ہوئے۔ الگ الگ نہریں اور ہر نہر پر الگ الگ نام لکھا ہوا۔ ایک پر لکھا ہے جامع کبیر، ایک

پر لکھا ہے جامع صغیر۔ اس نام کی سب کتابیں ہیں شیخ علی متقی کی۔ جتنی تصانیف ان کی سینکڑوں کی تعداد میں، ہر کتاب پر ایک نہر جاری ہے۔

## حکیم استغفر اللہ صاحب

میں نے جب یہ ان کا خواب پڑھا اور ان نہروں کا حال معلوم ہوا، تو مجھے یاد آئے ہمارے حکیم استغفر اللہ صاحب نے مدینۃ العلوم میں اسی طرح نہر دیکھی تھی۔ ختم بخاری کے موقع پر اسی جگہ پر میں درس دے رہا تھا اور وہ سامنے طلبہ کے پیچھے تشریف رکھتے تھے کہ اچانک کھڑے ہو گئے اور رو رہے ہیں، رقص کر رہے ہیں۔ میں نے طلبہ سے کہا کہ حکیم صاحب کو کو بٹھا دو۔ بخاری شریف کا ختم تھا تو جب دعا کے بعد سب مل رہے تھے تو وہ میرے پاس آئے لپٹ گئے اور رونے لگے کہ گستاخی ہوگئی میں کھڑا ہو گیا تھا معاف کیجئے اس وقت مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو رہی تھی۔

حکیم صاحب ایک مرتبہ مدینۃ العلوم تشریف لائے تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ انہیں بنگلہ میں ٹھہرا دیں، حکیم صاحب رات کو وہاں سوئے۔ اس زمانہ میں ہمارے یہ بڑے بڑے جلسے نہیں ہوتے تھے۔ ماضی میں ابتداء میں جو جلسے ہوئے، وہ اس مدینۃ العلوم کی بڑی عمارت ہے اس عمارت میں ہوئے، جہاں آپ حضرات اِس وقت مدینۃ العلوم کے جلسوں میں کھانا کھاتے ہو۔ غرض وہاں جلسہ تھا اور مہمانوں کو کمروں میں سلا دیا کرتے تھے۔ اور حکیم صاحب کو بنگلہ میں سلا دیا۔ صبح جب ان سے ملا تو بنگلہ کی کھڑکی سے مجھے اشارہ کر کے بتلاتے ہیں کہ میں نے یہاں بہت خوبصورت، صاف شفاف پانی کی نہر دیکھی۔ انہوں نے نہر برسوں پہلے دیکھ لی اور برسوں بعد اسی جگہ ٹینٹ لگنے لگا جہاں یہ نہر چلتی دیکھی گئی تھی۔ اس کے وقوع سے پہلے وہ دیکھ چکے تھے کہ اس جگہ یہ یہ ہونے والا ہے۔ یہی نہریں وہاں شیخ علی متقی کی کتابوں کی طرف منسوب ان کی جنت میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت بھی بہتر فرمائے۔ وہاں کی رسوائیوں سے ہمیں بچائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۲۱/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ ہمارا یہاں اکٹھا ہونا مبارک فرمائے، ہم سب کیلئے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آپ حضرات تشریف لائے ہیں۔ گھر کی سب راحتوں کو چھوڑ کر یہاں دور جو آپ نے اعتکاف کیا ہے اس قربانی کو حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے۔

ایک دفعہ کسی انسان کو جنات نے پکڑ لیا اور پھر جو بھی آتا گیا تو اس کو مشورہ میں شریک کرنے لگے۔ مشورہ یہ کہ آیا اس انسان کو جسے ہم نے پکڑا ہے مار ڈالیں یا چھوڑ دیں؟ یا اس کے علاوہ کوئی اور سلوک اس کے ساتھ کریں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **خرافة كان رجل صالحا أسرته الجن**۔ کہ خرافہ نامی ایک شخص تھا جنات نے اسے پکڑ لیا، قید کر لیا۔ وہ دو جن تھے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس کا کیا کریں پھر جو انسان بھی آتا گیا اس کو بھی مشورہ میں شریک کرتے گئے۔

آپ حضرات اعتکاف کے لیے تشریف لائے ہیں، آپ حضرات بھی ہمارے اس مشورہ میں شریک ہو جایئے کہ یکم رمضان کو بیان شروع ہم نے یہاں سے کیا تھا کہ انڈیا سے، ہمارے گاؤں سے اطلاع آئی کہ ہمارے خالہ زاد بھائی جمعہ کی شام کو عصر کی نماز کے بعد درود شریف پڑھ رہے تھے کہ گردن جھک گئی اور اس عالم سے اُس عالم میں وہ پہنچ گئے۔

ان کے بالکل ٹھیک ڈھائی ماہ کے بعد ہمارے بھائی جان کا بھی وصال ہوگیا۔ اور وہ بھی ایسے کہ ایک ہفتہ قبل خواب سنا کر بیٹی مناتی ہے کہ جنت الفردوس ابھی ابا نہ جایئے۔ پھر بھی ابا کہتے ہیں کہ نہیں میں تو جارہا ہوں جنت الفردوس۔ یعنی فون پر بات ہورہی ہے ایک ہفتہ پہلے۔ پھر میں نے سفارش کی کہ بیٹی بہت رو رہی ہے بھائی جان آپ نہ جائیں۔ لیکن جانے کیلئے بالکل تیار کہ میں اپنے سب کام جو میرے ذمہ تھے نمٹا چکا۔ کوئی ادھر ادھر نہیں۔ تسلی کے کلمات بھی کوئی نہیں کہ پیچھے معہد الرشید چپاٹا کا کیا ہوگا؟ بچوں کا کیا ہوگا؟ چھوٹے بھائی کا کیا حال ہوگا؟

حالانکہ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ طالبعلمی کے زمانہ میں ان کا ایک خط مجھے ملا، چھپے گا عنقریب انشاء اللہ جس میں اپنے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ آج خواب میں دیکھا۔ نزع کا وقت ہے کہ مرنے کے بالکل قریب ہوں کہ بالکل آخری وقت ہے لیکن فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے فکر ہوگیا کہ میرے معمولات قضا ہو جاتے ہیں۔ اور معمولات کی مکمل پابندی نہیں اور ابھی میں مرنے لگا ہوں۔ تو اسی پریشانی میں کہتے ہیں آنکھ کھل گئی۔

انہیں تو معمولات یاد آئے کہ قضا ہو جاتے ہیں مجھے ابھی نہیں جانا۔ لیکن اب اِس وقت منانے کے باوجود بھی نہیں رکے۔ چھوٹا بھائی منا رہا ہے، بیٹی منا رہی ہے مگر وہ بالکل جانے کیلئے تیار۔ پوری رات ٹھیک ٹھاک رہے، فجر کی نماز جماعت سے پڑھی، چائے پی آدھی پیالی۔ استنجے کیلئے گئے اور پھر وہاں سے نکلے۔

اُس وقت زمانہ طالب علمی میں تو تیار نہیں تھے کہ ابھی مجھے نہیں جانا، میں کیسے جاؤں اور اِس وقت وہ اتنے تیار، شاید اپنا سارا حساب کتاب ٹھیک کرلیا ہوگا اس لئے بالکل تیار ہوکر خود اوپر والوں کو آواز دیتے ہیں 'السلام علیکم!' اور وہ آگئے زور سے السلام علیکم سن کر۔ چنانچہ دو منٹ کے بعد گردن ایک طرف جھک گئی۔

ڈھائی ماہ کا فاصلہ تھا ہمارے خالہ زاد بھائی میں اور ہمارے بھائی جان میں۔ پھر ان کے

پورے ڈھائی ماہ بعد، ایک دن بھی ادھر ادھر نہیں، ہمارے تیسرے ایک خالہ زاد بھائی بھی چل دیئے۔ اچھا بھلا بیان سن رہے ہیں کہ بیٹے سے فرمایا بیٹے! بیٹھو میرے پاس سنو کیسا اچھا بیان ہے۔ اوراس میں جو آخرت کی باتیں تھیں وہ اتنی پسند آ گئیں کہ اس کے ساتھ ہی گردن انہوں نے بھی ڈال دی۔ چلے گئے۔

اب ہمارے بھائی جان کو معمولات کا فکر ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔ کہ ہم تو نماز کی پابندی بھی نہیں کر پاتے، ہم میں سے ہر ایک حساب کر لے اپنا کہ میں کب سے نماز پڑھنے لگا ہوں اور میں کب سے پابندی سے پڑھ رہا ہوں۔

## حضرت مولانا ہاشم صاحب

ہمارے حضرت مولانا ہاشم صاحب درس میں بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ طلبہ آتے، ان سے لکھواتے کہ دیکھئے اب حساب لگایئے کہ کب بالغ ہوئے اور بالغ ہونے کے بعد سے پانچ وقت کی نماز کبھی بھی فوت نہ ہوئی ہو، یہ کب سے آپ کو یاد ہے۔ تھوڑا سا بھی ادھر ادھر ہو تو اس کو وضع کر دیجئے اور جب سے بالکل پکا یاد ہے، اس وقت سے حساب لگایئے کہ کتنے سال بنے۔

اتنے سالوں کی ایک نوٹ بک کاپی بنایئے، اس میں ایک ٹائم ٹیبل بنایئے اور روز ہر ایک نماز کے ساتھ آپ ایک قضائے عمری پڑھ لیا کیجئے۔ چونکہ یہاں تو ٹین ایج آتے ہیں ابھی ان کیلئے تو بہت آسان ہے کہ تھوڑی ہی نمازیں قضا کرنی ہیں۔

اس پر آج میں نے سوچا کہ ہمارے شریعت مطہرہ میں بڑے راز ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں بالکل اتفاق بلکہ اجماع تک کہہ لیجئے۔ کہتے ہیں کہ یہ جو فرائض کے علاوہ آپ سنن اور نوافل پڑھتے ہیں، یہ کیا ہیں؟ کل قیامت میں نامہ اعمال میں آپ کی فرض نمازیں اگر کم رہ گئیں تو اللہ عزوجل کی ذات عالی سے اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ جو نفل آپ

نے پڑھی ہونگی، سنتیں آپ نے پڑھی ہونگی، سنن و نوافل کو ڈال کر آپ کا حساب پورا کرلیا جائے گا اور اس کو فرض سمجھ لیا جائے گا۔

## حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

اسی لئے ان سنن کو مُکَمِّلات فرائض کہا جاتا ہے۔ حنفیہ کا مذہب بالکل صاف ہے، کہ فجر کے دو فرض ہیں تو اس کی سنتیں بھی دو رکعت ہیں۔ چار ظہر کے فرائض ہیں تو چار سنتیں پہلے ہی پڑھ لو۔ عصر کی نماز چار فرض ہیں تو پہلے ہی چار سنت پڑھ لو۔ اس کے متعلق میں نے مدرسہ صولتیہ میں قیام کے زمانہ کا حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری کا قصہ کبھی بیان کیا ہوگا۔ کہ حضرت شیخ مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں تھے، دیوان ایک کمرہ کا نام تھا جس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ بھی رہے ہیں۔ جب حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نور اللہ مرقدہ وہاں پہنچے تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے اٹھاؤ! حضرت بنوری نے فرمایا نہیں، حضرت آپ تشریف رکھیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا اٹھاؤ جلدی مجھے۔ دو آدمیوں کے سہارہ سے حضرت کو اٹھایا گیا حضرت نے ان سے معانقہ فرمایا۔ معانقہ کے ساتھ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ روتے ہوئے پڑھتے ہیں کہ **الحمدلله الذی جمعنا بأقدس الأماكن**۔ کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ روئے زمین کی مقدس ترین سرزمین پر اللہ عزوجل نے مجھے آپ ملایا۔

ایک شامی عالم تھے، سیرین (Syrian)۔ وہ اسی دیوان میں حضرت کے پاس تشریف لائے اور روئے جارہے ہیں، روئے جارہے ہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ تیرہ برس پہلے لامع الدراری شرح بخاری کی ایک جلد میرے پاس آئی تھی، جب میں اسے کھولتا تو دعا کرتا کہ الٰہی اس کے مصنف سے مجھے ملادے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ آج میری دعا قبول ہوئی۔

اسی طرح حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ رو رہے ہیں اور خوش ہیں۔ اسی سفر میں حضرت

بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قدس سرہ سے ایک سوال کیا تھا کہ میری تتبع وتلاش تو بہت ناقص ہے، عصر کیلئے جو چار سنتیں ہیں مجھے اس کے متعلق روایات اکٹھی کرنی ہیں کہ کہاں کہاں چار کا ذکر آیا ہے۔ انہوں نے کتنا اہتمام کیا۔ حنفیہ کے یہاں عصر سے پہلے کتنی ہیں؟ چار۔ اور مغرب سے نہ پہلے تین ہیں اور نہ مغرب کے بعد تین ہیں۔ مغرب سے پہلے شوافع کے یہاں دو رکعتیں ہیں اور ہمارے یہاں مغرب کی نماز کے بعد دو سنتیں ہیں۔ پھر اس کے بعد عشاء چار ہے تو عشاء سے پہلے بھی چار سنتیں ہیں۔ تو چار رکعت پہلے ہی پڑھ لو۔

اب مغرب رہ گئی حنفیہ نے کہا کہ کے عشاء کے بعد وتر سنت نہیں بلکہ واجب ہے۔ اس کو انہوں نے واجب کہا، کیوں؟ وہ مُکَمِّلات سمجھتے ہیں کہ یہ سنن مُکَمِّلات ہیں اور یہ وتر بھی مکمل ہیں کس کیلئے، مغرب کیلئے۔ جہاں جتنی رکعت فرض کی ہیں اتنی سنتیں رکھی گئیں۔ تو یہ جو وتر ہے، یہ حنفیہ کے یہاں تین رکعت ہیں۔

اب اگر کوئی مغرب کی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے پھر ایک رکعت سلام پھیرنے کے بعد پڑھے تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے یہاں بھی نماز نہیں ہوگی۔ تو یہ بڑی دلیل حنفیہ کی، کہ وتر ایک سلام سے تین رکعت ہے۔ یہ تو وتر کا مسئلہ ہوا کہ وتر ایک سلام سے تین رکعت ہے۔

اب آیئے یہ ہماری تراویح کو دیکھیں۔ اب تراویح آپ نے پڑھی۔ کوئی تعب محسوس ہوا آپ کو؟ جیسے عام دنوں میں ہوتے ہیں، اسی طرح ہیں۔ بیس پڑھنے کے بعد بھی کوئی تعب نہیں، کوئی تکلیف نہیں۔ کوئی دینی دنیوی جسمانی کسی چیز کا کوئی نقصان نہیں۔ یہ بیس رکعت ہماری قضائے عمری کیلئے رکھی گئی ہے اور ایسے وقت میں رکھی گئی ہے جس میں ہمارا ثواب المضاعف ہوتا ہے۔ بے حساب ثواب ہے رمضان میں۔ (سبحان اللہ!)

لیکن سبحان اللہ کے ساتھ یہ نہ کہیئے کہ ہماری نماز جو ہم نے چھوڑ دی ہے وہ تراویح پڑھنے سے اس کی قضا پوری ہوگئی، نہیں۔ یہ تو کرم ہے اللہ عزوجل کا اس نے ملت ابراہیمی اور

شریعت محمدیہ ہمیں عطا کی۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت ایسی ہمیں مرتب کر کے دی ہے کہ شاید و باید۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ابھی تو صرف یہی سوچنا ہے کہ انہوں نے یہ حکم اس طرح کیوں بیان کیا؟ اس میں کوئی راز ہوگا تو جہاں سوچیں گے آپ کو تو راز ہی راز ملیں گے۔

تراویح بیس رکعت کیوں؟ کہ سترہ رکعت فرائض کی اور تین رکعت وتر کی پانچوں نمازیں آپ گننا شروع کریں گے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشاء اور تین وتر اور دو فجر، کتنی ہوگئی؟ یہ بیس۔ تو یہ بیس رکعت ایک دن کی فرائض کی بنتی ہیں، اس کی تکمیل کے لیے روز آپ یہ بیس رکعت پڑھ رہے ہیں تاکہ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے جہاں کہیں فرائض میں کمی رہ جائے گی، تراویح کو ڈال دیں گے کہ میرے بندہ نے یہ پڑھی تھی۔

اسی لئے جن کو اپنے بارے میں اطمینان ہو کہ میں تو صاحب ترتیب ہوں کہ میری کوئی نماز قضا نہیں، ہے کوئی ایسا؟ حضرت مولانا ہاشم صاحب ہوں گے۔ کوئی نہیں ہاتھ اٹھا سکتا کہ میری کوئی نماز عمر بھر کی قضا نہیں اس لئے انہیں کیا کرنا چاہئے کہ رمضان کے بعد بھی روز ۲۰ر بیس رکعت پڑھتے رہنا چاہئے۔ یہ جو ہمیں سکھایا گیا اور مسلسل پورا مہینہ بیس، بیس پڑھوائی تاکہ اس کی عادت ہو جائے، جس طرح کہ بھائی جان نے سوچا کہ، اوہو! میں کیسے مروں میرے تو معمولات قضاء ہوتے ہیں پابندی کی عادت نہیں ہوئی۔

بہت سخت ترین مسئلہ ہے نماز کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری گھڑیوں میں، سکرات میں فرما رہے ہیں **الصلوۃ، الصلوۃ**۔ نماز، نماز۔ اس لئے دوستو اس کا عہد کریں۔

اور اس کیلئے صوفیائے کرام خانقاہ میں مریدین مشائخ کے یہاں آتے تھے، ان کو ٹائم ٹیبل بنا کر دیتے تھے۔ کیا ٹائم ٹیبل؟ فرماتے تھے کہ دن میں تمہیں ایک سو رکعت پڑھنی ہیں اور رات میں سو رکعت پڑھنی ہیں۔ تو چوبیس گھنٹے میں روز ہوگئیں دو سو رکعت۔ دو سو رکعت ایک سال تک آپ روز پڑھیں گے تو ایک سال میں دس سال کی نمازیں آپ کے ذمہ سے اتر جائیں گی۔

## بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نماز کا اہتمام ہمیں عطا فرمائے اور جس طرح ہمارے بھائی جان نے سوچا اپنے متعلق کہ اوہو! معمولات قضا ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا ان کی زندگی بعد کی رہی ہوگی کہ محمد پوتے کو نام لے کر ادب کی خاطر نہیں پکار سکتے۔ اور پھر آسمان والوں کو پکارا 'السلام علیکم'۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر فرمائے۔

خالہ زاد بھائی تسبیح پڑھتے ہوئے، درود شریف پڑھتے ہوئے چلے گئے اور بھائی جان اچھے بھلے وہاں والوں کو نیچے بلا کر تشریف لے گئے۔ ان کے پورے ڈھائی مہینہ بعد، یہ ٹائم ٹیبل دیکھئے ان مرنے والوں کا۔ تیسرے ہمارے خالہ زاد بھائی پورے ڈھائی ماہ بعد ان کا وصال ہوا بیان سنتے سنتے۔ اور اسی دوران ہمارے کمرہ کے ایک ساتھی مولانا عبدالرحیم ملک بھی چل بسے، سالہا سال ہم ساتھ رہے۔ انہوں نے لیٹنا چاہا، فرمایا کہ میرے ہاتھ پیر سیدھے کر دو اور بس **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ** ۔ کتنی آسانی کے ساتھ، کلمے کے ساتھ گئے، جس کے بارے میں انشاء اللہ یقین کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو سیدھے ہی جنت الفردوس پہنچ گئے۔

پھر ابھی قریب میں ہمارے مولانا گورا صاحب چل بسے، کتنی پیاری ان کی وصیتیں، انہوں نے بھی بچوں کو نماز، نماز کی ہی تلقین کی، اور جنازہ دیکھا آپ لوگوں نے؟ کیا شان اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ یہ ہم سوچ رہے تھے کہ ہم اپنا کیا کریں؟ یہ مشورہ ہو رہا تھا۔ اس کیلئے ہم فکرمند تھے کہ ہماری زندگی تو ان جانے والوں سے بالکل مختلف الٹے انداز میں چل رہی ہے۔ جانا اُدھر ہے ہم اِدھر جا رہے ہیں۔ اس کیلئے کیا کریں؟۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اس کیلئے ہم سوچتے رہے ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کے حالات کی جستجو کرتے رہے۔

وہ بھی یہی بتاتے تھے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ احوال کا ذکر ہوا۔ ہم نے چند مرنے والوں کو دیکھا یا چند کے حالات ہم نے ٹیلی فون پر سنے، یا دیکھنے والوں نے ہمیں سنائے مگر وہ تو اور اندر جا کر دیکھ لیتے تھے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ وہ قبر کے اوپر کھڑے ہوئے ہیں اور قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے اس کی خبر دیتے تھے۔

حضرت تو بڑے عجیب تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں حج پر جاتا ہوں تو مجھے سب کے دل ٹٹولنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ کہ جو اصحاب نسبت ہیں بڑے بڑے اولیاء اللہ ان کی نسبتیں میں ٹٹولتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ساری زندگی میں حضرت مدنی قدس سرہ جیسا انسان نہیں دیکھا جب میں نے حج میں ان کو دیکھا۔ فرماتے تھے کہ اس سے زیادہ اوپر کون جا سکتا ہے۔ یہ فرمایا کرتے تھے۔ جس طرح ان کی نسبتیں اوپر کہاں تک ہیں وہ دیکھتے تھے۔

اسی طرح نیچے قبر دیکھ کر بتا دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کے یہاں کوئی تصنع نہیں تھا، بچوں کی طرح سے پوچھ لو۔ کہ قبرستان میں کھڑے ہیں آپ پوچھیں گے کہ حضرت یہ قبر اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضرت ادھر مڑ جائیں گے، وہاں کھڑے ہو جائیں گے۔ دیکھ لیا تو بتا دیں گے۔

ایک دفعہ حضرت قبرستان میں ہیں، کسی نے اپنی ایک قریبی عزیزہ کے متعلق عرض کیا کہ حضرت! ہماری ایک خاتون کو ہم نے اس قبر میں دفن کیا تھا، حضرت وہاں کھڑے ہوئے اور چند لمحوں کے بعد فرمایا کہ نہیں یہ قبر ان کی نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت غلطی ہوگئی یہ شاید ان کی قبر ہے۔ کہتے ہیں کہ پانچ جگہیں انہوں نے بدلیں، ایک کے بعد دوسری بتاتے رہے۔ حضرت سب کے متعلق فرماتے رہے کہ یہ قبر بھی ان کی نہیں ہے۔ پانچ جگہوں کے بعد پھر وہ بے چارے مایوس ہوگئے۔ گھر واپس آ گئے پھر کسی صحیح جاننے والے کو لے کر اس قبرستان میں گئے ہوں گے کہ ہم نے ہماری وہ عزیزہ کو کہاں دفن کیا تھا تو واقعی ان پانچوں میں

ان کی قبر نہیں تھی، بلکہ کہیں اور تھی۔

## حکیم استغفر اللہ صاحب

یہی ہمارے حکیم استغفر اللہ صاحب کا میں نے قصہ بتایا تھا کہ انہوں نے مدینۃ العلوم میں جب بلڈنگ میں جلسہ ہوتا تھا اس وقت وہ بنگلہ میں سوکر اٹھے اور کھڑکی سے اشارہ کر کے مجھے بتاتے ہیں کہ ابھی میں سویا ہوا تھا یہاں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ایک نہر، صاف شفاف پانی کی یہاں جاری ہے۔ جس جگہ ابھی آپ ٹینٹ میں جلسوں میں بیٹھتے ہیں۔ یہ انہوں نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔

ان کا قصہ ہے جب وہ ہندوستان پہنچے سہارنپور گئے، پہلے ہی شہرہ پہنچ گیا تھا کہ انہیں کشف قبور حاصل ہے۔ شیخ انعام اللہ تھے اجری قسم کے آدمی تھے، وہ ان کے ساتھ حاجی شاہ قبرستان گئے اور قبرستان جا کر انہیں بتایا کہ حضرت یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے والد ماجد حضرت مولانا یحییٰ صاحب کی قبر ہے ان کے متعلق کچھ فرمایا۔ پھر یہ فلاں کی قبر ہے ان کے متعلق فرمایا۔ پھر ایک قبر پر لے گئے۔ وہاں کھڑا کیا، کہ حضرت یہ بھی ایک بزرگ تھے ان کی قبر ہے۔

حکیم صاحب نے ذرا آنکھیں بند کیں اور پھر فرمایا 'ہت تیری! نالائق کہیں کا، کسی خاتون کی قبر پر مجھے کھڑا کر دیتا ہے کہ یہ بزرگ کی قبر ہے'۔ ڈانٹ دیا۔ وہ شیخ انعام اللہ رو کر کہنے لگے کہ سچ مچ میں نے ان کا امتحان لینے کیلئے کیا تھا کہ یہ جو سب کہتے ہیں کہ انہیں کشف قبور حاصل ہے کیا یہ صحیح ہوگا؟ مجھے معلوم تھا کہ یہ فلاں خاتون کی قبر ہے۔

کس قدر روشن، ان کے قلوب کس قدر روشن۔ چونکہ یہ بیان جگہ جگہ دور تک سنا جاتا ہے، سننے والوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، سلفی بھی کہیں سن لیں تو میں ان کے بھی جواب ساتھ دیتا رہتا ہوں۔ سلفی مزاج لوگوں کو اشکال ہوتا ہے کہ یہ اپنے بزرگوں کو اتنا اوپر

چڑھاتے ہیں؟ وہ اکابر یقیناً بزرگ تھے مسلمان تھے، اچھے تھے لیکن ان کو اتنا بلند قامت کیوں بتاتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ان بزرگوں کو ملا کہاں سے؟ صحابہ تابعین سے انہوں نے لیا۔

ان معترضین سے ہم کہتے ہیں کہ ہمیں آپ سے محبت ہے، ہم آپ کو بچانا چاہتے ہیں، اس لئے ان اوپر والوں کے صحابہ اور تابعین کے حالات بیان نہیں کرتے۔ ہمارے بزرگوں کے حالات ہم بیان کرتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہہ دیں گو اس میں بھی خطرہ تو ہے لیکن اوپر والوں پر اعتراض کم درجہ کا ہے۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق لب کشائی کرے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعتراض کرے کہ یہ حدیث نہیں ہوسکتی اور یہ حدیث نہیں ہے اور جو نبی کا کلام عقل میں نہ آئے اس کا انکار اور تمسخر کرے اب جو فضائل ذکر میں حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک حدیث لکھی ہے کہ جب **لا اله الا الله** کوئی مؤمن کہتا ہے تو عرشِ الٰہی کے سامنے ستون ہے وہ ہلنے لگتا ہے۔

ایک اللہ کا بندہ **لا اله الا الله** کا ذکر کررہا تھا، کسی کو اس کا ذکر اچھا نہیں لگا، اس نے اسے ٹوکنے کیلئے کیا کہا؟ ایک ساتھی اپنے دوسرے ساتھی سے کہتا ہے کہ ارے بھائی عرش کے ستون کو مت ہلاؤ۔ اس سے برا اور بڑا مذاق کوئی ہوسکتا ہے؟ جس سے ایمان کو خطرہ لاحق ہو۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اگرچہ ہمارے اکابر بھی ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل ان سے اتنے خوش ہیں کہ ان کی وجہ سے بھی کوئی نقصان اٹھا سکتا ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہی قصہ ہے کہ ایک صاحب تھے سلفی۔ اور جنگ آزادی میں بڑا کام کیا انہوں نے اور وہ بھی ہمارے اکابر کے ساتھ مل کر کیا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے ساتھ مل کر کام کیا۔

چونکہ ہمارے حضرات کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا تو وہ حضرات بھی میری طرح سے جہاں کہیں بیٹھتے تو اکابر کی بزرگی کے حالات اور واقعات سناتے رہتے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں نے عرض کیا کہ ایک مستقل کتاب ہے 'حضرت لاہوری کے حیرت انگیز واقعات'، اس میں کئی سواس طرح کی انکی کرامتیں ہیں۔اس شخص سے اب وہ اکابر کے حالات سنے نہیں جاتے تھے۔ساتھی اس کو نصیحت کرتے کہ اللہ کے بندے! اگر تمہیں اعتقاد ان کے متعلق نہیں ہے تو تم ان کے پاس مت جاؤ۔مجلس میں بات ان کے متعلق ہو رہی ہو، ان کے قصے کوئی بیان کر رہا ہو تو نہ سنو۔لیکن یہ کلمات جو تم کہتے ہو یہ تمہارے لئے بہت خطرناک ثابت ہوں گے۔

جس طرح یہ 'عرش الٰہی کے ستون کو مت ہلاؤ' کہنے والوں کی عقل میں نہیں آتا اسی طرح اس کی عقل میں نہیں آیا۔ پھر کیا ہوا کہ ساری عمر سمجھتے رہے کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں '**وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا**'۔کہ وہ ساری عمر تو سمجھتے رہے کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں، اسی لئے وہ احرار کے ساتھ شامل ہوئے، پھر ختم نبوت کے کاموں میں حصہ لیا۔حضرت مولانا شاہ عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو رہا ہوگا ان کے بیانات سنے ہوں گے، ان کے وعظ سنے ہوں گے۔اور عمر کا ایک بڑا حصہ ایسی مجالس میں گذارا مگر حق تعالیٰ شانہ کو اپنے ایک پیارے بندے کے متعلق اس کی بدزبانی پسند نہیں آئی چنانچہ وہ خودکشی کر کے مرا۔

## فاطمۃ بنت الحسین رضی اللہ عنہما

ہم ان کی تسلی کیلئے اوپر کی بھی سناتے ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پوتی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فاطمۃ بنت الحسین رضی اللہ عنہما کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے تجہیز تکفین، کفن دفن سب ہوگیا تو کیا کیا؟ اپنے شوہر سے بیوی کو اس قدر محبت تھی کہ اپنے کام والوں سے کہا کہ مجھے ایک جھونپڑا قبر کے پاس بنادو۔ وہاں تشریف

لے گئیں۔ وہاں ایک دن، دو دن، ایک مہینہ، دو مہینے، پورا ایک سال اس جھونپڑے میں قبر ہی پر رہیں، وہاں، ایصالِ ثواب کرتی ہوں گی۔ آخر کب تک؟ سال پورا ہوا اس کے بعد فرمایا کہ اب چلو واپس چلے چلتے ہیں۔

جب وہاں سے سب کچھ اٹھا کر وہ چل رہے تھے تو صحاح میں ہے، یہ ادھر ادھر کی بات نہیں ہے کسی کی کہ کوئی کہہ دے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ کہتے ہیں کہ جب وہ چل رہے تھے تو پیچھے سے آواز آئی، بقیع سے کوئی بول رہا ہے کہ 'الا ھل وجدوا مافقدوا؟' کہ جو انہوں نے کھویا تھا اپنا شوہر کیا انہیں واپس مل گیا؟ یہ آواز سن رہی تھیں تو ٹھہر گئیں کہ کون کہہ رہا ہے۔ دیکھا کہ رات کا سناٹا ہے، بقیع میں نہ کوئی انسان نہ کوئی جن۔ قبریں ہی قبریں اور وہاں سے آواز آرہی ہے، 'الا ھل وجدوا مافقدوا؟' جو انہوں نے کھو دیا تھا شوہر وہ انہیں واپس مل گیا؟ تو دوسرا دوسری طرف سے جواب دیتا ہے 'بل یئسوا فانقلبوا'۔ کہ یہ بے چارے مایوس ہو گئے اس لئے واپس جا رہے ہیں۔ تو یہ بقیع کی قبروں سے بھی آوازیں آتی ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو سنتے تھے کہ اسے عذاب ہو رہا ہے اور شکل وصورت کیا صرف فوٹو پر تصویر دیکھ کر بتاتے اس میں ایمان ہے، اس میں نہیں ہے، یہ ایمان پر مرا ہے یہ بے ایمان مرا ہے، یہ سب وہ دیکھ کر بتاتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا ایمان بھی بچائے رکھے۔ ایمان ہی کے ساتھ ہم زندہ رہیں، ایمان ہی پر اللہ تعالیٰ ہمیں موت دے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔**

۲۲/رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس دنیا کے بعد دوسرا عالم بھی ہے دوسری دنیا بھی ہے اور اس میں ہمیں پہنچ کر اس دنیا کے ایک ایک سانس کا، ایک ایک قدم کا، ایک ایک نظر کا حساب دینا ہے تو اس کو سمجھانے کیلئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام میں، حق تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ ان واقعات کو دہرایا کہ وہ ایک اور عالم ہے۔ اور یہ دنیوی زندگی مر کر ختم نہیں ہوجاتی، بلکہ اس کے بعد بھی زندگی ہے۔ **الم ترا لی الذین خرجوا من دیارھم** کہ وہ مر گئے پھر ان کو سب کو حق تعالیٰ شانہ نے اکٹھا مار بھی دیا اور پھر سب کو اکٹھا زندہ بھی کر دیا۔

## حضرت عزیر علیہ السلام

اسی یاد دہانی کیلئے حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ ہے کہ کیسے وہ لمبی نیند سوتے ہیں، پھر بیدار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا قصہ '**ارنی کیف تحیی الموتی. قال اولم تؤمن؟**' حق تعالیٰ شانہ نے ان کو وہ منظر دکھایا کہ آپ چار پرندے لے کر ان کی بوٹیاں کر کے رکھ دیں، مکس کر دیں، قیمہ کر کے ملا لیں اور پھر ایک ایک بوٹی چار حصوں میں تقسیم کر کے رکھ

دیں۔ پھر آواز دیں جس طرح پرندوں کو، مرغی کو بلایا جاتا ہے۔

**یاتینک سعیا** یعنی آپ کی آواز پر وہ وہاں سے چلنا شروع کریں گے اور پرندوں کو جس طرح بلایا جاتا ہے تیز تیز چل کر وہ آجائیں گے اس طرح آجائیں گے تاکہ آپ کو کوئی شبہ نہ رہے کہ کہیں فضا میں سے پرندہ اڑ کر کے تو نہیں آگیا۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہاں میں نے بوٹی رکھی تھی وہیں سے چل کر یہ آیا ہے۔ یہ تمام واقعات جو قرآن کریم نے بیان کئے ہیں وہ ہمیں سمجھانے کیلئے ہیں کہ یہ عالم ختم نہیں ہوجاتا اس کے بعد دوسرا عالم شروع ہوتا ہے۔ وہ سب سے اہم عالم ہے۔ حق تعالیٰ شانہ گمراہی سے حفاظت فرمائے۔

بزرگوں کے واقعات بار بار کیوں آپ کے سامنے کئی روز سے میں دہرا رہا ہوں کہ ان سے یہ کرامت صادر ہوئی، یہاں قبر پہ بات کی، وہاں کھڑے ہوگئے وہاں بات کی اس لئے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ قریب کے بزرگ ہیں، آپ جانتے ہیں یہ بہت دور کا قصہ نہیں ہے، ابھی بھی ان کی کتابیں ملتی ہیں، ان کا خاندان لاہور میں آباد ہے۔ تاکہ یقین آئے کہ یہ سچے واقعات ہیں جن کے ساتھ پیش آئے، ان میں سے بہت سے بقید حیات ہیں۔ اور یہ ہمارا ایمان بچانے کیلئے ایک فکر ہے۔ ورنہ جس طرح میں نے عرض کیا کہ بہت کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی ایمان سلب ہوجاتا ہے، عقیدے بگڑ جاتے ہیں۔

میں تو آپ کیلئے نہیں بلکہ اپنے لئے فکرمند ہوں، ہمارا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی ہماری زندگی ہے، زندہ ہونا ہے مجھے اس کا فکر اپنے لئے بھی اس لئے ہے کہ۔ پاکستان میں ایک فتنہ اٹھا تھا حیات النبی، کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود دیوبندیوں کے بڑے علماء کی ایک الگ جماعت بن گئی تھی جو یہ کہتی تھی کہ وہ تو مر کر مٹی ہوگئے، یہی الفاظ ان کے ہر بیان میں ہوتے تھے۔

دوستو! یہ علم نہیں بچا سکتا اگر یہ علم بچا سکتا، تو ابلیس بچ جاتا۔ جتنا علم اس کے پاس ہے ہر ایک شخص کے بارے میں وہ علم رکھتا ہے۔ مگر اس کا علم اس کو نہیں بچا سکا۔ بالآخر قاری محمد

طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور وہاں بیان فرمایا۔ تب بھی وہ فتنہ ختم تو کیا ہوا ہوگا؟ شاید تھوڑا سا دب گیا۔

اسی لئے اب یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ سلام کہاں سے پڑھیں مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد مسجد نبوی میں۔ ریاض الجنۃ سے سنتے ہیں یا نہیں؟ اقدام عالیہ سے سنتے ہیں یا نہیں؟ یا صرف مواجھہ شریف سے سنتے ہیں۔ آپ بھی سوچ سکتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ مسئلہ ہوتا کہ مسجد کے اس حصہ سے سنتے ہیں اس حصہ سے نہیں سنتے، تو جہاں آپ مواجھہ شریف پر کھڑے ہوتے ہیں وہاں سامنے ایک جالی ہے، پھر دیوار ہے، پھر دوسری دیوار ہے، اس میں وہ حجرہ شریفہ ہے اسمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں تو وہاں کیا کہیں گے کہ اتنی دیواریں حائل ہیں تو کیا اذان کی طرح سلام پڑھنے کو کسی نے لکھا ہے؟۔

اس کے برعکس یہاں تو تمام بالا جماع سب یہی کہتے ہیں کہ سلام کیسے پڑھو' بالکل آہستہ، ادب سے، دل دل میں پڑھو کہ پڑوس والا بھی نہ سنے' ۔سب نے یہی کہا۔ کسی نے نہیں کہا کہ اذان دو۔ جب وہاں اتنی دیواروں کے پیچھے ہیں تو پھر کیا حکم ہونا چاہئے تھا کہ اذان کی طرح سے پکارو جس طرح آپ کسی کے گھر پر جاتے ہیں تو آواز دیتے ہیں ارے فلاں!۔ کیوں؟ کہ وہاں اگر دھیرے سے کہا السلام علیکم تو کیسے سنے گا اندر والا۔ نہیں سن سکتا۔ ہر کوئی کہے گا کہ آپ دروازے پر کھڑے ہیں آپ کو آواز دینی پڑے گی کہ عبداللہ! کیا کسی نے بھی لکھا ہے کہ جس طرح زور سے پکار کر آواز دی جاتی ہے اس طرح سلام پڑھو؟۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاۃ طیبہ ہی میں اس کی وضاحت فرمادی اس مسئلہ کی کہ جیسے ہی مسجد کے دروازہ پر تم پہنچو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم تھا کہ مسجد کے دروازہ پر پہنچنے کے ساتھ ہی دایاں پیر مسجد میں رکھو اور دایاں پیر رکھنے کے ساتھ کہو **بسم اللہ**، ایک۔ کہ اے خدا! تیرے گھر میں میں داخل ہورہا ہوں۔ اور آگے 'و**السلام علی رسول اللہ**' کہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسجد کے دروازے سے بہت دور ہیں۔ بہت

دور ہیں۔ اوراس سلام میں بھی بلالی اذان کی طرح حکم نہیں ہوا کہ تم مسجد میں قدم رکھوتو زور سے مجھے سلام کرو۔

روز ہمارے گھر میں بچوں کی ماں بچوں کو واپس بھیجتی ہے کہ واپس جاؤ۔ اسکول سے آئے دروازہ کھولا، آتے ہی سلام کرنا ہے اس لئے وہ کہتی ہے فلاں کے سلام کی آواز نہیں آئی۔ اب وہ زور سے سلام کرے گا تو آواز پہنچے گی۔ تو یہ حکم نہیں ہوا کہ **بسم اللہ** کے بعد **والسلام علی رسول اللہ** بآواز بلند کہو زور سے کہنے کا حکم نہیں ہوا۔ بلکہ اپنے دل میں آہستہ کہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ '**انی لاراکم من وراء ظھری**'۔ کہ میں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں جب نماز میں ادھر کھڑا ہوتا ہوں تو یہ مت سمجھنا کہ سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ سکتے ہیں، پیچھے والوں کو نہیں دیکھ سکتے، بلکہ میں پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

جیسے **بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ** کی ہمیں تعلیم دی گئی اور اذان کی طرح سلام کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی، بلکہ دل میں کہو، آہستہ کہو کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سلام پہنچ جائے گا۔ اسی لئے اس مسجد کی تعمیر سے قبل، اسی جگہ جہاں آپ تشریف رکھتے ہیں، وہاں ایک جگہ بخاری شریف کے جلسہ کیلئے ہم نے ٹینٹ لگایا تھا اور حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب نور اللہ مرقدہ نے بخاری شریف ختم کرائی تھی اچانک ایک مہمان پہنچ گئے تھے حضرت مولانا عبد اللہ صاحب، جامع مسجد اسلام آباد کے خطیب۔ اور ہماری ان سے پہلی ملاقات تھی، کبھی پہلے دیکھا نہیں تھا ان سے بیان کی درخواست کی گئی کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب بخاری شریف ختم فرماویں گے آپ بیان فرمادیں۔ انہوں نے تقریر کی تھی۔

پھر مدینہ طیبہ میں جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے یہی مسئلہ پوچھا کہ سلام کہاں سے پڑھ سکتے ہیں۔ چاروں طرف اقدام عالیہ سے بھی لوگ پڑھتے ہیں، ریاض الجنۃ سے بھی پڑھتے ہیں، سامنے بھی پڑھتے ہیں، کچھ لوگ دور سے بھی پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوۃ وسلام کیلئے ساری مسجد کتنی وسیع ہوجائے اس میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاۃ طیبہ ہی میں تعلیم فرمادی تھی کہ قدم رکھتے ہی مجھے سلام کرو۔ تو چونکہ سلیم الطبع تھے، ذہین تھے بڑے عالم تھے فورا کہنے لگے بس، بس سمجھ میں آ گیا۔

میں نے کہا کہ **بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ** کا حکم حیات طیبہ میں تھا تو کیا اب یہ حکم منسوخ ہوگیا؟ کیا اس روایت میں یہ فرمایا کہ صرف میری زندگی میں تم اس طرح سلام کرنا '**بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ**'۔ بلکہ ہمیشہ کیلئے یہ سنت ہے، یہ خود حیات النبی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ **بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ**، کہ **الانبیاء احیاء فی قبورھم**۔ میں نے عرض کیا کہ اگر قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھا ہوتا مماتیوں نے، اور حیات النبی کے مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں نے تو انہیں عقل آجاتی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جب گمراہ کرنے کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو پہلے عقل سلب کر لیتے ہیں **نولہ ماتولی** ۔اس کو جو پسند ہے اسی پر ہم نے اُسے ڈال دیا۔ **ونصلہ جھنم**۔

یہ عقیدہ ہمارے ذہن میں راسخ رہے کہ یہ زندگی کچھ نہیں، عارضی ہے، اس کی لذتیں فانی، اس کا آرام فانی ہے۔صوفیاء کی جماعت نے اس گُر کو سمجھا۔انہوں نے ایسے ایسے نکتے بتائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ '**النوم بالغلبہ**' کہ سونا کب چاہیئے؟ انہوں نے ایک کلمے میں اپنا اصول بتادیا کہ '**النوم بالغلبہ**'۔ اور ہمارے یہاں ہے النوم ٹائم ٹیبل، کھانا ٹائم ٹیبل۔

اللہ اکبر، کتنا فرق کہ آپ کا ٹائم ہوگیا اور پیٹ خراب ہے، بیمار ہے ڈکار نہیں لی جاتی پھر بھی ڈالو۔ اور سونے کیلئے ٹائم ہوگیا، نیند نہیں آرہی، پڑے ہوئے ہیں، ساری دنیا کے تفکرات گھومتے رہیں گے شیطان ساری دنیا میں گھماتا رہے گا، لیکن چونکہ ٹائم ٹیبل پر چلنا ہے تو بستر پر لیٹ گئے۔

اور صوفیائے کرام نے ایک کلمہ میں نیند کا قاعدہ بتادیا کہ **النوم بالغلبہ** کہ جب تم سے

بیٹھا بھی نہ جائے اور تمہیں وہ نیند خود گرادے۔ نیند تو خود گراتی ہے جب آئے گی تو خود گرادے گی آپ کو لیٹنے کی اور سونے کی ضرورت نہیں ہے آپ بیٹھے بیٹھے گر جائیں گے، سجدے میں ہیں تو سو جائیں گے۔ جب یہ نوبت آجائے کہ آپ سجدہ میں تین دفعہ تسبیح بھی نہ پڑھ سکیں اور آنکھ لگ جائے، بیٹھے بیٹھے بھی آپ ٹول رہے ہیں، ادھر گر رہے ہیں ادھر گر رہے ہیں، فرمایا یہ ہے سونے کا وقت۔ '**النوم بالغلبه**'۔

کھانے کیلئے اصول بیان فرمایا **الاکل بالفاقه**۔ کہتے ہیں کہ جب ایک وقت گذرا، دوسرا گذرا، تیسرا گذرا، چوتھا گذرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں تین دن کا فاقہ چلتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ فاقے کے بغیر کھانا ہی نہیں چاہئے **الاکل بالفاقه**۔ فاقہ کر کے کھاؤ صرف بھوک پر نہیں۔ **الاکل بالجوع** نہیں۔ ایک ایک کلمہ میں انہوں نے اپنا مذہب بیان کیا ہے۔ یہ کھانا اور سونا ہوا۔

آگے تیسری چیز بیان فرمائی، '**الکلام بالاضطرار**'۔ اللہ اکبر۔ جو علماء ہیں وہ جانتے ہیں '**الا مااضطررتم الیه**'۔ اضطراری کیفیت جب پیدا ہو جائے بولنے کے بارے میں تب کلام کرو۔

پھر اس کی وہ شرح کرتے ہیں صوفیاء، کہ اضطراری کہ تم مضطر ہو جاؤ تمہارے لئے کوئی رستہ نہ رہے۔ پھر آگے اس کی شرح وہ یہ کرتے ہیں کہ یا اپنی جان کا خطرہ ہو یا دوسرے کی جان کا خطرہ ہو۔ اس وقت تم بولو۔ کیا زندگی رہی ہوگی ان حضرات کی۔

ہمارا حال تو ابھی میں دیکھ رہا تھا کہ ادھر تکبیر شروع ہوگئی بول رہے ہیں، قرأت شروع ہوگئی بول رہے ہیں۔ ان کی زبان ہی بند نہیں ہوتی۔ صوفیاء کہتے ہیں '**الکلام بعد الاضطرار**' کہ جب تم مضطر ہو جاؤ اور مضطر کے لئے جیسے حرام کھانا اور سوّر اس کے حق میں مباح ہو جاتا ہے، اس طرح تم سمجھو اس بولنے کو بھی، اور اس وقت تم بولو جب تمہاری جان تمہیں خطرے میں نظر آئے یا سامنے والے کی جان کو خطرہ ہو۔

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ انہوں نے کیسی کیسی چیزیں ایجاد کیں۔ میں نے کل بھی بتایا تھا کہ یہ جو تراویح ہم پڑھتے ہیں، اس سے ہمیں سمجھایا گیا کہ پچھلی زندگی پر بھی تم نظر ڈالو کہ تم نے کتنی نمازیں پڑھیں، کتنی نہیں پڑھیں۔ اور جو نہیں پڑھیں اس کے ادا کرنے کا طریقہ تراویح کے ذریعہ ہم تمہیں سکھاتے ہیں، تمہیں مشق کراتے ہیں۔ ہم مشق کر رہے ہیں پورے مہینہ سے جواب ختم ہونے کو ہے۔ جو نو ۹/راتیں تھیں ان میں سے بھی دو چلی گئیں۔ سات ۷/رہ گئیں صرف، سات تراویح باقی رہ گئی۔

وہ ساری چیزیں ہمیں سمجھا کر گئے کہ یہ بیس رکعت جو تم پڑھتے ہو وہ یہ تمہیں تعلیم دی جا رہی ہے کہ اس طرح ایک دن کی قضا کرنی ہے اب روز ۲۰/رکعت پڑھتے رہو اور یہ مشقِ قضا یعنی تراویح ایسے وقت میں ہم نے رکھی ہے کہ المضاعف ہو کر اسی کے ذریعے اللہ کرے تمہارا بیڑا پار ہو جائے۔

لیکن یہ پار کب ہوگا جب اپنا فکر ہم نے رکھا ہوگا کہ الٰہی میں بہت گنہگار ہوں میری اتنی نمازیں قضا ہیں، مجھے پڑھنی چاہئیں میں پڑھنا چاہتا ہوں اس کو پڑھنا شروع کر دے، پھر پڑھتے پڑھتے موت آجائے نہ کر سکے تو حق تعالیٰ شانہ تراویح کو فرائض کے کھاتہ میں ڈال دیں گے بلکہ نوافل کو بھی ڈال دیں گے۔

اس کیلئے پھر میں نے بتایا تھا کہ اللہ والوں نے بتایا کہ روزانہ پڑھو سو رکعت، اگر ایک سال تک سو رکعت پڑھی تو پانچ سال کی قضا نمازیں ذمہ سے اتر گئیں، اور اگر سال بھر دو سو رکعت پڑھی تو دس سال کی قضا اتر گئیں۔

## مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ان سے ایک قدم آگے، ایک اور طبقہ ہے۔ یعنی یہ سو رکعت والے تو آپ کو بے شمار ملیں گے۔ مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں دیکھا تو میں

نے بعض ساتھیوں سے کہا کہ ذرا ان کی رکعتیں گنتے رہو یہ کب سے پڑھ رہے ہیں مسلسل نماز میں مختصر قرأت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

## ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنی پڑھتے تھے حضرت شیخ قدس سرہ کی دو رکعت ایک گھنٹہ کی ہوتی تھی، اور ہر دو تین منٹ پر سلام پھرتا تھا ہمارے ناظم صاحب کا۔ایک دن میں سو رکعت پڑھنے والے تو بے شمار ملتے ہیں کہ ان کا دائمی معمول روز ایک سو رکعت نفل پڑھنا تھا۔ یہ ان کا ہمیشہ معمول تھا کہ روز سو رکعتیں نفل پڑھنا ان کیلئے ضروری جس طرح آپ لا الہ الا اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

مگر اس سے اور آگے وہ بھی ملے کہ جن کا معمول تھا کہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ مشائخ احمد آباد آپ دیکھیں گے اس میں میں نے ایک دو جگہ خود احمد آباد کے مشائخ کے معمولات لکھے ہیں۔ اس میں ایک جملہ آپ دیکھیں گے، ان بزرگ کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ یہ ان کا ہزار رکعت کا اپنا معمول تھا کیوں یہ معمول تھا کہتے ہیں 'اس لئے کہ یہ ان کے گھرانہ اور خاندان کا معمول ہے'۔ کیا گھرانہ ہوگا۔

دوستو! یہ جس طرح آپ خوش ہوگئے کہ یہ ہماری قضا نمازیں اس تراویح سے ادا ہوجائیں گی اللہ تعالیٰ ہماری پکڑ نہ کرے۔ اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بہت سی نعمتیں ہمیں ملی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ شانہ سے یہ ساری چیزیں ہمارے لئے مانگ کر لی ہیں۔

مثلاً یہ حج کے متعلق مجھے یاد آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رمضان المبارک کے متعلق کیا ارشاد فرمایا کہ **عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی**۔ اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حج فرمایا، اب ساری امت کے تمام حج ایک

طرف اوراس ایک صحابی کا وہ حج ایک طرف جواس صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا فرمایا۔ اور جو رمضان میں جا کر عمرہ کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس کے برابر ہے کہ جس نے میرے ساتھ حج کیا ہو۔ یہ ہمارے گناہوں کا ترازو بہت بھاری ہواس کواوپر کرنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثواب اور فضائل حق تعالیٰ سے منوائے۔

کتنا آسان ایک عمرہ رمضان کا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گناہوں کے ترازو کے مقابلہ میں حسنات، نیکیوں کے پلڑے کو جھکانے کیلئے یہ اصول منوا کر ہمیں دیا کہ **'عمرة فی رمضان تعدل حجة معی'**۔ تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں فرمائیں کہ الٰہی میرا امتی اس نے تو رمضان کا ایک عمرہ کیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں رسوائی سے ہمیں بچائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

## بسم الله الرحمن الرحیم

عرض کیا تھا کہ ہماری شریعت مطہرہ کے اصول، فروع اور تمام احکام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہمیں جو عطا کئے گئے ہیں، یہ سارے کے سارے ہماری عقل میں آئیں نہ آئیں پھر بھی ہمیں آمنا و صدقنا کہہ کر کے اس پر عمل کرنا ہے، یہ تو ہماری اپنی عقل کی کمی ہے کہ ہم اسے نہیں سمجھ پاتے۔ اس کی علتیں اور اسباب اور وجوہات اور اس کے راز یہ سارے کے سارے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے چھوٹے بڑے ہر حکم میں رکھے ہیں۔ لیکن بندہ کا کام تو یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے جیسے آقا نے حکم دیا ہے کرتا رہے۔

یہ الگ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ہم پر مزید احسان ہے کہ اس نے اپنے مخصوص بندوں کے ذریعہ یہ راز بھی ہم تک پہنچائے۔ جیسا عرض کیا تھا کہ یہ تراویح روز کی ہماری نمازوں کی یاد دہانی کیلئے ہے کہ اگر کسی کے ذمہ نمازوں کی قضا ہو تو اس طرح ان کو ادا کر سکتا ہے کہ بیس رکعت روز کا معمول بنالے تو آسانی سے چند سال میں تمام ادا کی جا سکتی ہیں۔ جنہوں نے یہ سوچا کہ یہ بیس بیس رکعت کر کے کب میں اپنی زندگی کی نمازیں قضا کروں گا تو وہ آگے بڑھے، سو رکعت والے، دو سو رکعت والے، ایک ہزار رکعات والے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدے ہمارے لئے آسان بنائے۔

---

جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ ان میں ایک بڑی جماعت ملتی ہے جیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ چالیس تابعین کے متعلق تواتر سے مروی ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ تو یہ تو وہ ہیں جن کے متعلق تواتر ہے۔ متواتر روایات ہیں ان کے بارے میں ہیں جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ ان چالیس کے علاوہ جو ہیں وہ کتنی بڑی تعداد میں ہوں گے۔

میں نے عرض کیا کہ صوفیاء نے کہا ہے کہ سو رکعت دن میں پڑھو سورات میں پڑھو۔ کل دو سو رکعت پڑھو، تاکہ تمہاری نماز جو قضا ہوگئی وہ ادا ہوتی رہے اور تاکہ ایک سال میں تم دس سال کی قضا کر پاؤ، اگرچہ ان حضرات کی تو عمر بھر میں ایک نماز قضاء نہیں مگر یہ بڑے ذہین ہوتے ہیں ان کی ذہانت کو کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک بزرگ ان کے رفیق تھے، دونوں کسی بزرگ کے یہاں گئے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کوئی سوال مت کرنا ورنہ پتہ نہیں یہ کیا جواب دیں۔ پھر سچ مچ ایسا ہی ہوا۔

اب انہوں نے جو دس سال کی قضا ایک سال میں سوچی تو اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ساری عمر تو نمازیں پڑھی ہیں، تکبیر اولیٰ ان کی فوت نہیں ہوئی جب سے بالغ ہوئے وہاں سے مرنے تک کوئی قضا نہیں۔ پھر وہ کاہے کیلئے دو سو رکعت پڑھتے تھے تو کہتے ہیں کان میں سیکرٹ، چپ چاپ، کہ وہ جو پیدا ہوئے اس وقت سے بالغ ہونے تک کی پڑھ لیں، دس سال کی نماز پڑھی۔

دیکھئے! کتنا سوچتے ہیں۔ اور اچھا بھائی، تم نے پھر وہ جو دس سال بلوغ کی عمر کا اندازہ لگایا، اپنے متعلق سوچا کہ آپ بالغ ہوگئے ہوں گے دس سال میں؟ تو میں نے کہا کہ وہ بہت ذہین ہیں۔

## حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس کی وجہ بیان کی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عقل مند ترین انسان، جن کی عقل مثالی وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو **داھیة العرب** کے لقب سے مشہور تھے۔ صحابہ کرام ہی میں نہیں بلکہ پورے عرب میں سب سے عقل مند ترین انسان تھے۔

## حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

آپ کے صاجزادہ حضرت عبد اللہ کے متعلق بیان کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے باپ سے صرف گیارہ سال چھوٹے تھے۔ دس سال کی عمر میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی ہوگی۔ نو مہینے سال بھر حمل اور اس کے بعد ولادت ہوئی۔ اسی لئے باپ بیٹے سے کتنے سال بڑے، گیارہ برس۔

اس لئے ان صوفیاء نے کہا کہ وہ آپ نے پڑھا نہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق وہ کتنی عمر میں بالغ ہوئے ہوں گے، دس برس کی عمر میں۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم نے تجویز کیا کہ دوسو رکعت پڑھ لو تاکہ ایک سال میں دس برس کی قضا ہو جائے۔ ان کی عمر کو اور ان کی اولاد کو دیکھ کر ہم نے فیصلہ کیا۔

اللہ تعالیٰ ان جیسی ہمتیں ہمیں بھی عطا فرمائے۔ کہ ہم نے جو حق تلفی کی ہے حق جل شانہ کی اس کو تو ادا کر پائیں۔ جو نمازیں قضا ہو گئیں ہر حال میں وہ تو پڑھنی ہی پڑھنی ہیں۔ آگے آپ پڑھ لیں گے تو عذاب تو پھر بھی ہے۔ قضا کرنے کا مستقل عذاب بیان کیا حضرت شیخ قدس سرہ نے فضائل نماز میں کہ قضا کر کے پھر پڑھ بھی لے تو بھی یہ عذاب ہے۔ اسی طرح جو روزے قضا ہو گئے وہ ہم کر لیں۔ جو زکوۃ فرض رہ گئی وہ ہم ادا کر پائیں۔

دوستو! جو ساری عمر ہر چیز کرتے رہے ان کیلئے اتنا آسان، دوسو رکعت پڑھنا، ایک ہزار

رکعت پڑھنا۔ دوسو رکعت کے متعلق علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بشر بن الولید کا معمول تھا کہ ساری عمر وہ دوسو رکعت پڑھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ ان کو فالج ہوگیا تو فالج میں بھی ان کی یہ دوسو رکعت گئی نہیں اس میں بھی وہ پڑھتے رہے وہ معمول انہوں نے چھوڑا نہیں۔

ہمیں تو رمضان المبارک میں صرف بیس رکعت تراویح بھاری معلوم ہوتی ہے، مشکل معلوم ہوتی ہے، بوجھ معلوم ہوتا ہے، ایک انوکھی چیز معلوم ہوتی ہے۔ جیسے ہی رمضان ختم ہوا تو چھٹی ہوگئی کہ اب تراویح نہیں ہے۔ ہم نے اس کو سمجھا ہی نہیں کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے اس کو سمجھا کہ یہ نماز کیا ہے اسی لئے یہ ان کیلئے آسان ہوگیا۔ تراویح پڑھنا بھی آسان ہوگیا، سو رکعت پڑھنا بھی آسان ہوگیا، دوسو رکعت کا معمول بنانا آسان ہوگیا۔ ہزار رکعت کا معمول آسان ہوگیا۔

میرا تو شمار ان لوگوں میں ہے جن کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ سلام پھیرتے ہی فرشتہ منہ پر ماردیتا ہے کہ لے تیری نماز۔ میرا روزہ تو ایسا ہے جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے بھوکا رہنے کے کچھ ملا نہیں۔ جو کچھ زکوۃ صدقات نکالتے ہیں وہ بھی ضائع کردیئے ہم نے 'ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والأذی'۔ وہ بھی کھودیئے دے کر بھی ضائع کردیئے۔

قرآن شریف کھولتے ہیں، بیٹھتے ہیں پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے پڑھنے والے پڑھتے ہیں۔لیکن جب پڑھتے ہیں تو قرآن لعنت کرتا جاتا ہے۔ 'رب قارئ للقرآن والقرآن یلعنہ'۔ کہ وہ پڑھ رہا ہے اسی وقت قرآن لعنت کرتا ہے، بد دعا کرتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے اللہ تجھے دور رکھے۔ قرآن جب بد دعا دے گا کہ خدا اپنی رحمت سے تجھے دور رکھے تو میرا پھر کہاں ٹھکانہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے میرے جیسے امت محمدیہ میں جو ہوں انہیں بھی معاف فرمائے۔

یہ حضرات اس گر کو پائے ہوئے ہیں کہ یہ نماز کیا ہے؟ اس لئے ان کیلئے پڑھنا آسان ہوگیا۔ ان کو بوجھ نہیں معلوم ہوتا، ساری دنیا ان کو روکتی ہے ٹوکتی ہے کہ آپ بیمار ہیں، مگر ان کو مزہ ہی اسی میں آتا ہے۔ ہماری نماز اور ان کی نماز بالکل مختلف۔ اس لئے وہ اس کو چھوڑ ہی نہیں سکتے وہ ان کی ایک قسم کی غذا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی نماز کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی مصیبت اہم کام پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کا یہی حال تھا کہ گھر میں کسی کے انتقال کی اطلاع آئی تو فوراً وضو فرما کر نماز شروع فرما دیتے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

جب یہ ۱۹۴۷ء میں فسادات ہوئے تو وہ واقعہ میں نے کہیں بیان کیا تھا کہ شیخ انعام اللہ کا بیان ہے۔ وہ تو ایک طویل، لمبا زمانہ گذرا کہ کچھ پتہ نہیں تھا کہ مستقبل مسلمانوں کا کیا ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت شیخ قدس سرہ عشاء سے لے کر فجر تک نماز میں کھڑے رہتے تھے اور ہم نے حضرت کے پیر دیکھے ہیں کہ ستون کی طرح ورم کر جاتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت شیخ قدس سرہ کا نظام الدین میں قیام تھا۔ حضرت کا ساری عمر کا معمول ہم نے دیکھا کہ مغرب کی نماز کے بعد نفلیں حضرت کی اتباع سنت میں بہت لمبی ہوتی تھیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اوابین اتنی لمبی ہوتی تھی کہ سارے اہل مسجد چلے جاتے تھے۔ سب چلے گئے وہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں مشغول رہتے تھے۔ یہ حضرت شیخ قدس سرہ کا بھی معمول تھا۔ وہاں نظام الدین کے قیام میں حضرت مغرب کی نماز کے بعد اوابین میں مشغول ہیں۔ اور کتنا مجاہدہ کیا ہوگا کہ حضرت شیخ قدس سرہ نماز میں بے ہوش ہوکر گر گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہوش آ گیا ہوگا، حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو دوسری نظر سے دیکھا۔ انہوں نے حضرت شیخ قدس سرہ کولکھا کہ یہ واقعہ معلوم ہوا کہ حضرت اوابین میں غش کھا کر گر گئے تھے، میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ یہ گرنا اور بے ہوش ہونا کمزوری کی وجہ سے نہیں تھا بیماری کی وجہ سے نہیں تھا۔

اور سچ مچ ان کو ایک ہزار رکعت جو پڑھتے ہیں، روز پڑھتے ہیں، اور پڑھے جارہے ہیں اور ساری عمر پڑھی، ان کو اتنا مزہ اس میں آیا کہ سارے خاندان کو اس پر ڈالا اور پھر سب نے پڑھیں اسلئے وہاں کمزوری اور بیماری کا کیا گذر کہ یہ نماز ان کو کمزور کردے اور اس کی وجہ سے وہ کمزور ہو جائیں۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ یہ 'وخر موسیٰ صعقا' والا معاملہ تھا۔ کہ تجلیات الٰہی کا ایسا ظہور ہوا کہ قلب اس کو برداشت نہیں کرسکا اور حضرت گر گئے۔ اور حضرت نے ان کے اس گرامی نامہ کا بہت اچھا جواب بھی دیا تھا۔ اسی کی وجہ سے میں نے کہا کہ وہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک اتصال ہوگیا، کنکشن جڑ جاتا ہے، ایسا جڑ جاتا ہے کہ ساری عمر کیلئے کہ وہ پڑھتے ہی چلے جائیں۔ روزوں کے بارے میں اسی طرح کے مجاہدات ہیں، دیگر عبادتوں کے بارے میں مجاہدات اسی نوع کے ہیں اسی لئے تو ان کیلئے یہ مجاہدات آسان ہو جاتے ہیں۔

اس دن آپ کو دعا بتائی تھی 'اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات'۔ ستائیس دفعہ پڑھنی ہے اور ایک روایت میں پچیس دفعہ آیا ہے۔ جو اسے پڑھے گا تو ایک فضیلت اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ یہ پڑھتے رہنے کی وجہ سے مستجاب الدعوات میں سے ہوگا۔ یہ ساری امت کا فکر کہ جہنم سے میں بھی بچوں اور ساری امت بھی بچے۔ اس تصور سے آپ روز پڑھیں کہ الٰہی میں سب سے بڑا گنہگار تو مجھے بھی بخش دے اور یہ چھوٹے گنہگار میرے ساتھ جو اور ہیں ان سب کو اور ساری امت کو معاف فرمادے۔

---

اس تصور سے آپ پڑھیں گے 'اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات' تو اس کے بدلہ میں ایک انعام تو یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ دعا بھی قبول فرمائیں گے اور اس کے علاوہ تمام دعائیں بھی آپ کی قبول ہوں گی۔ آپ مستجاب الدعوات ہو جائیں گے۔

دوسرا میں نے عرض کیا تھا کہ اس پڑھنے والے کی برکت سے ساری روئے زمین کے جاندار روزی پائیں گے۔ جیسے بزرگ کا وجود ہوتا ہے 'وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم'۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی یہ قیامت تک کے آنے والوں کیلئے ایک امان ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت سے ہم روئے زمین پر چل پھر سکتے ہیں ورنہ ہم اس قابل نہیں تھے کہ زمین پر زندہ رہ سکیں اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امان ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ فضائل رکھے ہیں کہ ان میں بھی ایسے افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں غرض یہ پڑھنے والا امان اہل الارض بن جائے گا۔

آپ بھی پڑھ رہے ہوں گے، میں بھی کبھی کبھی پڑھ لیتا ہوں۔ مگر میں نے عرض کیا کہ جیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے اوابین کی نماز شروع فرمائی تجلیات الٰہی کا ظہور ہوا اور بے ہوش ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح سے برداشت نہیں کر سکے۔ مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ 'وخر موسیٰ صعقا' والا معاملہ تھا۔

چنانچہ میری اور آپ کی طرح سے ایک بزرگ پڑھ رہے تھے 'اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات' تو جواب ملا۔ جواب کون دے رہا ہے؟ خود حق جل مجدہ۔ خود حق تعالیٰ شانہ، اللہ جل جلالہ خود فرما رہے ہیں۔ بزرگ پڑھ رہے ہیں جس طرح میں اور آپ دعا کی طرح پڑھتے ہیں 'اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات'۔ ذکر کرنے والوں کے لئے انہیں آگے بڑھانے کیلئے، اگرچہ فرشتے بھی رکھے ہیں وہ بھی ان کو آگے بڑھاتے ہیں، کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں جب فرشتے دیکھتے ہیں اس سے آگے بڑھتے ہیں، انوار دیکھتے ہیں اس سے آگے بڑھاتے ہیں۔ مگر یہاں تو حق تعالیٰ شانہ خود ان بزرگ سے ارشاد فرما رہے ہیں۔

کتنی محبت اور کتنا پیار ملا حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ 'ابے! یہ تو وہ سب جانیں اور میں جانوں' ۔ کہ تو کہہ رہا ہے کہ اے خدا! تو تمام ایمان والوں کی مغفرت کردے، مردوں کی بھی اور عورتوں کی بھی۔ حق تعالیٰ شانہ کیا فرمارہے ہیں ان سے کہ 'ارے! تیرا اس سے کیا تعلق یہ تو وہ جانیں اور میں جانوں تو اپنی بتا کہ تجھے کیا چاہیئے؟' ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا و محبت عطا فرمائے، اپنا قرب عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین**

...

یہ جو اس مجلس سے باہر والے دوسرے ملکوں میں یہ سن رہے ہیں، تو ان سے عرض یہ ہے کہ ہمارے یہاں کا معمول یہ ہے کہ شب جمعہ میں اس وقت درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس مجلس میں اور جمعہ کی رات میں اور دن میں درود شریف میں مشغول رہنے کے جو فضائل آئے ہیں وہ احادیث پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ اور اس کے بعد جتنی دیر بیٹھ سکیں، بیٹھ کر درود شریف پڑھا جاتا ہے اس لئے اپنے گھروں میں بھی ہمیں وہ روایات پڑھ کر سنانی چاہئیں تاکہ ہمیں جمعہ کے دن کی عظمت معلوم ہو اور شب جمعہ کی مبارک ساعتوں کی قدر معلوم ہو، اور گھروں سے بھی ظلمتیں دور ہوں، نورانیت آئے۔ اللہ تعالیٰ مبارک ساعتوں کی قدر ہمیں عطا فرمائے۔

۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

آخری عشرہ کی چند راتیں رہ گئی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ جو کچھ کیا اس کو قبول فرمائے، جو کوتاہیاں ہوئیں، اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے۔ جو دن رہ گئے، جو راتیں رہ گئیں، حق تعالیٰ شانہ قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں تو نہیں معلوم کہ کتنی راتیں باقی رہ گئیں مگر بعض جگہیں امریکہ وغیرہ میں ابھی سے یکم رمضان، یکم شعبان طے ہوجاتا ہے کہ فلاں دن یکم رمضان اور فلاں دن عید ہے۔اس کے ٹیکسٹ ابھی سے شروع ہوگئے کہ فلاں دن ہمارے یہاں عید ہے۔

ہاں ایسا ہوتا تھا مگر ان کی طرح سے نہیں کہ جس کی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں نفی فرمادی کہ چاند ہی کے بارے میں نفی فرمائی حساب کی۔ کم از کم اس میں تو چھوڑنا چاہئے کہ یہ نص صریح ہے صراحۃً جہاں فرمایا اس میں تو کوئی گنجائش نہیں حساب کی۔ فرمایا کہ 'الشھر ھکذا، ھکذا، ھکذا اوھکذا'۔ کہ مہینہ یا تو تیس کا، یا انتیس کا ہوتا ہے۔

اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کے بارے میں فرمایا کہ یہ چاند کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں اُمّی بن جاؤ۔ جو پڑھے لکھے ہوں وہ بھی اُمّی بن جائیں۔ وہاں یہ

نہیں فرمایا 'انا اُمّی' بلکہ فرمایا کہ 'نحن امة امیة، لانکتب ولا نحسب، الشھر ھکذا، ھکذا، ھکذا او ھکذا' ۔اب جس مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں نہیں بلکہ ساری امت کے بارے میں فرمایا کہ ہم امت اُمّیہ ہیں۔ یہ مسئلہ جس کے بارے میں فرمایا تو اس میں کوئی گنجائش رہے گی آبزرویٹری کی یا کسی حساب کی؟ اسی کے متعلق تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

## حضرت شاہ عبدالعزیز نوراللہ مرقدہ

چاند ہوا یا نہیں، اس کے معلوم کرنے کا ایک اور طریقہ ہے، انہیں چاہئے کہ اس کو اپنائیں، جو دہلوی خاندان کی خصوصیت تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم سے لے کر اس خاندان میں یہ چیز رہی کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نوراللہ مرقدہ چاند ہوا اور تراویح شروع فرماتے لیکن ایک خادم کو بھیجتے کہ جا کر ہمارے بھائی کے پیچھے نماز پڑھو اور آکر مجھے بتاؤ کہ آج انہوں نے پہلے دن صرف الٓمّٓ پڑھا یا سیقول بھی؟ اگر وہ آکر اطلاع دیتا کہ حضرت صرف ایک پارہ الٓمّٓ پڑھا تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرمادیتے کہ اس سال رمضان تیس کا ہوگا۔تیس دن پورے ہوں گے اور عید ہوگی۔ اور اگر وہ خادم آکر عرض کرتا کہ آج آپ کے بھائی نے دو پارے پڑھے ہیں تو فرماتے کہ مہینہ انتیس کا ہوگا۔ ہمیشہ کیلئے ہر رمضان میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا طے شدہ معمول تھا۔ اب دل روشن، کتنا روشن ہوگا۔

## حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے پہلے ہی دن عرض کیا تھا کہ یہ بے چارہ چاند کیا، یہ اوقات کیا یہ مہینے کیا۔ ہر مہینہ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے انسانی شکل میں آتا، اور یکم رجب ہے تو اس مہینے کی پہلی تاریخ سے لے کر انتیس دن یا تیس دن کہاں تک اس مہینہ کو رہنا ہے اور ان انتیس دنوں

یا تیس دنوں میں جتنے خیر و شر کے واقعات دنیا میں ہونے والے ہوتے تھے سارے بیان کر دیتا تھا۔ اگر اس طرح کی روشنی دل میں پیدا کر کے چاند دیکھ لیں کہ مہینہ انتیس دن کا ہے یا تیس دن کا پھر تو کوئی بات ہے۔ مگر ان روحیانیات سے تو ہمارا عقیدہ اور یقین اٹھتا جا رہا ہے۔

اس کے لئے اب میں خیر القرون کی طرف ان کو لے کر چلتا ہوں کہ کہاں تک انکار کرو گے، ان کے ہم مسلکوں کو انکار ہے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا کشف ہوتا تھا اور کشف قبور ہوتا تھا۔ ایک فقیر جیسا حکیم استغفر اللہ اس نے کہہ دیا اور تم نے مان لیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم تو مانتے چلے آئے ہیں ہمیں تو سکھایا ہی یہی گیا۔

اور یہ تصوف کی کتابوں میں نہیں ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سیر اعلام النبلاء، علامہ ذہبی کی کتاب ہے جس میں رجال پر بحث ہے۔ ان کی زندگیوں پر بحث ہے، وہ ثقہ ہیں یا قابل اعتماد نہیں ہیں اس پر بحث ہے۔ اس میں یہ واقعات ہیں جس میں سارے رجال کو پرکھا گیا، اور ایک ایک واقعہ کو پرکھا جاتا ہے، حدیث کو پرکھا جاتا ہے اس میں ایسے و اقعات بکثرت مذکور ہیں۔

## سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

ایک خاتون کا ذکر ہے فاطمہ مخزومیہ، ان کا بیان ہے کہ میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچی، مغرب کا وقت قریب تھا تو میں نے جو کچھ پڑھنا تھا وہ پڑھا، پھر میں نے سلام کیا۔ فرماتی ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے وعلیک السلام کا مجھے جواب ملا۔

عتاب بن خالد کا بیان ہے کہ میری خالہ کا بیان ہے کہ میں اپنے غلام کے ساتھ سواری لے کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر پہنچی۔ میں پڑھتی رہی جب میں نے اپنا ایصالِ ثواب اور پڑھنا ختم کیا اور میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا، پھر رخصت کے وقت اشارہ کرتے

ہیں اس طرح ہاتھ سے بھی سلام کیا۔ اگر چہ منع ہے کہ صرف زبان سے سلام کافی ہے۔ سلام کا اشارہ کوئی چیز نہیں ہے۔ مصافحہ ہاتھ سے ہے زبان سے سلام ہے چاہیں دونوں کر لیں۔ لیکن وہ فرماتی ہیں کہ میں وہاں سے رخصت ہونے لگی تو میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اشارہ بھی کیا اور ساتھ سلام کیا 'السلام علیکم'۔ فرماتی ہیں میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے آواز سنی۔

جو لوگ بہت جلد باز ہوتے ہیں وہ آواز کے متعلق ہزار اعتراضات اور سوالات لے آتے ہیں۔ اس لئے ان کی خالہ نے ساتھ ہی بیان کیا ان تمام اشکالات کے رفعیہ کیلئے اور فرمایا کہ یہ جو سلام کا جواب آیا وہ مجھے اتنا یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے باقاعدہ آواز آئی اور میں نے سنی اس پر مجھے اتنا یقین اور اتنا علم ہے '**کما أعلم ان الله خلقني**'۔ جیسے مجھے یہ معلوم ہے کہ اللہ میرا خالق ہے اور اس نے مجھے پیدا کیا ہے اتنا مجھے اس سننے پر یقین ہے۔

عقیدہ کی طرح بیان کیا ہے کہ میں نے وہ آواز سنی۔ تا کہ کسی کو اشکال نہ رہے کہ عورت تھی تو وہم ہوا ہوگا۔ کوئی کسی کو سلام کر رہا ہوگا اس نے سن لیا اور سمجھ لیا کہ یہاں سے آواز آئی۔ اور کہتے ہیں کہ ایسی آواز آئی اور ساتھ کچھ ملا بھی ہوگا؟ فرماتی ہیں کہ ایک کیفیت میرے اندر ایسی پیدا ہوگئی کہ میرے سارے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میں بے حال ہونے لگی تو میں نے جلدی سے اپنے غلام کو آواز دی کہ ارے بھئی! سواری لاؤ۔ اور میں جلدی سے سوار ہوکر وہاں سے لوٹ آئی۔

محمود کردی اس سے بھی آگے بیان فرماتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر گیا۔ یہ جتنے شہدا ہیں، عام قبرستان میں آپ جائیں تو ان کے متعلق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ پہچانتے ہیں۔ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ آپ جا کر سلام کریں تو آپ کو جواب بھی ملتا ہے لیکن ہم نے چونکہ آنکھ اور کان گناہوں سے سب

جگہ پردے ڈال دیئے ہیں اس لئے ہم سن نہیں پاتے، ہم دیکھ نہیں پاتے۔

محمود کردی فرماتے ہیں کہ میں پہنچا اور میں نے ایصال ثواب کیا اور واپسی کے متعلق جیسے ہی میں نے سلام کیا کہ میں جارہا ہوں **'السلام علیکم'** تو وہ فرماتے ہیں کہ **'فردّ عليّ السلام'**۔ مجھے سلام کا جواب ملا۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے گھر بیٹا آنے والا ہے تو میرا نام رکھنا۔ اب دیکھئے یہ کیسا اسکین (scan)؟ اس دنیوی اسکین میں تو کچھ آگے پیچھے بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر وہ چھوٹا سا عضو دیکھ پائیں نہ دیکھ پائیں اس لئے وہ کبھی غلط بھی ہوسکتا ہے اکثر صحیح ہوتا ہے اور یہ کوئی علم غیب نہیں۔

بہت سے حضرات اشکال کرتے ہیں کہ نہیں پوچھنا چاہئے حالانکہ اس میں کوئی اشکال کی چیز نہیں جس طرح ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں وہ اسکین کر کے بتاتے ہیں کہ فلاں عضو تمہارا خراب ہے، فلاں جگہ ورم ہے، فلاں جگہ سے خون نکل رہا ہے، فلاں جگہ پھوڑا پیدا ہوگیا ہے فلاں جگہ ٹیومر ہے، اسی طرح جنین انہیں مشین میں نظر آتا ہے۔

اب یہ اسکین کیسا؟ حضرت حمزہ دفن کے صدیوں بعد دیکھ سکتے ہیں، صدیوں سے سوئے ہوئے ہیں قبر شریف میں اور آنے والا ایک شخص سامنے ہے اس کے پیٹ میں بچہ نہیں ہے، بچہ جس کے پیٹ میں ہے وہ گھر میں ہے اور ان کا پاورفل اسکین یہاں قبر سے لے کر وہاں تک کام کر رہا ہے اور فرمارہے ہیں کہ تمہارے یہاں بیٹا آئے گا تو ہمارا نام رکھنا۔

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

چلئے اور آگے چلئے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر، حضرت شیخ قدس سرہ گھنٹوں مراقب رہے۔ جب طائف کا سفر ہوا تو طائف کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مزار پر حضرت نے مراقبہ فرمایا۔ وہاں کی تاریخ بھی حضرت نے آپ بیتی میں لکھی ہے کہ اتنے بجے جمعہ ہوا اور یہ ہوا۔ وہ شاہ فیصل کا زمانہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے وصال کے بعد دفن کیلئے قبرستان لائے۔ اب اٹھا کر قبر میں رکھنا ہے، رکھنے جارہے ہیں۔اتنے میں سارا مجمع دیکھ رہا ہے، سب کی نظریں ایک ہی جگہ پر ہیں، سب ایک ہی چیز دیکھ رہے ہیں کہ یہ آخری دیدار اس جسم شریف کا ہم کرلیں۔ سارا مجمع دیکھ رہا ہے، سب نے دیکھا کہ ایک پرندہ آیا اور پتہ نہیں کس طرح کفن کے اندر کپڑے میں داخل ہوگیا۔ اب انہوں نے، سب نے دیکھا، کہ پرندہ آگیا، کہتے ہیں کہ نہایت خوبصورت پرندہ۔ پھر کفن کا کپڑا کھول رہے ہیں دیکھ رہے ہیں نہ پرندہ ہے نہ کچھ۔تو کیا یہ سب وہمی تھے؟ سارا مجمع جس میں صحابہ کرام بھی ہوں گے اور جتنا مجمع ہے سارا تابعین کا ہے اور ان سب کا بیان ہے کہ ہم سب نے دیکھا کہ پرندہ کفن کے اندر داخل ہوگیا۔

وہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جس طرح سلام کا جواب آیا۔ یہاں فرماتے ہیں کہ ابھی ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو قبر میں رکھا اور ابھی مٹی ڈال کر فارغ نہیں ہوئے کہ آواز سن رہے ہیں اوپر سے۔ سارے مجمع نے سنی۔

جیسے لیسٹر حضرت مولانا گورا صاحب کے جنازہ میں جنھوں نے شرکت نہیں کی وہ یقیناً جھٹلا سکتے ہیں کہ یہ دعویٰ کہاں سے لے آئے، ہم قبرستان سے صرف ایک دو منٹ کے راستہ پر ہی ہمارا مکان ہے، اس دن وہاں تو بتیس ڈگری گرمی تھی، کیسی بارش؟، کیسے اولے؟، کیسی ٹھنڈک؟، مگر جو قبرستان میں تھے ہزاروں کا مجمع وہ سب گواہی دے رہا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ کڑک ہوئی، بجلی ہوئی، بارش شروع ہوئی، اولوں کی بارش ہوئی، سفید سفید اولوں کی بارش اتنی زیادہ کہ کوٹ وغیرہ کپڑے سفید نظر آنے لگے۔

اسی طرح جو مجمع حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت موجود تھا، سارے مجمع نے سنا کہ آواز آرہی ہے '**یاأیتها النفس المطمئنه ! ارجعی الی ربک راضیة مرضیة**'۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہی کے عقیدے پر ہمیں رکھے۔

میں نے عرض کیا کہ بزرگوں نے جو کچھ پایا وہ انہی صحابہ کرام سے پایا۔ انہوں نے اس کی تصدیق کی، سچا سمجھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح سے تو اس تصدیق کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کو کھلی آنکھوں پھر حق تعالیٰ بتاتے چلے گئے۔ کہ ہزار پردوں کے باوجود وہ نیچے کیا ہے قبر میں دیکھ لیتے ہیں۔ حکیم استغفر اللہ صاحب نے کہا کہ ارے کہاں خاتون کی قبر پر کھڑا کر دیا۔

## سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تو بے شمار واقعات ہیں۔ آپ کا جب وصال ہوتا ہے تو یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ ان سے بہت تعلق تھا امیر المؤمنین کو کہ بہت سی چیزوں میں ان سے تصدیق چاہتے تھے ان کی رائے معلوم فرماتے تھے۔

جب اشکال ہوا صحابہ کرام کو یہ تو ابھی نوعمر ہیں ان سے بڑی عمر والے، بڑے بڑے علماء صحابہ موجود ہیں۔ جب یہ اشکالات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے تو امتحان لیا۔ ان سب کو بلایا جن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ بڑے علماء ہیں۔ پوچھا کہ یہ **اذا جاء نصر اللہ والفتح** کی تفسیر کے متعلق کچھ بیان فرمائیں گے، ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق جواب دیا۔ اخیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی اس میں خبر دی گئی ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی طرف دیکھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خود بھی بہت زیادہ قدر تھی۔ جو چیزیں معلوم نہیں ہوتی تھیں پوچھتے رہتے تھے، ایک دفعہ پوچھا۔ کہ **ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما** میں یہ کن کا ذکر ہے؟ تو سفر میں ہیں مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کا سفر

ہے، وضو کرا رہے ہیں خادم ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ اور پانی ڈالتے ہوئے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔

چونکہ ان کو بھی بہت ہی تعلق تھا، اس لیے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ کہیں سے تھکے ہارے پریشان سے آ رہے ہوں تو میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں '**من عند ربی**'، میرے رب کے پاس سے فارغ ہو کر میں آ رہا ہوں۔ پوچھا کہ **مافعل اللہ بک**؟ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ یہ نہ پوچھو کیا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ ایک عورت تھی وہ دریائے فرات کے کنارہ پر تھی، اس کا بکریوں کا ریوڑ تھا، اس ریوڑ میں سے ایک بکری گم ہوگئی تھی وہ بکری تلاش کرتے کرتے جب تھک گئی تو آپ کو پکارنے لگی '**وا عمراہ**' ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ مدینہ طیبہ میں۔ اور وہ پکار رہی ہے کہاں؟ عراق میں فرات کے کنارہ پر۔ وہ پکار رہی ہے کہ میری بکری گم ہوگئی ہے جس طرح مستورات۔ پکار رہی ہے کیا؟ **وَاعُمَراہ، وَاعُمَراہ، وَاعُمَراہ**

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ الٰہی مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ وہ خاتون اس کی بکریاں ہیں، اور اس کی ایک بکری گم ہوگئی ہے۔ فرمایا کہ 'کیوں معلوم نہیں ہوا؟'۔ یہ حکام کی ذمہ داری صحیح غلط تمہیں کیوں نہیں معلوم۔

اسی لئے تو قاضی کے بارے میں ارشاد ہے کہ، **القضاۃ ثلاثۃ**۔ کہ ایک جنت میں اور دو جہنم میں۔ جو جان بوجھ کر غلط فیصلہ دے وہ بھی جہنم میں اور جو کوشش کر کے بھی صحیح فیصلہ نہ دے سکے وہ بھی جہنم میں۔ کیوں؟ ارے بیٹھا کیوں اس مسند پر جب تو صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تھا تجھے بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ جن کو ڈر تھا اس چیز کا، وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہیں بیٹھے، کوڑے کھاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ کیوں معلوم نہیں ہوا تجھے کہ وہاں وہ

عورت پریشان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ڈر گیا تھا۔ ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات ختم نہیں ہوئی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جس طرح زندگی میں پوچھتے تھے اسی طرح پوچھ رہے ہیں 'ثم ماذا؟' پھر کیا ہوا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ 'ردوہ الی ضجیعه'۔ اس کو اس کی قبر میں واپس لے جاؤ۔

پھر جب میں قبر میں پہنچا، تو میرے پیچھے آ گئے دو فرشتہ 'منکر اور نکیر' اور آتے ہی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ 'من ربک ؟ من نبیک؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں کہ میں نے ان دونوں کو گریبان سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ امـا تستحیان؟ کیا تمہیں حیا شرم نہیں آتی کہ مجھ جیسے سے پوچھتے ہو کہ تیرا رب کون؟ اور تیرا نبی کون؟ ان کو پکڑ کر کہتے ہیں کہ میں نے ہلایا۔ پھر چھوڑ کر میں نے کہا کہ الله ربی۔ یہ تو ایک جواب ہوا۔

دوسرا سوال مـن نبیک؟ کتنا پیارا جواب دیا۔ یہ جواب دیا کہ تم مجھے پوچھتے ہو کہ تیرا نبی کون؟ نبیی ضجیعی، کہ ایک ہی قبر میں میرے ساتھ سوئے ہیں۔ نبیی ضجیعی۔ قبر میں میرے ساتھ سوئے ہیں۔ اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ایک ہی قبر میں تو ہیں، ذرا سی ایک آدھ اینٹ آگے پیچھے ہوگی۔ روایات کے الفاظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ 'رفع النبی صلی الله علیه وسلم رأسه من لحده' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اپنی قبر میں سے اونچا کر کے فرمایا۔

ابھی حیات النبی کا مسئلہ بیان کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لحد مبارک سے سر اوپر اٹھایا اور منکر نکیر سے فرمایا 'هـو أعرف بربکما منکما' ۔ کہ یہ عمر تمہارے رب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ تم سے زیادہ ان کو عرفان حاصل ہے۔ تمہیں اگر ہوگا تو علم حاصل ہوگا انہیں عرفان حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقام ہے۔ اور قبر کی زندگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

کیسی شاندار بتائی کہ وہاں کیا ہوتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دل کتنا روشن کہ ساری کارگذاری ان کو بتائی۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندگی میں بقیع پہنچے۔ ایک نوجوان کی قبر تھی۔ معلوم تھا کہ فلاں نوجوان کی قبر ہے۔ تو ان کا نام لے کر فرمایا کہ اے فلاں؟ **ولمن خاف مقام ربہ جنتان**۔ کہ جس نے زندگی خوف اور خشیت کے ساتھ گذاری ہو اس کا حال رونے دھونے والا ہمیشہ رہا ہو تو اسے دو جنتیں ملیں گی۔

لکھا ہے کہ آواز آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سن رہے ہیں اور ساتھی بھی سن رہے ہیں۔ جواب میں صاحبِ قبر فرماتے ہیں کہ وہ دونوں جنتیں ہمیں مل گئیں۔ نوجوان جواب دیتا ہے۔ چونکہ جواب ملتے تھے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں چھیڑتے تھے، پوچھتے تھے کہ اے فلاں! بتاؤ کیا حال ہے؟

ایک دفعہ بقیع تشریف لے گئے تو کسی ایک کا نام لے کر اے فلاں نہیں فرمایا بلکہ سب سے پوچھا، 'یا اھل القبور! سب کو پوچھ رہے ہیں۔ **نساؤ کم تزوجن**۔ کہ تمہاری عورتوں کے تو نکاح ہو گئے، انہوں نے دوسری شادیاں کرلیں۔ تمہارے مال تقسیم ہو گئے، تمہارے بچے یتیم ہو گئے یہ تو جو کچھ تم پیچھے چھوڑ کر آئے اس کا حال میں نے تمہیں بتا دیا۔ اب تم وہاں کا حال بتاؤ کہ وہاں کا کیا حال ہے؟ سب سن رہے ہیں اور جواب مل رہا ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے بھی سب نے سنا۔

اس سوال کے جواب میں آواز آئی '**ماقدمناہ وجدنا**'۔ وہ جواب دیتے ہیں۔ سب اکٹھے ہی بولے ہوں گے نعرہ تکبیر کی طرح سے اکٹھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال ہے بولو ورنہ پوچھیں گے کہ اے فلاں تم نے کیوں جواب نہیں دیا تھا۔ سب بول رہے ہیں، ایک نے نہیں کہا، سب کہتے ہیں کہ '**ماقدمناہ وجدنا**' کہ جو ہم نے آگے بھیجا تھا پالیا۔ **وما أنفقناہ فقد ربحنا** ۔ کہ جو ہم خرچ کر کے آئے وہ نفع میں رہا۔ اور '**وما خلفناہ قد خسرنا**' جو ہم

خرچ کر کے آئے وہ تو ہم نفع میں رہے اور جو ہم پیچھے چھوڑ کر آئے وہ نقصان میں رہے کہ اس کا اب جواب دینا ہے۔

اور آگے چلیں۔ یہ تو کہیں گے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہوگی۔ واقعی شان تو تھی اسی لئے تو قیامت تک کیلئے مصلی خطبہ میں نام سنتے رہیں گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارا کوئی عمل، کوئی شرعی مسئلہ، مصلحت سے خالی نہیں۔ ہماری چونکہ ہماری عقلیں ماری گئی ہیں اس لئے وہ تمام مصالح خداوندی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

خطباء حضرات کو چاہیئے کہ خطباتِ جمعہ میں جو کسی کے بنائے ہوئے خطبے ہیں، ان خطبوں میں انکی اپنی بنائی ہوئی حمد وثنا مذکور ہے تو پہلے دوسرے خطبہ میں سے کم از کم ایک میں وہ حمد وثنا پڑھنی۔

چاہیئے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں ہے اور معروف ہے جس کا نام خطبہ حاجہ اور خطبہ نکاح، مختلف نام آتے ہیں۔ تو جس میں **الحمدلله نحمده و نستعينه** ... چند الفاظ میں اختلاف سمیت یہی تو ارث کے ساتھ ہمیں ملا ہے، متواتر خطبہ یہی ہے اس لئے دونوں خطبوں میں نہ سہی تو ایک میں کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے کلمات ہونے چاہئیں۔

توارث کے ساتھ ابھی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ **الحمدلله نحمده** ہمارے پاس ہے۔ خود **اما بعد** بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس لئے شوافع کے یہاں تو مستقل اس کیلئے مسئلہ ہے کہ **امابعد** بھی کہنا ضروری ہے۔ پھر آگے درود شریف، کچھ نصیحت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر شروع ہوتا ہے پھر خلفائے اربعہ کا ذکر آتا ہے۔

خلفائے اربعہ کا ذکر بھی ضروری ہے جب سے ان خلفائے اربعہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد یہ اختلاف شروع ہوا کہ آیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلے نمبر پر تھے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے نمبر پر تھے۔ سنیوں کے یہاں مراتب اور فضیلت

میں بھی یہی ترتیبِ خلافت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ جمہور کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعضوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ تیسرے نمبر ہیں۔ خلفاء اربعہ کا ذکر ترتیبِ خلافت کے ساتھ اس عقیدہ کے اظہار کیلئے ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم ہر چیز میں سنتے تھے 'ابوبکر، عمر، عثمان، علیؓ' یہ ترتیب ہم بارہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتے تھے تو ہمیں یقین تھا کہ خلفاء کی ترتیب اسی طرح آنے والی ہے۔ اس لئے خلفاء اربعہ کا نام اسی ترتیب سے خطبوں میں شامل کیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں جمہور کا مسلک یہی ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے نمبر پر ہیں۔ اسی اختلاف کا ذکر بخاری شریف میں ہے کہ '**وکان علویا**' اور کسی کے متعلق آتا ہے کہ '**وکان عثمانیا**'۔ تو یہ علوی عثمانی نسل کے سب متعلق نہیں وہ راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل میں تھا بلکہ اس اختلاف میں اس کا عقیدہ یہ تھا بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ '**وکان علویا اور وکان عثمانیا**'۔ یہ خلافت کی ترتیب میں تقدیم کے بارے میں اختلاف تھا، کہ وہ حضرت علی کو حضرت عثمان کی جگہ پر مانتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چوتھے نمبر پر مانتے تھے۔ اور جو عثمانی کہلاتے ہیں وہ صحیح ہیں جو تیسرے نمبر پر مانتے ہیں۔

اس کے بعد پھر ہمارے یہاں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے خاندان کی فضیلت کی روایت پڑھی جاتی ہے تو یہ خلفائے بنوعباس کی دور حکومت میں اس کا اضافہ کیا گیا۔ پھر اس کے بعد پھر اور صحابہ کرام کے نام بھی لئے جانے لگے۔ خیر یہ تو ایک خطبہ کی مصلحت کے بارے میں یہ بیان کرنا شروع کر دیا ورنہ وہ ذکر چل رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قبروں کو یا اھل القبور خطاب فرمایا اور وہاں سے جواب ملا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تو یہ شان تھی ہی کہ وہ قبروں والوں کو خطاب کریں اور ان سے پوچھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارا یہ جو روحانی سلسلہ ہے اس پر دلی اطمینان اور قلبی اطمینان ہم سب کو نصیب فرمائے۔ اور قلبی تعلق ضروری ہے کہ ہم ان کی قدر ومنزلت اور ان کا مرتبہ پہچانیں کہ وہ کس پائے کے تھے۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کی شان تو یہ تھی کہ سقیفہ بنوساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے اور ایک کلمہ انکی زبان سے نکلا۔

بھیڑ ہورہی تھی، بھیڑ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور کسی کا پیر بھیڑ میں ادھر چلا گیا۔ کسی نے کہا **قتلتم سعد بن عبادہ!** ۔ ارے تم تو ان کو ماردو گے بیچارے بیمار ہیں۔ لیکن چونکہ ہنگامہ تھا، ہجوم تھا ہڑبونگ تھی، پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمہ سنا '**قتلتم سعد بن عبادہ**' کہ تم نے ان کو ماردیا۔ یہ بے چارے بیمار ہیں تم نے ان پر پیر رکھ دیا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل گیا '**قتله الله**' ۔ اللہ اس کو مارے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملے نے اتنا اثر کیا کہ واقعی جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ہر شخص اس کو سن کر کہے گا کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہوا۔

روایت میں ہے کہ ایک جگہ سفر میں حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جارہے تھے، استنجا کی حاجت ہوئی اور کہیں پیشاب کیلئے بیٹھے تو وہاں اللہ کی اور کوئی مخلوق جن وغیرہ رہتے ہوں گے تو انہیں تکلیف ہوئی ہوگی۔ وہ رفع حاجت کیلئے بیٹھے تھے وہاں سے اٹھ ہی نہ سکے۔ ساتھیوں نے دیکھا کہ وہاں آپ کی لاش پڑی ہے۔ اب سب پریشان کہ اب یہاں تو کوئی اور ہے نہیں، یہاں کیسے انتقال ہوگیا۔ سب ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہوا ہوگا، اتنے میں آواز آئی۔ بولنے والا کوئی موجود نہیں اور یہ سن رہے ہیں: **قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ... ورمیناہ بسھمین فلم نُخطِ فؤادہ** کہ ہم نے قتل کیا سعد بن عبادہ کو۔ بس ہم نے تیر مارا سیدھا ان کے دل پر جا کر لگا۔

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کا بہت اونچا مقام تھا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

کوئی تقابل نہیں ہوسکتا۔ ایک دفعہ مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ نقل فرمایا کہ وہ نام لے کر فرماتے تھے کہ فلاں کے مقابلہ میں فلاں صفر ہے۔

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ آواز سنی گئی، جیسے یہ فاطمہ مخزومیہ سلام پڑھنے گئیں سلام کا جواب سنا، عتاب بن خالد کی خالہ گئیں جواب ملا، محمود کردی گئے سلام پڑھنے قبر پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جواب کے ساتھ بیٹے کی خوش خبری دی۔

اسی طرح حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک محدث پہنچے۔ اب وہاں پہنچ کر پوچھ رہے ہیں کہ ان کی قبر کدھر ہے؟ کوئی کہتا ہے یہاں ہے، کوئی کہتا ہے وہاں ہے۔ کونسی قبر ہے تو کہتے ہیں کہ اتنے میں مٹی ہٹنا شروع ہوئی، قبر میں سے حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا 'انا سعد بن عبادۃ'۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی جان نثار فرمائی۔ کیا بلند و بالا رتبہ ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو ایک وقت کا کھانا مدتوں تک پورا ایک خوانچہ بڑا تھال ان کے یہاں سے ہمیشہ پہنچتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انہیں نوازا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش رہیں، اللہ عزوجل ہم سے خوش رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہمیں نصیب فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

**۲۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ**

**بسم الله الرحمن الرحیم**

گذشتہ کل ایک جگہ ذہن نے کام کرنا چھوڑ دیا تو میں نے پوچھا کہ میں کیا بیان کر رہا تھا۔ کہا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان۔ تو پھر میں نے کچھ اور بیان کر دیا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے شاید ناراضگی کے لہجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمادیا 'قتلہ اللہ' تو پورا ہوکر رہا۔ چنانچہ نہ بیماری کسی کو معلوم ہوئی کہ فلاں بیماری سے موت ہوئی، نہ کوئی قاتل نظر آیا کہ فلاں نے قتل کیا۔ وہ تو ایک آواز آئی کہ :**قد قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہ**..... **ورمیناہ بسھمین فلم نخطئ فؤادہ** سیدنا امیر المؤمنین کی شان دیکھنی ہوتو ہماری تراویح دیکھ لیں۔ اسلام کو کتنا بدل دیا گیا، کتنا بدلنے کی کوشش کی گئی۔ ہم تو کہتے ہیں ہزار رکعت پڑھنے والے بنو، اس کی تمنا کرو۔ ان کے واقعات بیان کئے، ہزار رکعت والے، تین سو والے، دوسو والے اور سو رکعت والے۔ اور اقل درجہ میں میں نے کہا تھا ہم گنہگاروں کیلئے فرض کے درجہ میں ہے کہ اپنی قضائے عمری کیلئے جو ہمیں رمضان المبارک میں تعلیم دی گئی کہ بیس رکعت پڑھو، سترہ رکعت تمہارے فرائض اور تین رکعت واجب وتر، بیس رکعت تمہاری ایک دن کی قضائے عمری ہوجائے گی۔ یہ تو قضا والوں کیلئے فرض ہوا۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حساب لگاؤ، اس کی فکر کرو، حساب جوڑو اور اس سے آگے بڑھ کر سو

رکعت پڑھو، دوسو۔ مگر ایک گروہ نے یہ کہا کہ سب سے جان چھڑاؤ۔ سنت؟ تو کہتے ہیں کہ سنت تو گھر میں پڑھو۔ ارے وہاں تو مسجد کے دراوزے سے نکلو تو گھر۔ تو جن کا گھر کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا وہ مسجد کی بجائے گھر پڑھتے تھے۔

کون سی روایت میں ہے کہ سارے صحابہ کرام مسجد خالی کر کے گھر بھاگ جاتے تھے اور مسجد خالی ہوجاتی تھی۔ یہ مسئلہ بنالیا کہ سنت مسجد میں نہیں۔ مسجد فرض کیلئے ہے۔ مسجد پانچ منٹ کیلئے کھولو، چار رکعت پڑھو، دو رکعت پڑھو اور تالا لگادو۔ کتنے ملکوں میں ایسا شروع ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ ان منتظمین کو ہدایت فرمائے کہ وہ مسجدیں کھل جائیں، چوبیس گھنٹے وہ آباد رہیں۔

پھر اور آگے چلے گئے، وضو کو بدلا۔ شیعوں نے تو کہا پیر دھونے کی ضرورت نہیں، مسح کرلو۔ یہ سلفی اس سے بھی آگے، پیر پر بھی مسح کرنے کی ضرورت نہیں، چمڑی پر ہاتھ پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں، جو کچھ بھی پہن لیا ہو، کپڑے کے جرابیں پہن لی ہوں، اون کے ہوں ریشم کے ہوں، کچھ بھی پہنا ہو ہاتھ پھیر دو۔ یہ تو ایک جان چھڑانے کی کوشش، دین بدلنے کی کوشش ہے۔

پھر ایک عام ذہن بنایا جارہا ہے، ہر جگہ آپ دیکھتے ہیں، بڑے بڑے لوگوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ ظہر کی نماز پڑھی اور اللہ اکبر، اللہ اکبر عصر کی نماز شروع ہوگئی۔ مغرب کی نماز پڑھی اور عشاء کی تکبیر شروع ہوگئی، اللہ اکبر۔ یعنی پانچ وقت بھی مسجد کھولنے کی ضرورت نہیں۔ تین مرتبہ مسجد کھول کر پانچ نمازیں پڑھلو۔ سچ مچ یہ ساری چیزیں اکٹھی آپ سوچیں تو دین کو بدلا جارہا ہے۔ یعنی پورا دین بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

تراویح کے متعلق فتنے بہت آئے ماضی میں بھی لیکن سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو چیز شروع فرمائی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں مسجد نبوی میں بیس تراویح نہیں ہوئی امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت

تراویح نہیں ہوئی۔ سیدنا امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے امام کھڑا کر دیا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو کہ چلو نماز پڑھاؤ تو اس وقت سے آج تک بیس رکعت ساری دنیا میں ہورہی ہیں۔تو یہ شان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔

کل میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا۔اور ساری سرگذشت انہوں نے سنائی۔اور بڑھیا کی بکری کھوگئی تھی وا عمراہ کہتی رہی تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرفت ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پریشان ہوگیا تو وہ پریشانی دیکھی جارہی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساری عمر دیکھتے رہےتو دور سے دیکھ کر ہی پریشان ہوگئے کہ کس قدر پریشان ہیں۔لیکن پھر ان کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے پوچھا کہ ثم ماذا؟ کہ پھر کیا ہوا؟ تو فرمایا کہ مجھے قبر میں لوٹایا گیا وہاں پر میں نے،جس طرح عرض کیا تھا منکر نکیر آئے۔تو یہ جو کل میں بھول گیا تھا جو میں بیان کرنا چاہتا تھا وہ یہ نکتہ کہ اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں منکر نکیر کے تین سوالوں میں سے صرف دو سوال ذکر کئے کہ مــن ربک، مــن نبیک؟تیسرا سوال کیا ہوا؟ یہ عرض کرنا تھا مجھے۔

ما دینک تیسرا سوال نہیں ہے۔اس لئے آپ منکر نکیر کے سوال کی بحث پڑھیں گےتو اس میں بحث آتی ہے کہ کون کون ہیں جن سے یہ منکر نکیر کا سوال نہیں ہوتا۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں کہ ان سے نہیں ہوتا۔تو یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو صرف دو سوال بتلائے تیسرا نہیں بتلایا۔کیوں نہیں بتایا؟ کیوں کہ یہ تراویح ہے۔کچھ سمجھے آپ؟نہیں سمجھے؟۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نام لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدا کرو۔متعدد روایات میں ہے کہ میرے بعد اقتداء کن کی کرو؟

ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی۔اور پھر آ گے خلفائے اربعہ کے متعلق بھی روایات آتی ہیں۔پھر جمیع صحابہ کرام کے بارے میں بھی آتا ہے۔**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** ۔ابھی تیسرا سوال کیوں نہیں ہوا؟ سمجھ میں آیا؟ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود اتھارٹی ہیں۔دین بنتا ان سے ہے۔جو دین تھا اس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ میں یہ سنت جاری فرمائی، یہ سنت جاری فرمائی، یہ تراویح جاری فرمائی۔یہ سب سنتیں یہ دین۔تو فرشتہ کیا پوچھے گا کہ **ما دینک**؟ وہ تو دوسوالوں پر پکڑ کر ان کو دھکا دے کر پھینک دیا باہر تیسرے سوال پر[کیا حال کرتے] کہ **ما دینک**؟ حضرت عمر فرمادیتے کہ دین تو حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے ذریعہ مکمل کیا۔یہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اور اور خلفائے اربعہ کی کیا شان! کیا شان!

اسی لئے ان حضرات کی زندگی میں بے شمار واقعات مخلوق دیکھتی رہی۔کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان، ان کے واقعات۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے۔میں تو صرف ایک چیز ان چاروں حضرات کے بارے میں عرض کردوں کہ جیسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکین سے دیکھ لیا تھا چاروں بعد والوں کو۔کہ ترتیب یہی ہے اس کے متعلق روایات درجنوں اکٹھی کرتے ہیں محدثین کہ اس میں چاروں کا اکٹھا ذکر، اس میں چاروں کا اکٹھا ذکر اور اسی ترتیب سے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔تو اس لئے ترتیب خلافت یہ متعین تھی۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں ان کی خلافت سے برسوں پہلے یہ ترتیب فرمادی کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا نور ایمان دیکھ اطمینان تھا، ان کی استعداد قابلیت دیکھ کر اطمینان تھا کہ اخیر تک عمر عمر ہی رہیں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی طرح رہیں گے اخیر تک جس طرح میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔اسی لئے تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق گذشتہ یا اس سے پیوستہ رمضان المبارک میں ذکر کیا تھا تو میں نے عرض

کیا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی کہ علی! تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے سر پر ایک وار ہوگا اور تمہاری ساری داڑھی خون میں تر ہو جائے گی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ڈرے نہیں کہ اوہو! کیا ہوگا میرا؟ بلکہ خوش ہو گئے۔ اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس وقت جو میری دلی کیفیت ہے، یہی رہی تو پروا نہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ہم ہوتے تھے تو بعض مرتبہ محبت کا اور حضرت کی نگاہ مبارک کا اور ساتھ رہنے کا ایسا اثر ہوتا تھا کہ چاہتے تھے کہ یہیں مر جائیں کہ یہ نماز پڑھا دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اس وقت جو میرا حال ہے اگر میں اسی پر رہا تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ علی جو اس وقت میرے سامنے ہے یہ یہی رہے گا۔ چنانچہ ایسے ہی رہے وہ۔ تو اسی لئے میں نے کہا چاروں کے متعلق مختصراً، کہ جو پیار ساری زندگی انہیں ملا اور اعتماد میں پورے اترے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جب جنازہ تیار ہوتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس لے جاتے ہیں تو دروازہ میں سے ابھی اندر جانے کیلئے جنازہ باہر رکھا گیا تو حجرہ شریفہ میں سے، قبر شریف سے آواز آتی ہے کہ **ادخلوا الحبیب الی الحبیب**۔ وہی پیار۔ کہ یہ اعتماد میں پورے اترے۔

کاش کہ ہم سے جو خدائی مطالبات ہیں، قرآنی مطالبات ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیوں کے متعلق چاہت ہے کاش کہ ہم اس پر پورے اتریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ایسی استعداد بنائے کہ ہم اس پر پورے اتریں۔ تو یہ جو استقبال ہوا اسی کے نتیجے میں، کیسا میرا پیارا صدیق۔ تو اتنی زندگی کے اتار چڑھاؤ آئے میرے بعد، ردت کا اتنا زبردست فتنہ۔ اور وہی صدیق ہی رہا۔ تو **ادخلوا الحبیب الی الحبیب**۔

اسی لئے عرض کیا تھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کہ ادھر منکر نکیر سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال جواب ہورہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو ڈانٹ رہے ہیں **فرفع رسول الله رأسه من لحده**۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لحد، قبر مبارک سے سر اونچا کر کے فرمایا۔ کیا جملہ تھا کہ **هو أعرف بربكما منكما**۔ کہ یہ اپنے رب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ ان کو کیا پوچھتے ہو کہ **من ربک**؟ کیوں کہ وہی رہے عمر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس حال میں چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے۔

اسی لئے صوفیاء کے یہاں سلاسل میں سب سے اہم ترین تاکید جس کی ہوتی ہے یہ ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کی صحبت میں ان کی زندگی میں جو معمولات تھے ان کے وصال کے بعد بھی مرتے دم تک اس پر باقی رہا جائے۔ یہ ان کی سب سے بڑی وصیت اور چاہت اور تمام کتابوں میں یہ نصیحت اور موعظت لکھی ہے۔ کہ اپنے شیخ کے ساتھ وفاداری کہ جیسے ان کے سامنے تھے ساری عمر ایسے رہو۔ یہ تو بے وفائی ہے انسان سامنے تو ان کے بزرگ بن کر ہی رہا ہے، بعد میں بدل گیا۔ اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق منکر نکیر کو یہ فرمایا۔

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

اور آگے چلیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روزے سے ہیں اور بلوائی کسی وقت بھی دھاوا بول سکتے ہیں۔ اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہنچے تو ان کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے وہ اس جھگڑے کے متعلق اپنے دکھ کا اظہار کر رہے ہیں، اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کو تسلی دیتے ہیں اوپر کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے '**رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذه الخوخة**' کہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کھڑکی میں سے زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ! تم میرے پاس آ کر افطار کرو گے۔ کیوں؟ کہ وہی، وہ اسی طرح رہے، وہی عثمان رضی اللہ عنہ رہے۔ امت نے

چاہے کتنا ستایا۔ آخر شہید کیا، قرآن پڑھتے ہوئے روزے کے ساتھ۔ 'صبغة الله، ومن أحسن من الله صبغة' ان آیات کے اطراف میں آپ کی شہادت کا خون اب تک موجود ہے۔ اسی صفحہ پر اسی آیت پر ہے۔

## سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اور آگے سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سترہ رمضان المبارک ہے۔ سحری سے فارغ ہوکر مسجد تشریف لے جارہے ہیں۔ بلا رہے ہیں کہ، حسن! بیٹے کو بلایا۔ یا حسن! دیکھو! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے آج زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں آپ کی امت کی طرف سے بڑا دکھی ہوں۔ صاف عرض کیا۔ بہت ستایا ہے انہوں نے مجھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی! تم ان کیلئے بددعا کرسکتے ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مشورہ پر عمل فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم تو نہیں فرمایا۔ فرمایا کہ تم بددعا کرسکتے ہو۔ جو مظلوم ہوتا ہے وہ ظلم کا خود بدلہ بھی لے سکتا ہے اور بڑی سرکار میں، حق تعالیٰ جل مجدہ کی عدالت میں اپنا کیس دائر کر کے وہاں سے بدلہ اپنا مانگ سکتا ہے جسے بددعا آپ کہہ سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ انہوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو بد سے بدتر ان پر مسلط فرمایا۔ چنانچہ جو مسلط ہوا حجاج بن یوسف، وہ ایک ہی کیا، بہت سارے مسلط ہوئے ایک کے بعد ایک، کتنے سارے۔ دونوں طرح کے خلفاء میں۔ بنو امیہ کا یہ ایک ہی ظالم حجاج کافی ہے۔

## حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

اور ادھر تین خلفاء ہیں جو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو معاف کرنے کیلئے تیار نہیں۔ معافی تو کس چیز کی تھی، ان کو صحیح عقیدے پر وہ قائم رہنا چاہتے ہیں تو اس پر چھوڑنے

کیلئے تیار نہیں۔ ایک خلیفہ مرا، دوسرا مرا، تیسرا مرا۔ مامون کے متعلق تو یہی ہوا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جس طرح بد دعا فرمائی۔ کسی نے آ کر بیڑیوں میں ہیں، زنجیروں میں جکڑے ہوئے، سارا جسم زخمی ہے، یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ مہینوں، ایک طویل عرصہ گذرا اسی حال میں۔ نیا دن نئی سزا لے کر آتا تھا۔

کسی نے آ کر کہا کہ ابھی آپ کو طلب کر رہا ہے مامون اور وہ اتنے غصے میں ہے کہ چمڑا بچھایا جا چکا ہے جو قصاص کیلئے اور قتل کیلئے بچھایا جاتا ہے اور جلاد ہاتھ میں تلوار لے کر تیار ہے اور آپ کو طلب کیا جا رہا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وہیں گھٹنے کے بل بیٹھ گئے۔ جیسے اپنی ایڑی کے اوپر بیٹھیں اور پیر کھڑے کر دیں سجدے کی طرح سے اور اس کے اوپر بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور آپ کا قد جھکا ہوا زمین کی طرف اس طرح حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شاید سجدہ بھی نہیں کر سکتے ہوں گے بیڑیوں کی وجہ سے۔ تو یہ ان کی ہیئت دعا کی بتائی گئی کہ اسی وقت پیر پیچھے سے کھڑے کر کے پنجوں پر بیٹھ کر آگے کی طرف جھک گئے اور فریاد شروع کر دی۔

ابھی اسی مجلس میں اسی حال میں تھے کہ رفقاء نے نعرہ بلند کیا۔ نعرہ تکبیر، لیکن ان کا نعرہ تکبیر کیا تھا کہ وہ عقیدہ ہی نعرہ تکبیر بن گیا تھا ان کا۔ کہ کسی نے آ کر سب سے پہلے بیان کیا کہ **یاسیدی! کلام اللہ القرآن غیر مخلوق** ۔ یہ پہلے نعرہ بلند کیا، تکبیر بلند کی اور اس کے بعد کہا کہ '**قتلہ اللہ**' ۔ اللہ نے مامون کو، امیر المؤمنین کو قتل کر دیا، وہ اسی وقت مر گیا۔ کیسی زبردست بد دعا کی ہوگی حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اس طرح کے مامون جیسے تین آئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے [بد دعا کی اجازت دی]۔ میں نے عرض کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عہد کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اس وقت جو میرے دل کا حال ہے اگر میں اسی حال پر رہا تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں کہ میری داڑھی خون

میں تر ہو جائے، کچھ بھی میرے اوپر قیامتیں گذرتی رہیں۔ بس یہ نہیں بدلنا چاہئے، جو ہے میری حالت اور ہیئت دل کی اور روح کی اس وقت آپ کے ساتھ۔ چنانچہ وہی حالت رہی اخیر تک۔ اسی لئے آخری گھڑی میں استقبال کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو بیٹے حسن سے فرمایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے تو اب میری زندگی کی امید نہیں۔ چند قدم چلے تو اس بد بخت نے شقی نے وار کیا اور وہ داڑھی خون میں تر ہوگئی۔ کتنا اعتماد!

## ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بھائی جان بھی میں نے اس دن عرض کیا بالکل اچھے بھلے 'السلام علیکم' باہر نکل کر۔ تو جو ابھی اس وقت **السلام علیکم** کہا جارہا تھا ایوب جو بستر میں سوئے ہوئے تھے وہ خواب میں ادھر دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کے بستر پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ جو دوسرے ملک میں ہیں موزمبیق میں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک عظیم مدنی قافلہ معہد الرشید میں جمع ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم استقبال کیلئے تشریف لے آئے۔ خلفائے اربعہ کیلئے تشریف لے آئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایسی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے کہ کسی وقت ہمارا یہ ربط نہ ٹوٹے دوستو! ہماری لغت میں تو اس زندگی کے معنی عیش کے سوا کچھ اور نہیں۔ سوائے کھاؤ، پیو، مزے کرلو۔ کوئی تکلیف نہ ہو جسم کو۔ انا للہ... کاش کہ ہم ان حضرات کی طرح سوچ میں رہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جو زندگی ہم سے طلب فرمارہے ہیں ہم اس پر رہیں۔

اسی لئے کڑے وقت میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے کس کو یاد کیا؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ رو رہے ہیں، لکھا ہے کہ بڑی لمبی مدت ان کے رونے کی، سالہا سال، کسی نے کہا سو، کسی نے کہا دوسو برس روتے رہے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام۔ پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر دعا کرتے ہیں کہ ُالٰہی! میں نے جو وہاں نام

پڑھا تھا محمد رسول اللہ کے واسطے سے میں دعا مانگتا ہوں'۔ پوچھا گیا کہ یہ تمہیں کیسے معلوم؟ تو عرض کیا کہ میری جب روح پھونکی گئی، آنکھ کھلی تو عرش پر میں نے یہ نام پڑھا تھا۔

## اسمویل علیہ السلام

بنی اسرائیل کے ایک نبی ہیں اسمویل۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیرلیا۔ یہ چالیس کی جماعت ہے۔ان دشمنوں کی بہت بڑی فوج۔ بہت بڑی فوج بلا کر لائے ان چالیس افراد کیلئے کہ ان کو ڈبودو سمندر میں۔ اور ان کو دھکیلتے دھکیلتے سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی کہ انہوں نے ہمیں پکڑ لیا۔ ایسے ہی ان کے ساتھی، حضرت اسمویل کے ساتھی پریشان ہوکر اپنے نبی سے فریاد کرنے لگے کہ یہ تو دشمن ابھی ہمیں پھینکنے والا ہے پانی میں۔ انہوں نے وہی آدم علیہ الصلوۃ والسلام والا وظیفہ اپنایا۔ انہوں نے ساتھیوں سے کہا پڑھو '**صلی الله علی محمد، صلی الله علی محمد**'۔ آپ بھی پڑھو '**صلی الله علیٰ محمد، صلی الله علی محمد**'۔ اتنے میں ایک موج آئی، جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں کو بچا کر بقیہ سب کو ڈبودیا یہاں بھی یہ سب ہلاک ہوگئی ساری فوج اور ان کا کنگ۔ سب مرے اور اللہ نے اہل ایمان کو بچالیا۔

## امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بلاغات میں فرماتے ہیں، جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ '**بلغنی...**' سے شروع کرتے ہیں اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی '**بلغنی...**' سے شروع کرتے ہیں۔ ان کے بلاغات میں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ستر مرتبہ یہ پڑھنے کا معمول بنالے '**صلی الله علی سیدنا محمد**' تو فرماتے ہیں کہ **لم تسقط له حاجه**۔ کوئی حاجت اس کی باقی نہیں رہے گی جو پوری نہ ہو۔ ہمیں یقین تو آئے۔

## حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے ہزاروں خطوط ہوں گے جن کے آخر میں آپ دیکھیں گے کہ درود شریف کی کثرت فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور اس کے فضائل ایک دوتین چار پانچ سات فضیلتیں اس کی لکھ دیتے کہ درود شریف کی کثرت رکھو، اس سے یہ ہوگا، یہ ہوگا۔ اور کوئی وظیفہ انسان نہ کرے درود شریف کے علاوہ تو یہ بھی کافی ہے یہ وظیفہ۔ کیوں کہ جہاں مرادیں مانگنے کیلئے، اپنی مرادیں لے کر جہاں سے ساری مخلوق جاتی ہے۔ ابھی ساری دنیا سے مسلمان پہنچے ہوئے ہیں کعبۃ اللہ۔

مگر ایک وقت آئے گا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب قیامت قائم ہوگی۔ ہمارے یہاں تو الفاظ لکھے ہیں کہ کعبہ اٹھالیا جائے گا، قرآن اٹھالیا جائے گا۔ اٹھانے کے الفاظ ہیں۔ تو یہ کیسے اٹھے گا؟ تو یوں کہئے کعبہ کو چلایا جائے گا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کعبہ کو حکم ہوگا کہ یہاں سے چل کر ارضِ محشر قدس پہنچ جاؤ۔ روایات میں اس کو ارضِ محشر قرار دیا گیا قدس کے اطراف کے علاقے کو۔ اب کعبہ چل رہا ہے اور کعبہ راستہ میں مدینہ منورہ حاضری دیتا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس طرح میں اور آپ،، اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار لے جائے۔

## حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب

کل جن سوڈانی بزرگ کا ذکر وہاں کیا تھا وہاں ریڈیو والی تقریر میں کہ حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے عشاء کے بعد مجھ سے فرمایا کہ آج تو بڑا عجیب قصہ ہوا کہ میں صلوۃ وسلام کے بعد وہاں مواجہہ شریف کے سامنے دیوار کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہاں میں اپنے کام میں مصروف۔ میرے برابر میں ایک سوڈانی بزرگ تھے تو وہ درود شریف اور صلوۃ وسلام میں مصروف۔ کہتے ہیں کہ عین افطاری سے چند منٹ پہلے میں کیا دیکھتا ہوں کہ انہوں نے میری

گود میں سر رکھ دیا۔ تو میں نے سوچا کہ معمر ہیں نیند آ گئی ہوگی، روزے کا آخری وقت ہے، نقاہت اور ضعف ہو گیا ہوگا۔ تو میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر حضرت شیخ قدس سرہ کے الفاظ 'یہ جا وہ جا'۔ کہ دیکھا کہ سوڈانی بزرگ تو اللہ کو پیارے ہو گئے ایک سید زادے کی گود میں سر رکھ کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی ہی موت عطا فرمائے۔

جہاں سوڈانی بزرگ نے جان دی وہاں پہنچ کر کعبہ سلام کرے گا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور الصلوۃ والسلام علیک یا سید المرسلین۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دے کر سوال فرمائیں گے۔ کیا سوال فرمائیں گے؟ جو معراج میں فرمایا تھا حق تعالیٰ شانہ سے۔ کعبۃ اللہ سے پوچھیں گے کہ ارے تو تو وہاں سے چل کر اب یہاں پہنچ گیا 'ما حال امتی؟' اللہ اکبر! کاش کہ ہم بھی اپنے نبی کو سمجھیں۔ کاش! جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ امتی، امتی۔ وہاں تمام انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کہیں گے **نفسی**، **نفسی** وہاں بھی کہیں گے 'امتی، امتی'۔

تو یہاں بھی کعبۃ اللہ سے فرما رہے ہیں '**ماحال امتی؟**' کہ وہ تو تیرے پاس آ کر وہاں گناہ معاف کرواتی تھی۔ تجھے حکم ہوا وہاں سے ہٹ جانے کا تو وہ میری امت کیا کرے گی۔ تو وہ عرض کرے گا '**یارسول الله! من وفدوا الي فأنا لهم**' کہ جو میرے مہمان بن کر میرے پاس آئے تھے اور میرے پاس مرادیں مانگی تھیں، حق تعالیٰ شانہ سے دعائیں کی تھیں تو ان کی سفارش تو میں کروں گا کہ میں گواہ ہوں کہ میرے کانوں نے سنیں ان کی دعائیں۔

وہاں کی دعائیں، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ملتزم پر اور '**اللهم نكس اعلامهم اللهم فل اسلحتهم**' یہ کلمات ان کے میں نے سنے۔ وہ بھی امت ہی کیلئے رو رہے تھے وہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ '**ماحال امتی؟**' کعبہ جواب دیتا ہے '**من وفدوا الي فأنا لهأ**' کہ جو میرے پاس پہنچے تھے، جنہوں نے میرے پاس حق تعالیٰ شانہ سے جو کچھ مانگا تھا وہ اس میں ٹیپ ہے سب کچھ

کہ فلاں آیا تھا۔ اس کی صورت بھی اور اس کی آوازیں بھی جو مانگا سب اس کو یاد، کعبہ کو۔ اور فرمایا کہ جو میرے پاس نہیں آیا اس کیلئے آپ ہیں۔

کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری سفارش فرمائیں دنیا میں اور عقبیٰ میں اور اپنی کالی کملی کے سائے میں ہمیں رکھیں، وہ کالی کملی میں ہمیں ڈھانپے رکھیں۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله وصحبه اجمعین۔**

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیکھئے! کھڑے کھڑے ہی میں ایک دومنٹ آپ کے ضائع کردوں، کہ یہ کہنا سننا تو ہماری ساری عمر بھر کی عادت پڑی ہوئی ہے اس کے بغیر ہمیں چین ہی نہیں آتا، مزہ ہی نہیں آتا زندگی کا کوئی لطف ہی نہیں آتا۔ اس سے ہم تھکتے ہی نہیں۔قرآن شریف پڑھتے تھک جائیں گے، تسبیح پڑھتے تھک جائیں گے۔قرآن سنتے تھک جائیں گے۔ نیچے تراویح ہوتی ہے ماشاء اللہ نفلیں ہوتی ہیں، وہاں صرف کھڑے ہی ہونا ہے، مزہ صرف اسی میں آئے گا، ٹالکنگ، ٹالکنگ، بات، بات۔

صوفیاء اسی لئے تو فرماتے ہیں کہ کھانا کب کھانا ہے 'بالفاقۃ' کہ فاقہ کر کے کھاؤ مزہ آئے گا تمہیں۔ کتنا ٹیسٹ (taste) ہے کھانے میں محسوس ہوگا۔ اور نیند میں تب مزہ آئے جب وہ آپ کو پٹخ دے۔ اور فرمایا بولنا کب ہے، کہ بالاضطرار۔ میں نے اس کی شرح کی تھی کہ جب آپ کی جان خطرے میں یا سامنے والے کی، اس وقت۔

اسی لئے حضرت شیخ قدس سرہ نے ایک خاتون اللہ والی کا ذکر کیا کہ عمر بھر بولتی ہی نہیں تھی۔ اضطراری بولنا بھی جو ہوتا تھا وہ بھی قرآن سے جواب۔ کہاں جارہی ہے؟ تو کلوا واشربوا۔کھانے پینے کا تقاضا بھی اللہ نے رکھا ہے۔ کہاں سے آرہی ہو، استنجے سے آرہی ہے

تواو **جاء احد منکم من الغائط** ۔کبھی جارہی ہوں [پوچھا] کدھر؟ تو کہا'**امنة نعاسا یغشی طائفة منکم**' کہ اللہ نے نیند بھی ہمارے لئے لگائی ہے کیا کریں۔تو عمر بھرصرف قرآن ہی کے الفاظ۔ وہی پڑھتی رہتی تھیں اور جواب بھی اور سوال بھی کچھ ضرورت ہو وہ بھی اسی سے۔

تو یہ چند گھنٹے ہیں،تو اگر ہم صحیح عقیدے پر ہیں، ہمارا یقین ہے کہ جو روز سنتے ہیں اس ماہ مبارک کی فضیلت، ان راتوں کی فضیلت، اس مبارک رات کی فضیلت،تو اگر یہ سب کچھ سچا ہے اور اس پر ہمیں یقین ہے تو ابھی تین چار گھنٹے ہیں۔ اتنی تو ماں بچوں کو سزا دیتی ہے کہ بیٹھے رہو! خبردار جو یہاں سے اٹھے۔تو کیا نہیں بیٹھ سکتے اتنی دیر؟ وہ بھی پورے سال بھر میں۔ ابلیس تو قید ہے مگر خود ہی ہم اس کی جگہ پر اس کے قائم مقام بن گئے ہیں تو چین ہی نہیں آتا۔اپنا وقت بھی خراب کریں گے دوسروں کا بھی خراب کریں گے۔

اس لئے درخواست ہے میری کہ میں اپنا، آپ کا وقت ضائع کروں اس کی بجائے آپ اس پر عمل کریں'**من قام لیلة القدر ایمان واحتسابا**' اسی لئے تو کتنی بہترین چیز ہمیں دی گئی تاکہ جو آپ سے ملنا چاہتا ہے وہ بھی دیکھے گا کہ اوہو! ابھی تو وہ نماز میں ہے۔ یہ چند گھڑیاں ہیں، چند راتیں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان مبارک راتوں کی مبارک گھڑیوں کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی آله وصحبه اجمعین۔**

**۲۸ ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ**

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

صوفیائے کرام کے یہاں جتنے واردات ان کے احوال ہوتے ہیں، چاہے ان کا کشف ہو الہام ہو ان تمام چیزوں کو انھوں نے ہمیشہ شریعت کے تابع رکھا۔ بلکہ وہ سرِ مو (ایک بال کے برابر) بھی اس سے آگے جانے کو اپنے لئے گناہ سمجھتے رہے۔ اسی لئے حضرت لاہوری قدس سرہ کی جب ملاقات ہوئی داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بیداری میں اور انھوں نے خود فرمایا کہ میرا مزار جہاں لوگ سمجھتے ہیں وہاں نہیں ہے۔ وہاں میرے ہم نام علی نام ہے ان کا ایک اور بزرگ ہیں۔ اپنے مزار کے بارے میں بتایا کہ جہاں بس اڈہ ہے اس کے قریب فلاں جگہ میرا مزار ہے۔

اب حضرت لاہوری قدس سرہ کو تو روز یہ واقعات پیش آتے تھے بلکہ میں نے عرض کیا کہ [فرماتے تھے کہ ] سب سے زیادہ مزہ آتا ہے مجھے حج کے دوران اولیاء اللہ کے مقامات اور مراتب دیکھنے میں۔ تو جتنے خدام تھے ان کی ہر وقت پکڑ دھکڑ اسی میں رہتی تھی۔ پھر بھی حضرت نے اس پر قناعت نہیں فرمائی۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب سے پوچھا کہ یہ جو میرا کشف

ہے آپ تاریخ کے ماہر ہیں تو علم تاریخ کی روشنی میں یہ صحیح ہے یا غلط؟ تو حضرت نے تصدیق فرمائی کہ دریا کے کنارے [مدفن تھا] اور دریا جہاں موجودہ مزار ہے وہاں سے بہت دور ہے، کوئی امکان نہیں دریا کا وہاں۔ تو حضرت نے اس پر ان کا شکریہ ادا فرمایا تو جس طرح حضرت لاہوری قدس سرہ نے ان سے تحقیق فرمائی کہ آپ تاریخ داں ہو اس کی روشنی میں میرا یہ کشف کیسا ہے؟ تو اس میں بھی تاریخ کو حجت نہیں بنا رہے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بلکہ اس میں بھی شریعت کو حجت بنا رہے ہیں۔ کیسے؟

## حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق پہلی تراویح ہی میں عرض کیا تھا۔ جب مشرکین کی جگہ اور کچھ ہمارے امام نے پڑھ دیا تھا مسلمین۔ تو وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوہ والسلام کے متبع ہونے کے سب دعوے دار، ہم مسلمان، امت مسلمہ کہتی ہے کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں، ابراہیم علیہ السلام مسلم تھے۔ یہودی کہتے ہیں کہ یہودی تھے۔ نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی تھے۔ قرآن کریم نے فیصلہ فرمایا اور اس کا جواب دیا کہ تینوں گروہوں میں کون صحیح؟

قرآن کریم نے مختصر کلمات میں ان اہل مذاہب کے جھگڑے، ان قوموں کے جھگڑے کا فیصلہ فرما دیا۔ کیسے؟ کہ ارشاد فرمایا کہ 'وما اُنزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہٗ۔ کیا جواب! لاجواب کرنے والا جواب دیا قرآن نے کہ ارے ابراہیم علیہ لصلوۃ والسلام کے زمانے میں اس وقت توریت تھی کہاں؟ انجیل تھی کہاں؟ وہ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد نازل ہوئی۔ تو قرآن کریم کا یہ استدلال ان کو سمجھایا گیا یہود ونصاریٰ کو۔ وہ کس پیرائے میں سمجھایا گیا؟

یہ نہیں فرمایا گیا کہ خدا کا حکم ہے آپ کو ماننا ہوگا کہ وہ مسلم تھے۔ نہیں بلکہ علمی جواب دیا

گیا۔ تاریخ کی روشنی میں تاریخ یہ کہتی ہے۔ تمہاری تاریخ دیکھو، توریت کی تاریخ دیکھو، انجیل کی تاریخ دیکھو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں نہ توریت تھی نہ انجیل۔

حضرت لاہوری قدس سرہ نے یہاں شریعت کا اتباع فرمایا اس کا مطالبہ فرما کر کہ آپ کی تاریخ کیا کہتی ہے۔ یہاں قرآن کریم نے تاریخ سے استدلال فرمایا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں۔

## خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح کا ایک جھگڑا خطیب بغدادی کے زمانے میں پیش آیا۔ اس وقت جو حکومت رہی ہوگی ان کی طرف سے ایک رئیس الرؤساء کا عہدہ ہوا کرتا تھا۔ تمام رئیسوں کے رئیس جیسے اس زمانے میں پرائم منسٹر، وزیر اعظم کہ تمام وزارتیں اسی ایک آدمی کے ماتحت ہوتی ہیں۔ تو اسی طرح رئیس الرؤسا کہ ان کے ماتحت تمام ریاستیں ہوا کرتی تھیں۔

اس وقت ایک جھگڑا پیش آیا کہ یہودیوں کی طرف سے ایک خط پیش کیا گیا جس کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ یہ بہت پرانا خط ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'امر باسقاط الجزية عن يهود خيبر' تو حکومت سے یہودیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ہم سے جزیہ ساقط کر دیا جائے نہ لیا جائے۔ کیوں؟ کہ یہ خط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا تھا۔ **امر رسول الله صلى الله عليه وسلم باسقاط الجزية**۔ اور یہ خط جب لکھا گیا تو اس میں شہادت کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تھے کہ فلاں فلاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یہ لکھا گیا اور ان کے سامنے یہ پڑھا گیا۔

خطیب بغدادی کے سامنے وہ خط پیش کیا گیا رئیس الرؤساء کی طرف سے کہ یہ سب سے بڑے تاریخ داں ہیں۔ ان کی تاریخ اتنی اہم تھی کہ یہاں زمزم کا گلاس ہاتھ میں ہے اور حق

تعالیٰ شانہ سے دعا فرما رہے ہیں کہ الٰہی یہ میرا مکہ مکرمہ سے بغداد کا لمبا سفر ہے اور میرے ساتھ یہ میرا علمی خزانہ ہے، یہ میری تاریخ جو میں نے ساری عمر کی محنت سے لکھی ہے۔ اور اس لمبے سفر میں بے شمار واقعات پیش آسکتے ہیں، چوری ڈکیتی کا بھی خطرہ، موسم کا بھی خطرہ کہ اگر طوفان آیا، ہوائی طوفان ریگستانوں میں زبردست چلتے تھے، انسانوں کو تمام جائیدادوں کو اڑا کر کے ہوائیں پھینک دیتی تھیں۔ بارش ہوجائے تو اس میں بھیگ کر یہ اوراق ختم ہو سکتے ہیں۔

انہوں نے حق تعالیٰ شانہ سے یہ دعا کی کہ الٰہی! ایک تو میری تمنا ہے کہ میری قبر، ہیں تو مکہ مکرمہ مدینہ منورہ میں، حجاز میں قیام ہے۔ دعا ہو رہی ہے کہاں کی؟ بغداد کی۔ کہ الٰہی میری قبر بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں بنے۔ کیا مقام ہوگا بشر حافی کا؟ تین دعائیں تھیں۔ دوسری دعا یہ تھی کہ الٰہی یہ جو میں نے اتنی محنت سے تاریخ لکھی ہے یہ میرے اس سفر میں کہیں ضائع نہ ہوجائے اور میں بغداد پہنچ کر جامع بغداد میں اس کا درس دوں تو حق تعالیٰ شانہ نے ان کی تینوں تمنائیں پوری فرمائیں۔ اور وہاں بغداد پہنچ کر انہوں نے درس دیا اور بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں دفن بھی ہوئے۔

چونکہ بہت بڑے تاریخ نویس تھے تو اس لئے ان سے پوچھا گیا۔ رئیس الرؤساء نے پوچھا کہ آپ عظیم تاریخ داں ہیں اور یہ خط ہمارے پاس پہنچا ہے تو انہوں نے پڑھا اور پڑھ کر جس طرح قرآن کریم نے دو کلموں سے جواب دیا ’**وما انزلت التوراة والانجیل الا من بعدہ**‘ کہ اس زمانے میں، ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ میں، تورات اور انجیل نازل کہاں ہوئی تھی؟ تو اسی طرح خطیب بغدادی نے وہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ تو جعلی خط ہے۔

رئیس الرؤساء نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل؟ کیا وجہ؟ انہوں نے کہا کہ جن صحابہ کرام کا بطور شاہد اس میں نام لیا گیا ہے ان میں ایک سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ تو پہلے ہی بنوقریظہ کے فوراً بعد شہادت پا چکے تھے تو وہ تھے ہی کب؟ اور یہ مسئلہ فتح خیبر کا ان کی وفات

کے بعد کا ہے۔ فتح خیبر ان کی وفات کے بعد ہوئی۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس میں نام ہے وہ اس وقت اسلام کب لائے تھے؟ وہ تو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے۔

خطیب بغدادی نے کس طرح فیصلہ کیا؟ تاریخ کی روشنی میں۔ کیونکہ قرآن کریم نے تاریخ کے ذریعہ دیگر اہل مذاہب کو سمجھایا کہ یہ تمہارا دعویٰ کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تمہارے مذہب پر تھے یہ صحیح نہیں۔ تو اسی کی اتباع میں حضرت لاہوری قدس سرہ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب سے پوچھا کہ میرا یہ کشف علم تاریخ کی روشنی میں کیسا ہے؟

جیسا میں نے کل عرض کیا تھا کہ یہ کہنے سننے بولنے کی عادتیں بہت بری ہیں۔ آدمی کو موقعہ، جگہ، وقت اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اب تین چار مشکل سے راتیں رہ گئیں اور ہر وقت جتنا ہو سکے۔ جیسا کل میں نے عرض کیا تھا اگر آپ تین چار راتوں کے گھنٹے جوڑیں تو کوئی پندرہ بیس گھنٹے بھی نہیں بنتے جو ہمیں صرف کرنے چاہئیں یادِ الٰہی میں۔ تو اس لئے دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جو گھڑیاں باقی رہ گئیں جو راتیں باقی رہ گئیں ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ ہاتھ سے وقت نکل گیا تو پھر وہ جو رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو وہ عید کے چاند کے ساتھ ہی، عید کی شام کے ساتھ ہی بند ہو جائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رمضان کی قدر دانی کی توفیق دے اور ہم ان تین گروہوں میں سے کسی میں شامل نہ ہوں جن کیلئے جبریل علیہ السلام نے بد دعا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمائی۔ ان میں ایک وہ ہے کہ رمضان المبارک جس کو میسر آیا اور جس کو ملا اور پھر بھی جس نے اپنی مغفرت نہ کروالی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

**وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔**

ا رشوال ۱۴۳۴ھ (عید الفطر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں عید کے دن **الحدیث المسلسل بیوم العید** ایک حدیث پڑھی جاتی تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی نے عید کے دن سنی اور اب تک وہ تسلسل چلا آ رہا ہے۔ اسی طرح الحدیث **المسلسل بالضیافة بالاسودین**، یعنی دو کالی چیزوں، پانی اور کھجور کے ذریعے جو ضیافت کی جائے اس کی فضیلت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضیافت فرمائی اور تیسری مصافحے والی۔ تو تینوں ابھی پڑھی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الحديث المسلسل بالمصافحه

**قال الفقير ولى الله، عفى عنه، حدثنى أبو طاهر سماعا من لفظه، قال قرأت على أحمد النخلى بسماعه على البابلى، عن جماعة، منهم أبو بكر بن اسماعيل، عن ابراهيم بن عبد الرحمن العلقمى، عن أبى الفضل الجلالى السيوطى قال أخبرنا التقى أحمد بن محمد الشمنى قرائة عليه، قال أخبرنا أبو**

طاهر الكويک قال: أخبرنا ابو اسحاق ابراهيم بن على حضوراً، قال أبو عبد الله الخوئى قال أخبرنا أبو المجد بن الحسين القزوينى، قال أخبرنا أبو بكر بن ابراهيم الشحاذى، قال أخبرنا أبو الحسن بن زرعة، قال أخبرنا أبو المنصور عبد الرحمن بن عبد الله البزازى قال أخبرنا عبد الملک ابن نجيد، قال حدثنا أبو القاسم عبدان بن حميد المنجى، قال حدثنا عمر بن سعد، قال حدثنا أحمد بن دهقان، قال حدثنا خلف بن تميم قال: دخلنا على أبى هرمز نعوده، فقال: دخلنا على أنس بن مالک رضى الله عنه نعوده، فقال: صافحتُ بكفّ هذه كفَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فما مسستُ خزّاً و لا حريراً ألين من كفّه صلى الله عليه وسلم. قال أبو هرمز فقلنا لأنس بن مالک رضى الله تعالى عنه: صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فصافحَنا.

قال خلف قلنا لأبى هرمز: صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها أنسا، فصافحنا، قال أحمد بن دهقان قلنا لخلف: صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها أبا هرمز، فصافحنا، قال عمر بن سعيد: قلنا لأحمد بن دهقان: صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها خلف بن تميم، فصافَحنا، قال عبدان: قلنا لعمر بن سعيد صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها أحمد بن دهقان، فصافَحنا، قال عبد الملک: قلنا لعبدان صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها عمر بن سعيد، فصافحَنا، قال أبا منصور: قلت لعبد الملک: صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها عبدان، فصافَحنا، قال أبو الحسن بن أبى زرعة: قلتُ لأبى منصور: صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها عبد الملک، فصافَحنا، قال أبو بكر الشحاذى: قلت لأبى الحسن: صافحنى بالكفّ التى صافحتَ بها أبا منصور،

فصافحنى، قال أبو المجد: قلت لأبى بكر صافِحنى بالكفّ التى صافحتَ بها أبـا الحسن، فصافحنى، قال الخوئى: قلت لأبى المجد: صافِحنى بالكف التى صـافـحـتَ بهـا أبـا بـكـر فصافحنى، قيل للخوئى: صافِح ابراهيم بالكفّ التى صـافـحـت بهـا أبـا الـمـجـد، فصافحه، قال أبو طاهر قلت لابراهيم صافِحنى بـالـكفّ التـى صـافـحك بهـا الـخـوئى، فصافحنى، قال الشمنى: قلت لأبى طـاهـر: فـصافِحنى بالكفّ التى صافحت بها ابراهيم، فصافحنى، قال الجلال السيـوطـى: قـلـتُ لشيخنا الشمنى: صافِحنى بالكفّ التى صافحت أبا طاهر، فـصـافـحـنـى، و الـجـلال السيـوطـى صـافح ابراهيم العلقمى اِن لم يكن فعلاً فـاجـازـةً، و الـعـلـقمى صافح أبا بكر كذلك، و الجماعة صافحوا البابلى، و البابلى صافح النخلى و النخلى أبا طاهر۔

قلتُ: لأبى طاهر صافِحنا بالكفّ التى صافحتَ بها النخلى فصافَحنا۔

## الحديث المسلسل بالضيافة بالأسودين

قـال الـحـقيـر الـفـقير خليل أحمد أضافنى الشيخ الأمجد المكرّم المعظّم مـولانـا و شيـخـنـا عبـد الـقيّـوم بـن مولانا عبد الحى البدهانوى سنة احدى و تسعين بعد الألف و المائتين فى بلدة بهوبال بالأسودين التمر والماء و قرائتُ عـليـه الـحديث، قال أضافنى شيخنا و مولانا الشاه اسحاق الدهلوى الماهجر الـمكى بالأسودين التمر و الماء، قال أضافنا الشيخ فريد عصره و وحيد دهره عبـد الـعـزيـز بـالأسـوديـن الـتمر و الماء، قال: أضافنا شيخنا الشيخ ولى الله بـالأسـوديـن الـتـمـر و الـمـاء، قـال أضافنا شيخنا أبو طاهر بالأسودين التمر و

الـمـاء، قال أضافنا شيخنا محمد بن محمد ابن سليمان المغربى الردانى نزيل مكة الشريفة بالأسودين التمر و الماء، قال أضافنى أبو عثمان سيدى سعيد بن ابراهيم الجزائرى عُرف بقدوره بالأسودين التمر و الماء، قال أضافنى الشيخ سيـدى سعيد بن أحمد المقرى القرشى بالأسودين التمر و الماء، قال أضافنى شيـخ الصدور الأوحد سيدى أحمد حجى الوهرانى بالأسودين التمر و الماء، قـال أضـافنى الشيخ شيخ الأنام موضح طريق الاسلام أبو سالم سيدى ابراهيم التـازى البـلنسى بالأسودين التمر و الماء، قال أضافنى الشيخ العالم الولى أبو الـفتح محمد بن أبى بكر بن الحسين المراغى المدنى بمنزله بالمدينة تمراً و مـاءً فـى يـوم الـخـميس شهر الله المحرّم سنة احدى و ثلثين و ثمانمائة و قرأ عـلينا، أخبرنا الحافظ نفيس الدّين سليمان بن ابراهيم العلوى اليمانى بقرائتى عـليـه، قـال أخبـرنـى والـدى اجازة، قال أخبرنا الفقيه تقى الدين عمر بن على الشعبى، قـال أضـافـنـا شيـخـنـا الـقـاضى فخر الدين الطبرى فى منزله بزبيد بـالأسـوديـن الـتـمـر و الـمـاء، قـال أضـافنا شيخنا الامام فخر الدين محمد بن ابـراهيـم الـجيـزى الـفـارسى على الأسودين التمر و الماء، قال أضافنا شيخنا الـحـافـظ أبـو الـعـلام الهـمدانى بها على الأسودين التمر و الماء، قال أضافنا الشيـخ أبـو بـكـر هبة الـلـه بـن الـفـرج الـكاتب المعروف بابن أخت الطويل الهـمـدانـى عـلـى الأسـوديـن الـتـمـر و الـماء، قال أضافنا أبو جعفر محمد بن الحسين بن محمد بن اباهيم العوفى على الأسودين التمر و الماء، قال أضافنى أبـو الـحسن على بن الحسن الواعظ على الأسودين التمر و الماء، قال أضافنا أبـو شيبة أحـمـد بن ابراهيم العطار المخزومى بالردان على الأسودين التمر و الـماء، قال أضافنا جعفر بن محمد بن عاصم الدمشقى على الأسودين التمر و

**الـماء، قال أضافنا نوفل بن باب على الأسودين التمر و الماء، قال عبد الله ابن ميـمـون الـقـداح عـلـى الأسـوديـن التمر و الماء، قال أضافنا جعفر بن محمد الـصـادق عـلـى الأسـوديـن الـتـمر و الماء، قال أبى محمدُ بن على الباقر على الأسـوديـن الـتـمـر و الـمـاء، قـال أضـافـنـا أبـى علىّ بن الحسين بن علىّ على الأسـوديـن الـتـمـر و الـماء، قال أضافنى أبى، قال أضافنى على كرم الله وجهه على الأسودين التمر و الماء، قال أضافنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على الأسـوديـن الـتـمـر و الماء، ثمّ قال: من أضاف مؤمناً فكأنّما أضاف آدم، و من أضـاف مـؤمـنَـيـنِ فـكأنّما أضاف آدم و حواء، و من أضاف ثلثة فكأنّما أضاف جبـريل و ميكائيل و اسرافيل، و من أضاف أربعة فكأنّما قرأ التوراة و الانجيل و الـزبـور و الـفرقان، و من أضاف خمسة فكأنّما صلى الصلوات الخمسَ فى الجماعة من أوّل يوم خلق الله الخلق الى يوم القيامة، و من أضاف ستة فكأنّما أعتـق ستيـن رقبة من ولد اسماعيل، و من أضاف سبعة غلّقت عنه سبعة أبواب جهـنّـم، و مـن أضـاف ثمانية فتحت له ثمانية أبواب الجنّة، و من أضاف تسعة كتـب الـلـه لـه حسـنـات بـعدد من عصاه من أوّل يوم خلق الله الخلق الى يوم الـقيـامة، و مـن أضاف عشرة كتب الله له أجر من صلى و صام و حج و اعتمر الى يوم القيامة۔**

یہ عید کے دن والی حدیث بھی آپ نے سن لی اور تسلسل حاصل ہوگیا۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ سے مصافحہ والی روایت حضرت مولانا ہاشم صاحب نے بھی میری طرح سے بارہا حضرت کے یہاں سنی۔ مصافحہ کیا۔ حضرت کی طرف سے مجھے اور حضرت مولانا کو اجازت بھی ہے۔ تو یہ تسلسل والی مصافحہ والی روایت پر بھی عمل ہوجائے گا نماز کے بعد اور اسودین کے ذریعے ضیافت مہینہ بھر ہوتی رہی، آج بھی انشاء اللہ کھجور اور پانی سے ضیافت ہوجائے گی۔

تو یہ جو پہلے دن ہم نے شروع کیا تھا کہ تازہ تازہ چند گھنٹوں پہلے حضرت مولانا گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کر کے آئے تھے اور جس شان سے ان کا جنازہ تھا اور جس شان سے اوپر دھوم دھام ہوئی کہ بتیس ڈگری گرم تھا لیسٹر اور اس موسم میں صرف ان کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کا جو استقبال کیا گیا اور صرف قبرستان میں اولے برسنے لگے۔

پھر ایک کمرہ کے ساتھیوں کا ذکر شروع کیا کہ وہ میرے کمرہ کے ساتھی وہ گئے دوسرے ساتھی تھے جن کے ساتھ باری باری ہم پنکھا ایک دوسرے کو جھلتے تھے لیٹے لیٹے مولانا عبد الرحیم ملک وہ بھی انہی دنوں میں گئے۔ تیسرے ساتھی ہمارے بھائی جان، وہ تشریف لے گئے۔ اور کس طرح انہوں نے سلام پیش کیا تو میں مولانا حالی نے بھی اسی طرح کا سلام پیش کیا وہ لکھ کر لایا۔ پھر ایک اور چوتھے ساتھی ہمارے خالہ زاد بھائی حافظ غلام محمد ٹرکی وہ چلے گئے۔ تو ان چند مہینوں میں ہم کمرہ کے ساتھیوں میں سے چار پہنچ گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ایسی زندگی گذارنے کی توفیق دے کہ انہیں منہ دکھا سکیں۔

جس طرح ہمارے بھائی جان نے گھر کے دروازہ پہ اوپر والوں آسمان والوں کو سلام کیا اسی طرح حضرت مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی آخری وقت ہے اور آخری وقت میں وہ جو اشعار پڑھتے گئے وہ بھی سلام کے ساتھ۔ کسی زمانہ میں اسکول میں ہمارے یہاں ان کی مسدس حالی حفظ کرائی جاتی تھی۔ اچھا خاصا حصہ اس کا مجھے بھی یاد تھا۔ تو یہ مسدس ہے ہی ایسی کہ آپ اس کو پڑھتے جائیں آپ پر حال طاری ہوتا چلا جائے گا۔ زبردست تاثیر رکھی ہے اللہ عزوجل نے ان کے کلام میں۔

یہ جس ترتیب سے ہمارے [ کمرہ کے ساتھی ] ایک کے بعد ایک چلے گئے وہ بھی بڑی عجیب کہ ایک خالہ زاد بھائی جاتے ہیں ان کے ڈھائی ماہ کے بعد بھائی جان جاتے ہیں، ان کے ڈھائی ماہ کے بعد حافظ غلام محمد ٹرکی جاتے ہیں۔ دیکھئے ٹائم ٹیبل! اور پھر مولانا گورا صاحب سب سے اخیر میں اور کس شان کے ساتھ ان کا جنازہ۔ جنہوں نے یہ جنازہ دیکھا تھا

اورشہداء والا جنازہ دیکھا تھا وہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

## غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور کا جنازہ اس دن میں نے ذکر کیا تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ، انہوں نے تو چیلنج کیا تھا خلیفہ کو کہ 'الفرق بیننا وبینکم الجنائز' ۔تو اسی طرح کا لاہور میں ایک اور جنازہ غازی علم الدین شہید کا۔ایک بد بخت راج پال نے 'رنگیلا رسول' کتاب لکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں گستاخی کی تھی اوران کواس کے قتل کے بدلہ میں پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ چنانچہ ان کو پھانسی دے دی گئی اور وہاں جیل کی انتظامیہ کا جو انتظام ہوگا انہیں دفن کردیا گیا۔مگر ایک تحریک چلی۔اور چلانے والے کون تھے، علامہ اقبال مرحوم۔اور چلانے والے کون تھے مولانا ظفر علی خاں۔

انہوں نے تحریک چلائی کہ اِنہوں نے نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفن کیا ہے تو دوبارہ قبر کو کھولا جائے اور پھر جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔تو تحریک چلی، پورے ملک میں زبردست تحریک۔شروع میں تو سمجھا کہ یہ تو ویسے ہی کوئی ہنگامہ ہے۔ وہ تو ہنگامہ نہیں قیامت تھی۔تو پھر فیصلہ کرنا پڑا کہ انہیں دوبارہ نکالا جائے قبر سے۔ایک دن، دو دن، تین دن نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ تیرہ دن دفن کئے ہوئے کو ہو چکے تھے اور تیرہ دن کے بعد جنازہ نکالا گیا۔قبر کھودی گئی، لاش نکالی گئی، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ شہید کا جنازہ اور شہید کی لاش جیسی پہلے دن رکھی ہوگی ویسی ہی تر و تازہ لاش۔تو چونکہ ایک تحریک چلی تھی [اس لئے اس جنازہ میں بھی بہت بڑا مجمع تھا]۔

## حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

میں تو مولانا گورا صاحب اوران کے بعد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کو بیان

کرنے لگا تھا کہ ان کا جنازہ پاکستان کی تاریخ میں شاید کسی کا ایسا جنازہ نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ یہاں جنازہ کے شرکاء کا پہلا سرا ہے اور آخری سرا پانچ چھ میل دور ہے۔ وہاں سے لے کر یہاں تک ٹھاٹھیں مارتا ہوا انسانوں کا سمندر ان کے جنازہ میں تھا۔ تو یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے کہ مولانا گورا صاحب کیلئے چند گھنٹوں میں حق تعالیٰ شانہ نے کتنے زبردست انتظامات کروادیئے اور کس شان سے وہ تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت بھی بہتر بنائے۔

## مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے کہا ہمارے بھائی جان نے جس طرح السلام علیکم، آسمان والوں کو سلام کیا تو اسی طرح مولانا حالی لکھتے ہیں۔ بالکل آخری وقت ہے جس طرح مرنے والوں کو کلمہ تلقین کیا جاتا ہے تو وہ اس جہان سے جاتے وقت کہہ رہے ہیں:

اے بہارِ زندگانی الوداع　　اے شبابِ شادمانی الوداع
اے طلوع صبح پیری السلام　　اے شبِ قدرِ جوانی الوداع
السلام اے قاصدِ ملک بقا!

اللہ اکبر! انہیں بھی غازی علم الدین شہید کی طرح سے اور بھائی جان کی طرح سے جو استقبال کیلئے اوپر سے اتر رہے تھے وہ نظر آرہے ہوں گے تو انہوں نے کہا 'السلام اے قاصدِ ملکِ بقا!' کہ جہاں مرنا ہی نہیں، ہمیشہ کیلئے دوام ہے۔ وہاں سے جو قاصد آئے ہیں۔

السلام اے قاصدِ ملک بقا!　　الوداع اے عمر فانی الوداع

اب کتنے خوش ہوں گے مولانا حالی اس وقت، فرماتے ہیں:

آ لگا حالی کنارے پر جہاز　　الوداع اے زندگانی الوداع

کتنی پیاری موت!

اور یہ ہندوستان کے ادیبوں میں ٹیگور مشہور ہیں۔ کہ آخری وقت میں وہ کہہ رہے تھے پتہ نہیں اب میرے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے۔ اور یہ بڑا ادیب ہے ہندی وہ مرتے وقت کہتا ہے کہ اندھیرے میں گھر میں جانے سے ڈر لگ رہا ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا۔ کتنے مشائخ نے بھی آخری وقت فرمایا بہت در لگ رہا ہے اور الزبتھ اول انہوں نے آخری وقت میں کہا کہ میری تمام جائیدادیں اور تمام دولت اسی لمحے کیلئے تھی؟ وہ لمحہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے ساری دنیا کے برابر دولت ہے وہ بھی دے دیتا ہے۔ وہی کلمہ انہوں نے مرتے وقت کہا۔ کوئی دوسو کے قریب میں نے مسلم غیر مسلم حضرات کے آخری احوال آج دیکھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایمان کے ساتھ اٹھائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ہم پیش ہوں تو اللہ عزوجل ہمیں رسوائی سے، شقاوت اور بدبختی سے ہمیں بچائے۔ یہ جو جانے والے ہیں کس شان سے وہ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ جو عارف ہوتے ہیں انہیں کوئی خوف نہیں ہوتا کہ عفیف الدین۔۔۔ ہیں آخری وقت ہے تو وہ فرمانے لگے کہ موت کا ڈر تو انہیں ہوتا ہے جسے عرفان حاصل نہیں ہوتا۔

جس نے اپنے محبوب کو پہچان لیا، اور پہچاننے کیلئے آپ لوگ ماشاء اللہ شروع رمضان سے لے کر ابھی اعتکاف میں بہت سارے کوئی اخیری عشرے میں، کوئی چند روز کیلئے اعتکاف میں، اسی کوشش میں، آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر انہوں نے یہ عرفان حاصل کرنے کیلئے کتنی کوشش کی؟ کہتے ہیں کہ چالیس مرتبہ، چالیس چلے کئے۔ تاکہ میں اپنے مولیٰ کو پہچان لوں۔ تو پہچان لیا، عرفان حاصل ہو گیا۔

یہ جو انوارات ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ نورِ علم ایک ہوتا ہے، ذکر کا نور الگ ہوتا ہے، حدیث کا نور الگ ہوتا ہے، قرآن کا نور الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح نور عرفان الگ ہوتا ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں مرتے وقت کہ خوفزدہ تو وہ ہو جس نے مولیٰ کو پہچانا نہ ہو۔ مجھے کیا خوف۔ اللہ

تعالیٰ آخری وقت میں ہمیں بھی ایمان کے ساتھ اٹھائے۔اس سے پہلے ہم اپنے مولیٰ کو پہچان لیں۔

**وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔**

# مصنف کی دیگر مطبوعات

○

اضواء البیان في ترجمة القرآن

*(A simple, yet captivating, fresh rendition of the meanings of the Noble Qur'ān - available in Urdu, Gujarati and Hindi)*

الخطاب الفصیح للنبي الملیح ﷺ

مصابیح الدجی

مصابیح السبیل

مصباح الظلام

جمالِ محمدی ﷺ درسِ بخاری کے آئینہ میں (۳ جلد)

جمالِ محمدی ﷺ کی جلوہ گاہیں (۲ جلد)

اطاعتِ رسول ﷺ

بزرگوں کے وصال کے احوال

کرامات وکمالاتِ اولیاء (۲ جلد)

مشائخِ احمد آباد

محبت نامے (۳ جلد)

حضرت شیخ اور ان کے خلفائے کرام (۲ جلد)

میرے بھائی جان: شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم صاحب نور اللہ مرقدہ

*Manifestations of Prophet Muḥammad's ﷺ Beauty: The Hearts of Allāh's Saints (Volume 1)*

*The Beauty of Prophet Muḥammad ﷺ as Reflected in Lectures on Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Volumes 1 & 2)*

*Final Moments of the Pious*

*The Leader of Both Worlds ﷺ and the Month of Ramadān (Eng/Urdu)*

*Light of Prophethood (Eng/Urdu)*